کتاب الطلاق سے کتاب المیراث تک

دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جاری شدہ ۹۹۵ فتاوی کا مستند ذخیرہ

فتاوی فیض الرسول

جلد دوم

تصنیف:

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ

سابق صدر شعبۂ افتاء دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول
و بانی مرکز تربیت افتاء

بسعی و اہتمام

پیر طریقت حضرت علامہ الحاج غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دارالعلوم مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

نام کتاب	....	فتاویٰ فیض الرسول (جلد دوم)
تصنیف	....	فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ
سعی واہتمام	....	مفکر ملت صاحبزادہ علامہ غلام عبدالقادر علوی
تصحیح جدید	....	حافظ محمد اختر حبیب اختر
کمپوزنگ	....	کاشف حفیظ
سن اشاعت	....	جنوری 2015ء
صفحات	....	656
باہتمام	....	محمد اکبر قادری
ہدیہ	....	جلد دوم 700/- روپے
		2200/-

انتساب

شعیب الاولیاء شیخ المشائخ حضور سیدنا **شاہ محمد یار علی** صاحب قبلہ

قدس سرہ المولیٰ عنہ

(۱۳۸۷ھ)

بانی دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول براؤں شریف کے نام جن کی شخصیت اتباع شریعت کی ایسی آئینہ دار تھی کہ تقریباً پچاس (۵۰) سال تک آپ نے سفر و حضر میں نماز با جماعت حتیٰ کہ تکبیر اولیٰ کی پابندی کا اہتمام فرمایا............اور دار العلوم فیض الرسول قائم کر کے سنیت کی اشاعت اور بد مذہبیت کے دفاع کا ناقابل فراموش کارنامہ سرانجام دیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

فتاویٰ فیض الرسول (جلد دوم)

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی کے علاوہ اور بھی جن اساتذہ وافاضل فیض الرسول کے چوہتر فتاوے اس جلد میں شامل ہیں

شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث ادارہ ہذا

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث ادارہ ہذا

حضرت علامہ بدرالدین احمد قبلہ رضوی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ محمد یونس صاحب قبلہ نعیمی

حضرت علامہ حکیم ابوالبرکات محمد نعیم الدین صدیقی صاحب قبلہ

حضرت علامہ عبداللہ خاں صاحب عزیزی

حضرت مولانا قدرت اللہ صاحب رضوی

حضرت مولانا محمد سید احمد صاحب انجم عثمانی

حضرت مولانا مفتی محمد الیاس صاحب سالک بارہ بنکوی

حضرت مولانا خلق اللہ صاحب خلیقی فیضی

حضرت مولانا جمال احمد خاں صاحب رضوی

حضرت مولانا صوفی محمد صدیق احمد صاحب

حضرت مولانا نور محمد صاحب قادری

حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رضوی امجدی

حضرت مولانا رحیم الدین صاحب رضوی

حضرت مولانا محمد علی نعیمی صاحب

حضرت مولانا انوار احمد صاحب قادری امجدی

حضرت مولانا محمد احمد صاحب

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اشرفی

دارالعلوم فیض الرسول زندہ باد

فتاویٰ فیض الرسول جلد اول میں آپ کے گیارہ فتاوے شامل ہیں جو غلطی سے اس مخصوص صفحہ پر درج ہونے سے رہ گئے۔

اجمالی فہرست

عرضِ حال

شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دار العلوم فیض الرسول

دنیائے سنیت کی مسلم بزرگ شخصیت شعیب الاولیاء حضرت شیخ المشائخ الشاہ محمد یار علی علیہ الرحمہ کی محبوب ترین یادگار اور اہلسنّت کی قابل قدر دینی درسگاہ دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول کی ہمہ جہتی دینی خدمات کا ایک پہلو گذشتہ برسوں میں ''دار الاشاعت'' کا قیام تھا جس کا اولین اشاعتی شاہکار فتاویٰ فیض الرسول (جلد اول) ہے جو کتاب الایمان سے لے کر کتاب الرضاع تک ایک ہزار سے زائد فتاویٰ کا مجموعہ اور بڑی تقطیع کے تقریباً آٹھ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ عالم اسلام کے دینی و علمی حلقوں میں اس کی اشاعت سے مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ بین الاقوامی سطح پر عوام وخواص نے اس دینی خدمت کی یکساں تحسین کی اور ذمہ داران ادارہ کو مبارکباد پیش کی جن میں علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری (ورلڈ اسلامک مشن لندن) علامہ بدر القادری (ہالینڈ) محترم الحاج احمد صدیق (کینیا) مولانا فروغ القادری (ڈربن ساؤتھ افریقہ) مولانا قمر الحسن (بوسٹن امریکہ) محترم ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، علامہ الحاج محمد منشاء تابش قصوری (پاکستان) قابل ذکر ہیں اور ہندوستان کی تو اکثر قابل ذکر خانقاہوں کے ذمہ داران اور درسگاہوں کے نظماء دار الافتاء کے مفتیان کرام، اسلامک لاء پہ تحقیقی کام کرنے والے اسکالر اور مسلم قانون دانوں نے ''فتاویٰ فیض الرسول کی اشاعت کو وقت کی اہم ضرورت بتلاتے ہوئے دینی لٹریچر میں اسے اہم، عظیم، قابل قدر اور ناقابل فراموش اضافہ قرار دیا اور یہ اعتراف بھی کیا کہ بفحوائے الفضل للمتقدم دار العلوم فیض الرسول ہی کو اہلسنّت کے مدارس میں امتیاز وتخصص حاصل ہے کہ اسی نے سب سے پہلے اپنے دار الافتاء سے جاری فتاویٰ کو باب بہ باب منظم ومرتب کر کے نہ صرف شائع کیا بلکہ رہبر ورہنما بن کر دوسرے اداروں کو اس طرح کے کام کی تحریک دی اور ذہن دیا۔

فتاویٰ فیض الرسول کی مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی بات کافی ہوگی کہ بھارت میں اس کی اشاعت کے چند ماہ کے اندر ہی لاہور پاکستان سے ''شبیر برادرز'' نے اس ضخیم کتاب کا خوبصورت ایڈیشن شائع کر دیا۔ ارباب ادارہ اپنی اس کاوش کے قبول عام پر بارگاہ رب العزت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔

اعلان کے مطابق اللہ ورسول کے فضل وکرم اور بزرگان دین بالخصوص بانی ادارہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی

روحانیت کے سہارے ہم ''فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم'' کی اشاعت کرنے جا رہے ہیں جو کتاب الطلاق سے لے کر کتاب الفرائض تک تقریباً ایک ہزار فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جو فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج مفتی جلال الدین صاحب قبلہ امجدی صدر شعبۂ افتاء دارالعلوم فیض الرسول کی قلمی خدمات کا شاہکار ہے جس کی ایک ایک نوک پلک سنوارنے میں انہوں نے اپنا خون جگر صرف کیا ہے اور انہیں کی نگرانی میں مرتب ہو کر عالم اسلام کے دین پسند قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے کہ جن کا نام ہی کسی تصنیف کے مستند و معتبر ہونے کی ضمانت ہے۔ پروردگار عالم فتاویٰ فیض الرسول جلد اول کی طرح اسے بھی مقبول انام و مفید خاص و عام فرمائے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر فتاویٰ کی اشاعت کے سلسلے میں حوصلہ افزائی پہ محترم صوفی ثناء اللہ صاحب ساکن چتیوا ضلع سدھارتھ نگر اور نقل فتاویٰ کے سلسلے میں دارالعلوم کے استاذ مولانا قاری خلق اللہ صاحب فیضی و دارالعلوم کے فاضل مولانا سید انوار چشتی پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ اور اشاعی امور میں فاضل عزیز مولانا جمال احمد خانصاحب رضوی استاذ دارالعلوم کا شکریہ نہ ادا کیا جائے جنہوں نے بڑی عرق ریزی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ اسی طرح ہم محترم مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی و ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب کے ممنون ہیں، جنہوں نے اپنے وقیع مقالے اس اشاعت کے لئے ہمیں عنایت فرمائے۔

غلام عبدالقادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دارالعلوم

فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۴ء

کلمۂ تحسین

از رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ

بانی و مہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

یہ بات تجربات سے ثابت ہے کہ ہر مستند عالم دین کو کسی خاص فن سے طبعی مناسبت ہوتی ہے اسی مناسبت کے نتیجے میں دوسرے فنون کے مقابلے میں اسی فن کے اندر سے ایک شان امتیاز حاصل ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر صدر العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی کو علم نحو میں، شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی کو فن صرف میں اور شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جونپوری کو معقولات میں جو شان امتیاز حاصل تھی وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

نئی نسل کے اندر فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی کو فقہ میں جو ایک خاص ممارست و مناسبت اور شان امتیاز حاصل ہے وہ ان کی گرانقدر تصنیفات، انوار الحدیث، عجائب الفقہ اور فتاویٰ فیض الرسول سے ظاہر ہے۔

فتاویٰ فیض الرسول جلد اول کی طباعت کے موقعہ پر حضرت مفتی صاحب نے کئی بار اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اپنی دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی میرا کوئی کلمۂ تقدیم وہ شامل کر دیں لیکن ان کی خواہش کے احترام کے باوجود سخت مصروفیات اور مسلسل اسفار کے باعث میں ان کی اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکا اب جبکہ فتاویٰ فیض الرسول کی دوسری جلد پریس کو جارہی ہے پھر انہوں نے اس خواہش کا اعادہ فرمایا ہے۔ اس بار ان کی دلجوئی ایک اخلاقی فرض کی طرح میرے اوپر عائد ہوگئی ہے۔ اس لئے ان کی اس گرانقدر تصنیف سے متعلق چند سطریں میں سپرد قلم کر رہا ہوں۔

مجھے فرصت کا وقت میسر آتا تو میں نے سوچا تھا کہ ان کے فتاویٰ کا گہری نظر سے بالاستیعاب مطالعہ کرتا اور پیش آنے والے نئے نئے حوادث و مسائل میں انہوں نے فقہی اصول و جزئیات کی روشنی میں جو جوابات صادر فرمائے ہیں ان پر تبصرہ کر کے ان کی فقہی بصیرت پر روشنی ڈالتا۔

اسی کیساتھ میرا یہ ارادہ بھی تھا کہ ہمارے یہاں مسائل فقیہہ جو تین طبقات میں منقسم ہیں یعنی مسائل اصول، مسائل ظاہر الروایۃ اور وہ مسائل جو اصحاب مذہب کی مرویات پر مشتمل ہیں ان پر بھی ایک سیر حاصل بحث سپرد قلم کرتا۔

اسی طرح فقہا کے سات طبقات ہیں جنہیں ہم

(۱) طبقة المجتهدين في الشرع

(۲) طبقة المجتهدين في المذهب

(۳) طبقة المجتهدين في المسائل

(۴) طبقۂ اصحاب التخريج من المقلدين

(۵) طبقۂ اصحاب الترجيح من المقلدين

(۶) طبقة المقلدين القادرين على التمييز

(۷) طبقة المقلدين غير القادرين على ماذكر

کے ناموں سے جانتے ہیں اور جن کا مالہ اور ماعلیہ کے ساتھ تفصیلی علم ہر صاحب افتاء کے لئے نہایت ضروری ہے ان پر بھی روشنی ڈالتا تاکہ رہنما اصول کے طور پر نو آموز مفتیان کرام ان سے استفادہ کرسکتے۔لیکن میری فطری کمزوری کہئے یا میری مذہبی حس کی حدت کہ جماعتی زندگی کے کسی شعبے میں بھی میں خلاء برداشت نہیں کرسکتا جس شہر یا جس خطے میں بھی میرا جانا ہوا اور وہاں میں نے مذہبی زندگی کا کوئی خلاء محسوس کیا فوراً کسی تعلیمی یا تبلیغی مرکز کی بنیاد رکھ دی اور وہاں کے فعال و متحرک افراد پر اس کے چلانے کی ذمہ داری ڈال کر آگے بڑھ گیا۔کسی شاعر کا یہ مصرعہ مجھ جیسے آشفتہ حال جنونیوں کے حق میں کتنا برمحل ہے۔ع

ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

الحمدللہ کہ میری مصروفیات کے لئے میری ذات یا میرے خاندان کا کوئی مسئلہ نہ کبھی رہا ہے اور نہ ہے۔میرے سامنے جو مسئلہ ہے وہ صرف جماعت اور ملک کے طول عرض میں پھیلے ہوئے سنی اداروں کا ہے۔اپنی مصروفیات کے سلسلہ میں لگاتار اسفار اور مسلسل نقل و حرکت کے باعث سکون کے ساتھ مجھے دو چار دن بھی کہیں بیٹھنے کا موقعہ نہیں مل سکا کہ اپنے پیش لفظ میں رسوم المفتی سے متعلق ضروری مباحث قلمبند کرسکتا۔

پھر بھی اپنی ان ساری مصروفیات کے باوجود میں نے موقعہ نکال کر فتاویٰ فیض الرسول کے اوراق کا جب بھی جستہ جستہ مطالعہ کیا مفتی صاحب کے جوابات سے جزئیات فقیہہ پر ان کے ذہنی استحضار اور نظائر سے استشہاد کے سلسلے میں ان کی فقہی بصیرت کا بھرپور اندازہ ہوا......مولائے قدیر ان کے علم و فضل میں بیشمار برکتیں عطا کرے اور اسلام و مسلمین کی گرانقدر خدمات کی انہیں مزید توفیق مرحمت فرمائے۔

اپنے کلمۂ تحسین کی آخری سطریں لکھتے ہوئے نہایت مسرت کے ساتھ اپنے اس قلق کا اظہار کر رہا ہوں کہ ہماری درسگاہوں میں اب افتاء کے کام کی فنی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے جس کے نتیجے میں افتاء کے کام کے لئے اس دور میں صحیح آدمی کا ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ضرورت ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے منتظمین زندگی کے اس اہم ترین شعبے کی

طرف اپنی خصوصی توجہ مبذول فرمائیں......خدا کا شکر ہے کہ بے عملی اور دین سے دوری کے باوجود احکام شریعت کے سلسلے میں آج بھی ہمارے معاشرے میں فتووں کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔

اس کے ساتھ یہ محسوس کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ دور دینی جذبۂ اخلاص کے فقدان کا دور ہے اس لئے جب تک افتاء کی فنی صلاحیت کو معاشی آسودگی کے ساتھ جوڑا نہیں جائے گا طلبہ کے اندر اس کی طلب کا جذبۂ شوق پیدا نہیں ہوگا۔ مفتیوں کی پیداوار میں کمی کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں افتاء کے اہم ترین کام کو بالکل طفیلی اور ذیلی بنادیا گیا ہے اور اسی حیثیت سے اس کا بدل خدمت بھی متعین کیا جاتا ہے۔ حالانکہ افتاء کا کام کرنے والوں کو نئے نئے مسائل میں علم وفن اور فکر وقیاس کے جن مشکل ترین مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس مشکل ترین کام سے منسلک ہیں۔ اگر افتاء وتدریس کی خدمات کی شایان شان قدر دانی اور عزت افزائی کی جائے تو ہمیں یقین ہے کہ ان دونوں طبقوں کی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا المصطفیٰ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وحزبہٖ اجمعین

دعا گو

ارشد القادری

نزیل بنارس

۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۴؍نومبر ۱۹۹۲ء

گفتہ آید در حدیث دیگراں

شعیب الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ لقدرضی المولیٰ عنہ
۱۳۸۷ھ

بانی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

صاحبزادہ غلام عبدالقادر رابع ایل، ایل، بی۔ ایل، ایل۔ ایم فیکلٹی آف لاء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ جب شیطانی طاقتیں بھولے بھالے افراد انسانی کو گمراہ کرتی ہیں تو وہ علماء و صوفیائے کرام کی جماعتوں کو پیدا فرماتا ہے جو اپنے براہین ودلائل اور اپنی روحانی طاقتوں سے ان شیاطین اور ان کی ذریات کو مغلوب کردیتی ہیں ان کے مکروفریب کے تاروپود کو بکھیر دیتی ہیں اس طرح بھٹکے ہوئے افراد انسانی راہ راست پر آجاتے ہیں اور ان حضرات نے احیائے دین متین اور اشاعت اسلام میں بڑے بڑے مصائب برداشت کئے اور مخالف حالات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا مگر ان کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں بلکہ اپنی دھن میں لگے رہے آخر کار ان کے مساعی جمیلہ کے نتائج اچھی صورت میں رونما ہوئے یہ انہیں حضرات کی کوششوں کے نتائج ہیں کہ اب تک دین اسلام کے جاننے اور ماننے والے موجود ہیں اور ان مذاہب باطلہ کے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات دینے والے اور اپنی روحانی طاقتوں سے دین اسلام کی طرف گمراہوں کا رخ موڑنے والے علماء وصلحاء باقی ہیں ان حضرات کے ایمان اور علم وعمل کی قوت درجۂ کمال تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے ان کی تعلیم وتدریس اور ان کے مواعظ میں کافی اثر تھا بلکہ ان کی ملاقات ان کی زیارت ان کے چہرۂ انور کا دیدار بھی ہدایت کا سبب بن جاتا تھا۔ (غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض الرسول جون ۱۹۷۶ء)

احکام شرعیہ سے ناواقفیت ایک مرض ہے اس کی مضرت جسمانی امراض سے کہیں زیادہ ہے۔ کہا جاتا ہے جسمانی امراض کے اطباء خدمت خلق زیادہ کرتے ہیں اور یہ سچ بھی ہے کہ ایمان کے ساتھ رضائے مولیٰ کی نیت سے جو اطباء یہ خدمت انجام دیتے ہیں وہ آخرت میں بڑے ثواب کے مستحق ہیں اس اعتبار سے روحانی علاج کرنے والے روحانی اطباء (علمائے اہلسنت و صوفیائے کرام) نے بہت زبردست خدمت خلق انجام دی۔ لہٰذا یہ لوگ بڑے ثواب کے مستحق ہوں گے ان کی تعلیمی خدمتوں نے کروڑوں قلوب کی ویران دنیا کو آباد کردیا بےشمار مردہ دلوں کو زندہ کردیا یہ آسمان تعلیم وتدریس کے تابندہ ستارے ہیں جن کی ضیاباریوں سے لاکھوں ظلمت کدے تاباں ودرخشاں ہوگئے ان لوگوں نے اگر امراء واغنیاء سے تعلقات استوار کئے تو دنیاوی جاہ

وعزت حاصل کرنے کے لئے ان سے سہوتیں مہیا کرائیں اور مدارس دینیہ اور خانقاہوں کو ترقی دینے کے لئے ان کو خادم اور معاون بنایا، اغنیاء وغرباء دونوں جماعتوں کے ساتھ ان کا تعلق محض رضائے مولیٰ کے لئے تھا۔

(غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض اسرلو جون ۱۹۷۶ء)

صوفیائے کرام وعلمائے عظام کی دعوت اعلائے کلمۃ اللہ کا یہ کرشمہ ہے کہ ہندو پاک کے ہزار ہا باشندے دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے، یہاں کے اسلامی سلاطین نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ یہ لوگ دوسری اصلاحات میں لگے رہے اس کمی کو اولیائے کرام وعلمائے اسلام نے پورا کیا۔ ان حضرات میں مشائخین قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ پیش پیش رہے۔ آخری عہد کے صوفیوں میں شعیب الاولیاء شیخ المشائخ خواجہ صوفی شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی بھی نمایاں نظر آتی ہے آپ نے بوریہ نشینی کے باوجود عوام کی اصلاحات کی دینی تعلیم دلوائی، مسجد بنوائی۔ خانقاہ تعمیر کروائی، دارالعلوم فیض الرسول کی بنیاد ڈالی۔

زہے مسجد و مدرسہ خانقاہے　　　　کہ دروے بود قیل وقال محمد (ﷺ)

(غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض اسرلو جون ۱۹۷۶ء)

شیخ المشائخ حضرت صوفی شاہ الحاج محمد یار علی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ کا شمار ان پاکباز نیک نفس اور فتویٰ شعار ہستیوں میں ہوتا ہے جن پر دنیائے سنیت کو بجا طور پر فخر و ناز ہے۔ شاہ صاحب نے زہد و تقویٰ کی صبح و شام بسر کرنے کے لئے اپنی خواہشات نفس کو جس انداز میں قابو میں کر لیا تھا اس کی مثال اس دور میں نہایت ہی کمیاب ہے محفل شریعت ہو یا منزل طریقت اپنے احتیاط و تقویٰ کا دامن کہیں بھی ہاتھوں سے نہیں جانے دیا اپنے نفس پر خدا کی عطا فرمودہ طاقتوں سے اس قدر اقتدار حاصل تھا کہ دیکھنے والے تصویر حیرت بن جاتے آپ کو اسلام کے احکام وفرائض کی ادائیگی اور معرفت وطریقت کے تقاضوں کا اس درجہ پاس واحترام تھا کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کی عزیز ترین چیزوں کو بالکل ہی نظر انداز فرما دیتے تھے آپ نے اپنے روحانی بزرگوں اور حق پسند علماء اہلسنّت کی تربیت وتعلیم کی روشنی میں زندگی کی صبح و شام کا جو نظام الاوقات بنالیا تھا اس پر حیات مستعار کی آخری گھڑیوں تک نہایت سختی کے ساتھ کاربند رہے۔ (فیضان اولیاء مطبوعہ کانپور)

اسم شریف۔ القاب۔ سن پیدائش وتاریخ وفات وشجرۂ نسب:

آپ کا اسم شریف ''محمد یار علی'' ہے اور آپ کا لقب...... ''شعیب الاولیاء، وشیخ المشائخ'' تھا اہل علم کے طبقہ میں آپ انہیں القاب سے متعارف ہیں۔ آپ کی پیدائش کا سال ۱۳۰۷ھ ہے اور ۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۶۸ء جمعرات کی شب میں ایک بج کر ۲۵ منٹ پر آپ کا انتقال ہوا اس حساب سے آپ کی عمر اسی (۸۰) سال ہوئی۔ شجرۂ نسب مندرجہ ذیل ہے۔

شعیب الاولیاء حضرت صوفی شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بن فجر علی بن خورشید علی بن خان محمد بن عبدالمنان بن

عبدالرحمن بن خدابخش بن سالار بخش بن محمد علی بن ہدایت علی بن جان محمد بن تاج محمد غازی بن محمد داؤد بن محمد قاسم بن سالار محمد تاج بن سالار محمد بن سالار سیف الدین سرخرو بن عطاء اللہ غازی بن عبدالمنان غازی عرف یزید الدین بن محمد بن حنفیہ بن سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ (غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض الرسول جون ۱۹۷۶ء)

آپ کا حلیہ مبارک:

وجیہ وشکیل متوسط قد، چہرۂ مبارک گول، آفتابی رخسار بھری ہوئی، پیشانی، فراخ روشن، بینی پرنور متوسط، سر مبارک متوسط، رنگ گورا، چشمانِ مبارک درمیانی، ریش مبارک مشروع گھنی اور گول جس کے اکثر بال سفید ہو چکے تھے کچھ سیاہ بال باقی رہ گئے تھے، دندان مبارک صاف وشفاف، دستہائے مبارک متوسط نرم ونازک، سینۂ مبارک صاف اور فراخ، پائے اقدس متوسط نرم و نازک، جسم مبارک نرم وگداز قدرے فربہ، رفتار صوفیانہ، لباس ووضع میں سادگی، ہر بات میں بے ساختگی، خلوت وجلوت میں یکساں از سرتا بقدم ہر عضو موزون، آواز شیریں، گفتگو متوسط آواز سے کرتے۔ آپ کا کلام مختصر مگر جامع، ہونٹوں پہ تبسم، چہرے پر ترنم جب کسی سے خلاف شرع امر سرزد ہو جاتا تو اس کو آپ سرزنش فرماتے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ آپ کا شیوہ تھا۔

آپ کا لباس آپ کی وضع:

سر پر سفید مخصوص صوفیائے کرام کی چار گوشوں والی ٹوپی۔ ململ، صدری استعمال فرماتے کبھی بغیر صدری کے پیرہن ہی پہ اکتفا فرماتے۔ تہمند مخطط (دھاری دار) اور خانے بڑے بڑے، سفید لباس آپ کو مرغوب تھا، رومال مدارسی جوڑے دار یا سفید تزیب کا پھولدار رومال استعمال فرماتے جب موسم سرما ہوتا تو آپ اونی جبہ پہن کر نماز کے لئے آتے پنجوقتہ فرائض نماز صافہ باندھ کر پڑھتے۔ صافہ عموماً سفید ہی استعمال فرماتے صرف ٹوپی پہن کر بغیر صافے کے فرض نہیں پڑھتے نماز کے لئے کسی کو امام مقرر فرماتے تو آپ کی ہدایت وتاکید کے سبب صافہ باندھ کر امامت کرتے۔ (غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض الرسول ستمبر ۱۹۷۶ء ملخصاً)

استقامت وتصلب فی الدین:

استقامت علی الدین وہ کٹھن منزل ہے کہ خود اسے حدیث میں فرمایا گیا کہ کالقابض علی الجمرۃ جیسے ہاتھوں میں چنگاری پکڑنے والا۔ خود اہل معاملہ عارفانِ خدا نے فرمایا: الاستقامۃ فوق الکرامۃ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے استقامت وتصلب فی الدین حضرت شاہ محمد یار علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دفتر فضائل کا یہی سب سے درخشاں باب ہے۔ بستی اور گونڈہ دونوں اضلاع دیوبندیت وغیر مقلدیت کے گڑھ ہیں لیکن مولیٰ عزوجل نے مذہب اہل سنت وجماعت کی حمایت وصیانت، نشر واشاعت کے لئے اسی خطہ کے ایک گمنام دیہات میں اس مردِ حق آگاہ کو پیدا فرمادیا جس نے تنہا صرف اپنی روحانیت سے اس علاقے میں سنیت کو وہ قوت عطا فرمائی کہ آج پورے ہندوستان میں سب سے زائد اہلسنت کے دینی

مدارس انہیں دو اضلاع میں ہیں حضرت شاہ صاحب قبلہ کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ انہوں نے ہمیشہ کھلم کھلا رد کو پسند فرمایا اور مہینوں حضرت شیر بیشۂ اہلسنت کو لے کر اپنے مریدین میں بستی بستی وعظ و تقریر کے اجلاس مقرر کرائے یہ سلسلہ ایک دو دن ہفتہ دو ہفتہ مہینہ دو مہینہ نہ رہا بلکہ برسوں قائم رہا۔ سخت سے سخت خطرناک موقع پر بھی ساتھ نہ چھوڑا جس زمانے میں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت پر بھدرسہ ضلع فیض آباد کے وہابیوں نے مقدمہ دائر کر رکھا تھا حضرت شاہ صاحب کو جب اس مقدمے کی اطلاع ملی تو ایک خطیر رقم شیر بیشۂ اہلِ سنت کی نذر کئے۔ (شریف الحق امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول جنوری فروری ۱۹۸۰ء)

آپ کے متصلب فی الدین ہونے کی اس سے بڑی شہادت اور کیا درکار ہوسکتی ہے کہ حضرت شیر بیشۂ اہلسنت مظہر اعلیٰ حضرت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب قبلہ پیلی بھیتی علیہ الرحمہ جو تصلب فی الدین اور استقامت کے پہاڑ شمار کئے جاتے ہیں برسوں آپ کی تعظیم و احترام فرماتے رہے اور حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی صاحب قبلہ شیخ الادب جو خود بھی بلند پایہ صاحب حال صوفی اور جلیل القدر سنی عالم دین تھے برسوں حاضر خدمت رہ کر حضرت موصوف الصدر کی قدم بوسی کرتے رہے اور مذکورہ دونوں بزرگوں سے خود میں نے (علامہ اعظمی علیہ الرحمہ) بلاواسطہ شیخ المشائخ کے فضائل و مناقب کا تذکرہ بارہا سنا ہے اور آج بھی اس کے سیکڑوں مشاہد زندہ ہیں وکفٰی باللّٰہ شهيدًا

(عبدالمصطفےٰ اعظمی علامہ شیخ الحدیث ماہنامہ فیض الرسول جون، جولائی، اگست ۱۹۸۲ء)

اتباع شریعت:

حضرت شاہ صاحب اتباع شریعت کا پورا پورا خیال رکھتے تھے مجال نہیں کہ خلاف شرع کوئی امر سرزد ہو جائے اور کسی کو خلاف شریعت کوئی کام کرتے دیکھیں تو خاموش رہ جائیں نماز نہ صرف نماز بلکہ جماعت نہ صرف جماعت بلکہ تکبیر اولیٰ کا اتنا اہتمام کہ پینتالیس (۴۵) برس تک کبھی سفر و حضر میں تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی بہت لمبے لمبے سفر بارہا کئے حرمین طیبین کی حاضری بھی دی بارہا بمبئی بھی گئے اور بیمار بھی رہے لیکن سفر ہو یا حضر۔ مسافرت ہو یا اقامت۔ ٹرین کا سفر ہے یا کسی اور سواری کا آپ کی کبھی نہ جماعت چھوٹی نہ تکبیر اولیٰ فوت ہوتی سفر میں خصوصاً ٹرین اور بسوں کے لمبے سفروں میں صرف نماز پڑھنا دشوار ہوتا ہے چہ جائے کہ جماعت۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے اپنے پینتالیس (۴۵) سالہ عمل سے ثابت کر دیا کہ اگر انسان عزم محکم رکھے خود سستی کاہلی نہ کرے تو جماعت و تکبیر اولیٰ کی پابندی متعذر نہیں حضرت شاہ صاحب کی وہ خصوصیت ہے کہ اس میں وہ اس زمانہ میں بلاشبہ منفرد ہیں اور یہ اتنا بڑا کمال ہے کہ اس کے مقابلہ میں ہزار سالہ خلوت گزینی و چلہ کشی ہیچ ہے۔ حضور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاستار شریف میں فرمایا ہے کہ لوگ اشتغال و اذکار کے پیچھے رہتے ہیں سب سے بڑا ذکر مجاہدہ نماز باجماعت ہے۔ اتباع شریعت ہی کا ثمرہ تھا کہ علمائے کرام آپ کے سامنے جھک گئے۔ موجودہ مشائخ اہلسنّت میں حضرت مفتی اعظم ہند کے بعد جتنے علماء شاہ صاحب سے مرید ہیں کسی اور کے نہیں۔

(شریف الحق امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول جنوری، فروری ۱۹۸۰ء)

نماز با جماعت مع تکبیر اولیٰ کی پابندی کا پس منظر یوں ہے کہ حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ ایک بار حضرت (سیدنا شاہ عبداللطیف علیہ الرحمہ مرشد اجازت) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت ہوتے وقت حضرت نے آپ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا:

''میاں نماز تو نماز جماعت تو جماعت جب تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے یہی نماز اللہ سے ملا دے گی''

حضرت شاہ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ حضرت محمد یار علی صاحب قبلہ کے لئے پتھر کی لکیر بن گئے۔ (جلال الدین احمد امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول نومبر ۱۹۶۵ء)

آپ کا تدین مثال تھا حتی کہ جن حضرات کو آپ کا فیض محبت ملا ان کو بھی شعیب الاولیاء کے خوان کرم سے دینداری کی مثال دولت گراں مایہ نصیب ہوئی۔ علامہ بدرالدین احمد صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ کا اعتراف ہے کہ

''میں نے بفضلہٖ تعالیٰ ۱۱ رسال حضرت کی زندگی مبارکہ کا زمانہ پایا جس سے دین کی تربیت میں مجھے بہت کچھ مدد ملی۔

(غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر مولانا تذکرہ علمائے بستی مطبوعہ مبارکپور)

آپ کا تواضع:

آپ نرم خو، نرم دل منکسر المزاج، متواضع صفت تھے فروتنی وتواضع آپ کے اندر جذبۂ کمال تک پہنچی ہوئی تھی کبھی مجمع عام میں فرماتے کہ

''ہم گنہ گار سیہ کار ہیں ہم نے کچھ نہیں کیا آپ لوگ دعا کریں کہ آخرت میں نجات مل جائے''۔

آپ اپنے گھر کے بچوں کو بھی تواضع کی تعلیم دیتے رہے اسی کا اثر ہے کہ آپ کے صاحبزادے مولوی صوفی محمد صدیق احمد صاحب بایں ہمہ عظیم الشان عہدۂ سجادہ نشینی کے عموماً سنی علماء سے ملاقات کے وقت مصافحہ کیساتھ ساتھ ان کی دست بوسی بھی کرتے ہیں اور آپ کے دوسرے صاحبزادے مولوی غلام عبدالقادر صاحب بھی بایں ہمہ علم وفضل سنی علماء کی دست بوسی کرتے ہیں یہاں کے شہزادگان میں یہ تواضع حضرت شیخ المشائخ علیہ الرحمہ کی حسن تربیت کا اثر ہے۔

(غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض الرسول نومبر ۱۹۷۶ء)

روحانی تصرف:

شعیب الاولیاء حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے روحانی تصرف کے واقعات وکرامات بے شمار ہیں جو آپ کے مقرب بارگاہ خدا ہونے پر شاہد عدل ہیں مگر کسی بزرگ شخصیت میں کشف وکرامات دیکھنے سے پہلے اس میں اتباع شریعت، استقامت، تصلب فی الدین کی تلاش از بس ضروری ہے کیونکہ درحقیقت وہی معیار بزرگی ہیں اس معیار پہ حضرت شیخ المشائخ کی ذات والاصفات پوری طرح منطبق تھی اور وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپ مرتاض خاصانِ خدا میں سے تھے لیکن جہاں تک کشف وکرامات کا تعلق ہے حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ میں اس کی بھی کمی نہیں حضرت علامہ مفتی شریف

الحق امجدی صاحب سربراہ شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور رقمطراز ہیں کہ ''خود میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ گذرا ہوا ہے کہ میں اسے سوائے کرامت وتصرف کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ابتداء شوال ۱۳۸۵ھ میں مجھے بعض بے بنیاد خبریں ملیں تو میں نے یہ طے کرلیا کہ میں براؤں کبھی نہیں جاؤں گا اگرچہ تحقیق کے بعد یہ خبریں بالکل غلط ثابت ہوئیں اسی سال حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ نے بھی فیض الرسول کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت منظور فرمالی تھی جو کیم ذی قعدہ کو ہوا کرتا تھا حضرت کے کلمات سے ایسا ترشح ہوا کہ حضرت اس سفر میں کفش بزداری کے لئے مجھی کو لے جانا چاہتے ہیں میں نے واقعہ عرض کر کے نہایت صفائی سے عرض کردیا کہ میں براؤں نہیں جاؤں گا حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ سلطان وقت ہیں انہیں خدام کی کیا کمی برادرم محمد ناصر صاحب حضرت کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگئے لیکن عجب بات ہوی کہ میں نے اپنی فطری تندمزاجی کی بناء پر یہ کہہ دیا تھا کہ میں براؤں نہیں جاؤں گا لیکن جب وہ وقت قریب آیا تو عجیب اضطراب پیدا ہوگیا اور دل کھینچنے لگا مگر سنی ہوئی بات کا تقاضا اور اپنی کہی ہوئی بات کا پاس کہ اب میں براؤں جانا بے غیرتی سمجھتا تھا لہٰذا ایک دفعہ منہ سے نکل گیا کہ میں تو نہ جاؤں گا شاہ صاحب، صاحب تصرف ہیں تو خود بلالیں۔ حضرت کی روانی ۲۹؍شوال کی شب میں لکھنؤ ایکسپریس سے تھی؛ جس نے تین بجے صبح برلی سے چھوٹنا تھا۔ ناصر میاں تیار ہوگئے سامان لے کر عشاء کے وقت ہی آگئے اور اب میرے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں لیکن دو بجے روانگی کے وقت رکشہ آیا سامان زیادہ تھا اس لئے دو رکشے آئے ایک میں سامان کے ساتھ ناصر میاں بیٹھ گئے دوسرے میں تنہا حضرت مفتی اعظم بیٹھے میرا اسٹیشن بھی جانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن حضرت کو رکشے میں تنہا اسٹیشن جانا مجھے مناسب معلوم نہ ہوا میں حضرت کے ہمراہ رکشے میں بیٹھ گیا اس نیت سے کہ گاڑی میں بٹھا کر میں واپس چلا آؤں گا ناصر میاں اچھے خاصے تندرست تھے جب ہم اسٹیشن پر پہنچے تو وہ کمر پکڑے ہوئے بے چین ہیں معلوم ہوا کہ دردگردہ ہو رہا ہے اب کیا کیا جائے وقت اب اتنا نہیں کہ کسی اور کو ساتھ کیا جائے مجھے خیال آیا کہ یہ اتفاقی بات نہیں بلکہ مجھے بلانے کا بہانہ ہے میں باوجود بے سروسامانی کے نہ بستر ہمراہ ہے اور نہ سوائے بدن کے اور کپڑے ہیں میں حضرت کے ہمراہ براؤں شریف آگیا۔ ناصر میاں اسٹیشن ہی پر ایک صاحب کے حوالے کر دیئے گئے کہ وہ انہیں صبح تک آرام سے رکھیں صبح کو گھر پہنچادیں صبح ہوتے ہوئے ناصر میاں کا درد کافور ہوگیا۔
بتائیے اسے میں سوائے کرامت کے اور کیا کہوں میرے محب ومخلص جناب مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب بھی گھر جاتے ہوئے ساتھ ہوگئے تھے۔ وہ ان باتوں کے چشم دید گواہ ہیں ان وجوہ کی بناء پر بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب کی ذات اس زمانے میں کبریت احمر سے بھی زیادہ قیمتی تھی آپ بلاشبہ مسند ارشاد وہدایت پر اسلاف کرام کے سچے جانشین تھے۔ (شریف الحق امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول جنوری، فروری ۱۹۸۰ء)

شیخ المشائخ کا عظیم علمی کارنامہ دار العلوم فیض الرسول کا قیام:

علوم دینیہ کی نشرواشاعت سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت پر کافی زور دیتے ہوئے فرماتے:
''تعلیمی ادارے قائم کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اول اس لئے کہ شریعت کے بغیر طریقت نہیں حاصل ہوسکتی۔

دوسرے اس لئے کہ انبیاء و مرسلین صرف نماز روزے اوراد و وظائف ہی کے لئے دنیا میں نہیں تشریف لائے بلکہ عبادات و اعمال کے ساتھ دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے بھی بھیجے گئے نماز روزے اور اوراد و وظائف سے آدمی خود تو سنبھل سکتا ہے لیکن دوسروں کو سنبھالنے کے لئے علم دین کی ضرورت ہے۔"

اس ضرورت کے تحت آپ نے اپنی خانقاہ میں دارالعلوم فیض الرسول کی بنیاد رکھی اور اپنی حیات ہی میں اسے پروان چڑھانے کی کامیاب جدو جہد کی۔ (وارث جمال قادری مولانا ماہنامہ قاری دہلی ستمبر ۱۹۸۸ء) شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ نے ایک بار عرض کیا کہ جس دارالعلوم کا افتتاح آپ نے کیا اس کا نام دارالعلوم فیض الرسول رکھا اس کا نام دارالعلوم یارعلویہ رکھا جاتا تو کیا حرج تھا؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"درس و تدریس کا یہ دینی ادارہ ہے درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض ہی فیض ہے اس کا نام دارالعلوم فیض الرسول ہونا ہی مناسب ہے کہ اسم با مسمیٰ ہو جائے اپنے نام و نمود کو دخل دینے سے اخلاص باقی نہیں رہتا اس سے حب جاہ، حب شہرت پیدا ہوتی ہے عجب و خود پسندی کا ظہور ہوتا ہے کبر و غرور اور رعونت کا تسلط ہو جاتا ہے یہ آفات و بلایا ہیں تواضع نعمت ہے۔" (غلام جیلانی شیخ العلماء علامہ ماہنامہ فیض الرسول دسمبر ۱۹۷۶ء)

اور اسی جذبۂ اخلاص کی تاثیر تھی کہ جب شہزادۂ سرکار اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان براؤں شریف تشریف لائے تو واپس ہو کر بریلی شریف سے اپنا درج ذیل تاثراتی مکتوب حضرت شیخ المشائخ کے نام ارسال فرمایا۔

"محب سنت مخلص مبلغ مذہب اہلسنّت مسلک امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ جناب شاہ محمد یار علی صاحب دام المواہب و حضرات مدرسین اساطین دین و جمیع اراکین خدام ملت و طلباء علوم شریعت سلهم ربهم وصانهم عن الشرور والفتنة۔ وعليكم السلام ثم السلام عليكم رحمة الله وبركاته۔

طالب خیر بحمدہ تعالیٰ مع الخیر.......... حضرت شاہ صاحب کی کرم فرمائیوں ان کے صاحبزادہ بلند اقبال کی عنایتوں اور مدرسین و اراکین و طلباء و خدام مدرسہ فیض الرسول کی محبتوں کی یاد کو دل کی گہرائیوں میں لئے ہوئے وطن پہنچا فیض الرسول کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ واقعی یہ فیض الرسول ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحبہ وسلم) مولائے کریم عزوجل اسے روز افزوں ترقیاں بخشے اور اس کے فیوض کو عام تر فرمائے دل بہت مسرور ہوا تعلیم اچھی تربیت بہتر، سنیت کی تبلیغ، رضویت کی اشاعت، سنت کی ترویج کا جذبہ جو فیض الرسول میں پایا کہیں نہ پایا۔ اس فقیر بے توقیر کا اعزاز و اکرام نسبت اعلیٰ حضرت کے سبب فرمایا جو اس کی حیثیت سے کہیں زیادہ تھا اور پھر یہ کہ بعض نے فرمایا کہ ہم کچھ خدمت نہ کر سکے طلبہ سے جو عہد لے کر داخل کیا جاتا ہے بعد فراغ وہ عہد سند میں لکھا ہوتا ہے جو طالب علم پڑھ کر اہل جلسہ کو سنا کر اس پر گواہ کر لیتا ہے یہ ایسی بے مثال چیز ہے جو اور سنی مدارس تو اور خود مرکز اس ضروری امر کی طرف توجہ نہ کر سکا اس سے فقیر بہت زیادہ متاثر ہوا جگہ جگہ اس فقیر نے ذکر کیا شاہ صاحب اور مدرسین کو ہر جگہ دعا

کے ساتھ یاد کیا۔ (مصطفیٰ رضا مفتی اعظم علامہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مکتوب بنام شیخ المشائخ ماہنامہ فیض الرسول اگست ۱۹۶۶ء)

والسلام

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

آپ نے دار العلوم فیض الرسول کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر وترقی پر پوری توجہ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی مدت میں یہ ادارہ اہلسنّت کا مرکزی ادارہ بن گیا آج اس دار العلوم میں اہلسنّت کے وہ ممتاز علماء خدمت درس پر مامور ہیں جو علم وفضل ورع وتقویٰ وتصلب فی الدین میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے فارغ التحصیل علماء کا ملک میں ایک خاص وقار ہے۔ یہ دینی درسگاہ حضرت کی حیات ظاہری میں آپ کی توجہ کامل سے اور اب آپ کی روحانی تصرفات سے ملک کے ان عظیم اداروں میں ایک جن کی تعلیم وتربیت مثالی حیثیت رکھتی ہے بلکہ طلبہ کی پرورش پرداخت اور مہمانوں کی ضیافت میں ''فیض الرسول'' کو اس خصوص میں بھی درجۂ امتیاز حاصل ہے۔ مجھے (مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی لیکچرار طیبہ دہلی اپنا واقعہ تحریر کرتے ہیں) اپنے دور طالب علمی کا ایک واقعہ ہمیشہ یاد رہے گا میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں متوسطات کا طالب علم تھا رمضان شریف کی تعطیل کلاں میں ایک طالب علم کسی ضرورت سے مبارکپور آئے اور مدرسہ میں قیام کیا اسی اثناء میں ایک قصباتی تہمد (تہ مند) پہنے ہوئے آ گیا جس کے بخیہ کے سلائی والا حصہ اوپر کو تھا مہمان طالب علم کی نظر پڑ گئی اور قصبائی کو شرعی مسئلہ سے آگاہ کرنے کیلئے کہا کہ قمیص تہمد وغیرہ کو الٹا پہننا مکروہ ہے اور استشہاداً کئی کتابوں کے نام گنا دیئے میں اس مسئلے کو پوری کوشش کے بعد خالص تہذیبی نقطہ نظر سے دیکھ رہا تھا اور حاصل وہی تھا جو مہمان طالب العلم کا مقصود کلام تھا لیکن اس طرح مسائل کے جزئیات کی واقفیت کسی طالب علم کے اعلیٰ معیار کو ظاہر کرتی ہے یہ اسی درسگاہ کے طالب علم تھے جس کو فیض الرسول کے نام سے ہر کہ ومہ جانتا ہے۔ (فضل الرحمٰن شرر مصباحی ڈاکٹر مولانا۔ ماہنامہ فیض الرسول جون، جولائی، اگست ۸۲ء)

اور فیض الرسول کے فیضان کی برکت ہے کہ بستی، گونڈہ، نیپال کے بارڈر سے لے کر اندرون نیپال تک علم کا اجالا ہی اجالا ہے، گاؤں گاؤں مدرسے، مکاتب اور علمائے دین کی بہتات ہے۔ علاقائی وضلعی سطح سے بہت آگے دور، دور تک اندرون ملک فیض الرسول کا چشمۂ فیض جاری وساری ہے اور اب تو بیرون ملک بھی فیض الرسول کے فیض کا چشمۂ سیال لہریں لینے لگا ہے اللھم زدفزد۔ اس مرد خدا کے اخلاص بے پایاں کا نتیجہ ہے کہ فیض الرسول آج اسلامی علوم ایک شہر بن چکا ہے اپنی چند در چند امتیازی خصوصیات کی بنیاد پر ہندوستان بھر میں وہ اپنی مثال آپ ہے آج پورے ملک میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے بعد اپنے مالہ وماعلیہ کے اعتبار سے اپنی نوعیت کا وہ منفرد ادارہ ہے۔ عوام تو دور رہے خواص کو بھی جانے دیجئے اخص الخصیین کا وہ طبقہ جن کی شخصیت آفاقی اور جس کے فکر ونظر پر سواد اعظم اہلسنّت وجماعت کو اعتماد ہے ان کا اعتراف ورجوع اس بات کا غماز ہے کہ اس مرد خدا آگاہ کے اخلاص بے پایاں کی جڑیں بہت گہری ہیں۔

(وارث جمال قادری مولانا ماہنامہ قاری ستمبر ۱۹۸۸ء مطبوعہ دہلی)

اہل سنت کی یہ امتیازی شان رکھنے والی درسگاہ دینی خدمات کی ایک طویل دستاویز ہے یہ سچ ہے کہ اس کا محل وقوع بعض معمولی دشواریوں اور پیچیدگیوں کا حامل ہے مگر اس سے بڑا سچ یہ ہے کہ شہر کی گھما گھمی اور نیرنگی تعلیم و تربیت میں سخت حارج ہوتی ہے جو قیام مدرسہ کا اولین مقصد ہے آپ نے اس خطہ دور افتادہ کو سارے ہندوستان کا مرجع و مرکز بنا دیا اور اس طرح علماء کو خانقاہ سے اور عوام کو مدرسہ سے قریب ہونے اور فیضیاب ہونے کا موقع فراہم کیا۔

(علیم اشرف مولانا سید طرابلس یونیورسٹی لیبیا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر اکتوبر ۸۴ء)

وصال:

شعیب الاولیاء شیخ المشائخ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین اعلائے کلمۃ الحق اور روحانی فرائض کی بجا آوری میں بسر کرتے ہوئے ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۶۷ء کا دن گذار کر شب میں ایک بجکر ۱۵ منٹ پر نماز عشاء با جماعت ادا کرنے کے بعد ایک بج کر پچیس منٹ پر مالک حقیقی سے وصال فرمایا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون o براؤں شریف میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق اور منبع فیوض و برکات ہے اور ہر سال ۲۲ محرم کو آپ کا عرس نہایت اعلیٰ پیمانے پہ آپ کے فرزند، خلیفہ جانشین حضرتؒ پیر طریقت علامہ غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دارالعلوم کی نگرانی و انتظام میں منایا جاتا ہے جس میں ملک و بیرون ملک کے ہزارہا ہزار عقیدت مند شریک ہو کر اپنے رہنما کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اسی موقع پر آپ کی عظیم یادگار دارالعلوم فیض الرسول کے تاریخی اجلاس میں فارغ التحصیل علماء و قراء و حفاظ کی رسم دستار بندی بھی ادا کی جاتی ہے۔

آپ کی اولاد:

آپ کی زوجۂ اولیٰ سے چار صاحبزادے (۱) صاحبزادہ مولوی محمد یعقوب مرحوم (۲) پیر طریقت مولانا صوفی شاہ محمد صدیق احمد صاحب علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول (۳) مولوی علی حسین مرحوم (۴) صاحبزادہ مولوی فاروق احمد مرحوم سابق منیجر دارالعلوم فیض الرسول اور دو صاحبزادیاں۔ اور زوجۂ ثانیہ سے تین صاحبزادے (۱) پیر طریقت علامہ غلام عبدالقادری علوی صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دارالعلوم مذکور (۲) صاحبزادہ ڈاکٹر غلام عبدالقادر ثالث بی، یو ایم، ایس علیگ (۳) صاحبزادہ غلام عبدالقادر رابع ایل، ایل، ایم علیگ اور دو صاحبزادیاں۔

نورانی خواب اور قطب مدینہ کی تعبیر:

مولانا محمد حنیف عزیزی اعظمی نائب شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ بمبئی جو ۸۷-۱۹۸۶ء میں اپنے سفر حج و زیارت پر تھے بیان کرتے ہیں کہ راقم الحروف کو امسال حرمین طیبین کی حاضری نصیب ہوئی وہاں دستور یہ تھا کہ ایک ڈائری میں یومیہ حالات وکوائف پابندی سے درج کرتا ہمارے قافلہ میں ۲۲ رزائرین تھے۔ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ کے آخری عشرہ میں عارف ربانی مخدومی کی جی بھر کر زیارت کی چہرہ انتہائی نوانی و تاباں زیر لب مسکراہٹ۔ عمامہ در چہار جانب علماء طلبہ و عوام و خواص کا بے پناہ مجمع ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ انوار الٰہی و برکات نبوی کی مسلسل بارش ہو رہی ہے اور ایک طرف سیدی و مرشدی الحاج علامہ عبد العزیز صاحب قبلہ کھڑے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کا لوگ کھڑے انتظار کر رہے ہیں اور فجر کی نماز کا انتظار ہو رہا ہے یک بیک یہ خیال گذرا کہ اتنا کثیر مجمع اور علماء وعوام کا اجتماع۔ اس مقام پر فوراً ہی جواب بھی سمجھ میں آ گیا کہ کیوں نہ ہو ایک عارف باللہ و عاشق رسول کا مسکن و وطن ہے۔ ہمارے قافلہ کے صوفی محمد صدیق صاحب دہلوی نے مجھے بیدار کیا اٹھا اور خواب بیان کیا اور بتایا حرم محترم مکہ میں حضرت کی زیارت مسرت و برکت ہے اور ان کی مقبولیت کی دلیل ہے لیکن پریشانی بھی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ کا انتقال ہو چکا ہے تاریخ نوٹ کر لی گئی پھر صبح کو اطلاع ملی مدینہ طیبہ روانگی ہے مدینہ پاک میں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفۂ برحق حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مہاجر مدینہ کی خدمت میں حاضری دی اور حضرت شاہ قبلہ کے بارے میں جو خواب دیکھا تھا اس کی تعریف دریافت کی آپ نے فرمایا ''ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کے ولی ہیں۔'' بمبئی واپسی ہوئی تو حضرت شاہ صاحب قبلہ (علیہ الرحمہ) کے خلفیہ مولانا محمد صدیق احمد صاحب قبلہ سے ملاقات ہوگئی آپ نے بھی ۲۲ر محرم الحرام فرمایا۔ برجستہ میں نے کہا کہ حرمین طیبین کی زیارت وسفر عشق ومحبت وہاں ایک عارف ربانی کی زیارت اور ان کے جلو میں علماء طلبہ اور عوام وخواص کا بے پناہ ہجوم اور چہرہ دمکتا ہوا اور فجر کا وقت اور عمامہ زیب سر اور مسکراہٹ زیر لب گویا یہ سب بتا رہے تھے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔

(محمد حنیف عزیزی اعظمی مولانا ماہنامہ فیض الرسول اگست، ستمبر ۱۹۶۷ء)

شعیب الاولیاء کے مشائخ:

شیخ المشائخ شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ وسلسلۂ چشتیہ نظامیہ و سلسلۂ نقشبندیہ وسہروردیہ کے مشائخ کرام سے خلافت واجازت حاصل تھی آپ کو آپ کے مشائخ کرام نے اپنے کمالات باطنی واسرار معنوی سے خوب خوب نوازا تھا جس کا فیضان آج بھی جاری وساری ہے۔

مرشد بیعت:

حضرت شاہ محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ آپ کے مرشد بیعت ہیں جو سلسلۂ قادریہ کے مسلم الثبوت بزرگ تھے آپ ان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ان سے خلافت واجازت حاصل کی اور ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہ کر روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے حضرت شاہ محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا مزار پاک ڈھلمو شریف ضلع فیض آباد میں ہے جو مرجع خلائق ہے اور ایک عالم آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو رہا ہے۔ آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے عزلت پسندی وگوشہ نشینی کے باوجود بھی حیات ظاہری میں آپ کے کشف وکرامات کا ذکر سن کر کشاں کشاں لوگ جوق در جوق آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بلا واسطہ فیضیاب ہوتے تھے اور بعد وصال بھی حضرت شاہ محمد یار علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آفاقی شہرت کے سبب لاکھوں لوگ داخل سلسلہ ہو کر باواسطہ مستفید ہوئے اور رہتی دنیا تک مستفیض ہوتے رہیں گے۔

مرشدین اجازت:

حضرت شعیب الاولیاء کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں اپنے وقت کے عظیم ترین بزرگ قطب الاقطاب حضرت شاہ عبداللطیف صاحب قبلہ سے خلافت واجازت حاصل تھی حضرت قطب الاقطاب اتباع سنت اور احیاء ملت کی وجہ سے اپنے معاصر بزرگان دین میں امتیازی شان کے حامل تھے غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت قطب الاقطاب سے (سفر بریلی کے موقع پر) امام اہلسنّت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت ملاقات نہایت اعزاز واکرام سے پیش آتے اور پہلو بہ پہلو بیٹھ کر گھنٹوں شریعت و طریقت کے رموز واسرار پر گفتگو فرماتے تھے آپ کی نظر کیمیا اثر ہی کی تاثیر ہے کہ آپ کی بارگاہ سے اکتساب فیض کے بعد حضرت شعیب الاولیاء کی اتباع شریعت واستقامت فی الدین میں وہ نکھار پیدا ہوا کہ اپنے اس وصف میں وہ اپنے اکثر معاصرین وقران پر سبقت لے گئے۔ ایک سوتیس (۱۳۰) سال کی عمر میں جب کہ آپ مرض الموت میں مبتلا تھے ضعف ونقاہت اس درجہ کہ دوسرے کے سہارے پر بھی دو قدم چلنے سے معذور تھے مگر اس حالت میں بھی نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ کبھی تکبیر اولیٰ نہ فوت ہوئی۔ آپ باکرامت بزرگ اور خدارسیدہ ولی تھے آپ سے سیکڑوں کرامتوں کا ظہور ہوا انہیں کرامتوں میں سے ایک روشن کرامت یہ ہے کہ حضرت شعیب الاولیاء شاہ محمد یار علی علیہ الرحمہ جب ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت ہوتے وقت آپ نے حضرت شاہ صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس طرح ارشاد فرمایا کہ

(عارف اللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۸۳ء)

''میاں نماز تو نماز، جماعت تو جماعت، جب تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے اور یہی نماز اللہ تعالیٰ سے ملا دے گی''

حضرت شاہ عبداللطیف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے یہ چند جملے حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ قدس سرہ کے لئے پتھر کی لکیر بن گئے اس واقعہ کو کم وبیش اڑتالیس سال گذر گئے تھے لیکن سفر وحضر اور سخت سی سخت بیماری کی حالت میں بھی شیخ طریقت کے ناصحانہ کلمات کو اپنی زندگی کا اہم معمول بنائے رہے یعنی نماز تو نماز، جماعت تو جماعت کبھی تکبیر اولیٰ بھی آپ سے فوت نہ ہوئی۔ (جلال الدین احمد امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول نومبر ۱۹۶۵ء)

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

(۲) سلسلۂ نقشبندیہ سہروردیہ میں آپ کو حضرت شاہ عبدالشکور صاحب قبلہ جھونسوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی حضرت شاہ عبدالشکور صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اپنے وقت کے صاحب کشف وکرامت وصاحب تصرف بزرگ تھے۔ جھونسی شریف اتر پردیش کے مشہور شہر الٰہ آباد کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے۔

(عارف اللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۴ء)

آپ کے خلفاء:

حضرت شیخ المشائخ نے صرف چند ہی خوش نصیب حضرات کو اپنی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا جن کے اسماء مختصر تعارف کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

(۱) پیر طریقت مجاہد سنیت حضرت صوفی محمد صدیق احمد صاحب علیہ الرحمہ (سابق سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دارالعلوم)

آپ کی شخصیت حضرت شعیب الاولیاء کی بہت سی خصوصیات کے مظہر تھی آپ کی عبادت و ریاضت تقویٰ وطہارت تصلب فی الدین یہ وہ آئینے ہیں جن میں حضرت شاہ صاحب قبلہ کی جھلک ملتی تھی آپ نے ان تمام روایات کو زندہ رکھنے کی کوشش کی جو حضرت علیہ الرحمہ کے اخلاق وکردار کے لئے طرۂ امتیاز تھیں۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ، چشتیہ، یارعلویہ کی توسیع میں آپ کا نمایاں کردار ہے۔ آپ کی عبادت وریاضت وتصلب فی الدین کو دیکھ کر حضرت شیر بیشۂ اہلسنّت مولانا حشمت علی خان صاحب وحضرت علامہ الحاج الشاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ نے خلافت واجازت مرحمت فرمائی آپ یارعلوی حضرات اور عام مسلمانان اہلسنّت کے ماحول میں حضرت خلیفہ صاحب قبلہ کے لقب سے معروف ومشہور ہیں۔ (عارف باللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۴ء)

آپ نے طویل علالت کے بعد ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۱۹۹۲ء جمعہ کا دن گذار کر شب میں تقریباً ۲؍بجے داعی اجل کو لبیک کہا اور مالک حقیقی سے وصال فرمایا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون o...... دارالعلوم اور اس کے متعلق اداروں اور محبین ومتوسلین کے لئے یہ حادثہ قیامت سے کم نہ تھا کیونکہ دارالعلوم کا وہ عظیم محسن اس سے رخصت ہوگیا جس نے اپنی پوری زندگی ادارہ کی ترقی وفروغ کے لئے مسلسل جدوجہد کے ساتھ وقف کر رکھی تھی۔ (روداد دارالعلوم فیض الرسول فروری ۱۹۹۱ء تا دسمبر ۱۹۹۱ء)...... حضرت خلیفہ صاحب کے انتقال کے بعد صاحبزادہ اکبر وخلیفہ ومجاز مولانا غلام عبدالقادر صاحب چشتی نائب مہتمم دارالعلوم آپ کے جانشین ہیں۔

(۲) پیر طریقت حضرت پیر عبدالمتین صاحب قبلہ مدظلہ: آپ حضرت شعیب الاولیاء کے مرشد بیعت حضرت شاہ محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اس خصوصیت کی بناء پر حضرت شعیب الاولیاء کی خصوصی توجہ ان پر رہی چنانچہ موصوف براؤں شریف میں شعیب الاولیاء کے زیر تربیت رہ کر ظاہری وباطنی علوم ومعارف سے بہرہ مند ہوئے اور حضرت شعیب الاولیاء نے ان کو خلافت واجازت مرحمت فرما کر نوازا اور آپ محبوبی وعلوی فیوض وبرکات کے طفیل ایسے نکھرے کہ تقویٰ وطہارت مزاج کی سادگی کی علامت بن گئے۔ تقدس آپ کے چہرے سے مترشح ہوتا رہتا ہے عوام سے دوری اور ایک طرح کی بروقت عزلت نشینی کے باوجود خواص کے ایک کثیر طبقہ کے مرجع عقیدت ہیں اور عوام وخواص میں یکساں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو وابستگان سلسلہ پر دراز

فرمائے۔(آمین)

(عارف باللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۴ء)

(۳) پیر طریقت قائد اہلسنت حضرت علامہ غلام عبدالقادر صاحب قبلہ علوی سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دار العلوم۔

حضور شعیب الاولیاء نے انہیں اپنے دور آخر میں اجازت وخلافت کی گراں بہا نعمت واعزاز سے نوازا بچپن ہی سے موصوف پر حضرت علیہ الرحمہ کی خصوصی شفقت وغایت درجہ محبت کا غیر معمولی انداز جہاں دیگر معتقدین کے لئے باعث حیرت تھا وہیں دیگر صاحبزادگان کے لئے باعث رشک بھی تھا حضور کی اس غیر معمولی شفقت و پیار پر متحیر حضرات کے تحیر کو دور کرنے کے لئے ایک بار حضرت نے مریدین ومعتقدین کے بیچ ''بپومیاں'' کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ

''مجھے اپنے اس بچے پر ناز ہے اور دینی خدمات کے سلسلہ میں میری اس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔''

غالباً شعیب الاولیاء کی روحانیت کا یہ صدق ہے کہ موصوف کو علوم ظاہری میں ایسا کمال حاصل ہے جو آج کل کے خانقاہی صاحبزادگان کی موجودہ علمی صلاحیت وقابلیت کو دیکھتے ہوئے ایک انوکھی بات ہے[۱] آپ نے ۱۳۹۵ھ میں درس نظامی کی تکمیل کی مولانا علوی صاحب کو سند فضیلت کے ساتھ ساتھ تجوید وقراءت بھی تفویض ہوئی۔ موصوف نے فراغت کے بعد بھی حصول علم کا جذبہ جوان رکھا اور فراغت سے پہلے اور بعد آپ نے مندرجہ ذیل امتحانات دیئے۔ مولوی، عالم، فاضل (دینیات) فاضل (ادب) فاضل (معقولات) فاضل (طب)، منشی، کامل (تاریخ ادبیات ایران ومعقولات) کامل (انگلش) کامل (ہندی)۔ ان اسناد سے آپ کے علمی ذوق وشوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ موصوف نے یوں تو ہر فن کو محنت اور لگن سے پڑھا ہے مگر منطق سے خصوصی دلچسپی رہی ہے چنانچہ جب آپ نے فراغت کے بعد اسی ادارہ میں بحیثیت استاد کا کام شروع کیا تو اکثر معقولات ہی کی کتابیں زیر تدریس تھیں جب تمام مروجہ درسی کتب پڑھا چکے تو دفعتہً مزاج میں کچھ اس طرح تبدیلی ہوئی کہ بجائے منطق وفلسفہ کے علوم نقلیہ بالخصوص فقہ سے طبیعت مانوس ہوئی اور تمام تدریسی زور اسی پر صرف کرنا شروع کیا اس فن سے اس قدر مانوس ہوئے کہ ایک سال کی عبوری مدت میں بحیثیت مفتی دار العلوم کے افتاء کی ذمہ داری بھی سنبھالی مگر اپنے تبلیغی دوروں اور دیگر مصروفیات کے سبب یہ خدمت ایک سال سے زیادہ انجام نہ دے سکے۔ دار العلوم فیض الرسول میں آپ نے کل دس سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔[۲] اپنی مدرت تدریس کے دوران متوسطات ومنتہیات کی اکثر کتابیں عمدہ طریقے سے پڑھا چکے ہیں انداز تفہیم کیا سبحان اللہ اور صرف تدریس ہی نہیں بلکہ صحافت میں ملک وبیرون ملک رسائل وجرائد میں وقتاً فوقتاً آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور بحیثیت مدیر ماہنامہ فیض الرسول کو نکھارنے اور اس کا معیار بلند کرنے میں آپ کی ذات کلیدی ہے۔ دار العلوم فیض الرسول کی تعلیمی وتعمیری سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے لئے جامعہ کی منزل تک پہنچانے میں شب

---

[۱] عارف باللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۴ء

[۲] غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر مولانا تذکرہ علمائے بستی مطبوعہ مبارکپور

وروزمصروف عمل ہیں۔[1] اشاعت دین حق کی خاطر تبلیغی دورے بھی کرتے ہیں بیرون ہند کا بھی تبلیغی سفر کرتے ہیں مسلک اعلیٰ حضرت کے دفاع میں ہونے والے مناظروں میں بھی پہنچتے رہتے ہیں بھبن گاواں، شکرولی کا تاریخی مناظرہ اس میں بھی آپ کی شرکت رہی، چوکھڑا اور بڑھنی جھنڈا نگر کے مناظرے میں بھی آپ کی عمودی حیثیت رہی بارہا آپ نے سیاسی وقومی اجتماعات میں بھی شریک ہوکر موقف اہلسنّت کی وضاحت کی۔ موصوف مستحکم عزم وارادہ کے مالک ہیں اور اسلام وسنیت کی ہمہ گیر پیمانے پر نشرواشاعت کا عزم رکھتے ہیں تمام سلاسل کی اجازت وخلافت آپ کو حاصل ہے والد ماجد کے علاوہ سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب قبلہ برکاتی علیہ الرحمہ سے بھی اجازت ملی ہے حضرت شیخ العلماء نے رسالہ مبارکہ ''النور والبھا فی اسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء'' کی جملہ اجازتیں عطا فرمائیں[2] اسی طرح سلسلہ رضویہ ضیائیہ وسلسلۂ رضویہ مصطفویہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل ہے۔

پیر طریقت مولانا صوفی شاہ محمد صدیق احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول (وقف) کے انتقال کے بعد حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی رجسٹری بابت خانقاہ ۶۱-۵-۲ کے مطابق ارکان مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول کی ہنگامی میٹنگ ۶/ فروری ۱۹۹۲ء کو منعقد ہوئی جس میں بمطابق رجسٹری بانی خانقاہ انتخاب سجادہ نشینی کے چالیس آدمیوں پر مشتمل علماء وصلحاء متبعین شریعت کا وفد تشکیل دینے کیلئے ۴/مئی ۱۹۹۲ء کی تاریخ مقرر کی گئی[3] یاد رہے اس میٹنگ میں بشمول دیگر سبھی معزز ارکان کے حضرت علامہ بدرالدین احمد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ (متوفی ۷/رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ) شریک تھے انہیں کی نگرانی وتائید سے مذکورہ فیصلہ ہوا۔ اور اسے پوسٹر، پمفلٹ، اخبارات کے ذریعہ مشتہر کیا گیا پھر تاریخ متعینہ پر آئی ہوئی جماعت مسلمین کے اجلاس میں ارجان مجلس عاملہ خانقاہ کی نگرانی میں چالیس (۴۰) آدمیوں کا وفد مطابق ہدایات بانی خانقاہ تشکیل دیا گیا جس نے پانچ (۵) مئی کو اپنے اجلاس میں جو زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یونس نعیمی اشرفی منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے حضرت شہزادۂ شعیب الاولیاء علامہ غلام عبدالقادر علوی مدظلہ خانقاہ فیض الرسول کو سجادہ نشین منتخب کیا گیا[4] جب کہ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی نے جو وفد کے ایک رکن تھے یہ کہتے ہوئے حضرت صاحبزادہ کی تائید کی:

''ایک راہی سے بھی پوچھا جائے تو وہ بھی آپ ہی کی تائید کرے گا۔ حضرت شاہ صاحب کی نسل میں تو کیا پورے خاندان میں ان سے زیادہ بیدار مغز اور باصلاحیت کون ہے؟''[5]

---

[1] عارف اللہ ملک ملوانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۴ء

[2] غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر مولانا تذکرہ علمائے بستی مطبوعہ مبارکپور ملخصاً

[3] رجسٹری کارروائی خانقاہ فیض الرسول

[4] رجسٹری کارروائی وفد منتخب برائے انتخاب سجادہ نشین خانقاہ۔ وپوسٹر شائع کردہ مولانا غلام عبدالقادر چشتی رکن مجلس عاملہ ودیگر ارکان خانقاہ فیض الرسول مطبوعہ ۹۲-۵-۹

[5] بعد ساعت اراکان وفد مصدقہ فقیہ ملت

سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد صاحبزادہ موصوف حضرت شعیب الاولیاء کے نقش قدم کو مشعل راہ بنا کر خانقاہ کی دیرینہ روایات کو زندہ و تابندہ رکھنے میں کوشاں ہیں خانقاہ کی سبھی مروج و معمول تقریبات بالخصوص عرس یار علوی میں آپ کی نگرانی و حسن انتظام نے نمایاں نکھار پیدا کر دیا ہے۔ آپ کے سجادہ نشین منتخب ہونے کے بعد ہندو بیرون ہند کے موقر خانقاہوں کے مشائخ بین الاقوامی شہرت کے حامل قائدین اہلسنّت، علماء و دانشوروں نے مبارکباد پیش کی اور اپنی مسرت کا اظہار لیا۔ دنیائے سنیت کی مشہور شخصیت علامہ ارشد القادری کے مکتوب کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

حضرت صاحبزادہ محترم مولانا علامہ عبدالقادر علوی دامت برکاتہ سجادہ نشین آستانہ علویہ فیض الرسول براؤں شریف السلام علیکم رحمتہ وبرکاتہ۔

''مولانا جمال صاحب کی زبانی مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول کے فیصلے کی اطلاع ملی۔ آپ کے انتخاب سے مسرت حاصل ہوئی کہ اس روحانی منصب پر ایک علمی و دینی شخصیت فائز کی گئی ہے مولائے قدیر اس انتخاب کو باعث برکت بنائے اور خانقاہ کا وقار بلند ہو۔ حج و زیارت کے مبارک سفر پر ہدیہ تبریک قبول فرمائیں۔ (ارشد القادری)

راقم سطور اخیر میں حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی رجسٹری بابت خانقاہ کی نقل پیش کر دینا از بس ضروری سمجھتا ہے۔ تاکہ شعیب الاولیاء کی بے نفسی ایثار، خلوص وللّٰہیت نیز عاشق رسول ومجدد اعظم امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات اور ان کے مسلک سے وارفتگی کا اندازہ لگایا جا سکے۔

نقل رجسٹری خانقاہ فیض الرسول براؤں شریف میں کہ مولوی محمد یار علی ولد فجر علی ساکن براؤں نانکار ٹپہ چھپر پرگنہ بانسی پورب ڈاکخانہ سکھوئی ضلع بستی کا ہوں۔ جو مقر خاندان قادریہ چشتیہ فخریہ کا صاحب سلسلہ پیر ہوں۔ مقر سلسلۂ مذکور میں مسلمانوں کو بیعت کر کے دین اسلام کی اشاعت کرتا ہے۔ مقر نے مسلمانوں کے دینی وملی مفاد کے پیش نظر خانقاہِ فیض الرسول تعمیر کرایا جس میں مکتب، مسجد، دارالعلوم نیز خود مقر کا رہائشی مکان ہے۔ چوں کہ مقر اب ضعیف العمر ہو چکا ہے اور نہیں معلوم کہ پیمانۂ عمر کب لبریز ہو جائے اس لئے مقر بحالت درستگی ہوش وحواس چند ضروری باتیں سپرد قلم کرتا ہے تاکہ آئندہ مقر کی عدم موجودگی میں کسی قسم کا کوئی رخنہ پیدا نہ ہو سکے۔ مقر کی زوجۂ اولیٰ سے چار لڑکے مسمیان محمد یعقوب ومحمد صدیق وعلی حسین وفاروق احمد اور زوجہ ثانیہ کے دو لڑکے مسمیان (غلام عبدالقادر) سیف اللہ ثانی اور (غلام عبدالقادر) سیف اللہ ثالث ہیں۔ مقر نے اپنی جائداد کا ترکہ اور حقوق اپنی اولادوں میں تقسیم کرتے ہوئے زوجۂ اولیٰ کے مذکورہ بالا لڑکوں کو دو قطعہ مکان سفالہ پوش وگھاری واقع براؤں نانکار واسنگوا ٹپہ چھپر و پرگنہ مذکور اور زوجۂ ثانیہ کے دونوں لڑکوں کو ایک قطعہ مکان جو احاطۂ فیض الرسول کی مسجد کے شمالی جانب ملحق خانقاہِ فیض الرسول واقع ہے دے دیا ہے۔ اب رہا خانقاہ فیض الرسول تو اس کے بارے میں قوانین درج کئے جاتے ہیں۔

ا۔ چوں کہ خانقاہ فیض الرسول عام مسلمانوں کی فلاح و بہبودی سے متعلق ہے اور مقر نے اس کو مسلمانانِ اہلسنّت ہم عقیدہ

اعلیٰ حضرت امام احمد بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملکیت فی سبیل اللہ قرار دے دیا ہے لہٰذا خانقاہِ فیض الرسول کی جائداد کسی شخص واحد کی ملکیت ہرگز قرار نہ پائے گی۔

۲- خانقاہِ مذکور کی سجادہ نشینی کا اہل وہ شخص ہوگا جو اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کا ہم عقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ مستند عالم باعمل اور انتظامی امور میں بیدار مغز اور ہوشیار ہو۔ سندی عالم نہ ہونے کی صورت میں باقی اوصاف کا حامل ہونے کے کم از کم اتنا ضروری ہے کہ وہ عقائد حقہ اہلسنّت سے آگاہ ہو اور کتابوں کی مدد سے حسب ضرورت دینی مسائل کو بتا سکے۔

۳- سجادہ نشینی کے انتخاب کا طریقۂ کار یہ ہوگا کہ پہلے مسئلہ انتخاب کی تاریخ کا میرے مریدوں، معتقدوں اور عام مسلمانوں میں اعلان کیا جائے پھر اس تاریخ میں آئی ہوئی جماعت مسلمین ایسے چالیس (۴۰) آدمیوں کا ایک وفد تیار کرے جو اہلسنّت کے علماء و صلحاء و متبعین شریعت ہم عقیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر مشتمل ہو یہی وفد عوام کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی متفقہ رائے سے سجادہ نشین کا انتخاب کرے۔ وفد مذکور کے درمیان اختلاف رائے کی صورت میں وہ شخص سجادہ نشین متصور ہوگا جس کے حق میں کثرت رائے ہوگی۔

۴- اگر میری نسل میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو وفد مذکور کے نزدیک دفعہ ۲ر کے مطابق اوصافِ سجادگی کا حامل ہے تو وفد مذکور اسی کو سجادہ نشین مقرر کرے۔ اور اگر متعدد اشخاص ہوں تو وفد مذکور باتفاق رائے یا کثرت رائے سے جس کا انتخاب کردے وہ سجادہ نشین متصور ہوگا۔ پھر اگر میری نسل میں اوصافِ سجادگی کا کوئی شخص حامل نہ ہو تو وفد مذکور میرے مریدوں میں کسی کو منتخب کرے۔ پھر ان میں بھی کوئی اہل نہ ہو تو عامۂ اہلسنّت میں کسی کا انتخاب کرے۔ سجادگی نامزدگی کے وقت دفعہ ۲ کی پابندی بہرحال لازم ہے۔

۵- اگر سجادہ نشین اپنا ولی عہد مقرر کرنا چاہے تو دفعہ 2 اور دفعہ 3 کی شرائط کی پابندی بہرحال لازمی ہوگی۔

۶- سلسلۂ عالیہ محبوبیہ لطیفیہ یا رعلویہ میں وہی سجادہ نشین بیعت کرسکتا ہے جو میری جانب سے بالذات یا بالواسطہ اجازت و خلافت پاچکا ہو۔

۷- دارالعلوم فیض الرسول کی نظامت علیا کے فرائض کی انجام دہی اور اس کا انتظام وانصرام ہمیشہ خانقاہ فیض الرسول کے سجادہ نشین ہی کو کرنا ہوگا نیز ربیع الاول شریف و رجب شریف اور عرس بابو مرحوم کی تقریبات جیسا کہ خانقاہِ مذکور میں رائج ہے قائم رکھنا سجادہ نشین کے لئے لازمی و ضروری ہے۔

۸- مقرفی الحال اپنے لڑکے محمد صدیق احمد کو اس خانقاہ کا سجادہ نشین مقرر کرتا ہے لیکن ان کے بعد سجادگی کا تقرر دفعہ ۳ کے مطابق ہی ہوتا رہے گا۔

۹- خانقاہ فیض الرسول و دارالعلوم فیض الرسول کے داخلی و خارجی معاملات کی نگرانی کے لئے مقر حسب ذیل حضرات مسمیان چودھری دوست محمد ساکن دھنورہ (اب ان کی جگہ پہ مولانا غلام عبدالقادر چشتی نائب منیجر دارالعلوم مذکور رکن ہیں) و

مولانا بدرالدین احمد صدر المدرسین دار العلوم مذکور (اب ان کی جگہ پر مولانا غلام غوث صاحب علوی صدر المدرسین دار العلوم مسکینیہ دھوراجی گجرات) ومولانا محمد حنیف صاحب مولوی فاروق احمد (اب ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ صاحبزادہ غلام عبدالقادر علوی مہتمم فیض الرسول رکن ہیں) ومولوی محمد اسحاق ساکنان براؤں ومولوی محمد یوسف ساکن نانپارہ و بابو شفیق احمد صاحب ساکن کٹھوتیا عالم پہ مشتمل ایک کمیٹی بناتا ہے اور اس کا نام مجلس عاملہ رکھتا ہے۔ خلیفہ مولانا صدیق احمد کے لئے مجلس عاملہ کا مشورہ لازم العمل رہے گا اور اسی طرح ان کے بعد دیگر سجادہ نشینان کے لئے بھی۔

۱۰- میرے مقرر کردہ سجادہ نشین یا آئندہ سادہ نشین میں اگر معاذ اللہ کوئی مذہبی خرابی پیدا ہو جائے یا اس کے کسی حرکت سے مقاصد خانقاہ کو ٹھیس پہنچے تو اس سجادہ نشین کو مجلس عاملہ معزول کر کے خانقاہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر دفعہ ۳ کے مطابق کسی سجادہ نشین کا تقرر کر دے۔

۱۱- مجلس عاملہ میں سے اگر کوئی شخص استعفیٰ دیدے یا انتقال کر جائے تو اکیس (۲۱) صاحب بصیرت دیندار سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کے انتخاب سے وہ جگہ پر کی جائے۔

۱۲- ارکانِ مجلس عاملہ کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا ہم عقیدہ ہونا ضروری ہے ورنہ وہ منصب رکنیت سے خارج ہے اور اس کی جگہ دفعہ ۱۱ کے مطابق پر کی جائے۔

۱۳- مریدین ومعتقدین اور عام مسلمانان اہلسنت اس نظام کو مثل خلافت راشدہ قائم رکھیں اور ہر سجادہ نشین کو بوریہ نشین ہو کر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہوگا۔

نوٹ- اس کے بعد دستاویز کے شروع میں مذکور مکانات وجائداد کی تفصیل اور چوہدی وغیرہ درج ہے۔

دستخط محمد یار علی بقلم خود

گواہ محمد یوسف بقلم خود

گواہ محمد اسحاق بقلم خود

تاریخ رجسٹری ۶۱-۵-۲

تعارف

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحبِ فتاویٰ فیض الرسول

از: حضرت مولانا عبد المبین نعمانی المجمع الاسلامی۔ مبارکپور

استاذ گرامی فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی سربراہ شعبۂ افتاء کی قد آور فقہی بصیرت کی حامل شخصیت ادارۂ فیض الرسول کے لیے اس گوہر نایاب کی حیثیت رکھتی ہے جس کی تابانی سے دور دور تک لوگ مستفیض ہو رہے ہیں۔ ان کی شخصیت پہ برصغیر میں اپنی مذہبی خدمات اور دینی وفکری نگارشات کے لئے معروف صاحب طرز قلمکار حضرت مولانا عبد المبین صاحب نعمانی رکن المجمع الاسلامی مبارکپور (اعظم گڈھ) نے ارباب دارالاشاعت فیض الرسول کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے معلومات افزا مقالہ تحریر فرما کر مفتی صاحب قبلہ کا تعارف کراتے ہوئے ان کی علمی وفقہی خدمات کو اجاگر کرنے کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے۔ جسے ہم مولانا نعمانی صاحب کے شکریے کیساتھ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ ادارہ

فقیہ ملت محسن اہلسنّت علامہ الحاج حافظ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم، مفتی واستاذ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کی ذات بابرکات، معاصرین اہلسنّت میں اس لحاظ سے بڑی منفرد وممتاز ہے کہ آپ بیک وقت ایک جید عالم، محقق مفتی، مایۂ ناز مدرس، خوش بیان مقرر اور شاندار مصنف ہیں، اتنی ساری خوبیاں کسی ایک انسان میں شاذ ونادر ہی جمع ہو پاتی ہیں۔

فتاویٰ فیض الرسول کے مصنف حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی اپنے ذی علم تلامذہ اور گرانقدر اصلاحی وعلمی تصانیف کے ذریعہ ہندوپاک ہی نہیں دیگر بیرون ممالک میں بھی متعارف ومعروف ہو چکے ہیں تاہم آپ کی سب سے عظیم فقہی خدمت فتاویٰ فیض الرسول کی شکل میں جب منظر عام پر جلوہ گر ہوئی تو بعض اہل علم کی خواہش ہوئی کہ مصنف مدظلہ العالی کا تعارف اس میں شامل ہوتا تو بہتر تھا بنا بریں شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی مہتمم دارالعلوم فیض الرسول اور بعض دوسرے احباب کی درخواست پر اس مجموعۂ فتاویٰ کے حصہ دوم میں ناچیز حضرت فقیہ ملت کی حیات وخدمات کا

ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے جس میں خاص طور سے علمی واصلاحی اور فقہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

اساتذہ وتلامذہ اور دیگر حالات زندگی کے تفصیلی ذکر سے قصداً صرف نظر کیا جارہا ہے کہ کہیں یہ تذکرہ کافی طویل نہ ہو جائے تاہم مختصراً تمام ہی گوشوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

ذیل میں سب سے پہلے عام حالات مختصر ملاحظہ کریں پھر فتاویٰ فیض الرسول ودیگر قلمی خدمات کا بیان ہوگا۔

پیدائش ومنصب:

۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کی کسی تاریخ کو اوجھا گنج ضلع بستی یوپی (ہند) میں فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی کی پیدائش ہوئی۔ مختصر نسب نامہ یہ ہے۔

جلال الدین احمد بن جان محمد بن عبدالرحیم بن غلام رسول بن ضیاء الدین بن محمد سالک بن محمد صادق بن عبدالقادر مراد علی۔ آپ کے مورث اعلیٰ جناب مراد علی صاحب پہلے راجپوت گھرانے کے ایک فرد تھے۔ اور نام مراد سنگھ تھا۔ بعد میں آپ اسلامی انوار سے اپنے سینے کو جگمگا کر مراد علی ہو گئے۔ علاقہ ہرڑ ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے۔ بعد ایمان دشمنان اسلام کی ستم رانیوں سے تنگ آکر شہزاد پور ضلع فیض آباد میں سکونت اختیار کی پھر آپ کی اولاد میں ضیاء الدین صاحب وہاں سے منتقل ہو کر اوجھا گنج چلے آئے۔

حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی نے چونکہ ایک مذہبی اور خالص اسلامی ماحول میں آنکھ کھولی۔ والد والدہ وغیرہ دیندار اور دین پرور تھے۔ چنانچہ مذہبی ماحول کا اثر آپ پر بھی بھرپور پڑا جو آگے چل کر عظیم فوائد وبرکات کا موجب بنا۔

تعلیم وتدریس:

قرآن شریف ناظرہ اور حفظ کی تعلیم اپنے والد کے شاگرد مولوی محمد زکریا صاحب مرحوم سے اوجھا گنج ہی میں حاصل کی ساتویں سال میں ناظرہ اور ساڑھے دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کیا۔ فارسی آمدنامہ مولانا عبدالرؤف التفات گنجوی سے پڑھا اور فارسی کی دیگر کتابوں کی تعلیم مولانا عبدالباری ساکن ڈھلمو (فیض آباد) سے حاصل کی۔ مؤخرالذکر سے عربی کی ابتدائی کتب کا بھی درس لیا۔ اسی دوران پے درپے حادثات پیش آئے گھر میں دوبار چوریاں ہوئیں اور ایسی کہ پانی پینے کا گلاس تک نہ چھوڑا۔ آپ کے بڑے بھائی نظام الدین مرحوم بھی ۱۳۶۳ھ میں انتقال کر گئے۔ والد پر ایسی بجلی گری جس سے جان تو بچ گئی مگر زیادہ کام کاج کے نہ رہے گویا بڑی تنگ دستی اور مفلسی کے دور کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ تعلیم کے ساتھ ایک رئیس کے وہاں دس روپئے ماہانہ پر ملازمت بھی کرنی پڑی مگر تعلیم کا سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کے بعد آپ ناگپور تشریف لے گئے جہاں دن بھر کام کرتے جس سے والدین کی خدمت بجالاتے اور بعد مغرب سے بارہ بجے رات تک اپنے شفیق استاذ سیاح

ایشیا و یورپ رئیس التحریر مناظر اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب سے اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت مدرسہ شمس العلوم ناگپور میں درس لیتے وہیں ۲۴ شعبان ۱۳۷۱ھ/ ۱۹/۴/ ۱۹۵۴ء میں آپ کی طلب پر حضرت مفتی صاحب وہاں بحیثیت مدرس تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں بالکل ابتدائی مکتب کی تعلیم پر مامور کئے جانے کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر علامہ کی اجازت سے گھر واپس آ گئے۔ پھر مدرسہ قاریہ رضویہ بھاؤ پور ضلع بستی میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر جب براؤں شریف میں شعیب الاولیاء حضرت شاہ صوفی محمد یار علی صاحب علیہ الرحمہ والرضوان نے مکتب فیض الرسول کو دارالعلوم بنا دیا تو حضرت شاہ صاحب کی طلب پر آپ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (جواب سدھارتھ نگر ہو گیا) میں بحیثیت مدرس شعبۂ عربی تشریف لے گئے جہاں ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء سے بحسن وخوبی تدریس وافتاء کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جس کو اڑتیس سال ہو چکے ہیں اس دوران آپ نے بے شمار تلامذہ بھی علمائے دین کی شکل میں پیدا فرمائے اور خطابت و وعظ کے ذریعہ قوم میں تبلیغ دین ومسلک اہلسنت وجماعت کی ترویج واشاعت بھی کرتے رہے۔ اور ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی قائم رکھا جس سے آپ نے دور دراز کے پڑھے لکھے مسلمانوں کو مستفید فرمایا اور تدریس کے ساتھ سالوں تک دوسرا بڑا کارنامہ جو آپ نے انجام دیا وہ افتاء کا ہے انشاء اللہ آئندہ صفحات میں اس پر بھرپور روشنی ڈالی جائے گی۔

اساتذہ وتلامذہ:

دارالعلوم فیض الرسول جیسی عظیم درسگاہ کے سبھی فارغ شدگان تقریباً حضرت مفتی صاحب کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں جو ملک وبیرون ملک دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اساتذہ میں بعض ابتدائی اساتذہ کو چھوڑ کر (جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے) پورے درس نظامی کی تکمیل آپ نے رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ ہی سے کی جو اس زمانے میں ایک بڑی خصوصیت کی بات ہے۔ استاذ وشاگرد میں جو شفقت ومحبت اور عقیدت پائی جاتی ہے اس کی مثال بھی مشکل سے ملے گی۔ ثبوت کے طور پر حضرت علامہ کے ایک مکتوب کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ جو حضرت فقیہ ملت کے نام ہے:

”کئی سو علماء میں صرف تنہا آپ کی ذات ہے جس نے شاگردی اور استاذی کا رشتہ نبھایا ہے اور اب تک نباہ رہا ہے ورنہ نئی نسل کی خودسری، سرکشی اور احسان فراموشی سے خدا کی پناہ۔“

(محررہ ۷ ارصفر ۱۴۱۰ھ)

مقدمہ عجائب الفقہ میں حضرت علامہ موصوف حضرت فقیہ ملت کے بارے میں اپنے تاثرات اس طرح سپرد قلم فرمائے ہیں:

عزیز گرامی! حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم کو خداوند کریم نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے وہ بلند پایہ اور راسخ العلم مدرس بھی ہیں، حاضر دماغ اور بالغ نظر مفتی بھی، خوش بیان اور نکتہ رس خطیب بھی ہیں اور فکر انگیز وحقائق نگار مصنف بھی اور ان ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ متواضع، شریف النفس اور عالم باعمل بھی،

ان کے بیشمار تلامذہ ان کے دینی تصلب اور ان کی تقویٰ شعار زندگی کا آئینہ ہیں"۔ (مقدمہ الغاز الفقہ ص ۱۵ مطبوعہ کراچی)

استاذ سے آپ کی عقیدت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ الغاز الفقہ پر حضرت علامہ سے مقدمہ لکھوانے کے لئے آپ نے جمشید پور اور پھر وہاں سے رائپور کا سفر کیا جبکہ براؤں شریف سے جمشید پور وہاں سے رائپور کی مسافت کافی طویل ہے۔

حضرت علامہ ارشد القادری جو علمائے اہلسنت میں عالمی شہرت کے مالک ہیں اور معاصرین میں وہ اپنے قلم کا جواب نہیں رکھتے ہند و بیرون ہند متعدد دینی، علمی، تبلیغی مراکز کے قیام نے بھی آپ کو خاصا امتیاز بخشا ہے۔ بایں فضل وکمال آپ حضرت فقیہ ملت کے علم وتقویٰ پر بھر پور اعتماد رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے انتساب تلمذ کو باعث افتخار محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ فقیہ ملت کے نام آپ کے مکتوبات کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے ایک مکتوب میں حضرت علامہ نے کھلے لفظوں میں آپ کو مظہر اسلاف سے یاد فرمایا ہے اسی میں تحریر فرماتے ہیں:

"خدائے قدیر آپ کو اسلاف کا مظہر بنا دے...... میرا خیال ہے کہ آج کے علماء میں ام الامراض کی حیثیت سے پیسے کی لالچ گھس گئی ہے، یہ بیماری تنہا نہیں بیشمار نقائص وعلل کو اپنے ساتھ لاتی ہے۔ توکل، ایثار اور استغنا اسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور ماشاء المولیٰ تعالیٰ آپ بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں لیکن اور استحکام وپختگی کی ضرورت ہے۔ آپ کی کتاب پر مقدمہ آج سے شروع کر رہا ہوں تاخیر جو کچھ بھی ہوتی ہے ابتدا کرنے میں ہوتی ہے جہاں ابتدا ہوگئی تو پھر کام آسان ہو جاتا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کو میں اپنی نجات اخروی کی پونجی سمجھتا ہوں۔ میں تو سیاہ کار کا سیاہ کار ہی رہا لیکن آپ نے مرضیات الٰہی کو پالیا۔ آپ کی ذات سے دین کو جو تقویت حاصل ہوئی ہے وہ میرے لئے باعث افتخار ہے۔ الدال علی الخیر کفا علہ۔ جزاکم المولیٰ تعالیٰ احسن الجزاء"

دعا گو- ارشد القادری- نئی دہلی

۱۶-۲-۸۴ء

دینی خدمات

حضرت فقیہ ملت کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے بلکہ بستی ضلع کی تاریخ میں آپ کا اس حیثیت سے کوئی شریک وسہیم نظر نہیں آتا کہ آپ نے ہر محاذ پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

بیالیس سالہ تدریس کا ایک طویل سلسلہ ہے جو ہنوز جاری ہے تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ اپنے تمام ہموطنوں سے فائق ہیں۔ مصلحانہ وعظ وخطابت پر بھی آپ کو خوب ملکہ اور دارالافتاء کی تو گویا آپ زینت ہیں آپ جیسا مفتی پورے ضلع میں دوسرا کوئی نہیں۔ آج جبکہ آپ نے افتاء کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کر لی ہے پھر بھی اہل علم کسی نہ کسی

طرح آپ سے استفادہ واستشارہ کرتے رہتے ہیں۔تدریس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔اب ذیل میں بالخصوص تین شعبوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔افتاء (فتویٰ نویسی) تصنیف وتالیف، اصلاح واعلان حق۔

فتویٰ نویسی

فتویٰ نویسی کا کام تو ایسا ہے کہ بظاہر بھی کوئی اس کو آسان نہیں سمجھتا اور حقیقتاً یہ کام بہت اہم اور مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء میں اکثر حضرات اس خدمت سے گھبراتے ہیں اور طلبہ بالعموم اس کی طرف کوئی رغبت نہیں کرتے اس کارِ اہم کی انجام دہی کے لئے علوم اسلامیہ کے تمام ہی شعبوں پر مہارت ومزاولت کی ضرورت ہوتی ہے بالخصوص تفسیر وحدیث پر مکمل عبور کے ساتھ اصول فقہ اور جزئیاتِ فقیہ کا استحضار بھی لازمی ہے اور کسی ماہر مفتی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کئے بغیر تو مفتی بننا تقریباً ناممکن ہے ہاں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل سے کسی کو فقہ وحکمت کی دولت اور فتویٰ نویسی کی بصیرت عطا فرمائے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (بخاری ج۱ص۱۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کا فقیہ بناتا ہے۔

یوں تو ہر عالم دین کو فقیہ کہا جاسکتا ہے مگر مفتی وہی ہوتا ہے جو فقیہ کامل ہو اور اصول وفروع پر اس کی نظر حاوی ہو اس خصوص میں حضرت فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات گرامی منفرد وممتاز ہے کہ آپ نے کسی مفتی کے سامنے باضابطہ فتویٰ نویسی سیکھی نہیں محض اپنی علمی صلاحیتوں اور کوششوں سے فتویٰ نویسی پر عبور حاصل کرلیا ہاں اپنے بعض معاصرین واکابر سے وقتاً فوقتاً استصواب واستفادہ ضرور کیا ہے آپ اپنی فتویٰ نویسی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

> ''۲۴ رصفر ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء کو ۲۴ رسال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا پھر ۲۵ رسال تک ملک اور بیرون ملک پاکستان اور ہالینڈ وغیرہ سے آئے ہوئے ہزاروں سوالات کے جوابات بڑی محنت سے لکھے جو ماہنامہ فیض الرسول کے علاوہ دوسرے موقر ماہناموں میں عرصۂ دراز تک شائع ہوتے رہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے۔یہ ہمارے لئے باعث مسرت کی بات ہے کہ مدینہ منورہ جو مذہب اسلام کا منبع ومرکز ہے وہاں کے بعض لوگوں نے بھی فتویٰ کے لئے ہماری طرف رجوع کیا جن کا مدلل جواب لکھ کر روانہ کیا گیا۔ربیع الاول ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں دماغی کمزوری کے سبب فتویٰ نویسی سے مستعفی ہو کر اب دار العلوم فیض الرسول کے صرف شعبۂ تعلیم کی خدمت انجام دے رہا ہوں''

حضرت فقیہ ملت قبلہ صرف فتویٰ نویس ہی نہیں ہیں جب کہ مفتی کا کام صرف یہی ہے کہ وہ استفتاء کے مطابق فتویٰ لکھ دے یعنی حکم بیان کردے بلکہ آپ کو جہاں کہیں بھی شبہہ ہوتا وہاں اصل واقعہ کی تحقیق بھی کرنے کی کوشش کرتے جو اصلاً قاضی کی ذمہ داری ہے نہ کہ مفتی کی لیکن چونکہ آج کل بہت سے مکار مفتی حضرات کے بھولے پن سے فائدہ اٹھا کر اپنا ناجائز مقصد پورا کرتے رہتے ہیں اس لئے حضرت فقیہ ملت مدظلہ العالی کی عادت کریمہ تھی کہ حتی الامکان واقعات کی تحقیق فرما کر ہی فتویٰ

لکھتے تا کہ ایک طرف تو احکام شرعی کی تبلیغ و اشاعت ہو دوسری طرف سد مفاسد، گویا آپ صرف مفتی نہیں بلکہ ایک مصلح و ناصح بھی ہیں اور بخاری شریف کی حدیث الدین النصح لکل مسلم (دین یہ ہے کہ ہر مسلمان کیساتھ اس کی بھلائی کا کام کیا جائے) پر عمل پیرا بھی۔

حضرت فقیہ ملت مدظلہ العالی کے فتویٰ نویسی کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ حتی الامکان جواب لکھتے وقت کتاب وسنت اور اقوال ائمہ کو بطور سند پیش کرتے ہیں صرف بیان حکم پر اکتفا نہیں فرماتے۔ اگرچہ مفتی کی ذمہ داری تو اس قدر ہے کہ حکم شرع بیان کردے آگے سائل کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عالم شرع کے حکم پر عمل پیرا ہو یا شیطان کے کسی وسوسہ پر عمل کرتے ہوئے مسترد کردے اور اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے چنانچہ آج کل بہت دیکھا جاتا ہے کہ منشا کے مطابق اور فائدے کے موافق فتویٰ ہوا تو مانا ورنہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ مگر حضرت فقیہ ملت مدظلہ العالی عوام کو حتی الامکان مطمئن کرنے کی غرض سے بیان حکم کے ساتھ دلائل شرع بھی پیش کرتے ہیں کہ شاید سائل کو دلائل کا وزن محسوس ہو اور انکار کی جرأت نہ کرے ہاں جو پورے ہی دین سے کورے اور احیاء کے دشمن ہیں ان کو مطمئن کرنے کیلئے دفتر کے دفتر بیکار ہیں۔ لہٰذا ایمان وعقیدت کی کمزوری اور علماء سے دوری کے اس دور میں مناسب میں یہی سمجھتا ہوں کہ مفتیان کرام مختصر ہی سہی دلائل ضرور دیا کریں تا کہ فتاویٰ کی وقعت عوام کے دلوں میں اور دوبالا ہو جائے۔

مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستوی مصباحی استاذ ہمدرد یونیورسٹی (نئی دہلی) حضرت فقیہ ملت کی فتویٰ نویسی اور فتویٰ میں مرجعیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بستی ضلع کے آپ واحد مرجع فتاویٰ، جید مفتی ہیں جن کو نہ صرف روح فتویٰ نویسی کا مکمل ادراک ہے بلکہ فقہ کے غامض مسائل اور جزئیات پر عبور حاصل ہے اور ملک کے صف اول کے مفتیان کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی شہرت ملک کی سرحد پار کر گئی ہے۔" (تذکرہ علمائے بستی ص ۹۷ مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور)

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ حضرت فقیہ ملت نے باضابطہ کسی سے فتویٰ نویسی نہیں سیکھی مگر علمی صلاحیت کو کام میں لا کر لوگوں کو دینی احکام سے روشناس کرانے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے جذبۂ صادق کی وجہ سے حضرت فقیہ ملت نے مسند افتاء کو سنبھالا اور خوب خوب اسے زینت بخشی۔ اس میں جہاں آپ کی انتھک کوششوں اور وسعت مطالعہ کی کارفرمائیوں کو دخل ہے وہیں حضور صدر الشریعہ علامہ شاہ مفتی امجد علی اعظمی رضوی خلیفۂ مفتی عالم امام احمد رضا بریلوی (قدس سرہما) مصنف بہار شریعت سے سچی عقیدت ومحبت اور نسبت وارادت کا روحانی فیضان بھی ہے۔ جس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت فقیہ ملت خود ارشاد فرماتے ہیں:

> مرید کو اگر پیر سے حقیقت میں خلوص ہو تو پیر کے وصف خاص کا عکس مرید میں پایا جانا ضروری ہے اسی لئے پیر کے وصف خاص کی جھلک اگر مرید میں نہ پائی جاتے تو ہم اسے مرید صادق نہیں سمجھتے۔ سیدی مرشدی صدر الشریعہ

علامہ مولانا حکیم ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، فقاہت کا وصف ان میں سب سے ممتاز تھا، تو یہ حضرت صدر الشریعہ رحمتہ اللہ علیہ ہی کا فیض ہے کہ درس وتدریس تصنیف و تالیف اور دار العلوم کی دیگر مصروفیات کے ساتھ پچیس سال میں ڈیڑھ ہزار سے زائد فتاوے لکھے جوفل اسکیپ سائز کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔" (انوار الحدیث مصنف کے حالات ص ۵۰۸ رضا پبلی کیشنز لاہور)

شروع میں مفتی صاحب کا یہ کام خارج اوقات میں کیا کرتے تھے مگر جب کام بڑھ گیا تو اوقات تعلیم میں سے ایک گھنٹہ پھر دو گھنٹے اور تین گھنٹے فتویٰ نویسی کے لئے مختص کر دیئے گئے مگر پھر بھی اس کے باقی ماندہ کام خارج اوقات میں کیا کرتے تدریس وتعلیم اور وعظ کے ساتھ اس قدر تعداد میں فتاویٰ تحریر کرنا اور انہیں دلائل سے مبرھن کرنا ایسا کام نہیں جو بغیر تائید غیبی و فیض روحانی کے انجام پا جائے۔

فتاویٰ فیض الرسول:

فتاویٰ فیض الرسول جو حضرت فقیہ ملت کے فتوؤں کا مجموعہ اور فقہی جزئیات کا انمول ذخیرہ ہے۔ اس کی جلد اول دار الاشاعت فیض الرسول (براؤں شریف) کی طرف سے ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء میں شائع ہو گئی ہے اس میں کل ۱۰۱۲ (ایک ہزار بارہ) فتاوے ہیں صفحات ۶۷۷ اور سائز ۸=۳۰×۲۰ ہے اس میں ۸۳ (تراسی فتاوے دیگر علماء و اساتذہ فیض الرسول کے ہیں جن میں سب سے زیادہ یعنی ۴۴ (چوالیس) فتاوے بدر العلماء حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد صدیقی رضوی علیہ الرحمہ والرضوان (متوفی ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء) کے ہیں ان کے علاوہ تمام فتاوے فقیہ ملت محقق عصر حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی کے تحریر فرمودہ ہیں اس طرح آپ ہی فتاویٰ فیض الرسول کے مصنف قرار پائے۔ اس کی دوسری جلد بھی آپ ہی کے تحریر کردہ فتاوے پر مشتمل ہے۔ جو اس مقدمے کے ساتھ منظر عام پر آرہی ہے......اس کا مسودہ سامنے نہیں ورنہ اس پر بھی کچھ تحریر کرتا......تاہم جلد اول ہی کے فتاوے حضرت فقیہ ملت کی فقہی بصیرت......ژرف نگاہی اور محققانہ طرز تحریر کی منہ بولتی تصویریں ہیں اس جلد میں مندرجہ ذیل ابواب کے مسائل ہیں۔

کتاب العقائد، کتاب الطہارت، باب الاذان والاقامۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الرضاع (رضاعت یعنی دودھ کے رشتے کا بیان) اس مجموعہ فتاویٰ کی مندرجہ ذیل خصوصیات نمایاں ہیں:

(۱) زبان نہایت سہل اور آسان استعمال کی گئی ہے کہ عام اردو داں حضرات بھی پورا پورا استفادہ کر سکیں۔

(۲) عام فہم انداز ہوتے ہوئے بھی علمی وتحقیقی مواد سے صرف نظر نہیں کیا گیا ہے۔

(۳) بالعموم جوابات کے ساتھ شرعی دلائل مع حوالہ درج ہیں۔ اور صفحات وجلد کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے۔

(۴) بہت سارے مقامات پر فتاوی رضویہ امام احمد رضا فاضل بریلوی وفتاویٰ امجدیہ حضور صدر شریعہ اعظمی قدس سرہ سے

بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

(۵) جدید مسائل پر بھی نہایت محققانہ انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے

(۶) مختلف فیہ مسائل پر بھی نہایت سنجیدگی سے قلم اٹھایا گیا ہے اور تہذیب کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کٹر سے کٹر مخالف بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۷) دیگر فقہی کتب کی طرح آیات اور احادیث کے حوالے بھی مکمل دیئے گئے ہیں تاکہ مراجعت میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

دیگر بعض خصوصیات کا ذرا تفصیلی ذکر بھی ملاحظہ کریں...... حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اپنے فتاویٰ میں جہاں ضرورت محسوس کی مبلغانہ انداز بھی اختیار کیا ہے۔ جبکہ مفتی کی ذمہ داری صرف نفس سوال کا جواب ہی دینا ہے۔ لیکن آج کے حالات چونکہ اس کے متقاضی ہیں کہ عوام کو حسب موقع تنبیہ و تبلیغ بھی کی جائے اس لئے حضرت فقیہ ملت نے جگہ جگہ اس رنگ کو اختیار کیا ہے...... نکاح کے بیان میں خصوصاً اور دیگر عنوانات کے تحت بھی جہاں کہیں کسی بڑے گناہ کی نشاندہی کی گئی ہے حضرت نے زور دیکر توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم صادر فرمایا ہے اور پھر بعد توبہ اکثر ایسے مجرموں کو صدقہ و خیرات وغیرہ کی بھی تلقین فرمائی ہے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

> برسہا برس (بے نکاحی عورت کے ساتھ) جو حرام کاریاں کی ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ ان سے علانیہ توبہ و استغفار کرے نماز کی پابندی کا عہد کرے اور میلاد شریف و قرآن خوانی کرے غربا و مساکین کو کھانا کھلائے، اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھے کہ یہ چیزیں قبول (توبہ) میں معاون ہوں گی قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) ومن تاب وعمل صالحا فانه يتوب الى الله متابا (پ۱۹ ع۴) (ترجمہ: اور جو توبہ کرے اور نیک کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہئے تھی) عورت کو گھر سے نکالنے اور توبہ کرنے کے بعد مسلمان اس کے ساتھ کھانا پینا جاری کریں اگر وہ شخص شرعی طور پر نکاح کے بغیر اس عورت کو رکھے تو سب مسلمان اس سے دور رہیں اس کے کسی کام میں شریک نہ ہوں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ واما ينسينك الشيطان ولا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظلمين (پ۷ ع۱۴) (ترجمہ: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ) (فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص ۲۳۶ باضافۂ ترجمہ)

اس مجموعۂ فتاویٰ میں متعدد جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی اور ان کے شرعی و محققانہ جوابات سپرد قلم کئے گئے ہیں مثلاً: لاؤڈ اسپیکر پر نماز، انجکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی بحث، ریڈیو ٹیلیفون سے رویت ہلال کا عدم ثبوت، چلتی ٹرین پر نماز، ایسے مقامات پر نماز کا حکم جہاں کچھ ایام عشاء کا وقت نہیں آتا، ٹیلیفون پر نکاح، صاع کی تحقیق اور موجودہ اعشاری اوزان سے اس کی مطابقت،

چند فتاوے تحقیقی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، کہ ایجاز واختصار کے باوجود عام فہم انداز میں ایسی تحقیقی بحثیں کر عام سے عام آدمی بھی بہ آسانی سمجھ لے۔ اردو زباں میں بہت کم ہی ملیں گے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل مباحث ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اذان ثانی جمعہ، مسئلۂ اقامت، تقبیل ابہامین، تھویب (اذان کے بعد صلاۃ پکارنا) اذان واقامت کے وقت درود شریف، بیس رکعت تراویح، اذان قبر...... وغیرہ یہ سارے مباحث فتاویٰ میں اپنے اپنے مقامات پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

طویل تحقیقی فتاوے:

بعض فتاوے کافی طویل اور تحقیقی ہیں جو بجائے خود رسالے کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً (۱) لاؤڈ اسپیکر پر نماز، جو ص ۳۵۸ س ۳۶۹ تک پھیلا ہوا ہے اس میں سائنس دانوں کے اقوال سے بھی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے سنی جانے والی آواز امام کی عین آواز نہیں ہوتی اس کی نقل ہوتی ہے۔ اور نماز میں امام کی اقتدا فرض ہے نہ کہ خارج سے کسی شخص یا شے کی۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ سائنس دانوں کے اقوال کو انگریزی ٹائپ میں دے دیا گیا ہے۔

(۲) آیت واستغفر لذنبك اور ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر میں ذنب کا معنی اور یہ کہ اس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت سے کیا مراد ہے؟ چونکہ ان آیات کا ظاہری معنی عصمت انبیاء کے خلاف جاتا ہے، تفاسیر کی روشنی میں حضرت فقیہ ملت نے بڑی اچھوتی بحث کی ہے جس سے تمام اعتراضات اور شبہات یکلخت دور ہو جاتے ہیں، یہ طویل فتاویٰ ص ۱۴۶ سے ۱۵۴ تک پھیلا ہوا ہے جو اپنے موضوع پر بڑا ہی پر مغز اور اطمینان بخش ہے۔

(۳) افضلیت صدیق اکبر اور زمانۂ جاہلیت میں بھی کفر وشرکت سے آپ کی براءت پر ایک نہایت تحقیقی فتویٰ ہے جو ص ۸۳ سے ۸۸ تک پھیلا ہوا ہے اور دلائل وبراہین سے پر ہے۔

(۴) مسئلہ باغ فدک اہل سنت اور روافض کے درمیان ہمیشہ سے موضوع بحث اور معرکہ آرا رہا ہے، حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم نے اس موضوع پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے اور عقلی ونقلی دلائل کا انبار لگا دیا ہے جس سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت بالکل بے غبار ہو کر سامنے آجاتی ہے، اور شکوک وشبہات کے سارے تار و پود بکھرتے نظر آتے ہیں۔ یہ طویل فتویٰ ص ۹۰ سے ۱۰۴ تک ۱۵ (پندرہ) صفحات پر مشتمل ہے۔

(۵) حدیث قرطاس بھی روافض واہلسنّت میں معرکہ آرا بحث کی حیثیت سے معروف ہے روافض یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں کاغذ مانگا تا کہ حضرت علی کی خلافت کا پروانہ لکھ دیں لیکن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھنے سے روک دیا،...... اس فتوے میں حدیث قرطاس پر ایسی شاندار بحث فرمائی ہے اور روافض کو ایسے دندان شکن جواب دیئے ہیں کہ ان کے تمام اعتراضات دھواں ہو جاتے ہیں۔ یہ طویل فتویٰ بھی ص ۱۰۴ سے ۱۲۳ تک بیس صفحات پر مشتمل ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ دونوں فتاوے باغ فدک اور حدیث قرطاس کے نام سے علیحدہ کتابی شکل

میں بھی شائع ہو گئے ہیں۔

(۶) عام طور سے تو یہی مشورہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں لیکن یہ بحث بھی عرصہ سے چلی آرہی ہے کہ واقعی آپ ہی ذبیح اللہ ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ ص ۳۲ پر اس سلسلے میں ایک سوال کا جواب بھی نہایت تحقیقی فتویٰ مرقوم ہے جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ہی ذبیح اللہ ثابت کیا گیا ہے۔ یہ بحث بھی اہل تحقیق کے لئے لائق مطالعہ ہے جو فتاویٰ کے سات صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) نکاح زلیخا از یوسف علیہ السلام ص ۵۵۴ تا ص ۵۵۶۔ اور ان کے علاوہ بعض دیگر فتاوے۔

تطبیق اقوال فقہاء

بہت سے فتاوے ایسے بھی ہیں جو تطبیق اقوال ورفع اشکال سے متعلق ہیں مثلاً...... (۱) باب الاوقات ص ۱۷۴ پر ایک اشکال یہ پیش کیا گیا کہ نماز عشاء کو تہائی رات تک موخر کرنے کو فقہائے کرام نے مستحب فرمایا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہے۔ بعض فقہاء نے مطلق تاخیر کا قول کیا ہے بعض نے جاڑے کی قید لگائی ہے اور گرمی میں تعجیل کو مستحب قرار دیا ہے تو اصل حکم کیا ہے اور آج کل بعض نے مطلق تعجیل کو مستحب قرار دیا ہے۔ اس کی کہاں تک گنجائش ہو اس پر حضرت فقیہ ملت نے جو عالمانہ بحث کی ہے وہ قابل دید ہے۔ خلاصہ یہ کہ اصل حکم تو تاخیر عشاء ہی کا ہے۔ اور وہ ہر موسم کیلئے برابر ہے۔ ہاں اگر کسی گاؤں کے لوگ عام طور پر اول وقت کھا پی کر سو جانے کے عادی ہوں اور تہائی رات تک عشاء کے مؤخر کرنے میں اکثر لوگوں کی جماعت ترک ہو جاتی ہو تو خاص کر اس صورت میں تعجیل (یعنی جلد پڑھ لینے) کو مستحب ضرور قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ طحطاوی کی تعلیل لئلا تقل الجماعۃ سے ظاہر ہے۔ (ص ۱۷۷)

(۲) فاسق کی اذان کے اعادہ وعدم اعادہ کے متعلق فتاویٰ مصطفویہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان اور انوار الحدیث مصنفہ حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ایک صاحب نے تعارض واشکال پیش کیا اور جواب کے طالب ہوئے۔ اس پر ڈھائی صفحے کی بحث کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے جو محاکمہ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ "فاسق کی اذان مکروہ ہے مگر دے تو ہو جائے گی۔ عالمگیری میں ہے یکرہ اذان الفاسق ولایعاد" اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق اذان نہ کہے اس کی اذان مکروہ ہے مگر کہہ دے تو ہو جائے گی اعادہ واجب نہیں۔ اور انوار الحدیث میں جو درمختار اور بہار شریعت کے حوالے سے ہے کہ فاسق کی اذان کا اعادہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعادہ مستحب ومندوب ہے۔ اور اعادہ واجب نہ ہو مگر مستحب ومندوب ہو اس میں تعارض نہیں۔" پھر فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۳۸۸ اور ردالمحتار (شامی) جلد اول ص ۲۶۴ سے اس پر دلیل بھی لائے ہیں کہ فاسق کی اذان کا اعادہ محض مندوب ہے۔

(۳) یوں ہی نماز میں کاندھے سے چادر اوڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں۔ مصنف بہارِ شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۲۰۰ اور فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۱۷ سے دو اقوال پیش کئے گئے اول سے کراہت کی نفی ہوتی ہے دوم سے کراہت پر دلیل مستفاد ہوتی ہے۔ اس اشکال کو حضرت مفتی صاحب نے یوں دور فرمایا ہے:

چادر سے سر اوڑھ کر نماز پڑھنا سنت ہے۔ کندے سے اوڑھ کر پڑھنا خلاف سنت ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں کراہت نہیں" سے مراد کراہت تحریمی ہے اور فتاویٰ رضویہ میں کراہت سے مراد تنزیہی ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان نے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ کراہت تحریم کے اثبات کے لئے کافی نہیں کہ مکروہ تحریمی کا اثبات اس سنت کے ترک سے ہوگا جو سنت ھدیٰ مثل اذان و جماعت کے ہو۔ (فتاویٰ فیض الرسول اول ص ۳۷۵)

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے علاوہ بعض اساتذۂ فیض الرسول کے بعض فتاوے بھی بڑے تحقیقی اور علمی ہیں جن کا تفصیلی ذکر طوالت کے خوف سے فی الحال نظر انداز کیا جاتا ہے۔ غرض یہ پورا مجموعۂ فتاویٰ نادر تحقیقات، عمدہ تفہیمات اور فقہی جزئیات کا ایک انمول خزانہ اور سدا بہار گلدستہ ہے۔ جو قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موتی لٹاتا رہے گا۔ اور اہل ذوق کے مشامِ جان کو معطر کرتا رہے گا۔ جو نہ صرف عوام کے لئے مفید ترین ہے بلکہ عصر حاضر کے مفتیان کرام کے لئے بھی نہایت درجہ کارآمد اور ممد و معین ہے۔

تصنیفی خدمات

حضرت فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم العالیہ کی علمی و دینی خدمات میں تصنیفی و قلمی خدمات کو جو نمایاں مقام حاصل ہے وہ اہل علم و شائقین مطالعہ سے پوشیدہ نہیں تدریس و افتاء اور تبلیغی دوروں کے ساتھ ساتھ آپ نے اتنی کثیر علمی و اصلاحی کتب تصنیف کر ڈالی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کے اوقات میں اسلاف کی سی برکت عطا فرمائی ہے۔ جبکہ تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ آپ کی تمام تصانیف کا تذکرہ اور ان پر تفصیلی تبصرہ کثیر صفحات کا متقاضی ہے اس لئے سر دست صرف اجمالی ذکر پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے۔

(۱) فتاویٰ فیض الرسول: اس عظیم و جلیل فقہی شاہکار پر تفصیلی تبصرہ ابھی گذرا ہے۔

(۲) انوار الحدیث: ایک سو تیرہ عنوانات پر ۶۶۵ احادیث اور ساتھ ہی ۴۷۴ مسائل کا یہ ایک مستند و با مقصد ذخیرہ ہے۔ جس میں حدیث تفسیر فقہ اور اصول فقہ وغیرہ کی ۷۵ کتابوں کی اصل عبارتیں درج ہیں۔ حدیث شریف کی عربی عبارت پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں تاکہ عام قارئین بہ سہولت مطالعہ کرسکیں۔ اور جگہ جگہ شارحین حدیث کے اقوال بھی مندرج ہیں اور ان میں اکثر کے تراجم بھی۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ ملک و بیرون ملک اب تک اس کے بیس کے قریب ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ حضرت فقیہ ملت کی اکثر تصانیف اہم ہیں مگر انوار الحدیث اپنی انفرادیت اور ضرورت کی وجہ سے سب پر بھاری ہے۔

اس کے کل صفحات ۵۲۱ ہیں اور سائز متوسط، اس پر ۲۷ صفحات کا ایک شاندار و جاندار مقدمہ ہے جسے مصنف کے استاذ گرامی حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مہتمم و بانی جامعہ فیض العلوم جمشید پور (بہار) نے اپنے قلم زرنگار سے سپرد قرطاس فرمایا ہے۔ جو حدیث اور حجیت حدیث پر ایک نہایت قیمتی سرمایا ہے اور منکرین حدیث کے سروں پر زبردست تازیانہ بھی۔ مقدمہ کے آغاز میں حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک عرصہ سے اس امر کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عامۂ مسلمین اہلسنت کیلئے اردو زبان میں احادیث مقدسہ کا کوئی مستند مجموعہ تیار کیا جائے لیکن کسی بھی زبان کے مطالب و معانی کو دوسری زبان میں منتقل کرنا جتنا مشکل کام ہے وہ اہل علم و بصیرت پر مخفی نہیں خصوصیت کے ساتھ احادیث نبویہ کا اردو ترجمہ تو اس لحاظ سے اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ کہ ایمان و اسلام کی تفصیلات اور شریعت کے احکام کا وہ اصل ماخذ بھی ہے۔ اس لئے مطالب و معنی کی تعبیر میں الفاظ و بیان کی ذرا بھی لغزش ہوگی تو نہ صرف یہ کہ اسلام کے شارح کا مقصود و مدعا ادا ہونے سے رہ جائے گا......ترجمۂ احادیث کے سلسلے میں صرف ہر دو زبان کی واقفیت کافی نہیں بلکہ مطالب و معانی کی صحیح تعبیر پر قدرت کے ساتھ ساتھ حدیث فہمی کی فقہی بصیرت شروح و تاویلات کا گہرا مطالعہ اسلاف کے دینی و فکری مزاج اور ذات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غایت درجہ عشق و عقیدت اور والہانہ جذبہ و احترام کا تعلق بھی نہایت ضروری ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی زید مجدہم اس عظیم خدمت کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہوگئے اور سالہا سال کی محنت و عرق ریزی کے بعد انہوں نے مستند حدیثوں کا ایک اردو مجموعہ مرتب کر کے قوم کے سامنے پیش کیا۔ میں اپنے علم و یقین کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ مولانا موصوف اپنے علم و تقویٰ، بصیرت و ذکاء اور عشق و وجدان کی لطافتوں، طہارتوں اور سعادتوں کے اعتبار سے قطعاً اس خدمت کے اہل ہیں۔ اور بلاشبہ ان کی ہی خدمت احترام و اعتماد کی نظر سے دیکھنے جانے کے قابل ہے۔ (مقدمہ انوار الحدیث ص ۵۶-۵۷)

اس کتاب میں بھی مفتی صاحب نے تمام عبارتیں مکمل حوالوں کے ساتھ سپرد قلم کی ہیں البتہ صرف احادیث میں کتب حدیث کے نام ہی پر اکتفا کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر حدیثیں مشکوٰۃ المصابیح ہی سے لی گئی ہیں۔ انوار الحدیث اردو کے علاوہ ہندی میں بھی چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے۔ اب ضرورت ہے اس کے انگریزی ترجمے کی۔ کاش کوئی فاضل اس کی طرف متوجہ ہوں اور یہ اہم کام کر ڈالیں تو اس کی افادیت انگریزی داں طبقے تک عام ہو جائے اسی طرح بنگلہ اور گجراتی ترجمے کی بھی ضرورت ہے۔ ان زبانوں کے ماہر سنی اہل علم سے گذارش ہے کہ اس کی طرف توجہ دیں اور سعادت ابدی کے حامل بنیں۔

(۴) عجائب الفقہ عرف فقہی پہیلیاں: یہ کتاب فقہ حنفی کی اڑتیس مستند کتابوں کے حوالے سے بطور پہیلی مرتب کی گئی ہے۔ اور حیرت انگیز فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ قاری اس کے ہر سوال کو پڑھ کر اچنبھے میں پڑ جاتا ہے۔ پھر جواب پڑھ کر حیران رہ جاتا

ہے کہ آخر مسئلے کا یہ پہلو مجھ سے کہاں پوشیدہ رہ گیا تھا۔ فقہ کے مختلف ابواب کے مطابق ۵۲۳ سوالات اور پھر ان کے جوابات فقہ کی کتابوں سے صفحہ وجلد کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ ذہن کھلتا جاتا ہے۔ اور بہت سے فقہی مسائل ازبر ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنے طرز کی بالکل اچھوتی کتاب ہے اور عوام وطلبہ اور شائقین علم ہر ایک کے لئے یکساں مفید۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے فقہی مسائل جاننے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور احکام ومسائل کے تلاش کی طرف طبیعت بے اختیار مائل ہو جاتی ہے، اس کے صفحات ۲۸۰ ہیں اور سائز متوسط ہے۔ اس کے شروع میں بھی رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کا ایک نہایت پرمغز مقدمہ ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مقدمہ نگار نے اس میں فقہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے منکرین فقہ کی اچھی خبر لی ہے۔

(۴) **خطباتِ محرم**: اس کتاب میں فقیہ ملت نے محرم کے واعظین کے لئے خاص طور سے بارہ وعظ تحریر فرمادیئے ہیں جن کا مقصد اصلی عام واعظین کو غلط روایات اور غیر مستند حکایات سے بچانا ہے۔ پہلا وعظ فضائل شہادت پر ہے دوسرا وصال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے میں اور تیسرا چوتھا پانچواں چھٹا بالترتیب خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ساتواں آٹھواں فضائل ومناقب اہل بیت پر، نواں حضرت امیر معاویہ صحابی رسول رضی اللہ عنہ، دسواں گیارہواں حضرت امام عالی مقام سیدنا سرکار حسین وشہدائے کربلا کے دلدوز تذکرے پر، بارہواں واقعات بعد شہادت پر۔ متوسط سائز کے ۵۴۴ صفحات پر یہ کتاب پھیلی ہوئی ہے۔ اور اپنے موضوع پر بے نظیر ولا جواب ہے۔ آخر میں تعزیہ اور دیگر محرم کی غلط رسوم پر فتاوے کا ایک مجموعہ بھی شامل ہے جو بڑا مفید ہے۔ اور آخر ہی کے صفحہ ۴۴۴ سے ۵۵۷ تک حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے حالات وہدایات ہیں جو آج کل کے علماء وطلبہ کیلئے خاص طور پر بہترین درس عبرت اور نمونۂ عمل ہیں حالات مصنف کی اجمالی فہرست ملاحظہ ہو تا کہ اس کے مندرجات کا اندازہ لگانا آسان ہو، پیدائش ونسب، خاندانی حالات، تحصیل علم، شرف بیعت، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سے عقیدت، تدریس وطریقۂ تدریس، بڑے طلبہ، فتویٰ نویسی کی زندگی کے چند واقعات، تصنیف وتالیف، کتب خانہ امجدیہ، ایک اہم خدمت (تصحیح قرآن مجید) حق گوئی وبے باکی، تقریر اور اس کا نذرانہ، اوجھا گنج کی غلط باتیں اور ان کی اصلاح نماز کے لئے غیبی تائید، شاگردوں کو وصیت۔ میرا خیال ہے اس میں حالات مصنف تو کم ہیں۔ اصلاح وتربیت کے پہلو زیادہ نمایاں ہیں، اور خاص بات یہ کہ انداز بیان بھی خشک نہیں ہے جب کہ سوانح حیات سے متعلق بالعموم مضمون خشک ہی ہوتا ہے۔

(۵) **انوار شریعت عرف اچھی نماز**: یہ کتاب عام لوگوں کیلئے ایک بیش بہا دینی خزانہ ہے جس میں ۷۷ عنوانات کے تحت اکثر ان ضروری مسائل کو پیش کر دیا گیا ہے جن کی عام طور سے مسلمانوں کو ضرورت پڑتی ہے۔ اجمالی فہرست ملاحظہ ہو۔ عقائد اور کفر وشرک کا بیان، وضو غسل تیمم اور نماز کا بیان، جمعہ وعیدین کے خطبے، قربانی، عقیقہ، نماز جنازہ، زکوٰۃ وعشر، صدقہ فطر روزہ، نکاح وطلاق، عدت کے مسائل کھانے پینے، لباس وزینت اور سونے اٹھنے کے آداب، فاتحہ کا آسان طریقہ اور اسلامی کلمے۔

گویا حضرت فقیہ ملت نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ چھوٹے سائز کی یہ کتاب اردو ہندی دونوں زبانوں میں دستیاب ہے۔ بعض مدارس کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

(۶) تعظیم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابۂ کرام اور اسلاف عظام کے اقوال و احوال کی روشنی میں شرعی دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے۔ تعظیم واحترام کا نہایت دلنشیں اور ایمان افروز تذکرہ جس کو پڑھنے کے بعد دل میں عظمت رسول کا چراغ روشن تر ہو جاتا ہے۔ شرعی اور فقہی اعتبار سے توہین وتعظیم کا کیا مدار ہے۔ اور تعظیم رسول پر کیا کیا اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان سب کا جواب بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ یہ کتاب چھوٹے سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اپنے موضوع پر اردو میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

(۷) حج وزیارت: یہ کتاب حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم نے ۱۳۹۶ھ میں حرمین شریفین کی زیارت وحج سے مشرف ہونے کے بعد تحریری فرمائی جو ایک طرف تو حج وزیارت کے مسائل دوسری طرف تجربات پر مشتمل ہے آج کے زمانے میں اس کتاب کا مطالعہ ہر حاجی کے لئے نہایت درجہ کارآمد ہے۔ کیوں کہ اس میں مسائل کے ساتھ حج کے سفر کی دیگر ضروریات کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ کتاب کا انداز بیان اس قدر دلنشین ہے کہ اس کو پڑھنے والا تھوڑی دیر کیلئے اپنے آپ کو دیار حرم کی سیر کرتا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے۔

(۸) باغ فدک اور حدیث قرطاس: باغ فدک اور حدیث قرطاس سے متعلق رافضیوں کے اعتراضات کے تحقیقی ومسکت جوابات دیتے ہوئے حضرت فقیہ ملت نے شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شخصیت کو بالکل بے غبار ثابت کیا ہے۔

(۹) معارف القرآن: ایمان وعقیدے کو سنوارنے والی چند آیات کریمہ کا انتخاب کر کے ان کا ترجمہ اور تفسیر پیش کی گئی ہے۔ نہایت عام فہم اور مفید کتاب ہے۔ ۴۸ صفحات۔

(۱۰) اوجھڑی کا مسئلہ: اوجھڑی وغیرہ سے متعلق مفتیان کرام کے فتاوے کا مجموعہ ۳۲ صفحات۔

(۱۱) علم اور علماء: قرآنی آیات اور احادیث طیبہ نیز اقوال بزرگان دین کی روشنی میں علم علما اور طلبہ کی فضیلت، بے اعمال اور دنیادار نیز بدعقیدہ عالم کی خدمت پر بے نظیر کتاب، جو بلاشبہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے، علماء طلبہ اور عوام سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ احادیث کے حوالے کے ساتھ اور عربی متن مع اعراب درج ہے۔

(۱۲) بدمذہبوں کے رشتے: آج کل بدمذہب بالخصوص وہابی سنی گھروں میں شادیاں کر کے وہابی تحریک کو فروغ دے رہے ہیں اور بھولے بھالے جاہل مسلمان اکثر ان کے دام مکر میں آبھی جاتے۔ اس لئے اس کی سخت ضرورت تھی کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں عام لوگوں کو بدمذہبوں سے ملنے جلنے اور شادی بیاہ کرنے کی مذمت وقباحت بتائی جائے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے یہ کتاب لکھ کر امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اہل خیر حضرات کو چاہئے کہ اس کی ہزاروں کاپیاں خرید کر

مفت تقسیم کریں تا کہ اس اہم حکم شرعی کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ ہو اور مسلمان عصر حاضر کے ایک بڑے فتنے سے محفوظ ہو جائیں۔

(۱۳) نورانی تعلیم: یہ بچوں کی دینی تعلیم کا ایک بہترین نصاب ہے۔ جو پہلے چار حصوں پر مشتمل تھا۔ اب مفتی صاحب نے دو حصوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ قاعدہ اور حصہ اول اس طرح یہ کتاب چھ حصوں پر تقسیم ہے۔ سوال و جواب کے طرز پر مکمل کئی کتابوں میں ایک نہایت ممتاز و مستند اور مفید سلسلہ۔

(۱۴) بزرگوں کے عقیدے: اس کتاب میں مختلف فیہ مسائل پر مستند حوالہ جات کی روشنی میں بزرگان دین و اسلاف کرام کے عقائد و نظریات پیش کر کے مسلک اہلسنت و جماعت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اپنے موضوع پر منفرد کتاب، جس سے ہر ایک انصاف پسند کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ اہلسنت کے معمولات و عقائد پر کفر و شرکت اور بدعت کا فتویٰ لگانے والوں کے لئے یہ کتاب بطور خاص تازیانۂ عبرت اور درس ہدایت ہے۔ صفحات ۴۱۶۔ سائز متوسط۔

(۱۵) محققانہ فیصلہ: یہ کتاب ان آٹھ مختلف فیہ مسائل پر دلائل کا نچوڑ ہے جو آئے دن موضوع بحث ہوا کرتے ہیں، اس کے عنوانات ملاحظہ ہوں۔ بدعت، صلاۃ و سلام، انگوٹھے چومنا، نذر و نیاز، اقامت کے وقت بیٹھنا، اذان خطبہ کی جگہ، بزرگوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا، ایصال ثواب اور فاتحہ۔ یہ کتاب ہندو پاکستان میں اب تک تقریباً پچاس ہزار کی تعداد میں چھپ کر مقبول ہو چکی ہے، سائز خورد، صفحات اردو ۴۸۔ ہندی ۶۴،

(۱۶) سید الاولیا: یہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات، کرامت اور ملفوظات پر مشتمل ہے جو حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ مبارکہ کے مشہور بزرگ اور آپ کے مداحین میں سے ہیں۔ کتاب میں خاص کر ملفوظات کا حصہ نہایت مفید گرانقدر اور اس قابل ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے۔ صفحات ۶۴۔ سائز متوسط۔

(۱۷) ضروری مسائل: چند ضروری اہم مسائل پر تحقیقی فتاوے کا مجموعہ جن کے موضوعات یہ ہیں انجکشن سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں، نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیسا ہے؟ غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم، اردو اور دوسری غیر عربی زبانوں میں خطبۂ جمعہ کا حکم، مسجد میں نماز جنازہ جائز یا ناجائز، مسلمانوں کی قبر کیسی ہونی چاہئے؟ قبروں کو سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عرب میں کافروں کے وجود پر بحث، صفحات ۸۰ سائز خورد۔

(۱۸) حرمت سجدۂ تعظیم: غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کے حرام اور سجدۂ تعبدی کے کفر ہونے پر شافی بحث اور تحقیقی دلائل پر مشتمل نہایت مفید رسالہ، صفحات ۱۶۔

(۱۹) گلدستۂ مثنوی: مولانا جلال الدین محمد رومی جو مولانا روم کے نام سے مشہور ہیں ان کی مثنوی معنوی کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہے محتاج بیان نہیں، یہ مثنوی آپ کے مرید خاص حسن حسام الدین چلپی کی فرمائش پر لکھی گئی اور دس سال کے عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی، مولانا کی ولادت ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو بلخ میں ہوئی اور وفات ۶۷۲ھ کو بتاریخ ۵ جمادی الآخرہ بمقام قونیہ (ترکی) واقع ہوئی۔

گلدستۂ مثنوی اسی مشہور عالم مثنوی معنوی کی ایک انتخابی کوشش ہے۔ جسے پہلے مفتی صاحب نے گلدستۂ مثنوی اور گلزار مثنوی کے نام سے دو قسطوں میں شائع کیا تھا۔ پھر بعد میں دونوں کو یکجا کر کے گلدستۂ مثنوی کے نام سے شائع فرمایا، مثنوی مولائے روم جو دلچسپ ایمان افروز حکایات ونکات پر مشتمل ہے اور حد درجہ سبق آموز۔ یہ مجموعہ اس کا گویا عطر ہے۔ اسی سے اس کی افادیت واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ہر حکایات اصل فارسی میں اعراب (زبر زیر پیش) کے ساتھ ہے تاکہ اردو داں حضرات بھی بہ آسانی پڑھ سکیں پھر اس کا دلنشیں اور عام فہم ترجمہ کر کے حضرت فقیہ ملت نے اس کو عام تر اور مفید تر بنا دیا ہے، صفحات ۹۶، سائز متوسط۔

(۲۰) سوانح لطیف: یہ شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ قدس سرہ بانی ادارہ فیض الرسول براؤں شریف کے مرشد اجازت قطب وقت حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب ستھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل ہے، صفحات ۱۶۔

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم کی تصانیف کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عام فہم ہوتی ہیں اور علمی مباحث بھی حضرت فقیہ ملت آسان اسلوب میں پیش فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تمام تصانیف ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں اور ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں بھی اکثر تصانیف چھپ کر مقبول ہو چکی ہیں۔ کئی کتابیں ہندی زبان میں بھی منتقل ہو چکی ہیں، مثلاً انوار الحدیث، انوار شریعت، محققانہ فیصلہ، یہ کتابیں تو چھپ چکی ہیں۔ اور...... بد مذہبوں سے رشتے ہندی میں زیر طبع ہے۔ ضرورت ہے کہ حضرت فقیہ ملت کی دیگر کتابیں بھی ہندی بلکہ انگریزی و گجراتی اور بنگالی زبانوں میں شائع ہوں۔

بچوں کے دینی نصاب پر لکھی ہوئی آپ کی کتاب "نورانی تعلیم" قاعدہ اول تا پنجم پرائمری درجات میں نہایت مقبول ہے اور براعظم ایشیا کے علاوہ امریکہ، افریقہ، انگلینڈ اور ہالینڈ، وغیرہ ممالک میں بھی داخل نصاب ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

اصلاحی خدمات

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم العالیہ اس حدیث رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر بڑی حد تک عامل ہیں۔

من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده ومن لم يستطع فبلسانه فمن لم يتسطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان۔ (مشکوٰۃ)

تم میں جو کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اور اگر اس کی استطاعت نہیں تو اس کو زبان سے رد کرے اور اگر اس میں بھی عاجز ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے پیش نظر یہ حدیث بھی ہے:

اذاظهرت الفتن اوقال البدع ولم یظهر العالم علمه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لایقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔(صواعق محرقہ ص ۲)

جب فتنے ظاہر ہوں اور بے دینی پھیلنے لگے اور ایسے موقع پر عالم اپنا علم نہ ظاہر کرے تو اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔

ان دونوں مذکورہ حدیثوں کی روشنی میں حضرت فقیہ ملت پوری قوت اور توجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند ہیں۔ اور مداہنت و مصلحت سے دور رہ کر اعلان حق میں کسی کی پروانہیں فرماتے......اس کے لئے آپ کی تصانیف بھی گواہ ہیں۔ اور آپ کے کھلم کھلا مواعظ بھی، خاص طور سے آپ نے اپنے گاؤں اوجھا گنج کو بہت سی بدعات اور خلاف شرع رسموں سے پاک کرنے میں جو کوشش فرمائی ہے وہ قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔ آپ نے جن بدعات وخرافات کا تقریراً وتحریراً رد فرمایا ہے ان کی مختصر فہرست پر اکتفا کیا جاتا ہے:

(۱) غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی حرام اور سجدۂ تعبدی کفر ہے۔

(۲) گستاخان رسول، علمائے دیوبند اور ان کے پیروکاروں کی تردید۔

(۳) تعزیہ اور اس سے متعلق محرم کی خرافات کا رد۔

(۴) فاسق و بدعمل اور شریعت کا مذاق اڑانے والے پیروں کی مخالفت۔

(۵) بدمذہبوں اور بدعقیدوں کے وہاں رشتہ داری کی حرمت و مذمت بیان کرنا اور اس سلسلے میں سنیوں کی رہنمائی کرنا۔

(۶) شادی کی بری رسموں کے خلاف اعلان حق۔

(۷) خواجہ خضر کے تہوار کے نام سے پھیلائی ہوئی برائیوں کا قلع قمع کرنا۔

(۸) اوجھڑی اور دیگر حرام ناجائز اشیاء جنھیں لوگ عام طور سے کھاتے ہیں ان کی حرمت و مذمت فرمائی اور کتاب چھاپ کر اس مسئلے کو عام سے عام تر کیا۔

(۹) سوم، چہلم وغیرہ کے موقع پر عام مردوں کے نام ایصال ثواب کی دعوت کی روک تھام کرنا اور صحیح مسئلے پر عمل کی تلقین کرنا۔

(۱۰) دیوبندیوں اور دیگر گمراہ مصنفوں کی مروجہ کتب مثلاً بہشتی زیور، مفتاح الجنہ، راہ نجات وغیرہ کے خلاف تحریک چلا کر سنی کتب بالخصوص بہار شریعت، قانون شریعت، انوار شریعت وغیرہ کو رواج دینا۔

(۱۱) قرآن شریف مع ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور بہار شریعت از صدر الشریعہ علیہ الرحمہ میں عرصہ سے جو کتابت کی اغلاط چلی آرہی تھیں آپ نے ان کی نشاندہی فرمائی اور رسائل و اخبارات کے ذریعہ قوم کو آگاہ کیا۔

اصلاحی پیغام طالبان علوم دینیہ کے نام

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم نے طالبان علوم دینیہ کے نام جو اصلاحی پیغام نشر فرمایا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ ذیل میں اس کا اختصار پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) خلوص کے ساتھ خدمت دین کو زندگی کا مقصد قرار دو حصول زر کو مقصد زندگی نہ بناؤ۔

(۲) مسجد یا مدرسہ کے ملازم کے معنی میں عالم نہ بنو نائب رسول کے معنی میں عالم بنو۔

(۳) قرآن مجید اور حدیث شریف کے ساتھ فقہ کا زیادہ مطالعہ کرو۔

(۴) علمائے اہلسنّت خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کی تصنیفات کا مطالعہ کرو۔

(۵) عالم کی سند مل جانے کو کافی نہ سمجھو بلکہ زندگی بھر تحصیل علم میں لگے رہو کہ حقیقت میں علم حاصل کرنے کا زمانہ فراغت کے بعد ہی ہے۔

(۶) خود بھی باعمل بنو اور دوسروں کو بھی باعمل بنانے کی دن رات کوشش کرتے رہو۔

(۷) بدمذہب اور دنیادار عالم سے دور بھاگو جیسے شیر سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ وہ جان لیتا ہے اور یہ ایمان برباد کرتا ہے۔

(۸) گورنمنٹ کے الحاق سے مدارس کو بچاؤ کہ اس سے اکثر دینی مدارس دنیادار ہو گئے اور تعلیم بھی برباد ہو گئی، اور مکر و فریب سے گورنمنٹ کا بھی پیسہ نہ لو کہ عذر و بدعہدی مطلقاً سب سے حرام ہے۔

(۹) دین میں کبھی مداہنت اختیار نہ کرو، بلکہ حق گوئی اور بے باکی اپنا شعار بناؤ۔

(۱۰) اپنے روپئے کو بینک میں رکھنے اور دوسرے کاروبار میں لگانے کے بجائے دینی کام میں لگاؤ، کتابیں تصنیف کرو اور انھیں چھپوا کر اسلام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرو۔

(۱۱) اساتذہ کے حقوق کو تمام مسلمانوں کے حقوق پر مقدم رکھو اور انہیں کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ علم کی برکت سے محروم ہو جاؤ گے۔ (خطبات محرم ۵۴۲-۵۴۳ ملخصاً)

محمد عبد المبین نعمانی قادری رکن المجمع الاسلامی مبارکپور،

۲۰ رذی قعدہ - ۱۳ رمئی ۱۴۱۳ھ

وارد حال - آستانہ امام احمد رضا قدس سرہ، محلہ سوداگران، بریلی شریف
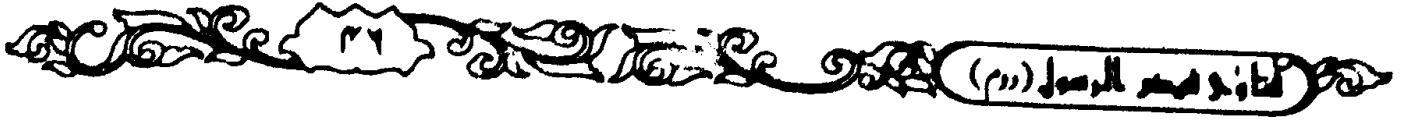
مولانا غلام عبدالقادر علوی

﴿شخصیت کا تحلیلی جائزہ﴾

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ریڈر اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی نئی دلی

فاضل مقالہ نگار ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (پی ایچ ڈی علیگ) کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں جدید و قدیم علوم کے ماہر، تصنیف وتالیف میں اعلیٰ معیار تحقیق پیش کرنے والے مصنف، بالغ نظر اسکالر کی حیثیت سے برصغیر ہندو پاک میں عزت واحترام کے نگاہ سے دیکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔ ان کی نگارشات میں قدیم صالح اور جدید نافع کی جلوہ گری واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ خانقاہ فیض الرسول سے تعلق خاطر بانی خانقاہ سے والہانہ عقیدت، دارالعلوم فیض الرسول کی خدمات کا اعتراف اور شہزادۂ شعیب الاولیاء علامہ علوی صاحب کی ہمہ جہت شخصیت سے تاثر یہی وہ محرکات ہیں جنھوں نے موصوف کو حقائق کے برملا اظہار پہ آمادہ کیا اور آپ نے یہ گرانقدر اور وقیع مقالہ سپرد قلم فرمایا جسے فاضل مقالہ نگار کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی نذر کیا جارہا ہے تاکہ ''فیض الرسول'' کی بین الاقوامی علمی، دینی، اشاعتی خدمات میں کلیدی اور مرکزی کردار کی حامل شخصیات سے تعارف ہوسکے۔

(جمال احمد خاں علوی ناظم دارالاشاعت)

بیسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان بطورخاص صوبہ اتر پردیش میں مذہب کی نشرواشاعت جس اعلیٰ پیمانے پر ہوئی اس کا شاید ہی کوئی فرد بشر منکر ہو علمائے فرنگی محل، علمائے خیرآباد، علمائے روہیل کھنڈ، علمائے اودھ، علمائے چریا کوٹ، علمائے گھوسی (مدینۃ العلماء) نے مذہب کے فروغ کے سلسلہ میں جو قربانیاں دی ہیں اس کی تفصیلات تاریخ کے سینوں میں محفوظ ہیں جس کا مطالعہ اب بھی دلوں کو سکون اور نگاہوں کو سرور صرف ہی نہیں بخشا بلکہ ان نفوس قدسیہ کے نقوش قدم پر چلنے کا صالح جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔

ضلع بستی صوبہ اتر پردیش کا کثیر آبادی والا ضلع ہے یہ ضلع بھی اپنے پڑوسی اضلاع کی طرح کئی لحاظ سے پس ماندہ ہے البتہ مذہب سے لگاؤ اور دین سے وابستگی اس ضلع کے لوگوں کی ہر دور میں ضرب المثل رہی ہے۔ پندرہویں صدی عیسوی میں جب بھگتی تحریک کا ہندوستان میں فروغ ہوا تو اس وقت مشہور بھگت کبیرداس (م ۱۵۱۵ء) نے بستی میں ہی موضع مگہر کے مقام پر اپنی زندگی کا آخری لمحہ گذارا وہیں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم: تذکرہ علمائے بستی ص۲ فیض آباد ۱۹۸۸ء)

ضلع بستی اور ملک نیپال کی سرحد پر لمبنی جو علاقۂ کپل وستو سے مشہور ہے بودھ دھرم کے بانی گوتم بودھ جن کا اصل نام سدھارتھا، تھا وہیں پیدا ہوئے ان کی تعلیمات سے ان کی شخصیت کے تقدس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اسی تقدس کے پیش نظر بعض اہل الرائے نے قرآن پاک میں ذوالکفل سے مراد کپل وستو میں پیدا ہونے والے گوتم بدھ ہی کو لیا ہے اس ضلع کی قدیم آبادی ان ہی کے معتقدین پر مشتمل تھی یہاں کے بیشتر مقامات پر پائے جانے والے کھنڈرات اب بھی بودھ دھرم کی عظمت رفتہ کے غماز ہیں۔ اس عظیم شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حکومت اتر پردیش نے ۱۹۸۸ء میں ضلع بستی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے وہ حصہ جو سرحد نیپال سے ملتا تھا اس کا نام ''سدھارتھ نگر'' رکھ دیا ہے۔ (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم: جغرافیہ ضلع سدھارتھ نگر ص ۱۸ تا ۱۹۹۲ء)

ضلع سدھارتھ نگر میں اشاعت دین حق کا سہرا علمائے ربانین اور بزرگان دین کے سر ہے ایک زمانے میں سید احمد رائے بریلوی کے کچھ معتقدین اسلام کے نام پر اپنے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت میں ضرور منہمک تھے لیکن باضابطہ اسلام کی شمع حق و صداقت سے اس ضلع کو روشن و تابناک کرنے میں ان بزرگان دین کا کلیدی کردار رہا ہے جو گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر خاموش انداز میں اشاعت دین متین میں مصروف تھے اسی لئے ان کے کردار ساز کارناموں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وہ صوفی علماء جنھیں ہمہ جہت فروغ اسلام دیکھنے کی تمنا نے چین سے نہ بیٹھنے دیا، شبانہ روز جدوجہد کر کے قریہ قریہ دعوت اسلام سے متعلق ''وما علینا الا البلاغ'' کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے۔ ایسے لوگوں میں تقریباً پچاس سال تک مسلسل تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہر نماز باجماعت ادا کرنے والے عابد شب زندہ دار، شعیب الاولیاء صوفی شاہ محمد یار علی لقدر رضی المولیٰ عنہ (۱۳۸۷ھ) کی ذات گرامی سر فہرست ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل میں حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م-۱۹۹۰ء) کا یہ قول برمحل ہو گا۔

''شیخ المشائخ، شعیب الاولیاء عارف حق حضرت صوفی شاہ محمد یار علی علیہ الرحمۃ والرضوان اس صدی کے ان بزرگوں میں ہیں جن کی ولایت و بزرگی کو اکثر علماء و مشائخ اور بے شمار عوام و خواص نے تسلیم کیا ہے۔

(مولانا محمد نسیم بستوی سوانح شیخ المشائخ ص ۹، ۱۹۷۷ء)

شیخ المشائخ حضرت شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی تنہا اور کبھی شیر بیشۂ سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۸۰ھ) اور دیگر علمائے اہل سنت و جماعت کو ہمراہ لے کر ضلع بستی اور اس کے نواحی اضلاع میں اشاعت دین اسلام کا جو اہم فریضہ انجام دیا ہے وہ قابل تقلید کارنامہ ہے۔ مرکز علم و فن ''دارالعلوم فیض الرسول'' کے علاوہ بیشتر دینی مدارس کئی اہم مذہبی تنظیمیں انھی کے ایما پر وجود میں آئیں ہزاروں لوگ ان کے دامن عقیدت سے وابستہ ہوئے ۲۲ محرم ۱۳۸۷ھ کو وصال ہوا دارالعلوم فیض الرسول کے وسیع احاطہ میں ان کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

ولادت:

صاحب تذکرہ حضرت مولانا غلام عبد القادر علوی کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ فروری ۱۹۵۴ء میں اسی خدا ترس و خدا

رسیدہ بزرگ کے گھر میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب چونکہ ۲۹ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پہنچتا ہے غالباً اسی وجہ سے ''علوی'' نام کے جز کی حیثیت سے لکھتے ہیں۔ آباؤاجداد بیرون ہند سے آ کر ہندوستان میں مقیم ہوئے قصبہ میرپور ضلع بہرائچ رہائش کے لئے منتخب ہوا لیکن ۱۸۵۷ء کے رستاخیز زمانے میں خاندان کے کچھ لوگ نہ جانے کس طرح براؤں شریف پہنچ گئے وہاں ضیاء الدین نامی ایک شخص نے کچھ اس طرح ان کی خاطر مدارت کی کہ خورشید علی اس سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے وہاں کی سرزمین کو اپنا وطن بنالیا اور خود بھی مہمان نوازی میں طاق ہوئے۔ (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ص ۴۴ اگست ۱۹۸۹ء)

تعلیم وتربیت: غلام عبدالقادر علوی اسی خانوادہ کے روشن چراغ ہیں ابتدائی تعلیم آغوشِ مادر میں حاصل کی پھر بعد میں والد ماجد کے قائم کردہ ادارہ ''دارالعلوم فیض الرسول'' کے درجات پرائمری سے وابستہ ہو گئے، جغرافیہ، سائنس، ریاضی، سماجیات ہندی اور دیگر جدید مضامین کیساتھ درجہ پنجم تک باضابطہ تعلیم حاصل کی پھر اسی ادارہ کے درجات عالیہ میں داخلہ لے کر عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے میں منہمک ہو گئے۔ شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۷ھ م ۱۹۷۷ء) حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۱۲ھ م ۱۹۹۲ء) حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی، حضرت مولانا یونس نعیمی، حضرت مولانا نعیم الدین احمد رضوی، حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی، اور حضرت قاری علی حسن نعیمی جیسے ارباب فضل وکمال کے زیر سایہ رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۳۹۵ھ میں علمائے ربانیین کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم۔ تذکرہ علمائے بستی ص ۱۸۸)

تدریسی وتنظیمی ذمہ داریاں:

درس نظامی کی تکمیل کے بعد علوی صاحب کی گونا گوں صلاحیت کے پیش نظر ادارہ کے اراکین نے ۱۹۷۵ء میں آپ کو منصب تدریس سپرد کر دیا۔ آپ نے اسی ادارہ میں متوسطات سے لے کر منتہی تک بڑی خوداعتمادی کے ساتھ درس دیا ۱۹۸۵ء میں جب ادارہ فیض الرسول کے منیجر عالی جناب مولوی فاروق یار علوی کا انتقال ہو گیا تو ایک بار پھر ادارہ کے اراکین کی نگاہ انتخاب اس اہم ذمہ داری کی بحسن وخوبی انجام دہی کے لئے آپ پر پڑی اور جولائی ۱۹۸۵ء میں تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ضابطہ منیجر کے عہدہ کو سنبھال لیا جسے آپ تادم تحریر بحسن وخوبی کے ساتھ انجام دے کر ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی بخش رہے ہیں۔

ادارہ کے نظم ونسق کو بہتر چلانے کے لئے دو عہدے بڑے اہم ہوتے ہیں ایک منیجر دوسرا ناظم اعلیٰ۔ حضرت مولانا صوفی شاہ محمد صدیق یار علوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۲ء) تادم حیات سجادہ نشینی کے اہم منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ناظم اعلیٰ کے اہم فرائض بھی انجام دیتے رہے لیکن ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۱۹۹۲ء کو جب ان کا وصال ہو گیا تو ارکان مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول نے بانی خانقاہ شعیب الاولیاء حضور سیدنا شاہ محمد یار علی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی رجسٹری بابت خانقاہ مورخہ ۲؍۵؍۱۹۶۱ء کی دایت کے مطابق ۴؍مئی ۱۹۹۲ء کو بذریعہ اعلان مریدین، معتقدین اور عالم مسلمین کو جمع کیا پھر حسب ضابطہ

رجسٹری آئی ہوئی جماعت مسلمین میں سے چالیس افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے ۵رمئی ۱۹۹۲ء باتفاق رائے آپ کو خانقاہ فیض الرسول کا سجادہ نشین نامزد کردیا۔ (فیض الرسول پاکٹ جنتری ص ۱۹۹۳ء ص ۶)

ادارہ کے اصول وضوابط کے مطابق چونکہ سجادہ نشین ہی ادارہ کا ناظم اعلیٰ ہوتا ہے اس لئے ناظم اعلیٰ کی اہم ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوگئی اس وقت علوی صاحب ادارہ اور خانقاہ دونوں کے اہم عہدوں پر فائم ہوکر ترویج وارتقاء کے سلسلہ میں کلیدی کردار ادا کررہے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ آپ کی مستحکم قیادت میں ادارہ ان دنوں تعلیمی، تعمیری، اشاعتی اور تبلیغی ہر محاذ پر پوری طرح سرگرم عمل ہے۔

تعمیری سرگرمیاں:

سابق سجادہ نشین حضرت مولانا صوفی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سجادگی اور نظامت کے مسئلہ کو لے کر ادارہ فیض الرسول کچھ دنوں افراتفری کا شکار رہا لیکن فضل خداوندی سے کچھ ہی دنوں بعد یہ افراتفری دور ہوگئی اور علوی صاحب بہمہ وجوہ ادارہ کو فروغ دینے میں مصروف ہوگئے بعض ناقص عمارتوں کو مکمل کروایا اور بعض عمارتوں کی از سر نو تعمیر کروائی۔ تعمیراتی سرگرمیوں کے حوالے سے انھیں کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا خاص طور سے ادارہ کی باونڈری سے متعلق گاؤں کے لوگوں نے کئی محاذ پر آپ کے مستحکم ارادے کو متزلزل کرنا چاہا مگر آپ ہر طرح ان شر پسند عناصر کے لئے کوہ گراں ثابت ہوئے مولیٰ تعالیٰ نے غیبی مدد فرمائی اور ادارہ کی کل زمینوں کا احاطہ جو کئی ایکڑ پر مشتمل ہے باونڈری کرا کے ہی دم لیا۔ اس کے علاوہ ادارہ کا صدر گیٹ، مسجد کی توسیع دار التفسیر کی دو منزلہ عمارت، اور چوبیس وسیع وعریض کمروں پر مشتمل ادارہ کی جدید درسگاہ تعمیر کروا کے براؤں شریف کی سرزمین پر علوم وفنون کا ایک شہر بسادیا ہے اور مزید اس شہر کو خوب سے خوب تر بنانے کا عزم محکم رکھتے ہیں۔

تعلیمی سرگرمیاں:

جس مانے میں حضرت مولانا بدر الدین احمد رضوی دار العلوم فیض الرسول میں مدرس اول تھے اس زمانے میں ادارہ کا تعلیمی معیار بڑا اونچا تھا ملک کے طول وعرض میں اس ادارہ کی شہرت جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ لیکن جب آپ اس ادارہ سے سبکدوش ہوکر مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا چلے گئے تو ادارہ کا تعلیمی معیار بھی روز افزوں فروتر ہوتا گیا حتیٰ کہ طلبہ کی تعداد میں بھی ایک حد تک کمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ حضرت مولانا غلام عبد القادر علوی نے جب ۱۹۸۵ء میں عہدۂ اہتمام سنبھالا اور بحیثیت منیجر کام کرنا شروع کیا تو ادارہ کے تمام امور پر آپ نے یکساں توجہ فرمائی جس میں آپ تقریباً ہر محاذ پر کامیاب رہے ادارہ کے تعلیمی معیار ہی کو صرف نہیں اونچا کیا بلکہ آپ کی کوششوں سے کچھ نئے تعلیمی شعبے بھی منصۂ شہود پر آئے۔

علوی صاحب کے عہدۂ اہتمام سنبھالنے کے قبل دار العلوم فیض الرسول میں درجۂ حفظ کے طلبہ تجوید کی رعایت کئے بغیر حفظ کرتے رہے لیکن علوی صاحب وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا۔ (المزمل۔۴) کی اہمیت کے پیش نظر ہر طالب علم کے لئے تجوید کا جاننا لازم قرار دے دیا اور راس کے لئے عمدہ مجودین کا انتخاب کر کے شعبہ تجوید کو کافی اہم بنادیا۔ اور اس کے علاوہ درس نظامی

کے متوسط درجات تک کے طلبہ کو تجوید بحیثیت ایک مضمون کے بھی پڑھایا جانے لگا تا کہ ادارہ کا ہر سند یافتہ طالب علم مسائل شرعیہ سے صحیح واقفیت کے ساتھ مجود قرآن بن کر بطور احسن فریضۂ امامت بھی انجام دے سکے۔

تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے یہ بات انتہائی قابل ذکر ہے کہ مولانا غلام عبدالقادر علوی ادارہ فیض الرسول میں اس نظام تعلیم کو بھی رائج کرنا چاہتے ہیں' جسے عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے تا کہ اس ادارہ کے ہر فارغ شدہ طالب علم کا رشتہ دولت دین کے حصول کے ساتھ دولت دنیا سے مربوط رہے مگر علوی صاحب اپنے ان ذہنی خاکوں میں رنگ بھرنے میں کامیاب ہو گئے تو بلاشبہ یہ ادارۂ دنیائے سنیت ہی کا نہیں بلکہ عالم اسلام کے ان چند اداروں میں سے ایک ہو جائے گا جنھیں انگلیوں پر گنا جاسکے گا۔

قلمی واشاعتی خدمات:

عصر حاضر کیا ہر دور میں تصنیف کا مشغلہ دشوار طلب رہا ہے تصنیف وتالیف جیسی خارزار وادی میں قدم رکھنا اور ہر موڑ پر دامن بچاتے ہوئے مصنّفین کی اس کاوش کو قارئین کے ہاتھوں تک پہنچادینا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔

کوئی معیاری کام کرنا یوں ہی مشکل ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ طباعت کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس کاوش کو منظر عام پر لانا ہے خوشی کی بات یہ ہے کہ عبدالقادر علوی تصنیف وتالیف سے صرف دلچسپی ہی نہیں رکھتے بلکہ طباعت کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اسے شائع کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔ شایدانہی وجوہ کے پیش نظر دارالعلوم فیض الرسول میں باضابطہ دارالمصنّفین اور دارالاشاعت کے قیام کا اعلان ہوا اگر چہ ان دونوں شعبوں کا بنیادی خاکہ حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی نے تیار کیا تھا مگر کسی وجہ سے ان خاکوں میں بھرپور رنگ نہ بھرا جاسکا اس لئے امتداد زمانہ کے ساتھ وہ خاکے نسیًا منسیًا ہو گئے لیکن اس اشاعتی شعبہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم رہی حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی نے اس مسئلہ کو پھر سے اٹھایا۔ اس سے متعلق ارباب علم وفضل کی کئی نشستیں منعقد ہوئیں امجدی صاحب نے اس کی دائمی اہمیت وضرورت سے ارکان مجلس کو صرف روشناس ہی نہیں کرایا بلکہ شعبہ کے قیام کی خاطر ہر طرح قائدانہ جدوجہد بھی کرنے لگے۔ مفتی صاحب کی مسلسل جدوجہد سے علوی صاحب کو اپنی زندگی گوناگوں مصروفیات سے کچھ وقت اس کے لئے مخصوص کرنا پڑا علوی صاحب کی اس مخلصانہ توجہ اور قابل قدر کاوش نے پھول پر شبنم اور سونے پر سہاگہ کا کام کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علوی صاحب نے امجدی صاحب کی سرپرستی میں حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی کا وہ خواب جو انھوں نے ادارۂ تصنیف وتالیف سے متعلق دیکھا تھا شرمندۂ تعبیر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

مولانا علوی کے اس عظیم الشان کارنامے کو جس قدر سراہا جائے کم ہے اگر ان کی توجہ اس طرف نہ ہوتی تو یہ فتاوے جسے حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی نے کئی سال مسلسل محنت کر کے مستفتین کو مسائل شرعیہ سے آگاہ کیا تھا قارئین کو تسکین نظر فراہم کرنے کے بجائے زمانے کے دست برد کا شکار ہو جاتے۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد ثانی اسی اشاعتی سلسلہ کی

دوسری کڑی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ جلد اول کی طرح اس جلد ثانی کو بھی قبولیت عامہ کا درجہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

ماہنامہ فیض الرسول جس کا اجراء محرم الحرام ۱۳۸۵ھ جون ۱۹۶۵ء میں ہوا تھا اسی ادارہ کا آرگن ہے جو اسلامی، اخلاقی، ادبی مضامین کا حسین گلدستہ لے کر شائع ہوتا ہے مولانا علوی اس موقر جریدے کی ادارت ایک عرصہ سے فرما رہے ہیں۔ اس جریدے میں چھپنے والے چیدہ وچنیدہ مضامین سے ان کی فکر انگیز صلاحیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بیک وقت تین اہم عہدوں کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے کوئی معیاری کام کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین ہے لیکن اس کے باوجود جریدہ کی ادارت بحسن وخوبی انجام دینے کے علاوہ ایک پاکستانی مصنف حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی عربی تصنیف ''وسیلہ'' کا سلیس اردو میں ترجمہ بھی کر کے شائع کیا ہے ''مرقات'' کی نامکمل شرح بھی ان کی تصنیفی مصروفیت کی ایک کڑی ہے اگر علوی صاحب اپنی گوناگوں مصروفیات کا تھوڑا سا حصہ تصنیفی امور کی طرف لگا دیں تو منطق کی مایۂ ناز کتاب مرقات کی شرح کی تکمیل کے علاوہ بیشتر ایسی معیاری کتابیں منصۂ شہود پر آ سکتی ہیں جن سے عوام وخواص اور طلبہ واساتذہ یکساں مستفید ہو سکیں گے۔

بیعت وخلافت:

حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی کو قادریہ، چشتیہ دونوں سلسلوں میں بیعت وخلافت حاصل ہے آپ کے والد ماجد شیخ المشائخ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ محبوبیہ وچشتیہ لطیفیہ میں بیعت کرنے کے بعد خلافت جیسی انمول دولت سے سرفراز فرماتے ہوئے کہا تھا:

آں عزیز کو سلسلۂ عالیہ قادریہ محبوبیہ وچشتیہ لطیفیہ کی اجازت وخلافت دیتا ہے کہ جو مرد یا عورت ان کے پاس توبہ وبیعت کے لئے حاضر ہو اس سے توبہ لے کر ان مبارک سلسلوں میں داخل کریں اور مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے مطابق اسلام وسنیت کا متبع بنائیں۔ (مفتی جلال الدین احمد امجدی۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص ۱۲ اد بلی ۱۹۹۱ء)

سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ ماہروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) نے بھی علوی صاحب کے سر پر تاج فضیلت رکھتے وقت سلسلہ برکاتیہ کی عظیم دولت سے سرفراز فرمایا تھا۔ تذکرہ علمائے بستی میں ہے۔

(مولانا غلام عبدالقادر علوی نے) ۱۳۹۵ھ میں درس نظامی کی تکمیل کی اور اسی سال سالانہ جشن دستار بندی کے موقع پر سید العماء اور ملک کے اکابر علماء ومشائخ کی موجودگی میں سند دستار فضیلت سے نوازے گئے اور اسی موقع سے سید العلماء علیہ الرحمۃ نے دستار باندھنے کے فوراً بعد ہزاروں کے مجمع عام میں سلسلۂ برکاتیہ کی اجازت وخلافت عطا کی اور آپ کے لئے خاص طور پر دعائیں کیں راقم الحروف اس وقت معراج العلوم (بھدوکھر بازار) میں زیر تعلیم تھا اور حسن اتفاق سے اس تقریب میں موجود تھا۔ (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم تذکرہ علمائے بستی جلد اول ص ۱۸۹)

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ جب تک بہ قید حیات تھے اس وقت تک مولانا غلام عبدالقادر علوی کی فکر

ادارہ کے فلاح و بہبود تک تھی لیکن ان کے وصال فرماتے ہی مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول نے سجادہ نشینی کا اہم منصب بھی آپ کی پاکیزہ طینت، علمی عبقریت، شرافت نفس اور حسن تدبیر کے پیش نظر مجمع عام میں سپرد کر دیا۔ مولانا علوی اب بحیثیت ناظم اعلیٰ و منیجر دارالعلوم فیض الرسول اگر ایک طرف ادارہ کی ہمہ جہت ترقیاتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں تو دوسری طرف دامن ارادت سے وابستہ ہونے والے مریدین کے علاوہ عامۃ المسلمین کو رشد و ہدایت کا پیغام پہنچا کر سجادہ نشینی کا اہم فریضہ بھی نبھا رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مولانا غلام عبدالقادر علوی کو عمر خضر عطا کرنے کے ساتھ ساتھ غیبی مدد بھی فرمائے۔ تاکہ خانقاہ و ادارہ دونوں مراکز سے اشاعت دین کا اہم فریضہ انجام دے کر والد ماجد شیخ المشائخ شعیب الاولیاء حضرت صوفی شاہ محمد یار علی رحمتہ اللہ علیہ کے مشن کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کر سکیں۔ (آمین)

فہرست مسائل

عنوان	صفحہ

فصل فی الطلاق قبل الدخول

باب الکنایۃ

عنوان	صفحہ

باب العنین

کتاب المفقود

باب العدۃ

عنوان	صفحہ

باب النسب

کتاب الوقف

فصل فی المسجد

كتاب البيوع

باب الربا

کتاب الغصب

کتاب الرھن

کتاب الذبح

کتاب الاضحیہ

کتاب الحظر والاباحۃ

فتویٰ متعلق سجدۂ تعظیم

عنوان	صفحہ

عنوان — صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان — صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

مسئلہ: از رجب قاسم پر ا اسمٰعیل پوسٹ فتح پور ضلع گونڈہ

زید جو کہ نابالغ ہے نے اپنے باپ سے اجازت لئے بغیر اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دی تو یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: جبکہ زید نابالغ ہے تو اس کی بیوی ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی اور اپنے باپ سے اجازت لے کر دیتا تب بھی واقع نہ ہوتی اس لئے کہ نابالغ کی طلاق شرعاً صحیح نہیں ہوتی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۳۳ میں فتح القدیر سے ہے: لایقع طلاق الصبی وان کان یعقل اھ۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از عبدالعزیز رائی بلرام پور ضلع گونڈہ

زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو شادی سے لے کر عرصہ کئی سال تک رخصت نہیں کروایا اور خود شرابی بھی ہے۔ ہندہ کے والدین نے زید کو بلا کر کہا ہماری لڑکی کو رخصت کروانے کا انتظام کر کے لے جاؤ اگر نہ لے جانا ہو تو طلاق دے دو۔ زید نے بایں الفاظ وعدہ کیا کہ میں اپنی شراب نوشی کی عادت چھوڑ دوں گا اور ہندہ کے رہنے کے لئے گھر کا انتظام کرلوں گا اور ۳۰ رجنوری ۱۹۸۰ء سے قبل رخصت کروالوں گا اگر ایسا نہ کرسکوں گا تو ۳۱ رجنوری ۱۹۸۰ء کو تین بار طلاق سمجھا جائے اب جبکہ زید اپنا وعدہ پورا نہ کرسکا اور نہ ہی خسر کے یہاں آیا کیا الفاظ مذکور سے طلاق واقع ہوگئی؟ ہندہ کا عقد نابالغی میں ہوا تھا اور اب وہ بالغہ ہے مگر عقد سے اب تک زید کے گھر نہیں گئی ہے۔ ایسی صورت میں عدت ہے یا نہیں؟ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی...... فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۱۷ میں ہے کہ شوہر کے اس جملہ سے کہ "میری زوجہ کو طلاق سمجھی جائے" طلاق واقع نہ ہوئی اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: امراۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لایقع الطلاق وان نوی اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از حاجی یادعلی قصبہ مہنداول ضلع بستی

ہندہ کے گھر والوں نے ایک طلاق نامہ مرتب کر کے اس کے شوہر زید کو مار پیٹ کر دھمکی دے کر مجبور کیا اور طلاق نامہ پر دستخط کرا لیے تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر اکراہ شرعی پایا گیا یعنی زید کو کسی عضو کے کاٹے جانے کا یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہو گیا تھا اور اس صورت میں اس نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیئے مگر زبان سے اس نے طلاق نہ دی تو طلاق واقع نہ ہوئی اور اگر زبان سے طلاق دی یا اکراہ شرعی کے بغیر طلاق نامہ پر دستخط کر دیئے تو طلاق واقع ہو گئی۔ فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص ۴۴۱ میں ہے: رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امراتہ فلانة بنت فلان بن فلان فکتب امراتہ فلانة بنت فلان بن فلان طالق لاتطلق امرأتہ لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة ھھنا وفی البزازیة اکرہ علیٰ طلاقھا فکتب فلانة بنت فلان طالق لم یقع۔ اور کنز الدقائق میں ہے: یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولومکرھا۔ بحر الرائق میں ہے: قولہ ولومکرھا ای ولوکان الزوج مکرھا علی انشاء الطلاق لفظا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد عبد اللہ محلہ ڈیہہ پورکھیری

ایک صاحب عقل بالغ نے ایک مطلقہ عورت سے نکاح کر لیا اور اپنے مکان پر لا کر رکھا چند یوم کے بعد اپنی خوشی سے اسے طلاق دے دی تو بعد عدت وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ حلالہ شدہ عورت و مرد ہمبستری نہ کریں صرف بوس وکنار اور ایک دوسرے کے بدن کو خلوت میں چھولیں بعد کو طلاق دیں اور بعد میعاد عدت اپنے شوہر سابق سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملك الوھاب۔ اگر شوہر اوّل نے تین طلاقیں دی تھیں تو اس صورت میں اگر شوہر ثانی نے ہمبستری کے بعد طلاق دی ہو تو انقضائے عدت کے بعد شوہر اوّل سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر شوہر ثانی نے ہمبستری نہ کی صرف بوس وکنار پر اکتفا کیا تو عورت مذکور شوہر اوّل سے نکاح نہیں کر سکتی قرآن کریم پارۂ دوم رکوع ۱۳ میں ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ حدیث شریف میں ہے: جاءت امراۃ رفاعة القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبدالرحمن بن زحیر ومامعہ الامثل ھدبة الثوب فقال اترید ان ترجع الی رفاعة قالت نعم قال لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتك رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۴) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۴۳۱ میں ہے: ان کانت الطلاق ثلاثالم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا اوید خل

بها ثم يطلقها اويموت عنها كذا في الهداية ملخصاً۔

اور اگر شوہر اوّل نے ایک یا دو طلاقیں دی تھیں تو شوہر ثانی سے ہمبستری کئے بغیر بھی شوہر اوّل سے نکاح کر سکتی ہے۔

هٰكذا في كتب الفقه والله تعالٰى ورسوله الاعلٰى اعلم جل جلاله وصلى الله عليه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از حافظ ریاض الدین مالدہ (جنگل)

خدیجہ زید کے نکاح میں تھی پھر زید نے زبیدہ سے شادی کرنی چاہی تو بکر نے ایک اقرار نامہ مرتب کیا کہ اگر خدیجہ کو زید مکان پر لا کر رکھے تو خدیجہ کو لاتے ہی تین طلاقیں پڑ جائیں اور اس کا اقرار نامہ پر زید نے دستخط مع چند گواہوں کے لئے لیے۔ اب زید خدیجہ کو لا کر اپنے مکان میں رکھے ہوئے ہے اور اقرار نامہ کے بارے میں کہتا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے بلکہ زید اور اس کے ہمنوا جو دستخط کر چکے ہیں وہ عدم علم پر حلف لینے کے لئے تیار ہیں اور بکر حلفاً بیان کرتا ہے کہ میں نے حاضرین مجلس اور زید بلکہ اس کے ولی کو بھی اقرار نامہ سنانے کے بعد دستخط لیے ہیں۔ تو اس صورت خدیجہ پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البينة على المدعي واليمين على من انكر۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں بکر کے حلف اٹھانے سے خدیجہ پر طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ گواہان شرعی سے ثابت نہ ہو جائے کہ زید نے لکھا یا لکھوایا ہے یا مضمون سن کر دستخط کیے ہیں۔ وهو اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از عبد المجید مقام و پوسٹ رودر نگر ضلع بستی

محمد یعقوب نے ایک تحریر لکھوا کر اپنے خسر کو روانہ کی جو مندرجہ ذیل ہے طلاق نامہ بھیجنے والے محمد یعقوب کی طرف سے جناب محمد سعید ماموں صاحب! السلام علیکم۔ بعد سلام کے معلوم ہو کہ آپ کی لڑکی صوبیہ یعنی اپنی بیوی صوبیہ کو میں نے اپنی مرضی سے طلاق دے دی۔ طلاق دے دی۔ طلاق دے دی۔ یعنی وجہ اس میں یہ ہے کہ آپ کی لڑکی صوبیہ کو ٹی بی کا مرض ہے اس وجہ سے طلاق دے دی۔ محمد یعقوب رودر نگر ۸ر فروری ۱۹۸۲ء۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس تحریر سے محمد یعقوب کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی اور محمد یعقوب اسے پھر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہے؟ اور دوبارہ نہ رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ صوبیہ کو جہیز واپس ملے گا یا نہیں؟

الجواب: تحریر مذکور اگر واقعی محمد یعقوب نے لکھوا کر اپنے خسر کو روانہ کی ہے اور اس کی بیوی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ محمد یعقوب توبہ کرے کہ بیک وقت تین طلاقیں واقع کرنا گناہ ہے اگر وہ صوبیہ کو دوبارہ رکھنا چاہے تو حلالہ کرنا

پڑے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد صوبیہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے وہ شخص اس سے ہمبستری کرے پھر وہ مرجائے یا اسے طلاق دے دے تو دوبارہ عدت گزرنے کے بعد یعقوب اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ اگر دوسرے شخص نے بغیر ہمبستری کئے اسے طلاق دے دی تو اس صوت میں شوہر اوّل اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ یعنی حلالہ صحیح ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا ضروری ہے کما فی حدیث العسیلۃ وقال اللّٰہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع ۱۳) اور اگر محمد یعقوب صوبیہ کو دوبارہ نہ رکھنا چاہے تو جہیز کا سامان صوبیہ کے سپرد کردے کہ جہیز کی مالک عورت ہی ہوتی ہے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۳۴۹ میں ردالمحتار سے ہے: الجہاز ملک المرأۃ وانہ اذا طلقہا تاخذہ کلہ اھ۔ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از جمال الدین بالا پور ضلع پرتاب گڑھ

زید کی لڑکی ہندہ جس کا نکاح شاہد کے ساتھ ہوا تھا کچھ عرصہ تک دونوں میں اتفاق رہا اس کے بعد ہندہ اور شاہد میں نااتفاقی پیدا ہوگئی جس پر شاہد نے ہندہ کو زید کے گھر بھیج دیا بعد میں ایک معتبر شخص ملنے والے کے ہاتھ ہندہ کا طلاق نامہ زید کے گھر بھیج دیا اور کچھ عرصہ کے بعد شاہد نے پھر زید کے گھر سے تعلقات پیدا کیے اور زید نے پھر ہندہ کو شاہد کے ساتھ رخصت کر دیا۔ پھر برابر ہندہ اور شاہد کا زید کے گھر آنا جانا جاری رہا اور بغیر نکاح کے ہی ہندہ کو بچہ پیدا ہوا۔ اب پھر زید نے کسی وجہ سے ناراض ہوکر یا شرعی پکڑ کی وجہ سے ہندہ کو شاہد کے گھر بھیج دیا۔ اب ہندہ شاہد کے گھر موجود ہے اور برادری نے شرعی پکڑ کی وجہ سے اسے جماعت سے خارج کر دیا۔ اب علمائے دین زید، ہندہ اور شاہد کے اوپر کیا الزام فرماتے ہیں اور تلافی کی صورت کیا ہے؟ تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب: سوال میں طلاق نامہ کی نقل بھی روانہ کریں اور طلاق نامہ ضائع ہوگیا ہو تو شوہر سے دریافت کرکے لکھیں کہ اس نے کن لفظوں کے ساتھ طلاق نامہ لکھا تھا لیکن اگر شوہر سے دریافت کرکے تحریر کریں تو جن لوگوں نے اس کے طلاق نامہ کو دیکھا تھا ان کی تصدیق بھی شوہر کے بیان کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ جب طلاق نامہ کی عبارت کے ساتھ سوال آئے گا تو جواب لکھا جائے گا۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از شمس اللّٰہ موضع بہوا پوسٹ بیروا ضلع بستی

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصہ میں بحالت حمل لاعلمی کی بناء پر ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں لکھ کر ہندہ کے پاس بذریعہ

ڈاک روانہ کردیں۔ ڈیڑھ سال کے بعداب دونوں بے حد پشیمان ہیں اور ایک ساتھ رہنے کے لئے راضی ہیں۔ کیا صورت اختیار کریں جس سے دونوں ساتھ رہنے لگیں؟

(۲) مندرجہ ذیل جواب پر از روئے شرع عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کوئی آدمی اپنی بیوی سے خوش ہو کر طلاق نہیں دیتا ہر آدمی غصہ ہی کی حالت میں طلاق دیتا ہے اس لئے یہ کہنا کہ غصہ میں دی غلط ہے۔ لاعلمی کیا تھی کیا اسے اتنا نہیں معلوم تھا کہ اگر میں اپنی بیوی کو طلاق دوں گا تو مجھ سے جدا ہو جائے گی۔ یہ سب بیکار کا عذر ہے طلاق ہو جانے کے بعد اب اس کی تاویلیں کی جا رہی ہیں زید نے حالت حمل میں اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس لئے اس کی عدت وضع حمل تھی جب اس کی بیوی کے ہاں پیدائش ہو گئی تو رجعت کا حق بھی ختم ہو گیا لیکن ایک وقت کی تین طلاقوں سے حدیث صحیحہ کے رو سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے اور طلاق رجعی میں عدت ختم ہو جانے کے بعد اگر شوہر اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو قرآن پاک کی آیت: "وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ" کی رو سے نیا نکاح کر کے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے چونکہ زید کی بیوی کی عدت ختم ہو چکی ہے اس لئے بیوی کی رضامندی کی صورت میں زید بھی نیا نکاح کر کے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ هذا ما عندی واللّٰه اعلم وعلمه اتم۔

حررہ محمد ادریس آزاد رحمانی

مرکزی دار العلوم دار الافتا بنارس

الجواب: (۱) صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں کہ بحالت حمل اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے اور وقوع طلاق کے بارے میں لاعلمی شرعاً مسموع نہیں۔ ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہیں۔ قال اللّٰه تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پارہ دوم رکوع ۱۳)

(۲) آزاد کا جواب فتویٰ نہیں ہے بلکہ گمراہ گری ہے اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۴۲۹ میں ہے کہ "ایک جلسہ میں تین طلاقیں ہو جانے پر جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ رضی اللّٰہ عنہم کا اجماع ہے" اور امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۸ میں تحریر فرماتے ہیں: قال الشافعی ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث اھ۔ یعنی امام شافعی، امام مالک، امام اعظم، ابو حنیفہ امام احمد اور جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور فتح القدیر جلد ثالث ص ۳۳۰ میں ہے: ذهب جمهور صحابه والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلاث ومن الادلة فى ذلك مافى مصنف ابن ابى شيبة والدارقطنى فى حديث ابن عمر قالت يارسول الله رآيت لوطلقها ثلاثا قال اذا قد

عصیت ربك وبانت منك امراتك. وفی سنن ابی داؤد عن مجاهد قال کنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال انه طلق امراته ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ثم قال ایطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس فان اللّٰه عزوجل قال ومن یتق اللّٰه یجعل له مخرجًا عصیت ربك وبانت منك امراتك. وفی المؤطا مالك بلغه ان رجلا قال لعبد اللّٰه بن عباس انی طلقت امرأت مائة تطلیقة فما ذاتریٰ. فقال ابن عباس طلقت منك ثلاثا وسبع وتسعون اتخذت بها ایات اللّٰه هزوا. وفی المؤطا ایضا بلغه ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات فقال ماقیل لك فقال قیل لی بانت منك قال صدقوا. هو مثل مایقولون وظاهره الاجماع علی هٰذا الجواب۔ اسی طرح ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جانے کی تائید میں صاحب فتح القدیر نے کئی حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد آخر میں تحریر فرمایا قد اتبتنا النقل عن اکثرهم صریحا بایقاع الثلث ولم یظهر لهم مخالف فما ذا بعد الحق الاالضلال وعن هٰذا قلنا لوحکم حاکم بان الثلاث بفم واحد واحدة لم ینفذ حکمه لانه لایسوغ الاجتهاد فیه فهو خلاف لااختلاف اھ۔ خلاصہ یہ کہ جمہور صحابہ کرام تابعین عظام اور ائمہ اسلام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی وہابی کا فتویٰ غلط اور باطل ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام وناجائز ہے۔ وہابی اپنے عقائد کفریہ قطعیہ کے سبب کافر ہیں اور کفار سے شرعی فتویٰ حاصل کرنا حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ هٰذا ما عندی وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از فاروق احمد پورینہ بستی

زید نے اپنے ماموں کے نام اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں مندرجہ ذیل تحریر بھیجی۔ اس تحریر کے بموجب اس کی بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوئی۔ محترم القام جناب ماموں صاحب السلام علیکم! بعدہٗ تحریر یہ ہے کہ نہ آپ ہمارے لائق ہیں نہ ہم آپ کے لائق ہیں لہٰذا ہم آپ کی لڑکی کو طلاق دینا چاہتے ہیں۔ طلاق، طلاق، طلاق، طلاق، طلاق، طلاق۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ وہ زید کے لئے حلال نہیں۔ قال اللّٰه تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ط وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: از محمد حنیف شاہ موضع چتر نگر پوسٹ جمنی کلاں ضلع گونڈہ

پیر بخش نے اپنی بیوی طیب النساء کو ایک ٹھا کر سے تین طلاقیں لکھوادیں۔ طیب النساء کے دولڑ کے پیر بخش سے ہیں۔ طلاق کے وقت طیب النساء کو حمل نہیں تھا۔ طلاق کے تقریباً بیس دن بعد طیب النساء نے پیر بخش کے بھائی میاں بخش سے نکاح کیا پھر فوراً بغیر ہمبستری اس نے اسے طلاق دے دی پھر تین منٹ کے بعد پیر بخش نے طیب النساء کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلیا۔ اس صورت میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر بخش کا نکاح نہیں ہوا مگر نکاح پڑھنے والے کا نکاح ٹوٹ گیا تو اس کے بارے میں شریعت کا جو حکم ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب پیر بخش گنہگار ہوا تو بہ کرے اور طیب النساء کا جو نکاح کہ طلاق کے بیس دن بعد عدت گزرنے سے پہلے میاں بخش سے ہوا وہ سراسر غلط اور باطل ہے ہرگز منعقد نہ ہوا۔ لہٰذا اس کا طلاق دینا فضول ہوا اور پھر پیر بخش نے جو اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا وہ بھی ہرگز منعقد نہ ہوا۔ لہٰذا نئے نکاح کے بعد اگر پیر بخش نے طیب النساء سے میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو وہ دونوں سخت گنہگار ہوئے علانیہ توبہ واستغفار کریں اور ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ ہرگز آپس میں میاں بیوی جیسا تعلق نہ رکھیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان دونوں کا بائیکاٹ کریں، اور پیر بخش اگر اس عورت کو دوبارہ رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ طیب النساء پہلی طلاق سے تین حیض آنے کے بعد اور اگر اس درمیان میں اسے حمل ظاہر ہوا ہو تو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنی صحیح العقیدہ سے نکاح صحیح کرے وہ شخص طیب النساء کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مرجائے یا اسے طلاق دے دے تو دوبارہ عدت گزارنے کے بعد پیر بخش سے نکاح کرسکتی ہے، اور اگر دوسرے شخص نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو پیر بخش اس عورت سے نکاح دوبارہ نہیں کرسکتا: كما في حديث العسيلة۔ اور میاں بخش و پیر بخش کے ساتھ عدت کے اندر دوسرا نکاح پڑھنے والے کا نکاح نہیں ٹوٹا مگر وہ سخت گنہگار ہوا مسلمانوں کے سامنے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے کہ پیسہ ہی کے لئے غلط نکاح پڑھایا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ هٰذا ما عندي وهو تعالىٰ ورسوله اعلم جل شانه وصلى الله عليه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: روشن علی ساکن نرائن پور بستی

زید نے بکر سے زبردستی ایک سادے کاغذ پر اس ارادے سے انگوٹھا لگوالیا کہ اس کا مضمون یعنی طلاق لکھوادی جائے گی پھر یہ امر مشہور ہو گیا کہ بکر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ صرف انگوٹھا لے لینے سے بغیر طلاق کا لفظ زبان سے کہلوانے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں انگوٹھا لگوانے کے وقت اگر صرف ارادہ تھا کہ بعد میں طلاق کا مضمون لکھوادیا جائے گا

اگر شوہر سے یہ نہیں کہا گیا کہ اس سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگاؤ اس پر تمہاری بیوی کو طلاق لکھی جائے گی اور نہ شوہر نے زبانی ہی طلاق دی ہے تو صرف سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگوانے اور لوگوں کے مشہور کر دینے سے طلاق نہیں پڑی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از صاحبزادہ شعیب الاولیاء مولوی فاروق احمد چشتی منیجر دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جو کہ حاملہ ہے اس سے یوں کہا کہ نکل جا! ہم تجھے طلاق دیتے ہیں، نکل جا! ہم تجھے طلاق دیتے ہیں، نکل جا! ہم تجھے طلاق دیتے ہیں تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(۲) طلاق پڑ جانے کی صورت میں زید ہندہ کے نان ونفقہ کا ذمہ دار کب تک ہے؟

(۳) اگر زید نے ہندہ کا مہر نہ ادا کیا ہو تو اسے کتنا مہر دینا واجب ہے؟

(۴) ہندہ کے جہیز کا اور ان زیوروں کا جو کہ ہندہ کو میکے سے ملے ہیں شرعاً حقدار کون ہے؟

(۵) ہندہ حاملہ کا جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کی پرورش کا خرچ کس پر ہے اور کب تک؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ (۱) ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ لان الطلاق قد بلغ النھایۃ (۲) مطلقہ حاملہ کی عدت چونکہ تا وضع حمل ہے اس لئے زید کو ہندہ کا نان ونفقہ اس کے وضع حمل تک دینا پڑے گا۔ لان وضع الحمل حد انقطاع عدتھا۔ (۳) زید پر پورا مہر دینا شرعاً واجب ہے لان المطلقۃ المدخولۃ بھا تستحق المھر کلہ۔ (۴) ان زیوروں اور جہیز کے سامان کی حقدار صرف ہندہ ہے۔ (۵) بچے کی پرورش کا خرچ شرعاً زید پر لازم ہے اور اس کی پرورش کا حق ہندہ کو ہے۔ پرورش کی میعاد شریعت طاہرہ نے سات برس تک رکھی ہے یعنی زید کو اپنے بچے کی پرورش کا خرچ سات برس تک دینا ہوگا لیکن اگر بچہ سات برس سے پہلے ہی اپنے آپ کھاتا پیتا پہنتا استنجاء کر لیتا ہے تو زید سات برس سے پہلے بھی وہ بچہ ہندہ سے لے سکتا ہے۔ فقط۔ واللّٰہ ورسولہ اعلم اجل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بدر الدین احمد رضوی مدرس دار العلوم براؤں شریف

ضلع بستی، ۲۱ر جولائی ۱۹۵۷ء

مسئلہ: از غلام حسین شاہ پور ضلع بستی

زید نے ہندہ سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں کل جا کر اپنی بیوی کو طلاق دے دوں تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس جملہ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں زید کے اس قول سے کہ اگر تم کہو تو میں کل جا کر اپنی بیوی کو طلاق دے دوں اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ رصفر المظفر ۱۳۷۷ھ

مسئلہ: از تصویر علی براؤں شریف بستی

جب ہندہ کی طلاق کے بارے میں بکر نے زید سے پوچھا تو معاً زید نے کہا کہ ہم نے طلاق دے دی تب بکر نے ایک آدمی کو بازار میں گواہی کے لئے تلاش کرنے کے لئے گیا تو انور علی ملے بکر نے کہا کہ زید طلاق دے رہا ہے تم بھی سن لو اس پر زید نے انور علی سے کہا کہ ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ طلاق دے دی ہے تب انور علی نے کہا کہ کاغذ پر لکھ دو تب زید نے کہا کہ زبان سے تو ہم نے طلاق دے دی اب کاغذ پر کیا لکھوں طلاق ہوگئی بیان فرمایئے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ صورت مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ والله ورسوله اعلم جل جلاله وصلى الله عليه وسلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد رضوی
من اساتذہ دار العلوم براؤں شریف

مسئلہ: از محمد یوسف مڑلا تحصیل نوگڑھ بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک بار کہا: ''میں طلاق دیتا ہوں'' تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر زید اپنی بیوی کے ساتھ پھر رہنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اب اگر زید پھر اسی عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرے یعنی بغیر نکاح کئے اس کے ساتھ رہے اور اگر عدت ختم ہوگئی تو اب اس کے ساتھ پھر سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کرے حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از غفور علی ساکن کڑی ضلع بستی

بکر نے اپنی بیوی کے بارے میں یہ تحریر لکھی کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں یعنی کھانے اور کپڑے میں یا میرے اندر نامردی کی شکایت پائی جاوے تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا اس میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان شرطوں میں سے کوئی بھی شرط پائی جاوے تو کون سی طلاق پڑے گی؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ یہ تحریر کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں......الی تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا۔ بیکار، بے اعتبار ہے خانیہ میں ہے: ولو قال الزوج دادہ انگار اوقال کردہ انگار لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیہ احسبی انک طالق وان قال ذلک لایقع وان نویٰ. واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰/رجب ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از محمد حسین اوجھا گنج ضلع بستی

زید اپنی بیوی سے ناراض تھا اسی دوران میں اس کے والد آگئے وہ اپنے والد کے ساتھ میکے چلی گئی چند دن گزرنے کے بعد زید و بکر سے لانے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی زید بیوی سے ناراض تو تھا ہی اس نے بکر سے کہا میں نے اس کو طلاق دی تین مرتبہ یہی لفظ کہا ان سب باتوں کی اطلاع زید کی بیوی کو نہیں ہے تو طلاق ہوئی یا نہیں اب زید اس کو رکھنا چاہتا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب اگر زید اس کو پھر رکھنا چاہتا ہے تو عورت عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کے بعد ہمبستری کرے اور پھر طلاق حاصل کرے یا شوہر ثانی مر جائے تو پھر دوبارہ عدت گزارنے کے بعد شوہر اوّل کے ساتھ عقد کر سکتی ہے۔ اگر شوہر ثانی نے بغیر مجامعت کئے ہوئے طلاق دے دی تو شوہر اوّل کے ساتھ ہرگز ہرگز نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط واللہ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹/ذوالقعدہ ۱۳۷۸ھ

مسئلہ: از برکت اللہ مقام و پوسٹ چوکھڑا بازار ضلع بستی یو۔پی

زید کی منکوحہ ہندہ کے ورثاء نے زید کو کمرہ میں بند کر کے طلاق نامہ لکھ کر طلاق پر زبردستی زید کا انگوٹھا لے لیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکوہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کمرہ میں بند کرنے پر اگر اکراہ شرعی پایا گیا یعنی زید کو ضرر رسانی کا اندیشہ ہوا اور اس نے بند کرنے والوں کو ضرر پر قادر بھی سمجھا اس صورت میں اگر اس نے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگا دیا مگر نہ دل میں طلاق دینے کا ارادہ کیا اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع نہ ہوئی، اور اگر زید کو ضرر رسانی کا اندیشہ نہ ہوا تھا یا دستخط کے وقت اس نے دل میں طلاق کے لفظ کا ارادہ کر لیا تھا یا دستخط کرنے کے ساتھ ہی اسی وقت یا بعد میں زبان سے طلاق دینے کا اقرار کیا تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی۔ درمختار میں ہے: یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا اھ۔ اور ردالمحتار جلد دوم ص ۴۲۱ میں ہے: فی

البحران المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلوا کرہ علی ان یکتب طلاق امراتہ فکتب لاتطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولاحاجۃ ھنا کذا فی الخانیۃ اھ۔ ھٰذا ماعندی والعلم بالصواب عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ عز اسمہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: محمد شکیل احمد رضا قادری

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو عرصہ دو سال قبل زبانی طلاقیں دی تھیں ہندہ کے پاس کوئی طلاق کی تحریر نہیں کیا زبانی طلاق معتبر ہوتی ہے۔ اب ایسی صورت میں کیا ہندہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اب زید نہ تو تحریری طلاق دیتا ہے اور نہ لے جاتا ہے۔ اب ہندہ کیا کرے؟ قرآن وحدیث اور اجماع امت کا جو اصل راستہ ہے اس سے آگاہ فرما کر قوم کو رہنمائی کا راستہ دکھائیں تاکہ قوم اور خاص کر ہندہ راہ راست پر گامزن رہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید نے اگر واقعی تین طلاقیں زبانی دی ہیں تو اس کی بیوی ہندہ زید پر حرام ہوگئی وقوع طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں۔ ہندہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلی جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍شوال المکرم ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از احمد علی انصاری محلہ مومن پورہ خلیل آباد ضلع بستی

عرض یہ ہے کہ کنیز عید کے موقعہ پر دولہا کی اجازت سے اپنے میکے آئی اور دولہا عید کے دوسرے دن کنیز کو بلانے آیا کنیز کے وارثین نے کہا: ''آج رخصت نہیں کریں گے چونکہ شام ہوگئی ہے لہٰذا آج نہیں کل جائیے۔'' معاملہ کچھ مٹ مٹاؤ کا تھا اس لئے کل کا وعدہ کیا گیا تاکہ کل دونوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا جائے گا۔ لیکن دولہا صاحب اسی بات کو لے کر اکڑ گئے اور کہا بھیجنا ہے تو ابھی بھیجو ورنہ طلاق لے لو۔ کنیز کے وارثین نے دولہا کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن ہر کوشش کے بعد یہی کہتا رہا کہ بھیجنا ہو تو ابھی بھیجو ورنہ طلاق لے لو۔ کنیز کے گھر والوں نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا طلاق لکھ کر دو۔ دولہا نے کہا ''مجھے کاغذ قلم دو میں طلاق لکھ دوں''۔ کنیز کے گھر والوں نے دوبارہ جواب دیا کہ کاغذ ہم لوگ کیوں دیں کیا آپ کاغذ کے محتاج ہیں اتنا سن کر دولہا صاحب کو اور طیش آگیا اور گھر کا رخ کیا اور کہا میں جارہا ہوں آؤں گا تو طلاق لے کر آؤں گا یہ کہہ کر چلا گیا۔ اب چار مہینے گزر جانے کے بعد دولہا کے وارثین کنیز کی رخصتی کے بارے میں کنیز کے گھر والوں سے بات چیت کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ دولہا کی باتوں سے طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر نہیں پڑی تو طلاق لینا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر شوہر نے وہی جملے کہے جو سوال میں ظاہر کئے گئے ہیں تو شوہر کی باتوں سے زبانی طلاق نہیں واقع ہوئی، اور بلا وجہ شرعی طلاق دینا یا لینا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند، مبغوض اور مکروہ ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ابغض الحلال الی اللہ تعالیٰ الطلاق لہٰذا صرف اتنی سی بات پر جو سوال میں مذکور ہے طلاق لینا مناسب نہیں۔ وھو اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴؍ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از نظام الدین احمد خیاط موضع کندھئی بڑھرا پوسٹ پورندر پور ضلع گورکھپور

زید اور ہندہ کی شادی ہوئی ہے۔ ہندہ بالغہ ہے اور زید نابالغ ہے۔ زید کے والدین کہتے ہیں کہ ہم طلاق دے دیں گے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے نابالغ ہونے کی حالت میں اس کے والدین کی دی ہوئی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نابالغ کی بیوی کو اس کے والدین کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور خود نابالغ کی بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۶ میں ہے: ''نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی'' اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۳۰ میں ہے: لایقع طلاق الصبی وان کا یعقل ھٰکذا فی فتح القدیر۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۱؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حاجی عظمت علی شاہ پچھوہنی پوسٹ ولدلہ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بایں الفاظ طلاق نامہ تحریر کر دیا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں۔ نیز ہندہ کو مطلقہ ہوئے تقریباً آٹھ دس ماہ گزر رہا ہے۔ اب اتنے دنوں کے بعد دونوں میاں بیوی راضی و رضامند ہیں۔ حضور دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا کوئی صورت ہے جس سے دوبارہ دونوں کا عقد ہو جائے؟ مع حوالہ قرآن وحدیث کے جواب جلدی ارسال کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں اور مذکورہ بالا تحریر سے کون سی طلاق ہوئی؟ بینوا توجروا۔ بالثواب

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ اگر زید کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب اگر زید اسے پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عدت گزر جانے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے۔ دوسرا شوہر اسے ہمبستری کے بعد طلاق دے پھر دوبارہ عدت گزار کر زید سے ناح کر سکتی ہے جیسا کہ پارۂ دوم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ وکماجاء فی حدیث العسیلۃ۔ اور اگر زید کی مدخولہ نہیں تھی تو اس پر ایک طلاق

بائن واقع ہوئی اس صورت میں بغیر حلالہ زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ واضح ہو کہ طلاق والی عورت اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ (سورۂ طلاق) اور اگر نابالغہ آئسہ اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ پارۂ دوم میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ لہٰذا عوام میں جو مشہور ہے کہ مطلقہ کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از محمد ابراہیم موضع بریمیاں پوسٹ دودھارا ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کے پاس ایک خط بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا کہ اب میرا تجھ سے کوئی مطلب نہیں آخر میں لکھا تھا کہ میں نے تجھے جواب دیا' میں نے تجھے جواب دیا' میں نے تجھے جواب دیا تو کیا اس صورت میں ہندہ پر طلاق پڑے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بیشک مدخولہ عورت پر تین طلاقیں یعنی طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ اب ایسی صورت میں ہندہ کو عام اجازت ہے کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح کر لے۔ ہاں اگر وہ اسی شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دوسرے سے نکاح کرے اب وہ شوہر اس کو طلاق دے اب عورت عدت کے دن گزارنے کے بعد شوہر اول پر حلال ہو سکتی ہے ورنہ اور کوئی صورت نہیں میں نے تجھے جواب دیا اور میں نے تجھے طلاق دی دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے' اور اگر ہندہ غیر مدخولہ ہے تو اس کو صرف ایک طلاق بائن پڑے گی۔ لہٰذا ہندہ اگر زید کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو صرف نکاح کرے گی اس صورت میں حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس پر عدت ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد سیّد احمد انجم بستوی

۷؍ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از رمضان علی عرف بھگو ۹۱/۱۹۵ مین گنج مکان نمبر ۳۴ کانپور

زید و ہندہ دونوں تنہا مکان میں رہتے ہیں زید نے کچھ کشیدگی کے باعث اپنی منکوحہ ہندہ کو تین بار کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی اور اس قسم کی تحریر بھی ہندی رسم الخط میں لکھی اور دستخط بھی کیے' اور ہندہ کو دی تو ہندہ نے لینے سے انکار کیا تو زید نے تحریر شدہ کاغذ پھاڑ دیا اور باہر چلا گیا۔ بعد کو ہندہ نے کاغذ اٹھا کر جوڑا اور پڑھا تو اس میں بھی ایک بار لکھا کہ ''میں خوشی سے طلاق دے رہا ہوں''۔ اس کے بعد زید نے اپنے رشتہ داروں سے جا کر کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ان عزیز داروں نے ہندہ کے والدین سے جا کر کہا۔ چنانچہ والدین اپنی لڑکی ہندہ اپنے گھر لے گئے اب زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق دی ہی نہیں اور جو

تحریر لکھی تھی اس سے بھی انکار کرتا ہے۔ ہندہ کہتی ہے کہ اس نے طلاق دی کے الفاظ کہے اور تحریر بھی اس کی ہے۔ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوئی تو رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ جواب سے نوازا جائے۔

الجواب: اگر یہ بیان صرف عورت کا ہے کہ شوہر نے اس سے تین بار کہا کہ تم کو طلاق دی اور اس بات پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل ثقہ گواہ نہیں ہیں اور شوہر انکار کرتا ہے تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور تحریر سے بھی طلاق ثابت نہ ہوگی جب تک حجت شرعیہ قائم نہ ہو۔ لان الخط یشبه الخط فلا یعتبرو القاضی یقضی بالحجة لابمجرد الخط۔البتہ جن رشتہ داروں سے اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ان کی گواہیوں سے رجعی، بائن یا مغلظہ بیان کے مطابق طلاق ثابت ہو جائے گی بشرطیکہ ان میں دو عادل اور ثقہ ہوں ورنہ نہیں پھر شوہر اگر انکار کرتا ہے تو اس سے حلف لیا جائے بعد حلف اس کی بات مان لی جائے کہ حدیث شریف میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر۔شوہر اگر جھوٹی قسم کھا جائے گا تو اس کا وبال اس کے اوپر ہوگا لیکن اگر عورت جانتی ہے کہ شوہر نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو جس طرح ہو سکے روپیہ وغیرہ دے کر اس سے عنانیہ طلاق حاصل کرے اگر شوہر کسی طرح راضی نہ ہو تو اس سے دور رہے کبھی اس کے ساتھ میاں بیوی جیسا برتاؤ نہ کرے اور نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو ورنہ شوہر کے ساتھ وہ بھی سخت گنہگار' مستحق عذاب نار ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ رشوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد بشیر رہرا بازار ضلع گونڈہ

زید کا عقد بکر کی لڑکی زینب کے ساتھ ہوا تھا طرفین کے مابین رنجش اور نااتفاقی ہوگئی اور زن و شوہر میں بھی نااتفاقی ہو گئی۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد زید اپنی بیوی زینب کو لینے آیا بکر نے کہا زینب تمہارے گھر جانے کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا تم اسے طلاق دے دو۔ تو زید نے کہا کہ میں طلاق نہیں دوں گا بلکہ اسے لے جاؤں گا بکر نے کہا اگر نہیں طلاق دو گے تو تمہیں ماروں گا اور گریبان پکڑ کر مارنے کے لئے بھی آمادہ ہو گیا اور اس سے پہلے بکر کی والدہ ایک تحریری طلاق نامہ لکھوا کر رکھے ہوئے تھی لکھنے والا فاسق معلن تھا اور اس پر غیر مسلم کی شہادت تھی اب بکر نے کہا کہ اس پر تم دستخط کرو تو زید نے کہا کہ یہ طلاق نامہ ہے میں اس پر دستخط ہرگز نہیں کروں گا پھر بکر نے سختی کی تو زید نے ڈر کی وجہ سے اس پر دستخط کر دیے پھر بکر نے کہا کہ تم کہو کہ میں خدا ورسول کے یہاں سے طلاق دیتا ہوں تو زید نے اس جملے کے کہنے سے بھی صاف صاف انکار کر دیا مگر بکر نے کہا کہ تم کو زبانی بھی کہنا ہوگا۔ تو بکر کے قول بالا پر زید نے دو مرتبہ صرف ہوں کہا اور تیسری مرتبہ اس قول کا اس نے اقرار کر لیا تو ایسی صورت ہو جانے کے بعد اپنے گھر آ کر زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس وقت ڈر کی وجہ سے نہ سمجھ سکا کیا کہتا ہوں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی؟ رجعی، بائن یا مغلظہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید نے دومرتبہ "ہوں" اگرایسے لہجے میں کہا کہ جس سے انکار سمجھا جاتا ہے تو صورت مستفسرہ میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور اگرایسے انداز میں کہا کہ جس سے اقرار سمجھا جاتا ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ بشرطیکہ عورت مدخولہ ہواس لئے کہ زبان سے کہنے میں اکراہ شرعی کی صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ تنویرالابصارودرمختار میں ہے:یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل و لومکرھا اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵/صفرالمظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: ازشریف الدین ولد صغیرالدین کہاروں کااڈا راۓ بریلی

زید کی اپنی والدہ کے گھریلومعاملہ میں کافی بحث ہوتی رہی۔محض یہ بحث زیداوراس کی بیوی سے تعلق رکھتی تھی زید کی والدہ نے جب زید کی بیوی کا نام لیا کہ تیری بیوی تو ایسی ہے۔بس اتنی بات میں زید نے سخت غصے کی حالت میں کہا کہ بیوی اپنی ایسی کی تیسی میں گئی اور میں نے طلاق دی‘ طلاق دی‘ طلاق دی۔زید نے اس موقع پر بیوی کا نام نہیں لیااورنہ ہی بیوی موقع پر موجود تھی۔زید کی بیوی اپنے میکے میں تقریباً پندرہ یوم ہوۓ گئی ہوئی ہے۔لہٰذاایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگرزید نے اپنی بیوی کا نام نہیں لیامگر جب کہ اس نے یہ کہا کہ بیوی اپنی ایسی کی تیسی میں گئی اور میں نے طلاق دی تو قضاءوقوع طلاق کاحکم کریں گےاس لئے کہ قرینہ یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی ہی کوطلاق دی ہے فتاوٰی رضویہ جلد پنجم ص ۶۰۷ میں ہے: چوں لفظ از ہمہ وجہ اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند اگرایں جاقرینہ باشد کہ باوراجع تراراده اضافت ست قضاءحکم طلاق کنند۔نظراً الی الظاھر واللہ یتولی السر اھ۔اورغصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاۓ گی بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے البتہ اگرشدت غیظ و جوش غضب اس حد کو پہنچ جاۓ کہ اس سے عقل زائد ہو جاۓ خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں اور کیا زبان سے نکلتا ہے تو بیشک یہ صورت ضرور مانع طلاق ہےاوراگراس حالت کو نہ پہنچے تو صرف غصہ ہی ہونا شوہر کومفید نہیں طلاق واقع ہو جاۓ گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: ازمحمد مسلم حبیبی قادری مقام و پوسٹ بدھیادھرپورتحصیل بستہ ضلع بالاسور(اڑیسہ)

زید نے ہندہ سے شادی کی کچھ دنوں کے بعدآپس میں دونوں نے جھگڑا کیا زید نے ہندہ کو مارا ہندہ پڑوسی کے ایک گھر کو چلی گئی پڑوسی نے ہندہ سے کہا کہ تم اپنے شوہر سے طلاق لے لو میں تمہارا دوسری جگہ نکاح کرادوں گا اور ہندہ کی ماں اور دادی آ کر کہنے لگی تم اپنے شوہر سے طلاق لے کر ہمارے گھر چلوان کی ضد میں آ کر ہندہ نے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیااورشوہر نے بھی تین طلاقیں دے دیااوروہ یہاں سے نکل کر دوسری جگہ چلا گیا کچھ دنوں بعدلڑکی جا کرزید کے پاس پہنچی اور پھر سے

دونوں بغیر کسی اصلاح کے آپس میں مل کر ازدواجی زندگی گزارنے لگے مثل میاں بیوی کے اور پھر ابھی گاؤں میں مل کر رہنا چاہتے ہیں گاؤں والوں نے ان کے اس ناجائز تعلقات پر گرفت کی تو دونوں نے کہا شریعت کا جو حکم ہے اس پر عمل کر کے رہنا چاہتے ہیں درخواست یہ ہے کہ دونوں کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ اور کس طرح مل کر رہیں گے تفصیلی بیان فرمائیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں ان دونوں کے لئے شریعت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے میاں بیوی کا تعلق نہ رکھیں پھر عدت گزرنے کے بعد یعنی وقت طلاق وہ حاملہ تھی تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اور اگر حاملہ نہ تھی تو تین حیض آنے کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں اور شوہر ثانی اس سے ہمبستری بھی کرے بعدہ وہ اسے طلاق دے دے یا مرجائے پھر عورت عدت گزار کر زید کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از سمیع محمد مہیا بزرگ۔ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ومرد ساتھ رہتے تھے دونوں نے جھگڑا کیا مرد نے اپنی عورت کو تین بار سے زیادہ کہا کہ "میں نے تجھے طلاق دی" پھر اس کے بعد مرد اسی عورت کو رکھے ہوئے ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: اس مرد وعورت پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر مرد پھر اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو بعد حلالہ اس سے نکاح کرے قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط اور اگر بغیر حلالہ رکھے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از صو بیدار خاں بکولی کلاں ضلع بستی

ہمارے بھائی چھ سال ہو گئے دماغ کی خرابی کی وجہ سے گھر چھوڑ کر نکل گئے کچھ دن کے بعد پھر گھر آ گئے۔ دو چار روز ادھر ادھر رہتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں ان کا یہی کام ہے۔ بات چیت سے پتہ چلتا ہے کہ دماغ نہیں خراب ہے ان کی بیوی کہتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو گھر سے کوئی واسطہ نہیں ہے دو چار آدمی بلا کر ان کے سامنے طلاق دے دی ہے بیوی نوجوان ہے ایک لڑکا

ایک لڑکی ہے دوسری شادی کرنا چاہتی ہے ایسی حالت میں شرع کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب: آپ کے بھائی نے جن لوگوں کے سامنے طلاق دی ہے اگر وہ لوگ طلاق کا دینا ہوش وحواس کی درستگی میں یقینی طور پر سمجھتے ہیں تو طلاق واقع ہوگئی۔ اس کی بیوی عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶؍ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از حاجی معشوق علی شہر اعظم گڑھ۔

ایک شخص نے شراب کے نشہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا کہ جا تجھ کو طلاق دی جا تجھ کو طلاق دی یہی جملہ پانچ چھ مرتبہ کہا نشہ ختم ہونے پر اس شخص نے بتایا کہ میں نے کئی بار طلاق دی ہے مگر تعداد یاد نہیں اور طلاق دینے کی نیت بھی نہیں تھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۳۱ میں ہے:

طلاق السکران واقع اذاسکر من الخمرا والنبیذ ھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط۔ یعنی اگر کسی نے شراب یا نبیذ کے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی ایسا ہی محیط میں ہے اور پھر چونکہ پانچ چھ بار طلاق دی تو اگر وہ عورت شخص مذکور کی مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی ورنہ ایک بائن اور مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق پڑنے کی نیت کی حاجت نہیں: لانہ صریح والصریح مستغن عن النیۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سہیل احمد مقام پورندر پور ضلع گورکھپور

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا میں تم کو نہیں رکھوں گا بلکہ کئی بار یہ کہا کہ میں تم کو طلاق دے دوں گا اور کہا خدا کی قسم! اپنی لڑکی کو رکھوں گا مگر تم کو نہیں رکھوں گا تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟ زید ایسا کہنے کے بعد اپنی بیوی کو رکھے ہوئے ہے۔

الجواب: زید کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی لیکن چونکہ قسم کھانے کے بعد اپنی اس بیوی کو رکھا اس لئے زید پر قسم کا کفارہ واجب ہوا قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان میں سے کسی ایک کی استطاعت نہ ہو تو بحالت مجبوری پے در پے تین روزے رکھے پارہ ۷ رکوع اوّل میں ہے: لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَکَفَّارَتُہٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ

مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم ص ۵۷ میں ہے: فان لم یقدر علی احد ھذہ الاشیاء الثلاثۃ صام ثلثۃ ایام متتا بعات اور زید کا یہ کہنا کہ میں اپنی لڑکی کو رکھوں گا (معاذ اللہ) گناہ، سخت گناہ ہے زید اس بات سے علانیہ توبہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از بہاء الدین مقام نرائن پور ضلع فیض آباد

زید نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک کارڈ پر طلاق لکھوا کر ہوش وحواس کی درستگی میں اس پر دستخط کیے اور دو گواہوں نے بھی دستخط کئے زید کی ماں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ زید پر ناراض ہوئی تو اس نے کارڈ کو پھاڑ یا اور کہتا ہے کہ طلاق نہیں پڑی تو اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی ردالمحتار جلد دوم ص ۴۲۹ پر ہے: لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرار ابالطلاق۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از منشی محب الحسن صدیقی نواب جوت پوسٹ چمرو پور۔ گونڈہ

شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اس نے گونڈہ کورٹ سے طلاق حاصل کی ہے تو اس عورت کو دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کورٹ کی طلاق سے عورت کو دوسرا نکاح کرنا حرام اشد حرام ہے ہرگز جائز نہیں کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کورٹ کو۔ حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍ جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد مسلم قادری مدرسہ اہلسنت فیض العلوم علیمیہ مقام و پوسٹ ہنومان گنج بازار بستی

بکر اپنے بیوی اور پانچ بچوں کو چھوڑ کر کلکتہ چلا گیا کمائی حاصل کرنے کے لئے بکر کلکتہ سے غالباً ڈیڑھ سال کے بعد آیا اسی درمیان میں اس کی بیوی ہندہ کو ناجائز حمل ہو گیا اور اس سے قبل بھی شادی کے بعد تین ناجائز حمل لوگوں کی جانکاری میں زائل ہوئے ایک تو بچہ پیدا ہو گیا تھا اور اب کی بار بھی بچہ پیدا ہو گیا اس کا شوہر بکر کلکتہ سے آیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ میں رکھوں گا تو رکھنے کی کیا صورت ہے؟ اور بکر کا والد کہتا ہے کہ ہم ہرگز ایسے شخص کو گھر میں رہنے نہیں دیں گے اگر تم کو رکھنا ہے تو میرے گھر سے لے کر نکل جاؤ ایک بار ہو تو بھی یہ تو بار بار طوائف کا کام کرنے لگی ہے سامنے چار پانچ اولاد ہوتے ہوئے غلط کام ایسے شخص کے

ہاتھ سے کھانا پینا درست نہیں تو بکر کے والد کا یہ کہنا کہاں تک جائز اور درست ہے اور مذکورہ معاملہ میں بکر کے خاندان والے ہاتھ بٹا رہے ہیں صرف بکر کا باپ ادھرادھر مارا مارا پھر رہا ہے اور بکر اور اس کے خاندان والے یعنی چچا اور چچازاد بھائی وغیرہ بکر کی بیوی کو جو پہلے ادھرادھر چھپایا گیا تھا زبردستی بکر کے والد کے گھر میں کر لے آئے ہیں اب والد گھر کو چھوڑے ہوئے ہے کھانا پینا دوسرے کے ہاں کرتا ہے ایسی حالت میں صاف اور صریح فیصلہ عطا فرمائیں اور کون کون کس پکڑ میں گرفتار ہے؟

الجواب: ہندہ سے اگر واقعی زنا سرزد ہوا تو ایسی عورت کو طلاق دے دینا بہتر ہے مگر ضروری نہیں یعنی شوہر اگر اسے طلاق نہ دینا چاہے تو طلاق نہ دینے کے سبب وہ گنہگار نہیں ہوگا عورت کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اسے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے غیر مردوں سے میل جول رکھنے اور ان سے بات چیت کرنے سے سختی کے ساتھ روکا جائے قرآن خوانی اور میلاد شریف کرنے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے پھر اس کے بعد اگر بکر کا باپ اس عورت کا پکایا ہوا کھائے تو شرعاً اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جن لوگوں نے ہندہ کی ناجائز حمایت کی ہے ان سب کو بھی علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد یوسف مہتیاں پوسٹ چوکھڑہ۔ ضلع بستی

زید کی لڑکی کی شادی خالد کے ساتھ ہوئی تھی لڑکے کی عمر قریب سات سال تھی پھر نو سال کی عمر میں لڑکے کے خسر نے لڑکے سے طلاق لے لی' اور لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ لڑکی کی دوسری شادی عندالشرع درست ہے یا نہیں؟ اور پہلے شوہر کے پاس جانے کی کیا سبیل ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں خالد چونکہ نابالغ ہے اس لئے اس کی طلاق عند الشرع نافذ نہ ہوئی' اور نہ لڑکی کی دوسری شادی عندالشرع صحیح ہے لڑکی بدستور سابق اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں باقی ہے اور وہ جب چاہے خالد کے پاس جا سکتی ہے بہار شریعت میں ہے کہ طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو' نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی۔ ھٰذا ماظھر لی والعلم عند اللّٰہ ورسولہ

کتبہ: محمد الیاس خاں سالک بارہ بنکوی

۱۰ر ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از عاشق علی مقام وپوسٹ روپ گڑھ بستی

مہدی حسن نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر اپنے خسر ولی دین کے نام رجسٹری کی جناب مہدی حسن کی طرف سے جمعرات النساء کو ہماری مرضی کے خلاف رہنے کی وجہ سے ہم نے اس کو طلاق دی طلاق دی۔

دستخط مہدی حسن۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اس تحریر سے طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑ گئی اور مہدی حسن پھر اس عورت کو رکھنا چاہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: تحریر مذکور اگر واقعی مہدی حسن نے لکھی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی مہدی حسن توبہ کرے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے مہدی حسن اسی عورت کو رکھنا چاہے تو اسے حلالہ کرانا پڑے گا یعنی عدت گزرنے کے بعد عورت دوسرے شخص سے نکاح صحیح کرے وہ شخص اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مرجائے یا طلاق دے تو دوبارہ عدت گزرنے کے بعد مہدی حسن اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ کما فی حدیث العسیلۃ وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبدالغفور نعیمی کھرگوپور۔ ضلع گونڈہ

شوہر اگر طلاق نہ دے اور لڑکی کے ماں باپ کچہری سے طلاق نامہ لکھوالیں تو وہ طلاق قابل قبول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کسی کی بیوی کے لئے کچہری کے حکام کی طلاق ہرگز قابل قبول نہیں کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ حکام کو حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد اسرائیل رضوی مدرسہ حشمت العلوم گائے ڈیہہ پوسٹ چھروپور گونڈہ

بکر کی شادی ہوئی ہندہ کے ساتھ اور ہندہ ابھی غیر مدخولہ تھی کہ بکر نے طلاق دے دی پھر ہندہ راضی ہوگئی۔ میں رہوں گی تو بکر کے ساتھ ہی رہوں گی دوسرے کے ساتھ میرا نکاح نہ کیجئے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر بغیر حلالہ کے دوبارہ ہندہ کو نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں لاسکتا بغیر حلالہ کے' تو حامد نے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کردیا بغیر حلالہ کے' تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں اگر نہیں تو حامد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: بکر نے اگر طلاق مغلظہ نہیں دی تھی تو وہ بغیر حلالہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اس صورت میں حامد پر کوئی جرم نہیں اور اگر اس نے طلاق مغلظہ دی تھی تو بغیر حلالہ کے وہ ہندہ سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا۔ قال اللہ تعالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (پ۲ ع۱۴) اس صورت میں بکر کا نکاح ہندہ کے ساتھ بغیر حلالہ پڑھنے والا حامد سخت گنہگار ہوا اس پر لازم ہے کہ نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور

نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ۷ ع ۱۴) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ رشوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد ذاکر حسین مغلوہوی متعلم دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی۔

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور زید صاحب داڑھی ہے اور ابھی علم دین بھی حاصل کر رہا ہے شادی کے چند دن گزر جانے کے بعد ہندہ نے زید سے کہا کہ آپ شادی کے وقت میرے میکے میں داڑھی لے کر کیوں گئے تھے زید کو بہت زیادہ غصہ آیا اور ہندہ کو ڈانٹا سمجھایا اب جب ہندہ دوسری مرتبہ آئی تو اس نے کہا کہ آپ اپنے والدین اور بھائی سے کبھی بھی الگ نہیں ہوں گے؟ اس پر زید بہت خفا ہوا اور کہا کہ اس سے زیادہ اب مت بولنا وہ خاموش ہوگئی۔ زید کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور ہندہ کو سمجھایا چنانچہ اس نے اقرار کیا کہ اچھا اب ایسا کبھی نہیں کہوں گی اب اس کے بعد سے خوشی سے رہنے لگی چنانچہ زید مدرسہ پر پڑھنے چلا گیا اب ہندہ کو گاؤں کی دو چار عورتیں مل کر سمجھانے لگیں کہ کسی کا کہنا نہ مانو چنانچہ ہندہ زید کے والدین کی بہت بڑی نافرمان بن گئی یہاں تک کہ زید جب گھر پر نہیں رہتا تھا تو ہندہ کے والدین سے زبان درازی کرنے لگتی تھی تو والدین کو اس سے بہت بڑی تکلیف ہوگئی یہاں تک کہ زید کے والدین نے اس سے کہہ دیا کہ اگر آپ کو اس کو رکھنا ہے تو میرے گھر سے نکل جاؤ۔ جب زید نے اتنا سنا تو اس کے دل میں آگ لگ گئی اور سوچا اب میرے والدین مجھ سے ناراض ہو جائیں گے تو آپ ہی بتائیے کہ جب وہ روٹھ جائیں تو دنیا اور عقبیٰ میں کہیں بھی ٹھکانہ نہ مل سکتا ہے؟ اب زید نے یہاں پر طلاق دینا واجب سمجھ لیا یہ نہ سمجھئے گا کہ صرف ماں باپ ہی کی نافرمانی کرتی تھی بلکہ زید کی بھی نافرمان تھی وہ یہ کہ ایک مرتبہ زید پیچش کی بیماری میں اس طرح مبتلا ہو گیا کہ چارپائی سے کوئی اٹھا کر بیٹھا تا تب جا کر بیٹھ پاتا تھا حتیٰ کہ جینے کی کوئی امید نہ رہ گئی تھی ایسے عالم میں بھی ہندہ زید کے پاس آنا مناسب نہیں سمجھتی تھی والدین رات بھر شب بیداری کر کے سینکائی اور دیکھ بھال کیا کرتے تھے اور ہندہ کو بھی تو معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے سکھا دیا ہو کہ اس کے قریب مت جانا۔ چنانچہ جب زید نے غصے میں آکر ہندہ کو مار دیا اور کوئی زیادہ مارا بھی نہیں اس پر ہندہ پوری رات روتی رہ گئی اور ہفتوں تک ہندہ نے زید سے بات چیت کرنا ترک رکھا چنانچہ ایک روز زید کی بھابھی نے ہندہ سے کہا کہ جا کر ان سے معافی مانگ تو لو ہندہ نے کہا کہ اگر ان کو ستائیس مرتبہ غرض ہوگی تو وہ مجھ سے بولیں گے اب زید نے اتنا سنا تو اور بھی زیادہ غصہ لگا اور اسی غصے کے عالم میں اس نے ہندہ کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ سوچا کہ میری وجہ سے میرے والدین مجھ سے ناراض ہو جائیں گے تو جب والدین ناراض ہو جائیں گے تو دنیا بھی خراب اور عقبیٰ بھی خراب میری رائے تو تھی ہی میرے والدین کی بھی یہی مرضی تھی کہ ہندہ کو طلاق دے دو چنانچہ زید نے اپنا کام تمام کر دیا بات ختم۔ اب دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب اس کے بارے میں فیصلہ ہوا تو گاؤں کے ایک مولانا صاحب تھے ان لوگوں نے بلوایا تو مولانا صاحب کہنے لگے کہ

لڑکی چاہے ہزار غلطی کرے مگر پھر بھی وہ طلاق کے لائق نہیں ہے مولانا صاحب زبانی دلیل پیش کرنے لگے کہ اس بات کو مصطفےٰ کے سامنے کہہ سکتا ہوں۔ اور ہندہ کے اندر یہ بھی صفت تھی کہ ایک دم جاہل اوران پڑھ تھی نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا تو زید نے سوچا کہ اس کو کم ازکم اتنا تو پڑھا دیں کہ نماز پڑھ سکے اور کچھ دن تک پڑھایا بھی بغدادی قاعدہ ختم ہونے والا تھا مگر جب زید نے دیکھا کہ مکروفریب اوردغابازی میں لگ گئی تو سوچا کہ اب نہیں پڑھ پائے گی اور نماز میرے ذمے ہو جائے گی اس طرح کی تمام باتیں ہیں تو بیان فرمائیں کہ اب اس حال میں طلاق دینا کیسا ہے؟ اور جو یہ کہے کہ لڑکی چاہے ہزار بار غلطی کرے مگر وہ طلاق کے لائق نہیں ہے اور دلیل پیش کرے کہ اس بات کو مصطفےٰ کے سامنے کہہ سکتا ہوں اس پر کیا حکم ہے اور وہ کیسا ہے اور ایسا کام کرنے سے جو حضرات مخالف ہو جائیں وہ کیسے ہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: ہندہ کے بارے میں جو باتیں سوال میں درج ہیں اگر صحیح ہیں تو بیشک ہندہ اپنے شوہر زید اور اس کے والدین کو ایذا دینے والی تھی اور لائق طلاق تھی دینے کے سبب زید مستحق ملامت نہ ہوا لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ لڑکی ہزار بار غلطی کرے مگر وہ لائق طلاق نہیں اور جو لوگ ایسی نافرمان عورت کو طلاق دینے کے سبب مخالف ہو گئے وہ سب غلطی پر ہیں بہار شریعت میں ہے کہ عورت شوہر کو یا اوروں کو ایذا دیتی ہو تو طلاق دینا مستحب ہے البتہ بیک وقت تین طلاقیں واقع کر دینے کے سبب زید گنہگار ہوا وہ توبہ کرے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از مولانا محمد یعقوب رضوی جامعہ غازیہ سیّد العلوم بڑی تکیہ بہرائچ (یو۔ پی)

زید اپنی لڑکی ہندہ کی شادی ایک جگہ کرنا چاہتا تھا مگر چند وجوہات کی وجہ سے اس کی شادی الگ کر دی گئی۔ چونکہ لڑکے کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا۔ لڑکے کے ذمہ دار اس کے چچا وغیرہ تھے۔ عقد کے وقت جانبین میں نباہ وغیرہ کے متعلق کچھ باتیں ہوئیں کہ لڑکے کو پتہ نہیں حصہ ملے یا نہ ملے۔ اس کے چچا وغیرہ اس لڑکی کو تنگ کریں۔ پھر اس کا پرسان حال کون ہوگا۔ لہٰذا طے پایا کہ ایک کاغذ پر یہ لوگ لکھ دیں کہ اگر ان لوگوں نے لڑکی یا اس کے شوہر کو پریشان کیا تو لڑکی اپنے میکے میں بیٹھ کر اپنا کھانا کپڑا لے سکتی ہے۔ اس پر لڑکے والوں نے کہا کہ اس مضمون کا جو چاہو لکھ لو ہم لوگ اس پر تیار ہیں کہ لڑکے کے حصے کے متعلق جو چاہو لکھوا لو۔ پھر لوگوں نے کہا کاغذ پر دستخط کر دو بعد میں مضمون لکھ دیا جائے گا ایک سادہ کاغذ پر اس کے چچا اور گواہان نے دستخط کر دیئے۔ عقد ہو گیا لڑکی اپنے سسرال گئی چند بار آئی گئی۔ پھر کچھ دنوں بعد (چونکہ لڑکی کا ایک بھائی مولانا ہے اس نے کاغذ پر بعد میں اس طرح مضمون لکھ لیا کہ لڑکے نے طلاق کا مالک بھی لڑکی کو بنا دیا تھا کہ جب لڑکی چاہے گی طلاق لے لے گی) دونوں گھروں میں جھگڑا ہو گیا خاندان میں کچھ لوگ آپس میں لڑ گئے۔ کچھ نے کہا بھیجنا پڑے گا کچھ نے کہا نہیں بھیجا جائے گا پھر یہ ہوا کہ دونوں جانب سے سامان کی واپسی ہو جائے اور شریعت کے مطابق طلاق ہو جائے۔ مگر لڑکی کے بھائی وغیرہ نے کہا کہ

زیور مہر میں ہو گیا۔ اور طلاق کی ضرورت نہیں ہے طلاق اسی کاغذ پر لکھ دی گئی اسی پرانے دستخط کے مطابق۔ اور چپکے سے عدالت سے طلاق لے کر لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی اب پورے علاقہ میں رواج بن گیا ہے کہ مولانا صاحب نے عدالت سے طلاق لے کر الگ نکاح کر دیا ہے لہٰذا ہم لوگ بھی کریں گے اور انہیں کو دیکھ کر دو تین واقعات اور ہو چکے ہیں لہٰذا اور لڑکے کے وارثان و گواہان قسم کھاتے ہیں کہ طلاق وغیرہ کی کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی اور نہ موجود لوگوں میں سے کوئی اور کہتا ہے لہٰذا اس کا جواب مفصل تحریر کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو جائے اور یہ رواج ختم ہو کہ جو چاہے اپنی لڑکی کا عقد عدالت سے طلاق لے کر الگ کر دے اور جن لوگوں نے اس مضمون بنانے اور لڑکی کو الگ عقد کرنے میں حصہ لیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر یہ بات صحیح ہے کہ لڑکے نے لڑکی کو طلاق کا مالک نہیں بنایا تھا تو اس کے بھائی کے لکھ دینے سے لڑکی اپنے اوپر طلاق نہیں واقع کر سکتی اگر چہ شوہر کے چچا وغیرہ نے لڑکی کو طلاق کا مالک بنا بھی دیا ہو کہ لڑکا جب نابالغ ہو اس صورت میں بھی ولی طلاق کا مالک نہیں ہوتا اور کچہری سے طلاق لینا بے کار ہے۔ عند الشرع ہرگز معتبر نہیں کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کچہری کو حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق۔ لہٰذا مولوی نے کچہری سے طلاق لے کر اپنی بہن کی شادی دوسری جگہ کر دی تو اس نے اپنی بہن کو حرام کاری و زنا کاری کے لئے دیا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اس مولوی کی اتباع میں کچہری سے طلاق لے کر دوسری جگہ شادیاں کرنے والے نکاح خواں، گواہ اور میاں بیوی بننے والے سب کے سب سخت گنہگار ہیں اور سب کے برابر اس برائی کا دروازہ کھولنے والا مولوی تنہا گنہگار ہے حدیث شریف میں ہے: من سن فی الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شیء۔ یعنی جو شخص کہ مذہب اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی (مسلم شریف) لہٰذا مولوی مذکور پر لازم ہے کہ وہ اپنی بہن کو واپس لا کر یا تو اس کے شوہر اول کے پاس بھیجے یا باقاعدہ طلاق لے کر شرعی طریقہ سے دوسری جگہ شادی کرے اور کچہری کی طلاق کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور مولوی وغیرہ جتنے ناجائز عقد کرنے والے ہیں اور جو لوگ اس میں کسی طرح حصہ لینے والے ہیں سب علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ر ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از قسیم النساء ہولا پور قاضی

میرا شوہر دلوت علی ولد جان محمد شرابی ہے نشہ کی حالت میں دو دو تین تین یوم تک پڑا رہتا ہے اور شراب پینے سے روکنے پر

مارتا پیٹتا ہے اور سخت اذیت دیتا ہے میرا ہاتھ پکڑ کر بار بار گھر سے نکال دیتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ جا میں نے تجھے طلاق دے دی۔ جب کئی مرتبہ ایسا کر چکا اور میں اپنی جگہ پر اٹل رہی تو آخر مرتبہ اس نے مجھے پھر گھر سے نکال باہر کر دیا اور خود گھر کا دروازہ بند کر کے کسی دوسری جگہ چلا گیا۔ پانچ یوم تک میں ایک نواب صاحب کے یہاں رہی۔ انہوں نے مجھے اپنے کرایہ سے میرے میکے پہنچا دیا۔ میں نے دو گواہوں کے سامنے بحلف بیان کر دیا۔ ازروئے شرع کیا حکم ہوتا ہے؟ آیا مجھ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ بحکم شرع صاف صاف تحریر فرمائیں عین مہربانی ہوگی۔

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر واقعی دولت علی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اگرچہ شراب کے نشہ میں دی ہے تو طلاق واقع ہوگئی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ۳۳۱ میں ہے: طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ وھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط۔ وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ر شوال ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از محمد رئیس ساکن کٹیا۔ شاہ پور ضلع بستی

زید اپنی بیوی ہندہ کو عرصہ آٹھ سال سے چھوڑے ہوئے ہے۔ حد درجہ انتظار کے بعد ہندہ نے اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو زید کے پاس بھیجا۔ زید نے ساری باتوں کے جواب میں یہ کہا کہ میں اس کو نہیں رکھوں گا بلکہ تین مرتبہ یہی جملہ کہتا رہا تو اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگئی تو ہندہ شرعاً دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: بیوی کے بارے میں یہ کہنا کہ میں اس کو نہیں رکھوں گا اس جملہ سے طلاق نہیں پڑتی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی' اور طلاق یا شوہر کی موت کے بغیر ہندہ کا دوسرا نکاح جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از ہارون رشید ہریا تحصیل خاص ضلع بستی

ہمارے بھائی محمد اسلام کو جب غصہ چڑھتا ہے تو جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایک دن اس پر اسی قسم کا غصہ سوار ہوا تو اس نے اپنی مدخولہ بیوی کو بہت مارا اور پھر کئی بار کہا کہ جا ہم تجھ کو طلاق دیتے ہیں۔ جب غصہ اترا تو روتے ہیں، توبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے غضب ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس حالت میں ان کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر اس بیوی کو محمد اسلام پھر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر غصہ اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ عقل زائل ہو گئی تھی اور محمد اسلام کو خبر نہیں تھی کہ میں کیا کہتا ہوں اور زبان سے

کیا لکلتا ہے تو اس صورت میں طلاق نہیں پڑی' اور اگر یہ حالت نہیں پیدا ہوئی تھی تو طلاق مغلظہ پڑ گئی کہ غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے' اور محمد اسلام کی اس بات سے کہ "ہم سے غضب ہو گیا۔" ظاہر یہی ہے کہ ہوش وحواس کی درستگی میں طلاق دی ہے لہٰذا اب اس صورت میں بغیر حلالہ عورت مذکورہ محمد اسلام کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ ۲ ع ۱۴) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح صحیح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ مر جائے یا طلاق دے دے تو عورت دوبارہ عدت گزارنے کے بعد پھر محمد اسلام سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو محمد اسلام سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی کما فی حدیث العسیلة. هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلی اللہ علیه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ رصفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از مسماۃ میرہ بیگم مقام و پوسٹ صدہ۔ گوشائیں گنج ضلع فیض آباد

میری شادی محمد شمیم ولد آغا حسن کے ساتھ عرصہ سات سال پہلے ہوئی تھی اور رخصتی بھی ہو گئی تھی۔ میں تین سال تک ان کے گھر آتی جاتی رہی اسی دوران ایک لڑکا جس کا نام محمد نسیم خاں ہے پیدا ہوا۔ جب محمد نسیم مذکور میرے بطن میں تھا میرے شوہر نے مجھ کو میرے میکہ بھیج دیا۔ بچہ کی پیدائش کے بعد محمد شمیم نہیں آیا اور دروازہ پر کھڑا ہو کر مجھ سے چاند ٹیکی سونے کی جو مجھے بوقت شادی دی گئی تھی مانگا۔ میرے یہ کہنے پر کہ جب میرے بڑے باپ آئیں گے تب دی جائے گی۔ اس نے بلند آواز سے تین بار مجھے طلاق دے دی اور چلا گیا' اور اس کے بعد سے نہیں آیا۔ کیا مذکورہ حالات میں طلاق بائن واقع ہو گئی اور میں دوسرا نکاح کر سکتی ہوں؟

الجواب: اگر واقعی محمد شمیم نے طلاق دی ہے تو صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ البتہ شوہر بیک وقت تین طلاقیں واقع کرنے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے۔ عورت عدت گزرنے کے بعد کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ابرار احمد اشرفی مقام و پوسٹ جمنہا بازار۔ ضلع بہرائچ شریف (یو۔پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ السلام علیکم! عرض یہ ہے کہ زید نے نہایت ہی غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں بیک وقت دیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ایک ہی واقع ہوئی یا کہ تینوں؟ بغیر حلالہ کے کوئی صورت نکل

سکتی ہے یا نہیں؟ اگر میاں بیوی رجوع ہو سکتے ہیں تو کتنی مدت میں؟ مفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ! اگر عورت شخص مذکور کی مدخولہ ہے تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں کہ اب وہ عورت بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں ہو سکتی' اور اگر مدخولہ نہیں ہے مگر بیک لفظ تین طلاقیں دیں مثلاً یوں کہا کہ تجھے تین طلاق' تو اس صورت میں بھی طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۴) اور شوہر بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب گنہگار ہوا تو بہ کرے' اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ البتہ اگر شدت غیظ اور جوش غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ زبان سے کیا کہتا ہوں اور کیا نکلتا ہے تو بیشک یہ صورت ضرور مانع طلاق ہے مگر اس طرح کا غصہ بہت نادر ہے۔ لہٰذا شخص مذکور اگر اس حالت کو نہیں پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں' طلاق واقع ہو گئی۔ هٰكذا في الجزء الخامس من الفتاوىٰ الرضوية. وهو تعالىٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبدالجلیل موضع کول پور ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کی چند غلطیوں ہندہ کے والد عمرا اور اس کی والدہ کے سامنے شمار کرایا اور پھر تحریر لکھ کر دی کہ میں عمر کی لڑکی ہندہ کو طلاق دیتا ہوں' میں عمر کی لڑکی ہندہ کو طلاق دیتا ہوں' میں عمر کی لڑکی ہندہ کو طلاق دیتا ہوں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ پر کوئی طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟ اور اب اس کو اپنے نکاح میں کیسے رکھے؟ کیا کوئی صورت ہے؟ بیان فرمائیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ اگر زید کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ وہ زید کے لئے حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۴) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بعد عدت ہندہ دوسرے کسی شخص سے نکاح صحیح کرے دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مر جائے یا طلاق دے دے تو عدت گزرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے' اور اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری کے طلاق دے دی تو ہندہ اس صورت میں پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔ کما في حديث العسيلة. وهو تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ / ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: علی حسین آڑھتدار دکھن دروازہ بستی

ہندہ عرصہ بیس سال سے اپنے شوہر سے الگ ہو کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ رہنے لگی اور اس کے بچے بھی پیدا ہوئے۔

شوہر نے اسے انواع واقسام کی تکلیفیں پہنچائیں اس بناء پر اس سے الگ ہوگئی تھی مگر اس وقت ہندہ نے یہ نہیں بتلایا کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی تھی آج کل وہ بحلف بیان دیتی ہے کہ میں حلفیہ بیان دیتی ہوں اور قسم کھاتی ہوں کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی تھی تو یہ اس کا بحلف قسم کھانا اس سلسلے میں کہ میری طلاق ہو چکی تھی شریعت طاہرہ کے بموجب صحیح ہے اور شوہر بھی عرصہ ہوا فوت ہوگیا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ہندہ دوبارہ نکاح کر سکتی ہے؟ زید عالم دین ہے وہ کہتا ہے کہ ہندہ کا بحلف بیان کرنا کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی تھی شریعت طاہرہ کے بموجب صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر گواہ نہیں ہیں تو طلاق دینے کے بارے میں عورت کی قسم فضول ہے شرعاً معتبر نہیں کہ وہ طلاق کی مدعی ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں مدعی کی قسم شریعت کے نزدیک قابل تسلیم نہیں حدیث شریف میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر اخرج البیهقی وھو مخرج فی الصحیحین بلفظ البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه واخرج دار قطنی مرفوعا البینة علیٰ من ادعٰی والیمین علی من انکر۔ لہٰذا ہندہ کی قسم سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ پھر جو عورت ایسی بے باک ہو کہ بغیر نکاح دوسرے شخص کے ساتھ بیوی کی طرح رہے اللہ ورسول سے نہ ڈرے، جہنم کے عذاب کی پروا نہ کرے اور پھر بیس سال تک طلاق دینے کو بیان نہ کرے ایسی عورت کا بیان کیوں کر قابل تسلیم ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ طلاق دینے کے بارے میں صرف ہندہ کا بیان اور اس قسم کی فضول و بیکار ہیں شرعاً معتبر نہیں۔ ہاں اگر اس کا شوہر مر گیا تو موت کی عدت گزرنے کے بعد ہندہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از عبداللطیف خاں سینگون ضلع فیض آباد

علن خاں ساکن محمد پور ضلع فیض آباد نے اپنی بیوی نور جہاں کو زبانی تین طلاقیں دی جس کے گواہ حاجی محبوب گوشائیں گنج و حاجی یار محمد گوشائیں گنج فیض آباد وغیرہ ہیں۔ کیا نور جہاں پر مغلظہ طلاق واقع ہوگئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر واقعی علن خاں نے اپنی بیوی نور جہاں کو زبانی تین طلاقیں دی ہیں اور وہ علن خاں کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ ہوگئی کہ وقوع طلاق کے لئے لکھنا ضروری نہیں زبانی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور حاجی محبوب و حاجی یار محمد وغیرہ جن کے سامنے علن خان نے طلاق دی ہے اگر وہ لوگ عادل ہیں تو ان کی گواہیوں سے طلاق ثابت ہو جائے گی۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مشتاق احمد مدرس مدرسہ خادم الاسلام ہتھیا گڑھ۔ ضلع گونڈہ

زید اپنے پڑوسی کے یہاں چند لوگوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا اور زید کی بیوی اس وقت موجود تھی طلاق کے مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی۔ دوران گفتگو زید کی بیوی نے کہا کہ کوئی زید سے نہیں پوچھتا کہ وہ ہمیں روز طلاق دیتا ہے۔ یہ سن کر زید نے قبلہ رو کھڑے ہو کر یہ کہا کہ لوگو! سن لو ہمیں طلاق دیتے ہوئے اس کو دو سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اب زید کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی بلکہ دھمکی کے طور پر ڈرانے کے لئے ایسا کہا تھا۔ لہٰذا اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ جیسا ہو ویسا مسلک اعلیٰ حضرت پر جواب دیں۔

الجواب: زید نے اگر دو سال کے عرصہ میں کم سے کم تین طلاقیں دی ہیں جیسا کہ اس کی بیوی کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۳) اور اگر زید نے زمانۂ سابق میں طلاق نہیں دی ہے تو جب اس نے یہ کہا کہ "ہمیں طلاق دیتے ہوئے اس کو دو سال کا عرصہ گزر گیا"۔ تو اس وقت طلاق واقع ہو گئی اور اس قسم کے الفاظ کہنے پر طلاق پڑنے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں۔ ھٰذا ما ظھر لی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبد القیوم ساکن بھریا پوسٹ مروٹیا بازار ضلع بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک مجمع میں کہا کہ ہم اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں۔ طلاق نامہ لکھ کر تیار کیا گیا۔ زید کے باپ نے زید سے کہا کہ یہاں سے چلو زید کا دستخط طلاق نامہ پر نہیں ہوا کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ صرف منہ سے بولنے پر طلاق پڑی ہے یا نہیں؟ اور صورت مذکور میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں جب کہ طلاق نامہ پر زید نے دستخط نہیں کیے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی یہ کہا کہ ہم اپنے بیوی کو طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی اگرچہ زید نے طلاق نامہ پر دستخط نہیں کیے اس لئے کہ وقوع طلاق کے لئے طلاق نامہ لکھنا یا طلاق نامہ پر دستخط کرنا ضروری نہیں۔ صرف زبان سے کہنے پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ عورت مذکور عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از محمد شریف۔ ماہم بمبئی

محمد شریف کی پہلی بیوی کے والد نے ایک طلاق نامہ محمد شریف کو دیا جس کی نقل درج ہے تاکہ محمد شریف اسے اپنے ہاتھوں سے نقل کر کے اس پر اپنی دستخط ثبت کردے تاکہ اس کی دوسری زوجہ نجمہ اس کے نکاح سے خارج ہو جائے لیکن شریف چونکہ اپنی زوجۂ ثانیہ کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے اس نے اپنے سسر سے پیچھا چھڑانے کی غرض سے اس طلاق نامہ کو ان کی غیر موجودگی میں ایک دوسرے شخص کے ہاتھوں نقل کروا کر اسی شخص سے اس پر اپنے نقلی دستخط کروائے اور طلاق نامہ اپنے سسر کے حوالے کیا محمد شریف کا ارادہ قطعی طلاق دینے کا نہ تھا اور نہ ہی اس نے اپنی زبان سے طلاق کے الفاظ ہی کہے اور اس نے اس طلاق نامہ کو اپنے ہاتھوں سے لکھا اور نہ ہی اس کے کوئی گواہ ہیں کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ بینوا توجروا۔

نقل نامہ طلاق

محمد شریف ابن غلام محمد بمقام ماہم بمبئی نمبر ۱۶ کا رہنے والا ہوں چونکہ میری شادی نجم النساء بنت محمد شریف سے ہوئی تھی جو کہ پندرہ ماہ کا عرصہ ہوا اب تک کسی طرح نباہ کرتا رہا لیکن اب نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مناسب سمجھا کہ ایسی تلخ زندگی سے بہتر جدائی ہے لہٰذا آج بتاریخ ۶ رجنوری ۱۹۷۸ء میں نے اپنی بیوی نجم النساء بنت محمد شریف کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔

(نوٹ) مہر دین میں نے اپنی مطلقہ بیوی کو پہلے ہی ادا کر دیا ہے۔ رہا خرچ عدت تو جس وقت چاہے مجھ سے لے لے۔
دستخط انگلش

الجواب: شوہر خود طلاق لکھے یا دوسرے کو لکھنے کا حکم کرے دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے رد المحتار میں ہے: لوقال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقراراً بالطلاق وان لم یکتب اھ۔ تو صورت مستفسرہ میں شوہر اگر خود لکھتا تو واقع ہو جاتی اور دوسرے کو لکھنے کا حکم کیا تو بھی طلاق واقع ہوگئی۔ شامی میں تاتر خانیہ سے ہے: کتب فی قرطاس اذا اتاك کتابی ھٰذا فانت طالق ثم نسخه فی اخر اوامر غیرہ بنسخه ولم یملہ علیه فاتاھا الکتابان طلقت ثنتین قضاء ان اقرا انھما کتاباہ اوبرھنت وفی الدیانیة تقع واحدۃ بایھما اتاھا ویبطل الآخر اھ۔ اور شوہر کا اقرار کہ میں نے لکھنے کا حکم کیا وقوع طلاق کے لئے کافی ہے اگرچہ دستخط و گواہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: المرأیوخذ باقرارہ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ر رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از نظام الدین انصاری موہن پور اندر پور گورکھپور
جناب قبلہ گاہ مفتی صاحب!

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کہتا ہے کہ ہم اللہ سے نہیں ڈرتے اور بہنوں کی گالی بھی دیتا ہے اسلام کو برا بھلا بھی کہتا ہے زید کی تعلیم عربی، فارسی کی بھی ہے جان بوجھ کر یہ سب باتیں زید کرتا ہے سال بھر پہلے زید یہ باتیں کر چکا ہے اس کے بعد اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک دفعہ دے دیں یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اب پھر اپنی بیوی کو زید رکھنا چاہتا ہے مذکورہ بالا سوالات کا تفصیلی بیان عنایت فرمائیں؟

الجواب: سال بھر پہلے جب زید نے خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور مذہب اسلام کو برا بھلا کہا تو اس وقت کسی دار الافتاء سے فتویٰ پوچھا گیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر فتویٰ پوچھا گیا تو اس پر عمل کیا گیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر عمل کیا گیا تو زید سے اس کی بیوی کا کیسے تعلق رہا کہ اس کو طلاق دینے کی ضرورت پیش آئی؟ پہلے آپ ان سوالوں کا جواب صحیح طور پر لکھیں تو پھر دار الافتاء فیض الرسول سے فتویٰ تحریر کیا جائے گا۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ر صفر المظفر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از اقبال احمد ساکن جوارہ پوسٹ رہرہ بازار ضلع گونڈہ

زید نے ایک لکھنے والے سے کہا کہ چلو ہماری بیوی ہندہ کو طلاق لکھ دیجئے ہندہ زید کی مدخولہ ہے کاتب آیا اس کو معلوم ہوا کہ ہندہ حاملہ ہے تو اس نے کہا کہ تا وضع حمل طلاق نہ دی جائے یہ کہہ کر چلا گیا اور طلاق نامہ نہیں لکھا کچھ دن بعد زید نے ہوش و حواس کی درستگی میں ایک طلاق نامہ لکھا جس میں صرف ایک طلاق لکھی کیا اب زید بغیر حلالہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں جس وقت کہ زید نے کاتب سے کہا کہ چل کر ہماری بیوی کو طلاق لکھ دیجئے اسی وقت ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اگر چہ اس نے طلاق نامہ نہیں لکھا۔ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۹ میں ہے: لکھنے والے سے کہا میری عورت کو طلاق لکھ دے تو یہ اقرار طلاق ہے یعنی طلاق ہو جائے گی اگر چہ وہ نہ لکھے اور رد المحتار جلد ثانی ص ۴۲۹ میں ہے: لو قال للکاتب طلاق امرأتی اقراراً بالطلاق وان لم یکتب اھ۔ پھر اگر وضع حمل یعنی عدت گزرنے سے پہلے زید نے ہندہ سے زبانی یا وطی وغیرہ کے ذریعہ رجعت کر لی تو رجعت ہوگئی پھر بعد وضع حمل اگر زید نے طلاق نامہ میں ایک طلاق لکھی اور اس درمیان میں کوئی زبانی یا تحریری طلاق اس عورت کو نہیں دی تو دوسری طلاق رجعی واقع ہوئی عدت گزرنے سے پہلے پھر رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر زمانہ حمل میں کسی طرح رجعت نہ کی تو بعد وضع حمل دوسری طلاق واقع نہ ہوئی اس صورت میں بھی بغیر حلالہ عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲ر ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از عیدو پہلوان وجمن وغیرہ کالپی سبزی فروشان ضلع جالون

ایک شخص اپنے دولڑکوں کی بارات لے کرلڑکی والے کے گھر گیا۔ لڑکی والے نے بارات کا استقبال کیا اور بڑی خوشی سے بارات کولیا اور ساری برادری کے لوگ جمع ہوئے چونکہ دونوں لڑکے نابالغ تھے ایک کی عمر تقریباً چودہ سال کی تھی دوسرا اس سے بھی کم عمر کا تھا اسی طرح ایک لڑکی کی عمر تیرہ سال کی تھی دوسری اس سے بھی کم عمر کی تھی اس لئے دونوں کے والد کی اجازت سے نکاح ہوا اور قاضی صاحب نے لڑکوں کی قبولیت کرائی اور لڑکیوں کی اجازت بذریعہ وکیل حاصل کی اس کے بعد صبح کو دعوت ہوئی سب نے کھانا کھایا بعد رخصتی کے تیاری شروع ہوئی جہیز کا سامان باہر رکھا گیا لڑکے والوں سے پنچایتی حق لینے دینے پر تکرار ہوگئی اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ لڑائی جھگڑا ہوا مجبور ہو کر لڑکے والوں نے لڑکی والے کی حسب منشا حق دے دیا مگر کچھ درمیانی لوگوں نے جھگڑا بڑھا دیا لڑکے والے سارے حق دے کر اپنی جائے قیام پر چلے گئے بعد میں لڑکی والے نے ان کو بلایا اور کہا کہ ہماری اور آپ کی یہ رشتہ داری چلنے والی نہیں ہے اس لئے آپ ہماری لڑکیوں کو طلاق دے دیجئے چنانچہ لڑکے والوں پر دباؤ ڈال کر اسٹامپ منگوائے گئے اور لڑکی والے نے اپنی حسب منشاء لکھوایا بعد میں لڑکوں کے والد سے اس پر دستخط کرا لئے بعد میں لڑکوں کے والد کے کہنے پر اسٹامپ پڑھ کر سنائے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ طلاق نامہ ہے اسٹامپ پر نہ لڑکوں کے دستخط بنے اور نہ ان کو معلوم ہے کہ ہماری بیویوں کی طلاق ہوگئی اور لڑکیوں کے بھی دستخط نہیں ہیں اور نہ ان کو معلوم کہ ہماری طلاق ہو رہی ہے اور نہ لڑکوں کے باپ سے لفظ طلاق کہلایا گیا صرف کاتب نے لکھ دیا اور ان سے دستخط کرا لئے گئے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ لڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں صرف ان کے والد نے اس طلاق نامہ پر دستخط کر دیئے اور لڑکوں کو اس کا علم بھی نہ ہوا تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر واقعی لڑکے نابالغ ہیں اور طلاق نامہ پر ان کے ولی نے دستخط کیے تو طلاق واقع نہ ہوئی جیسا کہ بہار شریعت جلد ہشتم ص ۶ میں ہے: ''نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۳۳۰ میں ہے: لان یقع طلاق الصبی وان کان یعقل ھٰکذا فی فتح القدیر۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ رصفر ۹۷ھ۱۳

مسئلہ: از پنچان پنچایت گرام پائر خاص۔ گونڈہ۔

(۱) زید اور ہندہ کا نکاح ان کے والدین نے دونوں کے بچپن ہی میں کر دیا تھا۔ بعد بلوغ ہندہ کے گھر والوں نے رخصتی سے انکار کر دیا اور دھوکہ سے سادہ کاغذ پر زید سے انگوٹھا لے کر اس پر طلاق نامہ لکھا۔ ایسی صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ (۲) بکر نے پنچایت میں گفتگو کے دوران جب کہ پنچ صاحبان نے اس کو معاملات قرآن وحدیث کی روشنی میں نپٹانے

کے لئے کہا' تو بکر نے کہا کہ ہم قرآن وحدیث کو نہیں مانتے۔ تو بکر کے بارے میں شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب۔ (۱) اگر انگوٹھا لیتے وقت نہیں بتایا کہ اس پر تمہاری بیوی کا طلاق نامہ لکھا جائے گا اور واقعی دھوکا سے سادہ کاغذ پر انگوٹھا لینے کے بعد طلاق نامہ لکھا تو شرعاً طلاق نہیں واقع ہوئی۔ وھو تعالٰی اعلم

(۲) جو شخص یہ کہے کہ ہم قرآن وحدیث کو نہیں مانتے وہ کافر ہو گیا مسلمانوں پر اس کا بائیکاٹ کرنا لازم ہو گیا اگر ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل جلالہ وصلی المولٰی علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رمضان علی مٹھیہاں ڈاکخانہ ہریا بستی

زید اپنے گھر سے باہر جا رہا تھا۔ راستے میں اس کی سسرال والوں نے اسے گھیر لیا اور جان لینے کی دھمکی دے کر زبانی اور تحریری طور پر اس سے طلاق لے لی تو ایسی صورت میں طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں طلاق واقع ہوگئی جیسا کہ شامی جلد دوم ص ۴۲۱ میں ہے: طلاق المکرہ صحیح۔ اور بہار شریعت جلد ہشتم ص ۱۰ میں ہے کہ کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا مگر نہ دل میں ارادہ کیا نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ یعنی اگر لکھتے وقت دل میں طلاق کا ارادہ ہے یا زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالٰی ورسولہ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ر جمادی الاخرٰی ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: از محمد ہاشم رضا مدرسہ فیض القرآن نیو سوسائٹی چونا بھٹی سنتا کروز بمبئی نمبر ۵۴

ساجدہ کو اپنے شوہر زید کے یہاں سے آئے نو ماہ ہو گئے اور آنے کے کچھ دنوں بعد ساجدہ نے کہا کہ مجھ کو میرے شوہر نے طلاق دے دی ہے اور جب ساجدہ کا باپ سات ماہ بعد اس کے شوہر کے یہاں طلاق نامہ لانے جاتا ہے تو زید کی غیر موجودگی میں زید کا باپ اور قاضی پنچ زید کی طرف سے طلاق نامہ لکھ کر ساجدہ کے باپ کے حوالہ کرتا ہے۔ از روئے شرع زید کے باپ قاضی اور پنچ کا زید کی طرف سے زید کی غیر موجودگی میں طلاق نامہ لکھ کر دینا کیا درست ہے؟ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو ساجدہ کو عدت گزارنی ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں بقول ساجدہ اگر واقعی شوہر نے اسے طلاق دی ہے تو جس وقت دی اسی وقت طلاق واقع ہوگئی۔ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق نامہ ضروری نہیں زبانی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ زید کے باپ اور قاضی وغیرہ نے اگر زید کی زبانی طلاق کی تحریری گواہی دی ہے تو یہ تحریر وقوع طلاق کے لئے مزید ثبوت بنے گی اور طلاق واقع ہونے کی صورت میں عدت گزارنی واجب ہے جس کا زمانہ وقوع طلاق سے محسوب ہوگا، اور اگر شوہر نے طلاق نہیں دی تھی اس کے باپ

اور قاضی وغیرہ نے زید کی طرف سے طلاق نامہ لکھ دیا تو ساجدہ پر طلاق واقع نہ ہوئی۔ از روئے شرع زید کے باپ اور قاضی اور پنچ کو زید کی غیر موجودگی میں طلاق نامہ لکھنا اور ساجدہ کے باپ کے حوالہ کرنا ہرگز درست نہیں۔ ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عنداللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰؍رجب ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از محمد فصیح اللہ گورابازار ضلع بستی

ابراہیم نے اپنی مدخولہ بیوی بشیر النساء کے بارے میں ایک تحریر لوگوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے مرتب کی جس میں تین بار طلاق لکھی پھر اس طرف ایک مولوی صاحب کا گزر ہوا لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب طلاق نامہ آپ ٹھیک سے لکھ دیجئے۔ تو مولوی صاحب نے ایک تحریر مرتب کی جس میں صرف ایک طلاق لکھی مولوی صاحب کی لکھی ہوئی تحریر پر ابراہیم نے اپنے دستخط کیے اور اپنے مرتب کردہ تحریر کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بشیر النساء پر کون سی طلاق ہوئی؟ ابراہیم نے عدت گزارنے سے پہلے بشیر النساء کو پھر رکھ لیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں ابراہیم کی مرتب کی ہوئی تحریر سے بشیر النساء پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اگرچہ وہ پھاڑ دی گئیں۔ بعد میں مولوی صاحب مذکور کا طلاق نامہ میں صرف ایک طلاق لکھنا اور ابراہیم کا دوسرے طلاق نامہ پر دستخط کرنا لغو ہے۔ ابراہیم و بشیر النساء کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات رکھنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ بغیر حلالہ بشیر النساء ابراہیم کے لئے حلال نہ ہوگی۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بشیر النساء عدت گزرنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح صحیح کرے دوسرا شوہر ہمبستری کے بعد اسے طلاق دے یا فوت ہو جائے تو بشیر النساء پھر عدت گزارنے کے بعد ابراہیم سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بشیر النساء سے ہمبستری نہیں کی اور طلاق دے دی تو ابراہیم کے لئے حلال نہ ہوگی جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۴ میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶؍ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از حیثیت دار موضع سہری ڈاکخانہ بڑھنی چاپھا ضلع بستی

محمد نسیم کی شادی ابرالنساء کے ساتھ اس وقت ہوئی جب کہ دونوں نابالغ تھے جب دونوں بالغ ہوئے تو ابرالنساء دوبارہ

رخصت ہوکر محمد نسیم کے یہاں آئی اور دونوں میاں بیوی کے طور پر رہتے تھے پھر آپس میں کچھ جھگڑا ہوا تو ابرالنساء جب کہ اپنے میکے میں تھی تو محمد نسیم نے ایک میاں صاحب سے اپنی بیوی کے بارے میں تین طلاقیں لکھوائیں جب محمد نسیم کے والد اس طلاق نامہ کو لے کر ابرالنساء کے میکے گئے وہاں پنچایت ہوئی تو ابرالنساء محمد نسیم کے ساتھ رہنے کو راضی ہوگئی اور محمد نسیم بھی اپنی بیوی کو رکھنے کے لئے راضی ہوگیا اور طلاق نامہ محمد نسیم کے والد نے پھاڑ کر پھینک دیا ابرالنساء اور اس کے گھر والوں کو اس طلاق نامہ کی اطلاع تک نہ ہوئی تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ابرالنساء پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟ اگر محمد نسیم ابرالنساء کو پھر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں محمد نسیم نے جس وقت میاں صاحب سے اپنی بیوی کے بارے میں تین طلاقیں لکھوائیں اسی وقت اس کی بیوی ابرالنساء پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ ابرالنساء محمد نسیم کے لئے حلال نہیں ردالمحتار میں ہے: "لوقال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرار بالطلاق وان لم یکتب اھ۔ وقال اللّٰہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ" اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد ابرالنساء کسی دوسرے مرد سے صحیح نکاح کرے اور یہ دوسرا شوہر ابرالنساء سے ہمبستری بھی کرے پھر دوسرے شوہر کی موت یا طلاق کے بعد عدت پوری کرنے پر ابرالنساء دوبارہ محمد نسیم سے نکاح کرسکتی ہے اور دوسرے شوہر نے اگر ہمبستری کئے بغیر ابرالنساء کو طلاق دے دی تو وہ محمد نسیم سے نکاح نہیں کرسکتی۔ واللّٰہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰؍ ذی القعدہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از ذاکر حسین تتری بازار۔ نوگڑھ بستی

زید نے اپنی عورت مدخولہ ہندہ کو ایک طلاق نامہ بصورت و بزبان ہندی لکھا جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے جواب شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہم کہ محمد حنیف پتر تحصیلدار گرام بلوا اودے راج گنج بستی کے نواحی ہیں میری شادی طریق النساء بنت ذاکر حسین گرام حسین گنج تتری بازار ضلع بستی نوگڑھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی آپس میں میل وملاپ نہ ہونے کے کارن ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہے تلک نامہ لکھا انسی خوشی سے تا کہ سمے پر کام آوے۔

محمد حنیف بلوا اودے راج گنج بستی۔

الجواب: مذکورہ بالا تحریر سے محمد حنیف کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی اگرچہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۲۳ پر فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ہے کہ "ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کرلے مجھے تیری حاجت نہیں، مجھے تجھ سے سروکار نہیں، تجھ سے مجھے کام نہیں۔ غرض نہیں، مطلب نہیں۔" رہی یہ بات کہ اس نے اپنی تحریر کو طلاق نامہ کہا

تو جس تحریر میں طلاق نہ ہواسے طلاق نامہ کہنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر شوال المکرّم ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از فیض اللہ ساکن رسول آباد امرڈوبھا۔ پوسٹ بکھرہ۔ بستی

ہندہ کے بھائی نے ہندہ کے شوہر سے حسب ذیل گواہان کی موجودگی میں پانچ روپے کے اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھوا کر شوہر مذکور سے دستخط لے کر ہندہ کے پاس بھیج دیا۔ طلاق نامہ کی عبارت حسب ذیل ہے:

۷۸۶ تاریخ ۱۴-۷-۷۸ء

اصغر علی ولد ناظر علی میں راضی خوشی سے اپنی عورت عبیر النساء کو طلاق دے رہا ہوں اور ہمارے اوپر کسی طرح کا دباؤ نہیں ہے اور نہ کسی چیز کا لین دین رہ گیا ہے اصغر علی۔ میں راضی خوشی سے طلاق دے رہا ہوں' میں راضی خوشی سے طلاق دے رہا ہوں' میں راضی خوشی سے طلاق دے رہا ہوں' ان گواہوں کے سامنے کی بات ہے۔

(۱) اسلام ولد بقرعیدی موضع پرسا

(۲) قدرت ولد حوصلدار موضع محلّہ

(۳) رمضان موضع بیلا

اصغر علی

نشان انگوٹھا

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں ہندہ پر طلاق از روئے شرع واقع ہوئی کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نمازی' پرہیزگار' ثقہ' عادل' قابل قبول شرع کی شرعی گواہی سے طلاق ثابت ہوتی ہے لہٰذا صورت مستفسرہ میں تاوقتیکہ شرعی گواہی سے طلاق دینا ثابت نہ ہو وقوع طلاق کا حکم نہیں کریں گے۔ ھٰکذا فی الجزء الخامس من الفتاویٰ الرضویۃ. وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر شوال المکرّم ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از قاضی محمد ابراہیم امام مسجد جین آباد ضلع سوریندر نگر

ایک شخص جس کی شادی ہوئے کئی سال ہوئے بیوی اس کے گھر آئی اور رہتی تھی درمیان زن وشوہر کے نااتفاقی ہوئی جس کی بناء پر لڑکی کے میکے کے لوگ شخص مذکور کو راستے میں پکڑ کر چاقو چھری لے کر اس شخص کو مار ڈالنے پر تیار ہوئے اور کہا کہ اس صورت پر تم کو چھوڑیں گے کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے دو اور فوراً جائے وقوع پر ہی کاغذ پر طلاق نامہ لکھ کر دستخط کرا کر اس کو چھوڑ

دیا حالانکہ نہ یہ شخص طلاق دینا چاہتا ہے اور نہ لڑکی طلاق چاہتی تھی ایسی صورت میں کیا یہ طلاق واقع ہوگئی اور اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی؟ اور اب یہ عورت دوسری جگہ اس ماں باپ کی رضامندی پر دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر شخص مذکور نے طلاق نامہ پر دستخط کرنے کے ساتھ زبان سے بھی طلاق دی تو طلاق واقع ہوگئی اور اگر صرف طلاق نامہ پر دستخط کیے مگر دل میں نہ طلاق کا ارادہ ہوا اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع نہ ہوئی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۳۳ میں ہے: "طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر واقع ہو جائے گی نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا مگر یہ زبان سے الفاظ طلاق کہنے میں ہے اگر کسی کے جبر یا اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دیا اور زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی تنویر الابصار میں ہے: یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولومکرھا اومخطا وفی ردالمحتار عن البحران المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلو اکرہ علیٰ ان یکتب طلاق امرأته فکتب لاتطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة اھ۔ مگر یہ سب اس صورت میں جب کہ اکراہ اکراہِ شرعی ہو کہ اس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہوا اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اسے اپنے سخت اصرار سے مجبور کر دیا اور اس کے لحاظ پاس سے لکھتے بنے یہ اکراہ کے لئے کافی نہیں یوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی انتھیٰ کلامہ۔ اور بہار شریعت ہشتم ص ۱۰ پر ہے: کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دی مگر نہ دل میں ارادہ ہے نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہوگی مجبوری سے مراد شرعی مجبوری ہے۔ انتھیٰ کلامہ بالفاظہ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از رحمت اللہ انصاری، شہرت گڑھ بستی

زید اور اس کی مدخولہ بیوی ہندہ کے مابین کچھ نا اتفاقی ہوگئی تھی کچھ ہی ایام گزرے تھے کہ زید نے کہا کہ تم مجھ سے معافی مانگ لو تا کہ سارا معاملہ ختم ہو جائے عورت نے جواب دیا کہ میری کوئی غلطی نہیں ہے میں کیوں معافی مانگوں، شوہر نے ڈانٹا اور اس کی غلطیاں بتا کر کہا کہ یا تو تم معافی مانگو یا مجھ سے طلاق رجعی لے لو لیکن اگر میں طلاق دوں گا تو ایک مجلس میں ایک ہی طلاق دوں گا یہی جملہ اس نے دو یا تین بار دہرایا بعدہ عورت نے معافی مانگ لی اور اب دونوں میں اتفاق ہوگیا ہے، تو جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی ہندہ پر کوئی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟ براہ کرم جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: شوہر نے اگر صرف وہی جملے کہے ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو اس کی بیوی پر کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی۔ لیکن اگر وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے تو اللہ واحد قہار کی پکڑ بہت سخت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ از نذیر الدین سلطان پور (یو۔پی)

مندرجہ ذیل تحریر سے طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ میں شمع بیگم آج ۸،۸۲/۲ع دن سوموار کو اپنی خوشی سے طلاق دیتی ہوں کیونکہ میرے شوہر شری زاہد علی ولد امتیاز احمد سے آپس میں میل جول اور آپسی محبت نہ ہونے کی وجہ سے میں شمع بیگم پتری یٰسین احمد اپنی مرضی سے طلاق دیتی ہوں اور اس بارے میں عدالت میں شری زاہد علی ولد امتیاز احمد کے نام کوئی کارروائی نہ کروں گی کیونکہ میں اپنی خوشی سے طلاق دیتی ہوں، اور جو لڑکا اظہار عالم ہم دونوں کی شادی کے بعد پیدا ہوا ہے اس کا فیصلہ عدالت کرے گی کیونکہ اس کی عمر لگ بھگ چار مہینے ہے۔ کسی طرح کے لین دین کے بارے میں عدالت میں کوئی کارروائی نہیں کروں گی۔ میں شمع بیگم پتا کا نام یٰسین احمد اپنی خوشی سے طلاق دیتی ہوں۔

نشان انگوٹھا زاہد علی

الجواب: تحریر مذکور لغو اور بے کار ہے اس سے شمع بیگم پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ وہ بدستور اپنے شوہر زاہد علی کی بیوی ہے اس لئے کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ عورت کو جیسا کہ پارۂ دوم ع ۱۵ میں ہے: بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔ اور حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق۔ اور تحریر مذکور پر شوہر کے دستخط کرنے سے طلاق واقع ہونے کو سمجھنا غلط ہے۔ اس لئے کہ جب وہ طلاق نامہ پر دستخط کرے گا تو پڑے گی اور تحریر مذکور چونکہ عورت کی طرف سے ہے اس لئے وہ طلاق نامہ نہیں ہے۔ ھٰذا ماظھرلی والعلم بالحق عنداللّٰہ تعالیٰ ورسولہ جل شانہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد حسین خاں موضع برکھنڈی جوت۔ پوسٹ اموڑھا۔ ضلع بستی

ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور نکاح کے بعد جب رخصتی کا وقت ہوا تو ہندہ اور زید کے وارثین کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا یہاں تک کہ مار پیٹ کی نوبت آ گئی۔ زید کے والد نے ہندہ کے والد کو گالیاں وغیرہ دیں جس سے بات بڑھ گئی اور زید اپنی بارات لے کر واپس چلا یہ کہتے ہوئے کہ میں رخصت کرا کے نہیں لے جاؤں گا۔ جس پر ہندہ نے بھی کہا کہ میں اب اس گھر نہیں جاؤں گی۔ جہیز وغیرہ کے سامان واپس کر لئے اور زید کو بلا کر ایک سادہ کاغذ پر دستخط لے لئے اور چند گواہان کے سامنے زید سے یہ کہا کہ اگر تم واپس نہیں آئے تو اسی دستخط پر طلاق نامہ لکھ لیا جائے گا مگر زید بالکل خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دے کر چلا گیا۔ اب عرصہ دو سال کا ہوا زید واپس نہیں آیا۔ ایک بار پنچایت ہوئی جس میں پنچ نے کہا کہ تم دونوں فریق آپس میں مصافحہ کر لو جس

پر زید کے والد نے جواب دیا کہ قیامت تک نہیں ملوں گا چونکہ ہندہ سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے زید نہ اب تک آیا اور نہ ہی ہندہ جانے کے لئے تیار ہے تو اس صورت میں ہندہ کی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر طلاق نہیں ہوئی تو چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی کہ سادہ کاغذ پر دستخط کرنا عندالشرع بے کار ہے۔ ہاں جب کہ شوہر یہ کہتا کہ اگر میں فلاں وقت تک نہ آؤں تو میری بیوی کو طلاق ہے تو اس صورت میں فلاں وقت تک نہ آنے پر طلاق واقع ہو جاتی اور ثبوت کے لئے اس کاغذ پر طلاق لکھ لینا صحیح ہو جاتا لیکن جب شوہر سے یہ کہا گیا کہ اگر تم واپس نہیں آئے تو اس دستخط پر طلاق نامہ لکھ لیا جائے گا اور اس نے اس بات کی تائید نہیں کی بلکہ خاموش رہا تو اس کاغذ پر طلاق لکھنا بے کار ولغو ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ طلاق حاصل کئے بغیر عورت کا دوسرا نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں کہ نکاح بدستور جاری ہے۔ اگر زید کے ساتھ ہندہ کے گزارے کی صورت نہ ہو اور اس کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو جس طرح بھی ہو سکے اس سے طلاق حاصل کی جائے۔ بغیر طلاق لئے اگر دوسرا نکاح کیا جائے تو نکاح کرنے والوں کا سب مسلمان بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (پ۷ع۱۴) ھٰذا ماعندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲؍ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد احسان اعظمی صدر مدرس مدرسہ فیض الاسلام قصبہ مہنداول ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دی ہندہ نے عدت گزاری پھر دوسرے شخص سے نکاح کیا اس نے بھی طلاق مغلظہ دی اس کی بھی عدت گزاری لیکن ہر دو عدتیں اس نے شوہر اول کے گھر میں ہی گزاریں نیز جس طرح کام کاج پہلے کیا کرتی تھی اس طرح بعد طلاق بھی کرتی رہی۔ یعنی کھانے پکانے رہنا سہنا اول ہی شوہر کے گھر اور ہر طرح کی پرسش کے بعد زوجین یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے حدود شرعیہ کے خلاف اس مدت میں کوئی قدم نہیں اٹھایا اب فرمائیں کہ حکم شرع کیا ہے؟ کیا اول شوہر سے نکاح ہندہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ ہر دو صورتوں سے آگاہ فرمایا جائے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نے زید کے طلاق دینے کے بعد عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح صحیح کیا ہو اور دوسرے نے بعد وطی (ہمبستری) طلاق دی ہو اور ہندہ نے پھر دوبارہ عدت گزاری تو اب وہ شوہر اول زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو اور زمانہ عدت میں شوہر اول کے گھر رہ کر کاروبار کرنا جواز نکاح کو مانع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍صفر المظفر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از عبدالغفور اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر برونی جنکشن

زید نے گھریلو جھگڑے کی وجہ سے اپنے بھائی اور والدہ کو خوش کرنے کے واسطے اپنی بیوی کو غصہ میں اٹھ کر لگاتار تین بار زبانی کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی۔ طلاق دی۔ طلاق دی۔ ہندہ کی گود میں ایک بچی قریب ۱،۲/۱ سال کی ہے۔ ہندہ ابھی بھی زید کے گھر میں پہلے کی طرح ہنسی خوشی رہتی ہے اور سارا خرچ زید دیتا ہے۔ ہندہ اور زید میں پہلے اور آج بھی کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں تھا اور نہ ہے۔ طلاق کے واقعہ کے بعد ہندہ کو حیض آیا۔ زید غصہ کی غلطی پر بہت شرمندہ ہے۔ زید اور ہندہ ایک ساتھ رہ کر ہنسی خوشی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی کے سبب دی جاتی ہے۔ ہاں اگر غصہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کے سبب عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں اور زبان سے کیا نکلتا ہے تو اس صورت میں بیشک طلاق نہیں واقع ہوگی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید اگر اس حالت کو نہیں پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ہندہ کی گود میں بچی کا ہونا اس کا ہنسی خوشی سے رہنا، زید و ہندہ کے درمیان پہلے کسی جھگڑے کا نہ ہونا، طلاق کے بعد ہندہ کو حیض آنا اور زید کا اپنی غلطی پر شرمندہ ہونا۔ یہ ساری باتیں طلاق کے اثر کو زائل نہیں کر سکتیں۔ شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس عورت کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق نہ رکھے اس سے ہمبستری کرنا زنا ہوگا۔ مسئلہ معلوم ہے تو زانی قرار دیا جائے گا۔ شرعاً زنا کی سزا کا مستحق ہوگا، اولاد ولدالزنا ہوگی اور ترکۂ پدری سے محروم۔ اگر اس عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو حلالہ کے بعد لا سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط (پ۲ ع۱۳) اگر شخص مذکور اس عورت سے میاں بیوی جیسا تعلق رکھے تو سب مسلمان خصوصاً رشتہ داروں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ: وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (پ۷ ع۱۴) ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ر ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبدالرشید مقام و پوسٹ التفات گنج ضلع فیض آباد (یو۔ پی)

ایک شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں لکھا کہ تیلا کھلوا اپنا انتظام کرو۔ جاؤ چھوڑ رہا ہوں اب نہیں رکھوں گا' تیلا کھلو دے دوں گا دے دی ہے۔ تیلا کھ دے رہا ہوں' تمہارا رشتہ ختم ہو گیا ہے' تجھے چھوڑ دیا ہے' تم کہیں اپنا اور دیکھو' ہم سے تیلا کھ لے لو۔ میں تیلا کھ دے رہا ہوں' دے رہا ہوں' دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ تحریر سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: عورت اگر شخص مذکور کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے

حلال نہیں قال اللہ تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (پ۲ ع۱۴) وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵/ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبدالرؤف قادری رضوی موضع ایدیا۔ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ

زید پڑھا لکھا نہیں ہے اس نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک طویل مضمون پر مشتمل طلاق نامہ لکھایا۔ لکھانے کے بعد شروع سے آخر تک طلاق نامہ کو پڑھوا کر سنا بعدہ اس طلاق نامہ پر اپنا نشانی انگوٹھا ثبت کیا۔ طلاق نامہ میں اس صراحت کے ساتھ جملے تحریر ہیں کہ: "ہندہ کو طلاق لکھی، ہندہ کو طلاق دی، ہندہ کو طلاق دی۔ اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟ جواب عطا فرما کر بندہ نوازی فرمائیں۔

الجواب: اگر ہندہ زید کی مدخولہ ہے تو صورت مسئولہ میں اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ وہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (پ۲ ع۱۴) ھٰذا ماظھرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالٰی ورسولہ جل شانہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از غلام اللہ پرسوہیا پوسٹ پورندر پور۔ ضلع گورکھپور

عظیم اللہ نے اپنی شادی عدالت کی لڑکی زیب النساء سے کی رخصتی ہونے میں جھگڑا پیدا ہوا عظیم اللہ کے باپ عباس علی نے کچھ روپے عدالت سے بطور قرض لیا تھا دینے سے انکار کیا یہی جھگڑے کا سبب بنا عدالت نے کہا کہ ہم اپنی لڑکی تمہارے یہاں نہیں بھیجیں گے تو عظیم اللہ نے کہا کہ ہم طلاق دے دیں گے عدالت کے ساتھ پچھی پور بازار میں پانچ آدمی بات میں شامل تھے جو دونوں فریقوں کے طرفدار تھے عدالت نے کہا اوّل تو ایسا نہ کرو اور اگر نہیں مانتے ہو تو طلاق دے دو ساتھ کے لوگ بھی موجود تھے اتنے میں عظیم اللہ نے کہا طلاق دیتا ہوں اور جواب لکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر کاغذ نکال کر لکھنے لگا۔ لکھنے کے بعد عظیم اللہ نے زیور مانگا کہ زیور دے دو اور جواب کا کاغذ لو۔ اتنے میں ساتھیوں نے کہا اب کیسا زیور کچھ نہیں دیا جائے گا تو عظیم اللہ نے طلاق نامہ کا کاغذ پھاڑ ڈالا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کیا لکھا تھا۔ کیونکہ موجود آدمی سب جاہل ان پڑھ تھے۔ دوسری بات یہ کہ کاغذ عظیم اللہ کے ہاتھ ہی میں تھا۔ اور وہیں ختم بھی ہوگیا۔ اب تو خدا ہی جانتا ہے کیا لکھا تھا یا لکھنے والا جانے اس کے بعد عدالت کے بڑے بھائی اسالت نے صلح کی اور کہا کہ عظیم اللہ کان پکڑیں اور توبہ کریں تو ہم لڑکی رخصت کر دیں گے مگر عدالت راضی نہ ہوئے عظیم اللہ نے کان پکڑ کر توبہ کی تو اسالت نے اپنے یہاں بلوا کر عدالت کی لڑکی زبردستی رخصت کرادی کیونکہ عدالت بہت

غریب اور ضعیف ہے تین سال بعد اب پھر میاں بیوی میں نباہ نہ ہو سکا لڑکی شوہر کے یہاں سے چلی آئی اور عدالت کے پاس ہے اب جنہوں نے بھیجا تھا یعنی اسالت وہی اس کی شادی دوسری جگہ کر دینا چاہتے ہیں اور بغیر جواب لئے طے کیا ہے کہ دو ہفتہ میں دوسرے شوہر کے حوالہ کر دیں گے عظیم اللہ جواب دینے پر تیار نہیں۔ اگر تیار ہوتا ہے تو کافی رقم مانگتا ہے عدالت بالکل غریب ہے دے نہیں پائے گا ایسی حالت میں بتایا جائے کہ اگلی طلاق ہوگئی کہ نہیں اگر ہوگئی ہے تو دوسرا نکاح کر دیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کون سا طریقہ اختیار کیا جاوے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں عظیم اللہ سے پوچھا جائے کہ اس نے کاغذ میں کیسی طلاق لکھی تھی۔ اگر طلاق مغلظہ یا تین طلاقیں لکھی تھیں اور عورت مدخولہ تھی تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ بغیر حلالہ عظیم اللہ کے ساتھ رخصت کرنے کے سبب اسالت نیز زیب النساء، عظیم اللہ اور جو لوگ اس رخصتی سے راضی تھے سب لوگ علانیہ توبہ و استغفار کریں، اور اس صورت میں بغیر طلاق زیب النساء کا دوسرا نکاح کر سکتے ہیں۔ اگر زیب النساء عظیم اللہ کی مدخولہ نہیں تھی تو خواہ کاغذ میں کچھ بھی لکھا ہو اس کے اس جملے سے کہ میں طلاق دیتا ہوں ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور بس۔ اس صورت میں بھی مذکورہ بالا رخصتی کے سبب توبہ کریں، اور طلاق حاصل کرنے کی ضرورت نہیں دوسرا نکاح کر سکتے ہیں، اور اگر زیب النساء عظیم اللہ کی مدخولہ تھی اور اس نے کاغذ میں ایک یا دو طلاقیں لکھی تھیں یا کتنی طلاقیں لکھی تھیں بتا تا نہیں ہے تو اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا لیکن جب کہ عدت گزرنے کے بغیر زیب النساء رخصت ہو کر عظیم اللہ کے یہاں گئی تو رجعت ہوگی۔ اس صورت میں اب طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر دوسرا نکاح کریں گے تو جائز نہ ہوگا۔ اور نکاح کرنے والے گنہگار، مستحق عذاب نار ہوں گے اور مسلمانوں پر ان کا بائیکاٹ کرنا لازم ہوگا ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: از قسمت دار اسٹیشن ماسٹر این۔ ای ریلوے پر جمن گنج ضلع گورکھپور۔ (یو۔ پی)

محترم حضرت شیخ الحدیث قبلہ! السلام علیکم۔ گزارش خدمت اینکہ ایک اہم مسئلہ آ پڑا وہ یہ کہ اعجاز النساء کے شوہر شمیم احمد خاں یونہی ہنسی مذاق کے طور پر لکھتے ہیں کہ چونکہ ہمارے تعلقات میں کوئی خاص سدھار نہیں ہوا ہے اس لئے میں آپ کو خط کے ذریعہ طلاق بھیج رہا ہوں۔ طلاق کا اعادہ تین بار کیا ہے نیز ایک بینک ڈرافٹ ایک ہزار روپے کا بطور مہر بھیج دیا ہے اعجاز النساء کی ایک لڑکی کی عمر چار سال ہے دو بچے فوت ہو گئے اور سات ماہ کا حمل بھی ہے۔ شمیم احمد اب بہت نادم اور پریشان ہے اور بہر صورت اعجاز النساء کو بلانا چاہتا ہے۔ طلاق کا مضمون اعجاز النساء نے نہیں پڑھا ہے ان کے بھائی نے پڑھا اور اپنی ماں کو اشارہ کے ذریعہ بتایا کہ کیا واقعہ ہے ابھی تک اس کا علم اعجاز النساء کو نہیں ہے ایسی صورت میں وضاحت فرمائیں کہ کیا طلاق پڑ

گئی۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مستفسرہ میں اعجاز النساء پر تین طلاقیں مغلظہ پڑ گئیں، اور وہ شمیم احمد خاں کے نکاح سے نکل گئی، اور شمیم احمد خاں پر حرام ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ کرائے شمیم سے دوبارہ اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ شوہر جب طلاق دے دے تو عورت اس کو جانے یا نہ جانے ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح حمل کی حالت میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح مذاق کے طور پر طلاق دینے سے بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

۲۱ رشوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد چھیپہ گلمنڈی بھیلواڑہ۔ راجستھان۔

محمد یونس نے اپنی برادری کی پنچایت کے صدر کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اپنی بیوی کے متعلق تحریر کیا کہ میری شادی فلاں تاریخ کو ہوئی لڑکی کی وجہ سے میرا گھر تباہ و برباد ہو رہا ہے میرے دونوں بھائی تو یہاں ہیں جن کا نام محمد احمد ہے اور دوسرے بھائی جو پاکستان میں ہیں جن کا نام فرید محمد ہے ناراض ہیں اس لئے مجھے تباہی سے بچایا جائے آپ حضرات مجھے طلاق کی اجازت دیں۔ اگر آپ نے طلاق کی اجازت نہ دی تو بذریعہ عدالت طلاق حاصل کرلوں گا اور ساتھ ہی محمد یونس نے ایک طلاق نامہ بھی لکھ کر الگ کاغذ پر لکھ کر بھیج دیا جو بعینہٖ نقل کر رہا ہوں وہ بھی اسی لفافے میں ہے۔

نقل مطابق اصل طلاق نامہ

(۱) میں محمد یونس ولد مرحوم حکیم غلام محمد تہہ دل سے زبیدہ بانو بنت محمد قاسم جمال الدین کو طلاق دیتا ہوں۔
(۲) میں محمد یونس ولد مرحوم حکیم غلام محمد تہہ دل سے زبیدہ بانو بنت محمد قاسم جمال الدین کو طلاق دیتا ہوں۔
(۳) میں محمد یونس ولد مرحوم حکیم غلام محمد تہہ دل سے زبیدہ بانو بنت محمد قاسم جمال الدین کو طلاق دیتا ہوں۔

صورت مسئولہ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور طلاق ہوئی تو کون سی جب کہ لڑکی حاملہ ہے جو یہ کہہ کر میاں بیوی کے تعلقات قائم کرائے کہ زبان سے نہیں کہا اور صیغۂ حال کا استعمال کیا اس لئے طلاق نہیں ہوئی اور دونوں کو ساتھ رہنے کی اجازت دے تو شریعت کے نزدیک اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بیان فرمایا جائے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں محمد یونس کی بیوی زبیدہ بانو پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ تحریر سے بھی واقع ہو جاتی ہے

اور صیغۂ حال سے بھی۔ لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ تحریر مذکور سے طلاق نہیں واقع ہوئی وہ سخت غلطی پر ہے اور اسے لازم ہے کہ اپنے قول سے رجوع کرے اور محمد یونس و زبیدہ ایک دوسرے سے الگ رہیں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز نہ قائم کریں اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَo الایہ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ / جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از رفاقت خاں مؤذن جامع مسجد شاہ آباد ضلع ہردوئی (یو۔ پی)

زید نے اپنی عورت سے معمولی تکرار کے بعد عورت کے کہنے پر یہ الفاظ تین بار اپنی زبان سے ادا کئے میں نے جواب دیا' میں نے جواب دیا' میں نے جواب دیا۔ حالانکہ شوہر کا ارادہ اور نیت طلاق دینے کا نہیں تھا۔ کیا شرعاً ان الفاظ کے کہنے سے طلاق واقع ہوگئی؟ اگر طلاق ہوگئی تو اب وہ عورت اس شوہر کے لئے کیسے حلال ہوگی؟

الجواب: جواب دینا اگر وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے کہ جب عورت کی نسبت اس کو بولا جاتا ہے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے تو زید کی عورت اگر اس کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں اور شوہر بیک وقت تین طلاقیں واقع کرنے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے اور اب بغیر حلالہ عورت مذکورہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں۔ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۰ پر ہے کہ صریح وہ ہے جس سے طلاق کی مراد ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو اھ۔ ھٰذا ما ظھرلی والعلم بالحق عنداللہ تعالیٰ ورسولہ عزشانہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محبت علی موضع اودے پور بانسی ضلع بستی

محبت علی کی مدخولہ بیوی تعلیم النساء اپنے میکے میں تھی محبت علی نے ایک طلاق نامہ ان لفظوں کے ساتھ لکھ کر تعلیم النساء کے باپ کے نام بذریعہ ڈاک روانہ کیا مگر وہ طلاق نامہ تعلیم النساء کے باپ کو نہیں ملا اور عورت کا حاملہ ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ طلاق نامہ کے الفاظ یہ ہیں کہ میں ہوش و حواس کے درستگی میں تمہاری لڑکی کو طلاق دیتا ہوں' طلاق دیتا ہوں' طلاق دیتا ہوں۔ ایسی صورت میں محبت علی اگر پھر دوبارہ اس کو رکھنا چاہے تو اس کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بیان فرمائیں۔

الجواب: طلاق نامہ عورت کے باپ کو ملے یا نہ ملے اور عورت حاملہ ہو یا حاملہ نہ ہو بہر صورت تعلیم النساء پر طلاق

مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ وہ محبت علی کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ؕ الایہ (پارۂ دوم رکوع ۱۳) عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کی عدت ختم نہ ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الآیہ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد عورت کسی دوسرے شخص سے صحیح نکاح کرے دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر اگر وہ طلاق دے دے یا مر جائے تو پھر دوسری عدت گزرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو پہلے شوہر سے اس کا نکاح کرنا حرام ہے ہرگز ہرگز جائز نہیں' اور تین طلاقیں بیک وقت دینے کے سبب محبت علی گنہگار ہوا توبہ واستغفار کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از حسام الدین شاہ موضع بھلی ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی سلمہ پر بے انتہا ظلم کیا۔ سلمہ اپنے میکہ چلی آئی۔ سلمہ کا بیان ہے کہ اس کے شوہر نے اسے چار پانچ مرتبہ طلاق دی ہے۔ مگر عورت کے پاس طلاق کے بارے میں کوئی گواہ نہیں ہے' اور شوہر طلاق دینے کا اقرار نہیں کرتا تو اس صورت میں سلمہ کیا کرے؟

الجواب: سلمہ اگر اپنے شوہر زید کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے اور شوہر طلاق دینے کا اقرار نہیں کرتا ہے تو سلمہ صبر کرے اور یا تو جس طرح بھی ممکن ہو اس سے طلاق حاصل کرے کہ جب عورت کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو صرف اس کا بیان کہ میرے شوہر نے مجھے چار پانچ مرتبہ طلاق دی ہے فضول ہے۔ تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرے اور سلمہ کو طلاق دینے کا یقین ہے تو جس طرح بھی ہو سکے روپیہ وغیرہ دے کر زید سے چھٹکارہ حاصل کرے۔ اگر اس طرح بھی نہ چھوٹے تو جیسے بھی ممکن ہو اس سے دور رہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از انصار الحق انصاری پوسٹ ومقام نندور۔ ضلع بستی۔

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی تھی ازدواجی زندگی بسر کر رہے تھے اب ہندہ کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ہے اور ہندہ کے گھر والے کہتے ہیں کہ زید نے طلاق دے دی ہے لیکن یہ بات ہندہ خود نہیں کہتی ہے اور ایک آدمی کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ زید نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے ایک طلاق محرم کے چاند میں دی تھی اور ایک طلاق کسی اور مہینہ میں بتاتا ہے اور زید کہتا ہے کہ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے طلاق نہیں دی تو اس صورت میں کس کی بات مانی جائے گی زید کی یا گواہ کی۔ جو

گواہی دینے کے لئے تیار ہے حافظ قرآن ہے لیکن ساتھ ہی وہ چور ہے اور چوری میں پکڑا گیا ہے لیکن اس نے قرآن لے کر قسم کھائی کہ میں نے چوری نہیں کی بعد میں بتایا کہ وہاں میں نے ہی چوری کی تھی اور نہ نماز کا پابند ہے اور جھوٹ بھی بولتا ہے تو اس صورت میں اس گواہ کی بات مانی جائے گی یا نہیں؟ اور اگر دو گواہ ہوں ایک تو جو اوپر مذکور ہے اور دوسرا کوئی اور ہے تو اب دو گواہوں کے سامنے بھی زید کہتا ہے کہ میں قرآن لے کر قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو زید کی بات مانی جائے گی یا دونوں گواہوں کی؟

الجواب: دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں ان کی گواہیوں سے طلاق ثابت ہوگی ایک شخص کی گواہی سے ہرگز نہ ہوگی اگر چہ وہ کتنا ہی بڑا متقی و پرہیزگار ہو لہٰذا شخص مذکور جو گواہی دیتا ہے اگر چہ وہ حافظ قرآن ہے لیکن نماز کا پابند نہیں اور جھوٹ بھی بولتا ہے تو اس کے ساتھ دوسرا اگر متقی بھی ہو تب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی' اور شوہر اگر طلاق دینے کا انکار کرتا ہے تو بعد قسم اس کی بات مان لی جائے گی حدیث شریف میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ شوہر اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا اور ہندہ اگر جانتی ہے کہ شوہر نے اسے ایک یا دو طلاقیں بائن دی ہیں تو اسے تجدید نکاح پر مجبور کرے اور اگر جانتی ہے کہ اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو جس طرح بھی ہو سکے اس سے دور رہے یا علانیہ طلاق حاصل کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ر شوال ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از لیث محمد جمن انصاری پوکھر بھٹوا تتری بازار سدھارتھ نگر

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر آج میکے چلی گئی تو تم کو طلاق دے دوں گا اور اپنی ماں سے بھی کہا کہ اگر یہ آج میکے چلی گئی تو اس کو طلاق دے دوں گا۔ زید کی بیوی یہ سن کر اس روز میکے نہیں گئی لیکن اس کے میکے نہ جانے کے باوجود زید نے اپنی ماں سے بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ بیٹھی ہوئی ہے اس کو میں نے طلاق دے دی ہے اور بیوی کو بھی مخاطب کیا کہ کیوں بیٹھی ہوئی ہے تم کو میں نے طلاق دے دی۔ لہٰذا گزارش ہے کہ اس کا مکمل جواب دیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کون سی ہوئی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی عورت پر طلاق رجعی واقع ہوئی۔ شوہر عدت کے اندر عورت کے مرضی کے بغیر رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (پ۲ع۱۳) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ر ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ: از محمد صدیق خاں بڑہرا ضلع بستی (یو۔پی)

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی دوران کے لئے ہندہ اپنے شوہر زید کے گھر گئی رخصتی میں تو زید نے کہا کہ فلاں فلاں سامان نہیں لائی تو ہندہ نے کہا کہ میرے باپ دیں گے تب میں لاؤں گی ورنہ نہیں تو زید نے کہا کہ پھر اب میرے یہاں مت آنا اور جاؤ اب میرا تعلق تم سے ختم ہے تمہیں میں نہیں رکھ سکتا یہی لفظ زید نے چار پانچ مرتبہ کہا۔ پھر اس کو بلایا گیا یہاں تک کہ کافی لوگوں نے سمجھایا مگر وہ یہی لفظ کہتا ہے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اس لئے کیا اب ہندہ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ عدت گزارنے کے بعد وہ کسی سنی صحیح العقیدہ شخص سے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مبارک حسین قادری مہوا ضلع بستی۔

زید کی بیوی زینب ہے لیکن زینب ایک ہندو کافر کے ساتھ فرار ہوگئی اور اس کے ساتھ ہندو ہوگئی۔ یعنی مرتدہ اور اب پھر وہ مسلمان بننا چاہتی ہے اور دوسرے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے تو اب ایسی صورت میں شوہر اوّل سے طلاق لی جائے گی یا نہیں؟ جیسا ہو حضور تحریر فرمادیں۔

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ پنجم ص ۱۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں: اگر عورت معاذ اللہ ان میں کی ہوگئی۔ (یعنی مرتد ہوگئی) اور مرد سنی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا۔ علی ما فی النوادر وحققناہ الافتاء بہ فی ھٰذا الزمان فی فتاوانا۔ مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لے آئے۔ لأن المرتدۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافرا واحد ان مسائل کی تحقیق ردالرفضہ میں ہے انتہیٰ کلامہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ صورت مستفسرہ میں طلاق حاصل کرنا ضروری ہے۔ پھر اگر مدخولہ ہے تو بغیر عدت دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم رجب المرجب ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: از غلام غوث مدرس مدرسہ رضویہ اشرفیہ معین العلوم گورڈیہہ بازار۔ ضلع بستی

عمرو نے کفری جملہ استعمال کیا یعنی خداوند قدوس جل جلالہ کی شان اقدس میں کہا کہ اللہ چور ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) اس کفری جملہ سے عمرو کا نکاح اس کی بیوی ہندہ سے ٹوٹا یا نہیں؟ اور اس کی بیعت برقرار رہی یا ختم ہوگئی؟ (۲) عمرو کے مذکورہ بالا کفری جملہ کی اس کے پیر زید کو اطلاع ہوئی لیکن اس نے اپنے مرید عمرو کو براہ راست توبہ کی تلقین نہ کی ایک عالم نے عمرو

کو توبہ، تجدید اسلام، تجدید نکاح و تجدید بیعت شرعی کا حکم دیا پہلے تو عمرو اکڑا رہا پھر عام مسلمانوں کے دباؤ سے متاثر ہو کر اپنے اور پیر زید کے کہنے پر توبہ، تجدید اسلام کی پھر جب عمرو سے لوگوں نے تجدید نکاح کا مطالبہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے پیر زید نے تجدید نکاح اور تجدید بیعت سے روک دیا ہے اور کہا ہے کہ نکاح اور بیعت برقرار ہے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہم لوگ فقیری لائن کے آدمی ہیں شریعت پر اتنا کہاں عمل کر سکتے ہیں فقیری اور شریعت میں بہت دوری ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا کھلے مرتد کے نکاح کو برقرار ماننا اور تجدید نکاح سے روک دینا اور شریعت کو فقیری سے دو ٹھہرانا شرعاً کیسا ہے؟ اور زید پر شرعاً کیا حکم ہے؟ ان حالات میں زید کو نماز کا امام بنانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا کیسا ہے؟

الجواب: (۱) کلمۂ مذکور سے عمرو کا نکاح اس کی بیوی ہندہ سے ٹوٹ گیا اور اس کی بیعت ختم ہوگئی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) خدا تعالیٰ کو چور کہنے والے کے نکاح کو برقرار ماننا اور تجدید نکاح سے روک دینا اور شریعت کو فقیری سے دور ٹھہرانا گمراہی ہے۔ زید بدمذہب اور گمراہ ہے اس کو نماز کا امام بنانا اور اس سے بیعت ناجائز نہیں۔ وللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲؍ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از رشید احمد منکاپور بازار ضلع گونڈہ (یو۔پی)

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جھگڑے کے درمیان صرف ایک مرتبہ کہا کہ۔ تجھے طلاق ہے اتنے میں ہندہ طلاق کا نام سنتے ہی تیزی کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئی زید وہاں سے اپنے گھر چلا آیا یہ واقع ہندہ کے میکے میں واقع ہوا قریب دو مہینہ گزر گیا اب پھر زید ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے اور وہ رہنا بھی چاہتی ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر اس ایک لفظ طلاق سے کون سی طلاق واقع ہوئی، اور زید کس صورت میں اسے رکھ سکتا ہے؟ ازروئے شرع آگاہ فرمائیں۔

الجواب: اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے اور غلط بیانی سے کام نہیں لیا گیا ہے یعنی زید نے صرف ایک ہی مرتبہ کہا کہ تجھے طلاق دی تو مدخولہ ہونے کی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس صورت میں عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (پ ۲ ع ۱۳) اور اگر عدت گزر گئی تو ہندہ کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں رجعت نہیں کر سکتا ہاں عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبدالمعید پوکھر بھٹوا نوگڑھ ضلع بستی (یو۔پی)

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بقول خود اپنی زبان سے دوران جھگڑا غصہ میں آکر طلاق دی اور یوں کہا کہ اے ہندہ! میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں' اے ہندہ! تجھ کو طلاق دیتا ہوں اور اس کے ڈر سے کہ وہ تیسری بار دے کر طلاق مغلظہ نہ کر دے۔ زید کی ماں نے اس کا منہ دبا دیا اس طرح بات ختم ہوگئی۔ زید کا کہنا ہے کہ میری نیت صرف ڈرانے کی تھی۔ طلاق دینے کا قطعی کوئی ارادہ دل میں نہ تھا اور میں اس خیال میں تھا دو بار طلاق دینے سے طلاق پڑتی ہی نہیں۔ ماں کے منہ دباتے وقت اس کی زبان پر تیسری طلاق کو کوئی آواز نہ تھی اور نہ وہ بولنے والا تھا۔ اس صورت میں ہندہ پر کسی قسم کی کوئی طلاق ہوئی یا نہیں؟ یہ واقعہ یادداشت درست کے اعتبار سے ۲۸ر سے ۳۰ محرم تک یا صفر کے پہلے چند دنوں کا ثابت ہو رہا ہے اس طرح اگر کسی قسم کی طلاق ہوئی تو عدت کی مدت ختم ہوگئی یا ہونے والی ہے۔ بالفرض حالات مشکوک ہیں اس صورت میں طلاق کی مدت کو کیا باور کیا جائے؟

(نوٹ) بعد طلاق جو زید نے ہندہ کو دی دونوں میں میاں بیوی کا رشتہ بھی قائم رہا اور دونوں میں باہم کسی طرح کے دیوار نہ تھے البتہ زید نے زبان سے رجوع نہ کیا تھا جواب شرعی سے مع عدت کی مدت کے بابت مطلع فرما کر زید اور ہندہ کا مسئلہ حل فرمادیں۔ اللہ رب العزت اجر عطا کرے گا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب. صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید نے صرف دو بار کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں اور عورت مدخولہ ہے تو دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں۔ اس صورت میں زید نے اگر عدت گزرنے سے پہلے ہندہ سے ہمبستری کر لی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو رجعت ہوگئی اگرچہ رجعت کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کر لے اور اگر عدت گزرنے سے پہلے کسی لفظ یا ہمبستری وغیرہ سے رجعت نہ کی تو بعد عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر تین طلاقیں دی ہیں تو عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی اس صورت میں بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور طلاق والی عورت اگر نابالغہ یا پچپن سالہ ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے اگر مطلقہ حاملہ نابالغہ یا پچپن سالہ نہیں ہے بلکہ حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ جیسا کہ پارہ دوم رکوع ۱۲ر میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہیں۔ واللہ تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم جل جلاله وصلى الله عليه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ر جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از عثمان غنی ولد شکر اللہ موضع راج منڈل خرد عرف برگدہی ضلع گورکھپور

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو طلاق دی' پھر اس کی تحریر بھی لکھ دی۔ الفاظ طلاق درج ذیل ہیں: میں اپنی خوشی و

رضامندی سے اپنی عورت کو طلاق دے رہا ہوں اور کاغذ پر لکھ دیتا ہوں تا کہ وقت ضرورت۔ الخ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں کون سی طلاق واقع ہوئی نیز زید رجعت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی لہٰذا زید عدت کے اندر ہندہ کی رضا کے بغیر بھی رجعت کرسکتا ہے اور بعد عدت ہندہ کی رضا سے نکاح بھی کرسکتا ہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍ ذی القعدہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از نذیر محمد منکاپور گونڈہ

زید کی منکوحہ بیوی (ہندہ) بغیر اپنے شوہر مذکور سے طلاق لئے ہوئے ایک غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی اور اس کے ساتھ اپنی شادی کرلی اور اس کے مذہب میں بلاشبہ داخل ہوگئی حالت کفر میں تقریباً ایک سال تک رہی اس کے بعد وہ افعال کفریہ سے تائب ہوکر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔ اب وہ پھر اپنے شوہر اول کے پاس بدستور سابق رہنا چاہتی ہے ایسی حالت میں وہ دوبارہ نکاح کرے گی یا بغیر دوبارہ نکاح کئے رہ سکتی ہے؟ یا اگر کسی دوسرے مسلمان سے شادی کرنی چاہے تو وہ اپنے شوہر مذکور یعنی زید سے بغیر طلاق لئے شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: بعون الملک الوھاب. اگر معاذ اللہ تعالیٰ عورت مرتد ہوجائے تو شوہر پر وہ حرام ضرور ہوجائے گی لیکن ارتداد سے نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ اسی لئے دوبارہ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے مسلمان سے نکاح نہیں کرسکتی بلکہ اپنے پہلے شوہر کے ساتھ رہنے پر مجبور کی جائے گی۔ صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہوگئی ہے تو اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے شوہر اول کے ساتھ رہے اور دونوں کے درمیان نکاح دہرا دیا جائے ہاں اگر شوہر اول ہندہ کو اپنی زوجیت میں رکھنے پر تیار نہ ہو تو وہ ہندہ کو طلاق دے دے۔ عدت گزارنے کے بعد ہندہ جس سنی مسلمان سے چاہے نکاح کرسکتی ہے درمختار مع شامی ص ۴۰۳ میں ہے: وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجرًا وتیسیرًا. یعنی بلخ کے علمائے کرام نے (فتنۂ ارتداد زن کو) روکنے اور (احکام شرعیہ میں) سہولت برقرار رکھنے کے لئے فتویٰ دیا کہ معاذ اللہ تعالیٰ عورت مرتد ہو جائے تو اس سے نکاح نہ ٹوٹے گا بحرالرائق ص ۲۱۴ میں ہے: وبعض مشائخ بلخ وسمرقند افتی بعدم الفرقۃ بردتھا حسما لباب المعصیۃ والحیلۃ للخلاص منہ. یعنی بلخ اور سمرقند کے بعد علماء نے عورت کے مرتد ہوجانے سے نکاح فسخ نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے تا کہ معصیت اور شوہر سے چھٹکارا پانے کے بعد حیلہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۹۳ میں ہے: اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت مرتد ہوکر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے مسلمان شوہر کے نکاح میں ہے: مسلمان ہوکر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اھ۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: نور محمد القادری

۱۰ / رجب ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از نور الحسن شاہ پٹیریا (نیپال)

احمد نے اپنی بیوی کو طلاق لکھ کر چار پائی پر رکھ دیا۔ اور کہنے لگا کہ ہم طلاق دیں گے لوگوں نے احمد کو سمجھایا اور طلاق نامہ اس کے بھائی کی پاکٹ میں رکھ دیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور کیا اب وہ رجعت کر سکتا ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں احمد نے جس وقت طلاق لکھی یا دوسرے کو لکھنے کا حکم دیا اسی وقت اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی الاشباہ والنظائر میں ہے: الکتاب کالخطاب اھ۔ اگر مدخولہ ہے تو بعد عدت اور غیر مدخولہ ہے تو بلا عدت دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے' اور تاوقتیکہ طلاق نامہ کے الفاظ کو ظاہر نہ کیا جائے رجعت کے صحیح ہونے نہ ہونے کا حکم نہیں بتایا جا سکتا کہ ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا البریلوی فی الجزء الخامس من الفتاویٰ الرضویۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد حنیف ساکن دیوریا بابو پوسٹ پچھی نگر ضلع دیوریا

عورت تین چار سال سے اپنے میکے میں ہے اس کا بیان ہے میرے شوہر نے مجھے بہت پہلے طلاق دے دی ہے' اور دوسرے کئی لوگوں کا بھی بیان ہے کہ اس کے شوہر نے ان لوگوں سے کہا ہے کہ ہم نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا ہے اور اس نے دوسرا نکاح بھی کر لیا ہے تو عورت بھی دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: طلاق کے بارے میں عورت کا بیان قابل اعتبار نہیں لہٰذا دو عال مسلمانوں کے سامنے شوہر سے دریافت کیا جائے کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں طلاق دی ہے تو پھر پوچھا جائے کہ کب طلاق دی ہے۔ جس وقت وہ طلاق دینا بتائے اس وقت سے عورت تین ماہواریاں آنے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے' اور اگر وہ دریافت پر طلاق کا اقرار نہ کرے تو جن لوگوں کے سامنے اس نے کہا ہے کہ ہم نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا ہے ان میں سے دو متقی پرہیزگار مسلمانوں کی گواہی سے عند الشرع طلاق ثابت ہو جائے گی۔ فاسق و فاجر کی گواہیوں سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: نور محمد ہر کھڑی پوسٹ جتھیاں ضلع گونڈہ (یو۔پی)

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا ہے۔ اب ہندہ کا باپ اس کو رخصت نہیں کرنا چاہتا ہے' اور کہتا ہے زید کے باپ نے وہابی کی امامت میں جمعہ کی نماز پڑھی ہے جس سے زید کے باپ کا نکاح ٹوٹ گیا اور زید کا بھی نکاح ختم ہو گیا اور واقعی زید کے باپ نے وہابی کے پیچھے نماز پڑھی لیکن اس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ شخص جو امامت کر رہا ہے وہابی ہے نادانستگی میں نماز اس کی امامت میں پڑھ لی جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کے باپ اور زید کا نکاح شرعاً ٹوٹ گیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید اور زید کے باپ کا نکاح شرعاً نہیں ٹوٹا۔ ہندہ کے باپ کا قول غلط ہے۔ البتہ زید کا باپ وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے سے توبہ کرے۔ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از عبدالرازق انصاری۔ لہرا بازار گورکھپور

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ۱۱/ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ کو تین مرتبہ طلاق دی اس وقت وہاں گواہان موجود تھے یہ بیان حلف کے ساتھ ہندہ دیتی ہے اور یہ معاملہ بمبئی میں پیش ہوا۔ ہندہ اپنے شوہر زید کو چھوڑ کر عمرو کے ساتھ بمبئی سے گورکھپور چلی آئی ہے۔ ہندہ کا گورکھپور میں کوئی گواہ موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں عمرو کے دوست احباب نے عمرو سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ لہٰذا ہندہ کا عمرو کے ساتھ نکاح درست اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ شرعی رو سے اطلاع فرمائیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں تاوقتیکہ گواہان عادل سے ہندہ کو اس کے شوہر کا طلاق دینا متحقق نہ ہو جائے صرف عورت کے حلفیہ بیان سے عندالشرع طلاق ثابت نہ ہوگی' اور عمرو کے ساتھ اس کا دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا۔ لہٰذا عمرو پر لازم ہے کہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس سے سلام و کلام اور ہر قسم کے اسلامی تعلقات بند رکھیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعالٰی: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (پ۷ ع۱۴) واللّٰہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد یوسف سنہٹی بھنان بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی زینب کو کہا کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں۔ میں تم کو طلاق دیتا ہوں اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی زینب پر ایک

طلاق رجعی واقع ہوئی اور زید کے اس جملہ سے کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ھٰکذا قال صدر الشریعۃ فی بہار شریعت ناقلاعن الفتاویٰ الرضویۃ۔ اب اگر زید زینب کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے اور ابھی عدت نہیں ختم ہوئی ہے تو رجعت کر لے اور اگر عدت ختم ہوگئی ہو تو زینب کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لے۔ ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶/ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از عبدالغفار سنولی بازار ضلع گورکھپور

زید کی بیوی بکر کے ساتھ فرار ہوگئی۔ پھر بکر کے یہاں سے ایک غیر مسلم کے ساتھ چلی گئی اور ہندو دھرم قبول کر لیا اور اس دھرم کے مطابق پوجا پاٹ کرنے لگی پھر کچھ دنوں بعد خالد کے ساتھ چلی گئی اور دوبارہ مذہب اسلام قبول کیا اب وہ خالد کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد ہندہ زید ہی سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطاً لاصل المذھب۔ لہٰذا ہندہ اگر زید کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو جس طرح بھی ہو سکے اس سے طلاق حاصل کر لے۔ تاوقتیکہ زید طلاق نہ دے ہندہ کسی دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔ درمختار میں ہے: تجبر علی الاسلام وعلیٰ تجدید النکاح زجراً لھا بمھر یسیر کدینار وعلیہ الفتویٰ اھ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از مولوی احسان علی مدرس مدرسہ نور العلوم بھیرہوا ضلع بٹول۔ ریاست نیپال

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو گالی دی یا شوہر کا نام لے لیا تو کیا عورت اپنے شوہر کے نکاح سے نکل گئی؟

الجواب: عورت اپنے شوہر کو گالی دے یا اس کا نام لے دونوں صورتوں میں نکاح سے باہر نہ ہوئی لیکن شوہر کو گالی دینے اور اس کا تحقیراً نام لینے سے گنہ گار ہوگی۔ اس پر توبہ لازم ہے اور اگر اس بات سے شوہر ناواقف ہوا تو اس سے معافی بھی مانگنی ضرور ہوگی اور اگر عورت نے کسی ضرورت سے اپنے شوہر کا نام لیا ہے تو اس صورت میں وہ مجرم نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد صدیق

۶/جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از انور علی پردھان اہڑوا۔ ضلع بستی۔

زید نے اپنی سسرال والوں کو اپنی بیوی کے بارے میں خط لکھا کہ آپ لوگ چاہتے ہیں جواب لینے کو تو میں خوشی سے جواب دیتا ہوں آپ کا دل جہاں چاہے وہاں کردو تو اس جملہ سے زید کی بیوی ہندہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟

الجواب: جملہ مذکورہ سے زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی لان قوله جواب دیتا ہوں بمعنی قوله طلقتها عرفاً۔ ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلی اللّٰہ علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: عبدالمعید صوفی موضع پوکھر بھٹواڈا کخانہ تتری بازار بستی۔

ہندہ بحلف بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے رات میں مجھے پانچ چھ طلاقیں دی ہیں اور شوہر بھی حلف کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: شوہر نے اگر واقعی تین طلاقیں دے دیں ہیں تو اس کی عورت ہندہ اس پر حرام ہوگئی بغیر حلالہ کے دوبارہ وہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (پ۲ ع۱۳) اور طلاق دے کر شوہر کا انکار کرنا خداتعالیٰ کے یہاں کچھ فائدہ نہ دے گا بلکہ وہ زانی ہوگا اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ لیکن صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرے، اور اس معاملہ میں عورت کی قسم فضول ہے اس لئے کہ وہ مدعیہ ہے اور مرد کی قسم معتبر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر۔ لیکن عورت کو اگر یقین ہے کہ وہ تین طلاقیں دے چکا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پیسہ دے کر اس سے رہائی حاصل کرے، اور اگر وہ اس طرح بھی نہ چھوڑے تو عورت اسے اپنے اوپر قابو نہ دے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق نہ قائم کرے ورنہ مرد کے ساتھ وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگی۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از شاہ محمد موضع گوراپوسٹ بنکوا ضلع گونڈہ۔

ازطرف شاہ محمد بمبئی ۷۷-۳-۳۱ جناب دادا صاحب السلام علیکم!

دیگر احوال یہ ہے کہ ریحانہ کی ماں کو جا کر لے آؤ اور اگر نہیں لاتے ہو تو ایک آنہ نہ دوں گا، اور دونوں بچوں کو نہیں سنبھال پاتی ہے اگر نہیں لاتے ہو تو میں اس کو ایک منٹ نہیں رکھوں گا اور وہ پریشان رہے گی۔ جب تک میں روپیہ نہیں دوں گا تو وہ

کھائے بغیر مرجائے گی اور تم خط پاتے ہی فوراً نہیں لاتے ہو تو میں یہاں پر شادی کرلوں گا۔ اور تمہاری لڑکی کو طلاق دے دوں گا کیونکہ تم جانو تمہارا کام جانے' میں اس کو اب نہیں رکھ پاؤں گا اور وہ ہمارے قابل نہیں ہے یہ آخری خط ہے میں اس کو طلاق دے رہا ہوں اور جو جہیز تھا وہ تمہارے پاس ہے آج سے ہماری تمہاری رشتہ داری ختم ہوگئی۔ اگر دونوں بچوں کو رکھے تو ٹھیک ہے نہیں تو ہمارے بچوں کو چھوڑ دو یہ ہے طلاق نامہ' جو تمہارے دل میں آئے ویسا کرنا اگر نہیں لاتے ہو تو وہاں سے بھی بھگا دیں گے۔ والد صاحب کو میں گھر بھی خط لکھ رہا ہوں چاہے تم اب کتنا بھی کرو مگر میں اب نہیں رکھوں گا۔ تمہاری لڑکی کو نہ تو کوئی بات چیت کرنے کا طریقہ ہے اور نہ تو اور کچھ اور میں قسم کھا کر لکھ رہا ہوں کہ میں طلاق دے چکا ہوں یہ خط ہے اور یہ سمجھنا کہ یہ خط طلاق نامہ ہے بلکہ یہ خط نہیں ہے طلاق نامہ ہے جو میں دے چکا تمہاری لڑکی کو چھوڑ رہا ہوں اور جو کچھ کئے میرے ساتھ وہ اچھا کئے دوسرا لڑکی کی شادی کرتے ہو تو اس کا بھی کہیں ڈھونڈ کر کر دو شادی۔ اب میں نہیں رکھوں گا ایک منٹ۔ باقی بدنصیب شاہ محمد
تم لوگوں نے ہم کو پھنسا دیا اور اب میں چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے بعد طلاق نامہ لکھ کر بھیج دوں گا۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ اوپر لکھے ہوئے خط سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جیسا ہو جواب دیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں شاہ محمد کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ رمحرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از رفاقت علی خاں مؤذن جامع مسجد شاہ آباد ہردوئی۔

زید نے طلاق کے الفاظ اپنی عورت کو اپنی زبان سے نہ کہے اور نہ زید کی نیت اور ارادہ تھا کہ وہ طلاق دے رہا ہے مگر زید نے دوسرے لوگوں کے زیادہ کہنے پر طلاق نامہ پر اپنا انگوٹھا لگا دیا تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مذکور میں اگر زید نے ہوش و حواس کی درستگی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا لگا دیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی کہ وقوع طلاق کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں بلکہ تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے: الکتاب کالخطاب۔ اور زید کا یہ کہنا کہ میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی شرعاً مسموع نہیں کہ جس طرح زبان سے طلاق صریح دینے میں نیت ضروری نہیں اسی طرح تحریری طلاق صریح میں بھی نیت کی حاجت نہیں جب کہ بلا جبر و اکراہ شرعی ہو' اور دوسرے لوگوں کا زیادہ کہنا اکراہ شرعی نہیں۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ رمحرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد یعقوب ساکن دھوبہی ڈاکخانہ کھنڈسری ضلع بستی

زید نے اس طرح پر اپنی بیوی کے حق میں طلاق لکھی کہ میں نواسی بنت محمد شفیق کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔ اب اس سے مجھ کو کوئی سروکار و مطلب نہیں اب وہ میری زوجیت میں نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوئی یا طلاق مغلظہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر نواسی زید کی غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور اگر مدخولہ ہے تو دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں اس لئے کہ زید کا یہ قول کہ "اب اس سے مجھ کو کوئی سروکار نہیں اب وہ میری زوجیت میں نہیں" ماسبق کا بیان ہے اس سے تیسری طلاق تو نہیں واقع ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از اصغر گونڈوی سکری کوئیاں پوسٹ ملدہ ضلع گونڈہ

زید کی بہن کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی بکر کے ساتھ کچھ دنوں رہی پھر بکر نے دوسری شادی کرنا چاہی تو نکاح خواں نے کہا کہ پہلے زید کی بہن کو طلاق دے دو بکر نے ایک طلاق نامہ مرتب کیا مگر ڈاکخانہ میں نہیں ڈالا بلکہ پھاڑ کے پھینک دیا جب زید کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو کچھ دنوں کے بعد اس نے اپنی بہن کا دوسرا نکاح کرنا چاہا قاضی نے زید سے طلاق نامہ طلب کیا تو اس نے کہا میرے پاس طلاق نامہ موجود ہے قاضی نے اعتبار کرلیا اور بغیر طلاق نامہ دیکھے زید کی بہن کا دوسرا نکاح پڑھ دیا جب یہ بات مشہور ہوئی کہ طلاق نامہ نہیں ہے تو تین آدمیوں کو بکر کے پاس بھیجا گیا کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں بکر نے دریافت کرنے پر کہا کہ طلاق تو میں نے دے دیا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا زید کی بہن کا دوسرا عقد ہوگیا؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بہن پر طلاق واقع ہوگئی رہی یہ بات کہ کب واقع ہوئی تو اگر اس طلاق نامہ میں زید کی بہن کو طلاق لکھی تھی کہ جس کو پھاڑ کر بکر نے پھینک دیا اور طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا تھا تو طلاق نامہ لکھنے کے وقت طلاق واقع ہوئی اور اگر کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تھا تو شرط پائے جانے کے وقت طلاق واقع ہوئی اور طلاق واقع ہونے کے وقت سے پوری عدت گزارنے کے بعد اگر زید کی بہن کا دوسرا نکاح ہوا تو صحیح ہوگیا شرعاً کوئی جرم نہیں اور اگر تحریر میں طلاق نہیں لکھی تھی یا طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا اور وہ شرط نہیں پائی گئی تو اس وقت طلاق نہیں واقع ہوئی لیکن جب وہ طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے تو درمیان میں جب بھی اس نے طلاق دی اسی وقت واقع ہوئی اور اس صورت میں بھی وقوع طلاق کے وقت سے عدت گزارنے پر اگر زید کی بہن کا دوسرا عقد ہوا تو نکاح صحیح ہوگیا اور تینوں آدمیوں کے دریافت کرنے سے پہلے اس نے طلاق نہیں دی تھی اور جھوٹ کہا تھا کہ "طلاق تو میں نے دے دی ہے" تو اس سے دریافت کرنے کے دن واقع ہوئی اور اس صورت میں زید کی بہن کا نکاح صحیح ہوا خلاصہ یہ کہ بکر سے دریافت کیا جائے کہ اس نے کب طلاق دی ہے جس وقت وہ

طلاق دینا بتائے یا گواہوں سے جس وقت طلاق دینا ثابت ہو اس وقت سے عدت گزرانے کے بعد اگر دوسرا نکاح ہوا تو صحیح ہو گیا اور عدت گزارنے سے پہلے دوسرا نکاح ہوا تو صحیح نہ ہوا اور جو زید نے قاضی کے طلاق نامہ طلب کرنے پر جھوٹ بولا کہ میرے پاس طلاق نامہ موجود ہے تو اس جھوٹ کے سبب زید توبہ کرے کہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از عباد اللہ مئو

زید کہتا ہے کہ اگر آپ نے ہمارے بھائی کی بے عزتی کی ہے تو ہماری بے عزتی کی ہے۔ اس لئے آپ اپنی لڑکی کو بنارس کی ساڑی پہنا دیں میں آپ کی لڑکی کو اسلامی طریقے سے طلاق دیتا ہوں یہ نہ سمجھنا کہ خط دے رہا ہوں بلکہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔ میں آپ کی لڑکی کو اسلامی طریقے سے طلاق دیتا ہوں۔ خط میں دو جگہ پر طلاق لکھی ہے زید پڑھا لکھا نہیں ہے۔ نہ تو اس پر انگوٹھا ہی لگا ہے اور زید بمبئی میں ہے، اور دوسرے خط میں لکھا ہے کہ غلطی سے میں نے لکھوا دیا اس کی معافی چاہتا ہوں تو اس کا کیا عذر لینا چاہئے لڑکا عورت رکھنے پر راضی ہے واضح ہو کہ عورت مدخولہ ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے دو طلاقیں لکھنے کا حکم دیا تو اس کی بیوی پر دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر عورت کی مرضی کے بغیر عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: محمد عطاء اللہ مقام ڈوکم امیا تھانہ تلوک پور۔ بستی

زید نے اپنی بیوی کو میکے میں رکھا ایک سال تک رہی اس کے بعد جب زید اپنی مدخولہ بیوی کو لینے آیا تو اس لڑکی کے ماں باپ نے اور زید کی بیوی نے جواب دیا کہ اتنے دن گزر گئے نہ مجھ کو کھانا دیا نہ کپڑا نہ خرچہ دیا اب تمہارے یہاں نہیں جاؤں گی۔ تو زید نے کہا کہ اگر تم کو جانے سے انکار ہے تو میں نے تم کو طلاق دی اور کئی مرتبہ ایسا کہا اور لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ اگر پھر زید چاہے کہ ہم بیوی کو لے جائیں گے تو زید کا حق ہے یا نہیں؟ اس کی طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ ایسی حالت میں بیوی زید کے گھر بغیر نکاح کے جا سکتی ہے یا نہیں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کے طلاق بالتعلیق کے بعد اگر عورت نے زید کے گھر جانے سے انکار کیا تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ اس عورت کو اجازت ہے کہ بعد عدت زید کے علاوہ جس سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کرنا چاہے کر سکتی

ہے۔ ہاں اگر وہ عورت زید ہی سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے حلالہ شرط ہے۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت بعد عدت زید کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ دوسرا شوہر اس سے وطی کرے پھر اسے طلاق دے۔ اب بعد عدت بیوی شوہر اوّل سے نکاح کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: احمد انجم عثمانی

۱۷ ر صفر المظفر ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: محمد سلیم خاں بندور یا دولت پور گرانٹ ضلع گونڈہ

زید اور زید کی بیوی کا اس کے گھر والوں سے تقریباً پندرہ دن سے کچھ نہ کچھ جھگڑا ہوا کرتا تھا ایک دن زید کی بیوی ہندہ نے کچھ بات چیت میں زید سے کہا کہ تم نے ہماری سات پشتوں کو گالی دی ہے۔ زید نے ہندہ سے کہا کہ اگر ہم نے تمہاری سات پشتوں کو گالی دیا ہے تو تم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں یہ کہتے ہوئے غصہ کے جنون میں یہ بھی کہا کہ ہم نے تم کو طلاق دی۔ بلکہ ایک مرتبہ نہیں دو چار مرتبہ کچھ لوگوں کے سامنے کہا کہ طلاق دیتا ہوں۔ پوچھنے پر بھی زید نے طلاق دینے کا اقرار کیا کہ غصہ میں ہم نے طلاق دے دی ہے' اور واسطہ ختم کردیا۔ تو طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟ اور اگر زید پھر ہندہ سے نکاح کرنا چاہے تو کیسے ہوسکتا ہے؟ شریعت کے قانون سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی' اب بغیر حلالہ زید ہندہ سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ ر من ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از محمد یونس ایڈوکیٹ محلّہ گھوسی پورہ شہر گورکھپور۔

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں بعد عدت کے زید نے اپنی بیوی کو دوسرے سے حلالہ کے تحت کردیا اور ہمبستری نہیں ہوئی اور نہ اس کی بیوی اس بات پر راضی ہے تو کیا بغیر ہمبستری کیے حلالہ درست ہوسکتا ہے؟

الجواب: حلالہ کے لئے ہمبستری شرط ہے اگر شوہر ثانی نے ہمبستری کئے بغیر طلاق دے دی تو عورت شوہر اوّل سے نکاح ہرگز نہیں کرسکتی قال اللہ تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (پ۲ع۱۴) اور بخاری و مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جاء ت امراء ۃ رفاعۃ القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبدالرحمن بن الزبیر و مامعہ الامثل ھدبۃ الثوب (ای وجدتہ عنینا) فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ فقالت نعم قال لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتك۔ یعنی حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی تو انہوں نے مجھ کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا اور نہیں ہے ان کے ساتھ مگر نرم کپڑے کے مثل (یعنی میں نے ان کو نامرد پایا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے تو اس عورت نے عرض کی: جی ہاں۔ تو سرکار نے فرمایا تو اس وقت تک پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی تاوقتیکہ تو دوسرے شوہر کا مزا نہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے (مشکوۃ شریف ص ۲۸۲) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۳۱ میں ہے: ان کان الطلاق ثلثالم تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحا یدخل بھا ثم یطلقھا اویموت عنھا کذا فی الھدایۃ اھ۔ خلاصہ یہ کہ بغیر ہمبستری حلالہ درست نہیں۔ اگر بغیر صحیح حلالہ کے عورت پہلے شوہر سے نکاح کرے تو مسلمان دونوں کا بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالی وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد حقیق بارہ گدی پوسٹ مہنداول ضلع بستی

زید کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی والے زید کے اوپر تہمت رکھتے ہیں کہ تم نئی شادی والی بیوی کے میکے والوں کو پیسے دیتے رہتے ہو۔ اس پر زید نے قسم کھائی کہ میں تو نئی سسرال والوں کے یہاں نہ جاتا ہوں اور نہ ان کی کسی قسم کی کوئی امداد کرتا ہوں اس قسم پر بھی پہلی سسرال والی بیوی کو یقین نہیں۔ جب بار بار تہمت لگائی گئی تو یہ مجبور ہو کر پہلی بیوی کو یہ کہا کہ خدا کی قسم! میں تم کو نہیں رکھوں گا' نہیں رکھوں گا' نہیں رکھوں گا۔ پھر اس کے بعد اس نے کہا کہ تم کو جواب دیتا ہوں۔ جواب دیتا ہوں۔ جواب دیتا ہوں۔ یہ تین بار کہہ دینے کے بعد کہا کہ تم جاؤ اور وہ چلی گئی۔ اب شرع کی رو سے جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: جواب دینا ضلع بستی کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے۔ لہٰذا زید کی عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو اگرچہ اس کے شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔ اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۲۴ میں ہے کہ اگر فارغ خطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے تو دو طلاقیں رجعی ہوئیں' اور بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۰ میں ہے: صریح وہ جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو اور جوہرہ نیرہ جلد دوم ص ۹۰ میں ہے: لایفتقر الی النیۃ یعنی الصریح لغلبۃ الاستعمال۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۵۵ میں ہے: اذا قال الرجل لامرأتہ بھشتم ترازنی فاعلم بان ھذہ اللفظۃ استعملھا اھل خراسان واھل عراق فی الطلاق وانھا

صریحۃ عند ابی یوسف رحمۃ اللّٰہ علیہ حتی کان الواقع بہا رجعیا ویقع بدون النیۃ۔ وفی الخلاصۃ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وفی التفرید وعلیہا الفتوٰی کذا فی التتار خانیہ۔ وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از شکر اللہ ضلع گورکھپور

ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کے پاس دوسرے سے یہ لکھوا کر روانہ کیا لیکن وہ لفافہ بیوی کو نہیں ملا پھر شوہر کے پاس واپس آیا ہے کہ شکر اللہ ولد سلیمان موضع راجمندل خرد پتہ لہٹرہ پرگنہ حویلی تحصیل پھرینده تھانہ پورند پور ضلع گورکھپور کے ہیں آگے بخوشی رضامندی ہوش حواس بلا جبر ودباؤ کے میں نے اپنی بیوی مجرون ولد ذکری موضع کمہر یا تھانہ نئی کوٹ و پتہ مذکور ضلع گورکھپور طلاق دی تحریر کر دینا تا کہ وقت ضرورت پر کام آوے قریب تین سال کے بعد اپنی اس بیوی کو مکان پر لے آیا اب ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں شکر اللہ کی مدخولہ بیوی پر بوقت تحریر ایک طلاق بائن واقع ہوئی لہٰذا شکر اللہ بغیر حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے بغیر نکاح دونوں کا آپس میں میاں بیوی کے تعلقات قائم کرنا شرعاً ناجائز اور سخت حرام ہے واللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ وصلی المولٰی علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از جمیل الدین صدیقی شہر بہرائچ

شمس الدین نے اپنے خسر سے غصہ کی حالت میں اپنی مدخولہ حاملہ بیوی کے بارے میں کہا کہ میں نے اسے طلاق دی اسی طرح متعدد بار کہتا ہوا باہر چلا گیا تو طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟

الجواب: شمس الدین کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ شمس الدین کے لئے حلال نہ ہوگی۔ قال اللّٰہ تعالٰی: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (پ ۲ ع ۱۴) وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رئیس احمد قادری مقام مسنا پوسٹ شہر گڑھ بستی۔

زید نے اپنی مدخولہ بیوی زینب کو تین طلاقیں یعنی طلاق مغلظہ دے دیا اب تقریباً چار ماہ کے بعد زید اپنی مطلقہ بیوی زینب کو اپنے عقد میں لانا چاہتا ہے اور زینب بھی اپنے شوہر اوّل کے عقد میں آنا چاہتی ہے۔ صورت مسئولہ میں شریعت مطہرہ کا کیا فرمان ہے؟ جو شریعت کا حکم ہو بیان فرمائیں؟

الجواب: جب کہ زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق مغلظہ دے دی تو اب وہ عورت اس پر حرام ہوگئی حلالہ کے بغیر زید اس کو اپنے عقد میں ہرگز نہیں لا سکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید پارہ دوم رکوع ۱۳ میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال احمد خاں الرضوی

۲۹؍ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد یعقوب رضوی۔ متھرا بازار گونڈہ

زید اور ہندہ کی شادی نابالغی میں ہوئی۔ شادی کے کچھ دنوں بعد زید کا باپ ایک غیر مسلم عورت لے کر بھاگ گیا۔ زید نے مسلمانوں کا طور طریقہ چھوڑ کر غیر مسلموں کا طریقہ اپنا لیا ہے جیسے غسل کے بعد پیپل کو پانی دینا اور کرتن کرانا بھگت کا دھاگا باندھنا وغیرہ وغیرہ۔ اب ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر کے یہاں جانا چاہتی ہے تو کیا بغیر طلاق حاصل کئے اپنا عقد غیر سے کر سکتی ہے؟ اور اگر زید پھر سے توبہ کر کے کلمہ پڑھ کے مسلمانوں میں مل جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: زید نے جب کہ مسلمانوں کا طور طریقہ چھوڑ کر غیر مسلموں کا وہ طریقہ اختیار کیا جس کی تفصیل سوال میں مذکور ہے تو وہ کافر ہو گیا اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی۔ زید سے بغیر طلاق حاصل کئے وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اگر زید تائب ہو کر پھر سے مسلمان ہو جائے تو وہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد حسین مقام مروٹیا پوسٹ بھمنان ضلع بستی۔

ایک عورت کو اس کے شوہر نے یہ کہہ کر نکال دیا کہ ہمارے گھر سے جاؤ ہم تمہیں طلاق دیتے ہیں تم میرے گھر سے نکل جاؤ۔ وہ عورت پتہ نہیں کب سے کہاں کہاں تھی آج ایک سال کچھ مہینے سے میرے پاس ہے۔ اب ایسی صورت میں بغیر تحریری طلاق کے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ ہم لوگ چار مرتبہ اس سے تحریری طلاق مانگنے گئے اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نہ تحریری طلاق دیں گے اور نہ ہم اس کو رکھیں گے زبانی طلاق دے دی ہے تو اب حکم شرع کیا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے زبانی طلاق دے دی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی تحریری طلاق کی ضرورت نہیں باقی رہی بعد عدت وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور جو شخص اس عورت کو ایک سال کچھ مہینے سے رکھے

ہوئے ہے وہ سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہے علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱؍ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از محمد ادریس تنہواں ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو حالت حمل میں تین طلاقیں دے دیں تو طلاق کب واقع ہوگی؟ اور وہ کتنے دنوں کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب: حالت حمل میں طلاق واقع ہوگئی۔ بعد وضع حمل دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی عدت وضع حمل ہی ہے کما قال اللہ تعالٰی: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰؍جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از میر محمد انصاری متھرا ضلع بہرائچ شریف

زید کی لڑکی بکر کے ساتھ بیاہی تھی کچھ دنوں تک لڑکی کے ساتھ بسر اوقات کرتی رہی بعد میں زید اپنی لڑکی لینے گیا تو بکر نے یہ کہا کہ ابھی میں نہیں بھیجوں گا زید موقع پا کر لڑکی کو فرار کر کے اپنے گھر لے آیا اس کے بعد بکر بار بار آیا کہ میری عورت بھیج دو ہر دفعہ زید نے انکار کیا پھر جملہ مسلمانان اور برادریوں نے سمجھایا کہ لڑکی کو اس کے گھر بھیجدو زید جواب دیتا ہے کہ میں تمہارے یہاں نہیں بھیجوں گا اور دوسری شادی بھی کر دوں گا تب بکر نے کہا دوسری شادی کیسے کر دو گے میں اپنی عورت کو طلاق نہیں دوں گا تب پھر زید نے کہا کہ اگر تم طلاق نہیں دو گے تو میں بذریعہ عدالت طلاق لے لوں گا چنانچہ زید نے ایسا ہی کیا کہ عدالت میں لڑکی سے درخواست دلا کر نکاح فسخ کرا لیا اور دوسری شادی طے بھی کر لی اب ایسی صورت میں زید و بکر پر از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ صاف تحریر فرمائیں کرم عظیم ہوگا۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ لڑکی مذکور کو طلاق دینے کا اختیار صرف بکر کو ہے شرعاً کچہری کے حکام کو فسخ نکاح کا ہرگز اختیار نہیں۔ زید پر واجب ہے کہ لڑکی کی دوسری شادی ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ نہ مانے تو تمام مسلمان زید اور اس کے ہمنواؤں کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا اور سلام وکلام بند کر دیں۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ وصلی المولٰی علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍جمادی الاولٰی ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: ازعبدالرزاق کھتری ۹۲ رنورانی بلڈنگ ۵ رمنزلہ روم نمبر ۳۰ کیدل روڈ باہم بمبئی ۱۶

۱۱ سال کی عمر میں نجمہ بنت عبدالرزاق کا عقد حبیب بن عبدالرزاق کے ساتھ ہوا۔ اور جب نجمہ ۱۸ سال کی ہوئی تو اس کو شوہر کے پاس بھیج دیا گیا ۱۵ یوم میں نجمہ اپنے شوہر کے ظلم وستم سے تنگ آ کر اپنے میکے چلی آئی۔ چار سال تک انتظار کے بعد جب اس کا شوہر اسے لینے نہیں آیا تو نجمہ نے عدالت میں طلاق کے لئے مقدمہ دائر کیا۔ مگر چونکہ مدعی علیہ عدالت میں حاضر نہیں ہوا اس لئے عدالت نے یک طرفہ فیصلہ نجمہ کے حق میں کر دیا اور طلاق اور اسے نکاح ثانی کی اجازت دے دی کیا بمر عدالت کے فیصلہ کے مطابق عقد ثانی کا شرعاً مجاز رکھتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کچہری کے مجسٹریٹ کو قرآن مجید پارہ دوم میں ہے: بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ اور حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق۔ لہٰذا صورت مستفسرہ میں مجسٹریٹ کا نجمہ کے حق میں طلاق کا فیصلہ اور نکاح ثانی کی اجازت شرعاً لغو ہے۔ شوہر کی موت یا اس سے طلاق حاصل کئے بغیر نجمہ کا دوسرا عقد کرنا حرام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از منشی رضا ساکن کھور ہریا ضلع لومبنی ریاست نیپال

زید کی عورت ہندہ ایک ہندو کے ساتھ فرار ہوگئی کچھ دنوں بعد زید کے پاس آئی تو کیا زید نکاح جدید اسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید ہندہ کو بلا تجدید نکاح اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ پھر چونکہ ہندہ نے شدید ترین فسق وعظیم ترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس لئے اس پر توبہ واستغفار فرض ہے اور دیانتاً تجدید ایمان بھی ضروری ہے یونہی تجدید نکاح کر لینا مناسب ہے' اور اگر معاذ اللہ ایک مشرک کے ساتھ بھاگ جانے کے درمیان ہندہ سے کوئی کفری قول یا مشرکانہ فعل صادر ہوا تو اس صورت میں اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح فرض ہے۔ محض گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے بندۂ مومن خارج از ایمان نہیں ہوتا شرح عقائد نسفی ص ۸۲ میں ہے: الکبیرة لاتخرج العبد المؤمن من الایمان۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: محمد الیاس خاں السالک البارہ بنکوی

۱۹ رربیع الآخری ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از منور حسین سسوا بازار ضلع بستی

بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو سن بلوغ میں ہوش وحواس کے ساتھ تین طلاقیں الگ الگ دیں۔ ہندہ کی رخصتی بکر کے گھر نہیں

ہوئی تھی۔شادی نابالغی میں ہوئی تھی۔طلاق بکر نے بالغ ہونے کے بعد دی ہے اور بعد شادی میاں بیوی ایک ہی جگہ رہتے تھے نابالغی کے عالم میں اور بالغ ہونے کے بعد بھی کچھ روز ساتھ میں رہے۔ بکر کا بیان ہے کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے اور ہندہ بھی اسی طرح کا بیان دیتی ہے۔دریافت طلب یہ امر ہے کہ اب بکر پھر اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو صرف نکاح سے کام چل سکتا ہے یا حلالہ کی ضرورت ہے؟

الجواب: بکر اور ہندہ قبل بلوغ اور بعد بلوغ ایک ساتھ رہتے تھے پھر بعد طلاق بکر اور ہندہ کا یہ کہنا کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں۔بکر اور ہندہ اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں جھوٹ اور مکر وفریب سے کام نہ لیں۔اگر ہمبستری یا خلوت صحیحہ ہوئی ہو تو اقرار کریں۔پھر حسب بیان سوال لکھ کر روانہ کریں،اور اگر اقرار نہ کریں تو دارالافتاء فیض الرسول میں حاضر کریں۔اس کے بعد فتویٰ دیا جائے گا۔فقط

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عباس علی امام مسجد مومن پور گورکھپور

بکر کا کہنا ہے کہ اللہ سے ہم بالکل نہیں ڈرتے اور اللہ کو ماں بہن کی گالی دیتا ہے۔مذہب اسلام کو برا بھلا بھی کہتا ہے۔کہتا ہے ہندو دھرم اچھا ہے ہندو دھرم کی تعریف کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ رمضان کا روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو۔عالم حافظ ومولوی کو بہت سی گالیاں دیتا ہے یہاں تک کہ گاؤں کے پورے مسلمانوں کو گالی دیتا ہے اور ان سے جھگڑا کرتا ہے۔جب کہ بکر کی تعلیم اور عربی جانکاری اچھی ہے یہاں تک کہ نصف مولوی ہے جان بوجھ کر دل و جان سے شرارت کرتا ہے بکر کی اس حرکت کے بارے میں پوری تاکید کے ساتھ حکم فرمائیں کیا بکر کا نکاح ٹوٹ گیا؟ اس درجہ بالا مذکورہ مضمون کا جواب جلد سے جلد عنایت فرمائیں۔

الجواب: بکر نے اگر واقعی اس قسم کی بکواسیں کی ہیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو وہ مرتد ہو گیا۔اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔عدت گزارنے کے بعد وہ کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کرسکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از غازی سیّد ابرار اشرف صالح پور بستی

زید نے غصہ میں آکر اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیں پھر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی لہٰذا ہندہ عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرے۔ شخص آخر کی ہندہ سے مجامعت (ہمبستری) ضروری ہے اس کے بعد شخص ثانی طلاق دے پھر ہندہ عدت گزارے اب شوہر

اوّل سے نکاح کرسکتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۸) وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد علی نعیمی

۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از خان محمد پردھان موضع مروٹیا پوسٹ بھنان بازار۔ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی تو اس لفظ میں کہ میں ہوش وحواس درست کر کے آج کی تاریخ سے اس کو طلاق دے رہا ہوں اور میرے اور اس کے آج کی تاریخ سے شرعی حقوق سب ختم ہو گئے اس کو یعنی ہندہ کو اختیار ہے کہ دنیا میں شادی کر کے اپنی زندگی گزارے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ بالا لفظ سے کون سی طلاق واقع ہوئی اور مورخہ ۷۷-۱۲-۱۲ کو طلاق دی اس کے بعد پھر ہندہ اپنے میکے تقریباً دو سال رہی پھر اس کے بعد زید نے اسے اپنے پاس رکھ لیا اور آج مورخہ ۸۰-۱۲-۲۴ سے تقریباً سات ماہ پہلے ہندہ کے بطن سے زید کے ذریعے ایک بچہ بھی پیدا ہوا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دوبارہ زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح کیا جائے یا بغیر نکاح کے وہ زید کی بیوی قرار پائے گی؟

الجواب: زید نے اگر اپنی بیوی ہندہ کو مذکورہ بالا الفاظ میں طلاق دی اور طلاق کے وقت ہندہ زید کی مدخولہ تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی عدت کے اندر اگر زید نے رجعت نہ کی تو بعد عدت وہ بائنہ ہوگئی اور اگر ہندہ زید کی مدخولہ نہ تھی تو مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوئی ان دونوں صورتوں میں اگر زید پھر اسی عورت کو رکھنا چاہتا تھا تو اس کا دوبارہ نکاح کرنا ضروری تھا کہ بغیر نکاح وہ زید کی بیوی ہرگز نہیں قرار پائے گی۔ لہٰذا زید پر فرض ہے کہ بغیر نکاح اسے ہرگز نہ رکھے اور زید وہندہ بغیر نکاح میاں بیوی کی طرح رہنے کے سبب جو پہلے گنہگار ہوئے اس سے دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے ان کو نماز کی پابندی کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی اور میلاد شریف کرنے غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از نور حسن میاں موضع پڑریا پوسٹ مہراج گنج بازار ضلک کپلوستو تولہوا (نیپال)

زبیدہ کا نکاح احمد کے ساتھ ہوا زبیدہ ایک لڑکا کی ماں بھی ہوگئی۔ کچھ دنوں بعد میاں بیوی میں اختلاف ہوا تو احمد نے زبیدہ کے والد کے پاس دو بار خبر دی کہ اپنی لڑکی کو لے جاؤ ہم اسے رکھنا نہیں چاہتے ہیں ہم نے اس کو جواب دے دیا۔ زبیدہ کے والد اسے لینے کے لئے نہ جاسکے کہ وہ خود اپنے میکہ آگئی تو زبیدہ کے والد دو چار آدمیوں کو ساتھ لے کر احمد کے گھر گئے احمد سے ملاقات نہ ہوسکی اس کے پڑوسیوں اور اس کے گھر والوں کا بیان ہے کہ احمد نے زبیدہ کو جواب دے کر بھیجا ہے۔ پانچ سال

کا عرصہ ہوگیا احمد طلاق نامہ دینے سے ٹال مٹول کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زبیدہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں احمد نے اگر واقعی یہ خبر بھیجوائی تھی کہ "اپنی لڑکی کو لے جاؤ ہم اسے رکھنا نہیں چاہتے اور ہم نے اس کو جواب دے دیا" یا احمد کے پڑوسیوں اور اس کے گھر والوں کا بیان صحیح ہے کہ احمد نے اپنی بیوی کو جواب دے کر اس کے میکے بھیجا ہے تو زبیدہ عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق نامہ ضروری نہیں بلکہ زبانی بھی طلاق پڑ جاتی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ جن لوگوں کا بیان ہے کہ احمد نے زبیدہ کو طلاق دی ہے۔ ان لوگوں سے تحریری گواہی لے کر اپنے پاس رکھ لے تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔ **وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از زاہد حسین نوتن سائیکل ورکس اسٹیشن روڈ متصل چار توڑا قبرستان سارنگ پور دروازہ باہر (احمد آباد ۲۱)

ایک شخص نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کو لاتعداد مرتبہ کہہ دیا کہ میں نے تم کو طلاق دے دی لیکن بعد میں اپنے کئے پر از حد نادم ہوا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر بیوی شخص مذکور کی مدخولہ نہیں ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ۳۴۹ میں ہے: **اذا طلق الرجل امرأته ثلثا قبل الدخول بها وقعن علیها فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیة وذلك مثل ان یقول انت طالق طالق طالق**۔ اگر عورت شخص مذکور کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۴) اور شوہر بیک وقت تین وقت تین طلاقیں دینے کے سبب گنہگار ہوا تو بہ کرے اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے خوشی میں نہیں دی جاتی البتہ اگر شدت غیظ و جوش وغضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے تو بے شک یہ صورت ضرور مانع طلاق ہے اور اگر اس حالت کو شخص مذکور نہ پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں طلاق واقع ہوگئی۔ **ھٰکذا فی جزء الخامس من الفتاوٰی الرضویة۔ وھو تعالیٰ اعلم.**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از شاہ محمد سری نیپال

زید اور سلمہ کا نکاح ہوا کچھ دن دونوں میاں اور بیوی نے ہنسی اور خوشی سے آپس میں زندگی گزاری کچھ عرصہ کے بعد زید نے سلمہ کے ساتھ ایسا ظلم ڈھایا جو نا قابل برداشت ہے اور جب سلمہ اپنے میکے آئی تو اس کے ماں باپ نے کہا کہ کیوں چلی آئی تو اس نے صریح جواب دیا کہ ہمارے شوہر نے ہم کو طلاق دے دی ہے اسی وجہ سے میں چلی آئی سلمہ کے والد اور ان کے احباب زید کے یہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ زید نہیں ہے تو سلمہ کے والد نے کہا کہ میری لڑکی سلمہ سے کیا سلوک کیا ہے اس وقت یہ ظاہر ہوا کہ زید نے سلمہ کو طلاق دی اور ٹولہ محلہ والوں کے کانوں میں بھی آواز آئی کہ زید نے سلمہ کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ طلاق دی اور ہم لوگوں نے سنا اور زید کی بوڑھی ماں ملی ان سے پوچھا گیا کہ زید نے واقعی طلاق دی تو ان کی بوڑھی ماں نے کہا صحیح بات ہے زید نے طلاق دی ہے' تو صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ ان لوگوں کے سامنے طلاق دی گئی۔ گواہوں کے نام: محمد حنیف، محمد حبیب، محمد امین، بسم اللہ محمد سعید۔

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب. طلاق شوہر کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے یا کم سے کم دو عادل شرعی گواہوں کی شہادت سے یعنی فاسق وفاجر کی شہادت سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر سلمہ کا شوہر طلاق دینے کا اقرار کرلے یا وہ گواہان عادل ہوں تو طلاق کے دفع ہونے کا حکم کیا جائے گا، اور اگر گواہان مذکور فاسق وفاجر ہوں تو ان کی شہادت سے وقوع طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ هٰذا خلاصة ما في كتب الفقه. وهو تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال احمد خاں الرضوی

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از غلام غوث شہر بستی یو۔ پی

ہندہ زید کی بیوی ہے آپس میں نا اتفاقی کی وجہ سے زید نے ہندہ کے رشتہ دار بکر سے کہا کہ اسٹامپ لاؤ طلاق دے دوں درآنحالیکہ وہ حاملہ تھی کچھ وقفہ کے بعد زید نے کہا کہ "لے جاؤ میں نے طلاق دی' لے جاؤ میں نے طلاق دی آیا اس جملہ سے ہندہ پر کون سی طلاق واقع ہوئی ہندہ کو پھر زید کے عقد میں لانے کے لئے کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں شوہر نے اگر لفظ "لے جاؤ" سے بھی طلاق کی نیت کی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی لان اذهبي وما في معناها يحتمل ردا فيتوقف الطلاق على النية۔ اس صورت میں زید ہندہ کو حلالہ کے بعد نکاح میں دوبارہ لا سکتا ہے' اور اگر شوہر نے صرف دوبارہ یہ جملہ کہا کہ "لے جاؤ میں نے طلاق دی۔ لے جاؤ میں نے طلاق دی۔" اور لفظ "لے جاؤ" سے اس نے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیا جائے گا۔ اس صورت میں اس کی بیوی پر دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں۔ بوقت طلاق اگر بیوی حاملہ تھی تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے رجعت کرسکتا ہے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کرلی تو وہ عورت بدستور اس کی بیوی رہے گی اس صورت میں دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں' اور اگر بچہ پیدا ہوگیا تو عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح

کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں قال اللہ تعالیٰ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (پ۲ع ۱۲) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد طیب علی سنبر ساپور ندر پور ضلع گورکھپور

زید اور اس کی بیوی ہندہ کی لڑائی ہوئی اس نے اپنی بیوی سے غصہ کی حالت میں طلاق کے کچھ الفاظ بولے چند ہی منٹ کے بعد محمود نے پوچھا کہ آپ نے کیا کہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنی بیوی کا نام لے کر سات یا دس مرتبہ کہا ہے کہ اے فلانی جا ہم تو کا طلاق دیت ہے مگر گواہوں کے ذریعہ یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نے اس طرح کہا کہ جاؤ اکثر وہ ہم تمہیں راکھب نہیں۔ ہمرے گھر سے جا۔ ہم تمہیں طلاق دے دی۔ ہمرے گھر سے نکل جا اس طرح گواہی دینے والی ایک عورت ہے۔ ایک گواہ اس طرح نقل کرتا ہے کہ اے اکثر وہ نکل جا ہمرے گھر سے تو کا طلاق دیب بھاگ ہمرے گھر سے۔ ایک گواہ اس طرح کہتا ہے اے اکثر وہ تو کا راکھب نہیں۔ چھوڑ دیب موقع پر تینوں موجود تھے ان تینوں سے کئی آدمیوں کے سامنے قسم لی گئی ہے ان سبھوں کا کہنا ہے کہ اس طرح نہیں کہا ہے بلکہ ہم لوگوں نے جس طرح کہا اسی طرح زید نے اپنی بیوی سے کہا۔ اب زید کہتا ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ ہم نے کیا کیا کہہ دیا ہم ہوش میں نہ تھے ہماری بات کو نہ پکڑا جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مع حوالہ کتب تحریر کیا جائے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں گواہوں کی گواہی لینے اور ان سے قسم لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ واقعہ کے بعد محمود سے دریافت کرنے پر جب اس نے کہا "میں نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا ہے کہ اے فلانی جا ہم تو کا طلاق دیت ہے" تو اگر واقعی اس نے پہلے طلاق دی تھی تو واقع ہوگئی اور اگر پہلے نہ دی تھی تو اس اقرار سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا اگرچہ اس نے جھوٹا بیان دیا ہو فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۴۳۲ میں ہے: اقرار سے طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عنداللہ طلاق نہ ہو جب کہ جھوٹ کہا ہو۔ کما فی الفتاویٰ الخیریۃ فیمن اقر بالطلاق کاذبًا اھ۔ ملخصًا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محی الدین صدیقی رضوی موضع بھانپور ڈاکخانہ بنکور ضلع گونڈہ

عیدو نے اپنی مدخولہ عورت کے لئے کہا: جب وہ بھاگی اور آنے سے انکار کیا تبھی میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ میں جنت النساء کو طلاق دیتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ جب عیدو کو اقرار ہے کہ میں بہت پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں جنت النساء کو طلاق دیتا ہوں تو اگر وہ

تحریری طلاق نہ دے تو جنت النساء دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں زبانی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے لہٰذا جبکہ عیدو کو اقرار ہے کہ جب وہ بھاگی اور آنے سے انکار کیا تبھی میں نے کہہ دیا تھا کہ میں جنت النساء کو طلاق دیتا ہوں، تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی۔ عدت گزارنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اگر شوہر نے واقعی جنت النساء کے آنے سے انکار کرنے کے وقت جملۂ مذکور کہا تھا تو اسی وقت سے عدت کا زمانہ شمار کیا جائے گا اور اگر اس وقت نہ کہا تھا تو جب شوہر نے اقرار کیا اس وقت سے عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور عورت مذکور اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ وہ تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو وہ بالکل غلط ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ع۱۲) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد چراغ الدین تانسین نیپال

زید کی بیوی ہندہ زید کے گھر سے فرار ہو گئی کسی طرح سے زید ہندہ کو اپنے مکان پر واپس لایا اور اس دھوکے سے تحریر پر انگوٹھے کا نشان لے لیا کہ شوہر کی جائیداد میں میرا کوئی حق نہیں ہے میں کسی قسم کا شوہر کی جائیداد پر دعویٰ نہیں کر سکتی۔ بعدہ اس کو مکان سے باہر کر دیا نان نفقہ بھی دینا بند کر دیا اب ہندہ چاہتی ہے کہ زید سے طلاق حاصل کر کے دوسرے سے نکاح کرے اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو بھی طلاق نہیں دوں گا اور نہ نان ونفقہ دوں گا اب ایسی صورت میں ہندہ زید سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرے؟

الجواب: گرام پنچائت یا مقامی حکام کے دباؤ سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کرے اور زید پر لازم ہے کہ جب وہ ہندہ کو رکھنا نہیں چاہتا ہے تو اسے طلاق دے دے۔ اگر زید ہندہ کے رکھنے پر بھی راضی نہ ہو اور نہ ہی طلاق دینے پر تیار ہو تو سب مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا بند کر دیں ورنہ ظالم زید کے ساتھ وہ لوگ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○ (پ۷ ع۱۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد رفیق ومحمد سعید موضع تھواں پوسٹ مہنداول ضلع بستی

زید کے بدن میں ایک خطرناک پھوڑا نکلا تھا۔ شدت درد سے بے قرار ہو کر ڈاکٹر سے کوئی زود اثر دوا مانگی۔ ڈاکٹر نے نشہ

اور ٹیبلٹ دے دی۔ نشہ کی وجہ سے کچھ لوگوں سے تو تو میں میں بھی ہوگئی اسی نشہ کی کیفیت میں گھر آیا مگر بیوی گھر پر موجود نہ تھی کچھ ہی دور پر زید کی دوکان تھی وہیں اس کی بیوی اپنے بچوں سمیت بیٹھی ہوئی تھی چھوٹے بچے نے بڑا استنجاء کر دیا تھا اس کے صاف کرنے میں دس منٹ کی دیر ہوگئی۔ للہٰذا نشہ اور غصہ کی حالت میں زید نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہا کہ ہم تم کو طلاق دے رہا رہے ہیں' دے رہے ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد زید نے کہا کہ نشہ اور غصہ ایسی چیز ہیں جو گھر کو برباد کر دیں گی۔ اس نے لوگوں سے کہا میری غلطی کو معاف کریں' ہم اور بیوی دونوں راضی ہیں' دونوں راضی ہیں۔ اللہ و رسول اس بات پر گواہ ہیں کہ مذکورہ بالا تمام باتیں صحیح ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید نے اپنی بیوی سے یہی کہا کہ ''ہم تم کو طلاق دے رہے ہیں'' دے رہے ہیں' دے رہے ہیں''۔ تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اب اگر زید نے اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں' اور رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے مثلاً یوں کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیوی سے رجعت کر لی اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کرے' اور اگر عدت گزر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ هٰذا ما ظهر لي والعلم عند الله ورسوله جل جلاله وصلى المولىٰ عليه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از محمد یونس نوری متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (یو۔ پی)

زید شادی شدہ ہے البتہ ابھی اس کی بیوی اس کے گھر آتی جاتی نہیں ہے لیکن زید کو اس کا باپ اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ زید اپنی بیوی کو بغیر کسی غلطی کے طلاق دے تو ایسی صورت میں زید طلاق دے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس میں باپ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید پر طلاق دینا لازم ہے اگر نہیں طلاق دے گا تو باپ کا نافرمان قرار پائے گا اس لئے کہ طلاق امر مباحات میں سے ہے اور امر مباح میں باپ کی اطاعت لازم ہے۔ هٰذا ما ظهر لي والعلم عند الله تعالىٰ ورسوله وصلى المولىٰ عليه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از محمد امین ضلع براؤں شریف ضلع بستی

زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کا بکر کے نابالغ لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا اب جب لڑکی بالغ ہوگئی اور لڑکا ہنوز نابالغ ہے' تو زید

رخصتی کے لئے بکر کے گھر جاتا ہے تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ میرے لڑکے کے ساتھ نکاح ہی نہیں ہوا ہے متعدد بار اس کے مکان پر زید کئی آدمیوں کے ساتھ گیا لیکن وہ صاف صاف یہ جواب دیتا ہے کہ آپ لوگ کیوں میرے مکان پر آتے ہیں میرے لڑکے کی شادی تمہاری لڑکی کے ساتھ ہوئی ہی نہیں ہے میں کس طرح رخصت کرالاؤں پانچ مرتبہ جانے پر یہی جواب ملا لہٰذا ایسی صورت میں علمائے ملت اسلامیہ کا کیا فتویٰ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں لڑکی اپنے شوہر کے بالغ ہونے کا انتظار کرے پھر جب شوہر بالغ ہو جائے تو اسے اپنی بیوی کے رخصت کرانے پر مجبور کیا جائے یا کسی طرح اس سے طلاق لی جائے اس لئے کہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از منشی مظفر علی مقام بنکس ڈپو۔ گودام ہڈی وچوم روپئی دیہا پوسٹ روپئی ڈیہا۔ بہرائچ

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور گھر سے نکال دیا ہندہ بعد طلاق اپنے میکے میں تقریباً ایک سال رہی اس کے بعد ہندہ کا نکاح حلالہ کے لئے ایک دوسرے شخص کے ساتھ ہوا۔ نکاح کی صبح اس نے بغیر ہمبستری کے ہندہ کو طلاق دے دی اب ہندہ عدت زید کے پاس گزار رہی ہے۔ بعض علماء نیپال گنج کا کہنا ہے کہ حلالہ درست نہیں ہوا تو اس بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

الجواب: بے شک صورت مسئولہ میں حلالہ درست نہ ہوا کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا شرط ہے اگر بغیر ہمبستری اس نے طلاق دے دی تو ہندہ شوہر اوّل سے ہرگز ہرگز نکاح نہیں کر سکتی کما فی حدیث العسیلۃ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۳۱ میں ہے: ان کان الطلاق ثلاثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحا ویدخل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا۔ اور دوسرے شوہر نے اگر ہمبستری وخلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی ہے تو اس طلاق کی عدت نہیں جیسا کہ پارہ ۲۲ رکوع ۳ میں ہے: اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ اور خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی ہے تو عدت ہے مگر عورت کو شوہر اوّل کے پاس عدت گزارنا حرام وناجائز ہے اس پر لازم ہے کہ شوہر ثانی کے گھر عدت گزارے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ ہاں اگر شوہر ثانی نے طلاق بائن دی ہے اور وہ فاسق ہے اور کوئی وہاں ایسا نہیں کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے ایسی حالت میں شوہر کے مکان سے قریب جہاں وہ برائیوں سے محفوظ رہ سکے عدت گزارے اگر شوہر اوّل ہندہ کو اپنے گھر سے نہ نکالے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ٥ (پ۷ ع۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍شوال ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد ابراہیم خان کالپی محلہ بڑا بازار ضلع جالون

ایک شخص جس کی عمر قریب ۵۵ سال کی ہے اور اس کی بیوی بھی قریب ۵۰ سال کے ہے اور لڑکے جوان ہیں نواسے پوتے سب موجود ہیں لڑکے چونکہ نوعمری کی وجہ سے بدزبان ہیں باپ کا لحاظ نہیں کرتے آپس میں ایک لڑکے سے کچھ بات پر کہا سنی ہوئی اور یہاں تک بات بڑھی کہ قریب مار پیٹ کی نوبت آ گئی لڑکے کی ماں یہ سب سنتی اور دیکھتی رہی ماں نے لڑکے کی کچھ موافقت کی اس پر باپ کو بہت برا معلوم ہوا اور اس نے اپنی بیوی سے یعنی لڑکے کی ماں سے غصہ میں تین سے زیادہ بار لفظ طلاق کہہ دیا حالانکہ نہ طلاق دینا چاہتا تھا اور نہ کوئی طلاق کا محل تھا محض لڑکے کی بدزبانی سننے کے بعد ماں کا خاموش رہنا ناگوار ہوا کاش ماں لڑکے کو ڈانٹ دیتی تو یہ نوبت نہ آتی۔ لفظ طلاق ایک یا دو مرتبہ کہنے کے ساتھ ہی متعدد بار طلاق دی، دی، دی کہہ دیا ایسی صورت میں شرعی حکم سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب: آج کل جس طرح لوگ بہت سے معاملات میں مکروفریب کیا کرتے ہیں ویسے ہی طلاق کے معاملہ میں بھی مکروفریب سے فتویٰ لینا چاہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں پھر طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر فتویٰ لینا چاہتے ہیں تاکہ بیوی ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگر طلاق دینا نہیں چاہتا تھا تو طلاق کا لفظ زبان پر کیوں لایا؟ طلاق کی بجائے دوسرے الفاظ سے بھی تو اسے برا بھلا کہہ سکتا تھا۔ لہٰذا وہ طلاق کے لفظ سے طلاق ہی دینا چاہتا تھا۔ اب اس کا انکار عندالشرع ہرگز مسموع نہیں، اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ طلاق کا محل نہ تھا اس لئے کہ شرع نے طلاق کے لئے کوئی موقع ومحل نہیں مقرر کیا ہے شوہر جب چاہے اسے طلاق دے سکتا ہے، اور شخص مذکور کا یہ سوچنا بھی غلط ہے کہ ''ماں لڑکے کو ڈانٹ دیتی تو یہ نوبت نہ آتی'' اس لئے کہ جو لڑکا نالائق ہو جائے یہاں تک کہ اپنے باپ سے مار پیٹ کی نوبت پیدا کرے وہ ماں کے ڈانٹ دینے سے کب مان سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ صورت مستفسرہ میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی اگر وہ دونوں بغیر حلالہ ونکاح میاں بیوی جیسا آپس میں تعلق رکھیں تو سب مسلمان ان کا اسلامی بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد محسن رضا کرلا بمبئی ۷۰

بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مرتبہ تو اس طرح دو مرتبہ کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بذات خود ایک دو اور آدمیوں کی موجودگی میں تجدید عقد کیا اور یہ معاملہ ابھی تک علاوہ میاں بیوی اور گواہوں کے کسی اور پر ظاہر نہیں کیا۔ آج تقریباً دو سال کے بعد اس طرح سے معاملہ پیش آیا کہ بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو اس لفظ کے ساتھ تعبیر کیا کہ اگر میں تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کے ساتھ گھاٹ کروں تین بار۔ اور پھر دونوں کے بعد بزعم خویش اپنے قول کی تردید اس طرح کرتا ہے کہ اگر میں تجھ کو

چھوڑوں تو اپنی ماں کے ساتھ گھاٹ کروں تین بار۔ دونوں مذکورہ صورتوں کے اندر بکر اور ہندہ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دوطلاقیں دینے کے بعد جب کہ بکر نے تجدید نکاح کرلیا تو ہندہ بدستور اس کی بیوی ہے جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۳ میں ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ لیکن اگر ہندہ بوقت طلاق بکر کی مدخولہ بیوی تھی تو آئندہ ایک ہی طلاق سے وہ مغلظہ ہو جائے گی کہ بغیر حلالہ وہ پھر بکر کے لئے حلال نہ ہوگی کما فی حدیث العسیلۃ وقال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (پ۲ ع۱۳) اور اگر وہ بوقت طلاق بکر کی مدخولہ نہ تھی تو صورت مستفسرہ میں اس پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی آئندہ دوطلاقیں دینے سے مغلظہ ہوگی۔ لانہ فرق الطلاق فبانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ ھٰکذا فی الجزء الاول من الفتاویٰ العالمگیریہ (ص ۳۴۹)۔ اور جب کہ طلاق دینا مشہور ہے تو دفع تہمت کے لئے تجدید نکاح کی شہرت بھی ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اتقوا مواضع التھم۔ اور جو بکر نے اپنی بیوی سے تین بار یہ کہا کہ اگر میں تجھ کو نہ رکھوں تو اپنی ماں سے گھاٹ کروں'' اور پھر دو دن بعد یہ کہا کہ ''میں تجھ کو چھوڑوں تو اپنی ماں سے گھاٹ کروں'' تو یہ الفاظ طلاق نہیں ہیں اور عند الشرع قسم ہیں۔ لہٰذا پھر ہندہ پر طلاق نہیں پڑی اور نہ بکر پر شرعاً کوئی کفارہ لازم ہوا۔ لیکن الفاظ مذکورہ سے اس نے اپنی ماں کی توہین کی ہے جس کے سبب وہ سخت گنہگار ہوا اس پر علانیہ توبہ واستغفار کرنا واجب ہے اور ماں اگر زندہ ہے تو اس سے معافی طلب کرنا بھی لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد مرتضیٰ خاں خالدی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ گنیش پور ضلع بستی

زید کا بیان ہے کہ میں نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک یا دوطلاقیں دی ہے اور تین طلاقیں دینے کا اقرار نہیں کرتا ہے تو کیا زید کا بیان تسلیم کرلیا جائے گا اور اس کا بیان تسلیم کر لینے کی صورت میں اگر اسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے حلالہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: زید صاحب معاملہ نے شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارک مزار پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ قسم کھائی ہے میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں نہیں دی ہیں۔ لہٰذا اس کا بیان تسلیم کرلیا گیا شوہر عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کرسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (پ۲ ع۱۳) اور اگر عدت گزر چکی ہو تو عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ھٰکذا فی الکتب الفقھیۃ اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونا ہے قال اللہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) اور اگر عورت حاملہ نہ ہو اور پچپن سالہ و نابالغہ بھی نہ ہو یعنی حیض والی

ہوتو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ ع۱۲) اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از کرم علی ساکن گیاس پور پوسٹ گیاس پور ضلع فیض آباد (یو۔پی)

زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر سے کیا مگر بکر لڑکی کو تقریباً آٹھ سال سے نہ تو لے جاتا ہے نہ طلاق لکھ کر دیتا ہے ویسے اس نے دو آدمیوں کے سامنے تین طلاقیں دی ہیں مگر لکھنے سے انکار کر رہا ہے اب ایسی صورت میں زید اپنی لڑکی کا عقد دوسرے سے کر سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: بکر نے اگر واقعی اپنی زبان سے طلاق دے دی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی طلاق واقع ہونے کے لئے لکھنا ضروری نہیں لیکن اگر وہ زبان سے بھی طلاق دینے کا اقرار نہیں کرتا یعنی کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو دو متقی پرہیزگار اور عادل گواہوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہو جائے گی۔ فاسق یعنی بے نمازی اور داڑھی منڈے وغیرہ کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی اور طلاق ثابت ہونے کی صورت میں وہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از للن زیارت سرسیا ضلع بستی

ہندہ کا شوہر عرصہ دو سال سے بمبئی میں رہتا ہے اس نے ہندہ کو زبانی کئی بار طلاق دی ہے اور یہ کہا ہے کہ میں تمہارا کوئی نہیں ہوں تم کہیں بھی رہو میں نے تم کو طلاق دی۔ اس کے علاوہ خط کے ذریعہ بھی لکھ کر بھیجا ہے۔ بمبئی سے آنے والے لوگوں سے بھی طلاق کا بیان دیا ہے۔ اب ایسی صورت میں ہندہ دوسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور زبانی بھی الاشباہ میں ہے: ''الکتاب کالخطاب'' لہٰذا اگر شوہر نے واقعی طلاق دی ہے تو ہندہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن اگر شوہر بعد میں کہے کہ میں نے نہ تحریری طلاق دی ہے اور نہ زبانی تو دو ثقہ متقی عادل شرعی گواہوں کے بغیر طلاق ثابت نہ ہوگی۔ شوہر کے قسم کھانے کے بعد ہندہ اسے جبراً واپس دلائی جائے گی اس لئے کہ زبانی طلاق بلا شہادت شرعیہ یا بغیر اقرار شوہر کے ثابت نہیں ہوتی اور یہی حکم تحریری طلاق کا بھی ہے

"لان الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم کما فی الھندیة وغیرھا"۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵؍ربیع الاخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد یٰسین خان موضع سہنیاں کلاں۔ پچپڑوا گونڈہ

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو کہا میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ پر کون سی طلاق واقع ہوئی، اور کیا زید کے لئے ہندہ بغیر حلالہ کے حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (پ۲ ع۱۴) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ اس سے ہمبستری کرے پھر شوہر ثانی مرجائے یا اسے طلاق دے دے تو عدت گزارنے کے بعد ہندہ شوہر اوّل سے نکاح کرسکتی ہے اگر شوہر ثانی نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی یا مرگیا تو اس صورت میں ہندہ شوہر اوّل سے نکاح ہرگز نہیں کرسکتی۔ کما فی حدیث العسیلة۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد امین موضع کمہریا مردٹیا بازار ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا کچھ دنوں بعد حدیث نے اسے لاکر رکھ لیا اور زید سے طلاق کی کوشش کی اس نے بھری پنچایت میں کہا کہ ہم نے طلاق دے دی ہے کہا گیا کہ طلاق نامہ لکھ کر دے دو تو اس نے تحریری طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟ حدیث اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور حدیث بغیر نکاح جو عورت کو رکھے ہوئے ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید نے اگر واقعی بھری پنچایت میں کہا کہ ہم نے طلاق دے دی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ گئی طلاق نامہ لکھنا ضروری نہیں کہ زبانی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے حدیث بعد عدت اس سے نکاح کرسکتا ہے اور تاوقتیکہ نکاح نہ ہو حدیث پر اس عورت کو اپنے سے دور رکھنا واجب ہے، اور حدیث نے اگر اس عورت کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو دونوں سخت گنہگار ہوئے ان دونوں کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں مددگار ثابت ہوں گی قال اللہ تعالٰی: مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ سَیِّئًا (پ۱۹ ع۴) ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰/رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از قطب الدین۔ دار العلوم غوثیہ بیروا ہنکو اپوسٹ کھوریا بازار ضلع گورکھپور (یو۔ پی)

ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی بکر کی بہن عابدہ کی شادی ہندہ کے بھائی عمرو سے ہوئی ابھی کسی کی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ جھگڑے کی بناء پر دونوں کا اپنی اپنی بیوی کو طلاق دینا طے ہوا۔ پنچایت میں طلاق نامہ مرتب ہوا عمرو نے کہا پہلے بکر طلاق دے دے تو ہم بھی طلاق دے دیں گے یا دے دیے۔ بکر نے پہلے طلاق دے دی پھر جب عمرو کے سامنے طلاق نامہ پیش ہوا تو وہ دستخط کئے بغیر طلاق نامہ لے کر فرار ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ عمرو نے جو یہ کہا تھا کہ ہم طلاق دے دیں گے یا دے دیے۔ تو اس جملہ سے طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر نہیں تو آئندہ ایسے موقع پر کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

الجواب: عمرو کے اس جملہ سے کہ "ہم بھی طلاق دے دیں گے یا دے دیے" طلاق نہیں واقع ہوئی کہ یہ جملہ طلاق کے الفاظ میں سے نہیں ہیں بلکہ طلاق کا وعدہ ہے اور تا وقتیکہ طلاق نہ دے صرف طلاق کے وعدہ سے طلاق نہیں پڑتی۔ آئندہ ایسے موقع پر یہ اختیار کیا جائے کہ ان میں سے ایک کہے کہ اگر فلاں میری بہن کو طلاق دے تو میری بیوی کو طلاق، سو اس صورت میں جب کہنے والی کی بہن کو فلاں طلاق دے گا تو اس کی بیوی کو طلاق پڑے گی اور اگر نہیں دے گا تو نہیں پڑے گی۔ وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷/رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از شان اللہ موضع ڈہرہ۔ پوپس بشیشر گنج ضلع سلطان پور

زید کی دختر ہندہ سے زنا ہوا تو ہندہ کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہندہ زید کے مکان پر ہے زید اور ہندہ کے بارے میں کیا ہونا چاہئے؟

الجواب: ہندہ سے اگر واقعی زنا سرزد ہوا العیاذ باللہ تعالٰی تو وہ سخت گنہگار، مستحق سزا ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے سخت سزا دی جاتی موجودہ صورت حال میں یہ حکم ہے کہ اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے، اور اس کا باپ زید اگر اپنی بیٹی کو ادھر ادھر بے پردہ گھومنے سے منع نہیں کرتا تھا اور جاننے کے باوجود غلط روی سے روکتا نہیں تھا تو اسے بھی توبہ واستغفار کرایا جائے اور دونوں کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے نیز میلاد شریف وغیرہ کرنے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی ترغیب دی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون و مددگار ہوں گی۔ قال اللہ تعالٰی: مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ سَیِّئًا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ۱۹ ع۴) ھذا ما ظھرلی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از ماسٹر ثناء اللہ موضع تسائل ضلع بستی

سلیم النساء کو اس کے شوہر رحمت اللہ نے طلاق مغلظہ دے دی۔ سلیم النساء غیر مرد کے یہاں عدت گزار رہی تھی کہ اسے حمل ظاہر ہوا تو اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اس مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: زمانہ عدت میں جو سلیم النساء کو حمل ظاہر ہوا اس بچہ کے پیدا ہونے کے بعد رحمت اللہ کے علاوہ سلیم النساء کسی بھی سنی صحیح العقیدہ کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے کہ جب رحمت اللہ نے اسے طلاق مغلظہ دے دی ہے تو بغیر حلالہ اس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی اور غیر مرد کے گھر عدت گزارنے کے سبب سلیم النساء سخت گنہگار ہوئی' اور اگر اس مرد سے میاں بیوی جیسا تعلق قائم کیا تو دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے۔ ان دونوں کو توبہ و استغفار کرایا جائے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف و قرآن خوانی کرنے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ امور خیر قبول توبہ میں معاون ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر شوال المکرّم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از ضمیر الحسن خاں موضع موتی پور پچپڑ واباز ار گونڈہ

زید شوہر طلاق دینے پر تیار تھا بوجہ طلاق نامہ نہ لکھ جانے پر معاملہ ویسے پڑا رہا اور زبانی کئی مرتبہ کہہ چکا کہ میں طلاق دیتا ہوں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: طلاق نامہ اگر نہ لکھا جائے اور زبانی طلاق دے دی جائے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر واقعی شوہر نے کئی مرتبہ کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی البتہ ثبوت طلاق کے لئے تحریر کی ضرورت ہے تو جن لوگوں کے سامنے شوہر نے زبانی طلاق دی ہے وہ لوگ ایک گواہی نامہ لکھ کر عورت کو دے دیں کہ ہم لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ فلاں بن فلاں ساکن موضع فلاں نے اپنی بیوی فلاں بنت فلاں کو فلاں تاریخ و سن میں طلاق دی ہے اور گواہ اگر عادل ہوں گے تو اس طرح بھی طلاق ثابت ہو جائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر شوال المکرّم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد ادریس زید پوری۔

زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا بعدہ اس کوان لفظوں سے طلاق دی کہ جا تجھ کو طلاق ہے طلاق، طلاق آیا، اب وہ عورت زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ جس وقت زید نے یہ الفاظ ادا کئے ہیں تقریباً عورت کو ۵ ماہ کا حمل بھی تھا لہٰذا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ مفصل مع اقسام طلاق و احکام تحریر فرمادیں۔ مزید برآں کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ حمل کی صورت میں طلاق نہیں ہوئی لہٰذا کیا حمل مانع طلاق ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی کہ حمل مانع طلاق نہیں' اور اس کی عدت وضع حمل ہے بچہ پیدا ہونے سے پہلے وہ کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الایۃ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ رشوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد منصرف مقام پرساپوسٹ پوکھر بھنڈا۔ پھریندا۔ ضلع گورکھپور (یو۔پی)

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو دو طلاقیں دیں اور اب اس کو اپنی زوجیت میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا وہ اس سے نکاح کرسکتا ہے یا رجعت کی ضرورت ہے؟ اور یہ بھی فرمائیں کہ طلاق بائن ہوئی یا رجعی یا مغلظہ؟ جواب سے جلدی نوازیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی اپنی مدخولہ بیوی کو صرف دو طلاقیں دی ہیں اور طلاق رجعی دی ہے تو عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کرسکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے' اور اگر طلاق بائن دی ہے تو شوہر عدت کے اندر اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے کہ دو طلاقوں کی صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر زید غلط بیانی سے کام لیتا ہے کہ حقیقت میں تین طلاقیں دی ہیں مگر صرف دو طلاقیں بتاتا ہے تو اس صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ بغیر حلالہ وہ عورت زید کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ الایہ۔ اور سوال میں طلاق کے الفاظ چونکہ مذکور نہیں اس لئے دارالافتاء سے طلاق رجعی یا بائن کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رشوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد ایوب موضع کوڑیا بازار ضلع گونڈہ

زید بکر کا لڑکا ہے آپسی کچھ باتوں میں تو' تو' میں میں ہورہی تھی کہ اسی دوران بکر نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تم اپنی بیوی لے کر میرے گھر سے نکل جاؤ میرے گھر میں رہنے کے قابل نہیں ہو اس پر زید نے کہا کہ بات مجھ سے اور آپ سے ہورہی ہے تو اس میں بیوی کا کیا قصور ہے' اور اگر آپ گھر سے نکل جانے ہی کو کہہ رہے ہیں تو میں اس کو طلاق دے دوں گا طلاق' طلاق

طلاق۔اس کے آگے مجھ کو یاد نہیں کہ کتنی بار طلاق کا لفظ کہا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی قال اللہ تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ الآیۃ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از شوکت علی گھاٹ کوپر بمبئی

حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ! گزارش ہے کہ صحبت علی عرف شوکت علی جو کہ بمبئی میں رہتا تھا اس نے بمبئی سے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا اور اپنی ماں کو لکھا کہ بچوں کو لے لو اور اس کا راستہ چھوڑ دو جہاں جی چاہے چلی جائے اور اپنے بہنوئی کے نام سے سات سو روپے دے کر غلہ جات خرید کر دے دینے کو کہا اور کپڑوں کا ایک بنڈل بھی بھیجا اس کے بہنوئی نے جیسا آرڈر تھا کیا۔صحبت علی کے خسر کو خبر ہوئی تو اس نے بمبئی خط لکھوایا صحبت علی نے بمبئی سے یہ خط تحریر کیا جو کہ ہندی میں ہے انہیں لفظوں کے ساتھ خط لکھا جارہا ہے وہ خط اب بھی اس کی بیوی کے پاس موجود ہے البتہ پہلا خط گم ہوگیا ہے۔

محترم جناب چچا صاحب السلام علیکم! بعد سلام کے معلوم ہو کہ ایک بار جو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے وہ جڑتا نہیں ہے اور میں نے آپ کے پاس جواب دے دیا ہے اگر آپ لوگ اس کو نہ مانیں تو میں کیا کروں اسی لئے سات سو روپے دیا ہوں اور دو جوڑا کپڑا دیا ہوں۔اب ہمارا تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے جو شریعت سے جائز تھا وہ میں نے کرادیا باندھنے بنیا بازار نہیں لگتی ہے یا تو آپ کہیں کردو یا اپنے پاس رکھو جیسا سمجھو ویسا کرو اب مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔فقط والسلام

اس کے بعد میرے والد صاحب نے صحبت علی کے گاؤں آکر جہاں میں بھی موجود تھا کئی موضع کے لوگوں کو بلا کر پنچایت کرایا ان دنوں تک صحبت علی بھی گھر آچکا تھا پنچایت نے صحبت علی کو ذلیل کیا اور یہ کہا کہ رکھے گا کیوں نہیں اور اس کو باندھ کر مارنے کو بھی پنچایت کے لوگ تیار ہوئے بہر حال کسی طرح پنچوں نے یہ فیصلہ دیا کہ لڑکی یہیں رہے گی صحبت علی رکھے گا اور اخراجات دے گا کچھ دنوں کے بعد صحبت علی پھر بمبئی چلا گیا اور میں کچھ دنوں تک مزدوری کر کے اپنا اور دو بچیوں کا گزارہ کرتی رہی مجبور ہو کر اپنے والد کے گھر آگئی دو سال سے زائد عرصہ گزر گیا کہ میں اپنے والد صاحب کے پاس ہوں اسی درمیان میرے والد صاحب کا ایک پڑوسی صحبت علی ساکن بمبئی کے پاس سے گھر آنے لگا اور بچیوں کے لئے شیرینی دینے کو کہا تو صحبت علی نے کہا کہ میں کیا جانوں میں کچھ نہیں دوں گا اس نے بمبئی میں دوسری شادی کی ہے اور وہیں بود و باش اختیار کر لی ہے اب میرا گزارا والد صاحب کے پاس کیسے ہوسکتا ہے میں دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں تو میرے بارے میں شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو بہت جلد تحریر فرمائیں اور یہ بھی واضح فرمادیں کہ بچیاں کس کے سپرد کردی جائیں؟ فقط والسلام۔

آمنہ خاتون بنت محمد جلیل موضع سنورا پوسٹ ڈنڑئی ضلع بستی

الجواب: استفتاء میں جو حالات مندرج ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو صحبت علی کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی عدت گزارنے کے بعد وہ دوسرے سنی صحیح العقیدہ شخص سے نکاح کر سکتی ہے اور بچیاں حیض آنے تک ماں کی پرورش میں رہیں گی جس کا معاوضہ بچیوں کے باپ کو ادا کرنا ہوگا لیکن ماں عدت کے زمانہ تک پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی اور بچیوں کو حیض آنے سے پہلے اگر ماں نے بچیوں کا غیر محرم سے نکاح کر لیا تو حق پرورش ساقط ہو جائے گا جوہرہ نیرہ میں ہے: اذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالام احق بالجارية حتي تحيض مخلصاً اھ. واللّٰہ ورسولہ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از شبیر حسن موضع ملہورا برگدوا (راج نیپال)

زید بہت کم پڑھا لکھا آدمی ہے اس لئے اس کو صحیح طور پر مضمون نگاری کا سلیقہ معلوم نہیں کم مائیگی علم کی بناء پر اس نے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دینے کے ارادے سے کاغذ اور قلم اٹھایا اتنے میں لوگوں کی بھیڑ زیادہ ہوگئی لکھنے میں زید کے ہاتھ کانپ گئے اب زید نے ایک طلاق لکھنے کے بجائے دو طلاقیں اس طرح سے تلاک تلاک لکھ کر قلم زد کر دیا اور اس کے بغل میں صریح ایک لفظ طلاق لکھا ایک ہی مجلس مین وہ بھی اس طرح سے تلاک۔ حالانکہ زید کی نیت صرف ایک طلاق کی تھی محض دھمکانے کے لئے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے اس تحریر سے اس کی بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوئی؟

نقل طلاق نامہ

جناب مجیب اللہ چچا صاحب! السلام علیکم کے بعد معلوم ہو کہ آپ کی لڑکی کے ساتھ میرا نکاح ہوا تھا۔ آپ کی لڑکی میرے گھر پر تھی وہاں سے بھاگ آئی آپ کے گھر میں کئی بار آیا لے جانے کے واسطے مگر آپ نے نہیں بھیجا۔ اس لئے آپ کی لڑکی کو میں تلاک تلاک تلاک دیتا ہوں۔

دستخط: شبیر حسن

الجواب: صورت مستفسرہ کا اصل طلاق نامہ دیکھنے سے ظاہر ہوا کہ عورت مدخولہ ہے تو زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی۔ اس لئے کہ طلاق زبان سے دینا یا لکھنا انشاء ہے خبر نہیں اور انشاء غلط نہیں ہوتا لہٰذا قلم زد کرنے کے باوجود دو طلاقیں واقع ہوگئیں پھر جب تیسری طلاق لکھی تو وہ بھی واقع ہوگئی اصول فقہ میں ہے: لايجوز الرجوع عن الطلاق لانه نسخ وليس للعبد ذلك۔ اور نیت اگر چہ طلاق کی رہی ہو مگر جب تین طلاقیں لکھیں تو تینوں واقع ہوگئی اور طلاق غلط املا سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور ایک مجلس میں بھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ هكذا فى الكتب الفقهية وهو تعالىٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبدالجبار منجملہ پنچان خیاطاں فیض آباد

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا ہندہ حق زوجیت ادا کرتی تھی۔ ازدواجی زندگی دونوں گزار رہے تھے۔ بکر کا عقد شاہ جہاں سے ہوا تھا اور دو سال کے قریب بکر اپنی زوجہ شاہ جہاں کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کر رہا تھا۔ تخمیناً نکاح کے دو تین سال بعد بکر کی بیوی شاہ جہاں نے پنچوں کے روبرو خلفاء بیان دیا کہ میرے شوہر بکر کا تعلق ہندہ سے ہے گواہی اور شہادت سے عیب ثابت ہوا۔ باوجود اس کے بکر کے والدین بروئے حلف بکر کا ہندہ سے ناجائز تعلق کا انکار کرتے تھے۔ اسی درمیان میں ہندہ بکر کے ساتھ کلکتہ چلی گئی تھی بعد میں زید پاکستان چلا گیا اور پاکستان میں موجود ہے۔ ہندہ نے بکر کے ساتھ عقد کر لیا پنچوں نے حقہ پانی بند کر دیا۔ کلکتہ میں دو سال کا عرصہ ہوا بکر کے متعلقین خواہش کرتے ہیں کہ ہم کو شامل برادری کر لیا جائے ایسی صورت میں جب کہ زید پاکستان چلا گیا ہے اور اس کی بیوی نے بکر سے اپنا نکاح کر لیا ہے برادری کے لوگوں نے سخت اعتراض اٹھایا کہ زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دی جو نکاح ہوا ہے وہ ناجائز ہے اس پر ہماری برادری کے ایک فرد نے اپنا مندرجہ ذیل بیان دیا بکر کی پہلی بیوی اب تک اپنے میکہ میں موجود ہے جو اپنے والدین پر بار بنی ہے" آج مورخہ ۲۸؍ مارچ ۱۹۶۸ء منجملہ پنچان مسمیٰ حیات محمد ولد آس محمد نے بحلف بیان کیا کہ میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ ممانی کلکتہ میں اور تم یہاں ہو ایسی صورت میں یہ بات کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی اسے چھوڑ دیتے۔ اس وقت انہوں نے جواب دیا کہ میں ان کو دسیوں مرتبہ طلاق دے چکا ہوں"۔ ایسی صورت میں حیات محمد کے حلفیہ بیان سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) بکر نے ہندہ سے جو نکاح کیا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) بکر کی بیوی جو اپنے میکہ میں بیٹھی ہے اور بکر سے طلاق چاہتی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ (۴) بکر کے والدین کا جھوٹ ثابت ہوا تو اس کا کیا فائدہ ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ (۱) طلاق کے ثبوت کے لئے دو مسلمان مرد عادل لائق شہادت شرعی کی شہادت شرعیہ درکار ہے لہٰذا صرف حیات کے حلفیہ بیان سے طلاق کا ثبوت نہ ہوگا جیسا کہ تفسیرات احمدیہ مطبوعہ رحیمیہ ص ۱۲۵ میں ہے: فی غیر الحدود والقصاص ان کان مما یطلع علیہ الرجل یقبل بشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین سواء کان مالا او غیر مال عندنا۔ (۲) صورت مستفسرہ میں بکر کا ہندہ سے نکاح کرنا شرعاً باطل ہے ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوا۔ (۳) اگر بکر پہلی بیوی کو نان و نفقہ دے سکتا ہے اور حسن سلوک وعدل وانصاف کے ساتھ شاہ جہاں کو رکھنے کے لئے تیار ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے' اور اگر بکر شاہ جہاں کو نان و نفقہ نہیں دے سکتا یا نان و نفقہ تو دے سکتا ہے مگر حسن سلوک وعدل وانصاف کے ساتھ پیش نہیں آئے گا تو بکر پر لازم ہے کہ وہ شاہ جہاں کو طلاق دے دے پھر بعد انقضائے عدت وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ طلاق وعدت سے پہلے دوسرے سے نکاح ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوگا۔ (۴)

زمانہ آیندہ کے بارے میں قسم کھا کر توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اور زمانۂ گزشتہ کے بارے میں جھوٹی قسم کھانے پر شرع نے کوئی کفارہ مقرر نہیں فرمایا ہے ہاں جو قسم جھوٹی زمانہ گزشتہ کے بارے میں علانیہ کھائی گئی ہو اس قسم کے جھوٹا ہونے کا اعلان کرنا اور صدق دل سے علانیہ توبہ واستغفار کرنا واجب ہوگا ھٰذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از خواجہ معین الدین رضوی منجانب چیئرمین تنظیم رضا گارڈن پیٹھ ہبلی ضلع دھارواڑ (کرناٹک)

زید کی شادی ماہ جبین آرا سے چھ سال پیشتر ہوئی تھی شادی کے بعد دونوں میاں بیوی نے ایک سال تک زندگی گزاری۔ زید شرابی تھا اور حالت نشہ میں بیوی پر ظلم ڈھایا کرتا تھا پھر بھی ایک سال تک بیوی اپنے شوہر کے ساتھ ظلم سہتے ہوئے برداشت کرتی رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زید اپنی بیوی کی جان لینے پر آمادہ ہوگیا۔

بالآخر اس نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا جس کی وجہ سے وہ چارونا چار اپنے میکہ چلی آئی دریں اثناء لڑکی کے والدین نے اراکین جماعت محلّہ کے ذریعہ دونوں میں سمجھوتہ کی کوشش کی لیکن زید نے اپنی بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے سے صاف انکار کردیا۔ بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے اور اس سے نہ کوئی اولاد ہوئی۔

مندرجہ بالا حالات کورٹ میں پیش کیے گئے بعد ازاں زید کورٹ میں حاضر نہ ہوسکا جس کی وجہ سے منصف نے ماہ جبین آرا کو اس کے شوہر زید سے طلاق دلوائی۔ اب سوال یہ ہے کہ واقعی یہ طلاق صورت پر ثابت ہوئی یا نہیں؟ از روئے شریعت مطہرہ آگاہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب: بعون الملک العزیز الوھاب۔ صورت مسئولہ میں زید کورٹ میں حاضر نہ ہوسکا جس کی وجہ سے جج نے ماہ جبین آرا کو اس کے شوہر زید سے طلاق دلوائی'' استفتاء کی یہ عبارت محل نظر ہے اس لئے کہ جب زید کورٹ میں حاضر نہ ہوسکا تو جج نے طلاق دی تو واقع نہ ہوئی اس لئے کہ طلاق کا مالک شوہر ہے نہ کہ موجودہ کچہری کا جج۔ حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق پھر اگر شوہر نے طلاق نہ دی اور وہ واقعی نامرد ہے اور طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور بیوی شوہر سے چھٹکارہ چاہتی ہے تو وہ ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے عالم اس کا دعویٰ سن کر شرع کے مطابق نکاح فسخ کردے گا کہ سلطان اسلام اور قاضی شرع نہ ہونے کی صورت میں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم ان کے قائم مقام ہے حدیقۂ ندیہ میں ہے: اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فی الامور مؤکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علٰی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فاذا کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از بسم اللہ مقام گوبند پور پوسٹ پوکھر بھنڈا۔ ضلع گورکھپور۔

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو دو طلاقیں دیں زید کا کہنا ہے کہ غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہ ہوگی اس وجہ سے ہندہ ابھی تک میری بیوی ہے کیا زید کا کہنا صحیح ہے؟ اور کیا ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق اور اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب. غصہ اگر اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہے اور زبان سے کیا نکلتا ہے تو ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ مگر غصہ کی یہ حالت بہت نادر ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں زید اگر اس حالت کو نہ پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں اس کی بیوی پر دو طلاقیں واقع ہوگئیں کہ طلاق اکثر غصہ ہی میں دی جاتی ہے پھر اگر زید اس سے پہلے اسے اور طلاق نہ دے چکا ہو اور یہ دو طلاقیں رجعی دی ہوں تو شوہر عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر دو طلاقیں بائن دی ہوں تو شوہر عدت کے اندر اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے رجعت نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس سے پہلے اس عورت کو اور طلاق دے چکا ہے یا موقع مذکور پر حقیقت میں تین طلاقیں دی ہیں مگر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے صرف دو طلاقیں بتاتا ہے تو ان صورتوں میں حلالہ کے بغیر اس کا اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ؕ (پارۂ دوم رکوع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از برساتی نیپورہ پوسٹ دوبولیا بازار ضلع بستی

گلشن بانو کی شادی فقیر محمد سے ہوئی۔ گلشن بانو پہلی رخصتی میں ایک رات اپنے شوہر کے ساتھ رہی پھر دوسری رخصتی میں آٹھ رات رہی۔ کچھ نااتفاقی کی بنا پر گلشن بانو کے گھر والوں نے فقیر محمد سے زبردستی طلاق لینی چاہی تو فقیر محمد نے کہا کہ زبردستی طلاق لینا جائز نہیں لیکن آپ لوگ جب چاہتے ہیں تو میں طلاق دیتا ہوں۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تم نام لے کر طلاق دو تو اس نے پھر دوبار اپنی بیوی کا نام لے کر طلاق دی، اور کہا میں دل سے طلاق نہیں دے رہا ہوں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اب گلشن بانو کے گھر والے اسے فقیر محمد کے ساتھ بھیجنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: فقیر محمد نے جس وقت یہ کہا کہ زبردستی طلاق لینا جائز نہیں لیکن جب آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں طلاق دیتا

ہوں۔اس جملہ سے ایک طلاق واقع ہوئی۔ پھر جب اس نے دوبار اپنی بیوی کا نام لے کر طلاق دی تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ وہ شوہر اوّل فقیر محمد کے لئے حلال نہیں۔ قال اللہ تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ع۱۳)اورزبان سے طلاق دینے پر طلاق واقع ہوجاتی ہے اگر چہ زبردستی ہو اور دل سے نہ ہو جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم ص ۴۲۱ میں ہے: یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا اوھازلا اھ۔ ھٰذا ماظھرلی والعلم بالحق عنداللہ تعالٰی ورسولہ جل شانہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴رشوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد امین گلزار ہوٹل شاشتری نگر کلیان روڈ بھیونڈی ضلع تھانہ

ایک شخص نے اپنے خسر کے پاس اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں خط لکھا کہ آپ اپنی لڑکی کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ کیونکہ آپ کی لڑکی میرے پسند کی نہیں ہے اور میں اس خط میں جواب بھی دیتا ہوں تعلاق، تعلاق، تعلاق۔ اب آپ کی لڑکی سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ جب کہ وہ شخص تحریر لکھنے کا پنچایت میں اقرار بھی کر چکا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لڑکی طلاق کے وقت چونکہ حاملہ تھی اس لئے طلاق نہیں پڑے گی اگر شخص مذکور پھر اس بیوی کو رکھنا چاہے تو اس کے لئے کیا صورت ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگر چہ وہ حالت حمل میں تھی کہ حمل مانع طلاق نہیں۔ یہ سمجھنا کہ "حالت حمل میں طلاق نہیں پڑتی" غلط ہے لہٰذا اب بغیر حلالہ شخص مذکور اپنی بیوی کو دوبارہ نہیں رکھ سکتا قال اللہ تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ع۱۳) ھٰذا ماظھرلی وھو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴رشوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از جمال الدین ساکن بالا پور ضلع پرتاب گڑھ (یو۔پی)

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں لکھ کر بھیجا کہ زبیدہ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ زبیدہ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ زبیدہ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ تو زبیدہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: شخص مذکور نے اگر واقعی اپنی بیوی زبیدہ کو اس قسم کی تحریر لکھ کر روانہ کی ہے تو زبیدہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی لان القلم احدا للسانین۔ عدت گزارنے کے بعد زبیدہ کسی سنی صحیح العقیدہ سے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ ھٰذا ماعندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ / رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از صاحب علی چرئی بزرگ پوسٹ اسنہر ا ضلع بستی

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو تین یا اس سے زیادہ طلاقیں دی ہیں تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر زبانی دی اور لکھ کر نہیں دی یا لکھوایا اور خود نہیں لکھا نہ اس پر دستخط کیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر وہی شوہر پھر اس عورت کو رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مذکورہ عورت اگر اپنے شوہر کی مدخولہ ہے اور شوہر نے اس کو کم سے کم تین طلاقیں دی ہیں تو چاہے لکھ کر دی ہو یا زبانی۔ اور خود لکھا ہو یا دوسرے سے لکھنے کے لئے کہا ہو اور لکھنے کے بعد دستخط کیا ہو یا نہ کیا ہو بہر صورت عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اگر وہی شوہر پھر اس عورت کو رکھنا چاہے تو عورت مدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے صحیح نکاح کرے دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر وہ مر جائے یا اسے طلاق دے دے تو عورت دوبارہ عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے ہمبستری نہیں کی اور مر گیا یا طلاق دے دی تو اس صورت میں پہلا شوہر اس سے نکاح نہیں کر سکتا کما فی حدیث العسیلۃ. اس طرح دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کو حلالہ کہتے ہیں۔ اگر حلالہ کے بغیر پہلا شوہر اسے بیوی بنائے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے ارشاد خداوندی ہے وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ٥ (پ۷ع۱۴) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از علی پور ضلع گونڈہ مرسلہ عبد الغفور

عمرو اپنی بیوی کو کسی بناء پر مار رہا تھا اسی وقت اتفاقاً محکمہ پولیس مقامی کے سپاہی و چوکیدار آگئے عمرو سے کہا تم نے اپنی بیوی کو کیوں مارا پھر عمرو کو پولیس نے مارا یہ خوف کے مارے بھاگ کر اپنے گھر میں گھس گیا بعد کو پولیس نے اس کو پکڑ کر مکان کے اندر سے نکالا اور اس پر جبراً وقہراً دباؤ ڈالا کہ میرے سامنے تم اپنی بیوی کو طلاق دو ورنہ ماروں گا اور بند بھی کر دوں گا اور اس قسم کی بہت سی دھمکیاں دیں پس عمرو نے پولیس کے خوف سے اپنی بیوی کو تین مرتبہ کہا کہ طلاق دی میں نے تم کو۔ یہ عمرو نے پولیس کے کہلوانے پر کیا۔ عمرو اپنی بیوی کو اس کے بعد بھی اپنے گھر رکھے ہوئے ہے تو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جب عمرو نے اپنی بیوی سے تین مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی لہٰذا عمرو اس عورت سے میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ رکھے ورنہ دونوں سخت حرام کار، زناکار، لائق عذاب قہار، اور دین ودنیا میں روسیاہ وشرمسار ہوں گے البتہ بعد حلالہ اسے پھر اپنے نکاح میں لا سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر محرم الحرام ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از محمد شفیع سنگا نگر ضلع گونڈہ

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو پنچایت میں تین مرتبہ کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں میں طلاق دیتا ہوں میں طلاق دیتا ہوں مگر بیوی کا نام نہیں لیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اب اگر دونوں میاں بیوی کی طرح آپس میں مل کر رہیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر دوبارہ رہنا چاہیں تو کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب: شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کریں ورنہ دونوں دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار اور لائق عذاب قہار ہوں گے۔ اگر دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے تو پھر عدت گزار کر شوہر اوّل کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتی ہے اگر شوہر ثانی نے ہمبستری کئے بغیر طلاق دے دی تو اس کا شوہر اوّل کے ساتھ ہرگز ہرگز نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ وللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ر صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از شیخ محمد یوسف ڈرائیور موضع گورہ پوسٹ گورہ کٹاری ضلع سلطانپور

زید اپنی بیوی ہندہ کو رخصت کرانے کے لئے گیا تو ہندہ کے والد نے کہا کہ تم ہماری لڑکی کی طلاق دے دو ورنہ میں تم سے زبردستی طلاق لے لوں گا تو زید نے مار کھانے کے ڈر سے مجبوراً طلاق دے دی۔ تو یہ طلاق زید کی بیوی ہندہ پر واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر اکراہ شرعی پایا گیا مثلاً ہندہ کے والد نے قتل کرنے یا ہاتھ پیر توڑ دینے کی دھمکی دی اور زید نے جانا کہ اگر میں طلاق نہیں دیتا ہوں تو یہ جیسا کہتا ہے کہ کر ڈالے گا۔ تو اس صورت میں اگر زید نے صرف طلاق نامہ لکھ دیا مگر نہ دل میں طلاق کی نیت تھی نہ زبان سے کہا تو طلاق واقع نہ ہوئی' اور اگر اکراہ شرعی نہیں پایا گیا اور طلاق لکھ دی یا زبان سے طلاق دی ہے تو ان صورتوں میں واقع ہوگئی تنویر الابصار میں ہے: یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از مصطفےٰ حسین موضع چھپیا گڑھ کھر ہریا پوسٹ پراسی ضلع بٹول (راج نیپال)

زید نے محمود کی بیوی بغیر طلاق لئے رکھ لی محمود نے کچہری میں مقدمہ دائر کیا زید کی گرفتاری ہوئی بہر حال محمود نے ۱۱۰ روپئے لے کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی طلاق نامہ لکھا گیا محرر غیر مسلم ہے اور طلاق نامہ بھی اسی کے پاس ہے بغیر روپے لئے کاغذ دینے سے انکار کر رہا ہے اور محمود بھی انکار کر رہا ہے حالانکہ طلاق نام پر دستخط کر چکا ہے گواہ بھی موجود ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ محمود کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور وہ کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں محمود کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی طلاق نامہ حاصل کئے بغیر عدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از ہریا ضلع بستی مرسلہ عبد الرزاق خاں

عظیم اللہ نے ہوش و حواس کی درستگی میں اپنی بیوی کریمن کو پہلے تین مرتبہ زبان سے طلاق دی اور پھر مرتب شدہ طلاق نامہ پر خوشی سے اپنے دستخط کیے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کریمن پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی عظیم اللہ کی بیوی کریمن پر طلاق واقع ہوگئی۔ اگر عظیم اللہ کی مدخولہ بیوی تھی تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی کہ بے حلالہ عظیم اللہ کے لئے حلال نہیں ہو سکتی اور اگر مدخولہ نہیں تھی تو ایک طلاق بائن ہوئی کہ بغیر حلالہ عظیم اللہ کریمن سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از عبد الرحیم قادری پکورہ ضلع گونڈہ

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو بذریعہ خط طلاق لکھوا کر اپنے گھر بھیجا کہ میں خوش دلی سے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں اور میں ہندہ کو یہاں سے خدا کے گھر تک نہیں رکھوں گا تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر زید نے تین طلاقیں لکھنے کا حکم دیا۔ یا طلاق لکھنے کا حکم دیا اور تعداد نہیں ذکر کی اور لکھنے والے نے تین طلاقیں لکھ دیں اور زید کو پڑھ کر سنایا تو زید نے تصدیق کی یا سکوت اختیار کیا ان تمام صورتوں میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ ردالمحتار ج ۲ ص ۴۴۴ میں ہے: لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارًا بالطلاق وان لم یکتب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالرحمٰن چودھری قصبہ مہنداول ضلع بستی

شوہر نے ایک ہندو سے کہا کہ تم طلاق لکھ دو اس نے ہندی میں طلاق نامہ لکھا کہ پنچو صاحبو! اسلام علیکم میں نے غلام رسول کی لڑکی کو طلاق دی ہم نے دی ہمارے اللہ نے دیا یہی تین بار لکھا کاغذ لکھتے وقت ان دونوں کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا۔ شوہر بھی جاہل ہے کاغذ پر نہ تو اس نے دستخط کیے اور نہ انگوٹھا ہی لگایا ہے اب پنچایت کے اندر شوہر کہہ رہا ہے کہ میں نے ایک بار طلاق دی ہے عورت اس کی مدخولہ بھی ہے تو کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟ واضح فرمائیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں شوہر نے اگر واقعی لکھنے والے سے یوں کہا کہ ایک بار طلاق لکھ دو۔ یا طلاق لکھ دو۔ اور لکھنے والے نے تین بار طلاق لکھ دی اور وہ تحریر شوہر کو پڑھ کر نہیں سنائی یا سنائی مگر شوہر نے تین طلاقوں کی تصدیق نہیں کی نہ اس پر دستخط کیے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس صورت میں اگر شوہر چاہے تو قبل انقضائے عدت اپنی بیوی سے رجعت کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر عدت ختم ہوگئی تو اب عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں...... اور اگر شوہر نے یوں کہا کہ تین مرتبہ طلاق لکھ دو تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہ ہوگی مگر اس سلسلے میں لکھنے والے ہندو کی گواہی معتبر نہ ہوگی شوہر پر واجب ہے کہ وہ صحیح بیان دے ورنہ سخت گنہگار حرام کار لائق عذاب قہار ہوگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از محمد ادریس موضع شاہ پور ضلع بستی

زید نے اپنی مدخولہ سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ اب زید اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی مدخولہ بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی بغیر حلالہ وہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی...... حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت مذکور عدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح صحیح کرے اور وہ شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر دوسرا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے تو مدت پوری ہو جانے کے بعد زید اس سے نکاح کر سکتا ہے...... اگر بغیر ہمبستری طلاق دے دی تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۴) اور حدیث شریف میں ہے: عن عائشة قالت جاءت امرأة رفاعة القرظي الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقالت انی کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعده عبدالرحمن بن الزبیر ومامعه الامثل هدبة الثوب فقال اتریدون ان ترجعی الیٰ رفاعة قالت نعم قال لاحتی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتك رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ شریف)

وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۷/شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد عباس نیابازار۔ کوئلہ باسہ (نیپال)

ہندہ سنی صحیح العقیدہ کی شادی بکر سنی صحیح العقیدہ کے ساتھ ہوئی کچھ عرصہ کے بعد دینا وی گھریلو جھگڑے کے باعث ہندہ اپنے میکے باپ کے پاس چلی گئی ہندہ منکوحہ کے باپ نے اپنے داماد بکر سے کہا کہ تم میری لڑکی ہندہ کو طلاق دے دو لیکن بکر نے طلاق نہیں دی۔ جب بکر نے طلاق نہیں دی تو ہندہ کے باپ نے عدالت سے دستی کاغذ نکلوا کر ہندہ کی شادی ایک وہابی زید کے ساتھ کر دی اور ہندہ کو مجبور کر کے زید کے یہاں بھیج دیا۔ اب ہندہ زید کے یہاں دوبارہ جانے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ زید وہابی ہے میں وہاں نہیں جاؤں گی۔ میں بکر ہی کے ساتھ رہوں گی سوال یہ ہے کہ کیا بکر جو کہ پہلا شوہر ہے ہندہ کو نکاح اوّل پر رکھ سکتا ہے کہ دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے اور زید کے ساتھ بغیر بکر کے طلاق دئے ہوئے ہندہ کا نکاح درست ہو گیا تھا کہ نہیں۔ زید بھی طلاق نہیں دیتا ہے۔ بکر کو جو پہلا شوہر ہے ہندہ کو رکھنے میں زید سے جو وہابی ہے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں جب کہ بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دی تھی تو اب بھی بدستور وہ بکر کی بیوی ہے کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کچہری کو حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق لہٰذا طلاق حاصل کئے بغیر جو نکاح زید کے ساتھ ہوا وہ ہرگز درست نہ ہوا اگرچہ وہ سنی ہی کیوں نہ ہو اور جب زید کے ساتھ نکاح نہ ہوا تو اس سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ بکر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے۔ البتہ ہندہ زید کے یہاں رخصت ہو کر جانے کے سبب سخت گنہگار ہوئی توبہ کرے اور اس کا باپ جس نے بکر سے طلاق حاصل کئے بغیر اپنی لڑکی کو دوسرے کے یہاں رخصت کر دیا وہ بہت بڑا ظالم جفاکار ہے اور مستحق عذاب نار ہے۔ تاوقتیکہ وہ علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے اور اپنے گناہ پر نادم و شرمندہ نہ ہو سب مسلمان اس کا اسلامی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد اسلام گھڑی ساز فاضل نگر ضلع دیوریا (یو۔ پی)

زید ایک سخت مرض میں گرفتار تھا اور اسی مرض میں زید کے پیٹ کا آپریشن بھی ہوا ڈاکٹر نے ایک ایسی دوا کھانے کو دی تھی جس میں نشہ تھا۔ جس وقت زید دوا کھائے ہوئے تھا اس کی بیوی سے ناراضگی ہو گئی زید نے ایک ہی جگہ طلاق طلاق نو یا دس

مرتبہ کہہ دیا۔ طلاق دیتا ہوں یا طلاق دی یا اس طرح کا لفظ استعمال نہیں کیا لہٰذا اس مسئلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ براہِ کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب: حالت نشہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے لہٰذا شوہر نے جبکہ بیوی سے ناراضگی کی حالت میں طلاق طلاق کا لفظ کئی بار کہا اگرچہ طلاق دیتا ہوں یا دی' اس طرح کا کوئی لفظ استعمال نہ کیا قضاءً طلاق مغلظہ کے واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا مدخولہ کی صورت میں' اور غیر مدخولہ کو ایک بائن نظراً الی الظاهر واللّٰه یتولی السرائر لیکن اگر شوہر حلف کے ساتھ بیان کرے کہ میرے ہوش وحواس بجا تھے اور میری نیت طلاق واقع کرنے کی بالکل نہ تھی بلکہ طلاق کا لفظ بول کر بیوی کو ڈرانا مقصود تھا یا یہ مطلب تھا کہ طلاق دے دوں گا۔ تو شوہر کا بیان دیانۃً تسلیم کر لیا جائے گا اور طلاق کے واقع ہونے کا حکم نہ کیا جائے گا لکونه امینا فی الاخبار عن نفسه وقد اتی بما یحتمله کلامه اگر شوہر غلط بیانی سے کام لے گا تو زندگی بھر زنا کاری کا گناہ اور وبال اس کے سر ہوگا۔ العیاذ باللّٰه تعالیٰ. وھو سبحانه وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ربیع النور ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از عبد المنان محلہ لال باغ شہر فیض آباد

من مقر عبد القیوم ولد شبراتی ساکن محلہ لال باغ شہر فیض آباد کا نکاح مسماۃ زیب النساء دختر درگاہی ساکن محلہ بیگم گنج معتبرہ شہر فیض آباد کے ساتھ عرصہ تقریباً آٹھ سال کا ہوا ہے حسب شرع محمدی ورواج برادری مبلغ ایک سو چھپن روپیہ چھ آنہ چھ پائی مہر پر ہوا تھا بعدہ مسماۃ زیب النساء ومن مقر بحیثیت زن وشوہر کے من مقر کے مکان پر محلہ لال باغ میں رہنے لگے اور اسی طرح قریب چار سال کا عرصہ گزر گیا اس کے بعد منقر اور اس کی بیوی زیب النساء کے درمیان تعلقات خراب ہو گئے اور من مقر کی بیوی اپنے میکے چلی گئی اور اب تک واپس نہیں آئی اس درمیان میں من مقر کئی مرتبہ اپنی بیوی کو رخصت کرانے کی غرض سے اپنے سسرال گیا لیکن نہ تو اس کے گھر والوں نے اسے رخصت کیا اور نہ وہ خود میرے ساتھ آنے کے لئے راضی ہوئی۔ بالآخر من مقر نے تاریخ ۱۶/ جنوری ۱۹۶۹ء کو ایک قطعہ نوٹس رجسٹری شدہ اپنی مسماۃ زیب النسا کو دیا جس کو اس نے لینے سے انکار کر دیا اس کے بعد بھی من مقر نے لوگوں کو اپنے سسرال اپنی بیوی کو رخصت کرانے کے لئے بھیجا لیکن وہ من مقر کے یہاں آنے کے لئے تیار نہ ہوئی ان تمام حالات کے پیش نظر من مقر اس نتیجے پر پہنچا کہ ہم میاں بیوی ہیں بحیثیت زن وشوہر کے گزارنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے لہٰذا ہم دونوں کے لئے بہتر ہے کہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ لہٰذا خوب سوچ کر بلا کسی دباؤ کے روبرو گواہان مندرجہ ذیل من مقر نے آج بتاریخ ۲۳/ جولائی ۱۹۶۹ء کو اپنی بیوی مسماۃ زیب النساء کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی اب تاریخ امروز مسماۃ زیب النساء سے کسی قسم کا نہ واسطہ وسروکار نہیں رہا۔ من مقر مہر مبلغ ایک سو چھپن روپیہ چھ آنا چھ پائی اور خرچ ایام عدت نیز سامان جہیز ہر وقت دینے کے لئے تیار ہے۔ مسماۃ زیب النساء کو اختیار ہے کہ جس وقت بھی وہ چاہے

رقم مہر وخرچ عدت اور سامان جہیز آ کر لے سکتی ہے۔ دستخط من مقر عبد القیوم۔
دستخط گواہ محمد ادریس ۲۳،۷/۶۹ دستخط گواہ محمد عمر بقلم خود ۲۳،۷/۶۹

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین صورت مندرجہ بالا میں کہ طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ جب کہ رجسٹری لینے سے عورت کے گھر والوں نے انکار کر دیا مگر یہ کہ یہ بات ہر جگہ مشہور ہو گئی ہے کہ عبد القیوم نے اپنی بیوی زیب النساء کو طلاق دے دی ہے۔ امید کہ جواب باصواب سے نوازیں گے۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زیب النساء پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از مسجد علی۔ سمر دھیرا۔ گورکھپور

منتی علی نے اپنی بیوی کو میکے میں چھوڑ رکھا ہے۔ منشی علی کی بیوی جوان ہے تخمیناً بیس سال کی ہے نہ منشی علی لے جاتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔ جب کوئی سوال کرتا ہے کہ کیوں اپنی بیوی نہیں لاتے ہو تو جواب دیتا ہے کہ اس کو طلاق دے دی ہے۔ جا کر کہیں گھر لے تو کیا یہ جواب اس کا صحیح ہے؟ دو آدمی مسلمان لڑکی کے باپ سے کہہ چکے اور تیسرا مہد اوّل کا ہے جو منشی علی کا رشتہ دار بھی ہے اور گواہ بھی اور گاؤں کے بھی دو چار آدمی تصدیق کرتے ہیں تو لڑکی نے دو سال انتظار کر کے گھر کر گئی ہم لوگ اس کو بلوائے کہ عام پنچ میں طلاق نامہ لکھ دے تا کہ یہ حرام کاری چھوٹ جائے مگر منشی علی پنچ پر طلاق دینے سے راضی نہیں وہ چاہتا ہے کہ حرام کاری ہوتی رہے تو کیا اس کے اگلے جواب سے اس کی طلاق ہوئی کہ نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کیا صورت اختیار کی جائے کہ جس سے حرام کاری چھوٹ جائے؟ عند الشرع جیسا ہو جواب نوازیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر واقعی منشی علی نے زبانی طلاق دی ہے جو کم از کم دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادلہ عورتوں کی گواہی سے ثابت ہے تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا پھر اگر عورت منشی علی کی مدخولہ ہے تو جس دن پہلی بار اس نے اسے طلاق دی ہے اس دن سے عدت کا زمانہ شروع ہوگا بعد عدت کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر منشی علی کی مدخولہ نہیں تو عورت پر عدت لازم نہیں، اور اگر وہ لوگ جو کہ اس کے طلاق دینے کی گواہی دیتے ہیں ان میں کم از کم دو عادل مرد نہ ہوں تو طلاق شرعاً ثابت نہ ہوگی۔ اس صورت میں دو عادل مرد منشی علی سے ملیں اور اس سے کہیں سنا ہے کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اگر وہ کہے: ہاں! تو اس دن طلاق واقع ہونے کا کیا حکم کیا جائے۔ اس صورت میں ان عادل مردوں سے ایک تحریر اس مضمون کی لکھا کر رکھ لی جائے کہ ہم لوگوں نے فلاں تاریخ اور فلاں مہینے میں منشی علی سے کہا کہ سنا ہے کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اس نے کہا کہ ہاں...... اور اگر کم از کم دو عادل مردوں کی گواہیوں سے

طلاق دینا ثابت نہ ہو سکے اور منشی علی دو عادل مردوں کے سامنے طلاق دینے کا اقرار بھی نہ کرے تو طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ اس صورت میں تھانہ یا حکام وغیرہ کے دباؤ سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے اور جب تک کہ شرعی طور پر دوسرا نکاح صحیح نہ ہو عورت مذکور کو اس کے نئے شوہر سے الگ رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ

مسئلہ: از جعفر علی کھجری۔ ضلع بستی

ہندہ کا نکاح زید سے بچپن میں بلوغ سے پیشتر کر دیا گیا بعد بلوغ زید کا خط ملا کہ جب تک سائیکل، ریڈیو، گھڑی اور سونے کی انگوٹھی نہ دیں گے مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے "کہ شادی میں نہیں کروں گا کیونکہ مجھ میں کچھ ایسے عیب ہیں کہ جس سے میں عورت کے لائق نہیں ہوں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں اپنے حق سے الگ ہوں اب اس عورت پر میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ کوئی حق باقی ہے۔ سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق؟ واضح فرمائیں۔

الجواب: اگر باپ دادا کا سوء اختیار نہ معلوم ہو تو ان کا کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے کے بعد بلوغ لڑکے کو اس کے توڑنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور اگر باپ دادا کے غیر نے کیا تو بعد بلوغ فوراً اسی مجلس میں فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے۔ جس کے لئے قضائے قاضی بھی شرط ہے لہٰذا اگر مجلس بدلنے کے بعد نامنظوری ظاہر کی تو بے کار ہے کہ مجلس بدلنے سے اختیار فسخ جاتا رہا ہاں طلاق دے سکتا ہے مگر اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف اسے دینا پڑے گا کہ طلاق قبل دخول میں مقررہ مہر کا نصف واجب ہوتا ہے درمختار میں ہے: لزم النكاح واليقين فاحش بزيادة مهره اوبغير كفؤان الولى ابا اوجدا لم يعرف منهما سوء الاختيار اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۲۶۷ میں ہے: ان زوجهما غير الاب والجد فلكل منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ وهٰذا عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ويشترط فيه القضا كذا فى الهداية۔ اور زید کا جملہ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں اپنے حق الخ سے بھی طلاق واقع ہونے کا اصول نہیں پیدا ہوتا فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۱۷ میں ہے کہ شوہر کے اس جملہ سے "کہ میری زوجہ کی طلاق سمجھی جائے" طلاق واقع نہ ہوئی اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: امرأة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال الزوج طلاق وان قال دتت لايقع الطلاق وان نوىٰ۔ وهو تعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبد الصمد صدر مدرس مدرسہ غوثیہ وارث العلوم شیوپوری ضلع گورکھپور

ہندہ زید کی عورت ہے زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تینوں طلاقیں دیں دی تقریباً ہندہ اپنے میکے ایک سال تک بیٹھی رہی دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و ہندہ پھر دونوں رضامند ہیں یہ دونوں پھر نکاح کرنا چاہتے ہیں تو شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے حلالہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ یا بغیر حلالہ کے اس کے ساتھ نکاح کرے اس کا حوالہ قرآن وحدیث سے دیا جائے کیونکہ عمرو کہتا ہے کہ حلالہ نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ دونوں رضامند ہیں برائے کرم اس کا جواب جلد شائع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر ہندہ زید کی مدخولہ نہیں ہے یعنی زید کی اس سے ہمبستری یا خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے اور تین طلاقیں دینے میں تفریق کی یعنی یوں کہا کہ ہندہ کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی تو اس صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور اگر طلاق دینے میں تفریق نہیں کی یعنی یوں کہا کہ ہندہ کو تین طلاقیں دیں یا ہندہ زید کی مدخولہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں ہندہ بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جمال احمد خاں الرضوی

۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از نو محمد بھیونڈی ضلع تھانہ

زید اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا لیکن گھر والوں کے ڈرانے کے سبب سے کہ ہم کھیت اور مکان و دوکان میں حصہ نہیں دیں گے تو اسی ڈرانے اور دھمکانے کی وجہ سے زید سے طلاق نامہ لکھالیا اور زید نے اس پر طلاق کا لفظ نہیں کہا اور طلاق نامہ میں تین مرتبہ لکھا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو کیا ایسی صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں؟ اور اگر طلاق پڑی تو کون سی طلاق پڑی؟ اور زید پھر اپنی بیوی ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں جب کہ مکان اور دوکان میں حصہ لینے کے لئے زید نے طلاق نامہ لکھ دیا تو اگرچہ زبان سے طلاق کا لفظ نہیں کہا اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از موضع گورڈیہہ بازار ضلع بستی مرسلہ سجاد حسین

یونس جس کی عمر ابھی گیارہ سال ہے نابالغ ہے اس نے اپنی بیوی جھنکہ کو طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو اسے کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے عدت گزارنی ضروری ہے یا نہیں؟ نکاح کئے بغیر جھنکہ کو ایک

شخص اپنے گھر رکھے ہوئے ہے اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں یونس جس کی عمر ابھی گیارہ سال ہے اور نابالغ ہے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اس لئے کہ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق دینے والے کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے بہار شریعت جلد ہشتم ص ۶ پر ہے: "طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔" فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۳۳۰ میں ہے: لایقع طلاق الصبی وان کان یعقل ھٰکذا فی فتح القدیر۔ یعنی بچہ کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی اگر چہ ہوشیاری ہو اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور بدائع الصنائع جلد سوم ص ۹۹۰ پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل طلاق جائز الاطلاق الصبی والمعتوہ۔ یعنی بچہ اور بوہرا کی طلاق کے علاوہ ہر طلاق جائز ہے۔ لہٰذا یونس بالغ ہونے کے بعد پھر سے طلاق دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کے بعد مسماۃ جھنکہ دوسرا نکاح کر سکے گی ورنہ بدستور سابق وہ شرعاً یونس کی بیوی رہے گی...... جو شخص مسماۃ جھنکہ کو اپنے گھر رکھے ہوئے ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً جھنکہ کو اپنے گھر سے نکال دے اور جھنکہ کے ساتھ اس نے میاں بیوی کا تعلق پیدا کیا ہے تو اس زمانہ میں حکم یہ ہے کہ دونوں علانیہ توبہ کریں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا...... اگر شخص مذکور جھنکہ کو اپنے گھر سے نہ نکالے تو مسلمان اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا اور ہر قسم کے اسلامی تعلقات ختم کر دیں اگر ایسا نہ کریں گے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: محمد خلیل اللہ فاروقی موضع بسڈیلہ ضلع بستی

زید کا پہلے سے ارادہ تھا کہ میں اپنی بیوی کو نہیں رکھوں گا اور اس کے گھر والے بار بار زور ڈال رہے تھے کہ تم کو رکھنا پڑے گا بعدہ زید تیار ہو گیا یعنی چند دن رکھا تو زید کی والدہ نے کچھ لوگوں سے شکایتیں کیں اور کہا کہ لوفر ہے اسی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو نہیں مانتا ہے جب زید نے سنا کہ میری ماں مجھ کو ایسے ہی کہتی ہے تو زید نے اپنی بھابھی سے کہا کہ میری والدہ اس طرح کی شکایتیں لوگوں سے کیا کرتی ہیں تو جاؤ میں نے طلاق دے دی آپ لوگ اسے رکھیں اور بعینہٖ قریب پندرہ منٹ بعد اپنی چھوٹی بھابھی سے کہا کہ تو جاؤ میں نے طلاق دے دی آپ لوگ اسے رکھیں پھر تقریباً آدھا گھنٹہ کے بعد اس کی والدہ کہیں سے آئیں تو زید نے اپنی والدہ سے کہا کہ یہ سب کیوں مجھے بدنام کر رہی ہو اور لوگوں سے میری شکایتیں بیان کرتی ہو تو جاؤ میں نے طلاق دے دی تم اس کو رکھو...... تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟ اور زید کے رکھنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۴۲۵ میں ہے: "تین

بار کہا میں اس کو طلاق دے چکا تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں زید گنہگار ہوا اور عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی قال اللّٰہ تعالیٰ: فَلَاتَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: انور علی موضع پپری بزرگ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں عبدالرؤف کی بیوی جوان کے ساتھ میں رہتی ہے نے جھگڑے میں عبدالرؤف کو برا بھلا کہا تو عبدالرؤف نے غصہ میں کہا کہ طلاق، طلاق، طلاق تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں اگر پڑی تو کون سی طلاق؟ عبدالرؤف اگر اس بیوی کو رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب: عبدالرؤف نے جو لفظ طلاق تین بار کہا اور اس سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا قصد کیا تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ بغیر حلالہ عبدالرؤف کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر وہ طلاق کے قصد کا اقرار نہ کرے تو ان الفاظ سے طلاق کا حکم نہ ہوگا پھر اگر واقعی طلاق کی نیت تھی مگر وہ اقرار نہیں کرتا ہے تو جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا وہ مستحق عذاب نار ہوگا اور کے پاس جانا اس کے لئے زنا ہوگا فتاویٰ عالمگیری پھر فتاویٰ رضویہ میں ہے: سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفربها فقال بالفارسية بسه طلاق ان قال عينت امرأتي يقع وان لم يقل شيئا لايقع اھ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ لفظ طلاق سے اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کی نیت کا اقرار کرے تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں ورنہ نہیں۔ هٰذا ما عندی وهو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از علی محمد قبرستان مسجد ڈگبوئی (آسام)

زید کی بیوی حلیمہ اور زید کی ماں کے درمیان جھگڑا رہا کرتا تھا۔ ایک دن زید مقدمہ کے سلسلے میں کچہری گیا۔ زید کی ماں وہاں پہلے سے موجود تھی اس نے زید سے کہا کہ گھر پر جھگڑا ہو رہا ہے تم فوراً چلے جاؤ جب زید چلنے لگا تو کچہری کے منشی نے زید کے سامنے ایک سادہ کاغذ پیش کیا اور کہا کہ اس پر دستخط کر کے جاؤ یہ ضروری کاغذ ہے زید نے اس سادہ کاغذ پر دستخط کر دیے اور گھر چلا آیا زید کی ماں وہیں کچہری رکی رہ گئی۔ پھر چار بجے شام کو زید کی ماں کچہری سے واپس آئی اور اس نے زید کو اس کا دستخط کردہ کاغذ دیا جس کو زید نے پڑھا کہ اس میں ان کی بیوی حلیمہ کا طلاق نامہ ہے۔ زید نے اپنی ماں سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی حلیمہ کو کب طلاق دی کہ تم یہ کاغذ بنوالائی ہو میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دوں گا۔ پھر زید آسام چلا آیا اور ابھی تک آسام ہی میں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی حلیمہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی حلیمہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از غلام رسول و جان محمد حجام ہریا چندرسی ضلع گونڈہ

بکر نے اپنی بیوی شاکرہ کو آپس کے جھگڑے میں متعدد بار کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی اب تم ہمارے کسی کام کے لائق نہیں ہو۔ اس موقع پر ایک مسلم اور تین کافر موجود تھے یہ گواہ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں۔ بکر نے کچھ کپڑے ایک ناک کی کیل اور صرف آٹھ آنے پیسے دیئے تھے۔ مذکورہ سامان کو بڑی سختی کے ساتھ وصول کرلیا۔ اور کہتا ہے کہ جب طلاق دے چکا تو اپنا سامان کیوں نہ لوں ان واقعات کو عرصہ تین سال گزر رہے ہیں۔ اب کسی دوسری تحریر طلاق کے بابت یا طلاق سے متعلق کچھ تذکرہ کرتا ہے تو بکر کہتا ہے کہ میری شادی شاکرہ سے ہوئی ہی نہیں پھر طلاق کیسی ہے اور کبھی کہتا ہے کہ طلاق دے چکا ہوں۔ ایسی صورت میں کیا شرعی طور پر طلاق واقع ہوگئی شاکرہ دوسرے شخص سے عقد کرسکتی ہے یا کہ نہیں؟ للہ ہم مسلمانوں پر چشم کرم کرتے ہوئے راہ ثواب سے آگاہ فرماتے ہوئے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر بکر نے واقعی اپنی بیوی شاکرہ سے کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی یا طلاق کے متعلق تذکرہ کرنے پر کہتا ہے کہ طلاق دے چکا ہوں تو طلاق واقع ہوگئی۔ طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں۔ عدت گزر جانے کے بعد شاکرہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ و صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از شیر علی ساکن سسوا بازار ضلع بستی

محمد سلیم نے اپنی بیوی کنیز فاطمہ کو حالت حمل میں تین طلاقیں دیں تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئیں تو اس کی عدت کیا ہے؟ اور محمد سلیم کنیز فاطمہ کو پھر سے نکاح میں لانا چاہے تو اس کی صورت کیا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں محمد سلیم کی بیوی کنیز فاطمہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونا ہے۔ جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے کنیز فاطمہ حلالہ کے بعد محمد سلیم سے نکاح کرسکتی ہے۔ یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرے پھر شوہر ثانی اگر ہمبستری کے بعد طلاق دے دے تو عدت گزار کر محمد سلیم سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر شوہر ثانی نے ہمبستری

نہیں کی اور طلاق دے دی تو کنیز فاطمہ محمد سلیم سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۳ میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ...... تنبیہ: جو مطلقہ عورت نابالغہ آئسہ یعنی پچپن سالہ اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ حیض تین ماہ تین سال یا تیس برس میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں فرمایا: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۝ هٰذا ماعندی والعلم عند الله تعالٰی ورسوله جل جلاله وصلی الله علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از غلام احمد یار علوی مدرسہ قادریہ رضویہ بدر العلوم پوسٹ نند نگر چوری ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیا۔ یعنی ان الفاظ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی' طلاق دی' طلاق دی۔ لیکن جب بکر سے پوچھا گیا تو نے اپنی بیوی ہندہ کو کن الفاظ میں طلاق دی تو بکر کہتا ہے کہ میں نے ان الفاظ سے طلاق نہیں دی جو مذکورہ بالا زید نے کہا بلکہ میں نے ان الفاظ سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دوں گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول سچا مانا جائے یا کہ بکر کا قول۔ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب: سوال میں مذکور ہے کہ جب بکر سے استفسار کیا گیا تو اس نے یہ کہا کہ ''میں نے ان لفظوں سے طلاق میں دی'' تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ طلاق دی ہے مگر زید کے بیان کردہ الفاظ سے نہیں۔ بہر حال اگر بکر زید کے بیان کردہ الفاظ کے ساتھ طلاق دینے کا اقرار کر لے اور عورت اس کی مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی' اور اگر بکر طلاق دینے کا اقرار نہ کرے تو صرف ایک مسلمان مرد کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍ من جمادی الاولیٰ ۹۱ھ

مسئلہ: از محمد صالح میران پور ضلع فیض آباد

پندرہ رمضان شریف ۱۳۹۱ھ بوقت گیارہ بجے دن میں زید کی عورت نے زید کو کسی معاملہ میں پریشان کیا رمضان شریف کا زمانہ تھا زید غصہ ہو کر اپنی زوجہ منکوحہ کو تین مرتبہ طلاق دے دی اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ زید پاگل قسم کا آدمی ہے حواس خمسہ صحیح اور درست نہیں رہتا ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے جو تین مرتبہ طلاق دی طلاق ہوگی کہ نہیں؟ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جو شریعت مطہرہ کا حکم ہو اس کا جواب صاف صاف تحریر فرمایا جاوے اور جس وقت زید نے اپنی منکوحہ عورت کو طلاق دی ہے اس وقت زید کی عورت ایام ماہواری میں تھی اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ کسی حکمت سے میرے عقد میں عورت آ جاوے لہٰذا جس صورت میں ہو اس مسئلہ میں صاف صاف تحریر فرمائیے۔ میں زید کے مکان پر جا کر چند عورتوں کی

زبانی کل حالات معلوم کر کے اور سن کر کے اس کو تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب. اور جو واقعہ مجھے بیان کیا گیا اس کو ویسے تحریر کیا۔ باقاعدہ مہر لگا کر جواب دیا جائے۔

الجواب: غصہ اور ماہواری میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور زید جب کہ یہ کہتا ہے کہ کسی حکمت سے میرے عقد میں پھر آ جاوے تو وہ پاگل نہیں ہے۔ اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے پھر حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ر من شوال ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از عبدالرحمٰن متعلم مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا پوسٹ کھنڈسری۔ بستی

زید کی عورت ہندہ مدخولہ بھا کو بکر لے کر فرار ہو گیا کچھ دنوں کے بعد جب کہ لوٹ کر اپنے میکے آئی تو کچھ لوگوں نے زید سے کہا کہ جا کر اپنی بیوی اس کے میکے سے لے آؤ تو اس نے جواب دیا کہ "ہم اوکاں ناہیں رکھب۔" (یعنی ہم اس کو نہیں رکھیں گے اور اس کلمہ کو متعدد بار کہتا رہا تو طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ اگر ہو گئی تو کون سی طلاق ہوتی ہے مع الحکم واضح فرمائیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی عورت پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ر من ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از سیّد فیاض حسین اشرفی الجیلانی مقام و پوسٹ صالح پور بستی (یو۔ پی)

زید اور اس کی بیوی میں جھگڑا ہوا اور زید نے اپنی بیوی کو مارا اس پر اس کی بیوی نے کہا کہ مجھے مارومت اصل اپنے باپ کے ہو تو مجھے جواب دے دو اس پر زید نے دو تھپڑ مارے اور کہا کہ لے جواب، لے جواب، یعنی دو بار کہا اس وقت زید نشے کی حالت میں تھا اس وقت گاؤں کے چند اشخاص بھی موجود تھے وہ لوگ بھی اس وقت اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر مارتے وقت دو بار زید نے کہا کہ لے جواب، لے جواب اس کے بعد گاؤں سبھا پت نے زید کو بلوایا اور اس کا گریبان پکڑ کر کہا کہ تم نے جواب دے دیا۔ زید نے کہا جواب دیا۔ برائے کرم بمع مہر کے مطلع فرمادیں کہ ایسی حالت میں کہ زید کی بیوی کو طلاق ہوئی کہ نہیں؟

الجواب: طلاق واقع ہو گئی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: از محمد عمر صدیقی گنیش پور۔ بستی

زید کی نابالغ دختر سمیر النساء کا نکاح عرصہ دو سال ہوا محمد سلیم بالغ کے ساتھ ہوا تھا۔ زید کی دختر سمیر النساء کی رخصتی نہ ہوئی تھی وہ اس وقت بھی نابالغ ہے اور اپنے میکے ہی میں ہے محمد سلیم بالغ ہے' اور ماشاء اللہ بہ درستی ہوش وحواس میں اس نے ایک روز چند آدمیوں کے سامنے جس میں دو مسلمان بھائی بھی اس موقع پر موجود تھے یہ کہا کہ میں نے زید کی دختر سمیر النساء کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اب محمد سلیم کے گھر والے کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی اور آپ کو لڑکی ہمارے گھر رخصت کرنی ہے۔ زید کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی اب کس طرح میں لڑکی رخصت کروں، آپ شرعی قانون کے مطابق بتلائیں کہ طلاق ہوگئی کہ نہیں؟ اور سمیر النساء کی رخصتی اب اس کے گھر کی جائے یا نہیں اور لڑکی کے ورثا لڑکے سے دین مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی سمیر النساء پر طلاق واقع ہوگئی۔ اب سمیر النساء کو محمد سلیم کے یہاں رخصت کرنا حرام، حرام، سخت حرام ہے۔ محمد سلیم پر نصف مہر دینا واجب ہے جیسا کہ قرآن مجید پارۂ دوم رکوع ۱۵ میں ہے: وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ. واللّٰه ورسوله الاعلیٰ اعلم جل جلاله وصلی اللّٰه علیه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ر من صفر المظفر ۹۳ھ

مسئلہ: از نور محمد صدیقی موضع پپری بزرگ پوسٹ اٹوا۔ بستی

زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ کہا کہ میں تجھ کو جواب دیتا ہوں، جواب دیتا ہوں، جواب دیتا ہوں۔ اس کے بعد پھر کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں۔ زید کہتا ہے کہ طلاق کا نام دو مرتبہ لیا ہے' اور زید کی بیوی کہتی ہے کہ میں نے صرف ایک بار لفظ طلاق سنا ہے' اور ایک عورت نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ طلاق دیتے سنا ہے اور دوسری عورت شہادت دیتی ہے کہ میں نے سات آٹھ مرتبہ سنا ہے اور تیسری عورت شہادت دیتی ہے کہ میں نے دس پندرہ مرتبہ سنا ہے اور چوتھی عورت بھی گواہی دیتی ہے کہ میں نے بھی تین مرتبہ طلاق دیتے سنا ہے آپ سے استدعا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب حق دیں۔ فقط

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے ہرگز حلال نہ ہوگی قرآن کریم پارہ دوم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط هذا ماعندی والعلم عند اللّٰه تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل جلاله وصلی المولیٰ علیه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از محمد ادریس موضع تینواں تحصیل ہریا ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو حالت حمل میں تین طلاقیں دے دیں تو طلاق کب واقع ہوگی؟ اور وہ کتنے دنوں کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب: جس وقت زید نے طلاق دی اسی وقت حالت حمل میں فوراً طلاق واقع ہوگئی بچہ پیدا ہونے کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالجبار ساکن پٹوریا ڈاک خانہ سگرہ ضلع بستی

حوصل نے اپنی بیوی ثقلین کو ہوش وحواس کی درستگی میں جنوری ۱۹۷۵ء میں ایک پنچایت میں زبانی طلاق دی گاؤں کے پنچان کی گواہی کا کاغذ ساتھ میں نتھی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زبانی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگئی تو عدت کا زمانہ کب سے مانا جائے گا؟ اور اس وقت اگر ثقلین کو حمل ہو تو جو شخص کہ اس کو جنوری ۷۵ء سے رکھے ہوئے ہے اس کے ساتھ ثقلین کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر گواہ لوگ اپنی گواہی میں سچے ہیں یعنی واقعی حوصل نے حوش وحواس کی درستگی میں اپنی بیوی ثقلین کو زبانی طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہوگئی اور عدت کا زمانہ جنوری ۷۵ء سے مانا جائے گا یعنی اگر جنوری ۷۵ء میں طلاق کے وقت حمل تھا تو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہوگئی اور اگر حمل نہیں تھا تو جنوری ۷۵ء میں طلاق کے بعد تین ماہواریاں آنے پر عدت ختم ہوگئی اب اگر اس وقت حمل ہوا تو حمل عدت ختم ہونے کے بعد ہوا تو اس کا نکاح حالت حمل میں جائز ہے۔ پھر اگر ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہوا کہ جس کا حمل نہیں ہے تو وہ تا وضع حمل ہمبستری نہیں کرسکتا ہے اور اگر ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہوا کہ جس کا حمل ہے تو وہ حمل کی حالت میں ہمبستری بھی کرسکتا ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۲۶۲ میں ہے: قال ابوحنیفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی یجوز ان یتزوج امرأة حاملا من الزنا. اور ہدایہ جلد دوم ص ۲۹۲ میں ہے: ان تزوج حبلٰی من زنا جاز النکاح۔ اور فتح القدیر جلد سوم ص ۱۴۵ میں ہے: فان تزوج حبلٰی من زنا من غیرہ جاز النکاح اور درمختار میں ہے: صح نکاح حبلٰی من زنا اور شرح وقایہ جلد دوم مجیدی ص ۱۶ میں ہے: صح نکاح حبلٰی من زنا اسی عبارت کے تحت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی اپنی کتاب عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں: فان نکح الزانی بحبلٰی من زنا منه جاز النکاح اتفاقًا وحل الوطی ایضًا کذا فی فتح القدیر۔ اور فتاوٰی رضویہ جلد پنجم مطبوعہ پاکستان ص ۱۶۷ میں ہے: جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی سے ہو یا اس کے غیر سے فرق اتنا ہے کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اس سے قربت بھی کرسکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو وضع حمل تک قربت نہیں کرسکتا۔ لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ اھ۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از محمد مصطفیٰ ساکن پوسٹ اس کا بازار ضلع بستی

ہندہ کا عقد جناب زید سے ہوا تھا کچھ دنوں کے بعد زید نے کسی بناء پر ہندہ کو طلاق دے دی زید نے اپنی دوسری شادی کر لی زید نے تین گواہوں کے سامنے کہا ہے کہ میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں گواہوں کے نام یہ ہیں رعاب علی، شکور علی، باب اللہ۔ اب ہندہ اپنا عقد جناب حامد صاحب سے کرنا چاہتی ہے لیکن حامد کے خاندان کے لوگ کہتے ہیں کہ جب تک زید کسی کاغذ پر لکھ کر نہیں دے گا اس وقت تک ہم لوگ حامد کا عقد ہندہ سے نہیں ہونے دیں گے اور زید صرف زبانی طلاق دیتا ہے اور دے چکا ہے تحریر کرنے سے انکار کرتا ہے اس حالت میں علماء کیا فرماتے ہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر زید نے واقعی طلاق دے دی تو ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی اگر چہ وہ تحریر نہ لکھے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ررجب المرجب ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از غلام غوث مدرس مدرسہ رضویہ اشرفیہ معین الاسلام گورڈیہہ ضلع بستی

زید اور اس کے سسرال کے لوگوں سے عدم اتفاق کی وجہ سے زید نے اپنی ساس ہندہ سے متعدد بار کہا کہ تمہاری بیٹی حسینہ کو نہیں رکھیں گے طلاق دے دیں گے حتی کہ موصوی بازار سے کاغذ لا کر نصف حصہ اپنی بیوی حسینہ کو دیا معافی مہر کی تحریر مرتب کرے اور نصف حصہ طلاق نامہ تحریر کرنے کے لئے اپنے پاس رکھا چند ارباب عقول نے رجز و توبیخ کر کے اسے اس فعل سے روک دیا چنانچہ جانبین سے تحریر مرتب نہ ہو سکی اب زید مکان پر آیا اس کے متعدد رشتہ داروں نے اہل وعیال کا حال دریافت کیا تو ان سبھی حضرات کو موصوف نے جواب دیا کہ اپنی بیوی حسینہ کو طلاق دے دی ہے ان لوگوں نے عدم تیقن کی بنا پر دوبارہ دریافت کیا اس وقت زید نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ حقیقتاً میں نے طلاق دے دی ہے آیا زید کے اس فعل سے حسینہ مطلقہ ہوئی یا نہیں؟ نیز طلاق کا کون سا درجہ متعین ہوگا اور یہ عورت مذکورہ زید کے لئے کس طرح حلال ہوگی؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند المولیٰ الجلیل

الجواب: صورت مستفسرہ میں جب زید نے لوگوں سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی حسینہ کو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو گئی لان اقرار الطلاق طلاق ھٰکذا فی الکتب الفقھۃ۔ پھر حسینہ اگر زید کی مدخولہ ہے تو طلاق رجعی واقع ہوئی اس صورت میں عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بعد انقضائے عدت حسینہ کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں رجعت نہیں البتہ حسینہ کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ وھو

تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ ربیع الآخر ۹۷ھ

مسئلہ: از یار محمد چرہوا پوسٹ مسکنواں ضلع گونڈہ

(الف) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دیں اس وقت ہندہ حمل سے تھی تو کیا اس صورت میں طلاق پڑ جائے گی؟ اگر پڑے گی تو کون سی طلاق پڑے گی؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ (ب) دوسری بات یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد وضع حمل ہوا اور بغیر تفریق وعدت پھر زید ہی کے ذریعہ ہندہ کو دوسرا حمل بھی رہ گیا اس صورت میں دونوں پر شرعاً کیا حکم ہے؟ (ج) اور اگر حکم شرع مطہرہ پر بغیر عمل کئے زید ہندہ کو الگ نہ کرے یا خود الگ نہ ہو تو اس صورت میں زید کے بڑے بھائی بکر کے لیے کیا یہ ضروری ہے کہ زید کو اپنے سے کھانے پینے اور ہر معاملے میں الگ کر دے شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟ (د) اور اگر ہندہ زید کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (الف) بحالت حمل اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے اور جب کہ ہندہ زید کی مدخولہ ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور زید نے تین طلاقیں دیں تو ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے کسی طرح حلال نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ الآیۃ (پارہ دوم رکوع ۱۲) (ب) دونوں سخت گنہگار حرام کار اور مستحق عذاب نار ہوئے دونوں پر ایک دوسرے سے الگ ہو جانا اور علانیہ توبہ واستغفار کرنا لازم ہے دونوں کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف وقرآن خوانی کرنے اور حسب استطاعت غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھنے کی تلقین کی جائے یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں؟ (ج) اگر زید وہندہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں اور علانیہ توبہ واستغفار نہ کریں تو اس کے بڑے بھائی بکر بلکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زید وہندہ کا بائیکاٹ کریں اور جو اس صورت میں زید ظالم جفا کار کا بائیکاٹ نہ کرے اس کا بائیکاٹ کرنا بھی مسلمانوں پر لازم ہے قال اللہ تعالیٰ: وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ الآیۃ (د) ہندہ دوسرے سے نکاح کرے وہ ہندہ کے ساتھ ہمبستری کرے پھر طلاق دے یا مر جائے تو ہندہ عدت گزارنے کے بعد زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے: کما فی الکتب الفقہۃ ھٰذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ذی القعدہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از سید اعجاز احمد قادری تاڑپتری (آندھرا پردیش)

امیر علی جامدار جو ایک بزرگ عالم تھے انہوں نے کہا ''چونکہ حلالہ کی شرط ناگزیر ہے لیکن آپ اس ذلت سے بچنا چاہتے ہیں اس لئے یوں کیجئے کہ کسی نیک نفس اور متقی انسان سے معاملہ طے کر لیجئے کہ وہ شاہ بانو سے رسماً غائبانہ نکاح کرے اور پھر فوراً ہی طلاق دے دے اس طرح حلالہ کی شرط بھی پوری ہو جائے گی اور آپ کی عزت بھی میلی نہ ہوگی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارت صحیح ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غائبانہ نکاح کرنے اور پھر فوراً طلاق دینے سے حلالہ صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے ہمبستری شرط ہے صحیح مسئلہ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: امیر علی جامدار کا قول جو نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں کہ اگرچہ غائبانہ نکاح درست ہے جب کہ عورت نے اجازت دے دی ہو یا بعد نکاح عورت نے منظور کر لیا ہو لیکن بغیر ہمبستری فوراً طلاق دینے سے حلالہ صحیح نہ ہوگا کہ صحت حلالہ کے لئے ہمبستری شرط ہے۔ اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۳۱ میں ہدایہ سے ہے' اور بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث شریف مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رفاعہ قرظی کی بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی تو انہوں نے مجھے طلاق دی پھر میری طلاق قطعی کر دی (یعنی مجھے تین طلاقیں دے دیں) اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر لیا۔ اور نہیں ہے ان کا (عضو خاص) مگر کپڑے کے دامن کی طرح (یعنی وہ ہمبستری کی قدرت نہیں رکھتے) تو حضور نے فرمایا کیا تم لوٹ کر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت تک ان کی طرف لوٹ کر نہیں جا سکتی ہو جب تک کہ عبدالرحمٰن سے تم اور تم سے وہ جنسی حظ نہ حاصل کر لیں (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۴) اور قرآن مجید پارۂ دوم رکوع ۱۳ میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط یعنی پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے خاوند کے پاس رہے (ترجمہ رضویہ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر بحرمت مغلظہ حرام ہو جاتی ہے۔ اب نہ اس سے رجوع کر سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح جب تک کہ حلالہ نہ ہو یعنی بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے اور وہ بعد صحبت طلاق دے (یا مر جائے) پھر عدت گزارے۔ **ھو تعالیٰ اعلم۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸؍ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از شیخ لعل محمد امام اقصیٰ مسجد پوسٹ و مقام پوسد ضلع ایوت محل (مہاراشٹرا)

نابالغی میں ایک لڑکی کا نکاح ہوا اس کے شوہر نے نابالغی کی حالت میں اسے تین طلاقیں دے دیں پھر لڑکی بالغ ہوئی اور پہلے ہی شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا بغیر حلالہ کے اس سے نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب: بعون الملک العزیز الوھاب۔ صورت مذکورہ میں طلاق کے وقت اگر لڑکا نابالغ تھا تو طلاق واقع نہ

ہوئی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۳۰ میں ہے: لایقع طلاق الصبی وان کان یعقل اھ
اور اگر لڑکی نابالغہ تھی مگر لڑکا بالغ تھا تو طلاق واقع ہوگئی کہ وقوع طلاق کے لئے لڑکی کا بالغ ہونا شرط نہیں۔ پھر اگر طلاق کے وقت لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ نہ تھی اور لڑکے نے تینوں طلاق کے الفاظ کو الگ الگ کہا مثلاً میری بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق یا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، تو صرف ایک بائن واقع ہوئی اس صورت میں لڑکی بغیر حلالہ شوہر اوّل سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۴۹ میں ہے: ان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ وذلک مثل ان یقول انت طالق طالق طالق اھ۔ اور اگر لڑکی طلاق کے وقت مدخولہ تھی اور شوہر نے تین طلاقیں دیں یا غیر مدخولہ تھی اور شوہر نے بیک لفظ طلاق مغلظہ دی مثلاً یوں کہا کہ میں تین طلاقیں دیتا ہوں یا طلاق مغلظہ دیتا ہوں تو ان صورتوں میں بغیر حلالہ وہ شوہر اوّل سے نکاح نہیں کر سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (پ۲ رکوع ۱۴) اور تنویر الابصار و درمختار میں ہے: قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق ثلاثاً وقعن اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ رصفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از کمال احمد صدیقی گھڑی ساز موضع بیرواجنگل ضلع گورکھپور

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی۔ ہندہ عرصہ آٹھ سال تک زید کے نکاح میں تھی اور زید کی خدمت کرتی چلی آئی ہے۔ ہندہ کو اس شوہر سے دو بچے پیدا ہوئے۔ معمولی سی بات پر زید نے غصہ میں آکر ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی۔ اب ہندہ زید کی محبت میں بے قرار ہے اور زید ہندہ سے۔ زید نے قرب و جوار کے علماء سے مسئلہ دریافت کیا اس پر ان علماء نے جواب دیا کہ بغیر حلالہ کئے ہندہ زید کے نکاح میں نہیں آسکتی ہے۔ اب زید نے زمانۂ گزشتہ پر غور کیا کہ نکاح پڑھنے والا قاضی غیر مقلد تھا۔ اب حضور کی بارگاہ میں فریاد پیش ہے کہ ہندہ ابھی تک جو زید کے نکاح میں تھی وہ نکاح صحیح تھا یا نہیں؟ اور اب زید نے ہندہ کو طلاق دے دی اور پھر ہندہ کو طلاق دے دی اور پھر ہندہ کو اپنے نکاح میں لانے کے لئے بے قرار ہے۔ لہٰذا حضور اس صورت میں حلالہ کروانا ضروری ہے یا ہندہ بغیر حلالہ کئے زید کے نکاح میں آسکتی ہے؟ شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو اسی حکم پر مسئلہ کو بحال فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ شان پاک میں جو بے ادبیاں ہوئی ہوں اس سے اللہ در گزر فرمائیں۔

(نوٹ) دشمنوں اور مخالفوں کو دکھانے کے لئے فتویٰ تحریر کرنے کے ساتھ دارالعلوم کی مہر ضروری ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کا نکاح اس سے ہرگز نہیں ہو سکتا قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (پ۲ ع ۱۴) کیا زید نے زمانۂ گزشتہ پر اس لئے غور کیا کہ آٹھ سال تک اس کو اور ہندہ کو زنا کرنے والا قرار دیا جائے؟ اور دونوں بچوں کو حرامی ٹھہرایا

جائے تو گوارہ ہے مگر ہندہ جواس کے نکاح سے نکل چکی وہ دوسرے سے نکاح کرلے یہ گوارہ نہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ غیر مقلد سے نکاح پڑھوانا جائز نہیں کہ اس صورت میں بدمذہب کی تعظیم ہے لیکن اگر اس نے پڑھ دیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا البریلوی رضی اللہ ربہ القوی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از عین الحق، شہرت گڑھ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو (بمقام شہرت گڑھ) بذریعہ لفافہ یہ تحریر روانہ کیا کہ ''تم اپنا گھر کرلو میں تم کو آزاد کرتا ہوں'' اسی طرح خط کشیدہ جملے کو اس نے تین دفعہ تحریر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تم اپنا دیکھو میں اپنا دیکھ لیتا ہوں ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی مگر تحریر سے طلاق واقع ہونے میں یہ ضروری ہے کہ شوہر اقرار کرے کہ میں نے لکھی یا لکھوائی یا عورت اس پر گواہ پیش کرے، محض اس کے خط سے مشابہ ہونا یا اس کے سے دستخط ہونا یا اس کی سی مہر کا ہونا کافی نہیں۔ ہاں اگر عورت کو اطمینان اور غالب گمان ہے کہ یہ تحریر اسی کی ہے تو اس پر عمل کرنے کی عورت کو اجازت ہے مگر جب شوہر انکار کرے تو بغیر شہادت چارہ نہیں۔ ھٰکذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد عیسیٰ القادری الرضوی

۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از محمد عالم موضع بھوئی پوسٹ بیر ہوا (گونڈہ)

الیاس کی شادی عابدہ خاتون سے ہوئی شادی کے تیسرے سال جب عابدہ پہلی بار گھر گئی تو الیاس نے پہلے ہی دن زبردستی سے مہر معاف کرالیا اس کے تیسرے چوتھے دن بعد الیاس نے یہ کہا کہ مجھے عورت کی کوئی ضرورت نہیں زبردستی میرے ساتھ شادی کردی گئی تین سال تک عابدہ کو اس طرح کی تکلیفیں دیتا رہا ان دنوں عابدہ کے دن ایسے گزرے جیسے کہ وہ الیاس کی بیوی نہیں، بات بات پر مارنا شروع کردیتا ان تین سالوں کے دوران الیاس نے کئی بار چند عورتوں کے سامنے عابدہ سے کہا کہ مجھے عورت کی کوئی ضرورت نہیں تم اپنی قسمت پر روؤ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا، میں تمہارا ذمہ دار نہیں، مرضی ہو تو رہو یا جاؤ کچھ دنوں بعد الیاس نے عابدہ سے کہا میرے یہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر تو نہیں جائے گی تو میں اپنی جان دے دوں گا اس پر عابدہ نے کہا اگر میں آپ کے لائق نہیں ہوں تو مجھے چھوڑ دیجئے اس پر الیاس نے کہا تو اپنے بھائیوں کو بلوا کر معاملہ صاف کرالے۔ عابدہ کے بھائیوں کے پوچھنے پر الیاس نے جواب دیا کہ میں اس کا ذمہ دار نہیں اس کی مرضی چاہے رہے

جائے۔ تین سال تک عابدہ یوں ہی اپنی زندگی گزارتی رہی جب الیاس بری طرح پیش آیا تو عابدہ نے بھائیوں کو بلوا کر کہا اب میں یہاں نہ رہوں گی اس کے بھائیوں کے پوچھنے پر الیاس نے جواب دیا اس کی مرضی چاہے رہے یا جائے۔ عابدہ کے بھائی اس کو گھر لے آئے ایک سال ہو رہا ہے نہ الیاس عابدہ کو طلاق ہی دیتا ہے اور نہ لاتا ہے پوچھنے پر جواب دیتا ہے کہ میں نہ لاؤں گا نہ طلاق دوں گا غرض ہو تو بھیج دیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب عابدہ کیا کرے شرعی حکم کیا ہے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: پنچایت یا تھانہ وغیرہ حکام کے دباؤ سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے طلاق حاصل کئے بغیر عابدہ خاتون کا دوسرے سے عقد کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از محمد خلیل پٹھان قادری رحمانی خطیب جامع مسجد درگاہ شریف ماہم بمبئی

خالد نے مندرجہ ذیل تحریر طلاق معلق کے طور پر اپنی بیوی فرزانہ کو لکھ کر دی۔ میں مسمیٰ محمد خالد اپنے ہوش وحواس برقرار رکھتے ہوئے اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے مورخہ ۹؍ جنوری ۱۹۷۷ء کے روز اپنی زوجہ فرزانہ بیگم کو اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے (طلاق معلق دی ہے) کہ اس نے اگر میری اجازت کے بغیر میری عدول حکمی کرتے ہوئے ماہم، بمبئی میں قدم رکھا تو میرے نکاح سے خارج تصور کی جائے گی...... مذکورہ بالا تحریر ملنے کے تقریباً ۹؍ ماہ بعد فرزانہ بے خیالی میں ایک ایسی ٹرین پر سوار ہوگئی جو ماہم ریلوے اسٹیشن سے گزرتی ہے اس اسٹیشن پر ماہم کا نام بھی تحریر ہے لیکن مساۃ فرزانہ اس اسٹیشن پر اتری نہیں اور آگے نکل گئی۔ لہٰذا مذکورہ تحریر طلاق کے پیش نظر تحریر فرمائیں کہ آیا فرزانہ پر اس طلاق معلق کا اطلاق ہوگا یا نہیں اگر ہوگا تو کون سی طلاق ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں فرزانہ بیگم پر طلاق نہیں واقع ہوئی اس لئے کہ شوہر کا یہ قول کہ "میرے نکاح سے خارج تصور کی جائے گی" انشائے طلاق میں سے نہیں ہے کہ نکاح سے خارج تصور کرنے سے طلاق نہیں پڑتی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ شوہر کے اس قول سے کہ میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے طلاق نہ ہوئی (فتاویٰ رضویہ جلد خامس ص ۶۱۷) اور فتاویٰ قاضی خان مع ہندیہ جلد اوّل ص ۴۲۲ میں ہے: امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگارا وقال کردہ انگار لایقع الطلاق وان نویٰ کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لایقع وان نویٰ اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۵۵ میں ہے: امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگارا و کردہ نگار لایقع وان نویٰ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵؍ ذی القعدہ ۹۷؁ھ

مسئلہ: از عاشق علی ساکن برکھنڈی جوت ڈاکخانہ اموڑھا، ضلع بستی

زید میاں اور اس کی بیوی کے درمیانی کچھ عرصہ سے تنازع پیدا ہو گیا جس پر زید نے چند لوگوں کے سامنے اپنی منکوحہ سے کہا کہ تم میرے قابل نہیں ہو منکوحہ نے کہا کہ تم بھی میرے قابل نہیں ہو جس پر زید نے طلاق دینے کو کہا لوگوں نے مہر کے لئے زید کو مجبور کیا جس پر زید نے انکار کیا کہ ہم مہر نہیں دیں گے اگر شریعت مجھے مجبور کرتی ہے تو ہم مہر دینے کے لئے تیار ہیں چونکہ زید کی منکوحہ عرصہ دو سال سے اپنے میکے رہتی ہے اور زید اس سے دست بردار ہے نہ طلاق ہی دے رہا ہے اور نہ مہر و نان نفقہ ہی دینے کے لئے تیار ہے اب زید کے لئے از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ کیا زید کے اوپر مہر و نان نفقہ کی ادائیگی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: نان ونفقہ نہ دینا اور طلاق بھی نہ دینا عورت پر ظلم ہے جس کے سبب زید ظالم سخت گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہے قال اللہ تعالیٰ: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. لہٰذا زید پر لازم ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھے اور اس کے حقوق ادا کرے اور یا تو طلاق دے۔ اگر دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں نہ اس کے پاس بیٹھیں اور نہ اس کو اپنے پاس بیٹھنے دیں اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○۔ رہا مہر کا سوال تو عام طور پر ہندوستان میں رائج ہے کہ موت یا طلاق سے پہلے مہر ادا نہیں ہوتا لہٰذا جب تک طلاق نہ دے یا ان دونوں میں سے کوئی مر نہ جائے مہر کی ادائیگی پر شوہر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ نقایہ میں ہے: المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف. وھو تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹؍ صفر المظفر ۹۸؁ھ

مسئلہ: از ولی محمد پردھان۔ مسکنواں ضلع گونڈہ۔

زید ہندہ سے نکاح کر کے اس کو اپنے گھر رخصت کرا کے لے گیا چند روز زید کے پاس رہ کر ہندہ اپنے میکے آ گئی زید نے ہندہ کے والد کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ نے مجھ کو دھوکہ دیا ہندہ ڈھائی سال سے بیمار ہے اور آپ اس کا علاج نہیں کرواتے کل شام تک اس کا اکسرا کروا کے اس کی رپورٹ ہم کو دکھا دیں ورنہ پرسوں ہمارا طلاق کا ٹیلی گرام جائے گا اور جو آپ نے جہیز میں سامان دیا ہے اٹھا لے جائیے زید نے ہندہ کے متعلق جو بیماری کی بات کہی ہے وہ بالکل غلط تھی ہندہ صحت مند و تندرست تھی زید نے ہندہ کے میکے میں بھی آ کر اس کے باپ سے اسی قسم کی باتیں کہیں ہندہ نے طلاق وغیرہ کی باتیں سن کر زید کے ساتھ جانے

انکار کردیا اس کے والدین بھی اس کو رخصت کرنے پر راضی نہ ہوئے یہ معاملہ پنچوں کے سامنے پیش ہوا زید نے پنچوں سے کہا کہ اگر ہندہ میرے یہاں جانے سے انکار کرتی ہو تو مجھے ہندہ سے الگ بات کر لینے دو اگر وہ رضامند نہ ہو تو طلاق سمجھ لو زید کو ہندہ سے بات کرنے کا موقع دیا گیا مگر ہندہ راضی نہ ہوئی اس پر پنچ کے لوگوں نے زید سے کہا کہ تم طلاق تحریر کر دو' زید نے جواب دیا کہ آپ لوگ مجھ کو تین ماہ کی مہلت دیں چاہے مجھ سے کلام پاک اٹھوا لو میں خود آ کر طلاق دے دوں گا لوگوں نے کہا کہ تم وقت مقرر کرو تمہاری بات کا کوئی ٹھکانہ نہیں تم کسی معتبر آدمی کو ذمہ دار بناؤ' زید نے کہا اگر ہم پندرہ دن تک نہ آئیں تو بالکل طلاق سمجھ لی جائے زید وعدہ کے مطابق پندرہ دن میں نہیں آیا اس کے علاوہ زید نے پنچ کے سامنے ایک اقرار نامہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ اگر ہم پندرہ روز کے اندر اپنی بیوی (ہندہ) کو رضامند نہ کر سکیں تو اس اقرار نامہ کو بطور طلاق نامہ مان لیا جائے۔ ایسی صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی اس لئے کہ زید کے یہ جملے کہ "ہمارا ٹیلی گرام جائے گا اور میں خود آ کر اس کو طلاق دے دوں گا" صرف طلاق دینے کے وعدے ہیں جب طلاق دے گا تو واقع ہوگی ورنہ نہیں اور اس کے یہ جملے کہ "اگر وہ رضامند نہ ہو تو طلاق سمجھ لو، اگر ہم پندرہ دن تک نہ آئیں تو بالکل طلاق سمجھ لی جائے اور اگر ہم پندرہ روز کے اندر اپنی بیوی (ہندہ) کو رضامند نہ کر سکیں تو اقرار نامہ کو بطور طلاق نامہ مان لیا جائے" یہ سب شرعاً طلاق کی تعلیق نہیں یعنی اگر شرطیں پائی بھی جائیں تو بھی طلاق واقع نہ ہوگی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۱۹ میں ہے: کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائے گی لہٰذا وہ اقرار مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہ ہوئی اھ۔ ملخصًا۔ اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اوّل ص ۴۲۲ میں ہے: امرأة لزوجها مراطلاق ده فقال الزوج داده انگار اوقال کرده انگار لایقع الطلاق وان نویٰ کانه قال لها بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذلك لایقع الطلاق وان نویٰ اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۵۵ میں ہے: امرأة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال داده انگار اوکرده انگار لا یقع وان نویٰ اھ۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از اصغر علی ٹیلر ماسٹر موضع نٹوا پوسٹ بہادر پور ضلع بستی

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا مگر ابھی اس کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ زید ایک دوسری عورت کو لے کر کہیں چلا گیا آج پانچ سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ اس کا پتہ نہیں لگ رہا ہے ہندہ کچھ دماغی کمزوری والی ہے اسی وجہ سے زید اس کو اپنے گھر لے جانے پر بھی کسی طرح رضامند نہیں تھا اس کو کہا بھی گیا لیکن اس نے دسیوں بار یہی جواب دیا کہ میں اپنی بیوی ہندہ کو نہیں لے جاؤں گا اور یہ جملہ بار بار کہا کہ میں اس کو طلاق دے دوں گا یوں سمجھو کہ میں نے اپنی بیوی (ہندہ) کو طلاق دے دی۔ ان جملوں سے

طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب سے پہلی فرصت میں نوازیں سخت انتظاری ہے۔

الجواب: مذکورہ بالا دونوں جملوں سے طلاق نہیں واقع ہوئی اس لئے کہ پہلے جملے میں وعدہ ہے اور دوسرا جملہ شرعاً انشائے طلاق نہیں فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: امرأة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال الزوج داده انگارا وقال کرده انگار لایقع الطلاق وان نویٰ کانه قال بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذلك لایقع الطلاق ان نویٰ اھ۔ هٰکذا فی الفتاویٰ الرضویة والهندیة۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ ربیع الاول ۹۸ھ

مسئلہ: از رمضان علی نونہوی ضلع بستی

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی تھی لیکن زید نے دوسری شادی کر لی اور ہندہ کو اس کے والدین کے سامنے طلاق دے دی لیکن کوئی تحریر نہیں دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ ہندہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی تحریر دینا ضروری نہیں ہندہ بعد انقضائے عدت دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از فتح محمد ساکن دبولیا بازار ضلع بستی

زید نے اپنے چچا کی لڑکی زینب سے نکاح کر لیا تین سال ہو رہے ہیں، دونوں بھائیوں کے درمیان بٹوارہ ہو جانے کے بعد زن و شوہر میں کچھ خانگی جھگڑا ہوتا رہا مگر دونوں یکجا اپنی زندگی بسر کرتے رہے زینب کا والد خانگی جھگڑوں کو نہ برداشت کر سکا ایک طلاق نامہ بغیر زید کی رضا کے مرتب کرایا جس کا علم زید کو تھا اس سے کہا کہ اس پر انگوٹھا لگا دو زید انگوٹھا لگاتے وقت برابر یہ کہہ رہا تھا کہ چاہے دس طلاق نامہ لکھ کر انگوٹھا کا نشان لے لو مگر میں طلاق نہیں دوں گا اور اس طلاق نامہ پر صرف جاہل فاسق کی دستخط ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کون سی اب زید و زینب پھر ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو کس طرح رہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی زینب پر بایں تفصیل طلاق واقع ہوگئی۔ اگر طلاق نامہ پر ایک یا دو طلاقیں کے الفاظ لکھے گئے ہیں یا ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں رجعی یا فقط طلاق کا لفظ لکھا گیا ایک یا دو رجعی، غیر رجعی کی کوئی قید نہیں لگائی گئی اور مذکورہ بالا الفاظ میں سے جو لکھا گیا زید ان کو جانتا تھا تو پہلی تیسری اور پانچویں صورت میں ایک طلاق رجعی اور

دوسری و چوتھی صورت میں دو طلاقیں رجعی واقع ہو گئیں جن کا حکم یہ ہے کہ قبل انقضائے عدت شوہر بغیر عورت کی رضا کے بھی رجعت کر سکتا ہے فتاوٰی عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۴۲۸ میں ہے: اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت المرأة بذالك اولم ترض هكذا في الهداية. یعنی جب مرد نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاقیں رجعی دیں تو عدت کے اندر عورت سے رجعت کر سکتا ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ راضی ہو اسی طرح ہدایہ میں ہے: اور اگر عدت ختم ہو گئی تو اب شوہر کو عورت کی رضا سے نکاح کرنا پڑے گا حلالہ کی ضرورت نہیں، اور اگر ایک طلاق کنایہ یا دو طلاق کنایہ یا ایک طلاق بائن یا دو طلاق بائن لکھی گئی اور زید جانتا تھا تو صورت اولٰی و ثالثہ میں ایک بائن اور صورت ثانیہ و رابعہ میں دو بائن واقع ہو گئیں جس کا حکم یہ ہے کہ شوہر قبل انقضائے عدت و بعد انقضائے عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر تین رجعی یا تین بائن یا دو رجعی ایک بائن یا دو بائن ایک رجعی لکھی گئیں تو عورت مغلظہ ہو گئی بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہ ہو گی کما قال اللّٰه تعالٰی: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (پارہ دوم رکوع ۱۳) واللّٰه تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵؍ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از عبد المجید ساکن لہرا بازار ضلع گورکھپور

نصر اللہ نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں تین مرتبہ سے زائد کہا کہ ہم نے اسے طلاق دی تو اس کی بیوی کے وارثین کا نصر اللہ کو مطلقہ بیوی کو لے جانے کے لئے مجبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں نصر اللہ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہونے کی وجہ سے وہ نصر اللہ پر حرام ہو گئی نصر اللہ کو وہ عورت لے جانے کے لئے مجبور کرنا جائز نہیں۔ وهو تعالٰی اعلم

کتبہ: بدر الدین احمد القادری الرضوی

۲۸؍ جمادی الاولٰی ۱۳۷۷ھ

مسئلہ: بکر نے اپنی بیوی کے بارے میں یہ تحریر لکھی کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں یعنی کھانے اور کپڑے میں یا میرے اندر نامردی کی شکایت پائی جائے تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا اس میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان شرطوں میں سے کوئی بھی شرط پائی جاوے تو کون سی طلاق پڑے گی؟

الجواب: یہ تحریر کہ اگر میں تجھ کو کسی قسم کی تکلیف دوں۔ الخ۔ تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا۔ بے کار و بے اعتبار ہے خانیہ میں ہے: ولو قال الزوج داده انگار او قال کرده انگار لايقع الطلاق وان نوىٰ كانه

قال لها بالعربية احسبی انك طالق وان قال ذلك لايقع وان نوىٰ. واللّٰه تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍رجب ۱۳۷۸ھ

مسئلہ: از سہیاں کلاں ضلع گونڈہ مرسلہ عطاء اللہ۔

ہندہ کی شادی عمر کے ساتھ ہوئی لیکن ایک مقدمہ کے سلسلہ میں حاکم کے سامنے عمرو نے یہ بیان دیا کہ ہماری شادی ابھی نہیں ہوئی ہے مگر ہندہ سے مخاطب ہو کر نہیں کہا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں عمرو کا یہ بیان جھوٹ پر محمول کیا جائے گا جس سے تو یہ لازم ہے طلاق واقع نہیں ہوگی. واللّٰه ورسوله اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵؍ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: از ملا عبد القادر کشیدے والا محلہ مومنان پالی مارواڑ۔

ایک شخص نے حلالہ جائز ہونے کی وجہ سے نکاح پڑھایا اور رات کو عورت سے شرم و حیا کی وجہ سے صحبت نہیں کی اور صبح تین طلاقیں دے دیں اور مرد و عورت اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں تو اب شوہر اوّل کے حق میں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ صورت مستفسرہ میں اگر شوہر ثانی نے نکاح کے بعد وطی نہیں کی اور طلاق دے دی تو اس صورت میں شوہر اوّل کا اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ حلالہ کی صحت کے لئے وطی شرط ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے: عن عائشة قالت جاء ت امرأة رفاعة القرظی الیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت انی کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاق فتزوجت بعده عبدالرحمن بن الزبیر ومامعه الامثل هدبة الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعة فقالت نعم قال لاحتی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتك اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۳۱ میں ہے: ان کان الطلاق ثلاثالم تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ نکاحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها کذا فی الهدایه. وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: خلق اللہ خلیق فیضی

۱۲؍شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبدالسلام نعمانی بے ۲۰/۵ امان اللہ پورہ آزاد پارک بنارس

ایک عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے کر اس کو میکے پہنچا دیا پھر ایک سال تک خود باہر رہا واپسی کے بعد اس نے کہا کہ میں بحلف کہتا ہوں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور لڑکی بحلف اقرار کرتی ہے کہ مجھے طلاق دی ہے لیکن گواہ کوئی نہیں ہے تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اگر شوہر تین طلاقیں دے چکا ہے اور اب انکار کرتا ہے تو عورت حتی الامکان اسے وطی نہ کرنے دے اور مال وغیرہ دے کر اس سے پیچھا چھڑائے چنانچہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۳۷ پر بحوالہ درمختار مع زیادہ مرقوم ہے کہ "شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے غرض جس طرح ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرے اور پوری کوشش اس کی کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے یہ حکم نہیں کہ خودکشی کر لے عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہرحال گنہگار ہے۔ بالفاظہ الی آخر وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷ ار من صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از بہاؤ ساکن نرائن پور پوسٹ اتریتھو ضلع فیض آباد

زید و ہندہ کا عقد نابالغی کی حالت میں ہوا تھا رخصتی بھی نہیں ہوئی اب جب کہ دونوں بالغ ہو گئے ہیں زید نے ایک کارڈ پر دوسرے آدمی سے طلاق مطلق لکھوا کر دستخط کر دیے اور دو گواہوں سے بھی دستخط کرا دیے۔ چونکہ زید نے یہ طلاق نامہ بغیر والدین کی مرضی کے مرتب کیا تھا والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے ناراضگی ظاہر کی تو زید نے واپس ہو کر کارڈ کو چیر ڈالا اور کہا کہ طلاق نہیں ہوئی حالانکہ کارڈ طلاق دینے کی غرض سے منگایا اور دستخط طلاق نامہ سمجھ کر کیے تو کیا طلاق واقع ہو گئی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی منکوحہ پر شرعاً طلاق واقع ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ ار من ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از عبداللہ اترولہ ضلع گونڈہ

زید کو گھریلو جھگڑے میں غصہ پیدا ہوا یہاں تک کہ جنونی کیفیت طاری ہو گئی اسی حالت میں اس نے اپنی مدخولہ بیوی کو طلاق دی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے تین طلاقیں دی ہیں مگر شوہر کہتا ہے کہ ہمیں یاد نہیں کہ ہم نے کتنی طلاقیں دی ہیں۔ اب وہی شوہر اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کیا صورت ہے؟

الجواب: مذکورہ عورت کے شوہر نے زبانی بیان دیا کہ تین طلاقیں دینا ہمیں یاد ہے لہٰذا اس کی بیوی پر طلاق مغلظ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لئے کسی طرح حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ع۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح صحیح کرے دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مر جائے یا طلاق دے دی تو دوبارہ عدت گزار کر شوہر اوّل سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر شوہر اوّل نے بغیر ہمبستری طلاق دے دی یا مر گیا تو اس صورت میں شوہر اوّل کے لئے حلال نہ ہوگی۔ کما فی حدیث العسیلۃ۔ اور اگر عورت حاملہ، نابالغہ یا پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ خواہ تین حیض تین ماہ، تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں کمال قال اللہ تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ع۱۲) اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے، تو وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ وھو اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از محمد یونس خان مقام قصبہ گونڈہ

زید نے اپنی مدخولہ بیوی سے غصہ کی حالت میں تین مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی۔ زید اب پھر اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ غصہ اگر اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے یعنی خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے تو ایسی حالت کی طلاق نہیں واقع ہوتی۔ مگر غصہ کی یہ حالت بہت نادر ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر زید اس حالت کو نہ پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ع۱۳) حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے شخص سے صحیح نکاح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر اگر وہ طلاق دے دے یا مر جائے تو پھر دوسری عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہم بستری کے طلاق دے دی تو اس کا پہلے شوہر سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ہرگز ہرگز جائز نہیں، اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے کے باعث زید گنہگار ہوا توبہ کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال احمد خان الرضوی

۲۹؍ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از مقام دیوراج پار پوسٹ روضہ درگاہ ضلع گورکھپور مرسلہ محمد مسیح الدین خان

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو خط کے ذریعہ بایں الفاظ طلاق دی: ''میں تین طلاقیں تین طہر میں علی ترتیب الشریعۃ دیتا

ہوں"۔ پھر لوگوں کے کہنے سننے پر تیرہویں دن ہندہ کو اپنے نکاح میں رکھنے پر راضی ہوگیا بلکہ بیوی اس وقت اپنے میکے میں تھی تو اسے اپنے خسر سے اپنے یہاں بھیجنے کو کہا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ عمل شرعاً رجعت ہوا یا نہیں؟ پھر یہ رجعت صحیح ہے یا غلط؟ اور مذکورہ تین طلاقیں فی الفور بیک وقت واقع ہوں گی یا تین طہر میں بالترتیب مکمل ہوں گی؟ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ مذکورہ طلاقیں فی الفور بیک وقت واقع ہوگئیں تو ایسا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر تین طلاقیں بیک وقت ہرگز واقع نہ ہوں گی جس نے تینوں طلاقیں فی الفور واقع ہونے کو کہا وہ علم فقہ سے جاہل اور بے بہرہ ہے جب زید اپنے کلام کو اظہار ثلاثہ سے خود ہی مقید کر رہا ہے تو فی الفور واقع ہونے کا کیا مطلب۔ مزید براں علیٰ ترتیب الشریعت کا لفظ تو اور بھی خاص کر رہا ہے تو پھر بیک وقت وقوع طلاق کا کیا معنیٰ، بلکہ زید صرف اتنا ہی کہتا کہ میں سنت کے مطابق دو یا تین طلاقیں دیتا ہوں تو جب بھی یہ طلاقیں بیک وقت واقع نہ ہوئیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۸۲ میں ہے: "لوقال انت طالق ثلثین للسنة وقع عند کل طهر تطليقة لم يجامعها فيه كذا في البدائع" یعنی کسی نے بیوی سے کہا تجھے سنت کے مطابق دو طلاقیں ہیں تو ہر اس طہر میں ایک ایک طلاق واقع ہوگی جس میں شوہر نے بیوی سے جماع نہ کیا ہو ایسے ہی بدائع میں ہے: نیز درمختار میں ہے: قال لموطوئة وهي حال كونها لمن تحيض انت طالق ثلاثا اوثلثين للسنة وقع عند كل طهر طلقة وتقع اولها في طهر لاوطء فيه. یعنی کسی نے اپنی موطوءہ بیوی کو سنت کے مطابق دو یا تین طلاقیں دیں تو اگر عورت کو حیض آتا رہا ہو تو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی جس میں پہلی طلاق ایسے طہر میں واقع ہوگی جس میں مرد نے بیوی سے وطی (ہمبستری) نہ کی ہو۔

فائدہ: طہر فراغت حیض کے بعد پاکی کے زمانہ کو کہتے ہیں، موطوءۃ جس سے ہم بستری کی گئی ہو۔ زید کا یہ عمل شرعاً رجعت نہیں رجعت دو طرح سے ہوتی ہے بالقول یا بالفعل۔ رجعت بالقول مثلاً میں نے رجعت کی یا اپنے نکاح میں واپس لیا وغیرہا الفاظ کہنا۔ رجعت بالفعل مثلاً بیوی سے ہمبستر ہو جانا یا شہوت سے اس کے کسی عضو کا بوسہ لینا رجعت قولی اور فعلی کی اور بھی صورتیں ہیں مگر یہاں کوئی بھی صورت متصور نہیں۔ لہٰذا زید کا مذکورہ عمل رجعت کے حق میں مفید نہیں اور اگر بالفرض رجعت بھی ہو جاتی تو وہ تین طلاقیں تین طہر میں بہر حال واقع ہوں گی جس کی تفصیل حسب صورت مسئولہ یوں ہے کہ جس وقت زید نے خط لکھا اس وقت اس کی بیوی اگر حیض کی حالت میں تھی یا ایسے طہر میں تھی جس میں زید نے اس سے وطی کی ہے تو اس وقت طلاق نہ ہوئی بلکہ اس کے بعد جو طہر متصل ہوگا اس میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی بایں تفصیل کہ اگر وہ عورت زید کی موطوءۃ تھی تو ایک رجعی ہوگی پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق رجعی اور تیسرے میں تیسری طلاق ہو کر عورت مغلظہ ہو جائے گی، اور اگر وہ موطوءہ نہ تھی اس کے ساتھ صرف خلوت صحیحہ ہی ہوئی تھی تو پہلی طلاق بائن ہوگی اور دوسرے طہر میں دوسری بائن اور تیسرے طہر میں تیسری بائن اور اگر خلوت صحیحہ بھی نہ ہوئی تھی تو پہلی طلاق بائن ہوگی اور جب تک دوسری بار اس کے نکاح میں نہ آئے گی دوسری طلاق نہ ہوگی، اور اگر اس وقت عورت ایسے طہر میں تھی جس میں زید نے اس سے وطی نہ کی تھی تو اسی وقت ایک طلاق ہوگئی اگر

پہلے سے زید کی موطؤہ تھی تو رجعی ہوئی ورنہ بائن۔ واللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ر من صفر المظفر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از محمد بشیر دولت پور گرنٹ گونڈہ

منکہ منور علی ولد مسر اللہ ساکن گوروہ تھانہ سعد اللہ نگر تحصیل اترولہ پرگنہ بوڑھا پار ضلع گونڈہ کا ہوں میں اپنی بیوی مساۃ کلثوم بنت اسماعیل ساکن دولت پور گرنٹ تحصیل اترولہ تھانہ سعد اللہ نگار پرگنہ بوڑھا پاڑ ضلع گونڈہ جو کہ اٹھارہ سال سے میرے عقد نکاح میں تھی آج بتاریخ فلاں کو میں اپنے ہوش وحواس کی درستگی پر تین طلاقیں دیں مہر بھی ادا کیا مساۃ کلثوم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے اپنا عقد نکاح کر سکتی ہے طلاق نامہ اس لئے لکھ دیا کہ وقت ضرورت پر کام آوے۔ دستخط منور علی ولد مسر اللہ گورائے۔
گواہ کلو موضع گورائے۔ گواہ محمد شفیع موضع گورا۔

اور مساۃ کلثوم کے رضامندی پر یا اس کے سامنے یہ طلاق نہیں ہوئی تھی نہ طلاق نامہ لکھا گیا تھا اور نہ کلثوم طلاق لینے کو کہتی ہے نہ طلاق دینے پر رضامند تھی تو اس تحریر کی بنا پر طلاق ہوگئی کہ نہیں اس واقعہ کے کئی ماہ بعد منور علی وکلثوم دونوں رضامند ہو گئے تو بغیر عدت حلالہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ طلاق رجعی، طلاق بائن اور طلاق مغلظہ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں منور کی بیوی کلثوم پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی خواہ کلثوم راضی ہو یا ناراض طلاق اس کے سامنے دی اور لکھی گئی ہو یا غیبت میں۔ اب اگر دونوں رضامند ہوں تو زمانۂ عدت میں اور بعد عدت بھی نکاح کرنا جائز ہے حلالہ کی ضرورت نہیں کما صرح بہ فی کتب الفقہ طلاق رجعی کا مطلب یہ ہے کہ شوہر عدت کے اندر اپنی بیوی کے بغیر اس کی رضامندی کے رجوع کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں اور بعد عدت عورت کی رضامندی سے نکاح میں لا سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں' اور بائن میں بھی حلالہ کی ضرورت نہیں مگر نکاح کے لئے عدت کے اندر و بعد عدت دونوں صورتوں میں عورت کی رضامندی ضروری ہے' اور طلاق مغلظہ خواہ تین رجعی ہوں یا تین بائن یا دو رجعی ایک بائن یا ایک رجعی دو بائن سے ہوں بغیر حلالہ شوہر اوّل سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ واللّٰہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ر رجب المرجب ۱۳۷۹ھ

مسئلہ: از غلام رسول بستی

علاؤالدین کا اپنی مدخولہ بیوی سے ایک گھریلو معاملہ میں اختلاف ہو گیا تو اس نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو تین طلاقیں زبانی دے دیں برادری کے کچھ لوگوں نے علاؤالدین کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں میں نے طلاق دی ہے۔ دریافت

طلب یہ امر ہے کہ علاؤالدین کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوگئی اور علاؤالدین پھر اسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں علاؤالدین کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی لہٰذا اگر علاؤالدین اس سے پھر نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی مطلقہ بیوی عدت گزار کر دوسرے سے صحیح نکاح کرے یہ دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کے بعد اسے طلاق دے دے یا مر جائے تو پھر عدت گزار کر علاؤالدین کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر شوہر ثانی نے بغیر مجامعت کئے ہوئے طلاق دے دی تو علاؤالدین کے ساتھ ہرگز ہرگز نکاح نہیں ہوسکتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ط واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم صجل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد عبداللہ محلہ ڈیہہ پور کھیری

حلالہ کرنے والے مرد وعورت سے کیا کسی اجنبی شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان سے یہ دریافت کرے کہ تم دونوں نے بعد نکاح ہمبستری کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ چونکہ حلالہ میں شوہر ثانی کا ہمبستری کرنا شرط ہے جیسا کہ قرآن وحدیث اور فقہ سے ثابت ہے اور اس زمانہ میں لوگ اپنی جہالت سے صرف نکاح ہی کرنے کو حلالہ سمجھتے ہیں جیسا کہ تجربہ ہے۔ اس لئے شوہر ثانی کو چاہئے کہ ذمہ دار افراد سے ہمبستری کرنے کا ذکر کردے تاکہ لوگوں کو حلالہ کی صحت پر یقین ہوجائے۔ اگر شوہر ثانی نے بیان نہیں کیا تو نکاح خواں پر لازم ہے کہ شوہر اوّل کے ساتھ نکاح پڑھانے سے پہلے حلالہ کی صحت کے بارے میں تحقیق کرلے لیکن شوہر ثانی کو ہمبستری کرنے کے بارے میں عام لوگوں سے بیان نہیں کرنا چاہئے اور عام لوگوں کو اس سے دریافت بھی نہیں کرنا چاہئے کہ ان کو کوئی ضرورت نہیں۔ هذا ماظهرلي والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ رصفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از رحیم الدین رضوی صدیقی گورکھپوری متعلم فیض الرسول براؤں شریف

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک جملہ میں تین طلاقیں دیں۔ اس پر ایک وہابی مفتی نے فتویٰ دیا کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق کے حکم میں ہیں اور حوالہ میں یہ عبارت پیش کی: کان الطلاق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلث واحد (صحیح مسلم جلد اوّل ص ۴۸۸) دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوئیں اور مفتی کا فتویٰ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں پڑ گئیں۔ اب بغیر حلالہ ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ جس مفتی نے ایک طلاق کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ غیر مقلد وہابی ہے۔ اس نے صحیح مسئلہ بتانے میں خیانت سے کام لیا ہے اور اس نے اس حدیث پوری نقل نہ کی آگے الفاظ یہ ہیں: فقال عمر بن الخطاب ان الناس قدا استعجلوا فی امر کانت لهم فیه۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی ص ۴۷۸ میں فرماتے ہیں وقد اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلثا فقال الشافعی و مالك و ابو حنیفة واحمد وجماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان رجلًا قال لعبد الله بن عباس انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فما ذاتری علیٰ۔ فقال ابن عباس طلقت منك بثلث وسبع وتسعون اتخذت بها ایات الله هزوا۔ یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تیری تین طلاقیں اس پر واقع ہو گئیں اور ستانوے طلاقوں سے تو نے آیات الٰہیہ کا کھیل کیا۔ یہ فتویٰ فقیہ اور مفتی صحابی ابن صحابی کا ہے کہ تینوں طلاقیں دفعتہً واحدۃً واقع ہوئیں۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دی اور حاضر بارگاہ ہو کر واقعہ عرض کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ قسم کھا کر بتاؤ کہ البتہ سے تمہاری مراد کتنی طلاقیں تھیں انہوں نے قسم کے ساتھ تین بار اقرار کیا کہ ایک طلاق مراد تھی حضور نے فرمایا ایک ہی واقع ہوئی۔ حضرت امام نووی اس کی شرح میں ص ۴۷۸ میں فرماتے ہیں: فهٰذا دلیل علیٰ انه لو ارا دالثلث لوقعن والاالله یکن لتحلیفه معنیً۔ یہ حدیث شریف اس پر دلیل ہے کہ اگر وہ تین طلاقوں کا ارادہ کرتے تو تینوں طلاقیں یک بارگی میں واقع ہوتیں ورنہ ان سے قسم کھانے کا کیا معنیٰ ہے۔ الحمد للہ کہ مسئلہ اسی کتاب سے واضح ہو گیا جس سے وہابی مفتی نے تین کو ایک بتانے کی کوشش کی۔ لیکن حدیث اور خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی وہابی کا فتویٰ غلط اور باطل ہے۔ وہابی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہیں کفار سے فتویٰ شرعی حاصل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ واللّٰہ ورسوله اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالرؤف انصاری بکھر بھٹوا بستی

(۱) زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کے بارے میں کہا کہ میں اسے طلاق دے دوں گا۔ میں طلاق دے دوں گا۔ طلاق دے دوں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق۔ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۲) زینب کے بطن سے زید کی ایک پانچ ماہ کی لڑکی ہے زینب سسرال جانا نہیں چاہتی اس لئے زید اپنی لڑکی کو لے کر اپنے گھر چلا گیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی زید کو ملے گی یا زینب کو؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر بغیر عورت کی رضا کے بھی رجعت کرسکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۴۲۸ میں ہے: اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت المرأة بذالك اولم ترض هكذا في الهداية یعنی جب مرد نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاقیں رجعی دیں تو عدت کے اندر عورت سے رجعت کرسکتا ہے خواہ وہ راضی ہو یا نہ راضی ہو اسی طرح ہدایہ میں ہے: لہٰذا اگر زید چاہے تو اپنی بیوی ہندہ سے قبل انقضاء عدت رجعت کرلے نکاح کی ضرورت نہیں اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ مرد دو گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کرلی اور عورت کو خبر کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجعت کرلی اور اگر عدت ختم ہوگئی تو اب زید کو ہندہ کی رضا سے نکاح کرنا پڑے گا دوسری ضرورت نہیں (۲) لڑکی جب تک ہوشیار نہ ہو جائے اس کی پرورش کا حق اس کی ماں کو ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۴۸۲ میں ہے: احق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح اوبعد الفرقة الام الا ان تكون مرتدة اوفاجرة غيرما مونة كذا في الكافي۔ یعنی اگر ماں مرتدہ اور فاجرہ یا غیر مامونہ ہو تو بچے کی پرورش کا حق سب سے پہلے اسی کو ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی ہو اسی طرح کافی میں ہے لہٰذا فی الحال لڑکی ماں کے پاس رہے گی ہوشیار ہونے کے بعد زید کو ملے گی۔ والله تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم جل جلاله و على المولىٰ عليه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: از حاجی لال محمد عرف للن ساکن بھاؤ پور ضلع بستی

زید اور ہندہ کے مابین جھگڑا ہوا ہندہ کہتی ہے زید نے مجھ کو مارا اور کہا کہ جا میں نے تجھ کو طلاق دی' جا میں نے تجھ کو طلاق دی' جا میں نے تجھ کو طلاق دی۔ عرصہ ایک ماہ کے بعد جب ہندہ اپنے میکے آئی تو اپنے بھائیوں سے ذکر کیا کہ زید نے مجھ کو طلاق دے دی ہے۔ ہندہ کے بھائیوں نے زید سے پوچھا کہ کیا تم نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے تو زید نے انکار کردیا اور کہا کہ میں باحلف کہتا ہوں کہ میں نے طلاق نہیں دی اس پر ہندہ نے کہا کہ میں بھی باحلف کہتی ہوں کہ زید نے مجھ کو طلاق دی ہے ایسی صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو کس کا قول عندالشرع معتبر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں جب کہ گواہ نہیں ہیں تو ہندہ کی قسم فضول ہے اس لئے کہ وہ مدعی ہے اور زید کی قسم معتبر ہے اس لئے کہ وہ منکر ہے اور مدعیٰ علیہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: البينة على المدعي واليمين علىٰ من انكر اخرجه البيهقي وهو مخرج في الصحيحين بلفظ البينة على المدعي واليمين على المدعىٰ عليه واخرجه الدارقطني مرفوعاً البينة علىٰ من ادعىٰ واليمين علىٰ من انكر۔ لہٰذا ہندہ کی قسم سے طلاق ثابت نہ ہوگی اگر زید نے واقعی طلاق دے دی ہے تو جھوٹی قسم کا وبال اس پر ہوگا ہندہ کو طلاق دینے کا یقین ہے تو جس طرح بھی ہوسکے روپیہ وغیرہ دے

کر زید سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ اگر اس طرح بھی نہ چھوڑے تو جیسے بھی ممکن ہو اس سے دور رہے اسے اپنے اوپر قابو نہ دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنی خواہش سے کبھی اس کے ساتھ میاں بیوی کا برتاؤ نہ کرے اور نہ زید کے مجبور کرنے پر راضی ہو ورنہ وہ بھی سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہوگی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد فصیح اللہ مقام گوارا بازار ضلع بستی

ابراہیم نے اپنی مدخولہ بیوی بشیر النساء کے بارے میں ایک تحریر لوگوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے مرتب کی جس میں تین بار طلاق لکھی۔ اس طرف ایک مولوی صاحب کا گزر ہوا لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب طلاق نامہ آپ ٹھیک سے لکھ دیجئے تو مولوی صاحب نے ایک تحریر مرتب کی جس میں صرف ایک طلاق لکھی۔ مولوی صاحب کی لکھی ہوئی تحریر پر ابراہیم نے اپنا دستخط کیا اور اپنی مرتب کردہ تحریر کو پھاڑ کر پھینک دیا اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ بشیر النساء پر کون سی طلاق واقع ہوئی؟ ابراہیم نے عدت گزارنے سے پہلے بشیر النساء کو پھر رکھ لیا تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں ابراہیم کی مرتب کی ہوئی تحریر سے بشیر النساء پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں اگر چہ وہ پھاڑ دی گئیں لان الکتاب کالخطاب لہٰذا مولوی صاحب مذکور کا طلاق نامہ میں صرف ایک طلاق لکھنا اور ابراہیم کا اس دوسرے طلاق نامہ پر دستخط کرنا لغو ہوا۔ ابراہیم و بشیر النساء کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات رکھنا حرام، حرام، سخت حرام ہے۔ ان دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ بغیر حلالہ ابراہیم کے لئے بشیر النساء حلال نہ ہوگی۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بشیر النساء عدت گزرنے کے بعد دوسرے شخص سے صحیح نکاح کرے دوسرا شوہر ہمبستری کے بعد اسے طلاق دے یا فوت ہو جائے تو بشیر النساء پھر عدت گزارنے کے بعد ابراہیم سے نکاح کر سکتی ہے اگر دوسرے شوہر نے بشیر النساء سے ہمبستری نہیں کی اور طلاق دے دی تو وہ ابراہیم کے لئے حلال نہ ہوگی جیسا کہ پارہ ۲ رکوع ۱۳ میں ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ ۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط وروی عن عائشة رضی الله عنها قالت جاء ت امرأة رفاعة القرظی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت انی کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعده عبدالرحمن بن الزبیر ومامعه الامثل هدبة الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الیٰ رفاعة قالت نعم قال لاحتیٰ تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتك متفق علیه (مشکوٰۃ ص۲۸۴) هٰذا ما عندی والعلم عند الله تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلی الله علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبداللہ گورکھپور

ایک عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے کر اپنے میکہ پہنچا دیا پھر ایک سال تک وہ پردیس میں تھا وہاں سے واپسی کے بعد اس نے کہا کہ میں حلف کی رو سے کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور لڑکی بھی با حلف بیان کرتی ہے کہ اس نے مجھے طلاق دی ہے مگر کوئی گواہ نہیں ہے ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ گواہ نہیں ہیں تو عورت کی قسم فضول ہے اس لئے کہ وہ وقوع طلاق کی مدعیہ ہے اور شوہر کی قسم معتبر ہے اس لئے کہ وہ طلاق کا منکر اور مدعیٰ علیہ ہے حدیث شریف میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر اخرج البیھقی ومخرج فی الصحیحین بالفاظ اخریٰ. لہٰذا عورت کی قسم سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ شوہر نے اگر واقعی طلاق دے دی ہے تو جھوٹی قسم کا گناہ اس پر ہوگا۔ عورت کو طلاق دینے کا یقین ہے تو حتی الامکان شوہر کو وطی نہ کرنے دے اور جس طرح بھی ممکن ہو مال وغیرہ دے کر اس سے پیچھا چھڑائے بہار شریعت جلد ۸ ص ۴۳ میں ہے: ''شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے۔ مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے۔ غرض جس طرح بھی ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کر لے اور اس کی پوری کوشش کرے کہ وہ صحبت نہ کرنے پائے یہ حکم نہیں کہ خودکشی کر لے عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہرحال گنہگار ہے انتھیٰ بالفاظہٖ درمختار میں ہے: سمعت من زوجھا انه طلقھا ولاتقدر علیٰ منعه من نفسھا ترفع الامر للقاضی فان حلف ولابینة فالاثم علیه والبائن کالثالث اھ۔ مخلصًا. ھٰذا ما عندی. واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: حافظ غلام مصطفےٰ اشرفی مدرسہ عتیق المدارس بڑھنی بازار ضلع بستی

زید کی بیوی ہندہ بکر کے ساتھ فرار ہوگئی اور تقریباً چار سال سے بکر کے ساتھ ہے۔ اپنے شوہر زید کے پاس جانے کو راضی نہیں اور زید کہتا ہے کہ عمر بھر طلاق نہیں دوں گا تو اس صورت میں شرعاً مجرم کون ہے؟

الجواب: ہندہ شرعاً مجرم ہے کہ اس کا بکر کے ساتھ فرار ہونا، چار سال سے دوسرے کے پاس رہنا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کو راضی نہ ہونا یہ سب گناہ عظیم ہیں۔ ہندہ پر فرض ہے کہ بکر سے فوراً الگ ہو کر علانیہ توبہ و استغفار کرے اور تاوقتیکہ زید سے طلاق نہ حاصل کر لے اس کے ساتھ زندگی گزارے۔ زید کی موت یا اس سے طلاق حاصل کئے بغیر دوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں ہوگا اور بکر بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ ہندہ کو فوراً اپنے سے الگ کر دے اور اپنے گناہوں سے علانیہ توبہ و استغفار کرے اگر یہ دونوں ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان سے مقاطعہ کر لیں نہ ان کے پاس بیٹھیں نہ ان کو اپنے

پاس بیٹھنے دیں قرآن مجید پارۂ ہفتم رکوع ۱۴ میں ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○ اور زید طلاق نہ دینے کے سبب گنہگار نہیں ہاں اگر لے جانے کے لئے بھی تیار نہ ہو تو گنہگار رہوگا۔ واللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از انور علی موضع پپری بزرگ پوسٹ بھدوکھر ضلع بستی

عبدالرؤف کی مدخولہ بیوی نے جھگڑے میں عبدالرؤف کو برا بھلا کہا تو عبدالرؤف نے کہا کہ طلاق، طلاق، طلاق جا۔ تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کون سی طلاق۔ عبدالرؤف اگر اس بیوی کو رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب: عبدالرؤف نے لفظ طلاق جو تین بار کہا اور اس سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا قصد کیا تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اس صورت میں بغیر حلالہ عبدالرؤف کے لئے وہ بیوی حلال نہ ہوگی قال اللّٰہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ اور اگر وہ طلاق کے قصد کا اقرار نہ کرے تو ان الفاظ سے طلاق کا حکم نہ ہوگا پھر اگر واقعی طلاق کی نیت تھی مگر وہ اقرار نہیں کرتا ہے تو جھوٹ کا وبال اس کے سر پر ہوگا مستحق عذاب نار ہوگا اور اس عورت سے ہمبستری کرنا اس کے لئے زنا ہوگا فتاویٰ عالمگیری پھر فتاویٰ رضویہ میں ہے: سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفربها فقال بالفارسية بسه طلاق ان قال عنيت امرأتي يقع وان لم يقل شياء لايقع اھ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ لفظ طلاق سے اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کی نیت کا اقرار کرے تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو دریافت کیا جائے کہ لفظ "جا" سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہیں؟ اگر طلاق کی نیت تھی تو ایک بائن واقع ہوئی اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ عدت کے اندر بھی عبدالرؤف عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر قسم کھا کر کہے کہ طلاق کی نیت نہ تھی تو اس لفظ سے بھی وقوع طلاق کا حکم نہ کریں گے لان قوله اذهبي يحتمل ردا فيتوقف على النية هٰكذا في الدر المختار اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد یٰسین موضع جیوپور ضلع بستی

زید کی بیوی جو اس کے ساتھ رہتی ہے زید نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ جا میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں، جا میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں دس گیارہ بار اسی طرح کہا اور یہ بھی کہا کہ ہوش وحواس کے ساتھ طلاق دیتا ہوں اس کے بعد پھر اسی کو رکھے ہوئے ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب اگر زید میاں بیوی کے تعلقات اس سے رکھتا ہے تو وہ سخت گنہگار، حرام کار، لائق عذاب قہار ہے زید پر واجب ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کر دے اگر

زید ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں اور ہر قسم کے تعلقات اس سے ختم کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ: از محمد یوسف سیٹھی بھمنان ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی زینب سے کہا کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں میں تم کو طلاق دیتا ہوں زینب زید کی مدخولہ ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور زید اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید کی بیوی زینب پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور زید کے اس جملہ سے کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی ھٰکذا فی الفتاویٰ الرضویۃ اب اگر زید زینب کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے اور ابھی عدت ختم نہیں ہوئی تو رجعت کرلے اور اگر عدت ختم ہوگئی ہو تو زینب کی مرضی سے نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ: از عبدالقیوم ساکن بتھریا کلاں ڈاکخانہ بھروٹیا ضلع بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک مجمع میں کہا کہ ہم اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق نامہ لکھ کر تیار کیا گیا زید کے باپ نے زید سے کہا کہ یہاں سے چلو زید کا دستخط طلاق نامہ پر نہیں ہوا کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا اب پوچھنا یہ ہے کہ صرف منہ سے بولنے پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اور صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی کہ نہیں جب کہ طلاق نامہ پر زید نے دستخط نہیں ہوئے؟

الجواب: زید نے اگر واقعی یہ کہا کہ ہم اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں اور تین بار یہی جملہ کہا تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگرچہ زید نے طلاق نامہ پر دستخط نہیں کیا اس لئے کہ وقوع طلاق کے لئے طلاق نامہ لکھنا یا طلاق نامہ پر دستخط کرنا ضروری نہیں صرف زبان سے کہنے پر طلاق واقع ہوجاتی ہے عورت مذکورہ عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ: از عبدالرحمٰن قادری۔ شہرت گڑھ بستی

اکرام حسین نے گھر بھر کے دباؤ ڈالنے کی وجہ سے اپنی بیوی انوری کو مندرجہ ذیل الفاظ میں طلاق دی اور لکھ بھی دی۔ "میں اپنی بیوی کو راضی خوشی سے طلاق دیتا ہوں' طلاق، طلاق' تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ حلالہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اکرام حسین کے بڑے بھائی جو شادی شدہ اور بال بچے والے ہیں ان کے ساتھ حلالہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں انوری پر طلاق واقع ہوگئی پھر انوری اگر اکرام حسین کی غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں بغیر حلالہ دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اور اگر انوری اکرام حسین کی مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہو گئی بغیر حلالہ اکرام حسین کے ساتھ دوبارہ حلال نہ ہوگی۔ اور اکرام حسین کے بڑے بھائی اگرچہ شادی شدہ اور بال بچے والے ہیں ان کے ساتھ حلالہ شرعاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از سیّد سراج احمد ساکن مقام درگاہ حال وارد بارکپار بستی

زید کی مدخولہ بیوی ہندہ کے بارے میں طلاق نامہ مرتب کیا گیا اس پر زید نے ہوش و حواس کی درستگی میں بغیر جبر و اکراہ دستخط کیے اور گواہوں نے بھی دستخط کیے مگر زید نے وہ طلاق نامہ ہندہ کے سپرد نہ کیا تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی بعد انقضائے عدت وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶؍ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از غلام رسول ساکن مہنداول ضلع بستی

غلام رسول کی مدخولہ بیوی نے غلام رسول سے کہا کہ مجھے آپ کے یہاں تکلیف ہے، تو غلام رسول نے کہا کہ جب تجھے میرے یہاں تکلیف ہے تو میں نے تجھ کو جواب دیا۔ جواب دیا۔ جواب دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ غلام رسول کے اس قول سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟ اس جملے کے کہنے کے بعد بیوی کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں غلام رسول کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں اب بغیر حلالہ غلام رسول کے لئے حلال نہ ہوگی لان قولہ میں تجھ کو جواب دیے بغیر تعبیر قولہ اطلقك عرفاً لہٰذا غلام رسول پر واجب ہے کہ فوراً اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کردے اور توبہ و استغفار کرے اگر غلام رسول ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از محمد عاقل ساکن جگرناتھ پور پوسٹ آفس منڈف بھنان بستی

زید نے اپنی بیوی کو حالت حمل میں طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوگئی تو اس کی عدت کیا ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی اور اس کی عدت وضع حمل ہے: کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن العظیم والفرقان الحمید: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے لہٰذا بچہ پیدا ہونے کے بعد فوراً عورت عدت سے باہر ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد احمد القادری

۱۵ر ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

مسئلہ: از دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف۔ مسئولہ مولوی رحیم الدین متعلم دار العلوم ہذا

(۱) زید نے اپنی بیوی شاہدہ کو حیض کی حالت میں تین طلاقیں دیں بحکم شرع یہ طلاقیں واقع ہوئیں یا نہیں؟

(۲) عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ عدت کی مدت تین ماہ تیرہ روز ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ بحکم شرع عدت کی مدت کب تک ہے؟ اور جس حیض میں زید نے اپنی بیوی شاہدہ کو طلاق مغلظہ دی ہے وہ حیض کی مدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: (۱) زید نے اگر اپنی بیوی شاہدہ کو حیض کی حالت میں تین طلاقیں دیں تو زید گنہگار ہوا توبہ کرے اور طلاق شرعاً واقع ہوگئی واللہ اعلم (۲) عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے یہ بالکل غلط باطل اور بے بنیاد ہے جس کی کوئی اصل نہیں بلکہ مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ قرآن پاک میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) یعنی حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے اور اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین ماہ ہے اور اگر مطلقہ آئسہ و نابالغہ نہ ہو بلکہ حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ ع۱۲) یعنی مطلقہ عورتیں (حیض والی) تین حیض آنے تک نکاح کرنے سے رکی رہیں لہٰذا عدت تین حیض سے پہلے ختم نہ ہوگی خواہ یہ تین حیض دو ماہ، تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں، اور جس حیض میں زید نے اپنی بیوی شاہدہ کو طلاق مغلظہ دی وہ حیض عدت میں محسوب نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ر ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: از محمد صدیق پٹھان ٹولہ شہر بستی ۵ار اکتوبر ۱۹۰۶ء

شوہر نے اپنی مدخولہ بیوی زینب کو عرصہ ہوا طلاق دی اب بیوی چاہتی ہے کہ میں اپنے شوہر کے پاس جاؤں اور حال یہ ہے کہ زینب کا نکاح ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ شام کے وقت پڑھایا گیا اور دوسرے روز صبح کے وقت طلاق دلوا کر پھر شوہر

اوّل کے ساتھ اسی روز پھر نکاح پڑھ دیا۔ تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور یہ کہ اس نکاح خواں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زینب کے اگر عدت گزارنے کے بعد نابالغ سے نکاح کیا تھا تو وہ نکاح منعقد ہو گیا۔ لیکن بالغ ہونے سے پہلے طلاق دینا شرعاً معتبر نہیں اس لئے زینب کا نکاح شوہر اوّل سے جائز نہ ہوا فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۳۳۰ میں ہے: لایقع طلاق الصبی وان کان یعقل۔ یعنی نابالغ اگر سمجھدار ہو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ لہٰذا زینب شوہر اوّل کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز ہرگز قائم نہ کرے ورنہ دونوں سخت حرام کار، نہایت بدکار، زناکار، لائق عذاب قہار اور دین دنیا میں روسیاہ و شرمسار ہوں گے' اور نکاح خواں نے اگر ان حالات پر مطلع ہوتے ہوئے شوہر اوّل سے نکاح پڑھ دیا تو اس پر علانیہ توبہ کرنا واجب اور لازم ہے۔ لہٰذا علانیہ توبہ کر لینے کے بعد اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ نہیں ھٰکذا فی الکتب الفقھیہ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مذکورہ بالا فتویٰ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

مسئلہ: از محمد صدیق

نکاح خواں نے اپنی غلطی محسوس کر کے بالاعلان توبہ کر لی لیکن زید اور زینب جن پر شریعت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ ان کا نکاح شرعاً جائز ہے وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتے بلکہ زن و شوہر کے تعلقات بدستور قائم رکھتے ہیں نکاح خواں نے زید اور زینب کو شرعی حکم بتلا دیا کہ ان کا نکاح شرعاً منعقد ہی نہ ہوا ان دونوں کو علیحدہ ہو جانا چاہئے لیکن وہ نہیں باز آئے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح خواں بعد توبہ اپنے اس جرم سے بری ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: نکاح خواں نے جب اپنی غلطی پر توبہ کر لی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (الحدیث) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس سے گناہ نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اب نکاح خواں کے پیچھے بشرائط امامت نماز پڑھنے سے ہرگز کوئی تعارض نہ کیا جائے۔

زید اور زینب اس وقت تک حرام اور خالص زنا کے مرتکب رہیں گے جب تک کہ زینب کا حقیقی شوہر بالغ ہو کر ہوش و حواس کے ساتھ طلاق نہ دے دے اور پھر یہ زینب عدت گزار کر نکاح نہ کرے زید اور زینب پر فرض ہے کہ میاں و بیوی کے تعلقات ختم کر دیں اور اگر اس حرکت سے باز نہیں آتے تو مسلمانوں کو ان دونوں سے تعلق ختم کر دینا لازم و واجب ہے ان دونوں سے لین دین ان کے یہاں کھانا پینا، بات چیت، آنا جانا سب ترک کریں ان کا نکاح شرعاً صحیح ہو جانے پر اور توبہ ہو جانے پر تعلقات جائز ہوں گے۔ واللّٰہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ: العبد نعیم الدین صدیقی عفی عنہ

مسئلہ: چند مسلمانوں اور ہندؤں نے زید کی بیوی ہندہ کے بارے میں طلاق نامہ مرتب کر کے زید کو نشانی انگوٹھا لگانے پر مجبور کیا اور دھمکی دی کہ طلاق دے دو ورنہ ٹھیک نہ ہوگا اس وقت زید تنہا تھا اس کا کوئی معین و مددگار نہ تھا اس نے ڈر کی وجہ سے نشانی انگوٹھا لگا دیا نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا اور نہ دل سے نیت کی ہندہ کے وارثوں نے اس کا دوسری جگہ نکاح کر دیا کچھ دنوں کے بعد ہندہ پھر زید کے یہاں چلی آئی دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ پر وہ طلاق واقع ہوئی تھی یا نہیں؟ اور اب زید کو پھر سے نکاح کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کو اگر لوگوں نے اس طرح مجبور کیا کہ جس میں قتل کر ڈالنے یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید کی صحیح دھمکی دی اور زید نے بھی سمجھا کہ ایسا نہ کرنے پر یہ لوگ ایسے ہی کر گزریں گے تو لوگوں کے اس خوف سے نشانی انگوٹھا لگا دیا مگر نہ دل میں ارادہ تھا نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو ہندہ پر طلاق واقع نہ ہوئی نہ اب دوبارہ نکاح کی حاجت ہے۔ ہندہ زید کے لئے جیسے پہلے تھی ویسے ہی اب بھی رہے گی جیسا کہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۰ پر ہے: ''کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا مگر نہ دل میں ارادہ ہے نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی مگر واضح ہو کہ مجبوری سے شرعی مجبوری مراد ہے محض کسی کے اصرار کرنے پر لکھ دیا' یا بڑا ہے اس کی بات کیسے ٹالی جائے یہ مجبوری نہیں۔ اس شرعی مجبوری کو اوپر کی عبارت ''قتل کر ڈالنے یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید یعنی (زیادہ مار) کی صحیح دھمکی دی جس میں یہ شخص بھی سمجھے کہ ایسا نہ کرنے پر یہ لوگ ایسا ہی کر گزریں گے'' سے بیان کر دیا گیا۔ واللّٰہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ: نعیم الدین احمد عفی عنہ

مسئلہ: از جملہ پنچان امیٹھی مرسلہ سمیع اللہ پورے خوشیال

ہمارے برادران میں ایک شخص ایک عورت لایا ہے کافی عرصہ ہوا مجھ پنچان کو ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا کہ عورت بے طلاقی ہے اب تک ہم لوگ اس کے ساتھ کھاتے پکاتے رہے ایک مجمع میں اس کا شوہر آیا اس نے بیان کیا کہ اللہ ورسول کے درمیان میں یہ کہتا ہوں کہ ابھی تک میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور زبردستی مجھ سے طلاق کے لئے میرے سینے پر سوار ہو کر بھالا کی نوک دکھا کر کہا کہ تم طلاق نامہ پر اپنے انگوٹھے کی نشانی لگا کر طلاق دو ورنہ جان سے ختم کر دیں گے میں نے مارے دہشت اور جان بچانے کے لئے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگایا راضی خوشی سے نہیں۔ میں خود ہندی و اردو پڑھا ہوں میں اپنے ہاتھ سے برابر لکھ پڑھ سکتا ہوں اگر مجھے طلاق دینی ہوتی تو انگوٹھا کیوں لگاتا بلکہ طلاق نامہ لکھتا۔ یہ طلاق نامہ عورت میکے میں لی گئی اور دوسری شادی جو عورت نے کی تو یہی جعلی طلاق نامہ دکھا کر کی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر شخص مذکور کے سینے پر سوار ہو کر اور برچھا کی نوک دکھا کر طلاق نامہ پر انگوٹھا کا نشان لگوایا گیا تھا اور شخص مذکور نے نہ دل میں طلاق کا ارادہ کیا تھا اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تھا تو طلاق واقع نہ ہوئی تھی لہٰذا

دوسرے شخص کا اس عورت کو اپنے نکاح میں لانا شرعاً درست نہیں بلکہ وہ عورت بدستور شخص اوّل کی بیوی ہے تو دوسرا شخص حکم شرعی معلوم ہو جانے کے بعد اس عورت کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز ہرگز قائم نہ رکھے ورنہ دونوں سخت حرام کار، نہایت بدکار، زنا کار، لائق عذاب قہار اور دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار ہوں گے اور اس سے پہلے جو کچھ گناہ ہوا اس سے دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ وھو سبحانہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶؍ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از عبد الرحمٰن مرسٹھوا۔ پوسٹ گنیش پور ضلع بستی

زید کو اقرار ہے کہ ہم نے طلاق دی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ دو طلاقیں دی ہیں یا تین؟ البتہ ایک شخص کا بیان ہے کہ اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو اس صورت میں دو طلاقیں مانی جائیں یا تین؟

الجواب: جب کہ اس بات میں شک ہے کہ دو طلاقیں دی ہیں یا تین، تو اس صورت میں دو ہی طلاقیں مانی جائیں گی جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم ص ۴۵۴ میں ہے: لو شك اطلق واحدا او اکثر مبنی علی الاقل۔ اور ایک شخص کی گواہی سے تین کا حکم نہ کیا جائے گا تاوقتیکہ دو عادل گواہوں سے اس کا ثبوت نہ ہو۔ البتہ اگر شوہر کو تین طلاقیں دینا یاد ہے مگر وہ حلالہ سے بچنے کے لئے اس طرح کا بیان دیتا ہے تو وہ زنا کار و مستحق عذاب نار ہوگا۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: انوار احمد قادری

فصل فی الطلاق قبل الدخول

غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان

مسئلہ: از محمد اخلاق ضلع بستی

عمرو نے اپنی بیوی زینب سے کہا کہ تجھ کو میں عقل و ہوش کے ساتھ طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں زوجین بالغ ہیں ابھی خلوت صحیحہ تک نہیں ہوئی ہے تحریر فرمائیں کہ کون سی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر عمرو نے اپنی غیر مدخولہ بیوی زینب کو الگ الگ تین طلاقیں دیں تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور باقی دو لغو ہو گئیں لہٰذا عمرو اپنی مطلقہ بائنہ بیوی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۳۴۹ میں ہے: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانية والثالثة كذا في الهداية. یعنی اگر کسی نے اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں (مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں) تو تینوں واقع ہو جائیں گی (اور عورت مغلظہ ہو جائے گی) اور اگر طلاق میں تفریق کی (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری و تیسری لغو ہو جائیں گی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ر صفر المظفر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از سیّد خوشتر ربانی متعلم دار العلوم ربانیہ علی گنج (باندا)

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی بعد نکاح اس حال میں کہ نہ دخول کیا نہ خلوت کی زید نے ہندہ کو طلاق دے دی۔ طلاق کے الفاظ یہ ہیں: میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، میں اپنی بیوی کو طلاق ہوں، میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ اب پھر زید ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو حلالہ کی ضرورت پڑے گی یا نہیں؟ بعض مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ حلالہ کی ضرورت نہیں پڑے گی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ طلاق بائن ہوئی۔ بعض مفتیان عظام فرماتے ہیں کہ حلالہ کی ضرورت پڑے گی۔ وہ دلیل میں یہ آیت فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ پیش کرتے ہیں۔ تو کیا صحیح ہے؟ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: بعون الملك الوهاب. صورت مستفسرہ میں زید کی غیر مدخولہ بیوی ہندہ پر صرف ایک طلاق بائن واقع

ہوئی لہٰذا زید اسے دوبارہ بغیر حلالہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۴۹ میں ہے: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولىٰ ولم تقع الثانية والثالثة وذلك مثل ان يقول انت طالق طالق طالق اھ اور آیت کریمہ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ الخ مدخولہ عورت کے بارے میں ہے کہ اس کا تعلق ماقبل کی آیت مبارکہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ الخ سے ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے: واعلم ان وقوع آية الخلع فيما بين هاتين الايتين كالشئى الاجنبى ونظم الاية اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِإِحْسَانٍ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ اور اگر آیت مذکورہ مدخولہ کے ساتھ خاص نہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں ثابت ہوں فلاتحل الخ اور تفریق کی صورت میں غیر مدخولہ کے لئے تین طلاقیں ثابت نہیں ہوئیں کہ پہلی کے بعد وہ وقوع طلاق کا محل نہیں رہتی صاوی میں ہے: والمعنىٰ فان ثبت طلاقها ثلاثا فى مرة اومرات فلا تحل الخ كما اذا قال لها انت طالق ثلاثا اھ۔ وهو تعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: مرسلہ مولانا محمد احسان اعظمی مدرسہ فیض الاسلام مہنداول ضلع بستی

خالد نے اپنی غیر مدخولہ بیوی زینب سے کہا کہ میں تجھ کو عقل و ہوش کے ساتھ طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب: ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور باقی دو طلاقیں لغو ہو گئیں لہٰذا خالد اپنی مطلقہ بائنہ بیوی زینب کے ساتھ اس کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ درمختار میں ہے: ان فرق بانت بالاولىٰ ولم تقع الثانية بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل ملخصًا۔ یعنی اگر غیر مدخولہ کو الگ الگ طلاق دی (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور دوسری نہیں پڑے گی بخلاف مدخولہ کے کہ اس پر سب پڑ جائیں گی اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۴۹ میں ہے: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولىٰ ولم تقع الثانيه والثالثة كذا فى الهداية۔ یعنی اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں (مثلاً یوں کہا میں نے تجھے تین طلاقیں دیں) تو تینوں واقع ہو جائیں گی (اور عورت مغلظہ ہو جائے گی بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال نہ ہو گی) اور اگر طلاق میں تفریق کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور دوسری و تیسری لغو ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولوی قیام الدین احمد خاں موضع پڑر ہا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

زید اپنی غیر مدخولہ بیوی کے بارے میں چاہتا تھا کہ وہ بکر کے یہاں نہ جائے لیکن وہ مانتی نہیں تھی۔ آخر زید کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا اگر اب وہ بکر کے یہاں گئی تو اس پر طلاق۔ پھر ایک طلاق اور پھر ایک طلاق۔ لڑکی کے باپ نے کہا زید کو ہمارے یہاں سے روکنے کا اختیار نہیں ہے۔ جب اس کے یہاں جائے گی تب روکے گا اس بناء پر لڑکی بکر کے یہاں ایک شادی میں گئی۔ تو اس پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟ کیا زید اسے دوبارہ اپنے نکاح میں لا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں چونکہ عورت غیر مدخولہ ہے اس لئے صرف ایک طلاق واقع ہوئی اور باقی دو لغو ہو گئیں۔ زید عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ اس کو دوبارہ اپنے نکاح میں لا سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۷ پر غیر مدخولہ کی طلاق کے بیان میں ہے اگر یوں کہا کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک کہا تو ایک ہوگی۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۴۵۷ میں ہے: تقع واحدة ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز. وھو تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم جل جلاله وصلی الله علیه وسلم.

کتبہ: انوار احمد قادری

باب الکنایة

طلاق کنایہ کا بیان

مسئلہ: از سخاوت علی ساکن ہردی پوسٹ بکھرا بازار ضلع بستی

زید اپنی بیوی ہندہ مدخولہ سے کسی بات پر جھگڑ رہا تھا اور اس نے اسی درمیان اپنی بیوی سے یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق دے دوں گا، دے دوں گا، دے دوں گا اور چوتھی مرتبہ اس نے کہا جا میں نے تجھے طلاق دے دی تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی اس سے رجعت کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں اور بعد عدت اس کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: فی الخیریة سئل فی رجل قال لزوجته روحی طالق هل تطلق طلاق رجعیا ام بائنا واذا قلتم تطلق رجعیا فما الفرق بینه وبین ما اذا قتصر علی قوله روحی ناویا به الطلاق حیث افتیتم بانه بائن اجاب بانه فی قوله روحی طالق معناه روحی بصفة الطلاق فوقع بالصریح بخلاف روحی فان وقوعه بلفظ الکنایة (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۵۰۹) وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ ر شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: لقمان علی خاں پوسٹ ومقام بدیادھر ضلع بالاسور (اڑیسہ)

عبدل نامی ایک شخص کا لڑکا گم ہو گیا تو عبدل کی بی بی مختلف شہروں میں اکیلی اپنے بچے کو ڈھونڈتی رہی چھ ماہ کے بعد واپس آئی تو اس کے شوہر نے ناراض ہو کر اسے اپنے گھر آنے نہ دیا وہ عورت اپنی شادی شدہ لڑکی کے گھر رہنے لگی گاؤں کے چند لوگوں نے عبدل کو سمجھایا تو اپنی بی بی اپنے پاس لے آ' لیکن اس نے کہا آپ لوگ کیوں بار بار سفارش کرتے ہیں وہ عورت چھ مہینے تک غائب رہی اس کی عزت و آبرو کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے میں اسے کسی طرح قبول نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم ہے! میں اپنی بی بی سے بار بار ہزار بار توبہ کرتا ہوں اس طرف دیہات میں طلاق کی جگہ جاہل لوگ توبہ ہی بولتے ہیں پھر کچھ دن کے بعد اس نے اپنی بی بی سے تعلقات وابستہ کیے اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جب گاؤں والوں نے اس معاملہ میں گرفت کی تو اس نے اقرار

کیا ہے کہ شریعت کا جو حکم ہو بتائیے میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تفصیلی بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ اس طرف کے دیہات میں لفظ طلاق کی جگہ جاہل تو بہ ہی بولتے ہیں تو صورت مستفسرہ میں عبدل کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ عبدل کے لئے طلاق نہیں۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت بعد عدت کسی دوسرے مسلمان سے صحیح نکاح کرے وہ شخص اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دے دے یا مر جائے تو پھر دوبارہ عدت گزار کر وہ عبدل سے نکاح کر سکتی ہے اور جس شخص سے وہ عورت نکاح کرے۔ اگر وہ بغیر ہمبستری کئے ہوئے طلاق دے دے تو وہ عورت عبدل سے نکاح نہیں کر سکتی کما فی الحدیث العسیلۃ اور بعد طلاق ان دونوں نے جو آپس میں میاں بیوی کا تعلق رکھا تھا وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے دونوں کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے، میلاد شریف کرنے اور قرآن خوانی کرنے کی تلقین کی جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از شمس الہدیٰ خلیل آباد ضلع بستی

رئیسہ خاتون کے شوہر عبدالقدوس نے اپنی حاملہ بیوی کے بھائی کے پاس مندرجہ ذیل تحریر ہندی میں روانہ کی جو اردو میں نقل ہے۔ ماسٹر! آپ اپنی بہن کو امرڈو بھامت بھیجنا کیونکہ تمہاری بہن کا ہم سے کوئی واسطہ نہیں ہے' اور اب مجھے اپنے گھر والوں سے بھی کوئی مطلب نہیں ہے اور جو سامان ہے تھوڑا بہت آ کر لے جانا تا کہ ہمارے گھر والے استعمال مت کرنے پاویں جو کہنا سننا ہوگا اور کرنا ہوگا وہ عبدالقدوس سے کہنا آپ کا بہنوئی عبدالقدوس۔ ۳ رنومبر ۱۹۸۲ء

تحریر مذکورہ بالا بھیجنے کے بعد دوسرے دن اس نے ایک کاغذ پر یوں لکھ کر اپنی بیوی کے بھائی کے پاس بھیجا کہ ریشا کو طلاق دیتا ہوں پھر اس کے نیچے اپنے دستخط کیے۔ تیسرے دن پھر اپنے دستخط کے ساتھ تحریر بھیجی کہ ریشا کو طلاق۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ رئیسہ خاتون پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر اس کا شوہر پھر رئیسہ کو رکھنا چاہے تو اس کی صورت از روئے شرع کیا ہے؟

الجواب: پہلی تحریر کے اس جملہ سے کہ تمہاری بہن سے ہم سے کوئی واسطہ نہیں ہے اگر طلاق کی نیت کی تھی تو رئیسہ خاتون پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی لان نفی الواسطۃ من کنایات الطلاق: اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: ''مجھ کو تجھ سے کوئی واسطہ نہیں'' یہ ضرور کنایات طلاق سے ہے (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۵۴۴) اور پھر بعد کی دو تحریروں سے دو طلاق پڑ کر مغلظہ ہوگئی اس صورت میں بغیر حلالہ عبدالقدوس رئیسہ خاتون سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا قال اللّٰہ تعالیٰ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اور اگر پہلی والی تحریر سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو صرف دو طلاقیں رجعی واقع

ہوئیں اس صورت میں بغیر حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اگر عدت پوری ہوگئی ہو اور اگر عدت نہ گزری ہو تو رجعت کرسکتا ہے۔ ھٰذا ما ظھرلی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد اسمٰعیل تکیہ پربتی پوسٹ منصور نگر ضلع بہرائچ

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی منکوحہ سے زیورات اور تین ماہ کا بچہ لے کر یہ کہا جو چاہے کر' ہمارے گھر سے نکل' مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں یہ کہہ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ منکوحۂ زید اپنے والدین کے گھر آکر عرصہ ایک سال کے رہی لیکن اس عرصہ دراز میں بھی باہم رجوع راضی نہ ہو سکے یعنی غصہ رفع نہیں ہوا بچہ بھی ماں کی جدائی سے زید ہی کے گھر فوت ہوگیا غصہ ہی کی وجہ سے زید کو تحریری طلاق دینے سے انکار ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر زید کی بیوی بدکاری کرے تو زید بھی گنہگار ہے کہ نہیں؟ مذکورہ بالالفظوں سے منکوحہ زید کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ وہ اپنا نکاح ثانی دوسرے شخص سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ زید نے جملہ مذکورہ ہمارے گھر سے نکل' مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں' اگر بہ نیت طلاق یا مذاکرۂ طلاق میں کہا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ بعد عدت وہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے' اور اگر بہ نیت طلاق یا مذاکرۂ طلاق بانہیں کہا بلکہ اظہار ناراضگی کے لئے کہا تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ اس صورت میں طلاق حاصل کئے بغیر اس کا دوسرے سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اگر زید تحریری طلاق دینے سے انکار کرتا ہے تو چند آدمیوں کے سامنے زبانی طلاق حاصل کی جائے پھر بعد عدت عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے۔ زید اپنی بیوی کو طلاق نہ دے اور نہ اپنے پاس رکھے اور عورت اس صورت میں بدکاری کرے (معاذ اللہ) تو عورت و مرد دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ ربیع النور ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: طارق اللہ پکولیا ضلع بستی یو۔پی

ایک عورت ہے جس کا شوہر تقریباً پانچ چھ سال سے نہ تو اسے اپنے گھر لے جاتا ہے اور نہ صاف لفظوں میں طلاق دیتا ہے؟ ایسے الفاظ تو کئی مرتبہ کہہ چکا ہے جب اس سے کہا جاتا ہے کہ بھائی یا تو عورت کو لے جاؤ یا طلاق دو تو وہ جواب دیتا ہے کہ جائے اس کا جہاں جی چاہے ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے' وہ ہمارے قابل نہیں ہے' میں اس کو نہیں رکھوں گا وہ کہتا ہے کہ جو اس کو لے جائے گا میں بذریعہ عدالت اس سے ایک ہزار روپیہ وصول کروں گا ان باتوں پر کئی لوگ گواہ ہیں اور خرچہ وغیرہ بھی اس کو کچھ نہیں دیتا ہے ایک بار عوت کے میکے کے لوگ اس کے گھر آئے تھے تو اس نے کہا کہ جاؤ ہم عورت کے قابل نہیں ہیں۔ از راہ کرم شرعی احکام سے جلد از جلد مطلع فرمائیں عین مہربانی ہوگی اور کوئی صورت نکاح کی ہو تحریر فرمایئے۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں طلاق کے مطالبہ پر شوہر جو یہ کہتا ہے کہ جائے اس کا جہاں جی چاہے تو اس جملہ سے اگر وہ طلاق کی نیت کرتا ہے تو طلاق بائن ہوگئی ورنہ نہیں لہٰذا اس کی نیت دریافت کی جائے گی اگر وہ اپنی نیت نہ بتائے اور طلاق دینے سے بھی انکار کرے تو پنچایت، پولیس وغیرہ حکام کے دباؤ اور دھمکی سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے۔ طلاق حاصل کئے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔ شوہر پر لازم ہے کہ وہ یا تو طلاق دے یا اپنی بیوی کا نان ونفقہ وغیرہ ادا کرے اور وہ ایسا نہ کرے تو اس کے ظلم وزیادتی کی صورت میں گاؤں والوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍رجب المرجب ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: محمد ادریس چودھری موضع بشن پورہ ضلع بستی

زید نے اپنی عورت کا نام لے کر تین، چار بار کہا کہ ”جاؤ تو کا نہیں راکھب“ تو زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب: اگر زید نے جملہ مذکورہ سے طلاق کی نیت کی تو اس کی بیوی پر صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی لان البائن لایلحق البائن هکذا فی الدر المختار۔ لہٰذا اس صورت میں بغیر حلالہ زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر زید کی مدخولہ نہیں ہے تو بعد طلاق فوراً کسی دوسرے سے بھی نکاح کر سکتی ہے اور اگر مدخولہ ہے تو قبل انقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی اور اگر زید نے جملہ مذکورہ سے طلاق کی نیت کی ہے تو کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از مولوی منظور احمد مقام اسنگوا پوسٹ تلپوروہ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں اپنے خسر کے نام ایک طویل خط لکھا جس میں خط کشیدہ عبارتیں بھی لکھیں تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ خط کشیدہ عبارتیں یہ ہیں کہ آپ اپنی لڑکی کی شادی دوسرے کے یہاں کر دینا۔ آپ اپنی لڑکی کی شادی دوسرے کے یہاں طے کر لینا ہماری اور تمہاری رشتہ داری ختم ہوگئی۔ فقط۔ حکم شرح بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: بعون الملک العزیز الوهاب۔ تحریر مذکور اگر واقعی ہندہ کے شوہر نے لکھی ہے اور خط کشیدہ عبارت کو طلاق کی نیت سے لکھا ہے یا مذاکرۂ طلاق میں لکھا ہے تو ہندہ پر طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر مذاکرۂ طلاق نہ ہوا اور طلاق کی نیت سے لکھنے کا بھی انکار کرے تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیا جائے گا مگر اس صورت میں بھی دوبارہ احتیاطاً نکاح کر لیں۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: محمد سلیم عینی ہنسی قیصر گنج ضلع بہرائچ

زید باہر جارہا تھا راستے میں زید کی سسرال تھی اتفاقاً اس کی ساس راستے میں مل گئی زید کو مخاطب کر کے اس کی ساس نے کہا کہ ہندہ کو رخصت کرا کے لے جاؤ چونکہ زید دوسری جگہ جارہا تھا اس لئے اس نے عذر پیش کیا اور کہا کہ جب میں واپس لوٹوں گا تو بہت جلد اس کو رخصت کروا کر لے جاؤں گا اس پر ہندہ کی والدہ نے کہا کہ اگر نہ لے جاؤ تو اس کا معاملہ صاف کر دو۔ زید نے جواب دیا کہ معاملہ صاف ہے تمہارا جہاں جی چاہے کر دو اور زید جہاں جارہا تھا چلا گیا۔ دو چار یوم کے بعد جب واپس ہوا تو مخالفین نے کہا کہ نکاح ختم ہو گیا اور طلاق رجعی ہو گئی تو کیا اتنی سی بات کہنے سے طلاق واقع ہو سکتی ہے؟ از روئے شرع شریف مطلع فرمایا جائے

(نوٹ) زید کی جو بات اس کی ساس سے ہوئی تھی وہاں پر اس کی بیوی ہندہ موجود نہیں تھی اب ہندہ زید کے گھر آگئی ہے اور زید نے جو بات ہندہ کی والدہ سے کہی تھی اس نے پنچایت کے سامنے بیان کر دی۔ سچ یہی ہے۔ سننے والوں کے دستخط موجود ہیں۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. صورت مستفسرہ میں چونکہ زید کا یہ قول ''معاملہ صاف ہے تمہارا جہاں جی چاہے کر دو'' کنایہ میں سے ہے اس لئے زید سے دریافت کیا جائے کہ یہ لفظ تم کس نیت سے بولے ہو۔ اگر وہ کہے کہ میں طلاق کی نیت سے بولا ہوں تو اس کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی پھر اس صورت میں زید ہندہ کو رکھنا چاہے تو اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر لے۔ بلا نکاح اگر رکھے گا تو سخت گنہگار لائق عذاب نار ہوگا اور اگر وہ کہے کہ وہ جملہ بلا نیت محض اظہار ناراضگی کے لئے بولا تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ زید پر فرض ہے کہ بلا رورعایت اپنی نیت بیان کر دے۔ والله ورسوله اعلم جل جلاله وصلى المولىٰ عليه وسلم

الجواب صحیح: بدرالدین احمد رضوی

کتبہ: عبدالجبار القادری الاشرفی
بہراؤں الشریفہ ۱۶ر من ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از برائچی مقام و پوسٹ چلھیا۔ بستی یو۔ پی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو مارا پیٹا جس سے وہ اپنے میکہ چلی گئی پھر چند ہی دن کے بعد اس کا باپ اسے لے کر زید کے گھر آیا اور زید سے کہا کہ تمہارا مال میرے گھر گیا تھا ہم تمہارے پاس لے آئے اب ہمارا مال اللہ ورسول کے واسطے ہمیں

دے دیجئے تو زید نے کہا کہ ہم نے دے دیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے مذکورہ بالا الفاظ سے اس کی بیوی ہندہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑی تو کون سی اور اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر زید نے کلمۂ مذکور بہ نیت طلاق کہا تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۵۰۵ میں ہے: اس طلاق کا حکم یہ ہے کہ شوہر عدت کے اندر یا بعد عدت عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ هٰكذا في كتب الفقه وهو اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از عبد النبی اشرفی موضع جکھینا پوسٹ کلا خور ضلع بستی (یو۔ پی)

زید کی بیوی حاملہ ہے اور حالت حمل میں زید نے اپنے سسر کے پاس خط لکھا کہ آپ کی لڑکی ہمارے مان کی نہیں ہے اس کی اپنے گھر لے جا کر شادی کر دیں یا اپنے گھر رکھیں ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے ہمارے اس خط کو خط نہ سمجھیں بلکہ طلاق سمجھ کر رکھ لیں۔ اگر آپ نہیں لے جائیں گے تو آپ کے سر پر بدنامی آئے گی کیونکہ وہ فاحشہ ہے۔ آپ اس خط کو طلاق نامہ ہی سمجھیں اس کو جلدی سے لے جائیں ورنہ معاملہ خراب ہو جائے گا' اور زید کی نیت الفاظ کنایہ سے طلاق کی تھی۔ اب ایسی صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی۔ اور عدت وضع حمل ہے یا درمیان عدت ہی میں نکاح کر سکتی ہے۔ بينوا توجروا. بالادلة الشرعية.

الجواب: صورت مذکورہ میں اگر زید نے بہ نیت طلاق الفاظ کنایہ لکھے تو اس کے اس جملے سے کہ ''اپنے گھر لے جا کر شادی کر دیں اگر تین طلاقیں کی نیت کی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ورنہ ایک بائن۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۵۲ میں ہے: لوقال تزوجي ونوى الطلاق او الثلاث صح وان لم ينوى شيئاً لم يقع كذا في العتابيه اھ۔ اور ایک بائن واقع ہونے کے بعد پھر لفظ کنایہ سے دوسری بائن نہیں واقع ہوتی ہے درمختار میں ہے: لايلحق البائن البائن اسی کے تحت ردالمحتار جلد دوم ص ۴۷۰ میں ہے: المراد بالبائن الذى يلحق هو ما كان بلفظ الكناية لانه هو الذى ليس ظاهراً في انشاء الطلاق كذا في الفتح اھ۔ اور اگرچہ صریح بائن اور بائن صریح کو لاحق ہوتی ہے تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن والبائن يلحق الصريح لیکن زید کے اس جملے سے کہ اس خط کو خط نہ سمجھیں بلکہ طلاق سمجھ کر رکھ لیں اور آپ اس خط کو طلاق نامہ ہی سمجھیں کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اوّل ص ۴۲۲ میں ہے: امرأة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال الزوج داده انگار اوقال كرده انگار لايقع الطلاق وان نوى كانه قال لها بالعربية احسبي انك طالق وان قال ذلك لايقع الطلاق وان نوى اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۵۵ میں ہے: امرأة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال داده انگار او كرده انگار لايقع وان

نوی اھ۔ اور اس کی عدت وضع حمل ہے اس سے پہلے دوسرے شوہر سے نکاح نہیں ہوسکتا قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) ہاں ایک بائن واقع ہونے کی صورت میں شوہر عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ عدت کے اندر بھی دوبارہ نکاح کرسکتا ہے فتاویٰ عالمگیری ص ۴۳۱ میں ہے: اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة بعد انقضائها اھ۔ وھو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ر صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: حافظ عبد الباسط کالپی ضلع جالون

ایک شخص نے اپنی عورت سے اپنے گھر پر کہا کہ ابھی تم اپنے گھر نہ جانا اگر جاؤ گی تو ہم تم کو طلاق دے دیں گے۔ عورت مذکور ایک سرکاری اسکول میں ملازم ہے وہ نہ مانی اور اپنے گھر چلی گئی اس کے کچھ عرصہ کے بعد شوہر مذکور نے ایک نوٹس ہندی میں لکھ کر عورت کو پاس بھیج دیا جس کا مضمون حسب ذیل ہے (نوٹس میں جو میں نے یہاں پر کہا تھا) (۱) شرعی متی شاہجہاں تم کو سوچت کیا جاتا ہے کہ چھ برسوں سے میں تمہارے داب بیوہار کیریکٹر کو دیکھتا و سنتا ہوں اب بھی میرے ماتا، پتا و میں نے روکا لیکن تم نہ مانیں اور ہمیشہ کی طرح زبردستی تیار ہو کر اپنے گھر چلی گئیں (۲) تو میں نوٹس کے دوارا تم سے اپنا رشتہ ختم کرتا ہوں، ختم کرتا ہوں، ختم کرتا ہوں کیونکہ چھ برسوں سے تم مجھ کو اپمانت کرتی چلی آ رہی ہو جس سے میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ جاتا (محمد حنیف) یہ مضمون نوٹس ہے مہربانی فرما کر جواب مرحمت فرمائیے کہ اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں کرم ہوگا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر اس نے رشتہ ختم کرتا ہوں کا جملہ طلاق کی نیت سے لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: حافظ محمد صدیق چوڑی گدن مسجد اودے پور (راجستھان)

میں قمر الدین ولد غلام رسول جی منصوری ساکن جیت پورہ ضلع چتوڑ گڑھ مقیم حال اودے پور راجستھان نیا پورہ بابو بازار۔

(۱) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی بلقیس بانو کو جسمانی و روحانی کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

(۲) کھانے پینے کو باقاعدہ رکھوں گا۔

(۳) مار پیٹ گالی گلوچ نہیں دوں گا میل محبت سے شہر ہی میں رہوں گا۔

(۴) اپنے گاؤں جیت پورہ میری بیوی کی مرضی سے لے جاؤں گا جبراً نہیں۔

(۵) اگر مذکورہ اقرار کی جو تحریر ہیں کی خلاف ورزی کروں تو یہ تحریر ہی میری طرف سے میری بیوی کو طلاق معلق تصور کی
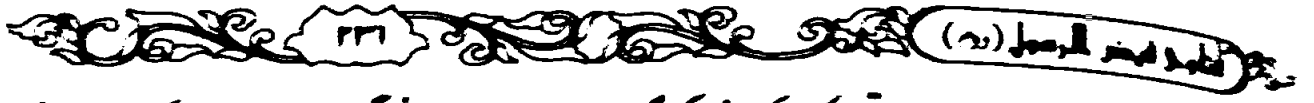
جبکہ میں نے ہوش وحواس کے ساتھ اس تحریر کو سن کر نیچے لکھے گواہوں کے سامنے نشانی انگشت بجائے دستخط کر دی ہے تا کہ سند رہے

نشانی انگشت قمرالدین

(۱) گواہ۔ میں نے قمرالدین جی کے کہنے سے دستخط کر دیئے ہیں محمد علی ولد رحمت علی۔

(۲) گواہ۔ میں نے قمرالدین جی کے کہنے سے دستخط کر دیئے ہیں۔ محمد حسین ولد حاجو جی ۷۹-۶-۲۳

کاتب محمد صدیق ۷۹-۶-۲۳

نوٹ: دونوں گواہوں نے قمرالدین کو کافی سمجھایا اور مزید غور کرنے کے لئے ۵ منٹ کا وقت دیا تا کہ وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے نیز گواہوں نے یہ بھی کہا کہ اقرار نامہ کی خلاف ورزی کرنے سے طلاق ہو جائے گی اس لئے دوبارہ سوچ کر دستخط کرو۔ اس کے بعد قمرالدین نے نشانی انگوٹھا گواہوں کی موجودگی میں لگا دیا۔ فقط۔

مذکورہ بالا بیانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر قمرالدین اپنی شرائط پوری نہ کرے تو شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: طلاق تصور کی جائے، طلاق مان لی جائے اور طلاق سمجھی جائے ان الفاظ سے طلاق نہیں واقع ہوتی فتاوی قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص ۴۲۲ میں ہے: امرأۃ قالت لزوجها مراطلاق ده فقال الزوج داده انگار او قال کرده انگار لایقع الطلاق وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انت طالق وان قال ذلك لایقع الطلاق وان نوی اھ۔ اور فتاوی عالمگیری مطبوعہ ۳۵۵ میں ہے: امرأۃ قالت لزوجها مراطلاق ده فقال داده انگار اوکرده انگار لایقع وان نوی اھ۔ اور فتاوی رضویہ جلد پنجم ب ۶۱۷ میں ہے کہ "میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے اس لفظ سے طلاق واقع نہ ہوئی" لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر قمرالدین اپنی شرائط پوری نہ کرے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: محمد ادریس انصاری محلہ اتر پٹی قصبہ مہنداول ضلع بستی

زید نے بحالت نشہ اپنی بیوی ہندہ سے جھگڑے کی حالت میں کہا کہ اب میں تم کو طلاق دے دوں گا تم گھر سے نکل جاؤ اب میں تم کو نہیں رکھوں گا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی واقع ہوئی؟

الجواب: زید نے اگر بہ نیت طلاق یہ جملہ کہا کہ تم گھر سے نکل جاؤ تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی ورنہ کچھ نہیں۔ اور اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تینوں واقع ہوگئیں درمختار میں ہے: یقع طلاق سکران ولو بنبیذ اوحشیش اوا فیون اوبنج زجرا به یفتی۔ اور بہار شریعت میں ہے کہ: نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہو

جائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بھنگ وغیرہ کسی اور چیز یا افیون کی پینک میں طلاق دی جب بھی واقع ہو جائے گی اور درمختار میں ہے: نحوا خرجي واذهبي يحتمل ردا ملخصًا اور بہار شریعت میں ہے کہ اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیت طلاق نہیں، اور درمختار میں ہے: ويقع ثلاث ان نواه للواحدة الجنسية اھ ـ ملخصًا۔ وهو تعالىٰ اعلم

الجواب صحيح، جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: انوار احمد قادری

مسئلہ: از محمد عبد العزیز قادری مدرسہ صدیقیہ بھنان ضلع بستی

زید سے اس کی بیوی ہندہ کے طلاق حاصل کرنے کے سلسلہ میں گفتگو ہو رہی تھی مگر زید نے صریح لفظ طلاق اپنی زبان سے نہ کہا صرف اتنا کہا کہ ہندہ میری بیوی نہیں بلکہ وہ بکر کی بیوی ہے تو اس جملہ سے طلاق پڑی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: ہندہ میری بیوی نہیں بلکہ وہ بکر کی بیوی ہے ان الفاظ سے مذہب مختار پر طلاق نہیں واقع ہوئی یہاں تک کہ شوہر نے بہ نیت طلاق کہا ہو تب بھی واقع نہ ہوئی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۶۰ میں ہے: لوقال توزن من نمي لايقع وان نوى هو المختار كذا في جواهر الاخلاطي. وهو اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ کسان ٹولہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں کہا کہ میں نے اسے آزاد کر دیا۔ تو اس جملہ سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: زید نے اگر جملہ مذکورہ طلاق کی نیت سے نہیں کہا ہے تو کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی، اور اگر طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق بائن واقع ہوئی اور عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۵۲ میں ہے: لوقال اعتقتك طلقت بالنية كذا في معراج الدراية. اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۴۶۲ میں ہے: كنايته مالم يوضع له اى الطلاق واحتمله وغيره. هٰذا ماظهرلي والعلم بالحق عندالله تعالىٰ ورسوله جل مجده وصلى الله عليه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ ر ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

باب تفویض الطلاق

طلاق سپرد کرنے کا بیان

مسئلہ: از غلام غوث ہانڈی والی مسجد چندی گلی بمبئی ۲۳ ربیع الغوث ۱۴۰۱ھ

بکر نے اپنی سسرال والوں کے اطمینان کے لئے اپنی زوجہ ہندہ کو حسب ذیل تحریر ۹ نومبر ۱۹۸۰ء کو لکھ کر دی ''مجھ سے متعدد بار شدید غلطیاں ہوئیں جس سے میری بیوی ہندہ کے والدین اور بھائیوں کی دل آزاری ہوئی جس کی میں معذرت چاہتا ہوں۔ آئندہ اگر مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوئی جس سے کسی کی آزادی ہوئی تو میری بیوی ہندہ کو اختیار ہے جب وہ چاہے طلاق واقع اپنے اوپر کرے گی'' اس تحریری معاہدہ کے بعد بکر نے اپنی سابقہ عادت کے مطابق اپنے قول وعمل سے ایسے امور سرزد کئے جس سے ہندہ کے ماں باپ کو دکھ پہنچا تو ہندہ نے دو آدمیوں کے سامنے کہا کہ میں نے اپنی ذات پر ایک طلاق بائن واقع کر لی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق بائن واقع نہیں ہوئی بلکہ رجعی واقع ہوئی لانها قالت فی جواب جب وہ چاہے طلاق واقع اپنے اوپر واقع کرے گی فلیس لها ایقاع البائن بل مطلق الطلاق فی قولها میں نے اپنی ذات پر ایک طلاق بائن واقع کر لی: بطلت صفة البینونة وبقی مطلق الطلاق وهو رجعی لانها انما تملك بحسب مایملك الزوج والزوج ملکها بلفظة الطلاق وهی لایعقب البینونة وانت بالطلاق البائن۔ وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: محمد بشیر ساکن دولت پور گرنٹ ضلع گونڈہ

رمضان نے اقرار نامہ لکھا کہ میں اپنی بیوی خیر النساء کو کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا اور نہ کوئی ناجائز بات کہوں گا اگر اس کے خلاف کروں تو میری بیوی کو طلاق بین (بائن) کا اختیار ہے وہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے کر جہاں چاہے عقد کر لے مجھ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد رمضان اور اس کے ماں باپ نے خیر النساء کو تکلیف دی تو اس نے اپنے آپ کو طلاق بائن دی اور رمضان وغیرہ کا خیر النساء کو تکلیف دینا پنچایت میں ثابت ہوا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں خیر النساء پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوئی تو عدت کب سے شمار ہوگی؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں رمضان نے اگر واقعی خیر النساء کو تکلیف دی ہے تو خیر النساء کا رمضان کی تحریر کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دینا شرعاً صحیح ہے طلاق واقع ہوگئی خیر النساء تاریخ طلاق سے طلاق کی عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸؍من جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از مولوی قیام الدین احمد خاں موقع پڑرہا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

زید جو اکثر شراب پیتا تھا اس کی بیوی ہندہ مرگئی۔ اس نے زینب کو نکاح کا پیغام دیا جو ایک بیوہ عورت ہے اور عدت وفات گزار چکی ہے۔ زینب نے کہا کہ آپ شراب پیتے ہیں اس لئے میں آپ سے نکاح نہیں کروں گی۔ زید نے کہا اب میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ زینب نے کہا تو میں اسی شرط کے ساتھ آپ سے نکاح کروں گی کہ اگر آپ نے شراب پی تو مجھے اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔ زید نے اس کو منظور کیا۔ پھر عقد کے وقت اس طرح ایجاب وقبول ہوا کہ نکاح پڑھانے والے نے زید سے کہا کہ میں نے زینب بنت عبداللہ کو بعوض ڈھائی ہزار روپیہ مہر کے آپ کے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ اگر آپ پھر شراب پئیں تو زینب کو اپنے اوپر طلاق بائن واقع کرنے کا اختیار ہوگا۔ زید نے کہا میں نے اس شرط پر زینب کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر زید پھر شراب پئے تو زینب اپنے اوپر طلاق بائن واقع کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زینب کو جس مجلس میں علم ہو کہ زید نے شراب پی ہے اسی مجلس میں اس کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۲۶ پر بحوالۂ ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں: کہ اگر عقد میں شرط کی اور ایجاب عورت یا اس کے وکیل نے کیا مثلاً میں نے اپنے نفس کو یا اپنی فلاں موکلہ کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا۔ مرد نے کہا میں نے اس شرط پر قبول کیا تو تفویض طلاق ہوگئی۔ شرط پائی جائے تو عورت کو جس مجلس میں علم ہوا اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہے۔ انتھیٰ بالفاظہ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: انوار احمد قادری

باب الحلف بالطلاق

طلاق کی تعلیق کا بیان

مسئلہ: از عبداللہ مسکنواں ضلع گونڈہ

ایک شخص نے مندرجہ ذیل اقرارنامہ لکھا پھر سات مہینے تک وہ نہیں آیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اقرارنامہ یہ ہے۔

میں کہ محمد حسن ولد خلیل احمد ساکن مچھلی گاؤں بازار ضلع گونڈہ۔ منکہ اپنا ہوش وحواس درست کر کے گواہوں کے سامنے اپنی بیوی روح النساء دختر عبداللہ ساکن مسکنواں ضلع گونڈہ سے اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کا ایک ماہ کا خرچہ اور ایک جوڑا کپڑا دینے کو رضامند ہوں مطابق ۲۶ رشوال سے ۹ ر ذی الحجہ تک موقع مانگا ہے۔ اگر اس تاریخ تک ہم نہیں آسکے جو ہم نے اپنی زبان سے اقرار کیا تو نہ پورا کر سکنے پر اس اقرارنامہ کو بطور تین طلاقیں مان لیا جائے

نشانی انگوٹھا محمد حسن

الجواب: مذکورہ صورت میں اقرار کے مطابق عمل نہ کرنے سے اس کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی کہ طلاق دینے سے واقع ہوتی ہے کسی چیز کو طلاق مان لینے سے طلاق نہیں پڑتی فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۵۵ میں ہے: امرأة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال داده انگار او کرده انگار لایقع وان نوی. وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رشوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ابوالحسن خاں منظری پی، ایم، پی مہنداول ضلع بستی

زید کہیں سے آیا اور اس کی بیوی گھر پر کام کر رہی تھی۔ آتے ہی بیوی نے زید کو کام کے واسطے بولنا شروع کر دیا۔ زید نے کہا کہ میرا دماغ الجھا ہے پریشان نہ کرو ورنہ ماردوں گا اس کی بیوی ہندہ نے کہا اس بار اگر تم مارو گے تو میں بھی ماروں گی۔ اتنا سن کر زید کو غصہ آگیا اور کہا کہ اگر تم ماروگی تو طلاق، طلاق، طلاق، صورت مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر زید نے تعلیق کی نیت کی ہے اور عورت مدخولہ ہے تو اس کے مارنے پر تین طلاقیں واقع ہوں گی...... اور اگر تعلیق کی نیت نہیں کی ہے بلکہ سزا کی نیت سے یہ جملہ استعمال کیا۔ یعنی مقصد یہ تھا کہ اگر تو مارنے کو کہتی

ہے تو طلاق، تو اس صورت میں فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگر چہ وہ نہ مارے۔ رہی طلاق کی اضافت تو وہ اقتضاء ثابت مانی جائے گی جیسا کہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۴۶ کے اس جملے میں ''یہ کہا کہ اگر تجھے حیض آئے تو طلاق ہے''۔ تو حیض کی اقل مدت پوری ہونے پر اس وقت سے طلاق کا حکم دیں گے کہ عورت نے جب سے خون دیکھا ہے اھ۔ ملخصًا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد خلیل قادری خطیب جامع مسجد درگاہ شریف ماہم بمبئی نمبر ۱۶

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ اگر تم میری اجازت کے بغیر مسجد، درگاہ یا مسجد کے حجرہ میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق۔ چنانچہ ہندہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مسجد کے حجرہ میں داخل ہوگئی تو کیا ہندہ پر طلاق واقع ہوئی؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ پھر اگر ہندہ زید کی مدخولہ ہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو ایک طلاق بائن۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ: مرسلہ مولوی شمس الدین مقام و پوسٹ اتر دریا پور ضلع مالدہ (بنگال)

زید نے ہندہ سے عرصہ ہوا شادی کی تھی کچھ رنجش کی بناء پر ہندہ اپنے میکے چلی آئی جس کو تین، چار سال ہو گئے درمیان میں زید دو ایک بار رخصتی کرانے گیا۔ ہندہ زید کے یہاں آنا نہیں چاہتی وہ کہتی ہے کہ ہماری نقدی زیورات جو تم نے جہیز میں دیا ہے اس کو تم نے کیوں لے لیا جب تک نہیں دو گے میں نہیں جاؤں گی۔ کچھ دنوں کے بعد کچھ لوگوں کے ہمراہ زید صرف ایک زیور لے کر گیا ہندہ کے یہاں کے لوگ اس پر ناراض ہوئے کہ تم تمام زیورات کیوں نہیں لائے ہندہ جانے کو راضی نہیں ہوتی ہے اور تم ہم لوگوں کو اتنا پریشان کرتے ہو آج تم کو بغیر کچھ طے کئے ہوئے جانے نہیں دیا جائے گا۔ زید نے وعدہ کیا کہ اگر کل یعنی دوسرے دن تمام زیورات وغیرہ کے ساتھ رخصتی کرانے نہ آؤں تو ہماری بیوی ہندہ کو ایک دو تین طلاقیں پڑ جائے۔ کاغذ پر دستخط بھی کر دیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ہندہ پر ہمارا کوئی اختیار نہ رہے گا۔ اب زید ہندہ کے گھر پر ایک تو وعدہ کے خلاف کئی روز کے بعد گیا اور پھر خالی ہاتھ گیا صرف وہی زیور لے کر پہنچا جس پر عمرو نے کہا کہ نہ تو تم زیور ہی لے کر آئے اور نہ حسب وعدہ تم پہنچے لہٰذا تمہاری ہندہ کو تین طلاقیں پڑ گئی عمرو کی یہ دلیل ہے۔ واذا اضاف الطلاق الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق۔ اور بکر کہتا ہے کہ زید نے بوجہ مجبوری جان کے خوف سے وعدہ کر لیا تھا

طلاق نہیں پڑے گی۔ آیا عمرو کا قول صحیح ہے یا بکر کا جو حکم ہو بینوا بالدلیل و توجروا عند الجلیل۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی اپنی زبان سے یہ جملہ کہا کہ "اگر کل تمام زیورات کے ساتھ رخصتی کرانے نہ آؤں تو ہماری بیوی ہندہ پر ایک دو اور تین طلاقیں پڑ جائے" پھر دوسرے روز تمام زیورات کے ساتھ رخصت کرانے کے لئے نہ آیا تو اس کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگر چہ زید نے جملۂ مذکور کو جان کے خوف سے کہا ہو۔ درمختار اور کنزالدقائق میں ہے: یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولومکرھا اھ۔ بقدر ضرورۃ شامی میں بحر سے ہے: ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلوا کرہ علیٰ ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لاتطلق۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید اگر اکراہ کی صورت میں جملہ مذکور لکھ دیتا مگر نہ دل میں ارادہ کرتا اور نہ اس جملہ کو زبان سے کہتا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوئی بہار شریعت جلد ہشتم ص ۱۰ پر ہے: کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا مگر نہ دل میں ارادہ ہے اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہوگی انتھیٰ بالفاظہ۔ یعنی اکراہ کی صورت میں لکھنے کے ساتھ اگر زبان سے بھی کہا یا دل میں ارادہ کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور مسئلہ اکراہ علی الطلاق میں تعلیق وتخییر یکساں ہے۔ کما فی البحر الرائق۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از غریب اللہ نجھئی پور پوسٹ بیلوہ۔ ضلع بستی

میں کہ بکر مقام بھیرو پور کا ہوں عرصہ دوسال سے زائد ہوگیا میں اپنے بال بچوں کے نان ونفقہ کا بندوبست نہ کر سکا لہٰذا آج بتاریخ ۲۲ر فروری ۱۹۶۶ء کو اقرار کرتا ہوں کہ آج سے دو ماہ کے اندر میں اپنے بال بچوں کے نان ونفقہ کا پورا بندوبست کروں گا اگر دو ماہ کے اندر میں اپنے بال بچوں کا بندوبست نہ کر سکا تو میری طرف سے تین طلاقیں میری بیوی قمر النساء پر عائد ہوں دوبارہ مجھ سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ اقرار نامہ دو ماہ کی مدت ختم ہونے پر طلاق نامہ ہو جائے گا لہٰذا لڑکی کے والدین کو اختیار ہے کہ کہیں بھی اپنی لڑکی کی شادی کر سکتے ہیں مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ رسید لکھ دی ہے کہ سند رہے وقت پر کام آوے یہ اقرار نامہ میں نے طلاق نامہ سمجھ کر لکھا ہے انتھیٰ۔

کیا یہ اقرار نامہ جو اوپر درج ہے اس سے بکر کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ کیونکہ دو ماہ کی مدت ختم ہو چکی ہے اگر قمر النساء پر طلاق واقع ہوئی تو کیا وہ دوسری جگہ اس کا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی بکر کے اقرار نامہ لکھنے کے بعد اگر دو ماہ گزر گئے اور اس نے اپنی بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام نہ کیا تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ بعد ختم عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ و صلی اللہ المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ر ظفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از مقام چھتر اباز ار ضلع بستی مرسلہ محمد مصطفیٰ صدیقی
اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس لکھے کہ اگر تو فلاں تاریخ تک نہ آئی تو فلاں تاریخ کو سمجھنا کہ طلاق ہوگئی اور یہ الفاظ تین مرتبہ لکھے تو طلاق واقع ہوگی کہ نہیں جس کے لئے یہاں کے مقامی مولانا نے یہ جواب لکھا ہے:

الجواب: فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ص ۴۵۷ میں ہے: قالت مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او قال کردہ انگار لایقع الطلاق وان نویٰ۔ اور عربی میں یہ ہے: احسبی انك طالق وان قال ذلك لایقع وان نوی۔ اور فتاویٰ بزازیہ ص ۱۶۵ میں ہے: قالت مرا طلاق دہ (الی قولہ) فقال دادہ انگار اوقال کردہ انگار لایقع وان نویٰ۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شوہر کے اس جملے کے لکھنے سے کہ اگر تو فلاں تاریخ تک نہ آئی تو فلاں تاریخ کو سمجھنا کہ طلاق ہوگئی چاہے ایک بار لکھے یا تین بار لکھے کوئی طلاق نہ پڑی کیونکہ یہ الفاظ محض دھمکی کے ہیں ایقاع کے نہیں ہیں۔ کیا یہ جواب صحیح ہے؟
(۲) اگر طلاق رجعی پڑ جائے اور عدت کے اندر زید نے کہا ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا یا یہ کہے کہ وہ میری بیوی ہے اور اس کے لئے وہ کئی گواہ رکھتا ہو۔ لیکن اپنی بیوی سے سال بھر نہ مل سکا ہو نہ اسے دیکھ سکا ہو تو رجعت ہوگی کہ نہیں؟

الجواب: اگر تو فلاں تاریخ تک نہ آئی تو فلاں تاریخ کو سمجھنا کہ طلاق ہوگئی'' بیشک اس جملہ سے کسی طرح کی طلاق واقع نہ ہوگی فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۳۵۵ میں ہے: لوقال دادہ انگار اوکردہ انگار لایقع وان نویٰ اور فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۱۷ میں ہے: کوشوہر کے اس جملہ سے کہ میری زوجہ کو طلاق سمجھی جائے طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی کتاب کے ۶۱۹ میں ہے: اگر کوئی کہے میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ سے دیوار طلاق بن جائے گی اھ۔ لہٰذا مقامی عالم دین نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔ (۲) طلاق رجعی کی صورت میں اگر واقعی شوہر نے عدت گزرنے سے پہلے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا یا بہ نیت رجعت یہ کہا کہ وہ میری بیوی ہے تو رجعت ہوگئی اگرچہ شوہر کئی سال تک بیوی سے نہ مل سکے اور نہ اسے دیکھ سکے اس لئے کہ پہلا قول رجعت میں صریح ہے اور دوسرا کنایہ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۲۷ میں ہے: من الصریح ارتجعتك ورجعتك وردد تك والکنایۃ انت امرأتی اھ۔ تخلیصاً۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از غلام محی الدین سبحانی مدرسہ سبحانیہ مصباح العلوم علاؤ الدین پور گلر ہوا۔ گونڈہ
اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھے تو تجھ کو طلاق اور اگر نماز پڑھے تو تجھ کو طلاق ہے تو عورت کے

نماز پڑھنے سے طلاق اس پر واقع ہو جائے گی یا نہیں جب کہ نماز میں قرأت فرض ہے؟

الجواب: بے شک قراءت کے ساتھ نماز پڑھنے سے عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ بشرطیکہ کسی سبب سے نماز فاسد نہ ہوئی ہو۔ ردالمحتار جلد سوم ص ۱۲۲ میں ہے: قال فی النار خانیة عن الخلاصة النکاح والصلاة وکل فعل یتقرب به الیٰ الله تعالیٰ علی الصحیح دون الفاسد اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: ہمت علی خاں ندی محلہ للت پور (یو۔ پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ زید کا ہندہ کے ہمراہ نکاح ہوا مگر زید نے ہندہ کو شرعی قاعدہ کے مطابق نہیں رکھا۔ اس نے ہندہ کو تین مہینے تک کھانے اور کپڑے اور خرچ نہ دے کر اور مار پیٹ کر سخت اذیت پہنچائی جس سے گھبرا کر ہندہ اپنے میکے چلی گئی۔ اور اس نے اپنے شوہر زید پر کچہری میں خرچ کے لئے مقدمہ دائر کر دیا۔ ایک دو تاریخ مقدمہ چلا پھر زید نے آ کر ہندہ کے والد سے معافی مانگی ہاتھ پیر جوڑ کر۔ اور اس بات پر مقدمہ اٹھا لیا گیا پانچ روپے کے سادے اسٹامپ پر زید نے دستخط کر دیا یہ کہہ کر کہ اگر آئندہ ہماری یہی حرکتیں رہیں تو آپ کو اختیار کلی ہوگا کہ اس پر میری طرف سے آپ خود طلاق نامہ لکھ لیں۔ یہ عہد لے کر ہندہ کو زید کے ہمراہ بھیج دیا گیا مگر زید نے وعدہ خلافی کی اور پھر اپنی عادتوں کے مطابق ہندہ کو اذیت دی مارا پیٹا اور خود ہی ہندہ کو لا کر اس کے میکے کر کے فرار ہوگا اور آج ایک ماہ گزر گیا فرار ہی ہے' تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہندہ کے والد کو یہ حکم شرعی پہنچتا ہے کہ وہ خود اس اسٹامپ پر طلا نامہ لکھ لے۔ بیان فرمائیں اگر لکھ سکتا ہے تو ہندہ پر عدت طلاق کب سے ہے؟

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب۔ اشباہ میں ہے الکتاب کالخطاب لہٰذا اگر زید نے واقعی یہ جملہ کہا کہ "اگر آئندہ ہماری یہی حرکتیں رہیں تو آپ کو اختیار کلی ہوگا کہ اس پر میری طرف سے آپ خود طلاق نامہ لکھ لیں" اور پھر زید نے وہی حرکتیں کیں تو ہندہ کے والد کو اختیار ہے کہ اس کاغذ پر طلاق لکھ لے' اور چونکہ جس روز ہندہ کا والد اس پر طلاق لکھے گا اسی روز طلاق واقع ہوگی اس لئے اسی دن سے عدت شمار کی جائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمه اتم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از اکبر علی موضع پپری بزرگ پوسٹ بھدوکھر ضلع بستی

زید نے اپنے خسر کو اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک طویل خط لکھا جس میں یہ بھی لکھا کہ اپنی لڑکی کو ساتھ لے کر جلد از جلد پپری آؤ اگر نہیں آتے ہو تو میں طلاق نامہ لکھتا ہوں اگر آ جاتے ہو تو طلاق نہیں ہے اور خط سنتے نہیں آتے ہو تو تین بار طلاق

لکھتا ہوں۔ انتھیٰ کلامہ۔ خط سننے کے تقریباً ایک ماہ بعد زید کے خسر پری آئے فوراً نہیں آئے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق اور اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہیں کما قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از اوج محمد کلاتھ مرچنٹ ساکن چھاؤنی بازار پوسٹ اموڑھا ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل اقرار نامے کے بارے میں کہ اس کے برعکس ہونے پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

اقرار نامہ...... ہم کہ محمد نسیم ولد علی بخش ساکن برہ پور تھانہ پیکولیہ ضلع بستی کا ہوں ہم سے چند غلطیاں ایسی ہوگئی ہیں کہ جس کی بناء پر میری عورت خود ہم سے بیزار ہے اور میں اس سے پشیماں ہوں۔ اپنی غلطی تسلیم کرنے پر بھی اس کے میکے والے میرے یہاں بھیجنے کو تیار نہیں تھے اور نہ بذات خود یہ آنے کو تیار تھی۔ پنچایت ہوئی جملہ پنچ ہمارے اس معاہدے پر ہمارے یہاں لڑکی بھیجنے کو مجبور کئے کہ میں آئندہ اپنی بدچلن عادت چھوڑ دوں گا اور بیوی کو کسی قسم کی اذیت نہیں پہنچاؤں گا۔ شرع کے خلاف مار دھاڑ، پکڑ دھکڑ مار نکال قطعی نہیں کروں گا ان ساری باتوں کا میں صاف دل سے اقرار کر رہا ہوں۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ اس کے برعکس میں کبھی نہیں جاؤں گا۔ اگر گیا تو اس اقرار نامہ کو تین طلاقیں نامہ مان لیا جائے گا اور بلا عذر میری بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ باقی شرعی خرچہ دینے کا میں حق دار ہوں گا میں ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ اس اقرار نامہ کو تحریر کرا کر دستخط کر رہا ہوں کہ سند رہے اور وقت ضرورت پر کام آئے۔

دستخط محمد نسیم برہ پورہ

اگر اس اقرار نامے سے طلاق پڑی تو کون سی طلاق پڑی یا اس میں شرع کے رو سے کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ اگر واقعی محمد نسیم نے ہوش وحواس کی درستگی میں تحریر مذکور کے مضمون پر مطلع ہونے کے بعد اس پر دستخط کیا ہے تو یہ صورت تعلیق کی ہے یعنی اس تحریر کے بعد اگر وہ اپنے اقرار مذکور کے خلاف کرے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی کہ بغیر حلالہ پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی کما قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط (پ۲ع۱۴) اور اگر محمد نسیم اپنے اقرار مذکور کے خلاف کبھی نہ کرے تو اس تحریر سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی ھٰکذا فی الکتب الفقھۃ المعتبرۃ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالرشید خاں پان دوکان دھکئی ڈیہہ جمشید پور (بہار)

زید نے کہا اگر میں نے ہندہ کے علاوہ کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کو تین طلاق۔ اب ہندہ کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کی کوئی صورت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں ہندہ کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کی صورت یہ ہے کہ فضولی یعنی جس کو زید نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو بغیر اس کے حکم کے کسی عورت سے نکاح کر دے اور جب اسے خبر پہنچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا کام کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کل حصہ یا کچھ اس عورت کے پاس بھیج دے' یا اس کے ساتھ جماع کرے' یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے' یا بوسہ لے' یا لوگ اسے مبارکباد دیں تو خاموش رہے تو اس طرح نکاح ہو جائے گا' اور طلاق نہ پڑے گی۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم مطبوعہ دہلی ص ۱۴-۱۵ بحوالۂ بحر-ردالمحتار-خیریہ) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

باب الخلع

خلع کا بیان

مسئلہ: از محمد حسین منشی، عبدالصمد، ٹنڈیل محلہ۔ بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

بچپن ہی میں ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی ہندہ کے بالغ ہونے کے بعد اس کے والد نے زید کے گھر رخصتی کے لئے متعدد بار خبر بھیجی بار بار بھیجنے کے بعد ہندہ کی رخصتی ہوئی مگر جب سے رخصتی ہوئی زید گھر سے باہر ہی رہا کیوں کہ شوہر کمزور ہے اور ہندہ تندرست۔ غرض اینکہ تاہنوز ہندہ کی زید سے ملاقات نہ ہوسکی اور حالت یہ ہے کہ ہندہ کے ضبط سے باہر ہے اسی اثنا میں ہندہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ بمبئی فرار ہوگئی اس کا شوہر زید بھی بمبئی ہی میں تھا۔ چنانچہ ایک ذمہ دار شخص نے اس عورت کو اپنی حفاظت میں رکھ کر اس کے شوہر زید کو بلا کر اس کے حوالے کیا مگر زید کے والد نے گھر سے خط لکھا کہ ہندہ کو اپنے پاس مت رکھنا وہ گندی ہوچکی ہے تمہارے لائق نہیں۔ جس سے زید نے ہندہ کو پھر اسی ذمہ دار شخص کے پاس واپس کر دیا اور کہا کہ اب یہ ہمارے لائق نہیں اس پر زید سے کہا گیا کہ جب یہ تمہارے کام کی نہیں تو تم طلاق دے دو زید نے جواب دیا کہ جب تک ہمارے والد کچھ کہیں گے نہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے جب اس کے والد گھر سے آئے تو انہوں نے کہا کہ شادی کا خرچہ دو تو میں طلاق دلوادوں گا ورنہ نہیں اور نہ ہی پنچائتی جماعت میں آؤں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید طلاق بھی نہیں دے رہا ہے اور نہ ہی رکھنے کو تیار ہے اور خلع کی صورت میں اتنے روپئے مانگتا ہے جتنا لڑکی کا والد ادا نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں از روئے شرع لڑکی کے نجات حاصل کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جس طرح بھی ہوسکے زید سے طلاق حاصل کی جائے اس کے علاوہ چھٹکارے کی کوئی شکل نہیں اور جب کہ زیادتی شوہر کی جانب سے ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ حق زوجیت نہیں ادا کر سکتا تو طلاق دینے کے لئے اسے روپیہ طلب کرنا حلال نہیں، اور خلع پر اتنے روپئے کا مطالبہ کرنا جو لڑکی پر سخت گراں ہو بہت بڑا ظلم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص۴۴۲ میں ہے: ان کان النشوز من قبل الزوج فلا یحل له اخذ شئی من العوض علی الخلع کذا فی البدائع۔ شوہر پر لازم ہے کہ بلا معاوضہ طلاق دے دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ۷ رکوع۱۴) وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲؍ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از محمد انور علی پردان موضع اہڑوا پوسٹ اودے راج گنج۔ ضلع بستی

ہندہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا لیکن ابھی تک طے شدہ رقم نہیں ادا کی اور دوسرے سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہوا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: چونکہ نفس خلع سے طلاق بائن پڑ جاتی ہے عورت خواہ اسی وقت مال ادا کرے یا کچھ دنوں بعد۔ اس لئے دوسرے آدمی سے نکاح شرعاً منعقد ہو گیا ہدایہ اولین ص ۳۷۴ باب الخلع میں ہے: فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال...... یعنی جب شوہر مال کے بدلے خلع کرے تو خلع کی وجہ سے عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی اور اس کو مال دینا واجب ہوگا۔ هٰذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند الله تعالى ورسوله جل مجده وصلى الله عليه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

باب الظھار

ظہار کا بیان

مسئلہ: از محمد منیر احمد، موضع مدار نگر پوسٹ دھانے پور بلبھر یا ضلع گونڈہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصہ کی حالت میں کہا تو میری ماں اور بہن کے مثل ہے زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ ہندہ اس کے ساتھ کس صورت سے رہ سکتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ طلاق کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوئی اور ظہار کی نیت کی ہے تو ظہار ہے اور ظہار کا حکم یہ ہے کہ زید جب تک اس کا کفارہ نہ دے دے اس وقت تک زید کا ہندہ سے جماع کرنا، شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا اس کو چھونا حرام ہے اگر کفارہ سے پہلے جمع کر لیا تو توبہ کرے اور اس کے لئے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہیں مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۴۵۶ میں ہے: **حکم الظہار حرمته الوطئی والدواعی الیٰ عن الکفارة کذا فی فتاویٰ قاضی خان وان وطئها قبل ان یکفر استغفر اللّٰہ تعالیٰ ولاشیء علیه غیر الکفارة الاولیٰ ولایعاود حتی یکفر کذا فی السراج الوهاج۔** اور ظہار کا حکم یہ ہے کہ جماع سے پہلے غلام آزاد کرے اگر غلام کے لئے دام نہیں یا غلام ہی نہیں جیسا کہ ہمارے ملک میں ہے تو کفارہ میں جماع سے پہلے پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے کہ درمیان میں ماہ رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق نہ پڑے۔ اگر کفارہ کا روزہ توڑ دے خواہ سفر وغیرہ کسی عذر سے توڑے یا بغیر عذر یا مذکورہ بیوی سے ان دو مہینوں کے اندر دن یا رات میں وطی کرے قصداً یا بھول کر تو پھر سے دو مہینہ کا مسلسل روزہ رکھنا پڑے گا ھکذا فی **الدر المختار** اور اگر روزہ رکھنے کی قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے کہ روزہ کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے قرآن کریم پارہ ۲۸ رکوع اول میں ہے: **فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از فیروز احمد خاں رضوی جی-۱۷۱-۳ الف نگر کلکتہ

زید نے اپنی مدخولہ حاملہ بیوی ہندہ سے تکرار کے بعد کہا کہ تم فیصلہ لے لو تو ہندہ نے جواباً کہا مجھے فیصلہ لینے کی کیا

ضرورت۔ اسی طرح بحث وتکرار کے بعد زید نے ہندہ کو مخاطب کرکے کہا کہ آج سے تم میری ماں ہو اور میں تمہارا بیٹا ہوں اور یہ الفاظ اس نے تقریباً چار یا پانچ مرتبہ کہا اس موقع پر چند عورتیں بھی تھیں۔ مندرجہ بالا بیان کے پیش نظر ذیل کے سوالوں کے شرعی جوابات مرحمت فرمائیں (نمبر۱) اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی (نمبر۲) اگر طلاق واقع ہوگئی تو یکجا ہونے کی کیا صورت ہوگی (نمبر۳) زید اگر طلاق واقع ہونے پر بھی ہندہ کو اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کرے تو ہندہ زید سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرے؟

الجواب: اگر زید نے یوں کہا کہ تو میری ماں کے مثل ہے' تو بہ نیت طلاق ایک طلاق بائن واقع ہوئی۔ اس صورت میں عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا' اور اگر بہ نیت ظہار کہا کہ تو میری ماں کے مثل ہے تو یہ ظہار ہے۔ اس صورت میں جب تک کہ زید کفارہ نہ دے لے اس کی عورت اس پر حرام ہے۔ لیکن زید نے اگر مثل مانند وغیرہ کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ آج سے تم میری ماں ہو اور میں تمہارا بیٹا ہوں۔ تو یہ کلام لغو ہے اس کی بیوی پر کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی اور نہ کوئی کفارہ واجب ہوا البتہ زید سخت گنہگار ہوا توبہ کرے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: کہ زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے کہ تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ وناجائز ہے مگر اس سے نکاح میں خلل ہوا نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہوا اھ۔ تلخیصا (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۳۰) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ عورت کو ماں بہن یا بیٹی کہنا تو ظہار نہیں مگر ایسا کہنا مکروہ ہے (بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۹۹) اور فتح القدیر جلد چہارم ص ۹۱ میں ہے: فی انت امی لایکون مظاهرًا وینبغی ان یکون مکروها لانه لابد فی کونه ظهارًا من التصریح بارادة التشبیه شرعًا اھ۔ اور ردالمحتار جلد دوم ص ۵۷۴ میں ہے: انت امی بلاتشبیه باطن وان نوی اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۵۷ میں ہے: لو قال لها انت امی لایکون مظاهر اوینبغی ان یکون مکروها اھ۔ وهو سبحانه اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶؍ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

باب العنین

عنین کا بیان

مسئلہ: از بقر عیدن موضع تتری اندوا۔ ضلع بستی

تقریباً پانچ سال پہلے ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی اس درمیان میں کئی بار ہندہ رخصت ہو کر اپنے شوہر زید کے پاس گئی۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اس کا شوہر زید نامرد ہے' تو دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہندہ طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نامرد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت اگر نامرد کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو قاضی کے پاس دعویٰ کرے۔ قاضی شوہر سے دریافت کرے اگر شوہر نامرد ہونے کا اقرار کرے تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے۔ دعویٰ سے قبل کا زمانہ حساب میں نہ آئے گا بلکہ دعویٰ کے بعد ایک سال کی مدت درکار ہے تو اگر سال کے اندر شوہر نے ہمبستری کر لی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور اگر ہمبستری نہ کی اور عورت جدائی کی خواستگار ہو تو قاضی شوہر کو طلاق دینے کے لئے کہے اگر وہ طلاق دے دے فبہا' ورنہ قاضی تفریق کر دے فتاوٰی عالمگیری جلد اوّل ص ۴۶۸ میں ہے: اذا رفعت المرأة زوجها الى القاضي وادعت انه عنين وطلبة الفرقة فان القاضي يسئله هل وصل اليها اولم يصل فان اقر انه لم يصل اجله سنة ا ھ۔ اور اسی میں ہے: ابتداء التاجيل من وقت المخاصمة كذا في المحيط۔ پھر اسی میں ہے: لايكون هٰذا التاجيل الاعند قاضي مصر اومدينة فان اجلته المرأة اواجله غير القاضي لايعتبر ذلك كذا في فتاوىٰ قاضي خان ا ھ۔ اور جہاں قاضی شرع نہیں جیسے آج کل ہندوستان تو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم دین جو مرجع فتاوٰی ہو قاضی شرع ہے۔ هٰكذا في الحديقة الندية۔ عورت مذکور شرعی طور پر چھٹکارا حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی۔ وهو تعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد سمیع مدو بھیک پوسٹ مدو بازار ضلع گونڈہ (یو۔ پی)

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی تھی لیکن زید نامرد ہے' اب ہندہ طلاق چاہتی ہے لیکن زید نہیں دیتا ہے' لہٰذا اس صورت میں ہندہ کیا کرے؟

الجواب: اگر شوہر عورت سے پہلے ہمبستر ہوا مگر اس پر قادر نہ ہوا تو وہ نامرد ہے۔ اس کی عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر وہ تفریق چاہے تو ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے پاس دعویٰ کرے جب عالم کو ثابت ہو جائے کہ فی الواقع شوہر نے قدرت نہ پائی تو وہ شوہر کو علاج ومعالجہ کے لئے ایک سال مکمل کی مہلت دے اور اس مدت میں عورت شوہر سے جدا نہ رہے۔ اگر سال گزرنے پر بھی قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعویٰ کرے اور عالم پھر قدرت نہ پانے کا ثبوت لے۔ اگر ثابت ہو جائے تو عورت کو اختیار دے کہ چاہے اس شوہر کے ساتھ رہنا پسند کرے چاہے تفریق۔ اگر عورت بلاتوقف تفریق پسند کرے تو عالم شوہر کو طلاق کا حکم دے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو خود تفریق کر دے۔ پھر عورت چاہے تو دوسرا نکاح کر لے۔ درمختار جلد دوم مع شامی ص ۵۹۴ میں ہے: وجدته عنينا اجل سنة قمرية ورمضان وايام حيضها منها لامدة حجها وغيبتها ومرضه ومرضها فان وطئى مرة فبها والابانت بالتفريق من القاضى ان ابى طلاقها بطلبها ويبطل حقها لووجد منها دليل اعراض بان قامت من مجلسها اوا قامها اعوان القاضى اوقام القاضى قبل ان تختار شيئا به يفتى اھ۔ ملتقطا۔ وهو اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد اسیر محلہ اتر پتی قصبہ مہنداول ضلع بستی

زیب النساء بنت اسیر کی شادی نابالغی میں حبدار ولد علی جان سے ہوئی۔ بالغ ہونے کے بعد جب لڑکی رخصت ہو کر اپنے سسرال گئی تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر بالکل نامرد ہے۔ اس بات کا پتہ چلنے کے بعد لڑکے کا متعدد ڈاکٹروں اور حکیموں نے علاج کیا اور آخر میں باتفاق رائے سب نے کہا کہ یہ لڑکا پیدائشی نامرد ہے لہٰذا اس کا علاج نہیں ہو سکتا ان باتوں کے بعد لڑکی کی طرف سے سات معزز آدمی لڑکے کے یہاں گئے اور انہوں نے لڑکے سے پوچھا اس نے اقرار کیا کہ میں نامرد ہوں۔ مجھے کبھی کوئی جنسی خواہش نہ ہوئی۔ لیکن میں طلاق نہیں دے سکتا۔ کم از کم دس پندرہ برس علاج کراؤں گا اگر ٹھیک نہ ہوا تو پھر طلاق ہو گی اور ادھر لڑکی کو ہسٹریا کا مرض شروع ہو گیا ہے اگر یہی حالت زیادہ دنوں تک رہی تو خطرہ ہے کہ پاگل ہو جائے گی لہٰذا حضور سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ہم کو حکم شرع سے مطلع فرمائیں، اور نکاح کو فسخ فرما کر اس عذاب سے نجات دلائیں، اور اگر حضور فسخ نہ کریں تو پھر فسخ کی صورت سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ عنین یعنی (نامرد) کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت اگر عنین کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو قاضی کے پاس دعویٰ کرے قاضی شوہر سے دریافت کرے اگر شوہر عنین ہونے کا اقرار کرے تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے۔ دعویٰ سے قبل کا زمانہ حساب میں نہیں آئے گا۔ بلکہ دعویٰ کے بعد ایک سال کی مدت درکار ہے تو اگر سال کے اندر شوہر نے ہمبستری کر لی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا، اور اگر ہمبستری نہ کی اور عورت جدائی کی خواستگار ہو تو قاضی

شوہر کو طلاق دینے کے لئے کہے اگر وہ طلاق دے دے فبہا ورنہ قاضی تفریق کر دے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۴۶۸ میں ہے: اذا رفعت امرأۃ زوجها الی القاضی وادعت انه عنین وطلبت الفرقة فان القاضی یسئلهٗ هل وصل الیها اولم یصل فان اقر انه لم یصل اجله سنة. اور اسی میں ہے: ابتداء التاجیل من وقت المخاصمة کذا فی المحیط. پھر اسی میں ہے: لایکون هٰذا التاجیل الاعند قاضی مصر او مدینة فان اجلته امرأۃ او اجله غیر القاضی لایعتبر ذلك کذا فی فتاویٰ قاضی خان. اور جہاں قاضی شرع نہیں جیسے آج کل ہندوستان تو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم جو مرجع فتاویٰ ہو قاضی شرع ہے فی الحدیقة الندیة عن الامام العتابی رضی اللہ عنه اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور کلها مفوضه الی العلماء یصیرون ولاۃ. هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل جلاله وصلی المولیٰ علیه وسلم.

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی
دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (یو-پی)
۲/ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

مسئله: از محمد اسمٰعیل موضع بلاک پور پوسٹ پچھی پور ضلع گورکھپور

ہندہ جو شادی کے بعد اپنے شوہر زید کے یہاں تین بار رخصت ہو کر جا چکی ہے اس کا بیان ہے کہ زید نامرد ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ واقعی وہ نامرد ہے۔ اب ہندہ زید سے طلاق چاہتی ہے، مگر وہ طلاق نہیں دیتا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر زید واقعی نامرد ہے اور حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس پر طلاق دینا واجب ہے۔ اگر یوں ہی رکھ چھوڑے گا تو گنہ گار ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (پ۲ ع۱۳) اگر زید طلاق نہ دے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس پر دباؤ ڈال کر اس سے طلاق دلوائیں۔ اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اگر زید اس طرح بھی طلاق نہ دے تو ہندہ اور زید دونوں کسی عالم دین فقیہ کو فیصلہ کے لئے پنچ مقرر کریں۔ ہندہ اس کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ عالم دین زید سے بیان لے۔ اگر وہ اپنی نامردی کا اقرار کرے تو اسے آج سے پورے ایک سال کی مہلت دے، اور اگر انکار کرے تو کوئی پرہیزگار عورت ہندہ کو دیکھے جب وہ گواہی دے کہ واقعی ہندہ ابھی کنواری ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ دن چاند کے مہینہ کا آخری دن ہے تو سال کے بارہ مہینے لئے جائیں ورنہ تین سو ساٹھ دن شمار کریں اس مدت میں جتنے دن ہندہ اپنے اختیار سے زید کے یہاں نہ رہے وہ دن شمار میں نہ آئیں گے اور اگر زید ہی اسے اپنے پاس نہ رکھے تو کچھ مجرا (یعنی کمی) نہ پائے گا۔ اسی طرح ایام حیض بھی مجرا نہ ہوں گے۔ (یعنی حیض والے دن بھی کم نہ کیے جائیں گے) جب اس طرح سال گزر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو ہندہ پھر اسی عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ

کرے عالم دین زید سے دوبارہ بیان لے۔ اگر وہ ہندہ پر قادر نہ ہونے کا اقرار کرے یا انکار کرنے کی صورت میں کوئی پرہیزگار عورت معاینہ کے بعد ہندہ کے کنواری ہونے کی گواہی دے تو عالم دین ہندہ سے پوچھے کہ تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو۔ اگر وہ زید کو اختیار کرے تو اس کا دعویٰ باطل ہو گیا' اور اگر اسی مجلس میں کہہ دیا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو عالم دین زید کو حکم دے کہ وہ ہندہ کو طلاق دے دے کہ بحکم شرع تجھ پر طلاق دینی واجب ہے۔ اگر زید طلاق دے دے تو فبہا ورنہ عالم دین کہہ دے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی۔ اب ہندہ فوراً زید کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اگر خلوت ہو چکی ہو تو بعد عدت ورنہ بغیر عدت دوسرا نکاح کر سکے گی' اور اگر زید اپنی شرارت سے کسی عالم دین کو فیصلہ کے لئے مقرر نہ کرے تو ہندہ ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور دعویٰ کرے۔ عالم موصوف زید کو بلا کر مذکورہ بالا طریقہ پر کارروائی کرے۔ اگر زید کو عالم موصوف کے پاس آنے سے بھی انکار ہو تو وہ خود زید کے پاس جائے اور اگر ایک سال کی مہلت کے بعد عالم دین زید سے ملنا چاہے اور وہ نہ ملے تو لوگوں کی موجودگی میں ہندہ خود کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا' اور زید کے نکاح سے باہر آئی۔ مذہب صاحبین پر اس قدر بھی کافی ہو جائے گا۔ هٰذا خلاصة ما في الكتب الفقهية وهو سبحانهٗ وتعالٰى اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از سید خوشتر ربانی متعلم دار العلوم ربانیہ علی گنج۔ باندا

کنیز فاطمہ کی شادی کو عرصہ ۱۲ رسال ہوا شادی عزیز احمد کے ساتھ ہوئی۔ عزیز احمد پہلے ٹھیک تھا اس سے ایک لڑکی بھی ہوئی۔ کچھ دنوں بعد عزیز احمد بیمار ہوا اور دہلی میں اس کے گردن کی نس کا آپریشن ہوا اس کے بعد اس کی حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ اب اس کی حالت دیوانگی کی حد تک پہنچ گئی ہے نماز بھی صحیح نہیں ادا کرتا نماز کی حالت میں نیچے اوپر دیکھے گا بجائے چار رکعت کے ۸، ۸، ۱۰ ارکعت پڑھے گا فالتو پاگل پن کی الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے کوئی کام کاج نہیں کرتا اور نہ کرنے کی امید ہے ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج کافی کرا لیا گیا ہے۔ دعائیں تعویذ بھی کرائے گئے مگر کوئی فائدہ نہیں اور نہ امید ہے۔ لڑکی کسی بھی حال میں جانے کو تیار نہیں ہے' اور لڑکا طلاق دینے کو تیار نہیں۔ اب ایسی حالت میں شرعی نقطہ نظر سے چھٹکارا حاصل کرنے کا راستہ کیا ہے' اور لڑکے کے ماں باپ وغیرہ بھی طلاق دلانا چاہتے ہیں۔ اکثر و بیشتر گم شدہ ہو کر کھویا کھویا سا رہتا ہے۔ عزیز دوبار اپنی لڑکی نسیم فاطمہ کو زمین پر پٹک رہا تھا لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اگر کوئی نہ پکڑتا تو لڑکی ختم ہو جاتی کیونکہ زمین پر پتھر لگے ہوئے تھے۔ اس نے لڑکی کی نانی کی گردن دبا دی تھی جس کی وجہ سے آٹھ دس دن تک سوجن رہی بیماری ڈانڑی پھیدی رہتی ہے کبھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ کان بہتا ہے آنکھوں میں باریک باریک دانے ہو جاتے ہیں کبھی کبھی لوگوں کو مارنے لگتا ہے علاج چار پانچ سال سے زیادہ سے ہو رہا ہے پھر بھی کوئی فائدہ نہیں۔

(نوٹ) زمانے کو دیکھتے ہوئے کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ لڑکی موجودہ کچہری کے ذریعہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے؟ جب کہ لڑکا نہ طلاق دیتا ہے نہ بیوی کو خرچہ دیتا ہے اور اس کی حال بھی ایسی ہے جیسی اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ لہٰذا شرعی نقطہ نظر سے مطلع کیا جائے۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے وہ ثبوت جنون لے کر روز نالش سے ایک سال کامل کی مہلت دے اگر اس مدت میں شوہر اچھا ہو گیا فبھا اگر نہ اچھا ہوا اور عورت نے پھر رجوع کیا اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وہ عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کر لے یا اپنے نفس کو۔ اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب حاکم تفریق کر دے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے نکاح جائز ہو نکاح کر سکتی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ قاضی شرع کو جنون ثابت ہو اور اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہو۔ اور اگر حاکم کو ثابت ہو جائے کہ واقعی مدتہائے دراز گزر گئی کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا ہے جنون اس کا مطبق یعنی لازم و ممتد ہے تو اب سال کی مدت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۷۱ میں ہے: اذا کان بالزوج جنون اوبرص اوجذام فلا خیار لها کذا فی الکافی قال محمد رحمه الله تعالیٰ ان کان الجنون حادثا یوجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فهو کالجب وبه نأخذ کذا فی الحاوی القدسی۔ بہر حال یہ تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہو سکتی۔ جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ اعلم علمائے بلد ہو کہ ایسے امور میں حاکم شرعی ہے۔ کما نص فی الحدیقة الندیة عن الامام العتابی رحمه الله تعالیٰ۔ وهو سبحانه اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از غیور علی حسنی حسینی قادری رضوی جاوٗد ضلع مندسور (ایم پی)

(۱) ہندہ کا شوہر ایک مفلوج نوجوان ہے شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ کا نکاح ایک دوسرے شخص سے کر دیا گیا۔ آیا یہ نکاح ہو گیا یا نہیں؟ (۲) ایک پیر صاحب اور خود ساختہ شرعی کمیٹی نے مفلوج شوہر کا نکاح فسخ کر دیا۔ کیا نکاح فسخ ہو گیا؟ (۳) ہندہ مذکورہ کا نکاح فسخ قرار دے کر جب دوسری جگہ اس کا نکاح کیا گیا تو اس مجلس نکاح میں شریک ہونے والوں اور اس نکاح سے راضی رہنے والوں پر شرعاً کیا گناہ عائد ہوتا ہے؟ اور اب ان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: (۱) صورت مستفسرہ میں نکاح مذکور نہیں ہوا (۲) مفلوج شوہر کی عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں درمختار باب العنین میں ہے: لایتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا اھ۔ اور بہار شریعت حصہ ہفتم ص ۱۲۱ میں ہے: اگر شوہر میں (مجبوب اور عنین ہونے کے علاوہ) اور کوئی عیب ہے تو فسخ کا اختیار نہیں اھ۔ ملخصاً۔ اور بعض صورتوں میں جو

عورت کو فسخ کا اختیار ہے تو اس کے لئے قضائے قاضی شرط ہے اور جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں ضلع کا سب سے بڑا عالم سنی صحیح العقیدہ مستند محقق مفتی اس کے قائم مقام ہوگا کسی پیر یا خود ساختہ نام نہاد شرع کمیٹی کو کسی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار نہیں فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۵۴۹ پر حدیقۂ ندیہ سے ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثر وافالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم وھو تعالیٰ اعلم۔ (۳) ہندہ کے نکاح کو فسخ قرار دے کر دوسری جگہ نکاح کرنے والے مجلس نکاح میں شرکت کرنے والے اور اس نکاح سے راضی رہنے والے سب لوگ سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہیں ان پر علانیہ توبہ و استغفار کرنا اور نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرنا واجب اور لازم ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲؍رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از کوثر حسن چوک بازار سیوان (بہار)

ہندہ کا نکاح زید سے ہوا، ہندہ نے زید کے ساتھ لگ بھگ پانچ سال تک ازدواجی زندگی گزاری اب ہندہ کو معلوم ہوا کہ زید کو کوڑھ کا مرض ہے تو ہندہ کے گھر والے اور ہندہ نہیں چاہتی کہ ساتھ رہیں اور زید طلاق نہیں دے رہا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زید کی بیوی ہندہ بغیر طلاق حاصل کئے دوسرے سے نکاح ہرگز نہیں کرسکتی فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۷۰ میں ہے: اذا کان بالزوج برص اوجذام فلا خیار لھا کذا فی الکافی اھ ملخصا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جمال احمد خاں رضوی

۱۵؍شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از مواعظ الحسن ہریا خرد پوسٹ پورندر پور ضلع گورکھپور

ہندہ کی شادی بعمر چار سال زید کے ساتھ ہوئی چار ماہ بعد ہندہ کے والد اور والدہ کو معلوم ہوا کہ زید کے گھر والوں کو جذام کا عارضہ ہے اب ہندہ بالغ ہو چکی ہے اور سسرال جانے سے انکار کرتی ہے ہندہ کے والدین مرض کی جانکاری کے بعد ہی سے اس کوشش میں رہے کہ زید طلاق دے دے لیکن زید طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہوا اب ہندہ زید سے طلاق لئے بغیر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں ہندہ زید سے طلاق حاصل کئے بغیر شرعاً دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ واللہ

تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹؍من ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از عبد الغنی تتری ڈومریا گنج ضلع بستی

مقبول احمد ولد داہو کا نکاح اسراف النساء کے ساتھ ہوا تھا نکاح کے بعد مقبول احمد لنج ہو گیا اس سے بغیر طلاق لئے ہوئے اسراف النساء کا نکاح پڑھا دیا گیا دریافت طلب یہ ہے کہ اسراف النساء کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مقبول احمد جب تک اسراف النساء کو طلاق نہ دیوے اس وقت تک اسراف النساء کا نکاح کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا لہٰذا اسراف النساء کا یہ نیا نکاح شرعاً باطل ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد رضوی

مسئلہ: از عبد الرحمٰن سٹھوا پوسٹ گنیش پور۔ ضلع بستی

زبیدہ کی شادی خالد سے ہوئی۔ زبیدہ جب رخصت ہو کر خالد کے یہاں گئی تو اس کو معلوم ہوا کہ خالد کو سفید داغ کی بیماری ہے یعنی برص۔ تو اب زبیدہ خالد کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے اور اس کا باپ بھی اسے خالد کے یہاں نہیں بھیجنا چاہتا تو زبیدہ اس صورت میں خالد سے اپنا نکاح فسخ کر کے یا کورٹ سے طلاق حاصل کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اپنے نکاح کے فسخ کرنے کا زبیدہ کو اختیار نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۴۷۱ میں ہے: اذا کان بالزوج جنون او برص اوجذام فلا خیار لها کذا فی الکافی۔ اور طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کورٹ کو۔ قرآن مجید پارۂ دوم رکوع ۱۵ میں ہے: بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔ اور حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق۔ لہٰذا خود شوہر طلاق دے یا مر جائے یا معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو زبیدہ اس کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ ھذا ما عندی وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل شانہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: انوار احمد قادری

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

مسئلہ: از سلیمان چودھری مقام و پوسٹ پچوگھری۔ ضلع بستی

شاہجان بنت محمد خلیل کا شوہر شبیر احمد ابن محمد یٰسین عرصہ پانچ سال ہو رہا ہے گم ہو چکا ہے بہت زیادہ تلاش کے بعد بھی اس کا کہیں سراغ نہیں مل سکا مختلف شہروں بمبئی، دلی، کلکتہ وغیرہ میں پتہ لگایا بذریعہ اخبار بھی اعلان کیا مگر آج تک نہ وہ آیا اور نہ ہی اپنے موجود ہونے کی اطلاع دی بایں صورت اس لڑکی کے لئے شرع سے کیا حکم ملتا ہے؟ مع حوالۂ کتب معتبرہ کے جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: جس گمشدہ مرد کی موت و زندگی کا حال نہ معلوم ہو وہ مفقود الخبر ہے مفقود کی بیوی کے لیے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام رضی اللہ عنہ کا مختار یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے۔ لقوله عليه السلام اعمار امتي مابين الستين الى السبعين مگر وقت ضرورت ملجۂ مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب پر عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس اپنا دعویٰ پیش نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ عدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے۔ اس مدت میں اس کے شوہر کی موت و زندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں جب یہ مدت گزر جائے اور اس کے شوہر کی موت و زندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''ہمارے مذہب میں وہ نکاح نہیں کر سکتی جب تک شوہر کی عمر ستر سال گزر کر اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدت وفات نکاح کر سکے گی یہی مذہب امام احمد کا بھی ہے اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمایا۔ امام مالک چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کے دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن سے۔ خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر چکے ہوں اس کا اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۵۰۰) اور جہاں سلطان اسلام و قاضی شرع

نہ ہوں وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم ہی اس کا قائم مقام ہے نہ کہ گاؤں کے جہلاء کی پنچایت۔ حدیقۂ ندیہ مطبوعہ مصر جلد اوّل ص ۳۴۰ میں ہے: اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم ویصیرون ولاة فاذاعسر جمعهم علیٰ واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم اھ۔ وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل جلاله و صلی المولیٰ علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳ ر محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از جمیل احمد یار علوی مقام بلبھر یا ضلع بستی

ہندہ کا شوہر تقریباً پچیس برس سے گم ہے اس کی موت وزندگی کا کچھ پتہ نہیں ہے تو ہندہ دوسرے شخص سے عقد کرنا چاہتی ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب. جس گمشدہ مرد کی موت وزندگی کا حال معلوم نہ ہو وہ مفقود الخبر ہے مفقود کی بیوی کے لئے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر کے نوے سال ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام رضی اللہ عنہ کا مختار یہ ہے کہ شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے لقوله علیه السلام اعمار امتی مابین الستین الیٰ سبعین مگر وقت ضرورت ملجۂ مفقود کی عورت کو حضرت سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے اس مدت میں اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے جب یہ مدت گزر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس کے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسوله اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ ر محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

(نوٹ) عورت مذکورہ نے اپنا دعویٰ ۲۳ ر محرم ۱۳۹۵ھ کو حضرت شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ شیخ الحدیث کے سامنے پیش کیا حضرت نے اس کا دعویٰ سن کر شوہر کے انتظار وتلاش کے لئے چار سال کی مدت مقرر فرمادی ہے۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ر محرم ۱۳۹۵ھ

چار برس سے زیادہ انتظار کر کے اور شوہر کی تلاش کے بعد حکم شرع کے مطابق مستغیثہ نے میرے روبرو اپنا معاملہ پیش کیا اور میں نے ماضی کے تمام کاغذات فتاویٰ اور اخباری نوٹسوں کا معائنہ کر کے آج بتاریخ ۳۰ر شوال ۱۳۹۹ھ بوقت ۸ر بجکر ۴۵ر منٹ کے دن میں مفتی دار العلوم فیض الرسول حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ مدظلہ العالی و مولوی سراج احمد صاحب ساکن بلبھریا کی موجودگی میں از روئے شرع بحیثیت قاضی مستغیثہ کو یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا اور وہ بیوہ ہو چکی اب اس پر لازم ہے کہ یکم ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ سے دس ربیع الاول ۱۴۰۰ھ تک چار مہینے دس دن عدت وفات گزارے اس کے بعد وہ کسی بھی شخص سے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

۳۰ر شوال ۱۳۹۹ھ

باب العدة

عدت کا بیان

مسئلہ: از محمد یونس ڈفل ڈہوا ضلع گونڈہ

ہندہ کا نکاح باپ کی ولایت سے بچپن میں زید کے ساتھ ہوا۔ ہندہ کی رخصتی نہیں ہوئی اور نہ سسرال آئی گئی اور بکر کے ساتھ فرار ہوگئی ناجائز حمل سے بچہ پیدا ہوا۔ زید نے بچہ پیدا ہونے پر طلاق دے دی تو کیا ہندہ طلاق دینے پر فوراً نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب: ہندہ عدت گزارے بغیر دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی، اور واضح ہو کہ ایسی عورت کی مدت طلاق کے بعد تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ سورۂ بقرہ پارۂ دوم میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ع۱۲) ھٰذا ما عندی۔ وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از محمد عیسیٰ متعلم فیض الرسول براؤں شریف۔ ضلع بستی

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ ہندہ زید کے یہاں رخصت ہوکر گئی اور دونوں میں خلوت وتنہائی ہوئی۔ ہندہ کا ایک دوسرے شخص سے ناجائز تعلق ہوگیا ہندہ کو حمل ظاہر ہوا تو زید نے اسے طلاق دے دی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حمل کی حالت میں ہندہ کا دوسرے سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہندہ کا دوسرے سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارۂ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی
۴ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از مطیع الرحمٰن متعلم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی

ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی۔ کچھ دن بعد بکر بنگلور چلا گیا۔ بکر کے پتہ ہونے کے باوجود ہندہ نے ہائی کورٹ سے طلاق

لے کر دوسرے شخص سے شادی کر لی اور دوسرے شخص سے اس کے تین لڑکے ہیں۔ تقریباً ۱۲ سال کے بعد بکر واپس آیا۔ تو ہندہ شوہر اوّل سے طلاق حاصل کر کے والدین کے یہاں عدت گزارنا چاہتی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کے والدین ہندہ اور اس کے بچوں کے ساتھ تعلق قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مذکورہ بالا گناہ کے ارتکاب سے ہندہ پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب: مطلقہ عورت کے لئے حکم ہے کہ وہ عدت شوہر کے گھر گزارے جیسا کہ پارۂ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: لَاتُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ. یعنی طلاق والی عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر جب کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کریں۔ ہاں اگر طلاق بائن یا مغلظہ کی عدت ہو اور شوہر فاسق ہو اور کوئی وہاں ایسا نہ ہو کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے۔ ایسی حالت میں البتہ مکان بدلنے کا حکم ہے۔ کورٹ سے طلاق لے کر دوسرے سے شادی کر کے ہندہ حرام کاری میں مبتلا رہی جس کے سبب وہ گنہگار ہوئی۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اس کے بعد ہندہ کے والدین اس کے ساتھ تعلق رکھیں، اور ہندہ کو چاہئے کہ وہ نماز کی پابندی کرے، نیز میلاد شریف و قرآن خوانی کرے۔ غرباء و مساکین کو کھانا کھلائے، اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون و مددگار ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (پ۱۹ ع۴) وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ / ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از نوالدین سیورا ضلع بستی

شاکرہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی، اور شاکرہ پہلی بار رخصت ہو کر بکر کے گھر گئی لیکن بکر اور شاکرہ سے کسی بات میں اَن بن ہونے پر بکر نے شاکرہ کو بغیر طلاق اپنے مکان سے نکال دیا اور شاکرہ دو برس تک کسی صورت سے گزر اوقات کر کے زید کے پاس چلی گئی۔ زید کے گھر میں شاکرہ کے ایک بچہ پیدا ہو کر مر گیا پھر اس کے پہلے شوہر نے تحریری طلاق دی تو زید شاکرہ سے کب نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب: اگر واقعی بکر نے شاکرہ کو طلاق دے دی ہے تو وہ عدت گزرانے کے بعد زید سے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں، اور واضح ہو کہ طلاق کے وقت اگر شاکرہ حاملہ نہ ہو تو تاوقتیکہ وہ آئسہ یعنی ۵۵ سالہ نہ ہو جائے اس کی عدت تین حیض ہے چاہے تین حیض تین ماہ تین سال یا تیس سال میں آئیں۔ وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد وکیل ساکن بھٹملا ضلع بستی

زینب اور میمونہ دو سگی بہنیں ہیں۔ زینب کی شادی محمود کے ساتھ ہوئی ہے انجانے میں رات کے وقت محمود نے میمونہ کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کر لی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زینب محمود کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے ساتھ محمود وطی کر سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: زینب محمود کے نکاح میں باقی ہے اور میمونہ پر وطی بالشبہہ کی عدت لازم ہے۔ لہٰذا تاوقتیکہ میمونہ وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے محمود کا اپنی بیوی کو ہاتھ لگانا حرام ہے لانه الجمع بين المحارم عدة۔ جب میمونہ کی عدت ختم ہو جائے گی تو زینب محمود کے لئے بدستور حلال ہو جائے گی۔ بحر الرائق جلد سوم ص ۹۶ میں ہے: لووطی اخت امرأة بشبهة تحرم عليه امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۷/ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از مہر علی ساکن پورینہ ضلع بستی

زید ہندہ کو بغیر طلاق بھگا لایا سال بھر سے زائد حرام کاری کرتا رہا تو بچہ بھی ہوا۔ بعدہ شوہر اوّل نے طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد بیس یوم کے اندر ہی ایک صاحب نے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ پڑھ دیا اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو تحریر فرمائیں ورنہ جو حکم شرع ہو بیان فرمائیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جب کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد شوہر اوّل نے طلاق دی تو تاوقتیکہ وہ سن ایاس کو نہ پہنچ جائے یعنی ۵۵ سالہ نہ ہو جائے اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ ۲ ع ۱۲) لہٰذا طلاق کے بعد بیس یوم کے اندر نکاح ہرگز جائز نہ ہوا۔ نکاح خواں نے اگر جان بوجھ کر ایسا نکاح پڑھایا تو اس پر علانیہ توبہ واستغفار کرنا لازم ہے اور وہ نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ: از رمضان علی راجمند خورد برگدہی۔ پورندر پور ضلع گورکھپور

حامد نے اپنی بیوی ہندہ کو گھر سے نکال دیا۔ ہندہ قریب ایک سال تک اپنے میکے رہی اس کے بعد بغیر طلاق حاصل کئے محمود کے ساتھ چلی گئی قریب اڑھائی سال سے ہندہ محمود کے ساتھ رہتی ہے اور اس سے ناجائز تعلق بھی ہے۔ آج سات ماہ پہلے حامد نے ہندہ کو طلاق دے دی۔ محمود پر برادری نے سختی کی اب وہ چاہتا ہے کہ ہندہ سے نکاح کر لے۔ ایسی صورت میں ہندہ کا

نکاح فوراً ہوسکتا ہے یا اب اسے عدت گزارنی پڑے گی؟ جیسا حکم ہو برائے کرم فوراً جواب سے نوازیں۔

الجواب: صورت مذکورہ میں ہندہ بغیر عدت گزارے محمود سے نکاح نہیں کرسکتی۔ لہٰذا اگر وہ طلاق کے وقت حاملہ تھی تو بعد وضع حمل نکاح کرسکتی ہے۔ پارہ ۲۸ / سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) اور اگر طلاق کے وقت حاملہ نہ تھی تو اس وقت سے تین حیض آنے کے بعد نکاح کرسکتی ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ ۲ ع ۱۲) اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳ / صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از فیض اللہ موضع گورا ضلع بستی

پانچو ساکن گورا ضلع بستی ایک منکوحہ عورت کو بھگا لایا کچھ دنوں کے بعد عورت کو لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد عورت کے شوہر اوّل نے طلاق دے دی دریافت طلب یہ امر ہے کہ پانچو کا اس عورت سے نکاح کب جائز ہوگا؟ اور پانچو کے اوپر کوئی کفارہ لاگو ہوگا یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں پانچو پر شرعاً کوئی کفارہ واجب نہیں لیکن پانچو کو اور اس عورت کو علانیہ توبہ کرایا جائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی تلقین کی جائے اور ایک دوسرے سے اس طرح الگ کردیا جائے کہ وہ آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز ہرگز نہ قائم رکھیں پھر جب عدت ختم ہوجائے یعنی اس عورت کو طلاق کے بعد تین حیض آجائیں چاہے تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں تو اس کے بعد پانچو کا اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا اور تین ماہواریاں آنے سے پہلے نکاح ہرگز ہرگز جائز نہ ہوا۔ ھٰکذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ / ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

مسئلہ: منشی رضا گوراڈانٹر ضلع پرتاب گڑھ

مسماۃ زیتون عرصہ ڈھائی تین سال سے بیوہ تھی اس نے اپنا دوسرا نکاح زید سے کرلیا نکاح سے تین دن تک زید کے مکان میں رہی پھر تین دن بعد زیتون نے اپنے شوہر زید سے طلاق لے کر آٹھویں دن محمود سے تیسرا نکاح کرلیا۔ اب یہ تیسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب: زید نے اگر ہمبستری اور خلوت صحیحہ (عورت و مرد کی ایسی تنہائی کہ دروازہ بند ہو اور کوئی چیز مانع ہمبستری

نہ ہو) سے پہلے ہی زیتون کو طلاق دے دی تو زیتون پر عدت گزارنا واجب نہیں اس صورت میں محمود سے تیسرا نکاح صحیح ہو گیا اور اگر ہمبستری یا خلوت صحیحہ کے بعد زیتون کو طلاق دی تو زیتون پر عدت گزارنا واجب ہے قبل انقضائے عدت تیسرا نکاح محمود سے ہرگز جائز نہ ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اوّل ص۱۷۶ میں ہے: رجل تزوج امرأة نکاحاً جائزاً فطلقها بعد الدخول اوبعد الخلوة الصحیحة کان علیها العقدة کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ لہٰذا اس صورت میں زیتون اور محمود فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کریں' اور اگر کر چکے تھے تو توبہ کریں۔ وھو تعالیٰ سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷/رجب المرجب ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از عبد الرؤف انصاری پوکھر بھٹوا۔ ضلع بستی

ایک عورت کا نکاح ہوا مگر رخصتی سے پہلے یعنی شوہر نے مجامعت اور خلوت سے پہلے طلاق دے دی تو اس عورت کے لئے عدت ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت بغیر عدت گزارے دوسرا نکاح کر سکتی ہے قرآن پاک میں ہے: اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا۔ یعنی جب تم عورتوں سے نکاح کرو پھر مباشرت کرنے سے پہلے ان کو طلاق دے دو تو ان عورتوں پر عدت نہیں۔ (پ۲۲ ع۴) لہٰذا غیر مدخولہ مطلقہ اگر چاہے تو بعد طلاق فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ شرعاً کوئی گناہ نہیں۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم عز شانہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از گورکھپور مرسلہ محمد سلیمان

حمیدہ بیگم کا نکاح زید سے ہوا کچھ ہی روز کے بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ لوگوں نے چاہا کہ عدت کے اندر ہی حمیدہ بیگم کا نکاح بکر کے ساتھ ہو جائے چنانچہ نکاح پڑھانے کے لئے مولوی صاحب بلائے گئے مگر جب مولوی صاحب کو معلوم ہوا کہ حمیدہ بیگم کی عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو انہوں نے نکاح پڑھنے سے انکار کر دیا اس بات پر حمیدہ بیگم کے برادری میں سے دو آدمیوں نے آکر سب کے سامنے گواہی دی کہ حمیدہ بیگم کی عدت پوری ہو چکی ہے اس پر برادی کے سب لوگوں نے یہاں تک کہا کہ حمیدہ بیگم کے گھر والوں نے بھی اس کی تائید کی تو مولوی صاحب نے حمیدہ بیگم کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھ دیا تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب: حمیدہ بیگم زید کے انتقال کے وقت حاملہ تھی تو اس کی عدت وضع حمل ہے قرآن مجید پارہ ۲۸ رکوع ۱۷ میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے' اور اگر شوہر کی موت کے وقت حاملہ نہ تھی تو اس کی عدت چار ماہ دس روز ہے جیسا کہ پارہ دوم رکوع ۱۴ میں ہے: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ط یعنی جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتوں کو چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن دوسرا نکاح کرنے سے رکی رہیں۔ لہٰذا حمیدہ بیگم نے اگر عدت ختم ہونے سے پہلے دوسرا نکاح بکر کے ساتھ کرلیا تو وہ شرعاً ناجائز ہے اور اس صورت میں جن لوگوں نے ختم عدت کی جھوٹی گواہی دی وہ لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں اور نکاح خواں مولوی نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کریں' اور حمیدہ بکر کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کرے ورنہ دونوں دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار اور لائق عذاب قہار ہوں گے اور اگر حکم شرعی کے معلوم ہونے سے پہلے دونوں میاں بیوی کے تعلقات قائم کر چکے تو اب ہرگز ایک دوسرے کے قریب نہ جائیں اور دونوں علانیہ توبہ کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از رمضان علی قصبہ دلاسی گنج ضلع فیض آباد

تقدیر النساء کے شوہر کا انتقال ہو گیا جس روز انتقال ہوا اسی روز موت سے پہلے اسے حیض آ چکا تھا اس کے بعد اسے تین حیض اور آئے اور چار ماہ دو دن کی مدت گزار کر اس نے نکاح ثانی دوسرے شوہر سے کرلیا۔ تقدیر النساء نے جو نکاح کیا ہے اس کو کچھ لوگ غلط بتاتے ہیں اور کہتے ہیں عدت موت چار ماہ دس دن ہے اس کو نکاح نہ کرنا تھا اس کے والدین برادری کو جرمانہ دیں۔ برادری کا جرمانہ لینا حکم شریعت کیسا ہے؟ اور نکاح ثانی صحیح ہوا کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔ و بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں تقدیر النساء پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا فرض ہے جیسا کہ قرآن کریم میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ط یعنی تم میں جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ (پ ۲ ع ۱۴) پھر چونکہ اس نے عدت گزرنے سے پہلے نکاح کیا اس لئے اس کا یہ نکاح جائز نہیں۔ اس پر توبہ کرنا فرض ہے اور اس دوسرے شوہر سے جدا ہونا لازم ہے۔ بہار شریعت حصہ نہم ص ۱۱۳ پر ہے: اس زمانہ میں کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں اور لوگ بے دھڑک بلاخوف و خطر معاصی کرتے اور ان پر اصرار کرتے اور کوئی منع کرے تو باز نہیں آتے اگر مسلمان متفق ہو کر ایسی سزائیں تجویز کریں جن سے عبرت ہو اور یہ بے باکی اور جرأت کا سلسلہ بند ہو جائے تو نہایت مناسب و انسب ہوگا۔ اسے شریعت کی زبان میں تعزیر کہتے ہیں' اور بہار شریعت حصہ نہم ص ۱۱۴ پر ہے: تعزیر کی بعض صورتیں یہ ہیں قید کرنا، کوڑے مارنا، گوشمالی کرنا،

ڈانٹنا، ترشروئی سے ان کی طرف غصہ کی نظر کرنا، تعزیر بالمال یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں اور عالمگیری جلد ۳ ص ۱۵۵ پر ہے: لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی۔ کسی مسلمان کو کسی مسلمان کا مال بغیر کسی وجہ شرعی کے لینا جائز نہیں۔ پنچایت میں بھی بعض تو میں بعض جگہ جرمانہ لیتی ہیں انہیں اس سے باز آنا چاہئے (بہار شریعت حصہ نہم ص ۱۱۵) صورت مسئولہ میں تقدیر النساء کے والدین سے ان کی برادری کا جرمانہ لینا ازروئے شرع جائز نہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ جرمانہ دینا چاہئے وہ غلط کہتے ہیں۔ هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند المولیٰ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل وعلا وصلی المولیٰ علیه وسلم

کتبہ: محمد الیاس خاں سالک بارہ بنکوی

۲۳ ر صفر ۱۳۹۴ھ

مسئلہ: ازمولوی غفران احمد

(۱) ایک شخص ایک عورت کو بھگا کر لایا اس کا شوہر موجود ہے لا کر بغیر طلاق کے اپنے وہاں رکھا اور جو تعلقات نہ ہونے چاہئے تھے وہ قائم رہے اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا اس کے بعد اس عورت کے شوہر نے کوشش کے بعد طلاق دی طلاق نامہ ملنے کے بعد وہ عورت اسی گھر میں رہی اور عدت پوری کی پھر ایک مولوی نے اس کا نکاح پڑھا۔ نکاح کے وقت عورت حاملہ بھی تھی وہ بچہ بھی یعنی حمل ناجائز ہی سے تھا۔ اب ایسی صورت میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں اس شخص کے لئے جس نے اتنے دنوں تک ناجائز تعلق رکھا پھر ایک ہی جگہ رہ کر کیسے عدت پوری کرے اس کی کیا شرط ہے؟ بغیر کفارہ کیسے نکاح ہو گیا؟ دوسرے جبکہ ناجائز حمل بھی موجود ہے اور ایسے مولوی پر جس نے نکاح پڑھا کیا حکم صادر فرماتے ہیں: علمائے کرام اس پر اور اس بچے کا کیا حشر ہوگا اس کے لئے کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ فقط

(۲) ایک شخص عورت بھگا کر لایا اس کا شوہر زندہ ہے عرصہ دو سال کا ہو رہا ہے جب برادری نے برطرف کیا تو دوڑ دھوپ کر کے کسی صورت سے طلاق نامہ لایا اور ایک جگہ رہ کر عدت پوری کی اور اسی مولوی نے جو نمبر ۱ کا نکاح پڑھایا ہے اسی نے اس کا بھی نکاح پڑھا بغیر کفارہ کے کیسے نکاح ہوا؟ مانا کہ طلاق نامہ صحیح ہے مگر اتنے دنوں تک جو ناجائز تعلق رہا اس کا کیا فیصلہ ہے اس کا حکم صادر فرمائیں تا کہ اس پر عملی قدم اٹھایا جائے؟ عدت کی جو شرطیں ہیں اس کو حوالہ قلم کریں کیونکہ میں سمجھنے میں قاصر ہوں کہ ایک جگہ رہ کر کیسے عدت پوری ہو سکتی ہے؟ فقط۔

الجواب: (۱) عورت مذکورہ اگر طلاق کے وقت حاملہ تھی یا طلاق کے بعد اسے تین ماہواریاں آنے سے پہلے اس کا حمل ثابت ہوا تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا کرنا ہے اس صورت میں بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح نہیں ہوا نکاح پڑھنے والا مولوی جمعہ کے دن مسجد میں مسلمانوں کے سامنے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور نکاح مذکور کے نہ ہونے کا اعلان عام کرے اور عورت مذکور کو طلاق کے بعد تین ماہواریاں آئیں اس کے بعد حمل ہوا تو حالت حمل میں نکاح ہو گیا۔

(ب) اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو عورت و مرد جو آپس میں ناجائز تعلق رکھتے تھے سخت سزا دی جاتی۔ زمانہ موجودہ میں حکم یہ ہے کہ دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ ان لوگوں سے تاوان یعنی ڈانٹر کفارہ کے نام سے کچھ رقم لینا جائز نہیں۔ لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام ہاں ان دونوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی، میلاد شریف کرنے اور غریب و مسکین اور مسجد و مدرسہ کی امداد کرنے کی تلقین کی جائے زبردستی نہ کی جائے۔ زمانہ عدت میں عورت کا کسی مرد سے ناجائز تعلق رکھنا سخت حرام ہے لیکن عدت کا وقت گزرنے پر عدت ختم ہو جائے گی۔ (۲) نکاح مذکور اگر عدت کے بعد ہوا تو منعقد ہو گیا زنا کے لئے شرع نے کوئی کفارہ نہیں مقرر کیا ہے دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں نماز کی پابندی کریں اور قرآن خوانی میلاد شریف وغیرہ کار خیر کریں کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ. هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللّٰه تعالٰی ورسوله جل جلاله و صلی اللّٰه علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر شوال ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از عبداللہ

زید نے اپنی بیوی خدیجہ کو طلاق بائن دے دی۔ عمرو نے دس دن کے بعد خدیجہ کا نکاح زید ہی کے ساتھ پڑھ دیا۔ تو ایسی صورت میں عمرو کے لئے اور گواہ وکیل اور نکاح کے محل میں شرکت کرنے والے کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ زید نے اپنی بیوی فاطمہ کو طلاق مغلظہ دے دی۔ عمرو نے دس دن کے بعد فاطمہ کا نکاح زید ہی کے ساتھ پڑھ دیا تو ایسی صورت میں عمرو گواہ وکیل اور نکاح کے محفل میں شرکت کرنے والوں کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب: بعون الملك الوهاب. زید نے اگر اپنی بیوی خدیجہ کو ایک یا دو طلاقیں بائن دیں پھر زید ہی نے عدت گزرنے سے پہلے خدیجہ سے دوبارہ نکاح کر لیا تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لانه یحل للزوج نکاح مبانة بلاثلاث فی عدتها هٰکذا فی شرح الوقایة۔ اور اگر زید نے فاطمہ کو طلاق مغلظہ دی تو بغیر حلالہ زید کے لئے فاطمہ حرام ہے نکاح خواں، وکیل اور گواہ وغیرہ جو لوگ اس نکاح سے راضی رہے سب علانیہ توبہ و استغفار کریں اور عمرو پر لازم ہے کہ نکاح مذکور کے باطل ہونے کا اعلان عام کریں اور زید و فاطمہ پر واجب ہے کہ ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان سے ترک تعلق کریں۔ هٰذا ما عندی والعلم عند اللّٰه تعالٰی رسوله جل جلاله وصلی اللّٰه علیه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ر ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از محمد صدیق شاہ سہنیاں کلاں گونڈہ

عمرو نے اپنی مدخولہ بیوی زاہدہ کو بغیر طلاق گھر سے نکال دیا پھر کچھ دنوں کے بعد تحریری تین طلاقیں دیں زاہدہ کے والدین

نے عدت ختم ہونے سے پہلے زاہدہ کو ایک شخص کے سپرد کر دیا کہ تم اسے لے جاؤ بعد عدت نکاح کر دیا جائے گا ابھی زاہدہ کو لائے ہوئے دو ماہ بھی نہیں گزرے کہ اسے حمل ظاہر ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ زاہدہ سے نکاح کب کیا جا سکتا ہے؟ اور بغیر نکاح زاہدہ کو اپنے گھر میں لانے والا مجرم ہے یا نہیں؟ نیز اس کے گھر کھانا پینا کیسا ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زاہدہ کی عدت وضع حمل ہے لہٰذا قبل وضع حمل زاہدہ سے نکاح کرنا شرعاً درست نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۴۷۲ میں ہے: عدة الحامل ان تضع حملها كذا فى الكافى سواء كانت حاملا وقت وجوب العدة اوحبلت بعد الوجوب كذافى فتاوىٰ قاضى خان۔ یعنی حاملہ کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ کافی میں ہے خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ تھی یا بعد وجوب عدت حاملہ ہوئی ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے: اور بغیر نکاح زاہدہ کو اپنے گھر لانے والا شرعاً مجرم ہے تاوقتیکہ زاہدہ کو اپنے گھر سے نکال کر شخص مذکور علانیہ توبہ نہ کرے مسلمان اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا بند رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ / من صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از محمد ادریس مقام پڑری ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی عورت مذکورہ نے تین حیض کے بعد دوسرا نکاح کر لیا ایک وہابی کہتا ہے کہ یہ نکاح جائز نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح ثانی جائز ہے یا نہیں؟ نیز وہابی کا قول کیسا ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت مذکور کا تین حیض کے بعد نکاح کرنا شرعاً جائز ہے اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو قرآن مجید پارہ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ (پ۲ ع۱۲) یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض تک نکاح کرنے سے رکی رہیں نکاح مذکور کو ناجائز کہنے والا وہابی جاہل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: حبیب اللہ ماسٹر مقام و پوسٹ بھدواں۔ ضلع بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دے دیں جس سے کئی بچے ہیں۔ کیا وہ شوہر کے گھر میں رہ کر عدت گزارے یا دوسرے گھر میں۔ زید چاہتا ہے کہ عدت گزارنے کے بعد حلالہ ہو جائے پھر وہ دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: طلاق والی عورت کو بھی شوہر کے مکان میں رہ کر عدت گزارنے کا حکم ہے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ۔ لہٰذا عورت مذکور شوہر کے گھر میں رہ کر عدت گزارے لیکن اگر شوہر فاسق ہے پرہیزگار نہیں ہے جس سے برائی کا اندیشہ ہے تو حکم ہے کہ شوہر کے گھر میں عدت نہ گزارے (عالمگیری درمختار، بہار شریعت ح ۷ ص ۱۳۴) اور

عورت مذکور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے اور حاملہ نہ ہو اور پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے اور یہ جو عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط ہے اور حلالہ کے لئے ضروری ہے کہ دوسرا شوہر عورت کے ساتھ ہمبستری کرے اگر ہمبستری کے بغیر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔ کما فی حدیث العسیلة۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ر شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از شاکر علی گورکھپور

ایک لڑکی کی شادی ہوئی وہ صرف تین دن اپنے شوہر کے پاس رہی اس کے بعد اپنے میکے میں چلی گئی اور متواتر چھ ماہ اپنے میکے میں رہی اس کا شوہر سے کوئی واسطہ سروکار نہیں چھ ماہ کے بعد شوہر بمبئی سے واپس اپنے گھر آیا اور لڑکی کو طلاق دے دی۔ مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۷۰ء کو طلاق ہو گئی۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکی اپنا عقد کرنا چاہتی ہے کر سکتی ہے یا نہیں بغیر عدت گزارے ہوئے؟ اور کیسے کر سکتی ہے؟ جہاں تک ہو سکے مفصل تحریر کرنے کے بعد مہربانی فرمائیں (۱) عدت کا کیا مطلب ہے؟ (۲) عدت کتنے دن ہو گی؟ (۳) عدت کن عورتوں کے لئے ہے؟ (۴) کیا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ اگر عورت حمل سے ہو تو عدت گزار کر عقد کر سکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب: نکاح کے بعد سے طلاق تک اگر شوہر نے لڑکی مذکور سے کبھی ہمبستری کی یا دنوں میں کبھی خلوت صحیحہ پائی گئی یا بوقت طلاق لڑکی مذکور کو حمل تھا تو عدت گزارنا لازم ہے۔ عدت گزارے بغیر دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ (۱) طلاق یا موت کے بعد شریعت کے مقرر کردہ اوقات تک عورت کے نکاح سے باز رہنے کو عدت کہتے ہیں۔ (۲) اگر عورت کا شوہر مر گیا ہو اور عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینہ دس روز ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ پارۂ دوم میں ہے: وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ط اور اگر شوہر کی موت کے وقت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارۂ اٹھائیسواں سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور اگر عورت مطلقہ نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہے تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین مہینہ ہے جیسا کہ پارۂ اٹھائیسواں سورۂ طلاق میں ہے: وَاللَّائِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّاللَّائِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔ اور اگر طلاق پانے والی عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) اور اگر طلاق والی عورت نابالغہ، آئسہ یا حاملہ نہیں ہے یعنی حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا تیس برس میں آئیں۔ پارۂ دوم سورۂ بقرہ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ ع۱۲) اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

(۳) جس عورت کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی ہے اور وقت طلاق اسے حمل بھی نہیں ہے تو ایسی عورت کے لئے عدت نہیں۔ باقی ہر طرح کی مطلقہ اور بیوہ عورتوں کے لئے عدت ہے۔ پارہ بائیسواں سورۂ احزاب میں ہے: اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ۔

(۴) شوہر کی موت کے وقت یا طلاق کے وقت اگر عورت حاملہ ہے تو ایسی عورت بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہرگز نکاح نہیں کرسکتی جیسا کہ سورۂ طلاق کی مذکورہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہے۔ هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند الله تعالیٰ ورسوله جل جلاله و صلی الله علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳ رذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از انور حسین بک سیلر ہریا بستی

زید ہندہ کو بے طلاق بھگالایا ہندہ زید سے حاملہ ہوئی اور زید ہی کے گھر وضع حمل بھی ہوا ایک عرصہ کے بعد بکر نے طلاق دی ہندہ اب بھی زید کے گھر ہے ایسی صورت میں ہندہ کی کیا عدت ہے؟ بکر کے طلاق دینے کے بیس دن کے بعد ایک صاحب نے نکاح پڑھ دیا۔ بہار شریعت وقانون شریعت (زانیہ) کے لئے عدت نہیں اگر چہ حاملہ ہو اور یہ نکاح کرسکتی ہے کا حوالہ دیئے ہوئے نکاح درست ہوا یا نہیں زید اور ہندہ زانی ہوئے کہ نہیں ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ قانون شریعت و بہار شریعت کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا زید اور ہندہ خائن ہوئے زانی نہیں یہ بہار شریعت وقانون شریعت میں جو مسئلہ درج ہے وہ غیر منکوحہ فاحشہ کے لئے ہے کیا یہ درست ہے؟ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں تاوقتیکہ ہندہ سن ایاس کو نہ پہنچ جائے اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر حالت حمل میں طلاق دی تو وضع حمل ہے اور زید نے اگر ہندہ سے زنا کیا ہے تو دونوں ضرور زانی ہوئے بہار شریعت وقانون شریعت کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اس نے زنا کیا تو نکاح کرنے کے لئے کچھ زمانہ گزرنے کا انتظار کرنا ضروری نہیں۔ رہی وہ عورت جو کسی کے نکاح میں ہو اور بچہ والی بھی ہو اس نے زنا کیا اور شوہر نے طلاق دی یا مر گیا تو وہ عدت گزارے بغیر دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ ر جمادی الاخری ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از محمد نعیم موضع منجھاری پوسٹ نندوی ضلع گونڈہ

زید کی بیوی ہندہ حمل سے تھی اور حالت حمل میں زید نے ہندہ کو طلاق دے دی اور حمل ساقط ہو گیا جب کہ بچہ کے اعضاء ظاہر ہو چکے تھے تو عدت ختم ہو گئی یا نہیں؟

الجواب: جب کہ بچہ کے اعضاء ظاہر ہو چکے تھے جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے تو عدت ختم ہوگئی اور بچہ کے اعضاء ظاہر نہ ہوئے تھے تو عدت ختم نہ ہوئی فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۷۳ پر بدائع الصنائع سے ہے: شرط انقضاء هٰذه العدة ان یکون ماوضعت قداستبان خلقه فان لم یستبن خلقه راسا بان اسقطت علقة اومضغة لم تنقض العدة. وهو سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از نور محمد، موضع چناپور۔ پوسٹ جگدیش پور ضلع گورکھپور

ایک حافظ جی نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا بیوی میکے چلی گئی تو حافظ جی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی اور بذریعہ رجسٹری طلاق نامہ بیوی کے پاس بھیج دیا بعد طلاق بیوی کو بچہ پیدا ہوا وہ عورت اپنے میکے سے حافظ جی کے گھر آئی حافظ نے اس کا نکاح اپنے چھوٹے بھائی سے کر دیا جو نابالغ ہے پھر نابالغ بھائی سے طلاق دلوا دی اور عدت گزرنے کے بعد ایک مولوی صاحب سے اپنے ساتھ نکاح پڑھوا لیا تو یہ نکاح ہوا کہ نہیں اور حافظ جی و مولوی صاحب کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جب کہ عورت کو بعد طلاق بچہ پیدا ہوا تو اس کی عدت ختم ہوگئی کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارہ ۲۸، سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) تو بعد عدت جب کہ نابالغ بچہ کے ساتھ نکاح ہوا تو صحیح ہو گیا مگر اس کا طلاق دینا صحیح نہیں کہ نابالغ کی دی ہوئی طلاق نہیں پڑتی فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لایقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی بچہ کی طلاق نہیں واقع ہوتی اگرچہ سمجھدار ہو۔ لہٰذا عورت اسی نابالغ بچہ کی بیوی ہے۔ مراہق یا بالغ ہونے کے بعد جب اس عورت سے ہمبستری کرے پھر مر جائے یا بالغ ہونے کے بعد طلاق دے تو بعد عدت عورت کا نکاح حافظ کے ساتھ ہو سکتا ہے نکاح مذکور حافظ کے ساتھ ہرگز نہ ہوا کہ وہ نابالغ کی بیوی ہے مولوی مذکور جس نے حافظ کے ساتھ دوبارہ نکاح پڑھا سخت گنہگار ہوا سب مسلمانوں کے سامنے توبہ کرے نکاح ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اور حافظ پر لازم ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کی بیوی کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق ہرگز قائم نہ کرے اور اگر اندیشہ ہو کہ میاں بیوی کا تعلق قائم ہو جائے گا تو اس کا چھوٹا بھائی اپنی اس بیوی کو لے کر الگ رہے یا اس کے ماں باپ کے یہاں بروقت اسے پہنچا دے اور حافظ اعلانیہ توبہ و استغفار کرے اگر مولوی مذکور اور حافظ اس حکم شرع پر عمل نہ کریں تو ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور ان دونوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے قال تعالیٰ: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور حافظ نے اس معاملہ میں سخت دھاندلی کی ہے اس چاہئے کہ قرآن خوانی و میلاد شریف کرے غرباء و مساکین کو کھانا کھلائے اور مسجد میں لوٹا چٹائی وغیرہ رکھے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳؍ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد حنیف چتر نگر ڈاکخانہ جمنی کلاں ضلع گونڈہ

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ ہندہ اپنے شوہر کے ساتھ تقریباً چھ ماہ رہی پھر اس کے بعد تین سال اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہی تو اس کے شوہر زید نے اسے حالت حمل میں طلاق دی۔ طلاق کے تین دن بعد حمل کی حالت میں خالد نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھا تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بکر کا نکاح ہو گیا البتہ نکاح پڑھانے والے کا نکاح ٹوٹ گیا۔ تو اس مسئلہ میں جو شریعت کا حکم ہو اسے تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ کے شوہر نے حالت حمل میں طلاق دی تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) لہٰذا نکاح مذکور حالت حمل میں جائز نہ ہوا۔ ہندہ پر لازم ہے کہ بکر سے الگ رہے اس کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کرے پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور ناجائز نکاح پڑھانے کے سبب نکاح پڑھانے والے کا نکاح نہیں ٹوٹا البتہ اس پر لازم ہے کہ نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے، علانیہ توبہ واستغفار کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے نکاح پڑھنے والا اگر اس نکاح کے جائز ہونے کا اعلان نہ کرے' یا علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے' یا نکاحانہ پیسہ واپس نہ کرے تو مسلمان اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از غلام حضرت مقام بگھا پوسٹ نوتنواں ضلع گورکھپور

ماجد کی بیوی ریحانہ خاتون ایک سال سے اپنے شوہر کے پاس رہی پھر ساجد کے گھر چلی گئی اور سال بھر اس کے پاس رہی۔ اب ریحانہ خاتون کو ساجد کا ناجائز حمل ہے۔ جب تین ماہ حمل کو ہو گئے تو ماجد نے اسے طلاق دے دی۔ اب ساجد ریحانہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ شوہر اوّل نے حالت حمل میں طلاق دی ہے تو ساجد ریحانہ خاتون سے بچہ پیدا ہونے کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔ قبل وضع حمل نکاح باطل ہے۔ اس لئے اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ اور تاوقتیکہ بعد عدت ساجد کا نکاح ریحانہ خاتون سے نہ ہو جائے" ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز نہ قائم کریں' اور اس سے پہلے جو گناہ ہوئے دونوں پر اس سے علانیہ توبہ واستغفار کرنا واجب ہے' اور ان دونوں کو پابندی نماز کی تاکید کریں' اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے' غرباء و مساکین

کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کریں کہ یہ چیزیں توبہ کی مقبولیت میں مددگار ہوں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از موہری عرف شبیر احمد بلھریا۔ دھانے پور ضلع گونڈہ

زید نے اپنی مطلقہ بیوی ہندہ کو دوبارہ اپنے عقد میں لانے کے لئے اسے حلالہ کی رائے دی۔ ہندہ چونکہ اپنے شوہر اول کو دل سے چاہ رہی تھی اس لئے اس کی رائے پر ہندہ نے اتفاق کیا اور بکر سے اس نے حلالہ کے طور پر عقد کرلیا بکر نے اس کے ساتھ ایک شب گزار کر اسے اپنی مرضی سے طلاق دے دی بعدہ زید نے اسے یعنی ہندہ کو کہا کہ چلو ہمارے ہی گھر تین حیض کی مدت گزار و عدت کے بعد ہم تم سے عقد کرلیں گے اس پر ہندہ راضی ہوگئی اور اپنے شوہر اول کے گھر رہ کر عدت گزار رہی ہے دن بھر ہندہ اپنے گھر رہتی ہے شام کو پڑوسی کے یہاں ہوتی ہے لہٰذا ماحول موجودہ ہندہ کا شرعاً کیسا ہے کیا واقعی ہندہ عصمت کی حفاظت اور پرہیزگاری سے کام لے رہی ہے اس پر بھی زید کی برادری اسے اپنی محفل میں بیٹھانا نظر انداز کررہی ہے برادری کا نظریہ یہ ہے کہ زید اپنی مطلقہ کو اپنے گھر جب لے آیا تھا تو اسے عدت کے زمانے تک باہر پردیس چلا جانا چاہئے زید کیوں نہیں باہر گیا اس سے زید شرعی مجرم ہے آیا صورت مذکورہ میں زید واقعی شرعی مجرم ہے اگر مجرم ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ اور اگر زید مجرم نہیں تو زید کو مجرم قرار دینے والے مجرم تو نہیں؟ لہٰذا اس کا جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

الجواب: جب کہ ہندہ نے بکر کے ساتھ نکاح کیا تو وہ بکر کی بیوی ہوگئی اور جب بکر نے اسے طلاق دی تو ہندہ پر بکر ہی کے گھر عدت گزارنا لازم ہے۔ ہاں بکر نے اگر اسے طلاق بائن یا مغلظہ دی ہے اور فاسق ہے اور وہاں کوئی ایسا نہیں ہے کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے یعنی ایسی صورت میں وہ البتہ شوہر کی مرضی سے دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے۔ مگر شوہر اول کے گھر اپنی مرضی سے جا کر عدت گزارنے کے لئے رہنا حرام ہے اور لے جانے والا شوہر اول سخت مجرم اور گنہگار ہے مگر اس گناہ کا شرع نے کوئی کفارہ نہیں مقرر کیا ہے زید و ہندہ دونوں توبہ واستغفار کریں' اور زید ہندہ کو بکر کے سپرد کرے وہ اپنے گھر یا کسی دوسرے کے گھر جہاں گناہ کا اندیشہ نہ ہو ہندہ کے عدت گزارنے کا انتظام کرے۔ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۶۲۰ میں ہے: وتقعد ان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه اه۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ماسٹر محمد نعیم الدین رضوی مدرسہ صدیقہ تنویر المدارس پرسوہیا گورکھپور

جوہر علی صاحب کی بہن آج سے چالیس سال قبل ایک غیر مسلم چودھری کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور ان کی بہن کو ایک لڑکا پیدا ہوا اسی غیر مسلم سے۔ غیر مسلم نے جوہر علی کی بہن کے نام کچھ جائیداد بھی لکھ دی ہے۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب قبلہ (خلیفہ) سجادہ نشین براؤں شریف تشریف لائے جو موضع پر سوہیاوالوں کے پیر صاحب بھی ہیں انہوں نے اس معاملہ کی چھان بین کی اور اس عورت اور اس کے لڑکے (جو غیر مسلم سے پیدا ہوا ہے ان) کو مرید کیا اور وریندر جو کہ غیر مسلم چودھری کا رکھا ہوا نام تھا اس کو تبدیل کر کے بسم اللہ نام رکھا اور حضرت خلیفہ صاحب قبلہ نے داخل اسلام کیا اور عورت کو منع کیا کہ خبردار تم اب اس غیر مسلم چودھری کے یہاں مت جانا۔ یعنی اس سے تعلق نہ رکھنا اور اس عورت نے موصوف کے سامنے اقرار کیا لیکن اس عورت نے چودھری سے اپنے تعلقات جاری رکھے اور ابھی تک چودھری کا آنا جانا ہے۔ لیکن چودھری اور جوہر صاحب کی بہن صحبت کے قابل نہیں ہیں یعنی اب کافی عمر دراز ہو گئے ہیں' اور حضرت نے جب مرید کیا (تقریبا آج سے تین سال پہلے) تو بھی دونوں مرد و عورت صحبت کے قابل نہیں تھے (جوہر صاحب کی بہن کا لڑکا) اب سوال یہ ہے کہ اس لڑکے نے ایک عورت کو بھگا کر اپنے یہاں رکھا ہے۔ بغیر نکاح کے تین بچے پیدا ہوئے ہیں تینوں بچوں کے پیدائش کے بعد اس عورت کے پہلے شوہر نے اسے طلاق دی (یعنی وہ پردیس تھا) اب جوہر کی بہن کا لڑکا اسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تین حرامی لڑکے ہیں نکاح پڑھے تو کس طرح توبہ کرائے یا اور کچھ؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ مذکورہ عورت اور چودھری اگر چہ زیادتی عمر کے سبب وطی کے قابل نہیں رہ گئے لیکن اس کے باوجود عورت کا اس سے تعلقات رکھنا سخت ناجائز و گناہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے تعلق رکھنے سے روکیں اور باز نہ آئیں تو سختی کریں۔ بسم اللہ اور اس کے ساتھ ناجائز طریقے سے رہنے والی عورت دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے نیز میلاد شریف اور قرآن خوانی وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے زبردستی نہ کی جائے اور عورت مذکورا گر طلاق کے وقت حاملہ تھی تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح ہرگز جائز نہیں اور اگر طلاق کے وقت حاملہ نہ تھی تو جب تک تین ماہواریاں نہ آجائیں کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔ خواہ تین ماہواریاں تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں اور تاوقتیکہ شرعی طریقہ پر نکاح نہ ہو جائے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رہنا واجب ہے۔ وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ رصفر المظفر ۹۶ھ

مسئلہ: محمد ظہیر ایوبی ڈومریا گنج ضلع بستی

چند روز ہوئے زید کا انتقال ہوا تو اس کی بیوی جسے حیض بھی نہیں آتا اور اس کے دو بڑے لڑکے بالغ اور بچوں والے ہیں۔ کیا وہ شادی وغیرہ کے موقع پر عزیزوں اور رشتہ داروں کے یہاں جا سکتی ہے؟

الجواب: بیوہ عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۴ میں ہے: وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ط اور موت کی عدت میں بھی عورت کو بلا حاجت شدیدہ گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ لہٰذا عورت مذکورہ کو شادی وغیرہ کے موقع پر عزیزوں اور رشتہ داروں کے یہاں جانے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر لڑکا وغیرہ گھر کا کوئی دوسرا فرد شادی میں شرکت کرنے والا نہ ہو تو یہ خاص عزیز داروں کے یہاں دن میں اور رات کے کچھ حصہ میں شرکت کے لئے جاسکتی ہے کہ اسے رات کا اکثر حصہ اپنے مکان پر گزارنا ضروری ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از موضع ڈہرا ضلع سلطان پور مرسلہ شان اللہ

ہندہ دو بچوں والی ہے ہندہ کے والد نے اپنی مرضی سے اس کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا زید کے گھر جانے پر ہندہ کو معلوم ہوا کہ وہ نشہ باز ہے اس لئے ہندہ نے ہمبستری سے انکار کر دیا اور تیسرے دن زید سے طلاق لے لی پھر ایک ماہ بعد بکر سے نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور نکاح ثانی میں شریک ہونے والے، گواہ اور قاضی کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: ہندہ اگر کسی کے نکاح اور عدت میں نہ تھی تو اس [illegible] کیا ہوا نکاح زید کے ساتھ صحیح ہو گیا تو اگر زید نے ہمبستری نہیں کی مگر خلوت صحیحہ (عورت و مرد کی ایسی تنہائی کہ دروازہ بند ہو اور [illegible] ز مانع ہمبستری نہ ہو) پائی گئی اور اس کے بعد زید نے طلاق دی تو ہندہ پر عدت گزارنا واجب ہے قبل انقضائے عدت دوسرے سے نکاح جائز نہ ہوا فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۷۱ میں ہے: رجل تزوج امرأة نکاحاً جائزاً فطلقها بعد الدخول او بعد الخلوة الصحیحة کان علیها العدة کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔ لہٰذا اس صورت میں ہندہ و بکر ایک دوسرے سے الگ رہیں اور میاں بیوی کے تعلقات آپس میں ہرگز قائم نہ کریں ورنہ دونوں سخت گنہگار و حرام کار ہوں گے اور اس نکاح سے راضی رہنے والے، شریک ہونے والے، گواہ اور نکاح خواں سب علانیہ توبہ کریں اور نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان کریں، اور اگر خلوت صحیحہ بھی نہیں پائی گئی تو عدت واجب نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں ایک ماہ بعد دوسرا نکاح صحیح ہو گیا اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از محمد سلیمان مدرس مدرسہ اسلامیہ لوناواں درگاہ ضلع گونڈہ

چنو اپنی مدخولہ بیوی شبراتن کو طلاق دے کر بمبئی چلا گیا لیکن چنو کی والدہ نے شبراتن کو روک کے رکھا جب چنو بمبئی سے تین

سال بعد واپس آیا تو شبراتن کو گھر سے نکالتے ہوئے کہا کہ تم کو طلاق دے چکا ہوں اب کسی صورت میں نہیں رکھ سکتا پھر شبراتن کے والد نے چند آدمیوں کے سامنے چنو سے گفتگو کی تو چنو نے کہا کہ خدا شاہد ہے تین سال ہوئے میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔ پھر طلاق نامہ لکھوایا گیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ بمبئی جانے سے قبل چنو نے جو طلاق دی اس وقت سے عدت شمار ہوگی یا طلاق نامہ تحریر کرنے کے وقت سے۔ اگر پہلے طلاق کے وقت سے عدت گزار کر شبراتن نے دوسرا نکاح کرلیا تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں چنو نے بمبئی جانے سے پہلے جو طلاق دی اسی وقت طلاق واقع ہوگئی بعد میں طلاق نامہ لکھوانا صرف ثبوت کے لئے ہے لہٰذا شبراتن نے اگر پہلی طلاق کے وقت سے عدت گزار کر دوسرا نکاح کرلیا تو شرعاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی مدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط، باطل اور بے بنیاد ہے جس میں کوئی اصل نہیں بلکہ اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے قرآن پاک میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) یعنی حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۴۷۲ میں ہے: وعدة الحامل ان تضع حملها كذا في الكافي۔ یعنی حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اسی طرح کافی میں ہے اور اگر مطلقہ، نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین ماہ ہے اور اگر حاملہ آئسہ اور بالغہ نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ ع۱۲) یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض آنے تک نکاح کرنے سے رکی رہیں لہٰذا تین حیض سے پہلے عدت ختم نہ ہوگی خواہ یہ تین حیض تین ماہ، تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از عبدالستار متعلم دارالعلوم غوثیہ بیروا بنکوا پوسٹ کھوریا بازار ضلع گورکھپور

زید کی لڑکی ہندہ جس کا نکاح خالد سے ہوا تھا۔ خالد کے پاس کچھ دن گزار کے پھر بکر کے ساتھ بغیر طلاق کے دو سال تک رہی دو سال کا عرصہ دراز گزرنے کے بعد خالد نے طلاق نامہ دیا تو اب ہندہ پر عدت ہے کہ نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت پر عدت گزارنا لازم ہے بغیر عدت دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہے و ناجائز ہے۔ پھر عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور اگر حاملہ نہیں حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زائد میں آئیں پارۂ دوم میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ ع۱۲) یعنی طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ لہٰذا عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے اور بغیر طلاق و نکاح

عورت جو بکر کے ساتھ رہی تو دونوں سخت گنہگار ہوئے ان کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے پابندی کے ساتھ نماز کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف وقرآن خوانی کرنے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معین ومددگار ہوں گی قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا (پ ۱۹ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲/ ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: ہندہ کا نکاح ہندہ کے باپ نے نابالغی کی صورت میں زید سے کر دیا تھا ہندہ جب بالغ ہوئی تو ہندہ کے باپ نے ہندہ کو نکاح کی اطلاع دے دی کہ تمہارا نکاح زید سے کر دیا گیا تھا ہندہ جب بالغ ہوئی تو بکر کے ساتھ ہندہ کی آشنائی ہوئی اور بکر کو لے کر ہندہ بھاگ گئی کچھ عرصہ تک باہر رہی اور ہندہ کے ایک بچہ پیدا ہوا زید یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے ہندہ کو ہاتھ سے چھوا بھی نہیں ہے۔ ہندہ کہہ رہی ہے کہ زید نے مجھے نہیں چھوا دونوں آدمی اقرار کرتے ہیں اب زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی۔ تو ہندہ پر ایسی صورت میں شریعت عدت کے نسبت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب: ہندہ پر عدت گزارنا شرعاً واجب ہے۔ عدت گزارے بغیر دوسرے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴/ من ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از محمد بشیر قادری چشتی ڈفل ڈیہہ ضلع گونڈہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ غیر مدخولہ (یعنی جس سے زید نے صحبت نہیں کی ہے) کو طلاق دی تو ہندہ پر عدت گزارنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر زمانہ عدت میں کسی نے ہندہ کا نکاح پڑھ دیا تو نکاح پڑھنے والا مجرم ہے یا نہیں؟

الجواب: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جس سے اس نے صحبت نہیں کی تھی اگر طلاق دے دی تو ہندہ پر عدت نہیں لہٰذا بعد طلاق ہندہ کا فوراً نکاح پڑھانا جرم نہیں۔ وھو اعلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد الرضوی

۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

مسئلہ: از عنایت اللہ ساکن بھاری۔ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مطلقہ عورت کے نکاح کی کیا مدت ہے یعنی کتنے دن بعد وہ نکاح کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مدخولہ مطلقہ عورت کی عدت طلاق کے بعد تین حیض ہے اور اگر عورت اتنی کم عمر ہے کہ اسے ابھی حیض نہیں آتا یا سن ایاس کو پہنچ چکی ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر حیض آتا تھا مگر کسی بیماری کی وجہ سے بند ہو گیا ہے تو جب تک تین حیض نہ آ جائیں تو عدت ختم نہ ہوگی اور اگر مطلقہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

مسئلہ: از محمد سعید ہریا تحصیل ضلع بستی

زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسری جگہ بکر کے ساتھ چلی گئی قریب اٹھارہ ماہ بکر کے ساتھ رہنے کے بعد جب اسے بچہ پیدا ہوا تو زید نے اسے طلاق دی۔ اب ہندہ کی عدت طلاق پانے کے بعد کتنے دن کی ہے؟

الجواب: جب کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بچہ پیدا ہونے کے بعد طلاق دی تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ چاہے تین حیض تین چار سال کے بعد آئیں یا آٹھ دس سال کے بعد ہاں اگر پچپن سال کی عمر تک حیض نہ آئیں تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین ماہ ہے' اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ ع۱۲) یعنی طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (نکاح سے) روکے رہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از رجب علی متھرا بازار ضلع گونڈہ

زید نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے بڑھاپے میں طلاق دے دی۔ زید کے کئی بچے جوان خود کفیل ذمہ دار ہیں۔ برادری کے لوگ کہتے ہیں کہ زید اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دے اور پھر گاؤں میں وہ نہ آئے مگر زید کے لڑکے کہتے ہیں کہ دونوں ہمارے والدین ہیں ہم اپنے گھر میں دونوں کو والدین کی حیثیت سے رکھیں گے اس طرح کہ ماں اپنی بہوؤں کے ساتھ رہے گی اور باپ باہر والے گھر میں۔ وہ آپس میں میل ملاپ نہیں رکھیں گے مگر برادری کے لوگوں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ جب تک دونوں میں سے کوئی ایک بالکل گھر نہ چھوڑے ہم لوگ نہیں مانیں گے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ زید اور اس کے بچے سب کس طرح رہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: شخص مذکور نے اگر ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہیں تو عدت کے اندر رجعت کر لے یا بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر لے' اور اگر ایک یا دو طلاقیں بائن دی ہیں تو عدت گزر چکی ہو یا باقی ہو بہر صورت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے' اور اگر طلاق مغلظہ یعنی تین طلاقیں دی ہوں تو عورت و مرد ایک دوسرے سے دور رہیں اس طرح کہ

عورت اپنے بعض لڑکوں کے ساتھ الگ مکان میں رہے اور مرد بعض لڑکوں کے ساتھ الگ مکان میں۔ یا کوئی دوسری صورت اختیار کریں جس سے لوگوں کو تہمت کا موقع نہ ملے حدیث شریف میں ہے: اتقوا مواضع التهم۔ اور وارد ہے: من كان يومن بالله واليوم الاخر فلا يقفن مواقف التهم۔ هٰذا ما ظهرلي والعلم بالحق عند الله تعالىٰ ورسوله عز شانه وصلي الله عليه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ رشوال المکرم ۲ ۱۴۰ھ

مسئلہ: از محمد صدیق گونڈہ

زید نے اپنی بیوی زاہدہ کو طلاق دی ابھی دو ماہ بھی نہیں گزرے کہ زاہدہ کو حمل ظاہر ہوا تو اس صورت میں زاہدہ دوسرے سے نکاح کب کرسکتی ہے؟

الجواب: زاہدہ کی عدت وضع حمل ہے لہٰذا بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے اس سے پہلے جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۷۲ میں ہے: عدة الحامل ان تضع حملها كذا في الكافي سواء كانت حاملا وقت وجوب العدة اوحبلت بعد الوجوب كذا في فتاوىٰ قاضي خاں اھ۔ والله تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالرحمٰن چودھری قصبہ مہنداول ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی زبیدہ کو بعد وضع حمل طلاق مغلظہ دی۔ طلاق دینے کے بعد سے اب تک قریب ایک سال ہو رہا ہے زبیدہ کو ماہواری نہیں آتی تو ایسی صورت میں زبیدہ دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر زبیدہ حاملہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ قرآن کریم پارہ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ع۱۲) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۴۷۱ میں ہے: اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا اورجعيا اوثلثا اووقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة اقراء كانت الحرة مسلمة اوكتابية كذا في السراج الوهاج۔ لہٰذا تین حیض سے پہلے عدت ختم نہ ہوگی خواہ یہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں، اور زبیدہ عدت گزرنے سے پہلے دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی۔ وهو سبحانه وتعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولوی عبدالحکیم پل کھائیں ڈاکخانہ کپتان گنج ضلع بستی

عورت کی عدت کتنی ہے؟ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب: بیوہ عورت اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے جیسا کہ قرآن شریف پارۂ دوم رکوع ۱۴ میں ہے: وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ط اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۷۳ میں ہے: عدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهر وعشرة ایام سواء کانت مدخولا بها اولامسلمة اوکتابیة تحت مسلم صغیرة اوکبیرة او آئسة وزوجها حرا وعبد حاضت فی هذه العدة اولم تحض ولم یظهر حبلها کذا فی فتح القدیر اھ۔ اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ بیوہ ہو یا طلاق والی ہو اور خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ ہو یا بعد میں قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور بدائع الصنائع جلد سوم ص ۱۹۷ میں ہے: روی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قلت یارسول الله حین نزول قوله تعالیٰ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) انها فی المطلقة ام فی المتوفی عنها زوجها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیهما جمیعا وقدروت ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها ان سبیعة بنت الحارث الاسلمیة وضعت بعد وفاة زوجها ببضع وعشرین لیلة فامرها رسول الله صلی الله علیه وسلم بان تزوج اھ۔ اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اوّل ص ۵۳۸ میں ہے: فان کانت المعتدة عن الطلاق اواولوط ء عن شبهة او الموت حاملا فعدتها بوضع الحمل سواء کانت حاملا وقت وجوب العدة اوحبلت بعد الوجوب اھ۔ اور طلاق والی مدخولہ عورت یعنی جس سے صحبت کر چکا ہے اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے قرآن عظیم پارۂ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے:

وَاللَّائِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّاللَّائِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے: لو کانت المطلقة صغیرة اوائسة وهی حرة فعدتها ثلثة اشهر اھ۔ اور طلاق والی عورت اگر حاملہ آئسہ اور نابالغہ نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ یہ تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔

قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ر میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ (پ۲ع۱۲) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا اورجعیا اوثلاثا اووقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلثة اقراء سواء کانت الحرة مسلمة اوکتابیة کذا فی السراج الوهاج اھ۔ اور اگر عورت کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی تو اس کے لئے عدت نہیں بعد طلاق وہ فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے قرآن عظیم پارہ ۲۲ رکوع ۳ر میں ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا اور فتح القدیر میں ہے: الطلاق بل الدخول لاتجب فیه العدة اھ وهو اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

باب النسب

ثبوت نسب کا بیان

مسئلہ: از زلفن ریلوے اسٹیشن گورکھپور

میمونہ خاتون کو نکاح کے چھ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا کس کا ہے؟ شوہر انکار کرتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جب میمونہ خاتون کو نکاح کے چھ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا شرعاً ثابت النسب ہوگا یعنی شوہر ہی کا مانا جائے گا اس لئے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال اور کم سے کم چھ ماہ ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ ۴۸۲ میں ہے: اکثر مدۃ الحمل سنتان واقل مدۃ الحمل ستۃ اشھر کذا فی الکافی۔ اور درمختار میں ہے: اقلھا (ای مدۃ الحمل) ستۃ اشھر جماعًا اور فتح القدیر میں ہے: لاخلاف للعلماء فیہ لقولہ تعالیٰ: وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ لہٰذا شوہر کا انکار نہیں مانا جائے گا جب تک کہ لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی لڑکا ثابت النسب ہو گا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل شانہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از محمد ادریس تنواں ضلع بستی

زید بمبئی گیا تو ہندہ سے زید کی جدائی کے گیارہ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا تو ہندہ زانیہ قرار پائے گی یا نہیں؟ اور وہ لڑکا شرعاً کس کا مانا جائے گا؟ مسجد کے امام کا ہندہ سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب: وہ لڑکا شرعاً ثابت النسب ہوگا یعنی شوہر ہی کا مانا جائے گا اور ہندہ کو ہرگز زانیہ نہیں قرار دیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش یعنی لڑکا شوہر ہی کا ہے۔ لہٰذا اگر شوہر انکار کرے تو نہیں مانا جائے گا جب تک کہ لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی لڑکا شوہر ہی کا مانا جائے گا اور مسجد کے امام کے ہندہ سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از عبدالرحمن مدرس منظر اسلام التفات گنج ضلع فیض آباد

زید کی منکوحہ حاملہ عورت کو بکر نے غائب کر دیا اور دو تین ماہ ادھر ادھر رہ کر بکر نے اس سے نکاح کر لیا اور نکاح کے چھ یا سات ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ زید کہتا ہے کہ لڑکا میرا ہے اور بکر کہتا ہے کہ میرا ہے۔ ایسی صورت میں لڑکا شرعاً کس کا ہوا اور نکاح ہوا کہ نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں وہ لڑکا شرعاً زید کا ہے حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش۔ اور نکاح مذکور ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوا عورت مذکور اور بکر دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللّٰہ تعالٰی: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍ ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از احمد علی حشمتی جلاپوروہ۔ ڈاکخانہ مہدیا اسٹیٹ ضلع گونڈہ

ایک لڑکی بالغہ ہے جس کی شادی ہو چکی تھی اپنے گھر آتی جاتی تھی۔ تقریباً سال بھر آتی جاتی رہی پھر اپنے گھر جانے سے انکار کر دیا۔ اب اس کے باپ وغیرہ طلاق پر آمادہ ہو گئے۔ لڑکی کے خسر وغیرہ لینے کے واسطے آتے جاتے تھے لیکن نہ بھیجا۔ گاؤں والوں نے بھی سمجھایا کہ بھیج دو مگر نہیں بھیجا یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آ گئی اور طلاق ہو گئی۔ لڑکی نے خسر کو بھی الزامات لگائے کہ ہم کو ننگا کئے ہوئے سامنے کھڑے کئے ہوئے تھے او بہت کچھ باتیں کیں۔ تین ماہ اپنے میکہ میں رہ کر طلاق لی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ پتہ چلا کہ حمل ہے۔ ۳۰؍ جولائی ۱۹۸۲ء کو لوگ پنچایت کی صورت میں جمع ہوئے اور یہ پوچھا کہ حمل کس کا ہے تو اس نے بتایا کہ یہ حمل اس کا ہے۔ جس کا نام شوکت علی ہے۔ لڑکے سے دریافت کیا تو اس نے کہا یہ میرے اوپر جھوٹا الزام ہے۔ حمل میرا نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ چار ماہ کا حمل ہے۔ لوگوں نے ثبوت مانگا تو کوئی ثبوت زنا کے بارے میں نہ ملا۔ اتنا ثبوت لڑکی کی بڑی والدہ نے دیا کہ ہم نے دن میں شوکت علی کو گھاس ڈھکیلتے دیکھا اور گال پکڑتے دیکھا۔ لوگوں نے پوچھا کسی سے کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔ لڑکی سے پوچھا جب شوکت علی نے چھیڑ خانی کی تب کسی سے کہا تو خاموش ہو گئی۔ طلاق لینے کے بعد اس کے ماں باپ کوئی کنٹرول لڑکی پر نہ کر سکے وہ برابر اِدھر اُدھر گھومتی تھی آزاد کر رکھا تھا۔ آج تک مدت حمل چھ ماہ کے قریب ہو رہی ہے اور سات ماہ کے قریب طلاق کے بھی ہو رہے ہیں۔ لڑکی کی بڑی والدہ سے پوچھا کب کی بات ہے جب کہ تم نے دیکھا تھا۔ کہا تین ماہ ہوئے اب قریب پانچ ماہ ہو رہے ہیں۔ لوگوں نے شوکت علی کو بائیکاٹ یعنی کھانے پینے سے علیحدہ کر دیا ہے۔ لڑکی فاحشہ ہے قابل اطمینان نہیں ہے۔ صورت مذکوہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ جواب صادر فرمائیں۔

الجواب: لڑکی یا اس کی صرف والدہ کے بیان پر شوکت علی کا بائیکاٹ کرنا غلط ہے۔ ہاں اگر شوکت علی کے اقرار یا شرعی گواہوں سے کم از کم اتنا ہی ثابت ہو جائے کہ اس نے لڑکی کا گال پکڑا تو اس کا بائیکاٹ صحیح ہے کہ اجنبی عورت کا گال پکڑنا بھی حرام ہے' اور لڑکی کے والدین نے اگر اسے حتی المقدور باہر گھومنے سے نہیں روکا اور آزاد رکھا تو ان کا بائیکاٹ کرنا ضروری اور لازم ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ٥ (پ۷ ع ۱۴) اور جب کہ زمانۂ عدت میں حمل ظاہر ہوا تو اس صورت میں اگر وقت طلاق سے دو سال کے اندر یہ بچہ پیدا ہوا تو شوہر ہی کا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۳۸) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد یوسف موضع مٹھنیاں پوسٹ ہریا ضلع بستی

زید ہندہ کو جو اس کی بیوی کی بہن یعنی سالی ہے اپنی بیوی کی موجودگی میں لے آیا۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ پھر اس نے ہندہ کو اپنے بھائی کے سپرد کر دیا تاکہ وہ اس سے نکاح کر لے اسی درمیان ہندہ کو بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ کس کا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہندہ کو اس کے والدین نے زید کو اس لئے دیا تھا کہ وہ اس کا کہیں نکاح کر دے۔ ایسی حالت میں زید کے اوپر کیا جرم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید نے اگر ہندہ کے ساتھ فعل حرام کیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ نمازی نہ ہو تو نماز کی پابندی کرے' اور قرآن خوانی ومیلاد شریف کرے، غربا ومساکین کو کھانا کھلائے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (پ۱۹ ع ۴) اور عورت مذکورہ اگر کسی کے نکاح یا عدت میں نہ تھی یا نکاح ہونے کے بعد چھ مہینہ سے کم پر لڑکا پیدا ہوا تو وہ بچہ ناجائز ہے فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے: اقل مدۃ الحمل ستۃ اشھر اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ر ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مقام ڈہرہ ضلع سلطان پور مرسلہ شان اللّٰہ

زید نے ہندہ سے عقد کیا بعد عقد دو ایک بچے بھی پیدا ہوئے بعد میں زید بمبئی چلا گیا ڈیڑھ سال کے بعد شوہر کے نام سے کسی نے تار بھیجا کہ تمہارا لڑکا سخت بیمار ہے فوراً چلے آؤ۔ وہ فوری طور پر چلا آیا۔ لیکن لڑکا بیمار نہیں تھا۔ اکثر عام لوگ اس کے گھر آیا جایا کرتے تھے زید بمبئی سے مکان پر رمضان شریف کے تیسرے یا چوتھے دن آ گیا زید کی بیوی مکان پر موجود تھی رمضان

شریف بھر زید مکان پر قیام پذیر رہا عید کی پانچویں تاریخ کو زید پھر بمبئی چلا گیا جانے کے بعد ساڑھے سات ماہ پر لڑکی پیدا ہوئی حالانکہ نو ماہ پر بچے پیدا ہوتے ہیں تو وہ لڑکی شرعاً زید کی مانی جائے گی یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں وہ لڑکی شرعاً زید کی مانی جائے گی۔ ھٰکذا فی سائر کتب الفقہ. واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: از منشی دار ساکن دمدمواں پوسٹ مہولانی ضلع بستی

نکاح ہونے کے بعد کم سے کم کتنے دن بعد لڑکا پیدا ہو تو شوہر کا مانا جائے گا؟

الجواب: نکاح ہونے کے بعد کم سے کم چھ مہینے پر لڑکا پیدا ہوگا تو لڑکا ثابت النسب ہوگا یعنی شوہر کا مانا جائے گا اور اگر چھ مہینے سے کم پیدا ہوا تو ثابت النسب نہ ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اذا تزوج الرجل امراءۃ فجاءت بالولد لاقل من ستۃ اشھر منذ تزوجھا لم یثبت نسبہ وان جاءت بہ لستۃ اشھر فصاعدا یثبت نسبہ منہ اعترف بہ الزوج اوسکت کذا فی الھدایۃ۔ یعنی جب مرد نے کسی عورت سے شادی کی تو اس عورت کے وقت نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ثابت النسب نہ ہوگا اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ پر پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہے شوہر اعتراف کرے یا سکوت کرے اسی طرح ہدایہ میں ہے: اور اگر انکار کرے تو انکار نہیں مانا جائے گا جب تک کہ لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی لڑکا ثابت النسب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از غلام نبی رضا، عبدالقیوم، عبدالمجید مقام پالی۔ ضلع گورکھپور

زید کہتا ہے کہ بکر متوفی کی بیوی ہندہ نے اپنے شوہر کے انتقال کے تقریباً تین مہینہ بعد مجھ سے کہا کہ مجھے حمل ہے اس کو علاج کے ذریعہ ضائع کرا دیا جائے میں نے اس عورت ہندہ سے وجہ دریافت کی اور شبہ کی بناء پر میں نے اس سے کچھ سوالات کئے تو اس نے اس حمل کے بارے میں بتایا کہ میرے شوہر کا ہے لیکن پھر مزید جرح اور کرید پر اس نے کہا کہ آپ میرا علاج کرا دیں تو صحیح بتادوں گی اور ایک بار اس نے کہا کہ اگر میں بتادوں تو میرا بال سر پر نہیں رہے گا یہ باتیں زید نے ہندہ کی زندگی میں اپنے گاؤں کے پیر صاحب کی محفل میں ذکر کیں جس پر پیر صاحب نے محفل میں زید کے خیالات کی تردید کی اور اس سلسلے میں عورت سے کوئی گفتگو کسی سے نہ ہو سکی اور ہندہ کا انتقال ہو گیا پھر زید نے گاؤں کی پنچایت میں عورت کے انتقال کے بعد انہیں باتوں کا اظہار کیا اور مزید بتایا کہ ہندہ کے شوہر بکر کے انتقال کے بعد ایک بار اسے حیض بھی آیا جس سے اس دعویٰ کو تقویت ملی

ہے کہ ہندہ کا حمل ناجائز ہے پنچایت نے ہندہ کے شوہر کے بڑے بھائی کی جس کی دیکھ بھال میں عورت رہتی تھی بائیکاٹ کردیا کہ جب تک اس کے بارے میں کوئی شرعی فتویٰ نہ مل جائے گا ہم اپنا بائیکاٹ جاری رکھیں گے۔ دریافت طلب یہ امور ہیں۔
(۱) کیا ہندہ کا وہ حمل ایسی صورت میں جائز ہے یا ناجائز؟ (۲) اس بارے میں زید کا حلفیہ بیان قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟ (۳) پنچایت کا ہندہ کے شوہر کے بڑے بھائی کا بائیکاٹ درست ہے یا نہیں؟ (۴) ہندہ پر اس کے حمل کے ناجائز ہونے کا الزام لگانا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو الزام لگانے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۵) اگر عورت نے اپنے حمل کے بارے میں اپنے میکے والوں سے کہا ہو کہ یہ حمل میرے شوہر کا نہیں ہے بلکہ فلاں کا ہے تو اس کا یہ قول معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب: بعون الملك الوهاب. (۱) صورت مستفسرہ میں ہندہ کا حمل مذکور جائز ہے اور شرعاً اس کے شوہر کا ہے۔ شرح وقایہ جلد ثانی ص۱۴۲ میں ہے: ثبت نسب من ولد في وقت بين الوفاة وبين سنتين یعنی جو لڑکا شوہر کی وفات کے بعد دو سال کے اندر پیدا ہوا وہ لڑکا ثابت النسب یعنی متوفی شوہر کا ہوگا اسی طرح ھدایہ اور فتح القدیر میں ہے: لیکن اگر عورت نے چار مہینہ دس دن بعد عدت گزرنے کے اقرار کیا پھر وقت اقرار سے چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکا متوفی شوہر کا نہ ہوگا اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینہ سے کم پر لڑکا پیدا ہوا تو شرعاً وہ لڑکا ثابت النسب یعنی متوفی شوہر کا ہوگا اور عدت گزرنے کے بارے میں عورت کا اقرار غلط مانا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: ان اقرت بانقضاء العدة بعد زمان تنقضي فيه العدة ثم ولدت لستة اشهر من وقت الاقرار لايثبت نسبه من الزوج وان ولدت لاقل من ذلك يثبت النسب وتبطل اقرارها۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص۴۷۹ میں ہے: لومات عنها قبل الدخول اوبعده ثم جاء ت بولد من وقت الوفات الى سنتين يثبت النسب منه وان جاء ت به لاكثر من سنتين من وقت الوفاة لايثبت النسب هٰذا كله اذالم تقربا نقضاء العدة وان اقرت وذلك فى مدة تنقضي فى مثلها العدة ثم جاء ت به لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت النسب والا فلا انتهٰى ملخصًا۔ وهو تعالىٰ اعلم۔
(۲) زید کا حلفیہ بیان کہ حمل ناجائز ہے یا یہ بیان کہ عورت نے حمل کے ناجائز ہونے کا اشارہ کیا ہے عندالشرع ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ (۳) کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام ہے پنچایت کا بلاوجہ شرعی صرف ایک شبہہ کی بناء پر ہندہ کے شوہر کے بڑے بھائی کا بائیکاٹ کرنا ہرگز جائز نہیں قرآن کریم پارہ ۲۶ رسورۂ حجرات میں ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اور حدیث شریف میں ہے: ظن المؤمنين خيرا۔ وهو تعالىٰ اعلم۔
(۴) ہندہ پر اس کے حمل کے ناجائز ہونے کا الزام لگانا ہرگز ہرگز درست نہیں الزام لگانے والے سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان پر توبہ لازم ہے۔ وهو تعالىٰ اعلم (۵) عورت کا یہ قول کہ حمل میرے شوہر کا نہیں بلکہ فلاں کا ہے صورت مسئولہ میں ہرگز معتبر نہیں اگر حقیقتاً حمل ہونا ثابت ہوتا تو لڑکا ثابت النسب ہوتا۔ ہاں اگر لڑکا شوہر کے انتقال کے دو سال بعد پیدا ہوتا تو اس صورت میں ثابت النسب نہ ہوتا۔ لان الولد لايمكث في البطن اكثر من سنتين۔ وهو تعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ: از محمد مستقیم، کرشنا نگر (نیپال)

زید نے زینب سے جو ایک عرصہ سے بیوہ تھی شادی کی شادی کے آٹھ مہینے بعد زینب کے بچہ پیدا ہوا اب معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ بچہ از روئے شرع کس کا مانا جائے گا جب کہ اکثر عورتوں کا بچہ پیدا ہونے کی میعاد دس یا گیارہ مہینہ اور اکثر کا سات ہی مہینہ ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: وہ بچہ شرعاً زینب کے شوہر زید کا ہے اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد اوّل مصری ص۴۸۲ میں کافی سے ہے: اقل مدة الحمل ستة اشهر اھ. واللّٰه تعالٰی اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳ر صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از نبی رحم انصار پوسٹ و مقام اوجھا گنج ضلع بستی

ایک عورت کی شادی ہوئی، بچہ بھی پیدا ہوا پھر کچھ دنوں کے بعد شوہر اوّل نے طلاق دے دی طلاق کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال پر اس نے دوسری شادی کر لی۔ دوسرے شوہر کے یہاں تقریباً ساڑھے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا۔ عورت کہتی ہے کہ نکاح سے پہلے مجھ سے زنا کا گناہ ہوا تھا یہ بچہ دوسرے کا ہے تو اس معاملہ میں شرع کا کیا حکم ہے؟ عورت مذکور کا دوسرا نکاح شرعاً درست ہوا تھا یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں عورت مذکور نے اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرا نکاح کیا ہے تو وہ نکاح شرعاً منعقد ہو گیا اور لڑکا اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے زائد پر پیدا ہوا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو وہ لڑکا شرع کے نزدیک شوہر ثانی کا ہے اور عورت کا یہ کہنا کہ بچہ دوسرے کا ہے شرعاً غلط ہے اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے شرح وقایہ جلد دوم مجیدی ص۱۴۵ میں ہے: اکثر مدة الحمل سنتان واقلها ستة اشهر۔ یعنی حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور کم سے کم چھ ماہ ہے اور درمختار مع شامی ص۶۳۹ میں ہے: اقلها ستة اشهر اجماعاً۔ یعنی تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے اور ہدایہ جلد ثانی ص۴۰۹ میں ہے: ان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه. یعنی اگر عورت چھ یا چھ ماہ سے زائد پر لڑکا لائے تو شرعاً لڑکا اسی شخص کا ہے کہ عورت جس کے نکاح میں ہے اور فتاوٰی عالمگیری جلد اوّل مصری ص۴۷۹ میں ہے: اذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبه وان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه۔ یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ عورت نکاح کے وقت سے چھ مہینے سے کم پر لڑکا لائی تو وہ لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔ (یعنی شوہر کا نہیں مانا جائے گا) اور اگر چھ مہینہ پر بچہ پیدا

ہوا تو بچہ شوہر ثانی کا ہے' اور اگر عورت سے زنا سرزد ہوا جیسا کہ مستفتی نے لکھا ہے تو عورت کو توبہ کرائی جائے نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور دیگر کار خیر مثلاً قرآن خوانی اور میلاد شریف وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ ر رجب ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از علی رضا مقام جموہنا۔ ضلع بستی

ہندہ کنواری کا نکاح ۱۶ ر مئی ۱۹۷۸ء کو زید کے ساتھ ہوا اور وہ اپنے سسرال گئی اکتوبر ۱۹۷۸ء کے آخری ہفتہ میں ہندہ کے صحیح وسالم زندہ بچہ پیدا ہوا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ عند الشرع بچہ زید کا مانا جائے گا یا نہیں؟ اور دوبارہ نکاح کئے بغیر زید ہندہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جس مولوی نے ہندہ کا نکاح پڑھا وہ عند الشرع مجرم ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں بچہ مذکور شرعاً زید کا نہیں اس لئے کہ نکاح کے بعد وہ چھ ماہ سے کم پر پیدا ہوا اور حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے لقوله تعالیٰ: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (پ۲۶ ع۲) ثم قال: وَفِصَالُهُ فِيْ عَامَيْنِ (پ ۲۱ ع۱۱) فبقي لحمل ستة اشهر۔ اور دوبارہ نکاح صحیح ہے تو زانیہ حاملہ کا نکاح پڑھانے والا عند الشرع مجرم نہیں لیکن اگر ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہوا کہ جس کے زنا کا حمل نہیں تو جب تک کہ بچہ نہ پیدا ہو جائے اسے زانیہ حاملہ سے وطی کرنا جائز نہیں اگر ایسے شخص نے اس حالت میں وطی کی تو توبہ کرے لقوله صلی اللہ علیہ وسلم لایحل لامرئی یؤمن باللہ والیوم الاخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از لیاقت علی دیوریاوی متعلم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

زید کی شادی زینب سے ہوئی جو زید کے گھر آتی جاتی رہی اس کے بعد زید ۱۲ ر رجب ۱۳۹۶ھ کو باہر چلا گیا اور یکم رجب ۱۳۹۷ھ کو واپس ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ زینب حاملہ ہے تو زید کو شک ہوا کہ یہ حمل میرا نہیں ۱۱ ر رجب ۱۳۹۷ھ کو زید نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ حمل کس کا ہے بہت پوچھنے کے بعد زینب نے کہا یہ حمل دوسرے کا ہے۔ جب زید نے اتنی بات سنی تو اس کو غصہ آگیا۔ پھر زینب نے کہا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی میں توبہ کرتی ہوں پھر آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ زید نے زینب کو توبہ کرائی۔ ۱۲ ر رجب ۱۳۹۷ھ کو زینب کے پیٹ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پھر زید نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ لڑکی کس کی ہے؟ اس کا نام بتادو۔ زینب نے کہا یہ لڑکی آپ کی ہے خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ لڑکی آپ ہی کی ہے کسی دوسرے کی نہیں ہے۔ میں نے آپ کے ڈر کی وجہ سے کہہ دیا تھا کہ یہ دوسرے کی لڑکی ہے' اور نہ زینب کے زنا کرنے کی گواہی مل رہی ہے۔ لہٰذا زید اس صورت میں کس بات پر عمل کرے؟ اور اگر زنا ثابت ہو جائے تو ایسی عورت کو اپنی صحبت میں رکھنا کیسا ہے؟ اس کو

چھوڑ دینے میں بھلائی ہے یا رکھنے میں؟

الجواب: فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۴۸۲ میں ہے: اکثر مدة الحمل سنتان۔ یعنی حمل کی مدت دو سال تک ہے لہٰذا زینب سے زنا سرزد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بہر صورت وہ لڑکی زید کی ہے۔ ہاں اگر زینب زنا کا اقرار کرے یا چار عادل گواہوں سے زنا ثابت ہو تو زینب کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور اس صورت میں شوہر جو اپنے لئے بہتر سمجھے وہ کرے یعنی اپنے ساتھ رکھے تو جائز ہے اور طلاق دے کر اپنے سے الگ کر دے تو بھی شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶/ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از محمد عمران انصاری معرفت عبدالرؤف صاحب شوشاپ گاندھی بازار۔ نرساچی ضلع دھنباد

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دے دیں۔ عدت کے دوران پتہ چلا کہ ہندہ حمل سے ہے جب کہ زید کا دعویٰ ہے کہ حمل اس کا نہیں ہے۔ اب شرعی قوانین کے مطابق زید کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) زمانۂ حمل کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنا ہے؟

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب. جب کہ ختم عدت سے پہلے حمل ظاہر ہوا تو عورت کی عدت وضع حمل ہے اور اگر وقت طلاق سے دو سال یا اس سے کم پر لڑکا پیدا ہوا تو وہ طلاق دینے والے شوہر کا ہے اس کا انکار کرنا بالکل غلط ہے عند الشرع ہرگز مسموع نہیں۔ زمانۂ حمل وضع حمل اور بچہ کی پرورش وغیرہ کا سب خرچ زید پر واجب ہے اور زید کی موت کے بعد بچہ اس کی جائیداد کا وارث بھی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ۴۷۲ میں ہے: عدة الحامل ان تضع حملها كذا في الكافي سواء كانت حاملا وقت وجوب العدة اوحبلت بعد الوجوب كذا في فتاوىٰ قاضي خان. و سواء كانت عند الطلاق اووفاة اومتاركة اووطئي بشبهة كذا في النهر الفائق۔ اور اسی کتاب اسی جلد کے ص ۵۷۹ میں ہے: لوطلقها بعد الدخول ثم جاء ت بولد يثبت النسب الى سنتين وتنقضي العدة به۔ پھر اسی کتاب اسی جلد کے ص ۴۹۵ میں ہے: لووجبت العدة على المرأة فادعت انها حامل كان لها النفقة من وقت الطلاق الىٰ ان تنقضي عدتها كذا في فتاوىٰ قاضي خان اھ۔ ملخصاً وھو تعالیٰ اعلم۔ (۲) حمل کا زمانہ کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اوّل ص ۴۸۲ میں ہے: اکثر مدة الحمل سنتان واقل مدة الحمل ستة اشهر كذا في الكافي۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از کفایت خاں، مئوگنج ریواں مدھیہ پردیش

گزارش ہے کہ ہمارے یہاں ایک ایسی بیوہ کا نکاح ہوگیا ہے جس کے پیٹ میں نکاح سے پہلے بچہ تھا تو نکاح اسی آدمی سے ہوا جس کا پیٹ میں بچہ تھا اور جب نکاح ہوا تھا تو کوئی علامت پیٹ میں بچہ ہونے کی ظاہر نہیں ہوئی تھی مگر جب آٹھ ماہ میں بچہ پیدا ہوگیا تو لوگوں نے اسے تہمت وحرامی ہونے قرار دیتے ہیں نیز انکاح پھر سے کروانے وتوبہ کفارہ ادا کرنے کو کہتے ہیں حضور سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث سے صحیح صحیح بتانے کی زحمت فرمائیں؟

الجواب: جب کہ بچہ آٹھ ماہ میں پیدا ہوا تو یہ کہنا کہ نکاح سے پہلے پیٹ میں بچہ تھا شرعاً غلط ہے اس لئے کہ نکاح ہونے کے بعد کم از کم چھ مہینے پر لڑکا پیدا ہوگا تو شوہر ہی کا مانا جائے گا اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا نہیں قرار دیا جائے گا فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اذا تزوج الرجل امرأةفجاء ت بالولد لاقل من ستة اشهر منذتزوجها لم يثبت نسبه وان جاء ت به لستة شهر فصا عداً يثبت نسبة كذافى الهداية۔ یعنی جب مرد نے کسی عورت سے شادی کی تو اس عورت کو وقت نکاح سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ثابت النسب نہ ہوگا یعنی شوہر کا نہیں قرار دیا جائے گا۔ اور اگر چھ مہینے یا زیادہ پر پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہے یعنی حمل بعد نکاح قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح ھدایہ میں ہے اور بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۳۹ پر ہے کہ: ''کسی عورت سے زنا کیا پھر اس سے نکاح کیا اور چھ مہینے میں یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے'' یعنی لڑکا حرامی قرار نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری، درمختار، اور شرح وقایہ وغیرہ تمام کتب فقہ میں تصریح ہے لہٰذا جو لوگ آٹھ ماہ میں بچہ پیدا ہونے پر عورت پر تہمت لگاتے اور لڑکے کو حرامی قرار دیتے وہ لوگ گنہگار ہوئے توبہ کریں اور عورت مرد پر دوبارہ نکاح، توبہ کرنا اور کفارہ ادا کرنا لازم نہیں۔ ہاں اگر قبل از نکاح زنا کرنے کا اقرار ہو تو ان پر توبہ واستغفار لازم ہے مگر اس صورت میں بھی بچہ کو حرامی نہیں قرار دیا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر شوال ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از مقصود احمد راعی، صدر جمعیۃ الراعین مہنداول بستی

زید نے آج سے تقریباً پانچ سال قبل اپنی شادی ہندہ سے کی ہندہ رخصت ہوکر زید کے گھر آئی دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے کچھ عرصہ بعد ایک لڑکا مسمیٰ بکر پیدا ہوا بکر کی پیدائش کے تقریباً چار سال بعد ایک لڑکا مسمی خالد پیدا ہوا خالد کی پیدائش کے تقریباً دو ماہ بعد زید نے اپنی بیوی پر بدچلنی کا الزام لگایا اور کہا کہ چونکہ میں تین ماہ بیمار رہا اس لئے یہ دوسرا لڑکا خالد حرامی ہے جبکہ پہلے لڑکے کو اس نے حلالی تسلیم کیا اس الزام کے بعد زید نے اپنی بیوی کو طلاق بھی دے دی اور صرف پہلے لڑکے کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صرف زید کے کہہ دینے سے کیا خالد پر شرعاً حرامی ہونے کا حکم لگایا جائے

گا ہماری برادری اس وقت سخت پریشان ہے کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ زید نے جب خود اپنی زبان سے حرامی کہا تو یہ حرامی مانا جائے گا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فقط زید کے کہہ دینے سے حرامی ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

الجواب: صرف زید نہیں بلکہ اگر ساری دنیا کہے تب بھی خالد کو شرعاً حرامی قرار نہیں دیا جا سکتا حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش. یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ اس کا ہے جس کا فراش ہو (یعنی عورت جس کی منکوحہ یا کنیز ہو) لہٰذا خالد زید کا لڑکا ہے اور زید کی موت کے بعد اس کی جائیداد کا وارث۔ زید کے انکار کرنے سے اس کا نسب منفی نہ ہوگا' جب تک کہ لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی نسب ثابت ہوگا۔ هٰکذا قال صدر الشریعة رحمة الله علیه فی الجزء الثامن من بهار شریعت ناقلا عن الفتاویٰ الهندیة. وهو تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ذی القعدہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از عظمت علی مہیا دیوا بازار ڈاکخانہ بل ٹیکر وایا سرپتی نگر۔ ضلع بستی

ہندہ کی شادی ہوئی کچھ دنوں بعد شوہر نے اسے طلاق دے دی۔ پھر ہندہ کی شادی دوسری جگہ ہوئی پھر طلاق ہوئی۔ اب ہندہ اپنے ماں باپ کے پاس رہنے لگی۔ عدت گزر جانے کے آٹھ ماہ بعد ہندہ کو زید نے اپنے گھر بلا کر تیسری جگہ شادی کر دی جب کہ زید ہندہ کا بہنوئی بھی ہے۔ ہندہ جب تیسری جگہ پہنچی تو اسی دن پتہ چلا کہ ہندہ کو حمل ہے۔ زید کو بلایا گیا۔ بات دریافت کی گئی۔ ہندہ نے بتایا کہ یہ حمل زید کا ہے بلکہ زید کے سامنے زید ہی سے کہا۔ زید نے لوگوں کے ڈر کی وجہ سے کہا کہ اگر یہ حمل ہمارا ہے تو تم ہمارے ساتھ چلو۔ ہندہ کو زید تیسرے شوہر کے پاس سے لا رہا تھا کہ راستہ ہی سے بھاگ کر ہندہ نیپال چلی گئی اور وہیں اس نے اپنی چوتھی شادی کر لی جب کہ ابھی تیسرے شوہر نے طلاق بھی نہیں دی۔ کچھ عرصہ کے بعد پتہ چلا کہ ہندہ کو بچہ ہوا زید سے لوگوں نے دریافت کیا تو زید نے کہا کہ لوگوں نے مجھ پر غلط الزام لگایا ہے بلکہ لڑکی نے بھی مجھ پر غلط الزام لگایا ہے۔ بہرحال زید ابھی تک انکار کرتے ہوئے آیا ہے اور زید کی برادری نے زید کے ساتھ رشتہ ناتہ اور شادی بیاہ سب کچھ چھوڑ دیا ہے ویسے تو ہندہ نے جہاں چوتھی شادی کی ہے وہاں رہتے ہوئے آٹھ ماہ ختم ہو گئے ہیں۔ یعنی آٹھ ماہ ختم ہونے کے بعد نویں ماہ میں بچہ پیدا ہوا ہے' تو کیا ایسی حالت پر الزام لگانا درست ہے اور زید گنہگار ہے؟ اور ایسی صورت میں زید کے ساتھ کھانا پینا شادی بیاہ کے کاموں میں شرکت کرانا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی جب کہ تیسری شادی کے آٹھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ حمل ازروئے شرع تیسرے شوہر ہی کا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ ہندہ جب تیسری جگہ پہنچی تو اسی دن پتہ چلا کہ ہندہ کو حمل ہے' اور ہندہ کا یہ بیان بھی غلط ہے کہ حمل زید کا ہے حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش۔ لہٰذا زید کا برادری سے بائیکاٹ کرنا غلط ہے۔ برادری پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور شادی وغیرہ میں شرکت کرنا جاری کر دیں۔ وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ

اعلم جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از پنچان رائے پور ضلع جون پور

سوال نمبر از یداور ہندہ کی شادی ۲۳ر نومبر یعنی ۴ر جمادی الاولیٰ کو ہوئی۔ بعد نکاح اسی وقت ہندہ کی رخصتی ہوئی اور ہندہ زید کے گھر آئی۔ اس کے بعد یکم جون بمطابق ۱۷ر ذیقعدہ کو ہندہ کے لڑکا پیدا ہوا یعنی تقریباً ساڑھے چھ ماہ بعد۔ محلّہ کی عورتوں کا کہنا ہے کہ یہ لڑکا پورنو ماہ کا معلوم ہوتا ہے لڑکے میں کسی قسم کی خامی اور کمزوری نہیں ہے اور نہ پائی جاتی ہے کہ لڑکا چھ یا سات مہینہ کا ہو۔ اس کے بعد محلّہ کے پنچوں نے ہندہ کو اللہ ورسول کا واسطہ دے کر پوچھا کہ سچ بتاؤ یہ لڑکا کس کا ہے تمہارے اوپر کسی قسم کا جبر ودباؤ نہیں ہے۔ اس پر ہندہ نے اپنے میکہ میں ایک غیر مرد کا نام مع ولدیت اور قومیت کے بتایا۔ تب اس کے شوہر نے کئی دن بعد اس سے کہا کہ چلو تم کو تمہارے باپ کے وہاں پہنچادیں تو ہندہ نے اپنے شوہر کے باپ کا نام چند عورتوں کے سامنے بتایا۔ نکاح سے پہلے زید کا باپ رشتہ کی غرض سے ہندہ کے باپ کے یہاں آتا جاتا تھا' اور میکے میں جانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ یہ لڑکا تمہارے باپ کا ہے۔ اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے اور شرعاً یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم پنچان کیا کریں۔ سماج میں ہندہ کس طور سے طاہر و پاک ہو کر رہ سکتی ہے؟ نوزائیدہ لڑکے کی پرورش کون کرے کیوں کہ شوہر اب اس کو رکھنے پر راضی نہیں ہے۔

الجواب: (۱) لڑکا مذکور جب کہ نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا تو وہ اس کے شوہر ہی کا ہے۔ اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ یعنی کامل اور اس کا دودھ چھڑانا کل تیس مہینہ ہے (پارہ ۲۶ ع ۲) علامہ جلال الدین محلی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ستة اشهر اقل مدة الحمل والباقي اكثر مدة الرضاع۔ یعنی حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور دو سال دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ عدت ہے (تفسیر جلالین ص ۴۱۷) اور شرح وقایہ جلد دوم ص ۱۴۵ اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۴۲۳ اور فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر ص ۴۸۲ میں ہے: اكثر مدة الحمل سنتان واقل مدة الحمل ستة اشهر۔ یعنی حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ لہٰذا عورت کا یہ بیان کہ لڑکا میرے شوہر کا نہیں ہے بلکہ فلاں کا ہے اللہ ورسول کے نزدیک بالکل غلط ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش۔ یعنی لڑکا شوہر ہی کا ہے...... رہا عورتوں کا یہ بیان کہ لڑکا نو مہینہ کا معلوم ہوتا ہے کوئی وقعت نہیں رکھتا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ لڑکا کبھی چھ سات مہینے کا تندرست اور توانا ہوتا ہے اور نو ماہ کا لڑکا بہت کمزور ہوتا ہے جیسے کہ چھ سات سال کے بعد لڑکے نو دس سال کے معلوم ہوتے ہیں نو دس برس کے بعض لڑکے چھ سات سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا عورتوں کے اس خیال پر کہ لڑکا نو مہینے کا معلوم ہوتا ہے عورت کو ملزم ٹھہرانا اور لڑکے کو ولد الزنا

قرار دینا غلط ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ لڑکا اس کے شوہر ہی کا تسلیم کریں۔ اس لئے کو ولد الزنا قرار دینا قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ کا انکار کرنا ہے۔ جو لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور جہالت سے لڑکے کو ولد الزنا قرار دیں اور قرآن وحدیث اور فقہ کو نہ مانیں تا وقتیکہ وہ توبہ نہ کریں مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ سب گنہگار ہوں گے قرآن مجید میں ہے: وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (پ ۷ ع ۱۴) البتہ اگر زید کو قرائن وعلامات سے ظن غالب ہو کہ اس کی بیوی سچ کہتی ہے کہ میرے باپ نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے تو زید پر وہ حرام ہوگئی۔ اس صورت میں شوہر پر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے کر اپنے سے الگ کردے۔ هٰکذا فی فتح القدیر۔ وهو اعلم بالصواب...... ہندہ اگر زنا کا اقرار کرے تو اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف کرنے، مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ مگر اس کے اقرار زنا سے لڑکا ولد الزنا نہیں قرار دیا جائے گا لڑکا بہر حال اس کے شوہر ہی کا ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ اللہ ورسول کا فرمان جواب میں گزرا ہے...... شوہر اگر اس عورت کو رکھنے پر راضی نہیں ہے تو وہ طلاق دے سکتا ہے مگر لڑکا عورت کی پرورش میں سات سال کی عمر تک رہے گا اور پرورش کا خرچ جو پنچان مقرر کریں وہ شوہر ہی کو دینا پڑے گا۔ هٰذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند الله تعالٰى ورسوله جل جلاله وصلى الله عليه وسلم۔

کتبہ: انوار احمد قادری

مسئلہ: از مولوی قیام الدین احمد خاں موضع پڑرہا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

کسی کی منکوحہ عورت اگر اپنے شوہر سے فرار ہو کر کئی سال تک ادھر ادھر بھٹکتی رہے پھر اس کو لڑکا پیدا ہو تو وہ شوہر ہی کا قرار دیا جاتا ہے یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسی صورت میں وہ لڑکا شوہر ہی سے پیدا ہوا ہو بہت بعید بات ہے۔ اطمینان بخش جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ رب عزوجل نے بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ، بعید سے بعید اور ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر امر فی نفسہ عند الناس محتمل ہے قطع کی طرف انہیں راہ نہیں۔ غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا۔ اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیوں کر یقین ہوا؟ ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا۔ تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہو احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے ممکن ہے کہ جن اس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں۔ مگر وہ پہلا احتمال شرعاً واخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زنا

نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پانا ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرُ اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب وسزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ وعطا لہٰذا ارشاد ہوا: وللعاهر الحجر. زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں۔ بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہو گا۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب اور شرعاً و اخلاقاً بہت بعید سے بعید، اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب۔ اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں، اور بُعدِ عادی کے لحاظ سے بُعدِ شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدر جہا بدتر ہے اختیار نہ کریں اس میں کون سا خلاف عقل و درایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل و شرع و اخلاق و رحمت ہے۔ لہٰذا عام حکم ارشاد ہوا کہ: الولد للفراش وللعاهر الحجر. لہٰذا اگر زید اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ پیدا ہوا بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا، اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا درمختار میں ہے: قد اکتفوا بقیام الفراش بلادخول کتزوج المغربی بشرقیة بینهما سنة فولدت لستة اشهر مذتزوجها لتصوره کرامة واستخدامًا فتح۔ ردالمحتار میں ہے: قوله بلاد خول المراد نفیه ظاهر او اولافلابد من تصوره وامکانه. فتح القدیر میں ہے: والتصور ثابت فی المغربیة لثبوت کرامات الاولیاء والا ستخدامات فیکون صاحب خطوة اوجنی۔ صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے: کان عتبة بن ابی وقاص (ای الکافر النبیت علیٰ کفره) عهد الی اخیه سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه الیك (ای کان زنی بها فی الجاهلیة فولدت فاوصی اخاه بالولد) فلما کان عام الفتح اخذه سعد فقال انه ابن اخی و قال عبد ابن زمعة اخی ابن ولیدة ابی ولد علیٰ فراشه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو لك یاعبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر .وفی روایة هواخوك یا عبد بن زمعة من اجل انه ولد علیٰ فراش ابیك اھ۔ مختصرًا مزیدًا ما بین الهلالین۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸۹)

کتبہ: انوار احمد قادری

فاضل فیض الرسول براؤں شریف

باب النفقة

نفقہ کا بیان

مسئلہ: از مہر علی ساکن پوربینہ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ تقریباً ۱۲ ربجے دن میں بکر کو جو غیر محرم تھا اپنے مکان میں پایا درانحالے کہ بکر کھڑا تھا۔ معلوم نہیں کہ ہندہ کے ساتھ کتنے عرصے سے تھا۔ اتفاقاً اسی روز مکان پر زید اور اس کے گھر والوں میں سے کوئی نہ تھا۔ عرصہ کے بعد زید کہیں سے آیا یہ حرکت شنیعہ دیکھی فوراً بکر مکان سے نکل کر چلا گیا تو زید نے اسی وقت اپنی بیوی ہندہ کو مکان سے نکال دیا پھر چندروز کے بعد اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی۔ ایسی حالت میں زید کو تین حیض تک نان ونفقہ دینا ہوگا یا نہیں؟ اور مہر پورا دینا پڑے گا یا نہیں؟ اور بکر کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید پر عورت کے زمانۂ عدت کا نفقہ لازم ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۴۸۴ میں ہے: المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كذا فى فتاوىٰ قاضى خاں۔ اور بہار شریعت میں ہے کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہرحال عدت کے اندر نفقہ پائے گی اھ۔ اور زید پر پورے مہر کی ادائیگی بھی لازم ہے اور بکر نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کے سبب سخت گنہگار ہوا علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ وهو تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از ایم۔ اے مرزا ۱۷۲۱۔ اے۔ وی۔ سی روڈ قاضی بلڈنگ ماہم بمبئی نمبر ۱۶

(۱) علاؤالدین کی زوجہ رئیسہ خاتون عرصہ دوسال سے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے میکہ جا بیٹھی ہے اور نہ تو وہ طلاق لینا چاہتی ہے اور نہ ہی وہ علاؤالدین کے گھر آکر اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہتی ہے بلکہ وہ علیحدہ رہ کر اپنا نان ونفقہ طلب کرتی ہے تو کیا ایسی صورت میں علاؤالدین پر رئیسہ خاتون کا نان ونفقہ واجب ہے؟ (۲) مذکورہ رئیسہ خاتون سے علاؤ الدین کے چار بچے ہیں جو ۱۹ راور ۵، ۲ ر ۱۲ سال کی عمر کے درمیان ہیں۔ وہ بچے نہ ہی اپنی ماں کے پاس رہنا چاہتے ہیں اور نہ اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ رئیسہ خاتون کا اصرار ہے کہ علاؤالدین ان بچوں کو ہر پندرہ یوم پر ایک بار لاکر اس سے ملاقات کروادیا کرے۔ تو کیا شرعاً علاؤالدین پر بچوں کو لے جاکر ہر پندرہ یوم میں ان کی ماں سے ملانا واجب ہے؟

الجواب: (۱) طلاق واقع کرنے کے لئے عورت کا طلاق چاہنا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا اگر علاؤالدین چاہے تو اپنی بیوی رئیسہ خاتون کو طلاق دے سکتا ہے اگرچہ وہ طلاق لینا نہیں چاہتی ہے اور رئیسہ خاتون جو اپنے میکے جا بیٹھی ہے اور شوہر کے

یہاں آنے سے انکار کرتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ کہتی ہے کہ جب تک مہر معجّل نہیں دو گے نہیں جاؤں گی تو میکے میں رہتے ہوئے بھی اس صورت میں وہ نفقہ کی مستحق ہے، اور اگر علاؤالدین مہر معجّل ادا کر چکا ہے یا مہر معجّل تھا ہی نہیں یا رئیسہ خاتون مہر معاف کر چکی ہے تو ان تمام صورتوں میں جب تک کہ وہ شوہر کے مکان پر نہ آئے شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ۴۸۵ میں ہے: ان كان الزوج قد طالبها بالنفقة فان لم تمتنع عن الانتقال الى بيت الزوج فلها النفقة فاما اذا امتنعت عن الانتقال فان كان الامتناع بحق بان امتنعت تستوفي مهرها فلها النفقة واما اذا كان الامتناع بغير حق بان كان اوفاها المهر اوكان المهر مؤجلا اووهبته منه فلا نفقة لها كذا في المحيط ا ھ. وھو تعالیٰ اعلم۔ (۲) صورت مسئولہ میں علاؤالدین پر ہر پندرہ یوم میں بچوں کو لے جا کر ان کی ماں رئیسہ خاتون سے اس کے میکہ میں ملاقات کرانا شرعاً واجب نہیں۔ البتہ ماں اور بچے اگر ایک دوسرے سے ملنا چاہیں تو علاؤالدین ان کو منع نہ کرے۔ هٰذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ہندہ بنت جھینگر ساکن بائیتال پوسٹ بھان پور خاص ضلع بستی

ہندہ کی عمر ۳۵، ۳۶ سال کے قریب ہے اور وہ دو بچوں کی ماں بھی ہے لڑکوں کی عمر ۱۵-۱۶ سال کے قریب ہے ایسی حالت میں اس کے شوہر زید نے اس کو طلاق رجعی دے دی۔ قبل از طلاق عرصہ دو سال سے ہندہ کو زید خرچہ وغیرہ کچھ نہیں دیتا تھا چونکہ یہ بمبئی میں ملازم ہے اس لئے ہندہ ہمیشہ قرضہ لے کر اوقات زندگی بسر کرتی تھی جب روپیہ اس کا آتا تھا تو قرض ادا کر دیتی تھی۔ حسب دستور قرض لے لے کر ہندہ نباہ کرتی تھی ادھر دو سال سے زید نے ہندہ کو خرچہ دینا بالکل بند کر دیا جب دو سال بعد بمبئی سے واپس آیا تو آتے ہی ہندہ کو طلاق دے کر نکال دیا۔ قریب ایک ماہ سے یہ اپنے میکے میں مقیم ہے ضروری طلب امر یہ ہے کہ قرضہ لے کر ہندہ اور اس کے بچوں نے جو کھایا اس کا ادا کرنا زید پر واجب یا نہیں؟ (۲) جو زیورات ہندہ کو نکاح میں سسرال کی طرف سے ملے ہیں اس پر طلاق کے بعد ملکیت زید کی ہے یا ہندہ کی؟ (۳) قرض اور عدت کے خرچہ پر ہندہ عدالتی کارروائی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: زید کے قیام بمبئی کے زمانہ میں اگر ہندہ زید کی اجازت سے قرض لے کر اپنے اخراجات چلاتی تھی یا ہندہ کے قرض لینے کا زید کو علم ہوتا تھا مگر اسے منع نہ کرتا تھا تو زید پر اس پورے قرض کی ادائیگی واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) زید نے اگر ان زیورات کو صرف استعمال کرنے کے لئے دیا تھا تو وہ زید کی ملکیت ہے اور اگر ہندہ زید کے مالک بنا دینے سے زیورات استعمال کر رہی تھی تو اب وہ ہندہ کی ملک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) قرض کے لئے بشرائط مذکور نیز نفقۂ مدت کے لئے حکام کی طرف رجوع کرسکتی ہے واللہ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

کتاب الایمان

قسم اور نذر کا بیان

مسئلہ: از ہارون رشید سائکل دوکان مہراج گنج۔ ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ قرآن کی قسم شرعی نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن کی قسم شرعی ہے یا نہیں تحریر فرمائیں؟

الجواب: قرآن کی قسم پہلے متعارف نہ تھی اس لئے شرعی نہ تھی جیسا کہ صاحب ھدایہ نے اس کی تعلیل میں فرمایا: لانه غیر متعارف لیکن اب اس کی قسم متعارف ہے اس لئے قرآن پاک کی قسم بھی جمہور کے نزدیک شرعی قسم ہے اور اس پر شرعی قسم کے احکام مرتب ہوں گے عمدۃ الرعایہ، درمختار اور فتح القدیر میں ہے: لایخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمینا اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: قال محمد رحمة الله علیه فی الاصل لوقال والقران لایکون یمینا ذکرہ مطلقا والمعنی فیه وهو ان الحلف به لیس بمتعارف فصار کقوله وعلم الله وقد قیل هٰذا فی زمانهم اما فی زماننا فیکون یمینا به ناخذ ونامرو نفقد ونعتمل وقال محمد بن مقاتل الرازی لو حلف بالقران یکون یمینا وبه اخذ جمهور مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ کذا فی المضمرات اھ۔ اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم'' ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے۔ انتهٰی بالفاظه (بہار شریعت ج۹ ص۱۹) وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبد الرحمٰن عبد الحبیب صدر جماعت جونا گڑھ (گجرات)

جماعت کے قبرستان کو جماعت کے پریسیڈنٹ اگر اپنی ذاتی ملکیت بتائے تو ایسے پریسیڈنٹ کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسا شخص پریسیڈنٹ رکھنے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور اگر پریسیڈنٹ جھوٹی قسم کھائے یا قرآن کو بیچ میں رکھ کر کسی بات کو بولا ہو اور اس کے خلاف کیا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر حقیقت میں صدر جماعت کے قبرستان کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے اور اس کی آمدنی کو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو یہ جائز نہیں اور ایسا شخص صدر رکھنے کے قابل نہیں۔ لیکن صدر نے اگر کسی جھگڑنے والے کی سخت کلامی کے جواب میں کہہ دیا کہ قبرستان میری ملکیت ہے مگر حقیقت میں اسے اپنی ملکیت نہیں سمجھتا تو اتنی سی بات پر وہ صدارت

سے نہیں اتارا جائے گا..... کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھانے پھر اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ قرآن مجید پارہ ۷، رکوع ۲ میں ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵؍جمادی الاولیٰ ۹۰ھ

مسئلہ: از اورنگ زیب انصاری خلیل بیٹھی چال۔ مجگاؤں۔ بمبئی نمبر ۱۰

زید نے ایک عورت سے زنا کرانے پر قسم اٹھوائی ہے۔ اب وہ زنا کرنا نہیں چاہتا اور اس عورت کی طرف سے خود کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: عورت پر لازم ہے کہ وہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے۔ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے جیسا کہ وہ خود کھاتی ہے، یا ان کو اوسط درجہ کا کپڑا پہنائے، اور اگر ان کاموں کی استطاعت نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے جیسا کہ پ ۷ ع ۲ میں ہے: فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ اور زید اگر اس عورت کی طرف سے خود کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے تو بہتر صورت یہ ہے کہ کفارہ کی ادائیگی بھر کا روپیہ اس عورت کو دے دے۔ وہ غرباء و مساکین پر خود صرف کرے، اور اگر زید اپنے ہاتھوں ہی سے کفارہ دینا چاہتا ہے تو اس عورت کی اجازت ضروری ہے ورنہ ادا نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱؍ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از اوج محمد چھاؤنی بازار ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے خوش طبعی میں صلح کے وقت قسم کھالی تھی کہ اب میں تم کو ماروں پیٹوں گا نہیں۔ ہندہ کی چند غلطیوں پر زید نے ہندہ کو مارا پیٹا۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں قسم ٹوٹی یا نہیں؟ اگر قسم ٹوٹی تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ مستقبل میں ہونے والی باتوں پر بغیر جانے ہوئے قسم کھا لینے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زید نے اگر ایسے لفظوں کے ساتھ قسم کھائی تھی جو عندالشرع قسم ہیں پھر اس کے خلاف کیا یعنی اپنی قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ لازم ہو گیا۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو صبح و شام دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تینوں باتوں میں سے جو چاہے کرے اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہ

ہوتو پے درپے تین روزے رکھے جیسا کہ پارہ ہفتم رکوع اوّل میں ہے: فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ اور درمختار میں ہے: وكفارته تحرير رقبة اواطعام عشرة مساكين اوكسوتهم بما يستر عامة البدن وان عجز عنها كلها وقت الاداء صام ثلثة ايام ولاء اھ۔ ملخصًا۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: فان لم يقدر على احد هذه الاشياء الثلثة صام ثلثة ايام متتابعات كذا في السراج الوهاج اھ۔ وهو تعالىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از منشی مقبول حسین جنرل مرچنٹ فاضل نگر دیوریا۔

زید جو کہ ایک مدرسہ کا مدرس تھا مدرسہ کے مطبخ کی نظامت اس کے سپرد تھی زید اپنی نظامت کے دوران مطبخ سے چاول، دال، لکڑی، پیسہ وغیرہ چوری کر کے اپنے گھر بھیجتا رہا اتفاقاً چوری کی خبر اراکین مدرسہ تک پہنچی اس بناء پر زید مدرسہ سے فرار ہو گیا بکر جو کہ اراکین مدرسہ سے ہے نے زید کے چچا سے کہا کہ حافظ صاحب مدرسہ سے اتنا سامان لے کر فرار ہیں ان سے کہہ دیں وہ آ کر بچوں کو پڑھائیں ورنہ میں ان کے خلاف پرچہ شائع کروادوں گا اور اگر میں ایسا نہ کروں تو اسلام سے خارج ہو جاؤں لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر نے جو قسم کھائی اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بکر کا قول عند الشرع قسم ہے۔ لہٰذا حافظ مذکور کے مدرسہ میں آ کر نہ پڑھانے کی صورت میں اگر اس نے حافظ کے خلاف پرچہ نہ شائع کیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم ص ۵۰ میں ہے: لوقال ان افعل كذا فهو يهودي اونصراني اومجوسي اوبرئ من الاسلام فهويمين استحسانا كذا في البدائع. حتى لوفعل ذلك الفعل يلزمه الكفارة اھ۔ تلخيصًا۔ وهو تعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از شکیل احمد خاں معرفت عبدالغنی اوشا انجیرنگ جی ٹی روڈ۔ درگاپور

زید بچپن سے اپنے چچا کے یہاں رہتا ہے اور چچا زاد بہن سے شادی ہونے کی بھی بات ہے لیکن ہوگی یا نہیں یہ صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا لہٰذا زید سے کچھ غلطیاں سرزد ہو گئیں ہیں جب اس کی خبر زید کی چچی کو اس کی چچا زاد بہن ہی کے ذریعہ پہنچی تو چچی نے زید سے پوچھا کہ واقعی تم نے ایسا کیا ہے تو اس نے کہا کہ ''میں قرآن شریف اٹھا سکتا ہوں یہ سب الزام ہے'' تو کیا یہ قسم میں شمار ہوگا؟ حالانکہ جس وقت اس نے یہ جملہ کہا تھا اس وقت خدا اور رسول کا خوف اس کے دل میں تھا وہ خدا سے ڈرتے ہوئے اور اس نے معافی مانگتے ہوئے اس جملے کو کہا تھا اس کے دل میں یہ بھی تھا یا اللہ میں آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں اب ایسا نہ کروں

گا تو میری عزت بچالے اس کے بعد بات جہاں کی تھی وہیں رک گئی۔ ایسی حالت میں حکم شرع کیا ہے؟ کیا اس پر کفارہ لازم ہے؟ اگر ہے تو کس طرح ادا کرنا چاہئے؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ اگر آئندہ کے لئے قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ خدا کی قسم! یا قرآن کی قسم! فلاں کام کروں گا اور نہیں کیا یا قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا اور کیا تو کفارہ لازم ہوتا ہے کہ اسی کو یمین منعقدہ کہتے ہیں فتاویٰ عالمگیری جلد دوم مصری ص ۴۹ میں ہے: منعقدة وهو ان یحلف علی امر فی المستقبل ان یفعله اولا یفعله وحکمها لزوم الکفارة عند الحنث کذا فی الکافی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ "میں قرآن شریف اٹھا سکتا ہوں" شرعاً قسم نہیں ہے اس پر کسی قسم کا کفارہ لازم نہیں مگر زید سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے اس سے توبہ و استغفار واجب ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از شمس الدین چودھری موضع کٹھوتیا عالم۔ ضلع بستی۔

زید اور اس کے چچا کے مابین خانگی معاملہ میں اختلاف ہو گیا اور اتنی شدت بڑھ گئی کہ زید نے اپنی بیوی سے قسم کھا کر کہا کہ میں اب الگ رہوں گا اور پھر مزید تاکید کے لئے ہاتھ میں قرآن شریف اٹھا کر اپنی بیوی سے دوبارہ عہد کیا میں الگ رہوں گا جبھی سے زید اپنے چچا سے الگ ہے اب اگر زید دوبارہ اپنے چچا کے ساتھ رہنا چاہے تو زید پر شرعاً کیا مواخذہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے چچا سے الگ رہوں گا اور پھر مزید تاکید کے لئے قرآن کریم اٹھا کر الگ رہنے کا عہد کیا تو اب اسے اپنے عہد پر عمل کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنی باتوں کے پوری کرنے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ پارۂ ششم سورۂ مائدہ کی پہلی آیت کریمہ میں فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ یعنی اے ایمان والو! اپنی باتوں کو پوری کرو اگر زید اپنی قسم کے خلاف کرے گا تو اس کا کفارہ لازم ہوگا جیسا کہ پارۂ ہفتم رکوع دوم میں ہے: لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از مہوگھاٹ ہریا۔ بستی۔ مرسلہ محمد وکیل

زید نے غصہ کی حالت میں اپنے رشتہ دار سے کہا کہ اللہ اور اس کے محبوب کی قسم! میں اب تمہارے یہاں ہرگز کھانا نہ

کھاؤں گا۔اب اگر زید اپنے اس رشتہ دار کے یہاں کھائے تو زید کے لئے حکم شرع کیا ہے؟

الجواب: زید کا یہ قول کہ اللہ اور اس کے محبوب کی قسم! میں اب تمہارے یہاں ہرگز نہ کھاؤں گا شرعاً یمین منعقدہ ہے زید اگر اپنے اس رشتہ دار کے یہاں کھائے گا تو کفارہ واجب ہوگا۔قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے دسوں کو ایک ہی دن کھلائے یا ہر روز ایک ایک کو یا ایک ہی کو دس دن تک دونوں وقت کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو تین دن پے در پے روزہ رکھے۔ ھکذا فی بھار الشریعة ناقلا عن الکتب الفقة. واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳؍ ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از جمعدار منہار ساکن تنواں ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا اگر آج سے تو گوشت کھائے تو سور کا گوشت کھائے۔تو اب ہندہ گوشت کھا سکتی ہے یا نہیں؟ اور کھانے کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کا قول ہندہ کے لئے شرعاً قسم نہیں اس لئے ہندہ گوشت کھا سکتی ہے اور گوشت کھانے کے سبب ہندہ پر کسی طرح کا کفارہ نہیں لازم آئے گا البتہ زید توبہ کرے کہ اس طرح کا جملہ کسی مسلمان کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍ من ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از عبدالرشید پورینوی متعلم فیض الرسول براؤں شریف

بکر اور ہندہ کے درمیان کچھ نا اتفاقی تھی اس بنا پر ہندہ نے کہا کہ اگر میں بکر کے لئے کھانا پکاؤں تو سور کھاؤں تو کھانے پکانے پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب: ہندہ بکر کا کھانا پکائے گی تو کفارہ لازم نہ ہوگا کہ اس کا کہنا عندالشرع قسم نہیں البتہ ہندہ گنہگار ہوئی توبہ کرے اور آئندہ اس طرح کا کلام زبان پر ہرگز نہ لائے۔ وھو تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از نور محمد مستری و بندھو شاہ وارثی ہریا چندرسی ضلع گونڈہ

ہندہ نے قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر میں اس دروازہ پر آؤں تو اپنے باپ سے منہ کالا کروں کچھ عرصہ بعد آئی پھر قسم کھائی

کہ اگر ان کے دروازہ پر آؤں تو سور خنزیر کا گوشت کھاؤں۔ کچھ ہی عرصہ بعد پھر آئی۔ تو کیا عندالشرع یہ قسم ہوئی یا نہیں؟ دین میں ہندہ مجرم ہوئی یا کہ نہیں؟ اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: ہندہ پر توبہ واستغفار لازم ہے مگر کفارہ واجب نہیں اس لئے کہ یہ شرعاً یمین منعقدہ نہیں ہے بہار شریعت حصہ نہم ص ۲۰ میں مبسوط کے حوالہ سے ہے۔ کسی نے کہا اگر اس کو کھاؤں تو سور کھاؤں یا مردار کھاؤں (شرعاً) قسم نہیں یعنی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ وتعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از عبدالشکور پوکھر بھٹوا۔ بستی

ہندہ نے اپنی بیماری کی حالت میں دعا مانگی کہ اے خدا! میں اچھی ہو جاؤں تو سال بھر ہر جمعہ کو روزہ رکھوں گی خدا کے فضل سے ہندہ اچھی ہوگئی اور کچھ دنوں تک روزہ رکھا طبیعت پھر خراب ہوگئی۔ اب ہندہ چاہتی ہے کہ اگر روزہ کے بدلے میں اس کا کفارہ ہو تو ادا کردوں روزہ نہ رکھنا پڑے۔ برائے کرم آگاہ فرمائیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟ روزہ ہی رکھنا پڑے گا یا روزے کے بدلے کفارہ دینے سے کام بن جائے گا اور ایک روزے کے بدلے میں کتنا کفارہ دینا پڑے گا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر پھر بیمار ہوگئی تو تندرست ہو جانے کے بعد سال میں جتنے جمعے کے روزے چھوٹ گئے ہیں ان کی قضا رکھے کہ اس قسم کی منت میں روزہ نہ رکھنا اور اس کے عوض میں کفارہ دینا جائز نہیں۔ ھٰکذا فی کتب الفقہ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مطلوب حسین صدیقی فرخ آبادی متعلم مدرسہ زینت الاسلام امروھا۔ ضلع کانپور

ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں پانچ سو رکعت نماز نفل پڑھوں گا۔ اب کس طرح پڑھے؟ کیا ایک دم میں پانچ سو پڑھے یا تھوڑی تھوڑی کر کے پڑھے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر بیک وقت پانچ سو رکعت پڑھنے کی منت نہیں مانی ہے تو متفرق طور پر پڑھ سکتا ہے۔ ھٰکذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از سید رضا علی ولد حسین علی رضوی وکیل جاورہ رضوی منزل۔ اجمیر شریف۔

ایک آدمی حضرت خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ کی منت اس طرح سے مانتا ہے (گویا وہ بزرگ سے وعدہ کرتا ہے) کہ میرے لڑکا ہوگا' اور جب وہ تین سال یا پانچ سال یا سات سال کا ہوگا تو میں دربار خواجہ میں حاضر ہو کر اس بچہ کے برابر ترازو میں چاندی کے روپے سے یا مصری سے یا گڑھ سے یا کھوپرہ میوہ وغیرہ سے یا مٹھائی سے یا کھیر سے یا بکرے سے اس بچہ کے برابر تول کر نذر کروں گا۔ چنانچہ بچے کی عمر سات سال کی ہو جاتی ہے اور وہ منت ان اشیاء میں سے جس ایک شی کی مان کر جاتا ہے۔ اس کی تکمیل منت کے لئے وہ حاضر دربار خواجہ ہوتا ہے' اور درگاہ شریف میں بچہ کو ترازو سے اس شی کے برابر تولتا ہے اور درگاہ شریف کے متوسلین سادات کرام خدام کو نذر میں دے دیتا ہے ساتھ ساتھ خود بھی اس تولی ہوئی شی میں سے خدام سادات سے مانگتا ہے کہ میرے لئے اور میرے عزیزوں کے لئے جو وطن پر ہیں اس کو اس میں سے تقسیم کروں گا (اس بات سے صدقہ کا تصور غلط ہو جاتا ہے) اس میں سے مجھے بھی کچھ دیجئے۔ اس طرح اس شخص نے جس طرح خواجہ بزرگ سے منت کا وعدہ کیا وہ ادا کیا۔ اس کی نیت میں صدقہ یا اوتارہ یا زکوٰۃ کچھ نہیں ہے صرف منت کی ادائیگی ہے۔ ایسی حالت میں تولی ہوئی شئی صدقہ یا اوتارا یا زکوٰۃ ہوئی یا نہیں؟ اور اس شئی کو سادات خدام خواجہ صاحب کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کو خدام خواجہ صاحب اپنے مصرف میں لا سکتے ہیں یہاں سادات خدام خواجہ کا خیال ہے کہ یہ تولی ہوئی چیز صدقہ اوتارہ ہو جاتی ہے اس لئے اس کو لینا اور استعمال میں لانا جائز ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کو لینا چاہئے یا نہیں' اور انہیں لینا چاہئے تو کیا کرنا چاہئے اس کا شرع جواب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق دیا جائے عنداللہ وہ باعث مشکور ہوگا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب. نذر کے دو معنی ہیں شرعی یا عرفی۔ نذر شرعی کے معنی ہیں غیر ضروری عبادت کو اپنے اوپر ضروری کر لینا۔ اور نذر عرفی کے معنی ہیں نذرانہ، ہدیہ یا پیشکش۔ نذر شرعی خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی ماننا ممنوع ہے اور نذر عرفی انبیائے کرام و اولیائے عظام علیهم الصلوٰة والسلام ورضوان الله علیهم اجمعین کے لئے جائز ہے۔ نذر شرعی کا حکم یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا فرض ہے' اور اگر صدقہ وغیرہ کی نذر ہو تو اسے وہی لوگ کھا سکتے ہیں جن کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ قرآن کریم: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ میں اس شرعی نذر کا ذکر ہے اور نذر عرفی کا حکم یہ ہے کہ اسے امیر و غریب سبھی لے سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں۔ صورت مسئولہ چونکہ نذر عرفی میں سے ہے لہٰذا امیر اور سادات کرام کا اسے لینا اور کھانا جائز ہے۔ هذا ما ظهر لی والعلم عند الله تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلی الله علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶/ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از کریم بخش موضع ٹنڈوا پوسٹ بھنگا ضلع بہرائچ

ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے محرم کے تعزیہ کی منت مانی ہے۔ اگر ہم تعزیہ نہیں رکھیں گے تو امام صاحب ہمارے لڑکے پر آ جائیں گے تو تعزیہ کی منت ماننا اور تعزیہ نہ رکھنے پر امام صاحب کا کسی کے اوپر آنے کا خیال کیسا ہے؟

الجواب: تعزیہ کی منت ماننا سخت جہالت ہے اور تعزیہ نہ رکھنے پر امام صاحب کا کسی کے اوپر آنے کا خیال سراسر لغو ہے۔ اس قسم کی منتیں نہیں ماننی چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: کہ علم اور تعزیہ بنانے اور پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیہ پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات جو رافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے ایسی منت نہ ماننی چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے (بہار شریعت حصہ نہم ص ۳۵) **وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد فاروق نعیمی۔ سسہنا گدہنا ضلع گونڈہ

زید نے بکر سے کہا ہمارے یہاں دعوتِ ولیمہ میں ضرور آیئے گا۔ بکر نے قسم کھا کر کہا کہ میں ضرور آؤں گا انشاء اللہ۔ پھر وہ دعوت ولیمہ میں نہیں آیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوا یا نہیں؟

الجواب: اگر قسم کھانے کے ساتھ اس نے متصلاً انشاء اللہ کہا تو اس صورت میں اس پر کفارہ لازم نہیں ہوا' اور اگر کچھ وقفہ کے بعد کہا تو لازم ہو گیا۔ ہدایہ اولین ص ۴۶۳ میں ہے: **من حلف علی یمین وقال انشاء اللہ متصلا بیمینہ فلا حنث علیہ لقولہ علیہ السلام من حلف علی یمین وقال انشاء اللہ فقد بر فی یمینہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از تاج محمد اینٹئی رام پور ضلع گونڈہ۔ متعلم فیض الرسول براؤں شریف۔

بعض عورتیں لڑکوں کے ناک اور کان چھدوانے اور ان کے سروں پر چوٹیاں رکھنے کی منت مانتی ہیں تو اس طرح کی منت ماننا کیسا ہے؟

الجواب: اس طرح کی منت ماننا جہالت ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "بعض جاہل عورتیں لڑکوں کے ناک' کان چھدوانے اور بچوں کو چوٹیاں رکھنے کی منت مانتی ہیں یا اور طرح طرح کی ایسی منتیں مانتی ہیں جن کا جواز کسی طرح ثابت نہیں۔ اولاً ایسی واہیات منتوں سے بچیں اور مانی ہوں تو پوری نہ کریں اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات کو دخل نہ دیں نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے یوں ہی کرتے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کریں گے تو بچہ مر جائے گا۔ بچہ مرنے والا ہوگا تو یہ ناجائز منتیں بچا نہ سکیں گی۔ منت ماننا کرو تو نیک کام نماز، روزہ، خیرات، درود شریف، کلمہ شریف، قرآن مجید پڑھنے اور فقیروں کو کھانا دینے' کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانو۔ (بہار شریعت حصہ نہم مطبوعہ دہلی ص ۲۴) **وھو تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد حسن اشرفی مقام و پوسٹ سندھاوا ضلع راجوٹ (گجرات)

زید نے یہ منت مانی کہ اگر میری بیوی کو بچہ یعنی لڑکا پیدا ہوا تو میں اس بچے کو سب سے پہلے اپنے والد کے پاؤں کا غسالہ (دھوون) پلاؤں گا۔ تو مذکورہ منت جائز ہے یا نہیں؟ اور صاحب منت پر کیا حکم نافذ ہوگا؟

الجواب: یہ منت فقہی نہیں ہے اور برکت کے لئے اپنے باپ کے پاؤں کا غسالہ پینا یا اپنے بچہ کو پلانا جائز ہے۔

ھٰذا ما ظھرلی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

کتاب الوقف

وقف کا بیان

مسئلہ: از محمد یسین جین پورہ۔ وارانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کے کئی مالک ہیں اور اس کی تقسیم نہیں ہوئی لیکن اس کے ایک حصہ پر اس کے مالکوں میں سے ایک شخص جو بلا مزاحمت اور باہمی رضامندی سے سالہا سال سے قابض ہے اگر وہ اپنے اس مسکونہ حصہ کو وقف کردے تو وقف درست ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ مکان تقسیم کرنے کے بعد قابل انتفاع رہے گا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں گھر کے حصۂ مسکونہ کو اگر جملہ شرکاء نے شخص مذکور کو دے دیا ہے تو اس کا وقف بالاتفاق جائز ہے اور اگر نہیں دیا ہے تو متاخرین کے نزدیک جائز ہے کہ شخص مذکور اپنا حصہ وقف کردے پھر شرکاء سے اپنے حصہ کا بٹوارا کر کے الگ کردے۔ بہار شریعت حصہ دہم ص ۶۰ میں ہے: "تقسیم سے پہلے وقف کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس کا وقف جائز ہے۔"

اور متاخرین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر ص ۳۰۳ میں ہے: وقف المشاع المحتمل للقسمة لایجوز عند محمد رحمه الله تعالٰی وبه اخذ مشایخ بخاری وعلیه الفتوىٰ كذا في السراجية. والمتأخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمه الله عنه یجوز وھو المختار كذا في خزانة المفتين اور پھر ص ۳۰۴ میں ہے: ان وقف نصیبه من عقار مشترك فھو الذی یقاسم شریكه اھ۔ واللّٰه تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد یٰسین۔ جین پورہ۔ وارانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کی زبانی تقسیم ہو چکی ہے لیکن تحریر میں نہیں آئی ہے اس کے ایک حصہ کے مالک نے اپنے حصہ کو ایک مدرسہ پر وقف کر دیا ہے یہ وقف درست ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ مکان تقسیم کرنے کے بعد قابل انتفاع رہے گا؟

الجواب: وقف مذکور جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم والیہ المرجع والمآب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد حسین شیدا جنرل سکریٹری مدرسہ حنفیہ سنیہ وایڈیٹر ہفت روزہ انوار مالیگاؤں۔ ضلع ناسک

ایک دینی مدرسہ جہاں علوم دینیہ کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے اپنی تعلیمی معیار کی بلندی کے لئے مدرسۂ مذکورہ کی کچھ جائیداد بشکل مکان وزمین ہے جس سے فی الحال اتنی آمدنی دستیاب نہیں ہوتی کہ مدرسہ کی کماحقہ اپنے اخراجات کی تکمیل کر سکے بلکہ بشکل دیگران جائیدادوں پر توجہ نہیں کی گئی تو عین ممکن ہے کہ ملکی قانون کے مطابق یہ جائیدادیں تلف ہو جائیں اس کے لئے منتظمین مدرسہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان جائیدادوں کو موجودہ قیمتوں کے تناسب سے اچھے داموں میں فروخت کر کے اور اس سے حاصل شدہ رقم سے مدرسہ کے اخراجات کی بہتر اور اعلیٰ کفالت کا ذریعہ پیدا کیا جائے...... اگر ایسا نہ کر سکیں تو زمین اور جائیداد کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور تقریباً قوی یقین ہے کیونکہ ایک سال پہلے تک یہ زمین (میونسپل ایکٹ) کے تحت (ڈی۔ پی۔ پلان) کے قاعدے سے ایکویزیشن میں تھی منتظمین مدرسہ نے بڑی کوششوں کے بعد اسے دوبارہ حاصل کیا ہے۔ دوسری صورت اس حاصل شدہ پیریڈ میں دوسرے لوگ جھونپڑے اور دکانیں وغیرہ لگا کر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے جھگڑا فساد وغیرہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں (جائیداد موقوفہ غیر منقولہ) (مکان، دوکان، زمین) فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: وقف کی بیع جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وقف قابل انتفاع نہ ہو تو صرف استبدال جائز ہے اور اس کے لئے بھی یہ شرطیں ہیں کہ غبن فاحش کے ساتھ تبادلہ نہ ہو اور تبادلہ کرنے والا ضلع کا سب سے بڑا عالم باعمل ہو کہ جس کے تصرفات پر لوگوں کو اطمینان ہو اور تبادلہ غیر منقولہ سے ہو روپیہ سے نہ ہو اور ایسے شخص سے تبادلہ نہ کریں جس کی شہادت اس کے حق میں مقبول نہ ہو اور ایسے شخص سے بھی تبادلہ نہ کریں کہ جس کا اس پر دین ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں جائیدادیں ایک ہی محلہ میں ہوں یا ایسے محلہ میں ہو کہ جو اس سے بہتر ہو۔ (ردالمحتار جلد ثالث ص ۳۸۸ بہار شریعت حصہ دہم ص ۹۰) یہاں تک کہ اگر وقف کی زمین ویران ہو جائے اور متولی اس کا بعض حصہ بیچ کر باقی کی مرمت کرنا چاہے تو بھی جائز نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم مصری ص ۴۴۳ میں ہے: اذا خربت ارض الوقف واراد القیم ان یبیع بعضھا لیرم الباقی بثمن ما باع لیس له

ذلك۔ بلکہ اگر متولی کو وقف کی زمین کے بارے میں وقف کے وارث یا ظالم کا خوف ہو تو اس صورت میں بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ وقف کی زمین بیچنا جائز نہیں جیسا کہ عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے: ارض وقف خاف القیم من وارث الوقف اومن ظالم له ان یبیعه و یتصدق بالثمن كذا ذكر فی النوازل والفتوىٰ انه لایجوز كذا فی السراجیة۔ لہٰذا منتظمین مدرسہ کا اس بات پر اتفاق کرنا غلط ہے کہ موقوفہ جائیدادوں کو فروخت کر کے مدرسہ کے اخراجات کی بہتر کفالت کا ذریعہ پیدا کیا جائے۔ تعلیمی معیار کی بلندی اور کماحقہ مدرسہ کے اخراجات کی تکمیل کے نام پر وقف کی بیع کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا کہ تعلیمی معیار کی بلندی اور کماحقہ مدرسہ کے اخراجات کی تکمیل کی کوئی حد ہے اور اوقاف کے منتظمین کی خیانتیں جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے موقوفہ دوکان، مکان اور زمین کے بیچنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ منتظمین پر لازم ہے کہ ان کی ہر طرح حفاظت کریں، اور وقف کی زمینوں میں اگر دوسرے لوگ جھونپڑے اور دکانیں لگا کر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہنگامی چندہ کر کے وہ چہار دیواری سے محفوظ کر دی جائیں فروخت نہ کی جائیں اور تعلیمی معیار بلند کرنے کے لئے دوسرے ذرائع استعمال کئے جائیں۔ هٰذا ما عندی والعلم عند المولىٰ تعالىٰ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از مولوی فصیح اللہ علوی براؤں شریف۔ ضلع سدھارتھ نگر

ایک شاہ صاحب جو سلسلۂ قادریہ چشتیہ کے پیر تھے وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ بنایا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے بنایا ہے۔ ہم اس میں سے اپنی کسی اولاد کو کچھ نہیں دیں گے جو ہمیں اپنے باپ کا ترکہ ملا ہے صرف وہی دیں گے۔ چنانچہ مرض وفات میں مبتلا ہونے سے بہت پہلے وصال فرمانے سے چھ سال قبل ہوش و حواس کی درستگی میں اس مضمون کی رجسٹری فرما دی کہ مقر کی زوجۂ اولیٰ سے چار لڑکے اور زوجۂ ثانیہ سے دو لڑکے ہیں۔ مقر نے اپنی جائیداد کا ترکہ اور حقوق اپنی اولاد کو تقسیم کرتے ہوئے زوجۂ اولیٰ کے لڑکوں کو دو قطعہ مکان سفالہ پوش و گھاری اور زوجۂ ثانیہ کے دونوں لڑکوں کو ایک قطعہ مکان جو مسجد کے جانب شمال واقع ہے دے دیا ہے۔ رہا خانقاہ کا مسئلہ تو وہ عام مسلمانوں کی فلاح و بہبودی سے متعلق ہے اور مقر نے اس کو مسلمانان اہلسنت ہم عقیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت فی سبیل اللہ قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا خانقاہ کسی شخص واحد کی ملکیت ہرگز قرار نہ پائے گی۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ نے اپنے جس فرزند کو سجادہ نشین مقرر کیا وہ حضرت کے ہمراہ اسی خانقاہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتے رہے، اور حضرت کی وفات کے بعد بھی بحیثیت سجادہ نشین اسی میں رہے اس درمیان میں انہوں نے ترکہ میں پائے ہوئے مکان کو اپنے اہل و عیال کے رہنے کے لائق نہیں بنایا اور نہ کوئی دوسرا نیا مکان تعمیر کیا البتہ خانقاہ جو پوری سفالہ پوش (کھپڑیل) تھی اس کے پچھلے حصہ کو گروا کر اس پر نئی دیواریں قائم کیں اور ان پر دو منزلہ پختہ مکان تعمیر کیا۔ اب ان کے انتقال

کے بعد ان سے منسوب اردو زبان میں ایک وصیت نامہ چھپوا کر تقسیم کیا گیا جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ رجسٹرار آفس میں ہندی زبان میں رجسٹری کئے گئے وثیقہ کی اردو شکل ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وصیت نامہ پر انہوں نے خود جان بوجھ کر دستخط کیا ہے یا مضمون کی تفصیلات سے لاعلم رکھ کر ان سے دستخط لے لیا گیا ہے یا ان کی طرف سے فرضی دستخط کر دیا گیا ہے۔ اس وصیت نامہ میں یہ ہے کہ دو منزلہ پختہ مکان جو خانقاہ کی سفالہ پوش عمارت گرا کر بنوایا گیا ہے۔ ہم مقر کی زوجۂ ثانیہ کی ملکیت ہے جنہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے اسے تعمیر کروا ہے تو اب دریافت طلب یہ امور ہیں۔

(۱) وقف کے مال کا کیا حکم ہے؟ (۲) کیا وقف کسی کی ملکیت ہوسکتا ہے؟ (۳) وقف میں مالکانہ تصرف کرنا کیسا ہے؟ (۴) وقف کا مکان گرا کر اپنے روپیوں سے جو دو منزلہ پختہ مکان بنالیا گیا اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۵) حضرت شاہ صاحب قبلہ نے جو مکان خانقاہ پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف فرمایا ہے کیا اسے کرایہ پر دے سکتے ہیں؟ (۶) اگر موقوفہ جائیداد کوئی غصب کرنا چاہے تو مسلمانوں کو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) مال وقف مثل مال یتیم ہے جس کی نسبت (اللہ تعالیٰ کا) ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا (جیسا کہ پ۴ ع۱۲ میں ہے:) اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۷۵) وهو سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

(۲) وقف کسی کی ملکیت ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: جائیداد ملک ہوکر وقف ہوسکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہوسکتی (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۳۵۴) وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم جل مجده و صلی الله علیه وسلم

(۳) فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۵۴ پر ہے: وقف پر تصرف مالکانہ حرام ہے اور متولی جب جیسا کرے تو فرض ہے کہ اسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو چہ جائے کہ دیگر۔ درمختار میں ہے: وینزع وجوبًا ولولوا قف درر فغیره بالاولیٰ غیر مامون (یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر وقف بدرجۂ اولیٰ۔ (ترجمہ از فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۷۴) وهو تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

(۴) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا تو وقف کا مفت قرار پائے گا' اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اگر اس کا اکھیڑنا وقف کو مضر نہیں تو جتنا اس نے زیادہ کیا اسے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جائے' اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنائے' اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو تو بنی ہوئی دیوار کی قیمت ادا کرے' اور اگر اکھیڑنا وقف کو مضر ہے تو دیکھیں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیڑا جاتا تو کس قیمت کا

رہ جاتا تو اتنی قیمت مال مسجد (یعنی مال وقف) سے اسے دے دیں۔ اگر فی الحال اس عملہ کی قیمت مسجد کے پاس نہیں تو یہ یا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کرایہ پر چلا کر اس کرایہ سے قیمت ادا کر دیں گے۔ اس کے لئے اگر برس درکار ہوں تو ... لینے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے۔ یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کی ٹھہرے یعنی متولی تھا تو ... وقت گواہ کر لئے تھے کہ اپنے لئے بناتا ہوں۔ یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد کے لئے بناتا ہوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۴۵۶) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

(۵) حضرت شاہ صاحب نے جو مکان خانقاہ پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف فرمایا ہے اسے کرایہ پر دینا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا حرام لینا حرام۔ کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف میں ہے: فروع فصل شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به. ولہٰذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا اقتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۴۵۵)۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۶) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں: مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ. الی قوله تعالیٰ: إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ (پ۱۱ع۴) هٰذا ما عندي والعلم بالحق عند اللّٰه تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلى اللّٰه عليه وسلم.

كتبه: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

فصل فی المسجد

مسجد کا بیان

مسئلہ: از مولانا بدر القادری امسٹرڈم۔ ہالینڈ ۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

(۱) وقع هنا ان المسلمين يقولون لابد من الوقف للمسجدية ولاترضى الدولة الوطنية ان تمنح ارضا بطريق الوقف اوتبيح الا ان يثبتوا دعواهم من الشريعة الاسلامية ان الوقف لابد للمسجد؟ فما قولكم يا علماء الاعلام فيما ياتي: افيدونا بالجواب من الكتب المعتمدة والله يأجركم اجرا جزيلا. والمامول ان لايقع التاخر في الاجابة فان الحاجة الى الفتوىٰ شديدة. مايقال له المسجد في الشرع الاسلامي وما تعريفه الذى يمتازبه عن غيره.

(۲) ان اخذ عقار عارية اواجارة واكتراء وجعل المسلمون يصلون فيه فيصير مسجد اشرعيا ام لابد للمسجدية من الوقف التام ؟:

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب. ان المسجد لابدله من الوقف كانه ان لم يكن وقفالم يصر خالصا لله تعالىٰ فيتعلق به حق عبد من العباد فلم يصر مسجدا. قال في الجزء الثاني من الفتاوىٰ الهندية المشهورة بالفتاوىٰ العالمكيرية من جعل مسجد اتحته سرداب او فوقه بيت وجعل باب المسجد الى الطريق وعزله عن ملكه فله ان يبيعه وان مات يورث عنه كذا في الهداية اھ۔ اى لايكون مسجدا لانه لم يخلص لله تعالىٰ لبقاء حق العبد متعلقا به كما قال في العناية قوله فله ان يبنيعه اى لايكون مسجد او هو ظاهر الرؤية لان المسجد مايكون خالصا له تعالىٰ قال تعالىٰ (في سورة الجن) وان المسجد لله تعالىٰ اصناف المسجد الىٰ ذاته مع ان جميع الاماكن له فاقتضى ذلك خلوص المسجد لله تعالىٰ ومع بقاء حق العباد في اسفله اوفي اعلاه لايتحقق الخلوص اھ۔ وقال في الجزء الخامس من فتح القدير ص ۴۴۴: المسجد خالص لله سبحانه ليس لاحد فيه حق قال الله تعالىٰ: وان المساجد لله مع العلم بان كل شيء له فكان فائدة هٰذا الاضافة اختصاصه به وهو بانقطاع حق كل من سواه عنده اھ۔ وفي الجزء الخامس من البحر الرائق ص ۲۵۰: وفي الجزء الثالث من ردالمحتار ص ۳۷۰: حاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجد لينقطع حق العبد

عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد للّٰه بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس هٰذا هو ظاهر الروایة اهـ۔ بل ان اتخذ وسط داره مسجدا واذن للناس بالدخول فیه لم یصر مسجدا فله ان یبیعه ویورث عنه لان المسجد مالا یکون لاحد فیه حق المنع واذا کان ملکه محیط بجوانبه کان له حق المنع فلم یصر مسجدا لانه ابقی الطریق لنفسه فلم یخلص للّٰه تعالیٰ هٰکذا فی الهدایة والعنایة وفتح القدیر۔ وهو اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

(۱) المسجد فی الشرع الاسلامی هو الارض المخصوصة لعبادة اهل الاسلام والموقوفة للّٰه تعالیٰ بان لایتعلق بها حق العبد۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ان اخذت الارض عاریة اواجارة واکتراء وجعل المسلمون یصلون فیها لم تصر مسجدا شرعیا لانه لابد للمسجدیة من الوقف التام وهٰذه الارض لم تخلص للّٰه تعالیٰ بان تعلق بها حق العبد هٰذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند اللّٰه تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلی المولیٰ علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از خاکسار لیاقت علی رضوی۔ خطیب حنفی مسجد محلہ کرپوڑی پوسٹ بیکل ضلع کنانور۔ کیرالا اسٹیٹ

ایک محلہ میں قدیم مسجد تھی اور اس کے چاروں طرف متصل مسجد کے قبرستان تھا۔ لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک عالی شان مسجد لمبی چوڑی بنائی جس کے اندر دو چار قبریں مسجد میں آ گئی ہیں۔ خدارا شریعت کے حکم سے بہت جلد آگاہ فرمائیں۔ کیا شریعت اس مسجد کو مسجد کہتی ہے؟ اور جو لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مسجد کو قائم رکھا جائے یا کہ شہید کر دیا جائے؟ اور جو خطیب اس مسجد میں جاننے کے باوجود اس میں امامت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ للّٰہ بہت جلد جواب دیجئے گا کرم ہوگا۔

الجواب: دو چار قبروں میں مسجد آ جانے کے سبب مسجد قدیم کی مسجدیت نہیں ختم ہو جائے گی بلکہ وہ اب بھی عند الشرع مسجد ہے۔ جہاں پر قبریں نہ ہوں اس حصہ پر نماز پڑھنا اور اس مسجد کی امامت کرنا جائز ہے۔ البتہ جن لوگوں نے قبروں کو مسجد میں شامل کر دیا وہ سخت گنہگار ہوئے اس لئے کہ قبروں کو مسجد بنانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: لایحل اتخاذ القبور مساجد ولا تباح الصلوٰة علیها۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۴۰) لہٰذا مسجد بنانے والوں پر لازم ہے کہ جتنے حصے میں قبریں ہیں ان کے چاروں طرف سترہ کی مقدار دیوار کھڑی کر دیں تا کہ ان پر اور ان کے جانب پڑھنے سے نماز خراب نہ ہو اور نہ قبروں کی بے حرمتی ہو اور یا تو قبروں کے چاروں طرف نیچے سے دیوار قائم کر دیں پھر اس پر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا اوپری حصہ مسجد کے فرش سے ملا دیا

اور چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملائیں بلکہ دونوں کے درمیان تھوڑی جگہ خالی چھوڑ دیں۔ اس طرح قبروں کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور ان کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں اھ۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۹۹) یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ قبرستان وقف نہ ہو اور زمین کے مالک کی اجازت سے قبرستان کا بعض حصہ داخل مسجد کر لیا گیا ہو اور اگر قبرستان وقف ہو تو اس کی جتنی زمین پر مسجد بنائی گئی ہو اس حصہ کا انہدام ضروری ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لایجوز تغییر الوقف اور فتح القدیر میں ہے: الواجب ابقاء الوقف علیٰ ماکان علیہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ رذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: مرسلہ عزیز احمد بیگ رضوی امام جامع مسجد مرناد ضلع کرکولہ (کرناٹک)

حضور مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ایک گاؤں میں لوگوں نے اپنی رقومات کو خرچ کر کے ایک مسجد بنائی جو ابھی خستہ حال نہیں ہے ابھی اچھی حالت میں کھپریل کی ہے کچھ لوگ عرب علاقہ میں یہاں کے رہتے ہیں ان لوگوں نے عرب سے روپیہ چندہ کر کے بھیجا' اور مسجد کو شہید کر کے آر۔سی۔سی بنانا چاہتے ہیں۔ اب اس مشکل میں جب کہ ابھی مسجد ٹھیک حالت میں ہے شہید کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور باہر ملک کے روپیہ سے مسجد بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد شہید کرنے کے بعد ایک عربی مدرسہ کے وسیع بلڈنگ میں پنج وقتہ نماز عیدین پڑھی جا سکتی ہیں یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول الاعلیٰ

الجواب: محترم جناب مرزا صاحب! وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ

(۱) گاؤں کی کھپریل مسجد کو شہید کر کے گاؤں والے اسے پہلے سے زیادہ مستحکم و مضبوط بنا سکتے ہیں اگر چہ وہ ابھی خستہ نہ ہوئی ہو جیسا کہ بہار شریعت حصہ دہم ص ۷۷ میں ہے کہ اہل محلہ یہ چاہتے ہیں کہ مسجد کو توڑ کر پہلے سے عمدہ و مستحکم بنائیں تو بنا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اپنے مال سے بنائیں مسجد کے روپے سے تعمیر نہ کریں' اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۲۷۰ میں فتاویٰ بزازیہ سے ہے: اراد اھل المحلۃ نقض المسجد وبنائہ احکم من الاول ان البانی من اھل المحلۃ لھم ذلک اھ۔ اور دوسرے ممالک کے روپیوں سے بھی مسجد بنا سکتے ہیں۔

(۲) زیر تعمیر مسجد میں جب کہ نماز باجماعت پڑھنے کی گنجائش نہ ہو تو کوئی بھی نماز ہو مدرسہ میں پڑھ سکتے ہیں۔ وھو

تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مولانا محمد عبد المبین نعمانی یکم ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

ایک مسجد ہے چھت دار جیسا کہ آج کل عام مسجدیں ہوتی ہیں۔ اسی مسجد سے متصل مسجد ہی کی تحویل میں چند دکانیں ہیں مگر دکانوں کے اوپر یعنی اس کی چھت پر جو کھلی ہوئی ہے اور پچھم کی طرف صرف ایک دیوار کھڑی ہے جس میں محرابیں بھی بنی ہیں۔ گرمیوں میں ہوا کے لئے مغرب، عشاء اور فجر اور کبھی جاڑوں میں دھوپ کے لئے ظہر اور عصر کی نماز با جماعت ہوتی ہے۔ پھر ان وقتوں میں نیچے اصل مسجد کے اندر کوئی جماعت نہیں ہوتی یعنی یہی جماعت اولیٰ ہے۔ جو اصل مسجد کی اذان واقامت سے ہوتی ہے اب کہ دکانیں توڑ دی گئی ہیں اور ان کی جدید تعمیر ہوگئی ہے تو ان دکانوں کی جدید چھت کا کیا حکم ہے؟ یعنی اس پر حسب دستور سابق نماز پڑھی جا سکتی ہے یا اس پر پیشاب خانہ، پاخانہ اور وضو خانہ وغیرہ بھی بنایا جا سکتا ہے اور بصورت ممانعت پیشاب خانہ وغیرہ اگر بن گیا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسجد کی پہلے جو شکل تھی اس کا نقشہ یہ ہے:
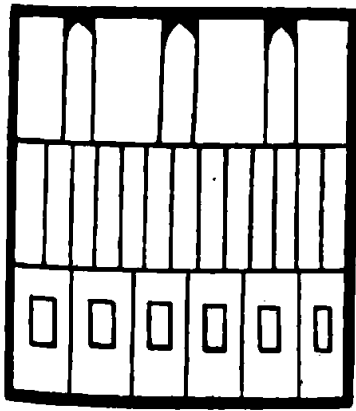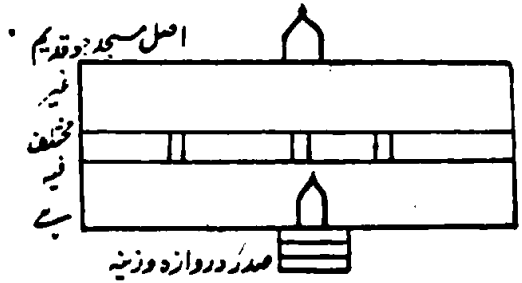
الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. صورت مسئولہ میں جب کہ دکانیں مسجد کی تحویل میں ہیں تو دو دکانوں کی چھت شرعاً مسجد ہوگئی جو ہمیشہ مسجد رہے گی جدید تعمیر کے سبب اس کی مسجدیت ختم نہ ہوگی لہٰذا اس پر استنجا خانہ اور وضو خانہ وغیرہ بنانا جائز نہیں اگر بنا دیا ہے تو اس کا توڑنا لازم ہے۔ بحر الرائق جلد پنجم ص ۲۵۱ میں ہے: شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد لله تعالىٰ بخلاف ما اذان كان السرداب اوالعلوموقوفالمصالح المسجد فانه يجوز اذ لاملك فيه لاحد بل هو من تتميم مصالح

المسجد فهو کسرداب مسجد بیت المقدس هٰذا هوظاهر المذهب اھ۔ اور اسی کے مثل ردالمحتار جلد سوم مطبوعہ ہند ص ۳۷۰ میں بھی ہے اور فتح القدیر جلد پنجم ص ۵۴۴ میں ہے: اذا کان السرداب اوالعلومو قوفا لصاحب المسجد فانه یجوز اذلا ملك فیه لاحد بل هومن تتمیم مصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس هٰذا هو ظاهر المذهب اھ۔ اور درمختار میں ہے: اذا جعل تحته سرداباً لمصالح المسجد جاز المسجد القدس اھ۔ اور ہدایہ جلد ثانی ص ۶۲۴ و فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی مصری ص ۳۵۵ میں ہے: لو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس اھ۔ اور بہار شریعت حصہ دہم مطبوعہ لاہور ص ۷۶ میں ہے: اگر نیچے کا مکان مسجد کے کام کے لئے ہو اپنے لئے نہ ہو تو مسجد ہو گئی اھ۔ وهو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ رذی الحجہ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از سیّد جاوید اشرف چشتی رضوی نظامی، پیر محمد رضوی، محمد الیاس اشرفی صاحبان سلی گوڑی دارجلنگ

رمضان میں وقت افطار پیاز تراش کر اس میں عرق لیموں نچوڑا جاتا ہے۔ دوران افطار ہی چاہت سے چند افراد مع امام صاحب کے کھاتے ہیں۔ اذان مغرب ہوئی جھٹ کلی کیا پٹ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تاویل لوگ یہ کرتے ہیں کہ ہے تو پیاز بدبودار لیکن عرق لیموں سے مہک نہیں رہتی۔ بتایا جائے کہ اس طرح پیاز کھا کر مسجد میں نماز کے لئے جانا کیسا ہے۔ جو اس پر ضد کرے کیا حکم شرعی نافذ ہوگا؟

الجواب: لیموں ڈالنے سے پیاز کی بو پورے طور پر زائل نہیں ہوتی جس کا تجربہ سونگھ کر کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب تک کہ اس کی بو کامل طور پر ختم نہ ہو جائے اسے کھا کر منہ کی بو دور ہونے سے پہلے مسجد میں جانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: من اکلها فلا یقربن مسجدنا۔ یعنی جو شخص کچی پیاز یا لہسن کھائے تو ان کی بو دور ہونے سے پہلے ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے۔ (ابوداؤد شریف)

جو شخص کچی پیاز کھا کر بو دور ہونے سے پہلے مسجد میں جائے وہ گنہگار ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کو روکیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ وهو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ رذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از سیّد ذوالفقار حیدر کوارٹر نمبر ۱۸۵ ایل فور کدمہ۔ پوسٹ کدمہ۔ جمشید پور

موم بتی مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں جب کہ موم بتی میں چربی پڑتی ہے اور چربی ذبیحہ اور غیر ذبیحہ دونوں قسم کے جانوروں سے حاصل کی جاتی ہے اور بلا امتیاز وغیر مسلم دوکانوں میں اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تصنیف کردہ کتاب احکام شریعت حصہ دوم ص ۸۸ و ۸۹ مطبوعہ الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں مرقوم ہے:
عرض: موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد: اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا جائز نہیں ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کس حد تک قابل اعتبار ہے۔ زید اس فتویٰ کو نہیں مانتا ہے وہ کہتا ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے کارخانہ کی بنی ہوئی کے امتیاز کی ضرورت نہیں جبکہ فقہ کی عبارت: الیقین لایزول بالشك (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا) سے صاف صراحت ہو جاتی ہے پھر کسی قسم کی قید لگانے کا کیا معنی...... کیا موم بتی کے لئے حقیقتاً کسی قس کے قید کی ضرورت نہیں؟

الجواب: اگر یہ شبہ ہو کہ یہ موم بتی چربی کی بنی ہوئی ہے یا کسی دوسری چیز کی تو اس موم بتی کو جلانا ناجائز نہ ہوگا اس لئے کہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارض والیقین لایزول بالشك۔ لیکن اگر یہ معلوم و متیقن ہو کہ یہ چربی کی بنی ہوئی موم بتی ہے لیکن یہ نہ معلوم ہو سکے کہ ذبیحہ کی چربی سے بنی ہوئی ہے یا غیر ذبیحہ کی چربی سے مثلاً ہندو کے یہاں سے بنی ہوئی موم بتی ہے یا اس کی دوکان سے خرید کر لائی گئی ہو تو اس کو مسجد وغیرہ میں کہیں نہ جلایا جائے اس لئے کہ چربی میں اصل حرمت ہے اور حلت اس کو ذبح سے عارض ہوتی ہے والیقین لایزول بالشك اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ زید نے الیقین لایزول بالشك کی تلاوت بے محل کی اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنہ کا فتویٰ حق و صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ رشوال المکرم ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از ریاض احمد۔ موضع گھراونڈیہہ پوسٹ اینٹئی رام پور ضلع گونڈہ۔
مسجد میں مولی کھا کر جانا اور لالٹین یا چراغ میں مٹی کا تیل ڈال کر مسجد میں جلانا کیسا ہے؟ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب: مولی، کچی پیاز و لہسن اور ہر وہ چیز جس کی بو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجد میں جانا جائز نہیں جب تک کہ بو باقی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کھانے سے منع کیا اور فرمایا: من اکلهما فلا یقربن مسجدنا۔ یعنی جو انہیں کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے اور فرمایا کہ اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بو دور کر لو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۰) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''ہر چہ بوئے ناخوش دارد از ماکولات وغیر ماکولات دریں حکم داخل ست یعنی ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اس حکم میں داخل ہے خواہ وہ کھانے والی چیزوں میں سے ہو یا نہ ہو۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۲۸) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''مسجد میں کچا لہسن اور پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ اس کی بو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بو ہو جیسے گندنا، مولی، کچا

گوشت اور مٹی کا تیل (بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۸۵) اور مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اس کی بو بالکل دور کر دی جائے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۵۹۸) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رحمت علی اندرا پور بڑا گاؤں ضلع گونڈہ

زید نے اپنی زمین میں اس طرح مسجد اور مدرسہ بنانے کی نیت کی تھی کہ نیچے مسجد ہوگی اور اس کے اوپر مدرسہ اب مسجد کی چھت لگ چکی ہے اس کے برآمدے کی چھت لگنا باقی ہے زید اپنی نیت کے مطابق مسجد کے اوپر مدرسہ بنانا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اب زید مسجد کے اوپر مدرسہ نہیں بنا سکتا کہ مسجد ہو جانے کے بعد اس کی چھت پر مسجد کے علاوہ کسی قسم کی دوسری عمارت بنانا جائز نہیں۔ بہار شریعت حصہ دہم ص ۸۷ پر ہے: ''مسجد کی چھت پر امام کے لئے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا اگر چہ کہتا ہو کہ مسجد کے ہونے سے پہلے میری نیت بنانے کی تھی بلکہ اگر دیوار مسجد پر حجرہ بنانا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں یہ حکم خود واقف اور بانی مسجد کا ہے لہٰذا جب اسے اجازت نہیں تو دوسرے بدرجۂ اولیٰ نہیں بنا سکتے اگر اس قسم کی کوئی ناجائز عمارت چھت یا دیوار پر بنا دی گئی ہو تو اسے گرا دینا واجب ہے۔'' اھ۔ اور درمختار میں ہے: لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتر خانیۃ فاذا کان ھٰذا فی الوقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ رذی القعدہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از عبد الحمید چمبور۔ بمبئی نمبر ۷۴

ایک مسجد کی تعمیر دو منزل کی ہوئی ہے نیچے کے حصہ میں کچھ قومی کام کے لئے بطور دفتر مقرر کر لیا گیا ہے اور اوپر کے حصہ میں نماز پنجگانہ و جمعہ ہوتا ہے ایک گروہ نے اعتراض کیا کہ نیچے کے حصہ میں نماز پنجگانہ و جمعہ ہونا چاہئے' اور اوپر کے حصہ میں کاروبار کرنا چاہئے اس کے جواب میں مرکزی دار العلوم اہل حدیث بنارس کے مفتی نے فتویٰ دیا کہ اوپر کے حصہ میں نماز پنجگانہ و جمعہ بلا کراہت جائز ہے۔ اعتراض کرنے والا گروہ مکروہ یا ناجائز ہونے کی دلیل قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کرے۔ براہ کرم قرآن شریف وحدیث شریف اور فقہ کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب: مسجد کے نیچے کا جو حصہ کہ نماز پڑھنے کی نیت سے بنایا گیا ہے وہ مسجد ہو گیا۔ اس حصہ میں قومی کام کا دفتر بنانا جائز نہیں کہ مسجدیں نماز وعبادت اور ذکر الٰہی کے لئے ہیں نہ کہ دفتر بنانے کے لئے۔ تفسیر خازن جلد ہفتم ص ۱۶۱ میں آیت کریمہ: ان المسٰجد للّٰہ کے تحت ہے: المواضع التی بنیت للصلوٰۃ والعبادۃ وذکر اللّٰہ اور نیچے کا جو حصہ نماز پڑھنے

کے لئے بنایا گیا اس کے مقابل اوپر کا حصہ آسمان کی بلندی تک سب مسجد کے حکم میں ہے: لہٰذا اوپری حصہ میں بھی کام کا دفتر بنانا جائز نہیں جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اوّل ص ۴۴۱ پر مسجد کے بالائی حصہ میں پیشاب وغیرہ کے ناجائز ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: لانہ مسجد الی عنان السماء اور پھر مسجد میں دفتر ہوگا تو اس میں ہر طرح کے لوگ آئیں گے، ٹھٹھا مزاق ہر قسم کی باتیں کریں گے' اور چائے وسگریٹ وغیرہ پئیں گے' کھائیں گے اور یہ ساری باتیں احترام مسجد کے خلاف اور ناجائز ہیں۔ البتہ وہ حصہ جو فنائے مسجد ہے یعنی نماز پڑھنے کے لئے نہیں بنایا گیا ہے اس میں اور اس کے مدمقابل اوپری حصہ میں دفتر بنانا جائز ہے...... نام نہاد اہل حدیث سے فتویٰ لینا جائز نہیں کہ وہ گمراہ و بدمذہب ہیں۔ ان کے فتویٰ پر عمل کرنا حرام ہے' اور اس نے جو یہ فتویٰ دیا کہ اوپر کے حصہ میں نماز پنجگانہ و جمعہ بلا کراہت جائز ہے' تو اوپری حصہ میں نماز کے جائز و ناجائز ہونے کا سوال نہیں ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ مسجد میں کام کا دفتر بنانا جائز نہیں ہے' اور اسے نرا جاہل ہی جائز کہہ سکتا ہے اور رہی مسجد کے اوپر نماز پڑھنے کی بات تو اس کی اجازت اس وقت ہے جب کہ نیچے جگہ نمازیوں سے تنگ ہو جائے۔ یہاں تک کہ گرمی کے سبب بھی نیچے جگہ ہوتے ہوئے اوپر جماعت قائم کرنے اور بلاضرورت چڑھنے کی اجازت نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص ۲۸۳ میں ہے: الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا شتدا الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاف المسجد فحینئذ لایکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد انتخاب اشرفی نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

ایک شخص جب مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتا ہے تو اکثر دوسرے نمازیوں سے جھگڑا کرتا ہے' تو متولی مسجد اس شخص کو مسجد میں آنے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: شخص مذکور اگر دوسرے نمازیوں سے جھگڑا کرتا ہے اور ان کو ایذا پہنچاتا ہے تو حکم شرع یہ ہے کہ ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے روک دیا جائے جیسا کہ درمختار میں ہے: یمنع من کل موذولو بلسانہ۔ وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد علیم الدین مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ اعظم گڑھ

مقدمہ میں وکالت کا پیشہ اختیار کرنا کیسا ہے؟ جب کہ بسا اوقات اس میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے' اور اس کی آمدنی کے روپے سے مسجد تعمیر کرانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب: کچہریوں کے مقدمات کے لئے پیشۂ وکالت جیسا کہ آج کل رائج ہے حرام ہے اور اس کی آمدنی ناجائز۔ اس لئے کہ وکالت جھوٹ بولنے اور جھوٹ سکھانے کا پیشہ ہے۔ جس کے لئے حدیث شریف میں بڑی وعیدیں آئی ہیں۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یھدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عنداللہ کذابا. وفی روایۃ المسلم قال ان الصدق بروان البر یھدی الی الجنۃ وان الکذب فجور وان الفجور یھدی الی النار۔ یعنی جھوٹ بولنے سے بچو اس لئے کہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی طلب و کوشش میں لگا رہتا ہے وہ خداتعالیٰ کے یہاں کذاب لکھا جاتا ہے اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی بہشت میں لے جاتی ہے، اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۲) اور ناجائز آمدنی کے روپیہ سے مسجد تعمیر کرانا جائز نہیں لیکن اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ شرعاً مسجد ہے اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام امام احمد رضا بریلوی رضی المولیٰ عنہ سود، شراب اور رشوت وغیرہ کے روپیہ کو مسجد و مدرسہ میں لگانے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے میں فلاں چیز دے، اس نے دی، اس نے قیمت میں زرحرام دیا تو جو چیزیں خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتیں اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ مسجد میں نماز اور مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے۔ (احکام شریعت حصہ اوّل مطبوعہ لاہور ص ۱۰۷) وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از سیّد محمد ایوب مدرس مدرسہ غوثیہ محلیہ تیلیان شری ڈونگر گڑھ ضلع چورو (راجستھان)

زید کے وہاں افیم کا کاروبار ہوتا ہے اور چند سال پہلے شراب کا کاروبار بھی ہوتا تھا اسی نفع کی رقم سے اب چکی آٹا پیسنے والی اور کپڑے کی دوکان اور کریانہ کی دوکان اور کھیتی باڑی بھی ہے۔ جواب طلب یہ ہے کہ زید کے ہاں اب کھانا پینا یا اس کا چندہ یا مدرسہ میں لگانا کیسا ہے حوالہ کے ساتھ کتب معتبرہ کی عبارت کے ساتھ جواب ارسال فرمایا جائے؟

الجواب: افیون کا استعمال دواء جائز ہے اور جس چیز کا استعمال دواء جائز ہو اس کی تجارت گناہ نہیں لہٰذا افیون کی تجارت شرع کے نزدیک گناہ نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۷۶ میں ردالمحتار سے ہے: البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما قلیل فان کان للھو حرم وان للتداوی فلا انتھی ملتقطًا۔ اور شراب کی تجارت جبکہ پہلے ہوتی تھی اور اب نہیں ہوتی بلکہ اس جائز کاروبار ہوتا ہے تو اس کے یہاں کھانا پینا اور اس کا چندہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے اگرچہ اس کے نفع سے ہوتا ہو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ لاہور

ص ۱۷۶ پر طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کی لائی ہوئی شیرینی کے بارے میں جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ۔ اگر شیرنی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی' اور اسی کتاب کے حصہ اوّل ص ۱۷۱ پر ناجائز روپیہ مسجد اور مدرسے وغیرہ میں لگانے کے سوال پر جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا کہ اس کے بدلے فلاں چیز دے اس نے دی۔ اس نے قیمت میں زر حرام دیا۔ تو جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوئیں اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۳۰۱ میں ہے کہ جس کی حرام آمدنی زیادہ ہو اور حلال کم اس کے یہاں کھانا پینا جائز نہیں ہے اور جس کی جائز آمدنی زیادہ ہو اور حرام کم اس کے یہاں کھانے پینے میں حرج نہیں۔ لان سوال الناس لاتخلو عن قلیل حرام فالمعتبر الغالب وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از پیر بخش خاں موضع ہتیرہ۔ ضلع بستی۔

ہمارے یہاں کی مسجد دو منزلہ ہوگئی ہے تو اب نیچے جگہ ہوتے ہوئے اوپر جماعت قائم کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کانپور وغیرہ شہروں میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں سب سے پہلے ایک بڑے عالم کی اجازت سے ایسا ہوا۔

الجواب: جب کہ نیچے کی جگہ بھر گئی ہو تو اوپر نماز پڑھنا جائز ہے' اور نیچے جگہ ہوتے ہوئے گرمی وغیرہ کی وجہ سے بھی اوپر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت جانا منع ہے اگر تنگی کے سبب کہ نیچے کا درجہ بھر گیا اوپر نماز پڑھیں جائز ہے اور بلا ضرورت مثلاً گرمی کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کما نص علیه فی الفتاویٰ العالمگیریه (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۴۸) اور تحریر فرماتے ہیں: کہ سقف پر بلا ضرورت نماز کی اجازت نہیں کہ سقف مسجد (مسجد کی چھت) پر بے ضرورت چڑھنا ممنوع و بے ادبی ہے اور گرمی کا عذر مسموع نہ ہوگا ہاں کثرت جماعت کے سبب طبقۂ زیریں (نچلے حصہ) کے دونوں درجے بھر جائیں اور لوگ باقی رہیں تو سقف پر اقامت کی نماز کی اجازت دی جائے گی فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھٰذا اذا شتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکرہ الصعود علی سطحه للضرورۃ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۴۰) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از انصار الرضا موضع پیری بزرگی پوسٹ بھدوکھر بازار ضلع بستی

ہمارے یہاں کی مسجد سے متصل ہی زید نے بیلوں کے کھانے کی گھاری بنالی ہے جس کے سبب جب مسجد کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں تو مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے جہ جائیکہ نماز پڑھنا۔ تو کیا زید کا یہ گھاری بنالینا اور اسے قائم رکھنا جائز ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: گھاری وغیرہ بدبودار جگہ مسجد کے قریب اس طرح بنانا کہ اس کی بدبو مسجد میں پہنچے جائز نہیں کہ اس سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲ رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از غلام نبی نئی سڑک کانپور

مسجد میں بچوں کو پڑھاتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب: اگر بچے ناسمجھ ہیں تو ان کو مسجد میں پڑھانا منع ہے کہ ان کو مسجد میں لے جانے کی اجازت ہی نہیں۔ لیکن اگر مدرس تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھاتا ہو تو بہرصورت ناجائز ہے خواہ بچے ناسمجھ ہوں یا بڑی عمر والے سمجھدار۔ اس لئے کہ تنخواہ لے کر پڑھانا دنیاوی کام ہے اور مسجدیں دنیاوی کاموں کے لئے نہیں ہیں۔ الاشباہ والنظائر ص ۳۷۰ میں ہے: تکرہ الصناعۃ فیہ من خیاطۃ وکتابۃ باجر وتعلیم صبیان باجر لا بغیرہ۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ مسجد میں ناسمجھ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے حدیث میں ہے: جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ خصوصاً اگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے نہ کہ طویل کار کے لئے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۵۴۶) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ کسان ٹولہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی۔

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا کیسا ہے؟

الجواب: مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ فتح القدیر میں ہے: الکلام المباح فیہ مکروہ یاکل الحسنات۔ اشباہ میں ہے: انہ یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔ امام ابوعبداللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما کل البھیمۃ

الحشیش۔ مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے: من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ عنہ عمل اربعین سنۃ جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے اقول ومثلہ لایقال بالرای۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سیکون فی اخر الزمان قوم یکون حدیثھم فی مساجدھم لیس اللہ فیھم حاجۃ. آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے: کلام الدنیا اذا کان مباحاصدقا فی المساجد بلاضرورۃ داعیۃ الیٰ ذلک کالمعتکف یتکلم فی حاجتہ اللازمۃ مکروہ کراھۃ تحریم ثم ذکر الحدیث وقال فی شرحہ لیس للہ تعالیٰ فیھم حاجۃ ای لایرید بھم خیرا وانما ھم اھل الخیبۃ والحرمان والاھانۃ والخسران۔ یعنی دنیا کی بات جب کہ فی نفسہ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلاضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے پھر حدیث مذکور ذکر کر کے فرمایا معنیٰ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کرے گا اور وہ نامراد ومحروم وزیاں کار اور اہانت وذلت کے سزاوار ہیں۔ اسی میں ہے: وروی ان مسجدا من المساجد ارتفع الی السماء شاکیا من اھلہ یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلہ الملئکۃ وقالوا بعثنا بھلا کھم۔ یعنی مروی ہے کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ سے دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں اسی میں ہے: وروی ان الملائکۃ یشکون الی اللہ تعالیٰ من نتن فم المغتابین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا۔ یعنی روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔ سبحان اللہ جب مباح وجائز بات بلاضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام وناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا۔ (فتاویٰ رضوی جلد ششم ص ۴۰۳) وھو تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رفیق القادری سیکرٹری تنظیم اہلسنت پچپڑوا۔ گونڈہ

مساجد کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مسجد کے محراب یا صدر دروازہ پر مسجد اہلسنت لکھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ تحقیق انیق سے شریعت اسلامیہ کا حکم بیان فرمائیں۔

الجواب: مساجد کی نسبت غیر اللہ کی طرف بلاشبہ جائز ہے جیسا کہ تفسیر جمل جلد چہارم ص ۴۲۱ میں آیت کریمہ: ان المسجد للہ کے تحت ہے۔ اضافۃ المسجد الی اللہ تعالیٰ اضافۃ تشریف وتکریم وقد تنسب الی غیرہ

نحو یفاً قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلاۃ فی مسجدی ھٰذا خیر من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔
اس لئے مکہ معظمہ میں مسجد عائشہ، مسجد جنّ، مسجد کبش وغیرہ اور مدینہ طیبہ میں مسجد علی، مسجد اُبی، مسجد بنی قریظہ اور مسجد ابراہیم وغیرہ بے شمار مساجد غیر اللہ کی نسبت کے ساتھ مشہور ہیں' اور مسجد کے صدر دروازہ یا محراب وغیرہ کی نمایاں مقام پر مسجد اہلسنّت لکھنا بھی جائز ہے اور اگر وہابیوں، دیوبندیوں یا کسی دوسرے گمراہ فرقوں کے قبضہ کرنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اس پر مسجد اہل سنت لکھنا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ رمحرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از حافظ سیّد جاوید حسین نوری معروف حافظ عبدالحفیظ قادری رضوی مکان ۱۴۹/۹۱ ہیرا من کا پوروہ کانپور

زید نے چار بیگھا زمین میں سے تین بسوہ زمین برائے مسجد دی اور اہل محلہ سے یہ کہہ دیا کہ جس جگہ چاہو تین بسوہ زمین پر مسجد بنالو مگر اہل محلہ میں آج تک جگہ کا انتخاب نہ ہو سکا کسی نے کہا اس جگہ کسی نے کہا اس جگہ اور نہ مسجد کے لئے کوئی سامان خریدا گیا نہ کسی سے ایک پیسہ چندہ کیا گیا اب یہ رائے ہوئی کہ بجائے یہاں نئی مسجد بنانے کے اس تین بسوہ زمین کا پیسہ جامع مسجد میں لگا دیا جائے جو کہ زیر تعمیر ہے اس جگہ کا پیسہ جامع مسجد میں لگایا جا سکتا ہے کہ نہیں جو حکم ہو شریعت کا تحریر کریں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

زید نے تین بسوہ زمین جب کہ اس لئے دی ہے کہ اس پر مسجد بنائی جائے تو اسے بیچ کر اس کا پیسہ کسی دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ: از مولوی محمد سلیم ناظم مدرسہ قادریہ رضویہ اشرفیہ موضع پھریندا پوسٹ مہراج گنج ضلع بستی۔

ہمارے یہاں کی مسجد زیر تعمیر ہے اس میں ایک غیر مسلم اپنی خوشی سے بطور چندہ کچھ رقم دینا چاہتا ہے تو اس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے جب کہ کسی شرعی مصلحت کے خلاف نہ ہو۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رمضان علی قاری رضوی علی آباد بارہ بنکی یو۔ پی

ایک مسجد کہنہ بہت زیادہ شکستہ ہونے کی وجہ سے تعمیر نو کے لئے شہید کرائی گئی ہے اس کا ملبہ جو مسجد کے لیے کار آمد نہیں ہے یا وہ اشیاء جو کار آمد بھی ہیں مگر مسجد مذکور کے لیے غیر ضروری ہیں جیسے ٹین قابل، چھاونی، دروازے سریہ دار، دروازے پلہ دار،

روڑے، لکڑی قابل سوختنی، مٹی یا لونا...... دریافت طلب بات یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں فروخت کی جا سکتی ہیں کہ نہیں؟ فروخت کرنے کی صورت میں خریدار ہونے کی شرط مسلمان تو نہیں ہے؟ اور وہ مٹی جو لونا یعنی کھارا ہو چکی ہے کھیتوں میں ڈالی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وہ مٹی (یعنی لونا) کیا کی جائے اور وہ روڑا جو مسجد کے لیے کارآمد نہیں ہے خریدار اس کو خرید کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے کہ نہیں؟ اگر لگا سکتا ہے تو کہاں لگائے؟ نیز مسجد کی لکڑی جلانے کے کام لائی جا سکتی ہے کہ نہیں؟ تمام باتوں کا جواب کتابوں کے حوالہ سے دے کر عنداللہ ماجور ہوں' اور عربی فارسی کی جو عبارتیں ہوں ان کا ترجمہ بھی ضرور تحریر فرمادیں۔

الجواب: مسجد کا وہ سامان جو مسجد کے لیے کارآمد نہیں ہے اور ان کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے تو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد میں لگانا جائز ہے' اور مسلمان کے ہاتھ اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ وہ بے ادبی کی جگہ نہ لگائے اور وہ مٹی جو کھارا ہو چکی ہے اسے ایسی جگہ ڈال دیں جہاں بے ادبی نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے دریافت کیا گیا کہ مسجد کی کوئی چیز ایسی ہو کہ خراب ہو جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دیں اور وہ چیز اگر دوسرا آدمی قیمت دے کر مسجد کی چیز اپنے مکان پر رکھے تو اس کو جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز ہے مگر بے ادبی کی جگہ نہ لگائے۔ درمختار میں ہے: **حشیش المسجد و کناسة لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم** ۔یعنی مسجد کی گھاس اور کوڑا اجاڑ کر ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو۔ (فتاویٰ افریقہ) اور مسجد کی وہ لکڑی جو رکھنے میں خراب ہو جائے گی اور جلانے کے علاوہ کسی دوسرے کام میں بھی نہیں آ سکتی تو اس کا بیچنا جائز ہے مگر خریدنے والا مسلمان نہ اسے اپلوں کے ساتھ رکھے اور نہ ان کے ساتھ جلائے۔ **ھٰذا ما عندی. واللہ تعالٰی اعلم بالصواب.**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد نور الدین موضع ڈھونڈھیا پوسٹ بکھرہ ضلع بستی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ اس مسئلے میں کہ گاؤں میں پارٹی بندی ہوئی تو چند آدمیوں نے دو مسلمانوں سے مسجد کے لیے زمین مانگی' اور اس پر مسجد کی بنیاد ڈال دی۔ گاؤں کے اکثر لوگوں کو اس کا علم نہ تھا' اور مسجد کی جگہ بھی مناسب نہیں۔ بنیاد پڑ جانے کے بعد جن لوگوں نے زمین دی تھی ان میں سے ایک لڑکے نے انکار کر دیا اور مسجد کی دیوار پر اپنے مکان کی دیوار اٹھا لی۔ اب مسلمانوں کے اندر نفسانیت قریب قریب ختم ہو گئی تو مناسب جگہ پر دوسری مسجد کی بنیاد ڈالی گئی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ تھوڑی زمین جو دوسرے مسلمان کی بچی ہے اب اس کو فروخت کر کے زیر تعمیر دوسری جگہ میں رقم لگا دینا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: اب مسلمانوں کے اندر نفسیات قریب قریب ختم ہو گئی اس کے بعد مسلمانوں نے دوسری مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اس سے واضح طور پر ثابت ہے کہ جب اس سے پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تھی اس وقت بھی مسجد کی ضرورت تھی۔ مسجد ضرار

کی صورت نہ تھی اور جب دو شخصوں نے مسجد کے لئے زمین دے دی اور اس پر بنیاد بھی ڈال دی گئی تو وہ مسجد ہو گئی اور ہمیشہ مسجد رہے گی خواہ گاؤں کے اکثر لوگوں کو بنیاد ڈالنے کا علم رہا ہو یا نہ رہا ہو اور چاہے مسجد مناسب جگہ پر ہو یا غیر مناسب۔ اسے بیچ کر دوسری مسجد میں قیمت صرف کرنا جائز نہیں، اور مسجد کی دیوار پر سے اپنے مکان کی دیوار اٹھانے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ مسجد کی دیوار سے اپنا قبضہ ہٹالے کہ اگر چہ گاؤں کے مسلمان کچھ نہ کر سکیں مگر اللہ واحد قہار کی پکڑ بہت سخت ہے اس لئے کہ جب اس نے مسجد کے لیے زمین دے دی اور مسلمانوں نے بنیاد ڈال کر اس پر قبضہ بھی کر لیا تو وہ زمین اس کی ملکیت سے نکل گئی۔ درمختار مع ردالمحتار جلد سوم ص ۳۶۹ میں ہے: یزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجدا۔ اور ردالمحتار کی اسی جلد کے ص ۳۷۱ میں ہے: لا یجوز نقله ونقل ماله الیٰ مسجد اخر اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم طبع مصر ص ۳۵۶ میں ہے: لو کان مسجد فی محلة ضاق علی اهله ولایسعهم ان یزید فیه فسألهم بعض الجیران ان یجعلوا ذلك المسجد له لیدخل هو فی داره ویعطیهم مکانه عوضا ماهو خیرله فیسع فیه اهل المحلة قال محمد رحمه الله تعالیٰ لایسعهم ذلك كذا فی الذخیرة۔ اگر شخص مذکور مسجد کو نہ چھوڑے تو مسلمان حتی المقدور اس کے ساتھ سختی کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ ۷ ع ۱۴) هٰذا ماعندی وهو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از علی جرار گجو رگرنٹ اترولہ گونڈہ

مدرسے کی چھت پر تعمیر مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: مدرسہ کی چھت پر مسجد بیت کی طرح مسجد تعمیر ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر مسجد عام بنانا چاہیں اور مدرسہ کی زمین وقف ہے تو اس کی چھت پر مسجد عام کی تعمیر نہیں ہو سکتی کہ مسجد عام کے لیے زمین کا اس کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، اور مدرسہ کی موقوفہ زمین مسجد کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ لانه تغییر الوقف وتغییر الوقف لا یجوز هٰكذا فی الهندیة۔ ہاں اگر مدرسہ کسی کی ملکیت میں ہو اور وہ مدرسہ کو مسجد میں دے دے تو اس صورت میں اس کی چھت پر مسجد عام بنانا بھی جائز ہے۔ وهو سبحانه اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵؍محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از غلام رب موضع ڈھلہو پور پوسٹ سلیم پور ضلع بستی

مسجد سے نریا اور کھپڑ اوغیرہ نکلی ہوئی چیزوں کو مدرسہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کا نریا اور کھپڑ اوغیرہ جو سامان کہ اب مسجد میں کام آنے کے لائق نہ ہو اور خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے مسجد سے خرید کر مدرسہ میں لگا سکتے ہیں مگر استنجاء خانہ وغیرہ کسی بے ادبی کی جگہ پر نہیں لگا سکتے اور نہ مسجد سے خریدے بغیر لگا سکتے ہیں۔ هٰکذا فی الکتب الفقهیة. وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب.

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد یعقوب رضوی متھرا بازار۔ ضلع گونڈہ

ایک آدمی ہے جس کے پاس کاشتکاری بھی ہے تجارت بھی کرتا ہے مگر تالاب اور دریا میں مچھلی کا ٹھیکہ بھی لیتا ہے اور رہن پر کھیت بھی لیتا ہے جس کا غلہ خود لے لیتا ہے۔ ایسے آدمی کا پیسہ مسجد وغیرہ میں لگانا کیسا ہے؟ از روئے شرع بیان فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مچھلیوں کے شکار کے لیے تالاب یا دریا کا ٹھیکہ لینا اور دینا ناجائز در مختار باب البیع الفاسد میں ہے: لم تجز اجارة برکة لیصاد منها السمك اھ۔ اور مسلمانوں کا کھیت رہن پر لے کر اس کی پیداوار سے نفع حاصل کرنا اور قرض میں مجرانہ کرنا سود ہے جو حرام ہے حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر نفعا فهو ربا۔ شخص مذکور کے پاس چونکہ کاشتکاری بھی ہے اور تجارت بھی کرتا ہے تو تاوقتیکہ یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ وہ ناجائز پیسہ مسجد میں دیتا ہے لینا جائز ہے مگر ضروری نہیں۔ اگر نہ لینے کے سبب امید ہو کہ وہ ناجائز کاروبار سے باز آجائے گا تو لینا بہتر ہے۔ وهو سبحانه تعالیٰ اعلم

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محی الدین ھریا خرد پورندر پور ضلع گورکھپور

ایک کافر مسجد میں مصلےٰ دے یا تعمیر مسجد میں چندہ دے تو اس مصلیٰ پر نماز پڑھنا یا اس کا پیسہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ اس مسئلہ میں بڑی قیل وقال ہے لہٰذا حضور والا جلد ہی جواب عنایت فرماویں۔

الجواب: کافر کی تین قسمیں ہیں۔ ذمی، مستامن، حربی۔ اور ذمی ومستامن کے لیے بادشاہ اسلام کا ذمہ اور امن دینا ضروری ہے لہٰذا یہاں کے کفار یقیناً نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان هم الا حربی ما یعقلها الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰) اور کافر حربی کا مال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں۔ بشرطیکہ وہ عقد مسلم کے لیے مفید ہو مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ لینا جائز ہے بشرطیکہ مکر وفریب اور عذر و بدعہدی نہ ہو تو اپنی خوشی سے اس کے دیئے ہوئے مصلے پر

نماز پڑھنا اور اس کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے مگر نہ لینا بہتر ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ / محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از شمس اللہ خاں مقام و پوسٹ ملدہ ضلع گونڈہ

جو کاشت کار افیم کاشت کرتے ہیں' یا گانجے وغیرہ یا دھان وغیرہ کی بھی۔ ان سے چندہ لے کر مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے گاؤں کی مسجد پرانی ہوگئی ہے اس کو دوبارہ بنوانا ہے۔

الجواب: افیون اور گانجہ کی کاشت کرنے والے اگر چندہ مال حلال سے دیں تو حکم جواز ظاہر ہے' اور افیون وغیرہ کو فروخت کر کے اس میں سے دیں تو بھی حکم جواز کا ہے کہ ان کی بیع صحیح ہے البتہ نشہ بازوں کے ہاتھ بیچنا مکروہ و ناجائز ہے: لان المعصیة تقوم بعینہ وکل ماکان کذالك کرہ بیعه کذا فی التنویر۔ اور تنویر الابصار و درمختار میں ہے: صح بیع غیر الخمر مما مر ومفادة صحة بیع الحشیشة والا فیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشه هل یجوز فکتب لایجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل۔ ردالمحتار میں ہے: (قوله صح بیع غیر الخمر) ای عندہ خلافالهما فی البیع والضمان لکن الفتوی علی قوله فی البیع اسی میں ہے: ثم ان البیع ان صح لکنه یکرہ کما فی الغایۃ اھ۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از قمر الدین موضع ڈھونڈھیا پوسٹ بکھرہ ضلع بستی (یو۔ پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں لگ بھگ ڈیڑھ سو گھر مسلمانوں کا ہے اور سب ایک ہی مسلک کے ہیں' اور آپس میں اتفاق بھی رہتا ہے اور گاؤں میں دو مسجدیں ہیں۔ مسلمان ایک جگہ پیسہ جمع کر کے دونوں مسجدوں میں لگاتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پیسہ الگ الگ وصول کیا جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں پیسہ اکٹھا وصول کیا جائے اور دونوں مسجدوں میں ضرورت کے مطابق خرچ کیا جائے۔ تاکہ اتحاد آپس میں قائم رہے آپ برائے مہربانی اسلم طریقہ سے آگاہ کیجئے؟

الجواب: چندہ دینے والوں کو بتا دیا جائے کہ دونوں مسجدوں کے لئے اکٹھا چندہ کیا جاتا ہے۔ حسب ضرورت دونوں میں خرچ کیا جائے گا۔ پھر دونوں مسجدوں میں'' ۔ ضرورت کے مطابق خرچ کریں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از تاج محمد متعلم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

ایک گاؤں میں ایک شخص نے عیدگاہ کے لیے اپنی زمین دی تھی مگر مسلم آبادی بڑھ جانے کے سبب وہ زمین اب کافی نہیں ہوتی کم پڑ جاتی ہے جس سے عیدین کی نماز پڑھنے میں لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے' تو اگر وہ عیدگاہ چھوڑ کر مسلمان دوسری لمبی چوڑی عیدگاہ بنائیں تو پرانی عیدگاہ کس کام میں آسکتی ہے؟

الجواب: اس قسم کے سوال کے جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے تو وہ زمین وعمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان بنوائیں' اور اب وہاں عیدگاہ بنائیں گے اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔ درمختار میں ہے: فی القنیة صلاة العید فی القریٰ تکرہ تحریما ای اشتغال بما لا یصح. اسی میں کتاب الوقف میں ہے: شرطہ ان یکون قربة فی ذاته. (فتاوٰی رضویہ جلد ششم ص۴۱۶) وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از احمد عرف بلو پہلوان متولی جامع مسجد اترولہ۔ ضلع گونڈہ

جنوب....................	۱	....
مغرب....................	۲	..................مشرق
....	۳	....

مسجد کا صحن لکیر نمبر ۱ تک تھا۔ پھر اس کے بعد لکیر نمبر ۳ تک وسیع کر دیا گیا اس طرح کہ صحن کے نیچے مسجد کی دوکانیں تھیں لیکن دوکانوں کی چھت اور صحن کی سطح برابر تھی۔ پھر دوسری تعمیر اس طرح کہ لکیر نمبر ۱ و نمبر ۳ کے درمیان ایک حد قائم کر کے لکیر نمبر ۲ پر ایک دیوار قائم کی گئی اس طرح مسجد کا کچھ صحن دوکانوں میں آگیا' اور صحن کی سطح سے دوکان کی سطح تقریباً پانچ فٹ بلند ہوگئی۔ اور چھت کا استعمال اب بھی نماز کے لئے رہے گا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے صحن کو لکیر نمبر ۲ سے نمبر ۳ تک اس طرح بلند کر دینا کہ داخل مسجد نہ معلوم ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں لکیر نمبر ۱ سے نمبر ۳ تک اگر مسجد کے صحن کی وسعت ہی مقصود تھی مگر ساتھ ہی نشیبی حصہ میں دوکانوں کی تعمیر بھی کر دی گئی تھی تو پھر جدید تعمیر جائز نہیں' اور اگر مسجد کا صحن سمجھ کر تعمیر نہ ہوئی تھی اور اس صحن کو مسجد ہونا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ دوکانوں کی چھت پر وضو کرنا حائضہ عورت اور جنب کا اس پر جانا وہاں دنیا کی باتیں کرنا اور مسجد کے احترام کے خلاف

دوسری باتیں کرنا وہاں شرعاً جائز سمجھا جاتا تھا تو یہ جدید تعمیر جائز ہے اور اگر اس وقت کوئی تعیین نہیں کی گئی تھی یا مسجد کے صحن کو وسعت اور دو دکانوں کی تعمیر دونوں مقصود تھی یا پہلی تعمیر کی نیت معلوم نہیں مگر بعد تکمیل چھت کو داخل مسجد قرار دے دیا گیا اس طرح کہ ان دو دکانوں کی چھت پر نماز پڑھنے والوں کو مسجد میں نماز پڑھنے والا سمجھا جاتا تھا۔ جنب اور حائضہ عورت کا اس پر چلا جانا جائز نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اس پر بغیر اعتکاف کے کھانا حقہ اور بیڑی کا پینا معیوب سمجھا جاتا تھا اور اس حصہ پر بھی دنیا کی باتیں کرنا شرعاً جائز سمجھا جاتا تھا تو لکیر نمبر۲ سے نمبر۳ تک کے صحن کو اس طرح بلند کر دینا کہ داخل مسجد نہ معلوم ہو شرعاً جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ

نوٹ: صحن مسجد کے بعض حصہ کو اس طرح بلند کر دینا کہ وہ داخل مسجد نہ معلوم ہو اس لیے ناجائز قرار دیا گیا کہ جب وہ حصہ داخل مسجد نہیں معلوم ہوگا تو اس کا احترام مسجد جیسا نہیں ہوگا۔ مگر ایک بڑے ادارہ کے مشہور مفتی نے اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا تو راقم الحروف کے فتویٰ کو غلط قرار دے کر لکیر نمبر۲ سے نمبر۳ تک کو قدم آدم سے زیادہ بلند کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحن کا وہ حصہ جو داخل مسجد تھا بلند ہو جانے کے بعد مستفتی کی تولیت ہی کے زمانہ میں اس حصہ کو کوئی دخل مسجد نہیں سمجھا تھا اور نہ آج سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے مدرسہ خیال کیا جاتا ہے تو مسجد جیسا احترام اس کا نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے فقہائے کرام نے فرمایا: لایجوز تغیر الوقف عن ھیأتہ...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان کے مندرجہ ذیل فتاویٰ سے راقم الحروف کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اولاً ایک مسجد کے ایک پہلو میں فرش صحن کے نیچے دکانات کے آثار تھے مگر ان کی چھت کی بلندی صحن مسجد کی عام سطح سے کہیں ممتاز نہیں تھی۔ یعنی دو کانات کی چھت اور مسجد کا بقیہ صحن سب ایک سطح مستوی تھی اور یہ کل رقبہ ایک فصیل سے محاط تھا۔ اس فصیل کے اندر اندر کل اراضی مسجد اور مصلیٰ تھی اب وہ دکانات دوبارہ تعمیر ہوئیں۔ فصیل گرادی گئی صحن مسجد کا وہ جز جو دکانات کی چھت پر بنا ہوا تھا دکانات میں ڈال دیا گیا اور وہ اتنی اونچی پائی گئیں کہ بقیہ صحن سے ایک قدم آدم سے زیادہ بلند ہیں۔ اس چھت کے پرنالے دو کانات کے پچھیت پر یعنی صحن مسجد میں اتارے گئے اور صحن مسجد کے کنارے پر پچھیت کی جڑ میں ایک عرض محدود کر دیا گیا جس پر وہ پرنالے گرتے ہیں اور اس پرنالے میں بھی لوگ وضو کرنے لگے۔ اس چھت سے ملحق ایک بالاخانہ اور چھت کل کو ایک مکان کی حیثیت سے کرایہ پر اٹھا دیا گیا تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ اب یہ چھت مسجد کے حکم میں ہے یا خارج از مسجد؟ اور اس پر ایسے تصرفات جائز ہیں یا نہیں جو مسجد پر ناجائز ہوتے ہیں مثلاً بود و باش رکھنا، نجاست ڈالنا وغیرہ اور مذکوہ بالا پرنالے اور نالی قابل قائم رکھنے کے ہیں یا نہیں؟ ثانیاً: ایک مسجد کے صحن کا ایک جز مصلے کاٹ کر موڑ پر سے محدود کر دیا گیا بدین غرض کہ نمازی اس جگہ جوتا

اتارا کریں۔ یہ تصرف اوراس جگہ جوتے اتارنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب: وہ چھت مسجد ہے اسے مسجد سے توڑ کر دکان میں ڈال دینا ایک حرام' اوراسے بالا خانہ حجرہ کا صحن وگزرگاہ کر دینا دوسرا حرام' اوراسے کرایہ پر اٹھادینا تیسرا حرام' اوراس کی آبچک کے لیے مسجد کا ایک حصہ توڑ لینا محدود کردینا اوراس میں ضم ہونا چوتھا حرام۔ غرض یہ افعال حرام درحرام' حرام درحرام ہیں فرض ہے کہ ان تمام تصرفات باطلہ کو رد کرکے مسجد مثل سابق کر دیں۔ درمختار میں ہے: لوبنی فوقه بیت للامام لایضرلانه من مصالح اماالوتمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولوقال اردت ذلك لم یصدق تاتارخانیة فاذاکان هٰذا فی الوقف فکیف یغیره فیجب هدمه ولو علٰی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الا جرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنٰی بزازیه اسی طرح دوسرے سوال میں جوتصرف کیا گیا اور مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کردیا گیا۔ اوراسے جوتا اتارنے کی جگہ بنانا یہ بھی تصرف باطل ومردود وحرام ہے۔ اوقاف میں تبدیل وتغیر کی اجازت نہیں۔ لایجوز تغیر الوقف عن هیأته۔ مسجد کہ بجمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے قال الله تعالٰی: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ یہاں بھی وہی حکم ہے کہ فوراً فوراً اس ظلم کی منذریکودور کرکے زمین مسجد شامل مسجد کریں۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ششم ص ۴۳۶) وهو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از صمدہ ڈاکخانہ گوشائیں گنج ضلع فیض آباد مرسلہ عبدالغفور خزانچی ومحاسب

ایک پرانی خام مسجد تھی اس کو شہید کرکے اس کے ۲/۳ حصہ پر پختہ مسجد تعمیر ہوگئی ہے اور ۱/۳ حصہ خالی پڑا ہے۔ کیا اس کو دوسرے کاموں میں لاسکتے ہیں مثلاً اس پر حسب ذیل عمارت بناسکتے ہیں؟ (۱) غسل خانہ (۲) امام کے رہنے کے لیے کمرا (۳) چٹائی بدھنا ودیگر سامان رکھنے کے لئے کمرہ (۴) اور اردو قرآن شریف پڑھانے کے لیے مدرسہ۔

الجواب: پہلی مسجد جتنے پر تھی اس کے کسی جز پر غسل خانہ، حجرہ اور مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہیں ہاں جو حصہ خالی پڑا ہے اگر وہ پہلے مسجد نہ تھا بلکہ فنائے مسجد تھا تو اب اس حصہ پر حجرہ اور مدرسہ وغیرہ بناسکتے ہیں۔ والله تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از نرکٹہا بانسی بستی مرسلہ خلیل الرحمٰن

(۱) کیا مسجد کی عمارت سے بلند کوئی مسلمان مسجد سے ملحق اپنا مکان بناسکتا ہے تو کتنے فاصلے پر؟ (۲) کیا مسجد کے بغل میں مسجد سے ملا کر کوئی شخص اپنا ذاتی پائخانہ وپیشاب خانہ بناسکتا ہے اور اگر بناسکتا ہے تو کتنے فاصلے پر؟ (۳) کیا مسجد کی طرف

یا قبلہ کی طرف منہ کر کے پاخانہ یا پیشاب کر سکتا ہے؟ (۴) کیا مسجد میں برہنہ ہو کر صرف لنگوٹ پہن کر کوئی ورزش یا کوئی دوسرا فعل گالی گلوچ وغیرہ کر سکتا ہے؟ (۵) اگر جبراً کوئی مسلمان مسجد سے ہٹا کر پاخانہ یا پیشاب خانہ بنا دے جس سے مسجد کی توہین ہو اور اس کے بدبو سے نماز میں خلل واقع ہو تو ایسے مسلمان کے لیے علماء کرام کا کیا خیال ہے اور احادیث نبوی کا کیا منشاء ہے؟

الجواب: (۱) مسجد کی عمارت سے بلند مسجد سے ملحق مسلمان اپنا مکان بنا سکتا ہے شرعاً اس کی قباحت نہیں۔ (۲) اور (۲): مسجد سے اتنا متصل بیت الخلاء و پیشاب خانہ بنانا کہ اس کی بو مسجد میں آئے جائز نہیں خواہ کسی کا ذاتی ہو یا مسجد کے نمازیوں کے لیے کہ احادیث کریمہ میں کچی پیاز لہسن کھا کر بھی مسجد میں آنے کو منع کیا گیا ہے کہ اس کی بو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے (۳) قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب و پاخانہ کرنا جائز نہیں کہ احادیث کریمہ میں سختی کے ساتھ اس کی ممانعت آئی ہے مگر پیشاب و پاخانہ کرتے وقت مسجد کی طرف پیٹھ یا منہ ہونا شرعاً ممنوع نہیں ہاں مسجد سے اس قدر متصل پاخانہ یا پیشاب کرنا کہ اس کی چھینٹیں مسجد کی دیوار پر آئیں یا اس کی بو مسجد میں پہنچے شرعاً منع ہے (۴) مسجد میں گالی گلوچ بکنا اور لنگوٹ یا کوئی دوسرا کپڑا پہن کر بے ستری کے ساتھ اس طرح ورزش کرنا شرعاً ناجائز اور سخت حرام ہے۔ (۵) اگر جبراً کوئی مسلمان مسجد سے اس قدر متصل پاخانہ و پیشاب خانہ بنائے کہ اس کی بو مسجد میں پہنچتی ہو تو پہلے اسے منع کیا جائے اور سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو مسلمان سختی کریں اور اس کا بائیکاٹ کریں۔ واللہ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از نور محمد نانا صاحب باڑہ دھول پور ضلع بھرت پور راجستھان

ایک شخص کو توبہ و تجدید نکاح کرنا لازم ہے اور اس کے بھائی کا لڑکا اس کے پاس رہتا ہے جو مسجد میں چندہ دینا چاہتا ہے تو اس کا چندہ مسجد میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: شخص مذکور کے بھائی کا لڑکا اگر مسجد میں چندہ دینا چاہتا ہے تو اسے لے لیا جائے جائز ہے کہ مسجد میں چندہ دینا نیکی ہے اور نیکی سے روکنا جائز نہیں بلکہ بحکم قرآن نیکی کرنے پر لوگوں کی مدد کی جائے جیسا کہ سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع میں ہے: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اھ۔ ہاں اگر وہ اپنے چچا کے توبہ و تجدید نکاح نہ کرنے پر راضی ہے تو اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبد القیوم خاں بنگان شاہی جمشید پور۔

اگر مسجد کی جدید تعمیر ہو اور اس کا تعمیری سامان بچ رہے تو ان کو مسجد (بمعنی موضع صلوٰۃ) کے علاوہ مسجد ہی کے مصالح کی

دیگر جگہوں میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً کرایہ کی دوکان یا مکان یا وضو خانہ وغیرہ کی تعمیر میں۔

الجواب: تعمیری سامان یا اس کے لیے روپیہ اگر کسی نے صرف تعمیر مسجد کے لیے دیا ہے تو وہ سامان کسی بھی طرح تعمیر مسجد ہی میں صرف کیا جائے گا۔ مسجد کے مصالح میں اسے صرف نہیں کر سکتے' اور اگر مسجد کے عام مصالح کے لیے دیا ہے تو اس سے مکان دوکان یا وضو خانہ وغیرہ جو چاہیں تعمیر کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں جلد سوم مع ہندیہ ص ۳۳۰ میں ہے: قوم بنوا مسجدًا وفضل من خشبهم شيء قالوا يصرف الفاضل الى بنائه ولا يصرف الى الدهن والحصير وهذا اذا سلم اصحاب الخشب الخشب الى المتولي ليبني به المسجد اه۔ وهو تعالىٰ اعلم ورسوله الاعلىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از اعزازی سیکرٹری محمد ابراہیم باندرہ بمبئی

ایک مسجد راستے سے قریب اور اسٹیشن سے بھی قریب ہے مسجد کی بنیاد ایسی ہے ایک وقت تھا کئی برس پہلے کہ یہ چھوٹی سی جگہ تھی اور چند مصلی نماز پڑھتے تھے مسجد کے متولی جگہ کو رفتہ رفتہ وسیع کرتے گئے اس کے بعد میونسپلٹی کا مقدمہ ہوا جہاں متولیان نے مقدمہ جیت لیا اور مسجد کی جگہ رجسٹرڈ ہو گئی جس کا نمبر ۷۸۷ ہے اور میونسپلٹی نمبر ۳ ہے مسجد کا کاروبار ایک جماعت چلاتی ہے اور چند سال سے مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ وصول کیا جا رہا ہے اور چندے کی رقم کافی جمع ہو چکی ہے اب متولیان نے مسجد بنانے کا نیا پلان میونسپلٹی آفس میں داخل کیا ہے مگر جگہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ پلان منظور نہیں ہو رہا ہے جس کا رقبہ ۲۸۱ مربع فٹ ہے اسی وجہ سے جمعہ وعیدین وتراویح کی نماز باہر سڑک پر پڑھی جاتی ہے مسجد کی جگہ کسی کی نہیں ہے اور وقف بھی نہیں ہے اس میں دوسرے خیر خواہ لوگوں نے کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسجد اگر شہید کر کے بنائی جائے یا مرمت کرنی ہے تو دس فٹ جگہ چھوڑنی پڑتی ہے اس کے سوا دوسری ایک رائے اور پیش کی گئی کہ مسجد یہاں سے ہٹائی جائے اور جگہ راستے کے لیے میونسپلٹی کو دی جائے تو میونسپلٹی مسجد کے جنوبی حصہ میں جہاں دیوار ہے وہ دیوار کے اندر حصہ میں میونسپلٹی مسجد کی جگہ سے دوگنی جگہ دے رہی ہے ایسی صورت میں ہمیں کون سی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ مذکورہ صورت میں شرع کیا اجازت دیتی ہے؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. مسجد کے کل یا بعض حصے کو کسی قیمت پر چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں۔ بہار شریعت ص ۱۴۳۱ میں ہے: مسجد تنگ ہو گئی ایک شخص کہتا ہے مسجد مجھے دے دو میں اسے اپنے مکان میں شامل کر لوں اور اس کے عوض وسیع اور بہترین زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں انتهى بالفاظه. اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم مصری ص ۳۵۶ میں ہے: لو كان مسجد في محلة ضاق على اهله ولايسعهم ان يزيد وافيه فسألهم بعض الجيران ان يجعلوا ذلك المسجد له ليدخل هو في داره ويعطيهم مكانه عوضا ماهو خير له فيسع فيه اهل المحلة قال محمد رحمة الله تعالىٰ لايسعهم ذلك كذا في الذخيرة. هٰذا ماعندي والعلم بالحق عند

اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از غلام نبی دلال سبزی فروش بھگولیا مہداول ۔ ضلع بستی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ھٰذا میں کہ امام مسجد کو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: امام کی تنخواہ اگر اتنی ہے کہ جو واجبی طور پر ہونی چاہئے تو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے اور اگر متولی نے اتنی زیادہ تنخواہ مقرر کر دی کہ دوسرے لوگ اتنی نہیں دیتے تو مسجد کی رقم سے اس تنخواہ کا دینا جائز نہیں۔ متولی اپنی طرف سے دے اگر مسجد کی رقم سے دے گا تو تاوان دینا پڑے گا بلکہ اگر امام کو معلوم ہے کہ مسجد کی رقم سے یہ تنخواہ دیتا ہے تو اسے لینا بھی جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے: للمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد بکنسه ونحو ذلك باجرة مثله او زیاد یتغابن فیها فان کان اکثر فلا جارة له وعلیه الدفع من مال نفسه ویضمن لو دفع من مال الوقف وان علم الاجیران ما اخذه من مال الوقف لایحل له اھ۔ وھو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم جل جلاله و صلی المولیٰ علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از محمد ریاست علی خاں پوسٹ ومقام چھاؤنی ضلع بستی

مسجد کے باہر زمین پی ڈبلیوڈی کی ہے مسجد کی دیوار سے ملا کر ایک ٹین کا برآمدہ بنایا گیا کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس برآمدہ میں اسلامیہ مدرسہ قائم کیا جائے گا۔ ٹین، لکڑی، اینٹ، مزدوری غرضیکہ برآمدے کا پورا سامان مسجد ہی کا لگا' اور صرف مدرسہ ہی قائم کرنے کے ارادے سے برآمدہ بنایا گیا اور مسجد کا سامان برآمدہ میں لگایا گیا ہمارے یہاں منگل کو بازار لگتا ہے۔ برآمدے میں چکوہ شروع ہی سے گوشت بیچتے ہیں اور کرایہ دیتے ہیں۔ کرایہ مدرسہ قائم ہونے سے پیشتر مسجد کی ضرورت میں خرچ ہوتا رہا اب مدرسہ قائم ہو گیا اور جب مدرسہ قائم ہوا' کرایہ جو چکوؤں سے ملتا ہے وہ مدرسہ کی ضرورت پر خرچ کیا جاتا ہے ایسی صورت میں جب کہ مسجد کی رقم اور سامان برآمدے میں لگا ہے برآمدے کی آمدنی جو چکوؤں سے ملتی ہے مدرسہ میں خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ برآمدے کی زمین تو بہر حال مدرسے کے لئے پہلے ہی سے متعین ہے۔ صرف مسجد کے سامان کے لیے سوال ہے جو برآمدہ میں لگا ہوا ہے؟

الجواب: اگر مدرسہ کی نیت سے وہ برآمدہ بنایا گیا تو وہ مدرسہ ہے اس کی آمدنی مدرسہ پر صرف ہوگی اور مسجد کی ٹین لکڑی اور اینٹ وغیرہ اگر مسجد کی ضرورت سے زائد تھیں اور ان کے خراب یا ضائع ہونے کا اندیشہ تھا تو لوگوں کے مشورہ سے اگر

انہیں مدرسہ کی تعمیر میں لگا دیا تو کوئی حرج نہیں لیکن اہل مدرسہ ان سامانوں کی قیمت مسجد کو ادا کریں اور مدرسہ کی تعمیر میں لگا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں اگر ایسا کیا گیا تو اتنا روپیہ مسجد کو واپس کیا جائے اور خرچ کرنے والے توبہ کریں۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ صلی المولٰی علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از مصلیان مسجد و مسلمان اہل سنت و جماعت بازار منکاپور ضلع گونڈہ

ایک مکتب اسلامیہ اور مسجد جو تمام سنی مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر ہوا۔ شروع میں مکتب مذکور کے منیجر ایک سنی مسلمان تھے ان کے انتقال کے بعد اس مکتب کا منیجر ان کا لڑکا ہوا کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ منیجر مرحوم کا لڑکا جو موجودہ منیجر ہے دیوبندی ہو گیا ہے اس نے اپنے یہاں مولوی ابوالوفا شاہجہان پوری کو جو دیوبندی ہے بلا کر جلسہ کرایا جس سے سنی مسلمانوں کو اور کامل یقین ہو گیا کہ یہ دیوبندی ہے۔ اب تمام سنی مسلمان جو اس مکتب سے متعلق ہیں باہم متحد ہو کر منیجر موجودہ جو دیوبندی ہے اس کو مکتب کی منیجری سے اتار کر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو منیجر بنانا چاہتے ہیں۔ اب منیجر کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اس معاملہ کو اٹھا کر تھانہ پر کر دیا تھانے دار نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ معاملہ ووٹ پر طے ہوگا اب ایسی صورت میں متولی مسجد جو اس وقت ہے وہ سنی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اب وہ سنیوں کی متحد کمیٹی سے بیزار ہو کر کچھ سنی مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر موجودہ دیوبندی منیجر کا کھلم کھلا ساتھ دے رہا ہے اور سنی مسلمانوں سے کھلم کھلا بغاوت کا علم بلند کر رہا ہے اور کچھ سنی مسلمان جو منیجر مذکور کے ساتھی ہیں وہ علی الاعلان سر بازار یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتب اور مسجد کے منیجر اور متولی جو ہیں وہی رہیں کیونکہ ان لوگوں نے اپنی دولت صرف کر کے مکتب اور مسجد کو تعمیر کرایا ہے اپنے عہدے سے برطرف کئے گئے تو مسجد اور مکتب کی ایک ایک اینٹ نکال لوں گا۔ صورت مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ نمبر ۱: ایسے سنی مسلمان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے۔ نمبر ۲: کیا موجودہ متولی جو منیجر دیوبندی مذکور کا کھلم کھلا ہر طریقے سے سنی مسلمانوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے وہ اب سنی مسجد کا متولی رہ سکتا ہے۔ نمبر ۳: جو مسلمان مکتب اسلامیہ اور مسجد کو اپنی ملکیت اور عمارت ثابت کرے اس کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ از روئے شرع مدلل اور مفصل بیان فرما کر ممنوع و مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب: بعون الملک الوھاب۔

نمبر ۱: جو سنی مسلمان حامی وہابیت و طرفدار دیوبندیت منیجر کا ساتھ دے کر سنی مکتب اور مسجد پر دیوبندیت کو مسلط کر رہے ہیں وہ فاسق ہیں اور سنیت کے باغی ہیں خود ان کی سنیت قابل اعتماد نہیں اگر وہ اپنی آخرت کا بھلا چاہتے ہیں تو فوراً اس غلط روش سے توبہ کریں اور ایسے منیجر کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے احتراز کریں۔ استفتاء جس میں متولی کی نشاندہی کی گئی ہے وہ اپنی غلط روش اور خلاف شرع طریقہ کار سے توبہ کرے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو تولیت سے خارج کر دیں اور

کوئی دوسرا اصلب دیانت دار سنی کو متولی بنائیں۔ نمبر ۳: جب مکتب مذکور عام سنی مسلمانوں سے چندہ مانگ کر بنایا گیا ہے تو اسے کسی شخص خاص کی ملکیت ٹھہرانا شرعاً غلط ہے وہ مکتب ہمیشہ کے لیے صرف سنی مسلمانوں کا ہے اگر چندہ دینے والوں میں کوئی شخص بعد میں معاذ اللہ وہابی ہو جائے یا رافضی ہو جائے تو مکتب کا کوئی جز کوئی حصہ اس کو واپس نہیں دیا جا سکتا ہے وہ کل کا کل بدستور سنی مسلمانوں کے قبضہ میں رہے گا۔ اب رہا مسجد کا سوال تو وہ خواہ چندہ مانگ کر بنائی گئی ہو یا کسی شخص خاص نے اپنی ذاتی رقم سے بنائی ہو ہر حال میں وقف ہے۔ وہ کسی کی ملکیت نہیں جو ملکیت کا دعویٰ کرے وہ شریعت اسلامیہ کا باغی مفسد اور اس کا دعویٰ باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

کتاب البیوع

خرید وفروخت کا بیان

مسئلہ: مولوی مقبول احمد سیٹھ ڈائی میکر کیئر آف اقبال میٹر ورکس اکبر لالہ کمپاونڈ آزاد نگر گھاٹ کوپر بمبئی نمبر ۸۶

عام طور پر یہ رائج ہے کہ جب ایک شخص کسی سے کوئی مال خرید تا ہے اور بیچنے والے کو کچھ رقم بیعانہ دیتا ہے پھر کسی وجہ سے وہ مال لینے سے انکار کر دیتا ہے یعنی بیع کو فسخ کر دیتا ہے تو بیچنے والا بیعانہ کی رقم ضبط کر لیتا ہے خریدار کو واپس نہیں کرتا' تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب. جب کہ بیچنے والے نے خریدار کے انکار کو مان لیا اور بیع کا فسخ منظور کر لیا تو بیعانہ کی رقم واپس کرنا اس پر لازم ہے۔ اگر نہیں واپس کرے گا تو سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار ہوگا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: کہ بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کر لینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے قال اللہ تعالیٰ: لَاتَأْكُلُوْا بِالْبَاطِلِ۔ پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں: کہ بیع کا فسخ ہو جانا مان کر مبیع نہ دے اور روپے اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرے: هل هٰذا الاظلم صريح (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۷) وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبداللہ محلہ نارائن نگر۔ گھاٹ کوپر بمبئی

اسمگلنگ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ یعنی دوسرے ملک سے چاندی سونا یا گھڑی اور کپڑا وغیرہ لا کر اپنے ملک میں بیچنا شرع کے نزدیک کیسا ہے جب کہ ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے؟ بينوا توجروا۔

الجواب: جس صورت میں سونا چاندی اور گھڑی وغیرہ دوسرے ملک سے لا کر اپنے ملک میں فروخت کرنا ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے تو اس سے ازروئے شرع ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: الصور المباحة مايكون جرما في القانون ففي اقتحامه تعريض النفس للاذى والاذلال وهو لايجوز فيجب التحرز عن مثله۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۱۱۵)

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محی الدین مدرسہ غوثیہ نور العلوم کھوتیا بھیرہوا (نیپال)

ہمارے یہاں مسلم حضرات بھی مردار وحلالی جانور کی ہڈی وسینگ خریدتے بیچتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: بعون الملك الوهاب. مردار جانور کی ہڈی اور سینگ خریدنا بیچنا جائز ہے بہار شریعت جلد یازدہم ص ۹۰ پر ہے مردار کا پٹھا، بال، ہڈی، چونچ، کھر اور ناخن ان سب کو بیچنا جائز ہے اور کام میں بھی لا سکتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت اور ہڈی کو بھی بیچ سکتے ہیں اور اس کی چیزیں بنی ہوئی استعمال کر سکتے ہیں اور اسی طرح ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۱۴ میں ہے: وهو سبحانه وتعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍رجب المرجب ۱۳۹۴ھ

مسئلہ: از اصغر علی سپروائزر پپر ولی بازار ضلع گورکھپور۔

بکر کے پاس زید سو روپے قرض مانگنے کے لیے گیا بکر نے کہا کہ میں روپیہ قرض نہیں دوں گا البتہ سوا سو روپیہ کا غلہ ہم سے لے جاؤ اور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالو تم کو کم سے کم سو روپیے ضرور مل جائیں گے چنانچہ بکر نے سوا سو روپیہ کا غلہ دیا اس غلہ کو خالد نے زید سے سو روپے میں ادھار خرید کر اسی بکر کے پاس لے جا کر سو روپیہ میں نقد بیچا اور سو روپیہ بکر سے لے کر زید کو دے دیا اس طرح زید کو صرف سو روپے ملے مگر اس کو دینے پڑیں گے سوا سو روپے تو زید و بکر کا اس طرح معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بکر اس طرح کا معاملہ کیا کرتا ہے۔

الجواب: یہ صورت بیع عینہ کی ہے جس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ فرمایا ہے کیونکہ قرض کی خوبی اور حسن سلوک سے محض نفع کی خاطر بچنا چاہتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھی نیت ہو تو اس میں حرج نہیں بلکہ بیع کرنے والا مستحق عذاب ہے کیونکہ وہ سود سے بچنا چاہتا ہے اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ بیع عینہ ہمارے زمانہ کی اکثر بیعوں سے بہتر ہے ھٰکذا فی بھار شریعت اور امام قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں سود سے بچنے کی صورتیں لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: حيلة اخرىٰ ان يبيع المقرض من المستقرض سلعة بثمن مؤجل ويدفع السلعة الى المستقرض ثم ان المستقرض يبيعها من غيره باقل مما اشترىٰ ثم ذلك الغير يبيعها من المقرض بما اشترىٰ لتصل السلعة بعينها وياخذ الثمن و يدفعه الى المستقرض فيصل المستقرض الى القرض ويحصل الربح للمقرض وهذه الحيلة هي العينة التي ذكرها محمد رحمه الله تعالىٰ وقال مشايخ بلخ بيع العينة في زماننا خير من البيوع التي تجري في اسواقنا وعند ابي يوسف رحمة الله تعالىٰ انه قال العينة جائزة ماجورة وقال اجره لمكان الفرار من الحرام. وهو سبحانه تعالىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبداللطیف خاں برگدوا۔ ضلع گونڈہ

گوبر، لید اور پاچک جس کو ہندوستان کے بعض علاقوں میں اپلا اور کنڈہ کہتے ہیں ان کی خرید وفروخت اور ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: گوبر، لید، مینگنی اور اپلے کا خریدنا بیچنا اور ان کا استعمال کرنا وجلانا جائز ہے۔ بحر الرائق پھر ردالمحتار باب البیع الفاسد میں ہے: یجوز بیع السرقین والبعر والا نتفاع به والوقود به کذا فی السراج الوهاج۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: غفران احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ انوار طیبہ۔ پوسٹ ومقام تنور بازار ضلع گورکھپور

(۱) زید نے بھینس پال رکھی تھی اتفاق سے وہ مرگئی زید نے ایک چمار کو پیسہ دے کر اس کی کھال نکلوائی اور اس کو فروخت کر کے اس پیسہ کو اپنی ذاتی خرچ میں لیا کیا یہ مسلمان کے لئے درست ہے؟

(۲) بکر مردار چمڑے کی خریداری کرتا ہے کیا مسلمان کے لئے درست ہے؟

(۳) ساجد نے کہا دین اسلام جہنم میں جائے گا اور اس جملہ کو متعدد بار کہا تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟

(۱) **الجواب:** ہندوستان کے چمار کافر حربی ہیں اور کافر حربی کے ہاتھ مرداری چمڑا بیچ کر پیسہ اپنے خرچ میں لانا جائز ہے جیسا ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: لو باعهم درهمین او باعهم میتة بدرا هم فذلك كله طیب له اھ۔ تلخیصًا اور بہار شریعت حصہ یازدہم ص ۵۳ میں ہے:

عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو مثلاً ایک روپیہ کے بدلے میں دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالا کہ اس طرح سے مسلمان کا روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے۔ وهو اعلم

(۲) مسلمان کو مردار کے چمڑے کی خریداری کرنا ناجائز ہے لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ ناجائز کاروبار سے دور رہے اور جائز طریقہ پر روزی حاصل کرے۔ وهو اعلم۔

(۳) جس نے کہا دین اسلام جہنم میں جائے گا اس پر لازم ہے کہ توبہ تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (پ ۷ ع ۱۴) وهو اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷/ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از ہاشم بھائی نیشنل ریڈیو الکٹرانکس نمبر ۹۴۳ شکروار پیٹھ پونہ نمبر ۲

زید ریڈیو، ٹیلیویژن، ٹیپ ریکارڈ اور دیگر الکٹرک کے سامان کی تجارت کرتا ہے اور ہمہ اقسام کے سامان قسط وار دیتا ہے اور اس طرح پیسہ لیتا ہے کہ ایک ریڈیو ۳۰۰ روپیہ کا دیتا ہے جس میں اس کو دس روپیہ ملتے ہیں لیکن جب ہفتہ بھر میں پورا پیسہ بھرنے کے لئے گاہک لے جاتا ہے تو تین سو کے اوپر ۲۵ روپیہ اور بڑھا دیتا ہے اور اس طرح ہفتہ بھر میں سوا تین سو وصول کرتا ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سود ہے جو کہ حرام ہے از روئے شرع مطلع فرما کر مشکور فرمائیں کہ اس طرح قسط وار تجارت کرنا جائز ہے یا ناجائز اور اگر ناجائز ہے تو کس رو سے ناجائز ہے؟ جواب بالصواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: کوئی بھی سامان اس طرح بیچنا کہ اگر نقد قیمت فوراً ادا کرے تو تین سو قیمت لے اور اگر ادھار سامان کوئی لے تو اس سے تین سو پچاس روپیہ اسی سامان کی قیمت لے۔ یہ شریعت میں جائز ہے سود نہیں ہے نقد اور ادھار کا الگ الگ بھاؤ رکھنا شریعت میں جائز ہے مگر یہ ضروری ہے کہ سامان بیچتے وقت ہی یہ طے کر دے کہ اس سامان کی قیمت نقد خریدو تو اتنی ہے اور ادھار خریدو تو اتنی ہے یہ جائز نہیں کہ تین سو روپیہ میں فروخت کر دیا اب اگر قیمت ملنے پر ایک ہفتہ کی دیر ہوگئی تو اس سے پچیس یا پچاس زیادہ لے ایسا کرے گا تو سود ہو جائے گا۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹/ شعبان المعظم ص ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از ارشاد حسین صدیقی بانی مدرسہ امجدیہ سنڈیلہ۔ ضلع ہردوئی۔

زید آڑھت میں اپنا مال بیچنے کے لیے پہنچاتا ہے اور آڑھتدار سے کچھ رقم پیشگی لے لیتا ہے کہ مال فروخت ہونے پر حساب کر لیں گے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: زید اگر آڑھتدار سے قرض لیتا ہے تو اس کی خوشی سے لینا جائز ہے آڑھت میں مال پہنچانے کے سبب اس پر جبر نہیں کر سکتا۔ اور اگر آڑھتدار سے اپنے مال کی قیمت پیشگی لیتا ہے اس شرط پر کہ فروخت ہونے کے بعد حساب ہو جائے گا تو حرام ہے هكذا في الجزء السابع من الفتاوىٰ الرضويه۔ وهو تعالىٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد طاہر مدرسہ اسلامیہ فیضان العلوم راجمند خرد برگدھی پورندر پور گورکھپور

ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی یا مستامن؟ ان کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہیں یا کہ ناجائز اور بکر اس کے خلاف ہے بلکہ زید یہ بھی کہتا ہے کہ ہندوستان کے کافر حربی ہیں اور حربی کافر کا مال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کر سکتے

ہیں۔ نیز ان کا مال چونکہ مباح ہے کھانا عقود فاسدہ کے ذریعہ تو اس لئے ان سے سود بھی لے سکتے ہیں اور اگر کافر اپنے آپ سود دے تو اس کا لینا جائز ہے۔ یہ بات از روئے شرع کہاں تک درست ہے۔ مع حوالہ رقم فرمائیں۔

الجواب: ہندوستان کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان ھم الاحربی ومایعقلھا الاالعالمون (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰) اور ان کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: عقد فاسدہ کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں۔ یعنی جو عقد مابین دو مسلمانوں کے ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو۔ مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالا کہ اس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے (بہار شریعت جلد یازدہم ص ۵۳) اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ روپیہ دے کر کافر حربی سے نفع حاصل کرنا جائز ہے مگر اسے سود کی نیت سے نہ لے کہ سود مطلقاً حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ وھو سبحانہ و تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: راحت علی محلہ پرانا گورکھپور شہر گورکھ پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ آم کی فصل بور آتے ہی ایک غیر مسلم کے ہاتھ بیچ دی گئی تو اس طرح بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ پیسہ مسلمان کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ بور آتے ہی آم کی فصل بیچنا جائز نہیں اور اگر آم کے پھل ظاہر ہو چکے ہیں مگر کام کے قابل نہیں ہیں تو ان کا بیچنا جائز ہے مگر اس شرط پر جائز نہیں ہے کہ جب تک پھل تیار نہ ہوں گے درخت پر رہیں گے۔ ہاں اگر بغیر شرط کے خرید وفروخت ہو پھر بیچنے والا تیار ہونے تک پھلوں کو درخت پر رہنے دے تو حرج نہیں۔ بہار شریعت ج ۱۱ ص ۸۸ میں ہے: ''پھل اس وقت بیچ ڈالے کہ ابھی نمایاں بھی نہیں ہوئے ہیں یہ بیع باطل ہے اگر ظاہر ہو چکے ہیں مگر قابل انتفاع نہیں ہیں تو یہ بیع صحیح ہے مگر مشتری پر فوراً توڑ لینا ضروری ہے اور اگر یہ شرط کر لی ہے کہ جب تک تیار نہیں ہوں گے درخت پر رہیں گے تو بیع فاسد ہے اور اگر بلا شرط خریدے ہیں مگر بائع نے بعد بیع اجازت دی کہ تیار ہونے تک درخت پر رہنے دو تو اب کوئی حرج نہیں'' انتھی کلام صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد سوم مطبوعہ مصر ص ۹۷ میں ہے: بیع الثمار قبل الظھور لایصح اتفاقاً فان باعھا بعد ان تصیر منتفعا بھا یصح وان باعھا قبل ان تصیر منتفعا بھا بان لم تصلح لتناول بنی آدم و علف الدواب فالصحیح انہ یصح وعلی المشتری قطعھا فی الحلال ھذا اذا باع مطلقا اوبشرط القطع فان باع بشرط الترک فسد البیع اھ۔ اور اس قسم کی جائز بیع کو فسخ کر

دیا متعاقدین پر واجب ہے اگر فسخ نہ کریں گے تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ درمختار مع ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۲۵ میں ہے: یجب علیٰ کل واحد منهما فسخه قبل القبض اوبعده مادام المبیع بحاله (جوهره) وفی یدی المشتری اعداما للفساد ولانه معصیة فیجب رفعها بحر اه ملخصًا۔ مگر ہندوستان کے کافر حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان لهم الاحربی لایعقلها الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰) اور کافر حربی کا مال عقد فاسد کے ذریعہ حاصل کرنا ممنوع نہیں۔ بہار شریعت ج ۱۱ ص ۱۵۳ میں ہے: "عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو" اھ۔ اور ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: لو باعهم درهما بدرهمین اوباعهم میتة بدراهم اواخذ مالا منهم بطریق القمار فذلك كله طیب له اھ۔ لہٰذا بور آتے ہی آم کی فصل بیچ کر جو پیسہ یہاں کے کافر سے لیا گیا وہ مسلمان کے لئے حلال وطیب ہے البتہ مسلمان کے ہاتھ اس قسم کی بیع جائز نہیں۔ هٰذا ماظهرلی والعلم بالحق عندالله تعالیٰ ورسوله.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵؍ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از ذاکر حسین صدیقی مقام و پوسٹ سنولی بازار۔ ضلع گورکھپور

زید بھارت اور نیپال کے بارڈر پر رہتا ہے اور زید جانبین [illegible] کرتا ہے اور جب نیپالی روپیہ کو انڈین کراتا ہے تو حکومت نیپال ۱۵ پیسہ فی سیکڑہ سود لیتی ہے۔ آیا زید اس کو سود دے یا نہ دے [illegible] اور اگر کوئی نیپالی انڈیا میں نیپالی روپیہ بھنائے تو کیا نیپالی سے سود لے یا نہ لے؟

الجواب: اگر سوال کا منشا یہ ہے کہ بھارت اور نیپال نے نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم پر بیچنا جائز ہے یا نہیں تو نوٹ چونکہ ثمن اصطلاحی ہے یعنی نوٹ کا کسی مقدار کے ساتھ مقدر ہونا لوگوں کی اصطلاح سے پیدا ہوا ہے۔ بائع اور مشتری پر ان کے غیر کی کوئی ولایت نہیں اس لئے بلاشبہ ایسا کرنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کفل الفقیه الفاهم میں تحریر فرماتے ہیں: یجوز بیعه بازید من رقمه وبانقص منه کیفما تراضیا یعنی نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر جانبین راضی ہو جائیں اس کا بیچنا جائز ہے۔ وهو سبحانه و تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍ شعبان المکرم ۱۳۹۰ھ

باب الربا

سود کا بیان

مسئلہ: از شمیم احمد نرسا پٹی ضلع دھنباد۔

بیاج کا کیا حکم ہے؟ بیاج مطلق حرام ہے یا نہیں؟ اس کا لینا صحیح بھی ہے جیسے کہ زید کا کہنا ہے کہ کافر کا مال لوٹ کر کھانا جائز ہے تو کافر سے سود لینا کیوں نہیں جائز ہو سکتا اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جوابات سے نوازیں۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ بیاج حرام ہے قال اللہ تعالٰی: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود بیاج کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ و بیہقی) کافر کا مال لوٹ کر کھانا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں یہاں کے کافر حربی ہیں عقود فاسدہ کے ذریعہ ان کا مال لینا جائز ہے مثلاً ایک روپیہ کے بدلے ان سے دو روپیہ خرید لے یا ان کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالے کہ اس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور یہاں کے کافر سے حاصل کرنا جائز ہے۔ بہار شریعت ج ۱۱ ص ۱۵۳، اور ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: لو باعھم درھما بدرھمین اوباعھم میتة بدراھم فذلک کلہ طیب اھ۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از حاجی مدار بخش کالپی محلہ دمدمہ ضلع جالون

منشی لوگ جو کہ کچہری میں لکھنے پڑھنے کا کام کرتے اور وہ سود کے کاغذات لکھتے ہیں کیا ان کو بھی سود کا کاغذ لکھنے میں وہی گناہ ہے جو کہ سود خوار کو ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب۔ بیشک سودی کاغذات لکھنے والے پر اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ سود خور پر ہے اور جس طرح سود کا لینا دینا حرام ہے یونہی سودی کاغذات کا لکھنا بھی حرام ہے صحیح حدیث میں ہے: ''لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ''فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۳۲۱'' ھذا ماعندی العلم عند اللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل و علا وصلی المولٰی

علیہ وسلم۔

کتبہ: محمد الیاس خاں سالک

۲۰/صفر ۱۳۹۴ھ

مسئلہ: از شکیل احمد بڑی مسجد جگتدل ۲۴ پرگنہ مغربی بنگال۔

ڈاکخانہ اور بینک سے جو زائد روپیہ ملتا ہے (اپنی رقم کے علاوہ) وہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اپنے مصرف میں لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(نوٹ) بریلی شریف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اور مفتی اعظم ہند قبلہ و دیگر چوٹی کے علماء کرام نے جائز فرمایا ہے کہ وہ سود نہیں ہے ذہن کام نہیں کرتا ایک طرف مسئلہ اور دوسری طرف ایسی محترم ہستیاں ہیں براہ کرم تشفی بخش جواب سے نوازیں۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ کافروں کی تین قسمیں ذمی، مستامن اور حربی ہیں۔ ذمی وہ کافر ہیں جو دار الاسلام میں رہتے ہوں اور بادشاہ اسلام نے ان کی جان و مال کی حفاظت اپنے ذمے لی ہو اور مستامن وہ کافر ہیں کہ کچھ دنوں کے لئے امان لے کر دار الاسلام میں آگئے ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کفار نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ وہ تیسری قسم یعنی کافر حربی ہیں اور کافر حربی و مسلمان کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور اس حدیث شریف میں دار الحرب کی قید واقعی ہے نہ کہ احترازی۔ لہٰذا وہ بینک جو خالص یہاں کے غیر مسلموں کے ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملتا ہے اسے لینا اور اپنے ہر کام میں اسے صرف کرنا جائز ہے اور وہ بینک جو مسلمانوں کے ہوں یا مسلم و غیر مسلم دونوں کے مشترکہ ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملے وہ یقیناً سود ہے حرام ہے۔ رہے ڈاکخانے اور حکومت کے بینک کے منافعے تو یہاں کی حکومت غیر مسلموں کی ہے تو اس کے ڈاکخانے اور بینک کے منافعے بھی شرعاً سود نہیں۔

اور بریلی شریف کے کتابچہ ص ۱۳ میں جو صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سلطنت یا کوئی بینک جس کے پاس روپیہ رکھا گیا اگر اصل سے زائد کر کے کچھ رقم دے اس کا لینا حلال و طیب۔ یہ حکم حدیث شریف: لاربا بین المسلم والحربی اور فقہائے کرام کی تصریحات کے بالکل مطابق ہے۔ اس لئے کہ وہ فتویٰ انگریزوں کے زمانہ کا ہے اور انگریز کافر حربی ہیں اس لئے ان کی حکومت اور ان کے بینک سے جو نفع ملے وہ سود نہیں اور کتابچہ کے ص ۲۶ پر جو قاضی مفتی عبد الرحیم صاحب نے لکھا ہے کہ وہ ڈاکخانہ اور بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہوں ان میں روپیہ جمع کرنے پر جو زیادتی ملے اس کا لینا جائز ہے۔ اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ ڈاکخانے اور بینک جو مسلم و غیر مسلم دونوں کے ہوں اس کی زیادتی لینا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۶ رصفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد اقبال اشرفی ۶۵۳ روی وار پیٹھ پونہ نمبر ۲
(۱) دارالاسلام کسے کہتے ہیں؟
(۲) دارالحرب کسے کہتے ہیں؟

(۱) **الجواب:** بعون الملک العزیز الوهاب۔ دارالاسلام وہ ہے کہ جہاں بادشاہ اسلام کا حکم جاری ہو۔ یا اس طرح کہ بروقت وہاں سلطنت اسلامی موجود ہو یا پہلے وہاں سلطنت اسلامی رہی ہو اور کافر کے قبضہ کرنے کے بعد شعائر اسلام جمعہ اور اذان و اقامت وغیرہا کلاً یا بعضاً برابر اب تک جاری ہوں جیسے کہ ہندوستان افغانستان اور ایران وغیرہ جیسا کہ شرح نقایہ میں کافی سے ہے: دار الاسلام مایجری فیه حکم امام المسلمین۔ اور فتاوٰی رضویہ جلد سوم میں فصول عمادی سے ہے: ان دار الاسلام لاتصیر دار الحرب اذا بقی شئی من احکام الاسلام وان زال غلبة اهل الاسلام۔ وهو تعالٰی اعلم

(۲) دارالحرب وہ ہے کہ جہاں بادشاہ اسلام کا حکم کبھی جاری نہ ہو جیسے روس، فرانس، جرمن اور پرتگال وغیرہ یورپ کے اکثر ممالک یا بادشاہ اسلام کے احکام جاری ہوئے ہوں مگر پھر غلبۂ کفار کے بعد شعائر اسلام بالکل مٹا دیئے گئے ہوں اور وہاں کوئی مسلمان امان اوّل پر باقی نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ دارالحرب سے ملحق ہو سلطنت اسلامیہ میں محصور نہ ہو جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے: فی الزیادات انما تصیر دارالاسلام دارالحرب بشروط ثلاثة احدها اجراء احکام الکفار علٰی سبیل الاشتهار وان لایحکم فیها بحکم الاسلام والثانی ان تکون متصلة بدار الحرب لایتخلل بینهما بلاد الاسلام والثالث لایبقی فیها مومن ولا ذمی بامانه الاول اھ۔ وهو سبحانه و تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ رصفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبد المجید موضع کڑیہار پوسٹ جگدیش پور وایا بہادر گنج ضلع کپلوستو لہوا (نیپال)
۱- زید نے ایک مسلمان کے ہاتھ پانچ کلو چنا دس کلو گیہوں کے بدلے میں ادھار بیچا تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
۲- دیسی مرغی کے دس انڈے کو فارم مرغی کے پندرہ انڈے سے بیچنا کیسا ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

الجواب: (۱) پانچ کلو چنا کے بدلے دس کلو گیہوں خریدنا نا جائز ہے جب کہ دونوں میں سے کوئی ادھار نہ ہو۔ اور

جب کہ دونوں میں سے کوئی ادھار ہو تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنا اور برابری کے ساتھ بیچنا دونوں صورتیں ناجائز و حرام ہیں۔ لہٰذا زید کا چنا کو گیہوں کے بدلے ادھار بیچنا حرام ہے۔ اس کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب دونوں چیزیں ماپ والی ہوں اور دونوں کی جنس مختلف ہو تو کمی بیشی جائز ہے مگر ادھار بہرصورت حرام ہے خواہ دونوں چیزیں کم و بیش ہوں یا برابر۔ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم ص ۱۰۷ میں ہے: ان وجد القدر والجنس حرم الفضل والنساء وان وجد احدهما وعدم الاخر حل الفضل وحرم النساء اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) دیسی مرغی کے دس انڈوں کو فارمی مرغی کے پندرہ انڈوں سے نقد بیچنا جائز ہے اور ادھار بیچنا حرام ہے چاہے دس ہی انڈوں سے بیچے کہ جب دونوں ماپ یا وزن والی نہ ہوں اور دونوں کا جنس ایک ہو تو کمی بیشی جائز ہوتی ہے اور ادھار بہرصورت حرام ہوتا ہے درمختار مع شامی جلد چہارم ص ۱۷۹ میں ہے: ان وجد احدهما ای القدر وحده اوالجنس حل الفضل وحرم النسأ ولو مع التساوی حتی لو باع عبدا بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیة اھ۔ وھو سبحانه و تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: عمر جی صادق پیر تاڑ تپڑی۔ ضلع انت پور (اندھرا پردیش)

بینک میں روپیہ جمع کرنے پر بینک ہمیں سود دیتا ہے تو وہ سود ہم غربا و مساکین کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: جو بینک کہ مسلمانوں کا ہو یا مسلم اور غیر مسلم کا مشترکہ ہو تو اس بینک کا نفع شرعاً سود ہے اس کا لینا حرام اشد حرام ہے اور ایسے بینک سے نفع لے کر غربا و مساکین کو دینا بھی جائز نہیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (پ۳ ع۶) اور بینک اگر یہاں کے کافروں کا ہو یا نام نہاد یہاں کی جمہوری حکومت کا ہو تو اس کا نفع شرعاً سود نہیں کہ یہاں کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان هم الاحربی وما یعقلها الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰) اور حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی۔ یعنی مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ لہٰذا ایسے بینک کا نفع اپنی ضروریات میں بھی خرچ کر سکتے ہیں اور غرباء و مساکین کو دے کر ثواب حاصل کریں تو بہتر۔ اس نفع کو کسی کے سود کہہ دینے سے شریعت کے نزدیک سود نہیں ہو جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ابرار احمد امجدی منزل اوجھا گنج۔ ضلع بستی۔

زید جو مال نقد خریدنے والوں کو دس روپے میں دیتا ہے وہی مال ادھار خریدنے والوں کو بارہ روپے میں دیتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو مال نقد خریدنے والوں کو دس روپے میں دیتا ہے وہی مال ادھار خریدنے والوں کو دس روپے کی جگہ بارہ، پندرہ یا اس سے زیادہ میں دینا جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا یہ باہمی تراضی بائع ومشتری پر ہے قال اللہ تعالیٰ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ۴۷۲) وهو سبحانه و تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از جان محمد تنویر رانچی نمبر ۲

زید کاروباری آدمی ہے اور دولت مند بھی ہے مگر تجارت کو وسیع کرنے کی غرض سے سودی روپیہ سرکاری بینک سے لینا چاہتا ہے۔ کیا یہ رقم اس کے لئے روا ہے؟ اور اس سے تجارت جائز ہے؟ از راہ کرم مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: یہاں کے کفار حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان هم الاحربی ومایعقلها الا العالمنون (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰) اور حکومت انہیں کافروں کی ہے اور مسلمان وکافر حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب۔ اور دار الحرب کی قید واقعی ہے نہ کہ احترازی۔ لہٰذا یہاں کی حکومت کے بینکوں سے نفع لینا جائز ہے کہ وہ شرعاً سود نہیں۔ لیکن ان کو نفع دینا جائز نہیں ہاں اگر تھوڑا نفع دینے میں اپنا نفع زیادہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد پنجم ص ۱۸۸ میں ہے: الظاهر ان الاباحة یفید نیل المسلم الزیادة وقد الزم الاصحاب فی الدرس مرادهم من اهل الربوا والقمار مااذا حصلت الزیادة للمسلم۔ وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مظفر پور بہار

اگر بہت زیادہ محتاج ہو کہ فاقہ کی نوبت ہو اور کہیں سے قرض حسن نہ ملے تو اس صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہائے کرام نے سود سے بچنے کی جو صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر بہار شریعت کے گیارہویں حصہ میں ہے: اگر اس طرح بھی قرضہ نہ مل سکے تو صحیح شرعی مجبوری کی صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے الاشباہ والنظائر ص ۹۲ میں ہے: فی القنیة والبغیة یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''سود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اس پر الزام نہیں۔ درمختار

میں ہے: یجوز الاستقراض بالربح اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائیداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۴۳) وھو تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم جل مجده وصلی الله علیه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولانا محمد امام بخش قادری تیغی مدرسہ تیغیہ فیض الرسول مہوا ضلع ویشالی۔

زید کہتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے: لاربوا بين المسلم والحربى فى دار الحربى۔ یعنی دار الحرب میں مسلمان اور کافر کے درمیان سود نہیں اور ہندوستان دار الاسلام ہے دار الحرب نہیں لہٰذا یہاں پر مسلمان اور حربی کافروں کے درمیان سود ہے تو زید کا قول صحیح ہے کہ نہیں؟

الجواب: زید کا قول صحیح نہیں اس لئے کہ حدیث شریف میں دار الحرب کی قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے کہ اس زمانہ میں کافروں سے صرف ذمی اور مستامن دار الاسلام میں رہتے تھے اور حربی دار الحرب میں بھی رہتا تھا اس لئے کہ بغیر امان لئے اگر وہ دار الاسلام میں داخل ہوتا تو اس کی جان و مال محفوظ نہ رہتے جیسا کہ ردالمحتار جلد سوم ص ۲۴۸ میں ہے: لو دخل دارنا بلا امان كان وما معه فيأ۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فی دار الحرب فرمادیا نہ اس لئے کہ حربی کافر کبھی دار الاسلام میں رہے تو مسلمان اور اس کے درمیان سود ہو جائے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً یعنی اے ایمان والو! دونا دون سود نہ کھاؤ (پ۴ ع ۵) تو اس آیت کریمہ میں دونا دون کی قید احترازی نہیں ہے کہ دونا دون سے کچھ کم و بیش سود کھانا جائز ہے بلکہ اس زمانہ میں لوگ عام طور پر دونا دون سود کھاتے تھے اس لئے فرمایا کہ دونا دون سود نہ کھاؤ۔ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

انما قيد به اجراء علٰى عادتهم والا فهو حرام مطلقا غير مقيد بمثل هٰذا القيد (تفسیرات احمدیہ ص ۱۴۴)

اور یا تو حدیث شریف میں فی دار الحرب کی قید مستامن کو نکالنے کے لئے ہے یعنی جب حربی مستامن ہو جائے تو اس کے اور مسلمان کے درمیان سود ہے اس لئے کہ امان کے سبب اس کا مال مباح نہیں رہ جاتا کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ مسلمان اس کو حاصل کر سکے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ محل اخذ کا دار الحرب ہونا ضروری نہیں۔ مسئلہ حربی میں قید دار الحرب ذکر فرمائی اس کا منشاء اخراج مستامن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا۔ ردالمحتار میں ہے: قوله ثمه اى فى دار الحرب قيد به لانه لو دخل دارنا بامان فباع منه مسلم درهما بدرهمين لايجوز اتفاقا عن المسكين۔ ہدایہ میں ہے: لاربا بين المسلم والحربى فى دار الحرب بخلاف المستامن منهم لان ماله صار محظور ابعقد الامان اھ۔ ملخصاً۔ فتح القدیر میں مبسوط سے ہے: اطلاق النصوص فى المال المحظور وانما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم ياخذ غدر فباى طريق اخذه حل بعد كونه

برضا بخلاف المستامن منهم عندنا لان ماله صار محظور ابالامان فاذا اخذه بغیر الطریق المشروعة یکون غدرا۔اھ۔تلخیصًا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص۸۸) وھو تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از شکیل احمد قادری نوری دواخانہ باری مسجد جگتدل ضلع چوبیس (۲۴) پرگنہ

(۱) دکان یا مکان کے لئے بینک سے قرضہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوستان کے کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) بینک اگر مسلمان کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم کا مشترکہ ہے تو ایسے بینک سے سود دینے کی شرط پر قرض لینا حرام ہے اور سود دینے والا بھی سود لینے والے کے مثل گنہگار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم اکل الربوا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والوں، سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں (مسلم شریف) اور اگر بینک یہاں کے خالص کافروں کا ہے تو اگرچہ ایسے بینک سے زائد رقم دینے کی شرط پر دوکان وغیرہ کے لئے روپیہ لانا شرعاً سود نہیں کہ یہاں کے کافر حربی ہیں اور مسلمان وحربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی مگر ایسے بینک سے بھی بلاضرورت شدیدہ قرض لینا اور انہیں نفع دینا منع ہے۔

مسئلہ: از مسعود رضا بستوی مدرسہ اسلامیہ حنفیہ وارڈ نمبر ۷ ہنومان گڑھ ٹاؤن۔ ضلع گنگانگر (راجستھان)

ایک کنٹل گیہوں کو دوسرے قسم کے ایک کنٹل گیہوں کے برابر ادھار یا نقد بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ایک کنٹل گیہوں کو ایک کنٹل گیہوں سے بیچنا جائز نہیں چاہے ادھار بیچے یا نقد۔ ادھار تو اس لئے ناجائز و حرام ہے کہ دونوں قدر وجنس میں متحد ہیں اور اس صورت میں کمی بیشی اور ادھار دونوں صورتیں حرام ہوتی ہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم ص۱۰۷ میں ہے: ان وجد القدر والجنس حرم الفضل النسأ۔ اور نقد اس لئے حرام وناجائز ہے کہ گیہوں عند الشرع وزنی چیز نہیں ہے بلکہ کیلی ہے لہٰذا اسے پیمانہ ہی سے ناپ کر ایک دوسرے کے برابر بیچنا جائز ہے وزن سے ایک دوسرے کے برابر بیچنا جائز نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم مصری ص ۱۰۷ میں ہے: لوباع البر بجنسه متساویا وزنا لم یجز۔ اور ہدایہ جلد ثالث ص۶۴ میں ہے: لوباع الحنطة هو المعیار فیه کما اذا باع مجازفة اھ وھو تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم جل مجده وصلی الله علیه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: ازمحبوب خاں عرفانی، جامع مسجد وقف کمیٹی مینیجر ضلع پونہ (مہاراشٹر)

فی زمانہ بینک میں جمع شدہ اپنی رقم کا نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں وہ رقم جائز ہے اس کا لینا جائز ہے وہ شرعاً سود نہیں کہ سود کے لئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے طحطاوی علی الدر اور شامی میں ہے: شرط الربا عصمة البدلين اور ہندوستان کے تمام کفار حربی ہیں اور حربی کا مال معصوم نہیں بلکہ وہ مباح ہے بشرطیکہ ان کی رضا سے ہو عذر اور بدعہدی نہ ہو۔ لہٰذا وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپیہ جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں اور لینے میں اپنی عزت اور آبرو کے لئے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ وہ رقم کسی کے سود کہہ دینے سے سود نہ ہوگی۔ اسے اپنے ہر جائز کام میں استعمال کر سکتا ہے۔ وهو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸؍ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: ازعلی اکبر محلہ پرانا گورکھپور شہر گورکھ پور

انڈیا گورنمنٹ نے بینک کو قومیا لیا ہے۔ اس میں حفاظت کے لئے بکر نے اپنا روپیہ جمع کر دیا۔ پانچ سال کے بعد جب بکر نے جائیداد خریدنے کے واسطے اپنا روپیہ نکالا تو اصل رقم کے ساتھ نفع کا بھی روپیہ ملا۔ یہ روپیہ بکر کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ زید کا کہنا ہے کہ قومیائے ہوئے بینک سے اصل رقم کے ساتھ جو زائد روپیہ ملا ہے وہ جائز نہیں کیونکہ بینک خالص ہندو مہاجن کے نہیں ہیں۔ اس کے مالک ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھی ہیں۔ یہ زائد رقم سود ہو جاتی ہے بکر اسے کیا کرے؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب: قومیائے ہوئے بینک کے مالک مسلمان بھی ہیں یہ صرف کہنے کے لئے ہے حقیقت میں اس کے مالک صرف یہاں کے کافر ہیں جو حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان شرعاً سود نہیں كما فى الحديث۔ لہٰذا ایسے بینک کا نفع مسلمان کے لئے جائز ہے۔ بکر اسے لے کر کسی بھی جائز کام میں خرچ کر سکتا ہے۔ وهو سبحانه وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: ازامام مسجد لکھاران جودھپور (راجستھان)

(۱) لاٹری کا جو عام طور پر پچاس ہزار، ایک لاکھ وغیرہ کا ٹکٹ خریدتے ہیں اور قرعہ اندازی پر نام نکلتا ہے۔ یہ روپیہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس میں نفی اثبات دونوں پہلو موجود ہیں جواب باصواب سے نوازیں۔

(۲) یہ جو معمہ بھرا جاتا ہے مثلاً شمع وغیرہ عام قسم جرائد میں مستقل آتا رہتا ہے اور نام نکلنے پر انعام ملتا ہے کیا خیال ہے؟ حضور مفصل جواب عنایت فرمائیں جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: (۱) لاٹری ایک قسم کا جوا ہے جو حرام اور ناجائز ہے۔ اگر کسی نے اس کا ٹکٹ خریدا تو وہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ اس کے قریب ہرگز نہ جائے۔ لیکن جو روپیہ مل گیا وہ جائز ہے اس لئے کہ لاٹری حکومت کی ہوتی ہے اور یہاں کی حکومت حربی کافروں کی ہے اور حربی کافر نے جو مال اپنی خوشی سے دے دیا وہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے شامی جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: لو باعهم درهما بدر همين اوباعهم ميتة بدراهم اواخذ مالا منهم بطريق القمار فذلك كله طيب له اھ۔

(۲) اگر معمہ داخل کرنے کی کوئی فیس لی جاتی ہے تو جوا ہونے کے سبب وہ حرام ہے، اور اگر پیسہ نہیں لیا جاتا ہے اور صحیح معمہ حل ہونے پر بطور انعام روپیہ دیا جاتا ہے تو ایسا معمہ جائز ہے۔ وهو سبحانه اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ / محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از جمیل احمد نوری دوکان نمبر ۲۷ روڈویز بس اسٹیشن۔ فیض آباد

اسٹیٹ بینک، بڑودہ بینک اور دوسرے بینک میں جو پیسہ جمع کرنے سے سود ملتا ہے وہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بینک سے قرض لینے کی صورت میں بینک کو جو زائد رقم دینی پڑتی ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: جو بینک کہ مسلمانوں کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم کا مشترکہ ہے اس میں پیسہ جمع کرنے کے بعد جو نفع ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے حرام ہے، اور جو بینک کہ خالص کافروں کا ہے اس میں نفع لینا جائز ہے کہ وہ از روئے شرع سود نہیں، اور بینک سے قرض لے کر اسے زائد رقم دینا ممنوع ہے اگرچہ وہ بینک خالص کافروں کا ہو ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: ان مراده من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزيادة للمسلم اھ۔ وهو سبحانهٗ و تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ / ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از علی اکبر محلہ پرانا گورکھپور شہر گورکھ پور

حکومت کا ایک منصوبہ ہے جس کے تحت حکومت بنکروں کو قرضے دیتی ہے اس کی شکل یہ ہے کہ تیس آدمیوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور اسی کمیٹی کو قرض دینے کی اسکیم ہے اس طرح سے تیس آدمی اس سے مستفید ہوں اور ایک دوسرے کے ضامن بھی ہوں۔ لیکن لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایک آدمی تیس فرضی ناموں کی فہرست مرتب کر لیتا ہے اور مجاز افسر کو رشوت دے کر تصدیق کروالیتا ہے کہ کمیٹی بنی ہے اور تیس آدمیوں نے میرے سامنے دستخط کئے ہیں۔ اس طریقہ سے تنہا وہ آدمی لاکھوں

روپیہ حاصل کر لیتا ہے اور یہ قرض سودی ہوتا ہے۔ حامد کا کہنا ہے کہ یہ قرض جائز نہیں۔ اس لئے کہ پہلی چیز دھوکا دے کر حاصل کیا گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ سود دینا پڑتا ہے اور غلط کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قدم قدم پر رشوت دینی پڑتی ہے لیکن محمود کہتا ہے کہ قرض حکومت سے لیا جاتا ہے اس وجہ سے جائز ہے اور مرنے کے بعد قرض لینے والے سے خدا کے یہاں کوئی مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ لہٰذا قرض لینے والے کے بارے میں شریعت کیا حکم صادر فرماتی ہے اور جو لوگ اس قرض لینے والے کے یہاں دعوتیں کھاتے ہیں اور تقاریب میں شرکت کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور ان کی رقم بطور چندہ لے کر مدرسہ، مسجد اور قبرستان میں لگائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی رقم سے حج و قربانی کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: جب کہ حکومت کو نفع کم دینا پڑے اور مسلمان کا فائدہ زیادہ ہو تو اس سے نفع دینے کی شرط پر قرض لینا جائز ہے کہ حکومت حربیوں کی ہے اور مسلمان و حربی کے درمیان ایسا عقد فاسد کہ جس سے زیادتی مسلمان کو حاصل ہو جائز ہے شامی جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: ان مرادهم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزيادة للمسلم نظرا الى العلة اھ۔ اور جب حکومت سے اس صورت میں قرض لینا جائز ہے تو قرض لینے والے کے یہاں دعوتیں کھانا اور اس کی رقم بطور چندہ لے کر مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا اور ایسی رقم سے حج و قربانی کرنا جائز ہے لیکن از راہ فریب حکومت سے بھی روپیہ حاصل کرنا گناہ ہے یعنی حکومت سے بشرط مذکور قرض لینا جائز ہے اور پیسہ حلال ہے لیکن قرض لینے کا وہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے ناجائز و حرام ہے جیسے کہ غصب کی ہوئی چھری سے بکرا ذبح کرنا گناہ ہے مگر اس کا گوشت حلال ہے لہٰذا یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس طرح قرض لینے سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اور جب کہ ایک شخص کے تیس فرضی آدمیوں کے نام پر قرض لینے کے سبب اس گاؤں یا محلّہ کے دوسرے لوگ حکومت سے قرض لے کر فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس صورت میں دوسروں کی حق تلفی کے سبب فریب سے قرض لینے والا اور زیادہ گنہگار ہوگا۔ هٰذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند الله تعالٰى ورسوله جل جلاله وصلى الله عليه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از کریم بخش ماسٹر جونیئر ہائی سکول بھنگا۔ ضلع بہرائچ۔

(۱) ایک مسلمان کو سود لینا اور دینا کیسا ہے؟

(۲) ہمارے یہاں ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہم سود نہ لیتے ہیں نہ دیتے ہیں بلکہ ایک روپیہ کی چیز ہے اس کو پانچ روپیہ میں دس روپیہ میں بیچ سکتے ہیں۔ چیز ہماری ہے جس کی غرض ہو لے یا نہ لے ان کا کہنا ہے کہ منافع یا نفع یا فائدہ جتنا چاہیں ہم قیمت خرید سے زیادہ دام بڑھا کر سامان بیچ سکتے ہیں کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۳) ایک صاحب ایسے ہیں کہ سامان روک لیتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ بازار میں دوسری جگہ نہیں ہے یا پانی برس رہا

ہے اور لوگ غلہ کہاں پائیں گے تب خوب من چاہا بھاؤ یا دام یا در رکھ کر سودا سامان فروخت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اپنی مرضی۔

(۴) ایک صاحب ایسے ہیں کہ ان سے کوئی جب روپیہ قرض مانگنے آتا ہے تو روپیہ ادھار قرض اس شرط پر دیتے ہیں کہ اگر دھان یا چاول ایک کلو کا تھا اس وقت جب آپ روپیہ ادا کریں گے تو آپ سے ہم ایک کلو نہ لے کر ایک کلو ڈھائی سو گرام زیادہ لیں گے اگر منظور ہے تو سو روپیہ ہم سے لے جاؤ اور اس طرح آپ کو دینا پڑے گا۔

(۵) ایک صاحب ایسے ہیں کہ چار بیگھا کھیت کسی آدمی کا رہن اٹھایا یا چار سو روپیہ پر اور کہا کہ جب آپ روپیہ دے دیں گے تب آپ کا کھیت ہم آپ کے حوالہ کر دیں گے نہیں تو غلہ ہم اس کھیت کا کھاتے رہیں گے اس طرح کبھی کبھی پانچ چھ سال گزر جاتے ہیں وہ روپیہ چار سو پورا پورا بنا رہتا ہے اور جناب جو روپیہ دینے والے ہیں غلہ کھایا کرتے ہیں بعد میں جب چھڑانا ہوتو کھیت کے مالک کو پانچ سال یا چھ سال کے بعد بھی چار سو روپیہ دینا پڑتا ہے۔

(۶) ایک صاحب ایسے ہیں کہ آٹھ سو پچاس روپیہ ساڑھے آٹھ بیگھا کھیت رہن پر لیا اور کاغذ پر ایک ہزار سات سو لکھا دیا اور کہا کہ جب روپیہ دو گے تب آٹھ سو پچاس ہی لوں گا لیکن دونا لکھا دیا ہے صرف اس طرح بارہ سال بعد جب کھیت کے مالک کو کھیت چھڑانا پڑا تو جناب ایک ہزار سات سو روپیہ لیا لوگوں نے کہا کہ اب آپ کو کچھ نہ لینا تھا تب جناب نے کہا کہ جتنا لکھا ہے ہم اتنا ہی لیں گے کوئی گناہ نہیں ہے یا ہے تو ہونے دو۔

(۷) ایک صاحب ایسے ہیں خود قرض دیتے ہیں اس شرط پر کہ شروع شروع میں جو بھاؤ یا در سے غلہ بکے گا اس سے سو گرام زیادہ لیں گے کہتے ہیں کوئی گناہ نہیں ایک صاحب کہتے ہیں نفع یا فائدہ من مانا لینا جائز ہے۔

(۸) ایک صاحب قرض دیتے ہیں اور لینے والے سے کہتے ہیں کہ ہمارا کچھ کام کر جایا کرو اور اس کے بدلے میں ہم کچھ نہ دیں گے دیا ہوا قرض پورا پورا لیں گے۔

(۹) زید نے ایک ہزار روپیہ بینک میں یا پوسٹ آفس میں ڈال دیا پانچ سال کے بعد ایک ہزار روپیہ ایک سو روپیہ ملا اب ایک ہزار روپیہ ہمارا ہے سو روپیہ کیا ہمارے لئے جائز ہے یا حرام۔ اب اسے کیا کریں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

(۱) سود حرام قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے سود لینے اور دینے والے دونوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود لینے والوں سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں اور مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ سود کا ایک درہم جس کو آدمی جان بوجھ کر کھائے گا اس کا گناہ چھتیس (۳۶) بار زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (احمد، دارقطنی)

اور مشکوٰۃ شریف میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ والصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ سود کا گناہ

ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جس میں سب سے کم درجہ گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ، بیہقی) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۲) بیشک قیمت خرید سے بہت زیادہ دام بڑھا بیچنا کوئی گناہ نہیں کہ ہر شخص کو اختیار ہے چاہے تو ایک روپیہ کی چیز ہزار روپے میں بیچے خریدار کو غرض ہو تو لے ردالمحتار میں ہے: لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ اھ۔ شخص مذکور اگر بہت زیادہ دام بڑھا کر بیچتا ہے تو اس میں خود اس کا نقصان ہے کہ لوگ اس کو چھوڑ کر ایسے شخص سے خریدیں گے جو کم نفع لیتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) احتکار یعنی غلہ روکنا منع ہے اور سخت گناہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ غلہ روکنے والا ملعون ہے اس کی صورت یہ ہے کہ گرانی کے زمانہ میں غلہ خرید لے اور اس کی بیع نہ کرے بلکہ روک رکھے کہ لوگ جب خوب پریشان ہوں گے تو خوب گراں کر کے بیع کروں گا اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ فصل میں غلہ خریدتا ہے اور رکھ چھوڑتا ہے کچھ دنوں بعد جب گراں ہو جاتا ہے بیچتا ہے یہ نہ احتکار ہے نہ اس کی ممانعت اور غلہ کے علاوہ دوسری چیزوں میں احتکار نہیں۔ (بہار شریعت جلد یازدہم ص ۱۰۵) لہٰذا دوسری چیزوں کو روک کر جس بھاؤ چاہے بیچ سکتا ہے شرعاً ممنوع نہیں اور فصل کے موقع پر غلہ خرید کر رکھنا پھر گراں ہونے پر بیچنا بھی شرعاً جائز ہے البتہ گرانی کے زمانہ میں غلہ خرید کر نہ بیچنا اور لوگوں کے خوب پریشان ہونے پر زیادہ گراں کر کے بیچنا گنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) یہ صورت بیع سلم کی ہے اور جائز ہے یعنی ایسی خرید و فروخت کرنا کہ جس میں قیمت نقد اور مال ادھار ہو جائز ہے مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ آپ سو روپیہ ہمیں دے دیجئے ہم فی روپیہ دو کلو گیہوں آپ کو فلاں تاریخ میں دے دیں گے تو خواہ اس وقت یا ادائیگی کے وقت بازار بھاؤ فی روپیہ ڈھائی کلو یا ڈیڑھ کلو کا ہو زید پر دو کلو فی روپیہ دینا واجب ہے اس لئے کہ یہ بیع شرعاً جائز ہے بشرطیکہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کو فروخت کیا گیا اس کی جنس بیان کر دی جائے کہ گیہوں دے گا یا جَو۔ اور اس کی نوع بیان کر دی جائے کہ فلاں نام کا گیہوں دے گا اور یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ گیہوں اعلیٰ قسم کا ہوگا یا اوسط یا ادنیٰ نیز یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ گیہوں کتنا دے گا؟ کس تاریخ میں دے گا اور کس جگہ دے گا اور بھی کچھ شرطیں ہیں جن کی تفصیلات بہار شریعت حصہ یازدہم سے معلوم کریں اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو بیع سلم صحیح نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) یہ صورت ناجائز ہے اس لئے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے حرام ہے حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر نفعا فھو ربًا یعنی قرض سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے البتہ یہاں کے کافروں سے اس قسم کا معاملہ کرنا جائز ہے جو عقد ہو وہ مسلم کے لئے مفید ہو یعنی کافر کا کھیت اس طرح لینا جائز ہے اور مثلاً کافر سے ایک روپیہ کے بدلے میں دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالے کہ اس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے۔ (شامی بہار شریعت جلد ۱۱ ص ۱۵۳) شخص مذکور نے اگر مسلمان کا کھیت اس طرح سے رہن لیا ہے تو جس طرح بھی ہو سکے فوراً

اس معاملہ کو ختم کرے سود سے بچے اور اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈرے ہاں بعض لوگ کھیت کو جو اس طرح رہن رکھتے ہیں کہ جس کے پاس رہن رکھا گیا وہ کھیت کو جوتے بوئے فائدہ حاصل کرے اور کھیت کا دس پانچ روپیہ سال کرایہ مقرر کر دیتے ہیں اور طے یہ پاتا ہے کہ وہ رقم زر قرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہو جائے گی تو کھیت واپس ہو جائے گا اس صورت میں بظاہر مسلمان کے ساتھ بھی کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگر چہ کرایہ واجبی اجرت سے کم طے پایا ہو اس لئے کہ یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لئے کھیت کرایہ پر دیا اور کرایہ پیشگی لے لیا۔ (بہار شریعت جلد ۱۷ص ۲۹)

(۶) شخص مذکور نے اگر اس طرح کا معاملہ کسی مسلمان کے ساتھ کیا ہے تو سود خوار، بہت بڑا مکار، ظالم جفا کار، سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار، لائق قہر قہار اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ ساڑھے آٹھ سو روپیہ کھیت والے کو واپس کرے اور بارہ برس کے درمیان جو اس کے کھیت سے کمایا خرچ کرنے کے بعد اسے واپس کرے یا اس سے معاف کرائے اور جو اسے دکھ پہنچایا اس کی معافی مانگے اور علانیہ توبہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا اور سلام و کلام بند کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے ہاں اگر اس قسم کا معاملہ کافر سے کیا ہو تو صرف ساڑھے آٹھ سو روپیہ واپس کرے کہ کافر کے ساتھ بھی اس طرح کا دجل و فریب جائز نہیں۔ **وھو تعالیٰ اعلم۔**

(۷) اس طرح کا بھی معاملہ کرنا ناجائز و گناہ ہے ہاں اگر غلہ کی کوئی مقدار متعین کر دے خواہ آج کل ایک کلو بھاؤ ہو اور وہ ڈیڑھ یا دو کلو متعین کر دے تو یہ صورت بیع سلم میں داخل ہوگی اور جائز ہوگی جس کی تفصیل اور کچھ شرطیں نمبر ۲ میں مذکور ہوئیں۔

(۸) قرض دینے کے سبب قرض لینے والے سے مفت کام لینا جائز نہیں مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو قرض دے اور پھر قرض لینے والا اس کے پاس کوئی ہدیہ اور تحفہ بھیجے یا سواری کے لئے کوئی جانور پیش کرے تو اس پر سوار نہ ہو اور اس کا ہدیہ اور تحفہ قبول نہ کرے البتہ قرض دینے سے پہلے آپس میں اس قسم کا معاملہ ہوتا رہا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ابن ماجہ، بیہقی) ہاں شخص مذکور اگر بغیر نفع کے قرض نہیں دیتا یا کسی شخص کو بغیر سود کے قرض نہیں ملتا تو سود کے گناہ اور حرام سے بچنے کے لئے علمائے کرام نے چند صورتیں تحریر فرمائیں ہیں ان میں سے ایک بیع عینہ ہے جس کے ذریعہ قرض دینے والا گناہ سے بچتے ہوئے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور قرض چاہنے والا بغیر کسی شرعی گرفت کے قرض لے کر اپنی غرض پوری کر سکتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیع عینہ مکروہ ہے کیونکہ قرض کی خوبی اور حسن سلوک سے محض نفع کی خاطر بچنا چاہتا ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھی نیت ہو تو اس میں حرج نہیں بلکہ بیع کرنے والا مستحق ثواب ہے کیونکہ وہ سود سے بچنا چاہتا ہے۔ مشائخ بلخ نے فرمایا بیع عینہ ہمارے زمانہ کی اکثر بیعوں سے بہتر ہے۔ بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے مثلاً دس روپے قرض مانگے اس نے کہا میں قرض نہیں دوں گا یہ البتہ کر سکتا ہوں کہ یہ چیز تمہارے ہاتھ بارہ روپیہ میں بیچتا ہوں اگر تم چاہو خرید لو اسے بازار میں دس روپیہ پر بیع کر دینا تمھیں دس روپے مل جائیں گے اور کام چل جائے گا اور اسی صورت سے بیع ہوئی بائع نے زیادہ نفع

حاصل کرنے اور سود سے بچنے کا یہ حیلہ نکالا کہ دس کی چیز بارہ میں بیع کردی اس کا کام چل گیا اور خاطر خواہ اس کو نفع مل گیا۔ (بہار شریعت جلد ۱۱ ص ۱۵۷) اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے روپیہ قرض مانگا تو اس نے قرض دینے سے انکار کیا اور کہا کہ گیہوں ایک سو پچیس روپے کا تمھارے ہاتھ بیچتا ہوں اگر چاہو تو اسے لے کر بازار میں سو روپیہ پر بیچ ڈالنا تمھیں سو روپے مل جائیں گے تو یہ بھی جائز ہے غرضیکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سود جو حرام قطعی ہے اس کی لعنت سے بچیں اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو قرض حسنہ دیں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو بیع عینہ کریں۔

(۹) سو روپے جو زائد ملے ہیں وہ جائز ہیں اسے اپنے ہر جائز کام میں استعمال کر سکتے ہیں تفصیل کے لئے بریلی شریف کی شائع کردہ کتاب "بینک اور ڈاکخانہ کے منافع کا شرعی حکم" مطالعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از فضل الرحمٰن انصاری گورکھ پور

۱- تجارت میں دو چار گنا یا آٹھ گنا زائد نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟

۲- گورنمنٹ لاٹری کا جو روپیہ ملتا ہے اس کا لینا کیسا ہے؟

۳- گورنمنٹ کی تنخواہ کے علاوہ کمیشن کے طور پر ٹھیکیداروں کے ذریعہ کمپنیوں سے جو روپیہ ملتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) جائز ہے عند الشرع کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ جھوٹ نہ بولے کہ میری اتنے میں پڑی ہے یا میں نے اتنے میں خریدی ہے ردالمحتار میں ہے: لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) لاٹری ایک قسم کا جوا ہے اور جوا حرام ہے۔ جو شخص لاٹری کا ٹکٹ خریدے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے لیکن اگر کسی کو اس طرح روپیہ مل گیا ہو تو حلال ہے کہ گورنمنٹ خالص حربی کافروں کی ہے ردالمحتار چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذلک کلہ طیب لہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۳) جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از الحاج حفیظ اللہ انصاری حفیظ منزل پوسٹ ومقام شہرت گڑھ بستی

(۱) انڈیا سرکار کی جانب سے جو لاٹری کا ٹکٹ بکتا ہے خرید کر انعام حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) انڈیا کے بینک میں روپیہ جمع کیا جاتا ہے سات سال کی مدت طے کر کے سات سال گزر جانے کے بعد اصل رقم کے

دوگنا کے برابر بینک سے واپس ملتا ہے یہ طریقہ جائز ہے کہ نہیں؟ اور اس پوری رقم کو اپنے استعمال و نیز کار خیر میں لگا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب.

(۱) لاٹری ایک قسم کا جوا ہے اس کا ٹکٹ خریدنا ناجائز و گناہ ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم.

(۲) یہاں کے کفار حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں: ان هم الاحربی وما یعقلها الا العالمون۔ اور مسلم و حربی کے درمیان شرعاً سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی اھ۔ لہٰذا انڈیا کے وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں جمع کئے ہوئے روپے کا جو بھی نفع ملے اسے اپنی جائز ضروریات میں اور ہر طرح کے دینی کام میں صرف کرنا جائز ہے۔ وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رذی الحجہ ۹۹ ۱۳ھ

مسئلہ: از سلیم احمد نرسا چپی ضلع دھنباد

کیا امام کابلی کا دیا ہوا کپڑا وغیرہ لے سکتا ہے جب کہ وہ لوگوں کو روپیہ قرض دے کر سود لیتا ہے؟

الجواب: اگر کابلی صرف یہاں کے کافروں کو روپیہ قرض دے کر ان سے نفع لیتا ہے تو وہ شرعاً سود نہیں کہ یہاں کے کفار حربی ہیں اور کافر حربی و مسلمان کے درمیان سود نہیں حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی۔ اس صورت میں کابلی کا دیا ہوا کپڑا وغیرہ لینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں' اور اگر مسلمانوں کو قرض دے کر ان سے سود لیتا ہے اور کوئی دوسری جائز آمدنی نہیں۔ یا دوسری آمدنی ہے مگر کم ہے اور سود کی آمدنی زیادہ ہے یعنی غالب ہے تو اس کا دیا ہوا کپڑا وغیرہ نہ لے لیکن اگر جائز آمدنی زیادہ ہو تو اور ناجائز آمدنی کم ہو یا معلوم ہو کہ جو کپڑا وغیرہ پیش کیا گیا ہے وہ حلال ہے تو لینے میں کوئی حرج نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۳۰۱ میں ہے: اکل الربوا وکاسب الحرام اهدی الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولا یاکل مالم یخبره ان ذلك المال اصله حلال ورثه اوستقرضه وان کان غالب ماله حلالا لاباس بقبول هدیته والاکل منها کذا فی الملتقط۔ اور جائز کی صورت میں اگر بدنامی کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنا چاہئے۔ هٰذا ماعندی وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: محمد عابد علی بیراگی گاؤں۔ بہرائچ۔

(۱) بینک میں روپیہ جمع کرنے کے بعد اس سے جو سود ملتا ہے اسے لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) مسلمانوں کو قرض اس شرط پر دینا کہ ہر ماہ یا ہر سال اصل رقم پہ ۹ رفیصد زائد رقم لوں گا تو کیا یہ فعل درست ہے؟

(۱) **الجواب:** یہاں کے کفار حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی۔ لہٰذا کافر کے بینک کا نفع شرعاً سود نہیں اسے لینا اور اپنی ضرورت میں صرف کرنا جائز ہے مسلمانوں کا بینک یا مسلمان وکافر کا مشترکہ بینک کا نفع شرعاً سود ہے اسے لے کر اپنی ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں اور جہاں کی حکومت خالص ہو یا مسلمانوں کی ہو وہاں کے گورنمنٹی بینکوں سے جو ائدرقم ملے وہ ضرور سود ہے اسے بھی لینا جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) صورت مسئولہ شرعاً سود ہے حرام ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ رشوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: محمد عمر صدیقی گنیش پور بستی

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اکثر کتابوں اور علمائے دین کے زبانی پتہ چلتا ہے کہ سود کا لینا اور سود کا دینا دونوں حرام ہیں۔ ہمارے دیار میں ایک شخص آتا ہے اور سود پر روپیہ دیتا ہے اور جس کو وہ قسط کر کے وصول کرتا ہے ضرورت سے مجبور ہو کر اکثر لوگ اسی سے قرض لیتے ہیں اور اس کے حساب کے مطابق اس کو سود دیتے ہیں۔ شرعی قانون کے مطابق بتائیے جو اس طرح روپیہ لے کر سود د[illegible] کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور ان کا پیسہ مسجد یا مدرسہ کی تعمیرات میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) لوگ اپنا کھیت رہن رکھ کر قرض لے لیتے ہیں۔ قرض دینے والا اس کھیت کو جوت و بو کر اس کی جملہ پیدائش سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جب کبھی وہ قرض کی لی ہوئی پوری رقم واپس کرتا ہے تب اس کو وہ اپنا کھیت پھر واپس ملتا ہے صورت مسئولہ میں اس کے لئے شریعت مطہرہ کے مطابق کیا حکم ہے؟

(۱) **الجواب:** بینک کا سود لینا اور دینا دونوں حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الربوا سبعون جزء ایسرھا ان ینکح الرجل امہ (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ) یعنی سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والے، سود دینے والے، سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ سود دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کا پیسہ مسجد ومدرسہ میں صرف کریں تو حرج نہیں۔ لیکن اگر قرض لینے والے محتاج ہیں اور ضرورت پر سودی قرض لیتے ہیں تو جائز ہے۔ فی الاشباہ والنظائر: یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. مگر عوام جسے محتاج وضرورت سمجھتے ہیں وہ نہیں بلکہ واقعی وہ محتاج ہوں اور ان کی

ضرورتیں عند الشرع قابل قبول ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ محتاج کے معنی جو واقعی حقیقی ضروریات قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر چارہ ہو نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا۔ ورنہ ہرگز جائز نہ ہوگا جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہئے سو روپے پاس ہیں ہزار روپے لگانے کو جی چاہا نو سو سودی نکلوائے۔ یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا سودی قرض لے کر بنایا۔ یا سو دو سو کی تجارت کرتے ہیں قوت اہل وعیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگا دیئے۔ یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ صدہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں تو ان میں حکم جواز نہیں ہو سکتا اگر چہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں۔ لہٰذا قوت اہل وعیال کے لیے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی پیشہ جانتا ہو نہ نوکری ملتی ہے جس کے ذریعہ سے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۹۲) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس طرح رہن پر کھیت لینا جائز نہیں کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر نفعا فھو ربًا۔ یعنی قرض سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبد القادر مدرسہ مصباح العلوم بدھیانی خلیل آباد، بستی

محترم المقام حضور مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج عالی! گزارش خدمت اقدس اینکہ میں آپ سے کچھ باتیں سمجھنا چاہتا ہوں لہٰذا مدلل سمجھا دیں!

(۱) ہندوستان دار الاسلام ہے اور حکومت ہندی ہے تو کیا مسلمان اس ہندی حکومت کے بینک میں روپیہ جمع کر کے نفع لے سکتا ہے؟ بکر کہتا ہے کہ ہندو گورنمنٹ کے بینک سے جو سود ملتا ہے وہ سود نہیں ہوتا بلکہ نفع ہے اس کو لینا جائز ہے دینا جائز نہیں سود تو مسلمان مسلمان کے درمیان ہوتا ہے اور زید کہتا ہے کہ بینک یا ڈاکخانہ سے جو زیادتی ملتی ہے سب سود ہے اگر چہ غیر مسلم کے بینک سے ہو دونوں میں کون صحیح ہے؟

(۲) تاڑی جو کھجور اور تارڑ کے درخت سے ہیں ان کا پینا کیسا ہے؟

(۳) لاؤڈ اسپیکر جو کہ بارات اور میلاد میں بجاتے ہیں اس سے جو آمدنی ہوتی ہے یہ آمدنی کیسی ہے؟

(۴) زنا کے ذریعہ جو بچہ پیدا ہوا اس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ نہیں اور بچہ بھی اس زنا کے عذاب میں گرفتار ہے کہ نہیں؟

الجواب: وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔

(۱) بکر کا قول صحیح ہے وہ رقم جائز ہے اس کا لینا جائز ہے وہ شرعاً سود نہیں کہ سود کے لئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے طحطاوی علی الدرر اور شامی میں ہے: شرط الربا عصمۃ البدلین۔ اور ہندوستان کے تمام کفار حربی ہیں اس لئے کہ کفار کی نمن

نہیں ہیں ذمی، مستامن، حربی اور یہاں کے کفار یقیناً نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ حربی ہیں اس لئے کہ ذمی اور مستامن ہونے کے لئے بادشاہ اسلام کا ذمہ اور امن دینا ضروری ہے رئیس الفقہاء عارف باللہ حضرت ملا جیون استاذ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیری رحمۃ اللہ علیہما تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰ میں زیر آیت: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ الخ فرماتے ہیں ان هم الا حربي وما يعقلها الا العالمون۔ تو جب یہاں کے کفار حربی ٹھہرے تو ان کا مال مباح ہے بشرطیکہ ان کی رضا سے جو غدر اور بدعہدی نہ ہو لہٰذا وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپیہ جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں، اور لینے میں اپنی عزت وآبرو کا کوئی خطرہ نہیں وہ رقم کسی کے سود کہہ دینے سے سود نہ ہوگی اسے اپنے ہر جائز کام میں استعمال کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) تاڑی نشہ آور ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے حدیث شریف میں ہے: کل مسکر حرام۔ اور فقیہ اعظم ہند مرشدی صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ تاڑی بیشک حرام ہے کہ اس میں نشہ ہوتا ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اوّل ص ۱۹۰) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) لاؤڈ اسپیکر اگر جائز کام میں استعمال کیا گیا جیسے میلاد شریف اور تقریر و وعظ وغیرہ میں تو اس کی آمدنی جائز ہے اور اگر ریکارڈ بجانے ناچ نچانے یا اس قسم کے دوسرے ناجائز کاموں میں استعمال کیا گیا تو اس کی آمدنی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر ماں مسلمان ہے تو بچہ بھی مسلمان ہے اور زنا کا گناہ بچہ پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبد الشکور ماڈرن ٹیلر بینک روڈ ٹیکم گڑھ (ایم۔ پی)

جو روپیہ بینک میں جمع کیا جائے اس پر سود لینا یا کسی اہل ہنود کو رقم دے کر سود لینا کیسا ہے؟

الجواب: بینک اگر موجودہ انڈیا گورنمنٹ کا ہو یا کسی کافر حربی کا ہو تو اس میں جمع کئے ہوئے روپیوں پر جو منافع ملتے ہیں وہ شرعاً سود سے حرام نہیں اس لئے کہ یہاں کی حکومت غیر مسلموں کی ہے اور یہاں کے غیر مسلم حربی ہیں اور حربی و مسلم کے درمیان سود نہیں حدیث شریف میں ہے: لاربا بين المسلم والحربي في دار الحرب۔ اسی طرح یہاں کے کسی فرد غیر مسلم کو ایک روپیہ دے کر دو روپیہ لینا جائز ہے سود نہیں۔ ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۸۸ میں سیر کبیر سے ہے: لو باعهم درهما بدرهمين فذلك طيب۔ وهو تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از علی حسن موضع مٹیر ضلع بستی

دارالاسلام اور دارالحرب کسے کہتے ہیں؟

الجواب: دارالاسلام وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو یا اب نہیں تو پہلے تھی اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائر اسلام مثل جمعہ وعیدین، اذان واقامت اور جماعت باقی رکھے اور اگر شعائر کفر جاری کئے اور شعائر اسلام بالکل مٹا دیئے اور اس میں کوئی شخص امان اوّل پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھری ہوئی نہیں تو دارالحرب ہو جائے گا۔ جب تک یہ تینوں شرطیں جمع نہ ہوں کوئی دارالاسلام دارالحرب نہیں ہو سکتا۔ ھٰکذا فی الجزء السابع من الفتاویٰ الرضویۃ. وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از فضل الرحمٰن القادری نارائنی ڈویزن گورکھ پور (یو۔پی)

(۱) بینک سے سود لینا یا دینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) نوکری کرنے والوں کا جو روپیہ ہر مہینہ تنخواہ سے کٹ جاتا ہے اور سود کے ساتھ آخر میں ملتا ہے جائز ہے کہ نہیں؟

(۱) **الجواب:** جو بینک کہ یہاں کے خالص غیر مسلموں کا ہے اس کا نفع شرعاً سود نہیں اسے لینا اور اپنی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان ھم الاحربی لایعقلھا الاالعالمون۔ اور مسلمان وکافر حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی۔ اور اگر بینک مسلم وغیر مسلم کا مشترکہ ہے تو اس کا نفع سود ہے اس کا لینا دینا دونوں حرام ہیں اور اگر غیر مسلم کے ساتھ مسلم کے اشتراک کا شبہ ہے تو اس صورت میں نفع لینا اور دینا حرام وناجائز ہے کہ سود اور شبہۂ سود دونوں سے سرکار نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الربوا والریبۃ. وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر مسلمان کا نوکر ہے یا ہندو اور مسلمان کی مشترکہ کمپنی کا نوکر ہے تو ماہانہ تنخواہ سے کٹے ہوئے روپیوں کا نفع لینا جائز نہیں ورنہ جائز ہے کہ وہ شرعاً سود نہیں۔ ھٰذا ماظھرلی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹؍ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حافظ عبدالباسط کالپی جالون۔ یو۔پی۔

ہندو بینک یا ڈاک خانہ سے جو منافع ملتا ہے کیا اس کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے کیونکہ ابھی تک اس منافع کو علیحدہ کرکے غریبوں کو دے دیتے ہیں اور ثواب کی نیت نہیں رکھتے کیا اس کو اپنے صرف میں بھی لا سکتے ہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: جو بینک کہ مسلمانوں کا ہو یا ہندو اور مسلم کا مشترکہ ہو ایسے بینک کا نفع سود ہے حرام ہے اس کا لینا ہرگز جائز نہیں اور جو بینک کہ صرف یہاں کے کافروں کا ہو اس کا نفع لینا اور ہر مباح کام میں صرف کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان ھم الاحربی وما یعقلھا الاالعالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور کافر حربی و مسلمانوں کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب۔ اس حدیث میں فی دارالحرب کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ لیکن یہاں کے کافروں سے نفع لینا جائز ہے دینا منع ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے: ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد صادق موضع کوری ضلع بھوجپور (بہار)

جب کہ قانون شرعی ہے کہ ہم جنس دے کر ہم جنس زائد لینا سود کہلاتا ہے جو قطعی حرام ہے تو بینک سے فائدہ لینا کیسا ہے؟ اگر حرام ہے تو پیسے کے استعمال سے بھی آگاہ فرمائیں۔ حرام پیسہ فقیر کو دینا کیسا ہے؟

الجواب: اگر بینک یہاں کے کافروں کا ہے تو اس کا نفع جائز و حلال ہے اس لئے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان ھم الاحربی وما یعقلھا الاالعالمون (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰) اور مسلمان و کافر حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربوا بین المسلم والحربی۔ اور اگر بینک مسلمانوں کا ہے یا مسلمان و کافر کا مشترکہ ہے تو اس بینک کا نفع بیشک سود ہے اور اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے اور فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم ص۱۰۶) وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولوی عبدالرزاق قادری مدرسہ انوار العلوم عمادپٹی ضلع چمپارن (بہار)

ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟

الجواب: ہندوستان بحمداللہ تعالٰی ہنوز دارالاسلام ہے۔ فتاوٰی رضویہ میں جامع الفصولین سے ہے: لما صارت البلدۃ دارالاسلام باجراء احکامہ فما بقی شئی من احکامہ واثارہ تبقی دارالاسلام۔ انتھٰی ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از حمید احمد مدار کواری کی چال کھولی نمبر ۲۵ پانچواں نظام پورہ بھیونڈی ضلع تھانہ

(۱) بینک میں میرا کچھ پیسہ جمع ہے اس میں جو بیاج ملے گا اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) میں ایک ہندو اور ایک مسلم کا کھیت رہن لیا ہوں اس کی مال گزاری دیتا ہوں۔ ہندو والا کھیت ایک دوسرے ہندو کو ادھیا پر دیا ہوں اور مسلم کا کھیت اسی مسلم کو دیا ہوں۔ ادھیا پر پورا خرچ وہ کرتا ہے صرف کھاد کا آدھا پیسہ میں دیتا ہوں اس کے بارے میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟

(۳) میں اپنا کھیت کسی مسلم یا ہندو کو ادھیا پر دیا ہوں پورا خرچ وہ کرتا ہے غلہ ہونے پر وہ غلہ و بھوسہ وغیرہ آدھا دیتا ہے تو اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۱) **الجواب:** بینک اگر یہاں کے کافروں کا ہے تو اس کا نفع شرعاً سود نہیں اس کو لے کر اپنی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاربا بین المسلم والحربی۔ اور اگر مسلمان کا ہے یا مسلمان و کافر کا مشترکہ ہے تو ضرور اس کا نفع سود ہے حرام ہے اسے لینا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) کسی کو قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے حرام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر نفعا فھو ربوا۔ لہٰذا مسلمان کا کھیت رہن لے کر اس سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے اور حربی کافروں کے کھیت سے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ صورت جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

باب السلم

بیع سلم کا بیان

مسئلہ: از جیش محمد صدیقی برکاتی دار العلوم حنفیہ جنک پور دھام (نیپال)

محترم المقام لائق صد احترام حضرت مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم۔ عرض یہ ہے کہ ایک شبہ کا ازالہ فرمادیں کرم ہوگا۔ وہ یہ کہ بہار شریعت حصہ یازدہم ص ۱۷۵ پر بیع سلم کے سلسلہ میں مرقوم ہے کہ مسلم فیہ وقت عقد سے ختم میعاد تک برابر دستیاب ہوتا رہے الخ اور ص ۱۷۷ پر ہے کہ نئے گیہوں میں سلم کیا اور ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں یہ نا جائز ہے یہی اردو عالمگیری ص ۱۱۱ میں لکھا ہے۔ قانون شریعت میں بھی یہی تحریر ہے اور ہدایہ جلد دوم باب سلم میں جو حدیث شریف مروی ہے نیز صاحب ہدایہ کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع سلم اس نئے دھان میں جائز نہ ہونی چاہئے جو ابھی موجود نہ ہوئے ہیں۔ قدوری وغیرہ میں بیع سلم کے جواز سے متعلق جو شرائط مذکور ہیں ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اطراف میں اگہن آنے سے ایک دو ماہ قبل نئے دھان پر روپیہ دیتے ہیں وہ جائز نہ ہو کیونکہ مسلم فیہ وقت عقد پر موجود نہیں ہے نہ بازار میں نہ گھر میں بلکہ کھیت میں پودا کی صورت میں ہے اور بہار شریعت نیز عالمگیری، ہدایہ، قدوری وغیرہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ جائز نہ ہو اور آپ نے اپنی کتاب انوار الحدیث میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے: مثلاً زید نے فصل تیار ہونے سے پہلے بکر سے کہا کہ آپ سو روپے ہمیں دیجئے الخ بخاری اور مسلم کی جن حدیثوں کو آپ نے پیش کیا ہے ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیع سلم نئے دھان اور نئے گیہوں وغیرہ میں جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہیں جن کی فصل تیار نہ ہوئی ہے جائز ہے لہٰذا رفع اشکال کی کیا صورت ہوگی تحریر فرمائیں؟

الجواب: حضرت مولانا المحترم زید احترامکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بیشک بیع سلم کی صحت کے شرائط میں سے ہے کہ مسلم فیہ وقت عقد سے ختم میعاد تک برابر دستیاب ہوتا رہے اس لئے کہ پوری میعاد میں مسلم فیہ کے تسلیم پر بائع کا قادر ہونا ضروری ہے' اور یہ بھی صحیح ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے نئے گیہوں اور دھان میں بیع نا جائز ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ گیہوں یا دھان جب تک کہ قابل انتفاع نہ ہوں ان کی بیع سلم جائز نہیں اور جب قابل انتفاع ہو گئے تو جائز ہے اگر چہ وہ ابھی کھیت سے نہ کاٹے گئے ہوں اس لئے کہ بائع مسلم فیہ کے تسلیم پر قادر ہے حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتسلفوا فی الثمار حتی یبدو صلاحھا۔ یعنی پھلوں کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے ان کی بیع سلم مت کرو۔ ثابت ہوا کہ جب پھلوں کی درستگی ظاہر ہو جائے یعنی وہ قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی بیع سلم جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس حالت میں ہلاک نادر ہو۔ لان النادر کالمعدوم اور اگر قابل انتفاع ہونے

کے بعد بھی اکثر ہلاک ہوجاتا ہو جیسے کہ بعض نشیبی علاقوں میں دھان وغیرہ سیلاب سے اکثر ہلاک ہو جاتے ہیں تو اگر اس صورت میں بازاروں میں دھان نہ ملتے ہوں تو جب تک کھیت سے کاٹ کر محفوظ نہ کر لئے جائیں ان کی بیع سلم ناجائز ہے۔ لان الغالب فی احکام الشرع کالمتیقن۔ لہٰذا آپ کے اطراف میں اگر قابل انتفاع ہونے سے پہلے نئے دھان کی بیع سلم کرتے ہیں اور اس وقت نئے دھان بازاروں میں نہیں پائے جاتے تو اس طرح بیع سلم کرنا ناجائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں بائع نئے دھان کے تسلیم کرنے پر قادر نہیں۔ ہاں اگر نئے دھان کی قید نہ ہو بلکہ متعاقدین میں یہ طے ہو کہ بائع دھان دے گا خواہ نیا دے یا پرانا مشتری کو اعتراض نہ ہوگا تو اس صورت میں اگہن سے ایک دو ماہ پہلے دھان کی بیع سلم جائز ہے بشرطیکہ دھان اس علاقہ کے بازاروں میں اس وقت مل سکتا ہو: لان البائع قادر علی تسلیم المسلم فیه۔ اور انوار الحدیث میں جو لکھا ہے کہ زید نے فصل تیار ہونے سے پہلے الخ۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ قابل انتفاع ہونے کے بعد اور کٹنے سے پہلے الخ۔ اور بخاری و مسلم کی جو حدیث شریف کتاب میں لکھی ہے اگر چہ بظاہر اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز ابھی پیدا نہ ہوئی تو اس کی بیع سلم جائز ہے مگر دوسری حدیثوں میں پیدا ہونے سے پہلے بیع سلم کرنے کو صراحۃً منع کیا گیا ہے جیسا کہ وہ حدیث جو اوپر مذکور ہوئی اور بخاری شریف میں ہے: عن البختری قال سألت ابن عمر عن السلم فی النخل قال نہی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع النخل حتی یصلح وسألت ابن عباس رضی الله عنهما عن السلم فی النخل فقال نہی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع النخل حتی یوکل منه۔ اور ابوداؤد و ابن ماجہ میں ہے: عن ابی اسحاق عن رجل نجرانی قلت لعبد الله بن عمر اسلم فی نخل قبل ان تطلع قال لا۔ وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع النور ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از مفتی جیش محمد صدیقی برکاتی حفظہ عن المعاصی دار العلوم حنفیہ جنک پور دھام (نیپال)

فیض مآب حضرت علامہ مفتی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف دامت فیوضکم العالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔ حضرت کا فتویٰ مع نامہ ایک ہفتہ قبل تشریف لا کر نظر نواز ہوا ذرہ نوازی کا بہت بہت شکریہ مطالعہ کے بعد ایک شبہ کا ازالہ ہوا اور ایک کا اضافہ۔ وہ یوں کہ اگر کھیت کی قابل انتفاع شئی کو جو ابھی بازار میں نہیں ملتی ہے بازار میں موجود ہونے کا حکم دیا جائے جیسا کہ حضرت کے فتویٰ سے مفہوم ہوتا ہے تو جو شئی گھر میں موجود ہے اور بازار میں نہیں ملتی اسے بدرجۂ اولیٰ بازار میں موجود ہونے کا حکم دیا جا سکتا ہے کہ مقدور التسلیم ہے۔ حالانکہ بہار شریعت حصہ یازدہم ص ۱۷۵ پر موجود ہونے کا یہ معنی بیان فرمایا کہ بازار میں ملتا ہو اور اگر بازار میں نہ ملتا ہو اور گھروں میں ملتا ہو تو موجود ہونا نہ کہیں گے۔ تو فتویٰ اور بہار شریعت کی اس عبارت میں ٹکراؤ مفہوم ہوتا ہے اندفاع کی صورت تحریر فرمائیں۔

الجواب: مولانا المکرم۔ وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته۔ کھیت کی قابل انتفاع شی کو بازار میں موجود ہونے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ جب وہ قابل انتفاع ہے تو بائع اس کی تسلیم پر قادر ہے اور بہار شریعت کی عبارت کہ بازاروں میں نہ ملنے اور گھروں میں پائے جانے کا معنی یہ ہے کہ وہ فروخت نہ ہوتی ہو اور بازاروں میں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فروخت ہوتی ہو۔ لہٰذا گھروں میں جو شی موجود ہے اگر فروخت ہوتی ہے تو بیشک اسے بھی بازاروں میں ملنا کہیں گے۔ اس لئے کہ وہ مقدور التسلیم ہے' اور اگر بازاروں میں ہے مگر فروخت نہیں ہوتی تو اسے بازاروں میں ملنا نہ کہیں گے اس لئے کہ بائع اس کی تسلیم پر قادر نہیں۔ اصل یہ ہے کہ بیع سلم کے صحیح ہونے کی ایک شرط قدرت علی التحصیل ہے جیسا کہ ہدایہ باب السلم جلد ثالث ص ۸۱ میں ہے: اور قدرت علی التحصیل سے مراد عدم انقطاع ہے جیسا کہ فتح القدیر جلد سادس ص ۲۲۹ میں ہے: اما القدرة علی تحصیله فالظاهر ان المراد منه عدم الانقطاع۔ لہٰذا جب مسلم فیہ کھیت، بازار یا گھر کہیں سے حاصل ہو سکے تو عدم انقطاع کی شرط پائی گئی بیع سلم صحیح ہے' اور اگر کہیں سے نہ مل سکے تو صحیح نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

کتاب الھبہ

ہبہ کا بیان

مسئلہ: از شمس الدین اے ۲۸/۲۶ بالو بیر چند و پورہ وارانسی نمبرا

پندرہ سولہ سال کا عرصہ ہوا کہ زید کے والد نے ایک حلف نامہ اقرار نامہ نوٹری ٹکٹ لگا کر ایک پنچ نامہ بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے اپنے آٹھ لڑکوں کو مکان، کاروبار، گھرستی کا مالک بنایا۔ آج سے برابر کے حق دار ہیں۔ ایک لڑکا (آٹھویں میں سے) ۱۹۷۰ء میں علاحدہ ہونے لگا اس وقت تقریباً دو سو کرگھہ تھے۔ علاحدہ ہونے والے سے والد اور بڑے بھائی نے کہا کہ آپ صرف دو کرگھہ لے لیں اس لئے کہ آپ کو کوئی تجربہ نہیں ہے اور جو کچھ تمھارا شرعی حصہ ہے دے دیا جائے گا تو تم محفوظ نہیں رکھ سکتے لیکن تمھارا حصہ کچھ مہینے بعد ہم دے دیں گے۔ علاحدہ ہونے والے کے اصرار پر بڑے بھائی نے چند پنچان کو جمع کیا جن کی موجودگی میں والد صاحب اور بڑے بھائی نے کہا کہ یہ دو کرگھہ لے کر علاحدہ ہو جائے ہم ۴، ۵ ماہ کے بعد اس کا شرعی حق وحصہ دے دیں گے۔ دو کرگھہ کے سامان کی قیمت اور عید الفطر کے مصارف اور کھانے پکانے کے سامان کی قیمت مجموعی دو ہزار چھ سو پچیس روپے علاحدہ ہونے والے کو ملے۔

دریافت طلب یہ ہے کہ علاحدگی کے وقت ۱۹۷۰ء میں جو اثاثہ (جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ) تھی اسی حساب سے شرعی حصہ ملے گا یا ۱۹۸۰ء میں جو پوزیشن ہے اس کے اعتبار سے؟ بینوا توجروا۔

(نوٹ) اگر زید کے اقرار نامہ کے بعد والد نے دوبارہ زید کی عدم موجودگی میں دوسرا اقرار نامہ صرف سات لڑکوں کو لکھ دیا تو کیا یہ اقرار نامہ صحیح ہے؟ اور زید اپنے حق وحصہ سے محروم ہو جائے گا؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب. باپ کا مرض الموت سے پہلے لڑکوں کو جائیداد کا مالک بنا دینا ہبہ ہے۔ مگر روپیہ پیسہ مکان کرگھا وغیرہ جو چیزیں کہ قابل تقسیم تھیں باپ نے ان کو تقسیم کر کے سب کو نہ دیا اور سب بالغ تھے یا کچھ بالغ اور کچھ نابالغ تو صرف اقرار نامہ لکھ دینے سے ہبہ صحیح نہ ہوا۔ باپ اپنی جائیداد کا حسب سابق مالک ہے اگرچہ سب لڑکوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا ہو۔ بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۸۶ میں ہے: ھبۃ المشاع الذی تمکن قسمتہ لایصح. اور بعد میں ایک لڑکے کو جتنا مال دے کر علاحدہ کیا وہ اتنے کا تنہا مالک ہو گیا اور جو چیزیں کہ قابل تقسیم نہ تھیں اگر بعد ہبہ لڑکوں نے ان پر قبضہ کر لیا تو ان چیزوں کے سب مالک ہو گئے اور جتنا مال علاحدہ ہونے والا تنہا پا چکا ہے اسے وضع کرنے کے بعد اب تقسیم کے دن کی پوزیشن کے اعتبار سے اس لڑکے کا باقی حصہ دینا باپ پر لازم ہے اور قابل تقسیم چیزوں کے بارے میں پھر دوسرا اقرار نامہ بھی بغیر تقسیم عند الشرع لغو ہوگا۔ ہاں اگر مرض الموت سے پہلے صرف سات لڑکوں کو دے کر تقسیم کر دے تو بشرط قبضہ وہ لوگ

اپنے اپنے حصہ کے ضرور مالک ہو جائیں گے اور زید اپنے شرعی حصہ سے محروم ہو جائے گا مگر باپ گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۸۸ پر ہے ان وھب ماله کله لواحد جاز قضاء وھو آثم اھ۔
اور اگر باپ نے اپنی پوری جائیداد زندگی میں سب لڑکوں کو تقسیم کر کے نہ دی تو اس کی موت کے بعد سب لڑکوں کے برابر زید بھی باپ کی میراث کا شرعاً حقدار ہوگا اس لئے کہ باپ کی زندگی میں جو کچھ اسے ملا وہ ہبہ ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ربیع النور ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از تاج محمد گونڈوی متعلم فیض الرسول براؤں شریف۔ ضلع بستی

بہت سے لوگ خصوصاً مدرسین دوسروں کے نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر پیتے اور وضو کرتے ہیں۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ہرگز نہیں جائز ہے کہ وہ بچوں کی طرف سے ہبہ ہوتا ہے اور نابالغ بچوں کا ہبہ صحیح نہیں۔ درمختار مع شامی جلد چہارم ص ۵۰۸ میں ہے: لاتصح ھبة صغیر۔ اور فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: بعض لوگ دوسرے کے بچہ سے پانی بھروا کر پیتے یا وضو کرتے ہیں یا دوسری طرح استعمال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ اس پانی کا وہ بچہ مالک ہو جاتا ہے اور ہبہ نہیں کر سکتا پھر دوسرے کو اس کا استعمال کیوں کر جائز ہوگا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ ص ۷۷) وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولانا جمال احمد خاں رضوی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف۔

زید جو کافی بڈھا اور از کار رفتہ ہو چکا تھا اس کی گزر اوقات کے لئے کسی وجہ سے کچھ لوگوں نے ایک کنٹل گیہوں اور ایک کنٹل چاول سال میں اس سے دینے کا وعدہ کیا۔ تو گاؤں کے کچھ لوگوں نے مقامی دار العلوم کے منیجر سے گفتگو کر کے دار العلوم کے مطبخ میں اس شرط پر اس کا کھانا شروع کرا دیا کہ وہ گیہوں اور چاول کی مقدار مذکور سال میں دار العلوم کو دیتا رہے گا۔ تقریباً دو سال تک شخص مذکور نے مقررہ غلہ دار العلوم کے مطبخ میں دیا مگر پھر غلہ دینا بند کر دیا اس کے باوجود زید کا کھانا دار العلوم کے مطبخ سے برابر جاری رہا، دار العلوم کے کچھ ذمہ دار علماء و اراکین نے منیجر دار العلوم سے اس سلسلہ میں گفتگو کی۔ زید کو دار العلوم کے مطبخ سے کھانا کس طرح دیا جا رہا ہے تو جواب میں منیجر دار العلوم نے بتایا کہ زید کے پاس مکان اور دو نمبر کھیت ہیں وہ اس نے دار العلوم میں دینے کو کہا ہے اور اس کی کچھ رقم پوسٹ آفس میں ٹیکس ڈیپازیٹ میں جمع ہے اور اس کا وارث بھی بحیثیت منیجر دار العلوم مجھی کو بنایا ہے کچھ دنوں کے بعد زید کی بینائی بھی جاتی رہی اور زیادہ ضعیفی کے باعث وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوتا جا رہا تھا اسی زمانہ میں منیجر دار العلوم کی علالت کا سلسلہ چل رہا تھا اور وہ بسلسلۂ علاج کئی ماہ سے مختلف مقامات پر باہر ہی مقیم رہے۔ زید بار بار منیجر دار العلوم کی واپسی کے بارے میں معلوم کرتا رہتا تھا اور بارہا اس نے کہا کاش منیجر صاحب جلدی واپس آ جاتے تو میں اپنا گھر اور کھیت وغیرہ جو دار العلوم کو دے چکا ہوں دار العلوم کے نام رجسٹری کر کے سبکدوش ہو جاتا تا کہ بعد کو ورثہ کوئی

نزاع نہ کھڑا کرسکیں۔ زید کے اس بیان اور منیجر دارالعلوم مرحوم کے مذکورہ بالا بیان کے حلفیہ شاہد دارالعلوم کے ذمہ دار علماء و مقامی کئی لوگ ہیں۔ مرضیِ مولیٰ کہ منیجر دارالعلوم کا انتقال ہوگیا اور زید کی حسرت دل ہی میں رہ گئی اور دارالعلوم کے نئے منیجر کا تقرر ہوگیا۔ اسی دوران زید کی ٹیکس ڈیپازیٹ والی رقم کی معیاد پوری ہوگئی اور اس نے اپنی موت سے کچھ روز پہلے اپنے ہی نشانی انگوٹھا سے وہ رقم پوسٹ آفس سے نکال کر حسب وعدہ نئے منیجر کے حوالہ کردی، اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ

نمبر۱: نئے منیجر کا مذکورہ رقم کو دارالعلوم کے حساب میں لے لینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس رقم پر زید مذکور کے بھتیجوں یا وارثوں کا کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

نمبر۲: نئے منیجر دارالعلوم جو ایک ذمہ دار عالم بھی ہیں ان کے بارے میں صورت مسئولہ کو مسخ کرکے مختلف دارالافتاء سے فتویٰ حاصل کرکے ان کی ہتک عزت کرنے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زید نے اگر مرض الموت سے پہلے اپنے ہی نشانی انگوٹھا سے رقم مذکور پوسٹ آفس سے نکال کر منیجر دارالعلوم کے حوالہ کردی اور منیجر نے اس پر قبضہ بھی کرلیا تو وہ دارالعلوم کی ملکیت ہوگئی۔ بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۸۸ میں ہے: ان وھب مالہ کلہ لواحد جاز قضاء وھو آثم اھ۔ اس صورت میں پوری رقم مذکور کو منیجر کا دارالعلوم کے حساب سے لے لینا صحیح ہے۔ زید کے وارثوں کا اس میں کوئی حرج نہیں، اور اگر رقم مذکور زید نے مرض الموت میں دی اور وہ زید کے ترکہ کھیت اور مکان وغیرہ کی کل مالیت اور نقدی میں ثلث یا اس سے کم ہے تو اس صورت میں بھی پوری رقم دارالعلوم کی ملکیت ہوگئی۔ اور اگر وہ ثلث سے زیادہ ہے تو اس صورت میں صرف ثلث دارالعلوم کی ملکیت ہوئی۔ زائد رقم کا اس کے ورثہ کو واپس کرنا منیجر دارالعلوم پر لازم ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: مریض صرف ثلث مال سے ہبہ کرسکتا ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ ص ۶۵)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم مصری ۳۸۲ میں ہے: لایجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث اھ۔ وھو تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

نمبر۲: صورت مسئولہ کو بدل کر منیجر دارالعلوم کے خلاف فتویٰ حاصل کرکے ان کی ہتک عزت کرنے والے سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں ان پر توبہ واستغفار کرنا اور منیجر دارالعلوم سے معذرت کرنا لازم ہے۔ ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح والمجیب مصیب ومثاب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

(مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف)

کتاب الاجارہ

اجارہ کا بیان

مسئلہ: از مہدی حسن خاں صمدہ۔ گوشائیں گنج ضلع فیض آباد

(۱) زید نے بکر سے مبلغ سولہ سو روپے لئے اس کے عوض ڈیڑھ بیگھہ زمین برائے کاشت دی۔ بکر اس پر دس سال تک قابض رہے گا۔ بعد میعاد زمین بغیر کسی روپیہ کے چھوڑے گا۔ جو زمین زید نے بکر کو دی ہے وہ ایک بیگھہ جوتائی بنائی کر کے دی۔ اور دس بسوہ پر ارہر جس میں پھول لگے تھے روپیہ لینے سے پہلے حوالہ کیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان شرائط پر زمین کا لین دین کیسا ہے؟

(۲) فصل جو بغیر کسی محنت وخرچ کے بکر کو حاصل ہوگئی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) **الجواب:** بعون الملک الوھاب۔ صورت مستفسرہ میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ یہ صورت اجارہ میں داخل ہے۔ یعنی دس سال کے لئے کھیت کرائے پر دیا اور کرایہ پیشگی لے لیا ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفدہم ص ۳۹ پر ہے: اور فصل بکر کو روپیہ کے بدلے حاصل ہوئی جیسے کہ زید بکر کو کوئی مال دے اور روپیہ بعد میں لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: از الحاج حفیظ اللہ انصاری حفیظ منزل پوسٹ ومقام شہرت گڑھ ضلع بستی۔

مکرمی! حضور مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔ مؤدبانہ التماس ہے کہ حسب ذیل سوالوں کے جوابات شریعت مقدسہ کی روشنی میں مع دلائل کے مرحمت فرمائیں۔

زید کی کھیت راج نیپال ترائی میں ہے اور زید انڈیا میں رہتا ہے فصل فصل پر جایا کرتا ہے اس لئے اپنے کھیت کو اسی گاؤں کے مسلم اور غیر مسلم کاشتکار کو حسب ذیل شرائط پر دیا کرتا ہے۔

(۱) کھیت کو لگان یعنی مالگزاری پر طے کر کے دینا کہ ایک سال میں ایک بار صرف دو من دھان لوں گا جبکہ کاشتکار اسی کھیت میں دو فصل بوتا کاٹتا ہے یہ طریقہ جائز ہے کہ نہیں؟ سرکار کو لگان زید خود ہی دیتا ہے۔

(۲) کھیت کو ہنڈی پر دینا مثلاً ایک بیگھہ کھیت ہے سال میں ایک بار صرف دو من دھان لوں گا جبکہ کاشتکار اسی کھیت میں دو فصل بوتا کاٹتا ہے یہ بھی طریقہ جائز ہے کہ نہیں؟ سرکار کو لگان زید خود ہی دیتا ہے۔

(۳) کھیت کو بٹائی پر کمی وزیادہ مقدار میں طے کر کے دینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۱) **الجواب:** اللهم هداية الحق والصواب ۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال جس پر ہر سال چار من دھان دینا طے ہوا کا جواب لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ یہ اجارہ فاسد اور عقد حرام واجب الفسخ ہے کہ اس میں مالک زمین کے لئے ایک مقدار معین دھان کی شرط کی گئی اور وہ قاطع شرکت ہے کہ ممکن ہے کہ چار ہی من دھان پیدا ہوں یا اتنے بھی نہ ہوں۔ في تنوير الابصار: المزارعة تصح بشرط الشركة في الخارج فتبطل ان شرط لاحدهما قفزان مسماة اھ۔ملتقطا۔ بلکہ یوں کہنا لازم ہے کہ مثلاً نصف یا ثلث یا ربع پیداوار پر یہ زمین تیرے اجارہ میں دی پھر اگر کچھ پیدا ہوتو حسب قرارداد اس کا نصف یا ثلث یا ربع مالک زمین کے لئے ہوگا اور کچھ نہ پیدا ہوتو کچھ نہیں۔ یہ شرط لگانا کہ کچھ نہ پیدا ہو جب بھی مجھے اتنا ملے یہ بھی مفسد وحرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص ۱۶۵) هذا ما عندی وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱) یہ صورت بھی اجارہ فاسد اور عقد حرام کی ہے جیسا کہ جواب نمبر ا سے ظاہر ہے۔ وهو سبحانه وتعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحكم۔

(۳) زمین و بیج ایک شخص کے اور دوسرا شخص اپنے ہل بیل سے جوتے بوئے گا یا ایک کی فقط زمین باقی سب کچھ دوسرے کا۔ یعنی بیج بھی اسی کے اور ہل بیل بھی اسی کے اور کام بھی وہی کرے گا۔ یا کھیتی کرنے والا صرف کام کرے گا باقی سب کچھ مالک زمین کا یہ تینوں صورتیں جائز ہیں اور اگر یہ طے ہو کہ زمین اور بیل ایک شخص کے اور کام و بیج دوسرے کے۔ یا بیل اور بیج ایک کے اور زمین و کام دوسرے کا یا یہ کہ ایک کے ذمہ فقط بیل باقی سب کچھ دوسرے کے ذمہ۔ یا ایک کے ذمہ فقط بیج باقی سب دوسرے کے ذمہ یہ چاروں صورتیں ناجائز و باطل ہیں۔ درمختار میں ہے: صحت لو كان الارض والبذر لزيد والبقر والعمل للآخر والارض له والباقي للآخر اوالعمل له والباقي للآخر فهذه الثلثة جائزة وابطلت في اربعة اوجه لو كان الارض والبقر لزيد اوالبقر والبذر له والاخر ان للآخر ان اوالبقر اوالبذر له والباقي للآخر اھ۔ اور کھیت کو بٹائی پر جن صورتوں میں دینا جائز ہے ان میں کمی بیشی کی مقدار میں جائز ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: از حاجی جعفر علی محلہ چمبور۔ بمبئی

شہروں میں عام طور پر رائج یہ ہے کہ مالک مکان سے اگر کوئی شخص کرایہ پر مکان لینا چاہتا ہے تو مالک مکان کو پہلے کچھ روپیہ پگڑی پر دیتا ہے پھر اس کے بعد ہر ماہ کرایہ الگ سے دیتا رہتا ہے اس لئے کہ مالک مکان کرایہ کے علاوہ پگڑی بغیر مکان کرایہ پر نہیں دیتا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کرایہ پر مکان لینے کے لئے پگڑی دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کرایہ پر مکان لینے کے لئے کچھ روپیہ کرایہ کے علاوہ پگڑی کے نام پر دینا اور لینا حرام و ناجائز ہے۔ لانہ لزوم مال مبتدأ فیکون بطریق الرشوۃ وھو حرام. ہاں کرایہ پر مکان لینے کے لئے مالک مکان کے پاس اگر بطور ضمانت پہلے کچھ روپیہ جمع کرے تو یہ جائز ہے۔ وھو اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از حقیق اللہ دیبیا پور۔ ضلع بستی

گھاٹ کی ملاحی لے سکتا ہے کہ نہیں جب کہ ندی میں کشتی سے نہ اترا جاتا ہو؟

الجواب: جب کہ ندی میں کشتی کے ذریعہ نہ اتارا جاتا ہو اور نہ اترنے والے بنائے ہوئے پل وغیرہ سے اترتے ہوں تو ان سے ملاحی لینا جائز نہیں کہ ملاحی صرف انتفاع کی اجرت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد ضامن علی گورکھپوری۔

ہمارے پاس کپڑا بننے والے چار پانچ کارخانے ہیں اور اس پر کاری گر بنائی کرتا ہے اور ہم اس کو صرف بنائی دیتے ہیں۔ اب رہا گیٹھوا کی جوڑائی تو وہ ہمارے ذمہ ہے یا کاریگر کے؟ اور تانا کی تنوائی کس کے ذمے ہے؟ اور ہم رواج کے پڑ جانے کی وجہ سے گیٹھوا کی تنوائی نہیں دیتے' اور اس کو کاری گر کے اوپر کر دیتے ہیں۔ اب بتائیے کہ ہم گنہگار ہیں کہ نہیں؟ جو مسئلہ ہو واضح فرمائیں۔

الجواب: اگر وہاں کے عرف میں تانا کی تنوائی اور گیٹھوا کی جوڑائی کاری گر کے ذمہ ہو کہ جو کاریگران کاموں کو خود نہ کرے یا ان کی مزدوری نہ دے تو اسے بنائی کم دیتے ہوں تو اس صورت میں گیٹھوا کی جوڑائی اور تانا کی تنوائی کاری گر کے ذمہ کرنے میں کارخانہ کا مالک گنہگار نہ ہوگا۔ لان المعروف کالمشروط. وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ابوظفر اعظمی نوادہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی)

مبارکپور کے آڑھت داز جب ان کے وہاں کوئی باہر کے خریدار آتے ہیں تو ان کی موجودگی میں بنکروں سے ساڑیاں خریدتے ہیں آڑھت داروں اور خریداروں کے درمیان ایک مقررہ کمیشن طے رہتا ہے آڑھت دار جس قیمت پر ساڑھیاں خریدتا ہے اسی حساب سے خریدار ساڑھیوں کی قیمت آڑھت داروں کو مع کمیشن دے دیتا ہے مگر خریداروں سے قیمت پانے کے بعد بنکروں کو جب وہ قیمت دیتا ہے تو وہ پوری قیمت نہیں دیتا بلکہ دو روپیہ لے کر پانچ روپیہ دس روپیہ تک کم دیتا ہے جس کو وہ

کٹوتی کہتا ہے۔ بنکروں (ساڑھیاں بیچنے والوں) کا کہنا ہے کہ اس طرح سے جو رقم کاٹی جاتی ہے وہ بالکل ناجائز و حرام ہے مگر آڑھت دار کہتا ہے کہ یہ کٹوتی حرام نہیں ہے کیونکہ ہمارے یہاں جو شخص بھی ساڑھی فروخت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم کٹوتی کاٹتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا خریداروں سے اصل قیمت پانے کے بعد آڑھت داروں کا کٹوتی کاٹنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب: آڑھت دار ساڑھیوں کی قیمت میں سے ایک معینہ رقم کٹوتی کے نام پر جو لیتا ہے اگر اس علاقہ میں یہ بات مشہور و معروف ہو اور ہر ساڑھی بیچنے والا اس بات سے واقف ہو تو جائز ہے۔ فان المعروف کالمشروط کما هو من القواعد المقررة الفقهية اور اگر یہ صورت نہ ہو تو جائز نہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از یار محمد ستار والا نور باغ اسٹیشن روڈ سورت (گجرات)

بہت سے لوگ گائے، بکری یا مرغی اس شرط پر دوسروں کو دیتے ہیں کہ تم اس کی پرورش کرو۔ بچے اور انڈے جس قدر ہوں گے وہ ہم لوگ آپس میں بانٹ لیں گے تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس طرح کا معاملہ کرنا جائز نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''دوسرے کو گائے بکری اس شرط کے ساتھ دینا جائز نہیں کہ جتنے بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف نصف لے لیں گے۔ اس صورت میں شرعاً بچے اس کے ہیں جس کی گائے بکری ہے اور دوسرے کو صرف اس کے کام کی واجبی اجرت ملے گی۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ ص ۱۴۳) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اذا دفع البقرة بعلف فیکون الحادث بینهما نصفین فما حدث فهو لصاحب البقرة وللاخر مثل علفه واجر مثله تاتارخانیه (ردالمحتار جلد سوم ص ۳۵۱) اور اسی طرح مرغی بھی کسی کو اس شرط پر دینا جائز نہیں کہ انڈے ہم دونوں تقسیم کر لیں گے۔ کل انڈے اسی کے ہیں جس کی مرغی ہے دوسرے کو اس کے کام کی مناسبت سے مزدوری ملے گی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم مصری ص ۴۳۰ میں ہے: لودفع الدجاج علی ان یکون البیض بینهما لایجوز۔ والحادث کله لصاحب الدجاج کذا فی الوجیز للکردری اھ۔ تلخیصًا۔ وهو سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سیّد اعجاز احمد قادری نیر پوسٹ آفس تاڑپتری (اندھرا پردیش)

سوم، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ کے موقع پر ایصال ثواب کے لئے روپیہ دے کر قرآن خوانی کرانا کیسا ہے؟

الجواب: ایصال ثواب کے لئے کسی بھی موقع پر قرآن خوانی کروانا جائز و مستحسن ہے۔ لیکن اس پر اجرت لینا دینا جائز نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''سوم وغیرہ کے موقع پر اجرت پر قرآن

پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار۔ اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کرواتے ہیں۔ اگر اجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے اس کا ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں نیت کے ساتھ ہیں جب اللہ کے لئے عمل نہ ہو تو ثواب کی امید بیکار ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ ص ۱۳۹)

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: قال تاج الشریعة فی شرح الهداية ان القران بالاجرة لایستحق بالثواب لاللميت ولاللقاری۔ وقال العینی فی شرح الهداية ويمنع القاری للدنيا والاخذ والمعطی اثمان۔ فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقراء ة واعطاء الثواب للامر والقراء الاجل لمال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النية الصحيحة فاین یصل الثواب الی المستاجر (ردالمحتار جلد پنجم ص ۳۵) وهو تعالیٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد فاروق متعلم فیض الرسول براؤں شریف

کسی کے پاس بکرا ہو تو بکری گابھن کرانے والوں سے بکرا کے گابھن کرنے کا پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بکرا کے جفتی کرنے کا پیسہ لینا جائز نہیں جیسا کہ ہدایہ جلد سوم ص ۲۸۷ میں ہے: لایجوز اخذ اجرة عسب التیس وهو ان یواجر فحلا لینز وعلی اناث اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از انوار الحق خاں مقام و پوسٹ ٹیڑھوا نوآباد اترولہ ضلع گونڈہ۔

زید کا کام مکان وغیرہ میں ڈیکوریشن (آرائش) کرنا ہے تو کیا زید یہ کام سینما ہال وغیرہ میں کر سکتا ہے؟

الجواب: زید اجرت پر سینما ہال وغیرہ کی آرائش کر سکتا ہے بشرطیکہ اس میں تصویر سازی کا کام شامل نہ ہو۔ اس لئے کہ سینما دیکھنا گناہ ہے نہ کہ سینما کی تعمیر و آرائش میں اجرت پر کام کرنا۔ یہاں تک کہ اجرت پر راج گیر کا گرجا یا شولہ بنانا بھی جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۸۵ پر تصریح فرمائی ہے اور فتاویٰ قاضی خاں علی الہندیہ جلد دوم ص ۳۰۹ میں ہے: لو بنی بالاجر بیعة او کنیسة للیهود والنصاریٰ طاب له الاجر اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبدالمصطفیٰ ٹیلر محلہ پوروہ۔ مہنداوّل ضلع بستی

امام ومؤذن جو امامت کرنے اور اذان پڑھنے کی تنخواہ لیتے ہیں اور مدرسین جو مذہبی تعلیم دینے کا پیسہ لیتے ہیں۔ ان کاموں پر امام ومؤذن اور مدرس کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب: جب کہ یہ لوگ امامت، اذان اور مدرسی روپے کے لئے کریں تو اجیر ہیں اور اجیر عامل لنفسہٖ ہیں عامل للہ نہیں اور جب عمل اللہ کے لئے نہ ہو تو ثواب کی امید بیکار ہے۔

ھٰذا ما ظھرلی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل مجدہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

کتاب الغصب

غصب کا بیان

مسئلہ: از برکت اللہ ساکن پپری پوسٹ بھدوکھر بازار ضلع بستی۔

زید اور حارث نے ایک ساتھ میں کچھ زمین خریدی۔ لیکن غلطی سے سب زمین زید کے نام ہوگئی۔ زید اور حارث کا زمین پر کچھ عرصہ تک قبضہ رہا۔ لیکن بعد میں سب زمین زید نے غصب کر لی۔ حارث نے پنچایت بلائی اور پنچوں نے زید سے کہا کہ حارث کا حصہ دے دو۔ لیکن زید نے حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ حارث نے مقدمہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا کیونکہ زمین زید کے نام لکھ گیا تھا۔ مجبوراً صبر کیا۔ زید اور حارث دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ ایک میاں صاحب ہیں وہ حارث سے کہتے ہیں کہ اگر زید تم سے معافی مانگے تو اس کو معاف کر دو کیونکہ ہم نے حدیث شریف میں دیکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان سے معافی مانگے تو وہ معاف نہ کرے تو اس کو حوض کوثر پر آنے نہیں دیا جائے گا۔ حوالہ میں فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۶۹۱ فصل اوّل آداب سفر مقدمات حج میں ہے: پیش کیا جب کہ زید کے پاس ابھی وہ زمین موجود ہے جو حارث کے ساتھ خریدی تھا۔ اس زمین کی پیداوار سے کافی ترقی کر چکا اور حارث بہت غریب آدمی ہے اور بڑی مشقت سے اپنی اور اہل وعیال کی پرورش کر رہا ہے۔ میاں صاحب دونوں کی حالت سے واقف ہیں کہ زید کی زندگی بہت عیش وآرام سے گزر رہی ہے اور حارث بہت پریشان حال ہے اگر زید حارث کا حصہ دے دے تو بھی زید کو کافی کمانے کھانے کا ذریعہ ہے (نوٹ) میاں صاحب نے جو فتویٰ دیا اس کا صحیح مسئلہ کیا ہے اور ایسا فتویٰ دینے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی حارث کی زمین غصب کی ہے جیسا کہ سوال مذکور ہے تو اگر زید کی غصب کی ہوئی زمین واپس کرے اور زمین سے نفع حاصل کرنے کا تاوان دے پھر حارث سے زمین غصب کرنے کی معذرت کرے اور حارث نہ معاف کرے تو بیشک اس وعید کا مستحق ہوگا جو حدیث شریف میں مذکور ہے اور اگر زید حارث کو ارض مغصوبہ واپس نہ کرے اور زمین کی منفعت کا تاوان بھی نہ دے اور حارث سے معافی مانگے تو نہ معاف کرنے کی صورت میں حارث پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ میاں صاحب کو مسئلہ سمجھنے میں دھوکا ہوا۔ ان پر رجوع لازم ہے۔ **هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند الله تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل جلاله وصلی الله علیه وسلم۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹؍رجب المرجب ۱۳۸۹ھ

کتاب الرھن

رہن کا بیان

مسئلہ: از محمد اسحاق خاں اریاواں ضلع رائے بریلی

زید نے ھندہ کے درخت انبہ رہن لئے۔ فصل آنے سے پہلے ہی ہندہ زر رہن لے کر زید کے پاس پہنچی اور کہا کہ اپنا روپیہ لے لیجئے اور ہمارے درختوں سے قبضہ اپنا اٹھا لیجئے۔ زید نے کہا کہ میں نے یہ روپیہ سودی قرض لے کر کے تم کو دے کر تمھارے یہ درخت رہن لیے تھے مجھے ان روپیوں کا سود بھی دو تب تمھاری جائیداد چھوڑوں گا۔ امور مندرجہ ذیل دریافت طلب ہیں۔

۱- کیا سودی روپیہ قرض لے کر دوسروں کی جائیداد رہن لینا جائز ہے؟

۲- کیا مسلمانوں کو جائیداد رہن لے کر بوقت فک رہن روپیہ مع سود لینا چاہئے یا بغیر سود جائیداد مرہونہ راہن کو واپس دینا چاہئے؟

۳- ایسے مرتہن مسلمان کے ساتھ عام مسلمانان اہل سنت کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: ۱- سود حرام قطعی ہے اور لینے والے، دینے والے بلکہ سودی دستاویز لکھنے والے اور گواہ سب گناہ میں برابر ہیں حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والوں سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (مسلم شریف) اور فرمایا کہ سود کا ایک درہم جس کو آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا گناہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (احمد، دارقطنی، مشکوٰۃ) اور فرمایا کہ سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جس میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (ابن ماجہ، بیہقی) لہٰذا سود پر روپیہ لینا حرام ہے خواہ اس سے رہن لے یا نہ لے۔

۲- بوقت فک رہن مع سود روپیہ لینا یہ بھی حرام و ناجائز ہے۔ بغیر سود لئے مال مرہون کو واپس کر دینا زید پر فرض ہے۔

۳- اگر زید نے مسلمانوں سے سود لیا تو اس پر رقم کا واپس کرنا اور علانیہ توبہ و استغفار کرنا لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار رہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ / شوال المکرم ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد خلیل ساکن پرا جھنگت ضلع بستی۔

ہمارے یہاں لوگ عام طور سے ایک بیگھہ زمین بیس روپے پچیس روپے سالانہ کرایہ پر دیتے ہیں میں نے ایک شخص کو سو

روپیہ قرض دیا اس شرط پر کہ وہ اپنا ایک بیگھہ کھیت ہمیں دے دے جس سے ہم فائدہ اٹھائیں اور گورنمنٹی لگان ایک یا دو روپیہ سالانہ وصول کرتا ہے اور جب بھی وہ سو روپیہ قرض ادا کرے تو ہم کھیت اسے واپس کر دیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز نہیں اس لئے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے حرام ہے حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر نفعا فھو ربوا۔ البتہ غیر مسلم حربی کافر کا کھیت اس طرح لے سکتا ہے اس لئے کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ ان کا مال لینا جائز ہے۔ ھدایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے: مالم مباح فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذالم یکن فیہ غدر۔ اھ۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از غلام نبی گوبند پور پوسٹ پوکھر ابھنڈا ضلع گورکھپور یو۔ پی

ایک مسلمان نے مسلمان کا کھیت اس شرط پر روپیہ دے کر لیا ہے کہ ہم تمہارے کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور جب تم روپیہ واپس کرو گے تو ہم کھیت واپس کر دیں گے تو اس طرح مسلمان کا کھیت مسلمان کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

اگر نہیں جائز ہے اور راہن روپیہ واپس کرنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتا تو مرتہن اب کیا کرے؟

الجواب: مذکورہ شرط کے ساتھ مسلمان کا کھیت لینا حرام ہے اس لئے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: کل قرض جر نفعا فھو ربا۔ لہٰذا مرتہن نے جتنا روپیہ دے کر کھیت لیا ہے اگر اتنے روپے کا نفع حاصل کر چکا ہے تو وہ اپنی رقم کا معاوضہ پا چکا۔ کھیت راہن کو واپس کر دے، اور اگر قرض سے زیادہ نفع حاصل کر چکا ہے تو زمین واپس کرنے کے ساتھ زیادتی بھی اسے واپس کرے اور اگر زمین کے نفع سے ابھی تک اس کا قرض نہیں پورا ہوا ہے تو باقی رقم ادا کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو قرض پورا ہونے پر زمین راہن کو واپس کر دے۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از حافظ عبد الباسط کالپی۔ جالون۔ (یو۔ پی)

ہمارے یہاں ایک شخص زرگری کا کام کرتا ہے۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے سنی صحیح العقیدہ ہے اس کے یہاں اکثر لوگ اپنا زیور لے کر آتے ہیں اور اس کی ضمانت سے مہاجن کے یہاں رہن رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ زرگر اس وجہ سے انکار کر دیتا ہے کہ اکثر مہاجن لوگ زیور بدل لیتے ہیں یا کبھی ضبط بھی کر لیتے ہیں تو اس ذمہ داری سے بچنے کے لئے وہ انکار کر دیتا ہے اگر شرعی اجازت ہو تو یہ خود روپیہ دے کر زیور رہن رکھ لے اور جو اس کا منافع ہو وہ غریبوں مسکینوں کو یا کسی دینی ادارہ کو دے دے خود اپنے صرف میں نہ لائے اس سے غریبوں کو بہت فائدہ ہو سکتا ہے کیا یہ طریقہ شرعی طور سے جائز ہے؟ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔ رہن رکھانے والے ہندو مسلمان سبھی ہوتے ہیں حالانکہ ابھی تک اس نے ایسا کیا نہیں ہے شرعی حکم کا پابند ہے۔

الجواب: مہاجن لوگ اگر زیور نہ بدلیں اور نہ ضبط کریں تو اس صورت میں بھی مسلمان کا اپنی ضمانت سے رہن رکھوانا جائز نہیں کہ رہن میں مہاجن بہر صورت سود لیتے ہیں اور سود دینے میں کسی طرح کا تعاون ہرگز جائز نہیں۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والوں سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اور غریب مسکین یا کسی دینی ادارہ کی امداد کے لئے بھی سود لینا جائز نہیں کہ وہ بہر صورت حرام ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اس کا گناہ ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از حاجی عین اللہ خاں و رحمت اللہ خاں بھگوت پور۔ ضلع بستی۔

۱- زید نے ایک ہزار روپیہ سے لے کر اس کو اس شرط پر کھیت دیا کہ جب تک ہم تمہارا روپیہ نہ دیں تم کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہو اور گورنمنٹی مالگواری دیتے رہو جس دن ہم روپیہ واپس کر دیں گے تو کھیت واپس لے لیں گے۔ پھر زید نے روپیہ واپس نہیں کیا اور کھیت لے لیا اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

۲- ایک آدمی مالدار ہے اس کے پاس سو دو سو بیگھہ کھیت ہے دوسرا آدمی غریب ہے اس کے پاس دس بیگھہ ہے چکبندی کے موقع پر اس مالدار نے غریب کے دس بیگھہ میں سے دو یا تین بسوہ زمین مکاری و فریب سے نکال لیا اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ (۱) روپیہ دے کر اس شرط پر کھیت لینا کہ ہم گورنمنٹی مال گزاری دیتے رہیں گے اور تمہارے کھیت سے نفع اٹھاتے رہیں گے اور جب تم روپیہ ادا کر دو گے تو ہم کھیت واپس کر دیں گے جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے جو سود ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "کل قرض جر نفعا فھو ربا" ہاں کافر حربی سے اس قسم کا معاملہ کر سکتا ہے صورت مستفسرہ میں مزدوری وغیرہ وضع کرنے کے بعد بکر نے ایک ہزار کا غلہ اس کے کھیت سے پالیا تو زید پر کوئی گناہ نہیں اور اگر ایک ہزار سے زائد کا حاصل کر لیا تو زائد واپس کر دے ورنہ بکر سود خوار سخت گنہگار ہوگا اور اگر بکر کو ایک ہزار سے کم غلہ حاصل ہوا تھا کہ زید نے کھیت واپس لے لیا تو باقی روپیہ زید پر دینا فرض ہے۔ اگر نہیں دے گا تو حق العبد میں گرفتار لائق عذاب قہار ہوگا۔

۲- شخص مذکور نے اگر واقعی دوسرے کی زمین لے لی تو اس پر زمین کا واپس کرنا یا قیمت وغیرہ دے کر راضی کرنا فرض ہے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

کتاب الذبح

ذبح اور حلال وحرام جانوروں کا بیان

مسئلہ: از شرف الدین مدرس مکتب اسلامیہ چبوترہ پوسٹ لکھواپا کر ضلع گورکھپور

جنگی ساکن بہادر پور کی بہو نے ایک قریب المرگ بکرے کو اس طرح ذبح کیا کہ گردن کا چوتھائی حصہ کٹا ہوگا مگر حلقوم تک نہ کٹ سکا کچھ خون گرا لال محمد کو معلوم ہوا تو بکرا دیکھنے گئے بعدہ اپنے گھر پر کہا کہ بکرا چونکہ پوری طرح ذبح نہیں ہوا ہے اس لئے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ جنگی کے گھر والوں نے وہ گوشت پکا کر کھایا گاؤں کے ایک دوسرے شخص برکت اللہ کے یہاں بھی وہ گوشت پکا کر کھایا گیا جب برکت اللہ کو معلوم ہوا کہ ذبیحہ درست نہیں تھا تو لال محمد سے ناراض ہوئے اور کہا کہ مجھے کیوں نہیں بتایا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ذبیحہ درست ہوا یا نہیں؟ نیز کھانے والوں پر کیا حکم ہے؟

الجواب: جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ اوّل حلقوم: یہ وہ (رگ) ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے۔ دوم مری: اس رگ سے کھانا پانی اترتا ہے اور ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہوتی ہے ان کو ودجین کہتے ہیں۔ صورت مستفسرہ میں اگر موت سے پہلے چار رگوں میں سے تین کٹ جائیں یا ہر ایک کا اکثر حصہ کٹ گیا تو جانور حلال ہے لان للاکثر حکم الکل۔ اس صورت میں گوشت کھانے اور کھلانے کے سبب کوئی گنہگار نہ ہوا۔ اور موت سے پہلے اگر چاروں میں سے صرف دو کٹیں یا آدھی باقی رہ گئیں تو بکرا حلال نہ ہوا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص ۲۵۳ میں ہے: وفی الجامع الصغیر اذا قطع نصف الحلقوم ونصف الاوداج ونصف المرئی لایحل لان الحل متعلق بقطع الکل اوالاکثر ولیس للنصف حکم الکل فی موضع الاحتیاط کذا فی الکافی۔ تو اس صورت میں گوشت کے کھانے اور کھلانے والے سب توبہ کریں۔ برکت اللہ کے یہاں گوشت کے پکنے کا علم ہونے کے باوجود اگر لال محمد نے انہیں نہ بتایا تو یہ بھی توبہ واستغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از محمد یعقوب خاں موضع پڑولی پوسٹ جھنگٹی۔ ضلع گورکھپور

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کسی نے حلال جانور کو ذبح کیا تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: لا اله الا اللّٰه کے متصل محمد رسول اللّٰه پڑھ کر حلال جانور ذبح کرنا مکروہ ہے مگر اس کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ لا اله الا اللّٰه سے تسمیہ کا ارادہ کیا ہو۔ بہار شریعت میں ہے: سبحان اللّٰه الحمد للّٰه یا لا اله الا اللّٰه پڑھنے سے بھی حلال ہو جائے گا۔ اور جوہرہ نیرہ میں ہے: لو قال سبحان اللّٰه او الحمد للّٰه او لا اله الا اللّٰه یرید تسمیة اجزاه لان المامور به ذکر اللّٰه تعالیٰ علی وجه التعظیم اور ھدایہ میں ہے: یکره ان یذکر مع اسم اللّٰه تعالیٰ شیئا غیره اور کفایہ میں ہے: ذکر الامام التمرتاشی رحمه اللّٰه ذکر اسم اللّٰه واسم رسول اللّٰه موصولا بغیر واو یحل لان اسم الرسول غیر مذکور علی سبیل العطف فیکون مبتدأ لکن یکره لوجود الوصل صورة اھ۔ تلخیصًا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی

یکم رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

مسئله: از جمیل صدیقی ٹیوب ویل مستری جین پور۔ ضلع اعظم گڑھ

وہابی کا ذبیحہ مردار کیوں ہے اور کتابی کا ذبیحہ حلال کیوں ہے جبکہ دونوں ہم اہلسنّت و جماعت کے نزدیک کافر و بددین ہیں؟

الجواب: کافر کی دو قسمیں ہیں اصلی اور مرتد۔ اصلی کافر وہ ہے جو شروع سے کافر ہو اور کلمۂ اسلام کا منکر ہو۔ پھر اصلی کافر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ منافق و مجاہر۔ منافق وہ کافر ہے کہ بظاہر کلمہ پڑھتا ہو اور دل سے انکار کرتا ہو۔ اور مجاہر وہ کافر ہے کہ علانیہ کلمۂ اسلام کا انکار کرتا ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں اوّل دہریہ دوم: مشرک اور سوم: مجوسی۔ ان سب کا ذبیحہ مردار ہے اور چہارم کتابی یہ بھی اگرچہ کلمہ اسلام کا علانیہ انکار کرتا ہے مگر اس کا ذبیحہ حلال ہے اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُو الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: طعامھم ذبیحتھم تو آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لئے حلال ہے کہ ذبح کرنے والے کا کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھنا شرط ہے لہٰذا کتابی نے اگر مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر ذبح کے وقت حضرت مسیح یا حضرت عزیز علیہما السلام کا نام لیا ہو اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہو تو ذبیحہ مردار ہے اور اگر مسلمان تھا پھر کتابی ہوا تو اس کا ذبیحہ بھی مردار ہے کہ وہ مرتد ہے عنایہ میں ہے: ومن شرط الذبح ان یکون الذابح صاحب ملة التوحید اما اعتقاداً کالمسلم اودعوی کالکتابی فانه یدعی ملة التوحید وانما تحل ذبیحته اذا لم یذکر وقت الذبح اسم عزیر والمسیح لقوله تعالیٰ: وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ. اور مرتد وہ کافر ہے کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسمیں ہیں مجاہر و منافق، مرتد مجاہر وہ ہے کہ پہلے مسلمان تھا پھر اعلانیہ اسلام سے پھر گیا یعنی دہریہ، مشرک مجوسی یا کتابی وغیرہ کچھ بھی ہو گیا اور مرتد منافق وہ ہے کہ اسلام کا کلمہ پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر

خداعزوجل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضرورت دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے جیسے آجکل کے وہابی دیوبندی کہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص ۸ تحذیر الناس ص ۳:۱۴:۲۸ او براہین قاطعہ ص ۵۱ کی بناء پر مرتد ہیں جیسا کہ مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، پاکستان، ہندوستان بنگال اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام کے فتاوے وہابیوں کے مرتد ہونے کے بارے میں حسام الحرمین اور الصوارم الھندیہ میں شائع ہو چکے ہیں اور مرتد احکام دنیا میں سب کافروں سے بدتر ہیں کہ مستحق قتل ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا اور اس کا نکاح مسلم، کافر یا کسی مرتد کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا کما صرح فی الکتب الفقھة اور مرتد کا ذبیحہ اس وجہ سے حرام و مردار ہے کہ وہ کلمہ گو ہو کر کفر کرتا ہے ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے پھر اگر چہ وہ کتابی ہو جائے اس کا ذبیحہ مردار ہے کہ دین اسلام چھوڑ کر جس دین کی طرف وہ چلا گیا اس پر بھی اسے ثابت نہ مانا جائے گا یعنی خواہ کسی ملت کا دعویٰ کرے مرتد کا دعویٰ بیکار ہے ہدایہ میں ہے: لوکل ذبیحة المجوسی والمرتد لانہ لاملة لہ فانہ لایقر علیٰ ماانتقل الیہ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لاتؤکل اھل الشرک والمرتد لانہ لایقر علی الدین الذی انتقل الیہ اھ۔ ھٰذا ماظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از شان اللہ موضع ڈہرہ پوسٹ بشیشر گنج ضلع سلطانپور

بکری ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ نکلے زندہ یا مردہ تو اس بکری کا گوشت جائز ہے یا نہیں؟ اور بچہ کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جس بکری کے پیٹ میں بچہ نکلے خواہ زندہ ہو یا مردہ اگر وہ شرعی طریقہ پر ذبح کی گئی ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے اور جو بچہ اس کے پیٹ میں زندہ نکلے اگر چاہیں تو اس کو بھی ذبح کر دیں اور چاہیں تو باقی رکھیں۔ لیکن قربانی کے جانور میں زندہ بچہ نکلے تو اس کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: احمد شمیم احمد نرساچی ضلع دھنباد

ذبح مرغی کو اگر گرم پانی میں اس کے بال وغیرہ کے صاف کرنے کے لئے ڈال دیا جائے تو کیا ذبح شدہ مرغی حرام ہو جاتی ہے تو کیوں اور نہیں تو پھر اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ ذبح کی ہوئی مرغی پانی میں ڈالنے سے حرام نہیں ہوتی۔ وھو تعالیٰ اعلم

بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸؍شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از ڈاکٹر محمد اسحٰق دھول پور راجستھان

زید کہتا ہے کہ اگر خنزیر کو تین دن گھر میں باندھ لیا جائے اور جب تین دن کی مدت پوری ہو جائے اور وہ میلانہ کھانے پائے تو اس کو ذبح کر کے کھانا درست ہے تو زید پر شرعاً کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ خنزیر نجس عین ہے کسی طرح اس کا کھانا جائز نہیں اس کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ (پارۂ دوم ع ۵) وقال اللہ فی مقام الآخر حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (پارۂ ششم ع ۵) اور علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی الشہیر بالخازن تحریر فرماتے ہیں: اجتمعت الامة علی ان الخنزیر بجمیع اجزائه محرم (تفسیر خازن جلد اول ص ۱۴۱) لہٰذا شخص مذکور خنزیر کو حلال کہنے کے سبب کافر ہو گیا اس پر علانیہ توبہ واستغفار نیز تجدید ایمان فرض ہے بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرنا ضروری ہے اور اگر کسی سے مرید ہو تو تجدید بیعت بھی لازم ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ٥ (پارہ ہفتم ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از فتح محمد موضع کنکھسرہ تحصیل ہریا۔ ضلع بستی

خرگوش جو بلی کی طرح ایک تیز رفتار جانور ہوتا ہے اس کا گوشت کھانا حرام ہے یا حلال؟

الجواب: خرگوش جانور کا گوشت کھانا حلال ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اس کے کھانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ ھدایہ جلد چہارم ص ۴۲۵ میں ہے: لاباس باکل الارنب لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل منه حین اھدیٰ الیه مشویا وامر اصحابه رضی اللہ تعالیٰ عنھم باکل منه اھ۔ وھو اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲؍ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبدالشکور اجا گر پور ضلع گونڈہ

زید کہتا ہے کہ زاغ معروفہ کھانا جائز ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس کا قول درست ہے یا نہیں؟

الجواب: زاغ معروفہ یعنی وہ مشہور کوا جو آبادی میں پھرتا ہے اور کائیں کائیں کرتا ہے اس کا کھانا حرام ونا جائز ہے۔ اس کی حرمت فقہ حنفیہ میں بصراحت مذکور ہے۔ زید کا زاغ معروفہ یعنی کوئے کے کھانے کو جائز بتانا بالکل غلط ہے۔ تفصیل کے لئے ''العذاب الشدید'' کا مطالعہ کریں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از احسان اللہ قادری۔ بیل گھاٹ گورکھپور۔

ایک بکری کے بچہ کو جس کی ماں مرگئی تھی ایک عورت نے اپنا دودھ پلا کر اس کی پرورش کی تو اس بچہ کا گوشت کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بکری کے جس بچہ نے عورت کا دودھ پیا اگر دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں تک گھاس وغیرہ کھاتا رہا تو اس کا گوشت کھانا شرعاً جائز ہے۔ اس لئے کہ گدھی اور سوئر کے دودھ جو اشد حرام ہیں ان سے پرورش یافتہ بکرے کے گوشت کھانے میں بھی شرعاً حرج نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری مصری جلد پنجم ص ۲۵۶ پر ہے الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاما فلا باس۔ یعنی بکری کا بچہ جس کی پرورش گدھی اور خنزیر کے دودھ سے ہوتی رہی اور دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں تک گھاس کھاتا رہا تو اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از انور الدین چھاؤنی ضلع بستی

زید مسلم بکر قصاب ہے بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت عام بازار میں فروخت کرتا ہے۔ زید ایک بار مردار جانور گنگر ہے سے مردہ خرید کر بیچ رہا تھا۔ کچھ گوشت بک چکا تب عام لوگوں کو معلوم ہوا کہ خود بھی زید نے اقرار کیا کہ ہاں یہ مردار جانور میں نے بیچا۔ عام مسلمانوں نے اسے برادرانہ سے الگ کر دیا اسی درمیان موضع کے پیر ومرشد تشریف لائے ان کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے زید سے اقرار عہد لے کر توبہ، تجدید ایمان کرایا۔ مسلمانوں نے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا شروع کر دیا۔ تین ماہ بعد پھر دوبارہ ایک مردار بکری لے کر ذبح کر کے بیچ ڈالی۔ معلوم ہوا کہ زید عادی مجرم ہے عام مسلمانوں نے اس کو پھر دوبارہ بلا کر پنچایت میں پیش کیا اور جرم عائد وثابت ہوا۔ عام مسلمانوں کا اعتبار زید سے ختم ہو گیا۔ ایسی صورت میں زید کیا کرے جس سے گناہ سے چھٹکارا پا کر دوبارہ برادرانہ وصول سے برادری کے لائق ہو اور مسلمان اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھائیں۔ اس کا شرعی

جرم بتلایا جائے اور چھٹکارے کی صورت بتلائی جائے؟ بینوا توجروا۔

مسئلہ: از فصیح اللہ گورابازار ضلع بستی

۱-حلال جانوروں کا کپورہ کھانا کیسا ہے؟

۲-حلال جانور مثلاً مرغے اور بکرے کا چمڑا مع گوشت یا گوشت سے الگ بھون کر پکا کر کھانا کیسا ہے؟

الجواب نمبرا: ذبح شرعی کے باوجود حلال جانور کا کپورہ کھانا حرام ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ۲۵۶ میں ہے: مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح، والذکر، والانثیان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة کذا فی البدائع۔ یعنی حلال جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں۔ (۱) بہتا ہوا خون (۲) آلہ تناسل (۳) دونوں خصیے یعنی کپورے (۴) شرمگاہ (۵) غدود (۶) مثانہ (۷) اور پتہ ایسے ہی بدائع میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲-حلال جانوروں کا چمڑا بعد ذبح شرعی مع گوشت یا گوشت سے الگ بھون کر پکا کر کھانا ناجائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از فجر محمد موضع جھانگی ڈیہہ پوسٹ شیوپورہ بازار گونڈہ

حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟ مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟ اگر مکروہ تحریمی ہے تو قربانی کے جانور کی اوجھڑی کیا کی جائے؟

الجواب: حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ "المنح الملیحة فیما نھی عن اجزاء الذبیحة" میں تحقیق فرمایا ہے۔ لہٰذا قربانی کی اوجھڑی کسی محفوظ مقام پر گہرا گڑھا کھود کر دفن کر دی جائے اور اگر بھنگی اٹھالے جائے تو منع کی اجازت نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از قاضی محمد اطیعوالحق عثمانی رضوی، علاءالدین پور سعد اللہ نگر گونڈہ

جو لوگ اوجھڑی اور آنت کھانے پر بضد ہیں جب ان لوگوں کو منع کیا جاتا ہے تو اس میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ طبعی ہے جس کا دل چاہے کھائے ورنہ نہ کھائے' اور بعض لوگ معاذ اللہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہی تو ہے حرام تو نہیں ہے۔ ان لوگوں کا ایسا کہنا کیسا ہے؟ نیز حرام ومکروہ تحریمی کا فرق واضح بیان فرمائیں؟

الجواب: حرام قطعی فرض کا مقابل ہے اور مکروہ تحریمی واجب کا مقابل ہے۔ یعنی جس طرح واجب کا کرنا لازم وضروری ہے اسی طرح مکروہ تحریمی سے بچنا لازم وضروری ہے۔ حرام کا ایک بار قصداً کرنے والا گنہگار مرتکب کبیرہ و فاسق ہے اور مکروہ تحریمی کا ایک بار کرنے والا گنہگار اور چند بار کرنے والا مرتکب کبیرہ و فاسق ہے۔ اوجھڑی اور آنتوں کے کھانے کو طبعی یعنی مباح کہنے والا نرا جاہل ہے' اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہی تو ہے حرام تو نہیں ہے ان کے قدم گمراہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد سنت بلکہ وتر چھوڑ کر یوں کہیں گے کہ واجب ہی تو ہے فرض تو نہیں ہے بلکہ اور ترقی کریں گے تو اوجھڑی اور آنتوں کے ساتھ لید گوبر کھائیں گے اور منع کرنے پر کہیں گے حرام ہی تو ہے کفر تو نہیں ہے۔ کھاتے ہیں تو کیا ہوا؟ کھانے کے باوجود بھی تو ہم مسلمان ہیں کافر تو نہیں ہوئے۔ العیاذ باللہ تعالٰی

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر شوال ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از احسان اللہ شاہ قادری بیل گھاٹ۔ گورکھپور

اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست نہیں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خبائث یعنی گندی چیزیں حرام فرمائیں گے' اور خباثت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم الطبع لوگ گھن کریں' اور انہیں گندی جانیں امام اعظم سیّدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اما الدم فحرام بالنص واکرہ الباقیۃ لانها مما تستخبثها الانفس قال اللہ تعالٰی: وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیوان ماکول اللحم کے بدن میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کا مدار خبث پر ہے' اور حدیث میں مثانہ کی کراہت منصوص ہے اور بیشک اوجھڑی اور آنتیں مثانہ سے خباثت میں زیادہ نہیں تو کسی طرح بھی کم نہیں۔ مثانہ اگر معدن بول ہے تو آنتیں اور اوجھڑی مخزن فرث ہیں۔ لہٰذا دلالۃ النص سمجھا جائے یا اجرائے علت منصوصہ بہر حال اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ و صلی المولٰی علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر ذی القعدہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از ثناء اللہ خاں لطیفی' صدر المدرسین مدرسہ یار علویہ کرونا ضلع بستی

اوجھڑی کھانا مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب: اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا گناہ حرام کے مثل ہے۔ درمختار میں ہے: کل مکروہ ای کراهة تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبة بالنار۔ یعنی ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے

مثل ہے۔ اوجھڑی کے بارے میں کتب خانہ امجدیہ مہراج گنج ضلع بستی کی شائع کردہ کتاب "اوجھڑی کا مسئلہ" کا مطالعہ کریں۔ جس میں ہندوستان کے بہت سے علماء کرام اور مفتیان عظام کا فتویٰ اوجھڑی کے ناجائز ہونے کے بارے میں شائع کیا گیا ہے۔ وھو تعالٰی اَعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ر شوال المکرم ۹۹ ۱۳ھ

مسئلہ: از جمیل احمد بسنت پور بچپڑوا ضلع گونڈہ

مرغی کی کھال بعد ذبح اتار دی جائے یا صرف اس کے پروں کو نوچ کر مع کھال گوشت پکا کر کھالیا جائے؟

الجواب: مرغ کے گوشت کو کھال اتار کر اور کھال سمیت دونوں طرح کھانا جائز ہے۔ ھٰذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ر ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از منشی امام علی مقام کوئلہ بازار پوسٹ راج محل ضلع دمکا (بہار)

گائے اور بکری نر مادہ کے ذبیحہ میں کن چیزوں کا کھانا جائز نہیں؟

الجواب: گائے بکری نر مادہ کے ذبیحہ میں بائیس چیزوں کا کھانا جائز نہیں (۱) خصیہ (۲) فرج یعنی علامت مادہ (۳) ذکر یعنی علامت نر (۴) پاخانہ کا مقام (۵) رگوں کا خون (۶) گوشت کا خون جو کہ بعد ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے (۷) دل کا خون (۸) جگر کا خون (۹) طحال کا خون (۱۰) پتہ (۱۱) پت یعنی وہ زرد پانی جو کہ پتہ میں ہوتا ہے (۱۲) مثانی یعنی پھکنا (۱۳) غدود (۱۴) حرام مغز جس کو عربی میں نخاع القلب کہتے ہیں (۱۵) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک کھنچے رہتے ہیں (۱۶) اوجھڑی آنتیں (۱۷) ناک کی رطوبت یہ بھیڑ میں زیادہ ہوتی ہے (۱۹) نطفہ خواہ نر کی منی مادہ میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو (۱۰) وہ خون جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے (۱۲) گوشت کا ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے خواہ اعضاء بنے ہوں یا نہ بنے ہوں (۲۲) بچہ تام الخلقت یعنی جو رحم میں پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مر گیا۔ یہ مسائل کتب فقہ مثلاً درمختار، ردالمحتار، بدائع اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں دلائل کے ساتھ مذکور ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مذکورہ بالا چیزوں کے کھانے سے پرہیز کریں اور گناہ سے بچیں۔ واللّٰہ تعالٰی یھدی الی الحق والصراط المستقیم وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم جمادی الاولیٰ ۹۹ ۱۳ھ

مسئلہ: از محمد حنیف رضوی سنی کھاڑی مسجد آگرہ روڈ کرلا بمبئی نمبر ۷۰

تالاب وغیرہ سے مچھلی پکڑنے کے بعد کچھ لوگ اپنے گھر برتن میں پانی ڈال کر اس میں مچھلی پال لیتے ہیں اگر ایسی مچھلی دو ایک دن کے بعد مرجائے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ مچھلی اگر تھوڑے پانی یا جگہ کی تنگی کے سبب مرگئی تو اس کا کھانا جائز ہے۔ ایسا ہی درمختار و ردالمحتار جلد پنجم ص ۱۹۵ میں ہے: اور بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۶ میں ہے: "گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی تو وہ مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: محمد جاوید علوی شہر خلیل آباد ضلع بستی (یو۔پی)

ملفوظات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ حصہ چہارم ص ۳۲۱ پر ہے کہ

عرض: اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟ ارشاد: مکروہ ہے"

نیز اسی ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۲۲ پر ہے کہ

عرض: حضور یہ مانا ہوا ہے کہ نجاست محل میں پاک ہے اور اوجھڑی میں فضلہ ہے وہ بھی نجس نہیں تو پھر کراہت کی کیا وجہ"۔

ارشاد: اسی وجہ سے تو مکروہ کہا گیا اگر نجاست کو نجس مانا جاتا تو اوجھڑی مکروہ نہ ہوتی بلکہ حرام ہو جاتی"۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ ملفوظات حصہ چہارم مذکورہ بالا ص ۳۲۱ ص ۳۲۲ پر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مبارک حق و صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان ہر دو ارشادات پر عمل جائز و درست ہے یا نہیں؟ نیز پہلے ص ۳۲۱ والے ارشاد میں مکروہ سے مراد تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اگر مکروہ تحریمی مراد ہے تو ص ۳۲۲ والے ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب: ملفوظات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ کا ارشاد اوجھڑی کے بارے میں حق و صحیح ہے اور ان ہر دو ارشادات پر عمل جائز و درست بلکہ ضروری ہے اس لئے کہ مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے کہ مطلق کراہت سے کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور کراہت تحریمی ناجائز و گناہ ہوتی ہے فتاویٰ رضویہ جلد اوّل ص ۱۷۷ میں ہے: ان المکروہ نوعان احدھما ماکرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر۔ اور ردالمحتار جلد اوّل ص ۳۰۶ میں ہے: صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالۃ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر۔ اور پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فتاویٰ میں اوجھڑی اور آنتوں کے کھانے کو بالصریح مکروہ تحریمی فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ملفوظات کے ص ۳۲۱، ص ۳۲۲ دونوں ارشادات میں مکروہ سے مکروہ تحریمی ہی مراد ہے جس کے لئے کسی دلیل و تفصیل کی ضرورت نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۷/ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از چودھری بیت اللہ سرپنچ پری بزرگ بستی

کافر کے ہاتھ سنی مسلمان کے یہاں سے گوشت منگا کر کھانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ناجائز ہے تو اس کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے زید کا کہنا صحیح نہیں۔ بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۳۶ میں ہے: اپنے نوکر یا غلام کو گوشت لانے کے لئے بھیجا اگر چہ یہ مجوسی ہو یا ہندو ہو وہ گوشت لایا اور کہتا ہے کہ مسلمان یا کتابی سے خرید کر لایا ہوں تو یہ گوشت کھایا جا سکتا ہے اور اگر اس نے آکر یہ کہا کہ مشرک مثلاً مجوسی یا ہندو سے خرید کر لایا ہوں تو اس گوشت کا کھانا حرام ہے کہ خریدنا بیچنا معاملات میں سے ہے اور معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے اگر چہ حلت و حرمت دیانات میں سے ہے اور دیانات میں کافر کی خبر نامقبول ہے مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلت و حرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے۔ لہٰذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور اصل خبر حلت و حرمت کی ہوتی تو نہ معتبر ہوتی انتہٰی بالفاظہ۔ فتاویٰ عالمگیری مصری ج ۵ ص ۲۷۱ اور ہدایہ مجیدی ج ۴ ص ۴۳۷ اور اس کی شرح کفایہ میں ہے: من ارسل اجیرًا له مجوسیا اوخادما فاشتری لحما فقال اشتریته من یهودی اونصرانی اومسلم وسعه اکله اھ۔ اور درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے: یقبل قول کافر ولومجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل اوقال اشتریته من مجوسی فیحرم ولایرده بقول الواحد واصله ان خبرا لکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات۔ اور فتاویٰ ہندیہ مصری ج ۵ ص ۲۷۱ میں ہے: لایقبل قوله الکافر فی الدیانات الا اذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات فحینئذ دخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قوله فیها ضرورة هٰکذا فی التبیین وهو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵/ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از مولوی عبد الرحیم او جھا گنج ضلع بستی

۱۔ مچھلی پانی میں مرگئی تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ بعض گائیں اور بکریاں جو گندہ کھاتی ہیں اور وہ بکرا جو خصی نہیں ہوتا اکثر پیشاب پیتا رہتا ہے ان سب کا گوشت کھانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: نمبر ۱: جو مچھلی پانی میں مر کر تیر گئی یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر الٹ گئی اس کا کھانا حرام

ہے اور اگر مارنے پر مرکر تیرنے لگی تو اس کا کھانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مچھلی مرگئی یا مچھلی کو ڈورے میں باندھ کر پانی میں ڈال دیا اور وہ مرگئی' یا جال میں پھنس کر مرگئی یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس سے مچھلیاں مرگئیں اور یہ معلوم ہے کہ اس چیز کے ڈالنے سے مریں۔ یا گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی تو ان مچھلیوں کو کھانا جائز ہے۔ (بہار شریعت ج۱۵ص۱۰۴)

نمبر۲- وہ گائیں اور بکریاں جو گند کھاتی ہیں ان کو جلالہ کہتے ہیں۔ ان کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کو کئی دن تک باندھ کر رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائیں۔ جب بدبو دور ہو جائے تو ذبح کرکے کھائیں' اور وہ بکرا جو پیشاب پینے کا عادی ہوتا ہے اس میں ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس راستہ سے گزرتا ہے وہ راستہ کچھ دیر کے لئے بدبودار ہو جاتا ہے اس کا بھی حکم وہی ہے جو جلالہ کا ہے۔ اگر اس کے گوشت سے بدبو دفع ہوگئی تو کھاتے ہیں ورنہ مکروہ وممنوع (بہار شریعت ج۱۵ص۱۰۵)۔ **وھو اعلم بالصواب۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

کتاب الاضحیة

قربانی کا بیان

مسئلہ: از قاضی محمد اطیع الحق عثمانی رضوی علاء الدین پور سعد نگر ضلع گونڈہ

زید کے قبضہ میں ایک بیگھہ کھیت ہے جس کی قیمت پانچ ہزار روپے ہیں زید کے پاس اور کسی مال کا نصاب نہیں اس صورت میں زید پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: بعون الملک العزیز الوهاب. صورت مستفسرہ میں زید مالک نصاب ہے اور اس پر قربانی واجب ہے کہ کھیت جس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے وہ وجوب قربانی اور فطرہ کے لئے کافی ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: لوله عقار یستغلها قال الزعفرانی ان بلغت قیمتها نصا باتلزم اھ۔ اور درمختار میں ہے: والیسار الذی یتعلق به وجوب صدقة الفطر اھ۔ ردالمحتار میں ہے: بان ملك مائتی درهم اوعرضا یساویها غیر مسکنه وثیاب اللبس ومتاع یحتاجه الیٰ ان یذبح الاضحیة ولوله عقار یستغله فقیل تلزم لوقیمته نصابا وقیل لو ید خل منه قوت سنته تلزم وقیل قوت شهر فمتیٰ فضل نصاب تلزمه اھ. وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵؍ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از رضوان علی موضع جھامٹ ضلع گورکھپور

چار بھائی ہیں اور سب ایک گھر میں ہیں اور ان سب کا باپ نہیں ہے لہٰذا بڑا بھائی مالک ہے، تو آیا قربانی چاروں کے نام سے واجب ہوگی یا صرف بڑے بھائی کے نام؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر چاروں بھائی ایک گھر میں ہیں اور چاروں بھائیوں کا مشترکہ مال چار نصاب پورا نہیں ہے تو کسی پر قربانی واجب نہیں اور اگر چار نصاب پورا ہے تو ہر بھائی پر قربانی واجب ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں ان میں کا ہر ایک مالک نصاب ہے اور بڑا بھائی مالک بمعنی انتظام کار ہے نہ کہ حقیقی مالک۔ وهو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حکیم شمشیر خاں موضع بردورہ پوسٹ کردھنا ضلع بنارس

زید کا کہنا ہے کہ گھر میں اگر باپ زندہ ہو تو قربانی باپ کے نام سے ہی ہوسکتی ہے لڑکے بیوی اور دوسرے لوگوں کے نام سے ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اگر باپ کے علاوہ اور کسی نے کی تو قربانی نفلی ہے خواہ باپ کے نام سے متواتر کئی سال ہوچکی ہو جب کہ زاہد کا کہنا ہے کہ قربانی باپ کی موجودگی میں لڑکے بیوی یا دوسرے لوگوں کے نام سے بھی ہوسکتی ہے۔ ازروئے شرع جواب جلد از جلد دے کر کرم فرمائیں۔

الجواب: باپ اگر ہر سال مالک نصاب ہے تو اس پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب ہوگی اور باپ کے ساتھ بیٹا بیوی یا دوسرا کوئی مالک نصاب ہو تو اس پر بھی اپنے نام الگ سے قربانی واجب ہوگی۔ اگر باپ نے چند سال اپنے نام قربانی کی اور مالک نصاب ہوتے ہوئے کسی سال بیٹے بیوی کے نام قربانی کی اور اپنے نام نہ کی تو گنہگار ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ گھر میں جو مالک نصاب ہوگا اسی کے نام سے قربانی ہوگی چاہے متواتر کئی سال اس کے نام قربانی ہوچکی ہو، اور اگر گھر میں کئی مالک نصاب ہیں تو ہر ایک کے نام قربانی واجب ہوگی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مرزا تبارک اللہ بیگ لچھی نگر (راج نیپال)

ایک بکرا قربانی کی نیت سے پرورش کیا گیا مگر چند وجوہات کی بناء پر قربانی نہیں کی گئی تو اس بکرا کو سال آئندہ قربانی کے لئے باقی رکھا جائے یا صدقہ کر دیا جائے؟

الجواب: اگر اس بکرے کی قربانی کے لئے غنی یعنی مالک نصاب نے پرورش کی تھی اور امسال اس نے اپنے نام سے کوئی دوسری قربانی بھی نہیں کی تو وہ بکرا صدقہ کر دیا جائے اور اگر امسال کوئی دوسری قربانی اپنے نام سے کر چکا ہے تو سال آئندہ کی قربانی کے لئے اس بکرے کو باقی رکھ سکتا ہے، اور اگر غریب یعنی غیر صاحب نصاب نے قربانی کی نیت سے بکرا خریدا تھا اور ایام قربانی گزر گئے اس نے قربانی نہیں کی تو اس صورت میں بھی اسی زندہ بکرے کا صدقہ کر دیا جائے، اور اگر غریب کے پاس پہلے ہی سے بکرا تھا اور اس نے قربانی کی نیت کر لی تھی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تھی تو ان صورتوں میں غریب پر قربانی واجب نہ ہوئی تھی لہٰذا اگر ان دونوں صورتوں میں ایام قربانی گزر گئے اور غریب نے قربانی نہ کی تو اس بکرے کو صدقہ کرنا واجب نہیں سال آئندہ کے لئے اسے پال سکتا ہے اور اگر چاہے تو بیچ کر اس کی قیمت اپنے مصرف میں لا سکتا ہے ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۰۴ میں ہے: ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذالم یضح بھا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینھا حیۃ کالفقیر بلاخلاف بین اصحابنا اھ۔ اور اسی صفحہ میں ہے: لو کانت فی ملکہ فنوی ان یضحی بھا اواشتراھا ولم ینوالا ضحیۃ وقت الشراء ثم نویٰ بعد ذلک لایجب لان النیۃ لم

تقارن الشراء فلا تعتبر اھ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵؍صفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از منشی امام علی مقام کوئلہ بازار پوسٹ راج محل ضلع سنتھال پرگنہ (بہار)

(۱) کسی شخص نے اپنے ماں اور باپ کے نام سے قربانی دی تو اس شخص کے سر سے قربانی کا بوجھ اترا کہ نہیں؟ اور قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟

(۲) ایک مال میں دو شخصوں نے ایک شخص کے نام پر دو حصہ لیا اور پانچ شخصوں نے پانچ شخصوں کے نام سے حصہ لیا تو قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: (۱) جس شخص نے اپنے ماں اور باپ کے نام سے قربانی کی تو وہ قربانی صحیح ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو اس پر اپنے نام سے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔ ایسا شخص اگر اپنے نام سے بھی قربانی نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے سر سے قربانی کا بوجھ نہیں اتارا۔

(۲) صورت مستفسرہ میں قربانی صحیح ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹؍شوال ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از ارشاد حسین صدیقی بانی دارالعلوم امجدیہ کسان ٹولہ سنڈیلہ۔ ضلع ہردوئی

ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر ایام قربانی گزر گئے اور وہ قربانی نہیں کر سکا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: شخص مذکور اگر قربانی کا جانور خرید چکا تھا تو اسی کو صدقہ کرے اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۰۴ میں ہے: ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذا لم یضح بھا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینھا حیۃ کالفقیر بلاخلاف بین اصحابنا۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے: ان لم یشتر وھو موسر وقد مضت ایامھا تصدق بقیمۃ شاۃ تجزئ للاضحیۃ اھ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رحمت اللہ چمبور بمبئی۔

زید کہتا ہے کہ ایک مالک نصاب ایک سال اپنے نام سے قربانی کردے وہ قربانی ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں ایک سال اس نے اپنے نام سے قربانی کردی اور اب ہر سال قربانی کرتا ہے تو واجب اس کے ذمہ سے ساقط ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: جس طرح مالک نصاب پر ہر سال اپنی طرف سے زکوٰۃ وفطرہ دینا واجب ہوتا ہے ایسے ہی مالک نصاب پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوتا ہے تو جس طرح کہ دوسرے کی طرف سے زکاۃ وفطرہ ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا ایسے ہی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے پر بھی واجب اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ مالک نصاب پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں۔ اگر وہ مالک نصاب ہوتے ہوئے ہر سال اپنے نام سے قربانی نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از نذیر حیات قادری دارالعلوم غوثیہ رضویہ کورہی ضلع باندہ

ایک شخص ایسا ہے کہ جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ نصاب کو پہنچ سکے۔ لیکن اس کی کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیچ ڈالے تو نصاب سے کئی گناہ زیادہ ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کو مالک نصاب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ وقربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: جس شخص کے پاس کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیچ ڈالے تو نصاب سے کئی گنا زیادہ ہو جائے تو وہ شخص مالک نصاب ہے اور اس پر قربانی وفطرہ واجب ہے۔ البتہ زکوٰۃ واجب نہیں کہ کھیت کا وظیفہ عشر یا خراج ہے اور زکوٰۃ وعشر ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے ھٰکذا فی فتح القدیر۔ اور قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چاندی کے چھپن روپے کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس کا یا کاشت البتہ کاشتکار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں۔ ایسا ہی احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۱۷۷ میں ہے:

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از اختر حسین قادری پوسٹ ومقام چاکسو ضلع جے پور راجستھان

۱- زید جو بکر کا بیٹا اور بالغ ہے بلکہ صاحب اولاد ہے کیا بقر عید پر اپنے بیٹے کے نام سے قربانی کر سکتا ہے جبکہ گزشتہ عید پر بکر کے نام پر قربانی ہو گئی ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک بکر بقید حیات ہے کسی کے نام پر نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ اسی سال اوّل باپ کے نام پر کرے پھر چاہے کسی کے نام پر کی جائے؟

۲- قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو شرعاً دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۳- جبکہ گھر میں اہل وعیال اتنے زیادہ ہوں کہ قربانی کے گوشت کے اگر تین حصے کیے جائیں تو گوشت گھر والوں کے

لئے کم پڑتا ہے لہٰذا اس صورت میں اگر پورا گوشت گھر والوں کے کام میں لایا گیا تو قربانی جائز ہے یا نہیں؟

۴-قربانی کے جانور کے چرم کو کہاں کہاں صرف کیا جاسکتا ہے؟

الجواب نمبرا: بکر جبکہ ہر سال مالک نصاب ہو تو اس پر ہر سال اپنے نام سے قربانی کرنا واجب ہے جیسا کہ ہر سال مالک نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ وصدقہ فطر واجب ہے' اور بیٹے کے نام پر بھی قربانی کرسکتا ہے لیکن اگر کسی سال مالک نصاب باپ اپنے بیٹے کے نام کی قربانی کرے تو اسی سال دوسری قربانی اپنے نام بھی کرے خواہ بیٹے کی قربانی سے پہلے یا بعد دونوں جائز ہے پہلے کرنا ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر مالک نصاب باپ اسی سال دوسری قربانی اپنے نام پر نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا اور بیٹا اگر مالک نصاب ہے تو اس پر الگ سے قربانی واجب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

۲-نہیں دیا جاسکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

۳-اپنے لئے اور فقیر احباب کے لئے قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا بہتر ہے ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر کسی کے اہل وعیال زیادہ ہوں اور وہ سب گوشت اپنے گھروں کے کام میں لائے تو قربانی ناجائز نہ ہوگی۔ بلکہ اگر صاحب وسعت نہ ہو تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ کل گوشت اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ چھوڑے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۴ میں ہے:

الافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافة لاقاربه واصدقائه ویدخر الثلث ویطعم الغنی والفقیر جمیعا كذا فی البدائع ولو تصدق بالكل جاز وحبس الكل لنفسه جاز وله ان یدخر الكل لنفسه فوق ثلاثة ایام الا ان اطعامها والتصدق بها افضل الا ان یكون الرجل ذاعیال وغیر موسع الحال فان الافضل له حینئذ ان یدعه لعیاله ویوسع علیهم به كذا فی البدائع اه۔ ملخصاً۔ وھو اعلم

۴-قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کسی کام میں لاسکتا ہے مثلاً اس کو جائے نماز بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ یہ سب جائز ہے اور قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں میں بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب وغیرہ۔ اور ایسی چیزوں سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی اور گوشت وغیرہ درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۹ میں ہے: یتصدق بجلدها اویعمل منها نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلوا ویبدله بما ینتفع به باقیالا یستهلك كخل ولحم ونحوه اھ۔ ملخصاً۔ مگر قربانی کے چمڑے کو صدقہ کردینا افضل ہے اور یہ بہتر ہے کہ کسی مسجد یا مدرسہ میں دے دے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶؍ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد شاہد رضا قادری پکھولی پوسٹ سہنا ضلع بستی

۱-ہندہ مالک نصاب ہے وہ اسی سال دو قربانیاں کرنا چاہتی ہے ایک اپنے نام سے اور دوسری ایک بزرگ کے نام سے

بعد وفات پالتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ اسے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔

۲- ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز آٹھ نو بجے تک کچھ کھاتے پیتے نہیں پھر غسل کرنے کے بعد کھاتے ہیں اس کے بعد نماز پڑھنے کے لئے عیدگاہ جاتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) ہندہ مالک نصاب ہونے کی صورت میں جب کہ اپنے نام سے قربانی کرنے کے ساتھ اسی سال دوسری قربانی کسی بزرگ کے نام سے کرنا چاہتی ہے تو اسے منع کرنے والے غلطی پر ہیں کہ شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جائز ہے بلکہ بہتر ہے کہ ثواب پائے گی۔ لیکن اگر اس بزرگ نے ہندہ کو قربانی کی وصیت کی ہے تو اس صورت میں خود اس کے گوشت سے کچھ نہ کھائے بلکہ کل صدقہ کردے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ علی الھندیہ جلد سوم ص ۲۸۱ میں ہے: قال الصدر المختار انہ ان ضحی بامر المیت لایاکل منھا وان بغیر امرہ یاکل۔

۲- عید الفطر کے دن مستحب یہ ہے کہ نماز کے لئے جانے سے پہلے طاق یعنی تین، پانچ یا سات کھجوریں کھالے اور کھجوریں نہ ہوں تو کوئی بھی چیز کھالے۔ لیکن اس روز آٹھ نو بجے تک کھانے پینے سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے لہٰذا اگر حکم شرع سمجھ کر اس وقت تک نہیں کھاتے پیتے تو غلطی پر ہیں البتہ عید الاضحیٰ کے روز مستحب یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرنی ہو اور اگر کھالیا تو کراہت نہیں۔ ھٰکذا فی کتب الفقہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از حافظ سعید جاوید حسن نوری معرفت حافظ عبد الحفیظ قادری رضوی مکان نمبر ۱۴۹/۹۱ ہیرامن کا پوروہ کانپور

زید نے قربانی کے لئے جانور خریدا زید صاحب نصاب ہے ایک ہی جانور خریدا یا بڑے جانور میں ایک ہی حصہ لیا پڑھے لکھے لوگوں سے مسئلہ پوچھا تو زید سے لوگوں نے کہا کہ آپ صاحب نصاب ہیں آپ پر قربانی واجب ہے آپ اپنی طرف سے کریں زید کہتا ہے کہ میں ایسی بے ادبی نہ کروں گا امسال سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کروں گا' اگلے سال خلیل علیہ السلام کے نام اس کے اگلے سال سرکار غوث پاک کے نام' چوتھے سال اگر زندہ رہا تو اپنے نام۔ زید کے اس طریقہ سے واجب قربانی کا ادا ہوگا کہ نہیں یا کیا طریقہ ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب: صاحب نصاب اگر مذکورہ طریقہ پر کرے گا اور اپنی طرف سے نہیں کرے گا تو ترک واجب کے سبب گنہگار ہوگا زید پر لازم واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے اور بزرگوں کی طرف سے کرنا چاہتا ہے تو ان کے لئے دوسری قربانی کا انتظام کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از محمد یعقوب موضع پڑولی پوسٹ دوگھرا جنرل پوسٹ آفس مہراج گنج ضلع گورکھپور

زید نے ایک بکرا قربانی کی نیت سے پالا لیکن زید نادار ہے اس پر قرض زیادہ ہے دریافت طلب یہ امر ہے زید بکرے کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا قربانی ہی کرنی واجب ہے؟

الجواب: زید پر قربانی واجب نہیں بہار شریعت میں ہے: بکری کا مالک تھا اور اس کی قربانی کی نیت کرلی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کر لی تو اس نیت سے قربانی واجب نہ ہوگی (بہار شریعت ص۳۳۴) واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ: بدر الدین احمد الرضوی

۱۰ رشعبان المعظم ۹۷ ۱۳ھ

مسئلہ: از شیخ لعل محمد امام اقصیٰ مسجد پوسٹ ومقام پوسد ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ جواب باصواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب. تشریق کے معنی ہیں گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت خشک کیا جاتا ہے اسی لئے ان کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے: التشریق هی ثلاثة ایام بعد عیدالاضحی لان لحوم الاضاحی تشرق فیها اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ رصفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از مہتمم مدرسہ رضائے غوث اوکے روڈ اسنسول

اس طرف قربانی کے موقع پر چند افراد ایک گائے شرکت میں خرید کرتے ہیں اور حسب حیثیت چھ حصے آپس میں متعین کر لیتے ہیں اور باقی ماندہ ایک حصے کو مشترکہ طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ اس عمل کے متعلق ادھر کچھ دنوں سے لوگ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں کہ ایسا کرنا ناجائز اور غلط ہے۔ لہٰذا کتاب وسنت اور مذہب احناف کی روشنی میں وضاحت فرمایا جائے کہ دو شخصوں یا تین شخصوں یا حسب گنجائش دوسرے افراد کی شرکت میں گائے بھینس خرید کر مذکورہ بالا طریقے کی قربانی جائز ہے یا حرام؟

الجواب: جس طرح یہ جائز ہے کہ چند مسلمان شریک ہو کر ایک بکرا خریدیں اور اس کی قربانی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام یا کسی دوسرے بزرگ کے نام کریں کوئی قباحت نہیں اسی طرح کچھ مسلمان مشترکہ طور پر بڑا جانور خرید کر ساتواں حصہ کسی بزرگ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام قربانی کریں جائز ہے اور جائز ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ ناجائز اور غلط کہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ معتبر کتاب کا جزیہ پیش کریں۔ وهو تعالیٰ وسبحانہ اعلم

بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ رزوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از مولوی فصیح اللہ مدرسہ صدیقیہ گورابازار ضلع بستی

دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عیدالاضحیٰ قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: شہر میں نماز عیدالاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں لیکن دیہات میں دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عیدالاضحیٰ قربانی کرنا جائز ہے بلکہ طلوع صبح صادق ہی سے جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے درمختار میں ہے: اول وقتها بعد الصلاة ان ذبح فی مصر وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اھ ملخصاً۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: فاما اهل السواد و القریٰ والرباطات عندنا یجوز لهم التضحیة بعد طلوع الفجر الثانی من الیوم العاشر من ذی الحجة ا ھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۲۶۰ میں ہے: والوقت المستحب للتضحیة فی حق اهل السواد بعد طلوع الشمس وفی حق اهل المصر بعد الخطبة کذا فی الظهیریة اھ۔ هٰذا ماعندی والعلم بالحق عنداللّٰه تعالٰی ورسوله جل جلاله وصلی المولٰی علیه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ رزوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از حافظ عبدالمجیب کاتب مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی محال لکھنؤ

بقرعید کے دن اگر شہر میں کرفیو لگ جائے یا فتنہ وفساد ایسا ہو کہ لوگ گھروں سے نکل کر عیدگاہ یا مسجد میں بقرعید کی نماز نہ پڑھ سکیں تو اس صورت میں شہر کے لوگ قربانی کب کریں؟

الجواب: جبکہ کرفیو یا کسی دوسرے فتنہ کے سبب شہر میں عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں دسویں ذوالحجہ ہی کو شہر میں بھی طلوع فجر کے بعد ہی سے قربانی کرنا جائز ہے درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۳ میں ہے: فی البزازیة بلدة فیها فتنة فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار۔ اور شامی میں ہے: قوله جاز فی المختار لان البلدة صارت فی هٰذا الحکم کالسواد اتقانی وفی التتارخانیة وعلیه الفتویٰ۔ وهو تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد نعیم، سنگھپورا یودھیا پوسٹ برگدوا ہریا ضلع گورکھپور

قربانی اگر شادی شدہ عورت کے نام ہو اور وہ صاحب نصاب ہے تو عورت کے نام کے ساتھ باپ کا نام یا ماں کا نام یا شوہر کا نام غرض کہ کس کا نام اس کے نام کے ساتھ لیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جس عورت کی طرف سے قربانی ہو خدائے علیم وخبیر خوب جانتا ہے کہ وہ فلاں کی لڑکی فلاں کی بیوی ہے اس لئے صرف عورت کا نام لینا کافی ہے فلاں بنت فلاں یا فلاں زوجۂ فلاں کہنا ضروری نہیں اور اگر کہہ دے تو کوئی حرج نہیں۔ و ھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد نعیم خاں برگدواہریا ضلع گورکھپور

زید ایک بکرے کی قربانی کرنا چاہتا ہے اور بکرا نہایت فربہ اور تندرست ہے لیکن عمر کے لحاظ سے ابھی سال بھر میں ۱۰ روز سے کم ہے کیا اس کی قربانی ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس بکری کی قربانی جائز نہیں خواہ کتنا ہی فربہ ہو کہ قربانی کے بکرے کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے ردالمحتار میں ہے: لوضحی بسن اقل لایجوز اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لوضحی باقل من ذلك شیئا لایجوز اھ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد ابراہیم خاں متصل جامع مسجد کوئلہ باس پوسٹ جروا ضلع گونڈہ (سرحد نیپال)

(۱) کس کس جانور کی قربانی جائز ہے اور کس عمر کا ہونا چاہئے؟

(۲) زید کا قول ہے کہ بھینسے کی قربانی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے بھینسے کی قربانی نہیں ہے زید کا کہنا ہے کہ جو لوگ بھینسے کی قربانی کرتے ہیں وہ جہالت ہے کیا یہ سب باتیں صحیح ہیں یا نہیں؟ زید عالم بھی ہے براہِ کرم بحوالۂ قرآن و حدیث وکتب معتبرہ سے نوازیں۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ (۱) اونٹ، گائے، بھینس بکری بھیڑ اور دنبہ کی قربانی جائز ہے اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے گائے بھینس دو سال کی اور بکری ایک سال کی ان جانوروں کی اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں اور دنبہ و بھیڑ کی عمر ایک سال ہونا ضروری نہیں یہاں تک کہ چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی بھی قربانی جائز ہے درمختار میں ہے: وصح الجذع ذوستۃ اشھر من الضأن ان کان بحیث لوخلط بالثنایا لایمکن التمیز من بعد وصح الثنی فصاعدا من الثلاثۃ وھی الابل والبقر بنو عیہ و الشاۃ بنو عیہ

ردالمحتار) والثنی هوا بن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) جاموس یعنی بھینس بھینسے کی قربانی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جاموس بقر کی ایک قسم ہے اور بقر کی قربانی حدیثوں میں مذکور ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا: البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواہ مسلم و ابوداؤد و اللفظ له۔ یعنی بقر اور اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے (مسلم ابوداؤد) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی البقرة سبعة رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجه۔ یعنی انہوں نے فرمایا کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بقر عید آ گئی تو ہم ایک بقر میں سات آدمی شریک ہوئے (ترمذی شریف نسائی ابن ماجہ) اور ہدایہ کتاب الاضحیہ میں ہے: یدخل فی البقر الجاموس لانه من جنسه اھ۔ یعنی بقر میں بھینس بھی داخل ہے اس لئے کہ بھینس بقر کی جنس سے ہے اور کتاب الزکاۃ میں ہے: الجوامیس والبقر سواء لانه اسم البقر یتنا ولهما اذھو نوع منه۔ یعنی بھینس اور بقر احکام میں برابر ہیں کہ بقر کا لفظ ان دونوں کو شامل ہے اس لئے کہ بھینس بقر کی ایک نوع ہے اور بدائع والصنائع میں ہے: الجاموس نوع من البقر بدلیل انه یضم ذلك الی البقر فی باب الزکوٰۃ اھ۔ یعنی بھینس بقر کی ایک قسم ہے دلیل یہ ہے کہ بھینس زکاۃ کے مسئلے میں بقر سے ملائی جاتی ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: وکذا الجاموس لانه نوع من البقر اھ۔ یعنی بھینس کی بھی قربانی جائز ہے اس لئے کہ وہ بقر کی ایک نوع ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: من البقر وکذا المعز نوع من الغنم بدلیل ضمتها فی الزکوٰۃ۔ یعنی بھینس بقر کی ایک قسم ہے دلیل یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ میں شامل کی جاتی ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے: الجاموس یجوز فیها اھ۔ یعنی بھینسا قربانی میں جائز ہے اور عربی لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے: الجاموس ضرب من کبار البقر د اجنا اھ۔ یعنی بھینس بقر کی ایک بڑی قسم ہے جو کالی ہوتی ہے اور فارسی لغت میں معتمد کتاب غیاث اللغات میں ہے: جاموس در آخر سین مہملہ معرب گامیش کہ مخفف گاؤمیش ست از رسالۂ معربات ودریں دیار مردم ایں زمانہ بجہت تفرقہ نرو مادہ را جاموس گویند بعر یب مادہ را گاؤمیش خوانند اھ۔ فقہ اور لغت کے ان تمام شواہد کا خلاصہ یہ ہوا کہ بھینس بقر کی ہی ایک قسم ہے اس کی بھی قربانی جائز ہے اور یہ سب مسلمانوں کے نزدیک مسئلہ مسلمہ ہے لہٰذا بھینسے کی قربانی کو جہالت بتانے والا جاہل ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ تاوقتیکہ توبہ نہ کرلے مسلمانوں پر اس کا بائیکاٹ کرنا لازم ہے ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال الله تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ (پارہ ۷، رکوع ۱۴) رئیس الفقہاء حضرت علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلهم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص۲۵۵) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ر ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عاشق نعیم مشاہدی موضع سرکانڈ۔ پوسٹ بصالت پور ضلع گونڈہ

زید کہتا ہے کہ بھینسا کی قربانی جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ قرآن عظیم سے ثابت نہیں ہے البتہ وہ بکرا بکری کی قربانی کو جائز کہتا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: زید اگر بھینسا کی قربانی کو جائز نہیں مانتا اس لئے کہ وہ قرآن سے ثابت نہیں ہے اور بکرا بکری کی قربانی کو جائز مانتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے کہ بکرا بکری کی قربانی کس آیت سے ثابت ہے' اور جب قرآن سے نہ ثابت ہونے کے سبب وہ بھینسا کی قربانی سے انکار کرتا ہے تو پانچوں وقت کی نمازوں میں رکعتوں کی تعداد سے بھی اسے انکار ہوگا۔ اور سونے چاندی میں چالیسویں حصے اور غلہ میں دسویں بیسویں حصے کی زکوٰۃ سے بھی اسے انکار ہوگا اور اسی طرح ان تمام باتوں سے کہ جس کا ثبوت صرف حدیثوں سے ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید گمراہ ہے اس پر توبہ لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اگر ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ۷ع۱۴) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از علی محمد قبرستان ڈگبوئی ضلع لکھیم پور آسام

یہاں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ایک بکرے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے کیونکہ جتنے جاندار ہیں سب کی جان برابر ہے تو صرف گائے یا اونٹ ہی میں سات قربانیاں نہ ہوں گی بلکہ بکرے، بھیڑ مرغی میں بھی سات قربانیاں ہوں گی یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس فرقہ کا سرغنہ کلکتہ میں رہتا ہے اور اپنے مریدوں کو جنت کا ٹکٹ بھی دیتا ہے کہ بلا روک ٹوٹ جنت میں جاسکتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا ایک بکرے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے اور کیا مرغی یا مرغ یا بطخ کی قربانی شرعاً جائز ہے؟ جو فرقہ یہ کہتا ہے کہ مرغ اور بکرے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے جائز ہے اس فرقہ کے سرغنہ سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان کے لئے اسلامی شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بکرے اور مرغے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے قرآن کریم اور حدیث سے ثابت بتانے والے جھوٹے مفتری کذاب ہیں' اور شریعت اسلامیہ کو کھیل بنا رہے ہیں۔ ان سے مسلمانوں کا مطالبہ ہونا چاہئے کہ تم اپنے دعویٰ کے مطابق قرآن مجید کی آیت یا حدیث شریف پیش کرو' اور وہ ہرگز ہرگز پیش نہ کرسکیں گے۔ تو ان سے توبہ لی جائے اگر توبہ سے

انکار کریں تو سارے مسلمان ان کا قطعی بائیکاٹ کریں۔ بکرے کی قربانی صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے جائز ہے خواہ کتنا ہی فربہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۲ میں ہے: لاتجوز الشاة والمعز الاعن واحد وان كانت عظيمة سمينة تساوي شاتين اھ۔ اور بدائع الصنائع جلد پنجم ص ۷۰ میں ہے: لاتجوز الشاة والمعز الاعن واحد وان كانت عظيمة سمينة تساوي شاتين مما يجوز ان يضحي بها لان القياس في الابل والبقر ان لا يجوز فيهما الاشتراك لان القربة في هٰذا الباب اراقة الدم وانها لاتحمل التجزئة لانهاذبح واحد وانما عرفنا جواز ذلك بالخبر فبقى الامر في الغنم على اصل القياس فان قيل اليس انه روى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشين املحين احدهما من نفسه والاخر عمن لايذبح من امته فكيف ضحى بشاة واحدة عن امته عليه الصلاة والسلام ؟ فالجواب انه عليك الصلاة والسلام انما فعل ذلك لاجل الثواب وهو انه جعل ثواب تضحية بشاة واحدة لامته لالاجزاء وسقوط التعبد عنهم اھ۔ مرغ یا مرغی اور بطخ کی قربانی ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ غیر وحشی چوپایہ کا ہونا قربانی کے ارکان ہی سے ہے۔ درمختار جلد پنجم مع شامی ص ۲۰۵ میں ہے: ركنها ذبح مايجوز ذبحه من النعم لاغير اھ۔ جو فرقہ مرغ اور بکرا کی قربانی سات آدمی کی طرف سے جائز مانتا ہے اس فرقے والے بدمذہب گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔ اس کے سرغنہ سے مرید ہونا ہرگز جائز نہیں جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان پر مریدی توڑنا اور اس سے بیزاری ظاہر کرنا واجب ہے۔ هٰذا ماعندي والعلم عندالله تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ جل جلاله و صلى الله عليه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از منور حسین متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی

(۱) ایک بکری کے دو بچے ہیں ایک بکری اور ایک بکرا تو ان دونوں نے کتیا کا دودھ پی لیا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں کا گوشت کھانا عند الشرع جائز ہے یا نہیں اور قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جس بکری نے کتیا کا دودھ پی لیا ہو تو کیا اس کے نسل میں کچھ خرابی واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: بکری کے بچے اگر کتیا کا دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتے رہے تو ان کا گوشت کھانا عند الشرع جائز ہے اور ان کی قربانی کرنا بھی جائز ہے بلکہ خنزیر جو اشد حرام ہے اس کے دودھ سے پرورش یافتہ بکرے کے گوشت کھانے میں بھی حرج نہیں بشرطیکہ اُس کا دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں تک انہوں نے گھاس کھایا ہو۔ بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۷ میں ہے: "بکری کے بچے کو کتیا کا دودھ پلاتا رہا اس کا بھی حکم جلالہ کا ہے کہ چند روز تک اسے باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے"۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۲۵۶ پر ہے: الجدي اذا كان يربى بلبن الاتان والخنزير ان اعتلف

ایاما فلا باس اھ۔ یعنی بکری کا بچہ جس کی پرورش گدھی اور خنزیر کے دودھ سے ہوتی رہی اگر دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتا رہا تو اس کے گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں' اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

(۲) کتیا کا دودھ پی لینے کے سبب بکری کی نسل میں شرعاً کوئی خرابی نہیں واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد ارشد ابن منیجر محی الدین مدرسہ منظر اسلام التفات گنج فیض آباد

(۱) گائے یا بھینس کی قربانی جس میں چھ آدمیوں کا حصہ ایک ایک ہے اور ایک حصہ بچ رہا ہے اور سبھی چاہتے ہیں کہ ساتواں حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہو آیا سب آدمی برابر شریک ہوکر ایک حصہ پورا کریں یا صرف ایک آدمی پورا کرے؟

(۲) گائے اور بھینس و بکری کے بچہ دینے کے بعد جو دودھ اوّل مرتبہ نکالا جاتا ہے جسے ہماری مادری زبان میں پیوس کہتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ (۱) قربانی کا ساتواں حصہ جو رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے نام سے ہو اس کو سب حصے دار برابر برابر شریک ہوکر پورا کریں یا ایک شخص پورا کرے دونوں صورتیں جائز ہیں اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ لانہ لم یثبت فی الشرع حرمۃ اوکراھۃ کذلك۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اس دودھ کا کھانا پینا جائز ہے شرعاً کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد نعیم خاں کلیباں ضلع بستی۔

قربانی کا بکرا کتنے دن کا ہونا چاہئے بعض کا قول ہے کہ دانت والا ہونا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک سال کا ہونا چاہئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کے بارے میں شریعت کا کیا فرمان ہے؟

الجواب: قربانی کا بکرا کم سے کم سال بھر کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ دانت والا ہو یا نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: ضحوا بالثنا یا اھ۔ (ہدایہ جلد رابع ص ۴۳۳) مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محل عمدۃ الرعایہ میں فرماتے ہیں: الثنا یا من الغنم ابن حول اھ۔ درمختار میں ہے: وصح الثنی فصاعداً من الثالۃ والثنی ھوا بن خمس من الابل وحولین من البقر و الجاموس وحول من الشاۃ اھ۔ اور بدائع والصنائع جلد خامس ص ۷۰ میں ہے: وذکر الزعفرانی فی الاضاحی الثنی من الشاۃ والمعز ماتم لہ حولہ وطعن فی السنۃ الثانیۃ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از محمد ضیاء اللہ منیجر مدرسہ عربیہ اہلسنت غازی پور ضلع گونڈہ

ایک بکری کے بچہ نے کتیا کا دودھ پی لیا ہے تو آیا اس بکری کے بچہ کی قربانی ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بکری کا بچہ اگر کتیا کا دودھ برابر پیتا رہا تو وہ جلالہ کے حکم میں داخل ہے بہار شریعت حصہ پانزدہم میں عالمگیری کے حوالے سے ص ۱۲۸ پر درج ہے کہ بکری کے بچہ کو کتیا کا دودھ پلاتا رہا اس کا بھی حکم جلالہ کا ہے' اور جلالہ بکری کی قربانی کے سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اسے دس دنوں تک باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے بعدہ اس کی قربانی کر سکتے ہیں فتاویٰ عالمگیری کتاب الاضحیہ میں ہے: لاتجوز الجلالة وهي التي تاكل العذرة ولاتاكل غيرها فان كانت الجلالة ابلا تمسك اربعين يوما حتى يطيب لحمها والبقر يمسك عشرين يوماً والغنم عشرة ايام. وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از حسان علی سبحانی موضع پرساڈاکخانہ کوٹ خاص۔ ضلع گونڈہ

بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ بکری بچہ والی بھی نہ ہو۔

الجواب: بکری جس کی عمر کم سے کم ایک سال ہو اور اس میں کوئی عیب مانع قربانی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ وهو تعالیٰ وسبحانه اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محبوب خاں دھر ما نگر

میں نے اپنی بکری بٹائی پر اس طرح دی کہ اگر دو بچے ہوں گے تو ایک تمہارا ہے اور دوسرا ہمارا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بٹائی پر بکری دینا کیسا ہے نیز بٹائی کی بکری کے بچے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ میں نے اس کی قربانی کرائی ہے تو یہ قربانی جائز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: فقہ حنفی کی مشہور کتاب بہار شریعت جلد چہاردہم ص ۲۲۱۹ میں ہے: ''بعض لوگ بکری بٹائی پر دیتے ہیں کہ جو کچھ بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف لیں گے۔ یہ اجارہ بھی فاسد ہے بچے اس کے ہیں جس کی بکری ہے دوسرے کو اس کے کام کی اجرت مثل ملے گی۔''

حوالہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بٹائی پر بکری دینا جائز نہیں اور اگر اپنی بکری کسی دوسرے کو چرانے اور نگہداشت کے لئے دینا ہی چاہتا ہے تو اس کی اجرت مقرر کر دے بکری چرانے والا بکری کے بچہ میں حصہ دار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بکری کا مالک نہیں اور رہا بٹائی کی بکری کے بچے کی قربانی کرنا تو وہ شرعاً درست نہیں ہے آپ کی قربانی ہو گئی کیونکہ بکری کے بچے کے آپ مالک ہیں ہاں قربانی صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ سال بھر کا ہو چکا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی

۷ر صفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از قاضی عبدالصمد فاروقی بسڈیلہ پوسٹ ہلور ضلع بستی

(۱) قربانی کا بکرا سال بھر کا ہے اور اس کا دانت ابھی نکلا ہے۔ لیکن گاؤں کے لوگ کہتے ہیں کہ سال بھر کا ہو گیا ہے تو اس بکرا کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(۲) جبکہ قربانی کے بکرے کا سینگ وغیرہ صحیح ہونا چاہئے یعنی اس کا بے عیب ہونا ضروری ہے تو کیا بدھیا ہونا عیب نہیں ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے؟

(۳) کیا تین دن قربانی کا جائز ہونا حدیث وفقہ سے ثابت ہے؟

الجواب: (۱) قربانی کے بکرا کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے دانت کا نکلنا ضروری نہیں لہٰذا بکرا اگر واقعی سال بھر کا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ اس کے دانت نہ نکلے ہوں۔ درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۴ میں ہے: صح الثنی فصاعدا والثنی هوا بن حول من الشاة اھ۔ ملخصاً۔

(۲) بے شک بدھیا ہونا عیب نہیں ہے اس لئے کہ عیب اس بات کو کہتے ہیں جس کے سبب جانور کی قیمت کم ہو جائے اور بدھیا ہونے سے جانور کی قیمت کم نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھ جاتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے اس لئے کہ بدھیا ہونے سے اس کا گوشت اور عمدہ ہو جاتا ہے ہدایہ جلد سوم باب خیار العیب ص ۲۳ میں ہے: کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادة التجار فهو عیب۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص ۲۶۴ میں ہے: الخصی افضل من الفحل لانه اطیب لحما کذا فی المحیط۔ اور جوہرہ نیرہ جلد دوم ص ۲۵۴ میں ہے: یجوز ان یضحی بالخصی لانه اطیب لحما من غیر الخصی قال ابوحنیفة ما زاد فی لحمه انفع مما ذهب من خصیته اھ۔ ملخصًا

(۳) بیشک تین دن قربانی کا جائز ہونا حدیث وفقہ سے ثابت ہے بدائع الصنائع جلد پنجم ص ۶۵ میں ہے: روی عن سیّدنا عمرو سیّدنا علی و ابن عباس وابن سیّدنا عمر وانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنهم انهم قالوا ایام النحر ثلاثة اولها افضلها والظاهر انهم سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لان اوقات العبادات والقربات لاتعرف الابالسمع اھ۔ اور ہدایہ جلد چہارم ص ۴۳۰ میں ہے: وهی جائزة فی ثلاثة

ایام یوم النحر ویومان بعدہ اھ۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از نسیم چرکھوئی متعلم دار العلوم ھٰذا

زید کی ایک بکری نے بچہ جنا بچے نے اس کا دودھ بھی پیا اور کتیا کا بھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں نیز اس کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں بکری کے جس بچے نے کتیا کا دودھ پیا اس کے گوشت کھانے میں حرج نہیں نیز اس کی قربانی بھی کرواسکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم ص ۷۶ پر ہے: الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلا باس۔ یعنی بکری کا بچہ جس کی پرورش گدھی اور خنزیر کے دودھ سے ہوتی رہی اگر دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتا رہا تو اس کے گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم

اور اگر کسی کی طبیعت گوارہ نہ کرے تو شریعت اسے مجبور نہیں کرتی۔ واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ: بدر الدین احمد الرضوی

۳۰ر محرم ۱۳۷۸ھ

مسئلہ: از سسہنیاں کلاں ضلع گونڈہ مرسلہ عطاء اللہ

ایک شخص کا نام نہیں معلوم ہے اور اس کے نام پر قربانی کرنی ہے تو کیا نام لیا جائے البتہ اس لڑکے کا نام معلوم ہے۔

الجواب: دعائے قربانی میں من کے بعد ولد فلاں کہا جائے مثلاً اگر لڑکے کا نام عبداللہ ہے تو دعا یوں پڑھے: تقبل من ولد عبداللہ اور پھر آخر تک دعا پڑھی جائے: واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ر ذی القعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: از چرکھوا ضلع بستی مرسلہ فیض اللہ

قربانی کا گوشت کافر کو دینا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے دے دیا تو قربانی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: قربانی کا گوشت کافر کو دینا شرعاً جائز نہیں اور کسی نے دے دیا تو گنہگار ہے توبہ کرے اور قربانی ہو جائے گی یعنی کافر کا گوشت دینے کے سبب قربانی کا اعادہ کرنا واجب نہیں وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: ازسیّد ریحان اختر گڑھی عبدالمجید خاں فرخ آباد

جس جانور کا کوئی عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو اس کی قربانی جائز نہیں تو خصی جس کے پورے خصیے کٹے ہوتے ہیں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: خصی جس کے پورے خصیے کٹے ہوتے ہیں اس کی قربانی جائز ہے ایسا ہی درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۵ میں ہے: اور ہدایہ جلد چہارم ص ۴۳۲ میں ہے: **یجوز ان یضحی بالخصی لان لحمها اطیب وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین ملخصًا۔** یعنی خصی کی قربانی جائز ہے اس لئے کہ اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو خصی تھے اور ان کا رنگ سفیدی و سیاہی مائل تھا۔ اور جوہرہ نیرہ جلد دوم ص ۲۵۴ میں ہے: **یجوز ان یضحی بالخصی لانه اطیب لحما من غیر الخصی قال ابوحنیفة مازاد فی لحمه انفع مما ذهب من خصیتیه اه۔ تلخیصاً۔** یعنی خصی کی قربانی جائز ہے اس لئے کہ اس کا گوشت غیر خصی کے گوشت سے عمدہ ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو گوشت کہ خصی میں بڑھ جاتا ہے اس کے خصیتین سے وہ زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ بلکہ خصی کے گوشت کی عمدگی کے سبب اس کی قربانی افضل ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص ۲۶۴ میں ہے: **الخصی افضل من الفحل لانه اطیب لحما کذا فی المحیط۔** اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: خصی یعنی جس کے خصیے نکال لئے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لئے گئے ہیں ان کی قربانی جائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۴۰) اصل میں کان وغیرہ کسی دوسرے عضو کا تہائی سے زیادہ کٹا ہونا چونکہ عیب ہے اس لئے ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، اور خصیے کا کٹا ہونا عیب نہیں ہے لہٰذا خصی کی قربانی جائز ہے اس لئے کہ عیب اس کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب چیز کی قیمت تاجروں کی نگاہوں میں کم ہو جائے۔ جیسا کہ ہدایہ جلد سوم باب خیار العیب ص ۲۳ میں ہے: **کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادة التجار فهو عیب۔** اور خصیتین کاٹنے کے سبب خصی کی قیمت تاجروں کی نگاہوں میں کم نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھ جاتی ہے لہٰذا وہ عیب نہیں ہے بلکہ خوبی ہے اس لئے اس کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲؍ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از قصبہ امرڈوبھا پوسٹ بکھرا بازار ضلع بستی مرسلہ محبوب علی و بدرالدجیٰ

ایک خصی جس کی عمر ایک سال ایک یوم ہے مگر دانت ابھی دودھ والے ہیں اور اصطلاح میں جسے دانتا کہتے ہیں وہ دانتا بھی نہیں ہے ایسی صورت میں اسی کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

صدرالشریعہ قدس سرہ بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۴۱ پر لکھتے ہیں: "جس کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک

ہوں وغیرہ وغیرہ کی قربانی ناجائز ہے" مندرجہ بالا عبارت پر غور فرما کر مسئلہ کی تشریح فرمائیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اس خصی کی قربانی جائز ہے بہار شریعت ص ۱۳۹ حصہ پانزدہم پر ہے: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہئے۔ اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی، اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ حوالہ مذکور سے ثابت ہوا کہ خصی کے لئے سال بھر کا ہونے کی قید ہے، دانتا ہونا ضروری نہیں۔ مستفتی کے پیش کردہ حوالہ دانت نہ ہوں کا مطلب یہ ہے کہ جھڑ گئے ہوں۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی

۷/ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از خاطر علی معرفت مواعظ الحسن ساکن ہریا خرد ضلع گورکھپور

قربانی کے بکرے کو کتے نے پکڑا اور اس کے پچھلے پیر میں زخم کر دیا پھر وہ زخم اچھا ہو گیا لیکن اس پر بال نہیں جمے اور وہاں گانٹھ سی ہوگئی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اس بکرے کی قربانی کراہت کے ساتھ جائز ہے بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۲۴۰۲ میں ہے: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی

۷/ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از محمد اقلیم انصاری مقام کیوٹنوا پوسٹ نرکٹھا بانسی ضلع بستی

یہ مسئلہ جبکہ مسلم ہے کہ عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں تو آج کل جو دستور ہے کہ خصی کی قربانی کی جاتی ہے تو کیا یہ عیب نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس آدمی کی نس بندی ہوگئی ہو اس انسان کی کوئی نیکی قابل قبول نہیں اور نہ اس کی نماز پڑھی جائے گی تو خصی جانور کی قربانی کیسے ہوگی؟

الجواب: بعون الملک العزیز الحکیم۔ بیشک عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں اور بکرے کا خصی ہونا عیب نہیں اسی لئے اس کی قربانی جائز ہے کہ عیب اس وصف کو کہتے ہیں جس کے سبب چیز کی قیمت کم ہو جائے جیسا کہ قدوری، ہدایہ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے: کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب اھ۔ اور خصی ہونے کے سبب بکرا کی قیمت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اسی لئے غیر خصی سے خصی کی قربانی کرنا افضل ہے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: والذکر من الغنم افضل اذا کان خصیا اھ۔ اور نس بندی کرانا ضرور گناہ ہے لیکن نس بندی کرانے والے کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یہ کہنا صحیح نہیں وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد اسمٰعیل قادری خطیب جامع مسجد بگھانہ نیچ ضلع مندسور (ایم۔پی)

(۱) بکری کا بچہ اگر بقرعید کے آٹھویں دن بعد پیدا ہوا یا پندرہ بیس یوم بعد اور وہ اتنا فربہ ہے کہ سال بھر والے سے بہتر نظر آتا ہے تو اس کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی بکری جو بانجھ ہے اور ایسی بکری جو نر و مادہ سے مستثنیٰ ہو ان کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اور نقائص اس میں نہ ہوں۔

(۳) قربانی کی کھال تعزیہ کے ڈھول تاشے بنانے میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ (۱) قربانی کے لئے بکری کے بچہ کی عمر کم سے کم ایک سال ہونا ضروری ہے لہٰذا وہ بچہ جو عیدالاضحیٰ کے پندرہ یا آٹھ دن بعد پیدا ہو تو خواہ وہ اتنا فربہ ہو کہ سال بھر والے سے بہتر نظر آتا ہو دوسرے سال اس کی قربانی جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے: وصح الثنی فصاعدا من الثلاثة والثنی هوا بن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة ا ه۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۲ میں ہے: لوضحی باقل من ذلك شيئا لايجوز ا ه. وهو تعالیٰ اعلم.

(۲) ظاہر یہ ہے کہ بانجھ بکری کی قربانی جائز ہے کہ وہ خصی کے مثل ہے اسی لئے فقہائے کرام نے اسے قربانی کے جانوروں میں عیوب نہیں شمار فرمایا ہے اور ایسی بکری جو کہ نر بھی نہ ہو یعنی خنثیٰ ہو کہ جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہیں تو اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص ۲۶۳ میں ہے: لاتجوز التضحية بالشاة الخنثى لان لحمها لاينضج اھ۔ اور درمختار میں ہے: لابالخنثى لان لحمها لاينفج شرح وهبانية۔ وهو سبحانه اعلم

(۳) محرم میں ڈھول تاشے بجانا جائز نہیں ہے: هٰكذا قال العلماء لاهل السنة والجماعة كثرهم الله تعالىٰ. تو اس میں قربانی کی کھال لگانا جائز نہیں ہے حکم شرع یہ ہے کہ اسے صدقہ کر دے یا اسے باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں لائے۔ مثلاً مصلیٰ، چلنی، مشکیزہ وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلد وغیرہ میں لگائے جیسا کہ درمختار جلد خامس مع شامی ص ۲۰۹ میں ہے: يتصدق بجلدها اويعمل منه نحوغربال وجراب وقربة وسفرة ودلوا ه. هٰذا ماظهرلی والعلم عند الله تعالیٰ

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍صفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از قاضی محمود الحسن اسسٹنٹ جونیر ہائی اسکول اٹوا بازار۔ ضلع بستی

بدھیا خصی کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں، اور چونکہ خصی ہونا عیب نہیں اس لئے اس کی قربانی جائز ہے بہار شریعت جلد پانزدہم ص ۲۴۰۲ میں ہے: خصی یعنی جس کے خصیے نکال لئے گئے ہوں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لئے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔ انتھیٰ بالفاظہ۔ اور درمختار مع ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۱۲ میں ہے: یضحی بالجماء والخصی۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص ۲۶۲ میں ہے: یجوز المجبوب العاجز عن الجماع۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ؍ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از عبدالغفور نداف موضع سہنیاں کلاں۔ ضلع گونڈہ

سال بھر کی مادہ بکری جو بانجھ ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بانجھ بکری کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اور وجہ مانع نہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ ؍ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حافظ عبدالقدوس مدرس مدرسہ عربیہ اہلسنّت شمس العلوم تو سائل ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ جو بکر ذی الحجہ کی ۱۲ ؍ تاریخ کے بعد پیدا ہوا اس کی قربانی نا جائز ہے وہ سال بھر کا نہیں مانا جاتا ہے، اور بکر کہتا ہے کہ جو بکرا ذی الحجہ کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ تک میں پیدا ہوا وہ سال بھر میں مانا جاتا ہے اس کی قربانی درست ہے کیونکہ ذی الحجہ سے ذی الحجہ تیرہواں مہینہ لگ جاتا ہے؟

الجواب: قربانی کے لئے کم سے کم سال بھر کی عمر کا بکرا ہونا ضروری ہے اور جو بکرا کہ بارہ ذی الحجہ کے بعد پیدا ہوا وہ دوسرے سال قربانی کی تاریخوں میں سال بھر کا نہ ہوا اس لئے اس کی قربانی جائز نہیں۔ لہٰذا زید کی بات صحیح ہے اور جو ۲۸ ؍ ۲۹ ؍ ذی الحجہ کو پیدا ہوگا تو اس کی عمر کا تیرہواں مہینہ ۲۸ ؍ ۲۹ ؍ ذی الحجہ کے بعد لگے گا نہ کہ دس ذی الحجہ کو۔ لہٰذا ایسے بکرے کی قربانی جائز نہیں اور بکر کی بات صحیح نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد یعقوب خاں موضع پڑولی ضلع گورکھپور

ایک شخص نے قربانی کی نیت سے بکرا پالا کسی خطرے کے پیش نظر اپنی پہچان کے لئے اس کے کان یا کسی دوسرے عضو میں

داغ لگادیا اس بکرے کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ داغ لگانے سے مراد اگر لوہے سے داغنا ہے تو داغے ہوئے جانور کی قربانی جائز ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۶۲ میں ہے: ویجوز المجبوب عاجز عن الجماع والتی بھا کی اھ۔ ملخصًا بقدر الضرورۃ۔ اگر داغ لگانے سے مراد کاٹنا ہے تو اگر کان یا دم تہائی سے زیادہ کاٹا تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اگر تہائی سے کم کاٹا تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ھٰکذا قال صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فی بہار شریعت

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ و صلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ / ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از قاری شمس الدین احمد رحمانی محلہ دمدمہ کالپی شریف جالون۔

عقیقہ میں بکری و بکرے کے علاوہ بھینس بھی کی جاسکتی ہے بسلسلۂ قربانی بھینس میں تین حصے ہوئے اور چار حصہ بسلسلۂ عقیقہ۔ تو ایک ہی ساتھ ہونا ٹھیک ہے، تو کیا دعا سے قربانی وعقیقہ دونوں پڑھ کر ذبح کرنا چاہئے؟ گوشت کی تقسیم کیسے کریں؟

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ بھینس کی قربانی جائز ہے۔ اس میں کچھ حصہ قربانی اور کچھ حصہ عقیقہ ہو یہ بھی جائز ہے۔ اگر ایک ہی جانور میں کچھ حصہ قربانی اور کچھ حصہ عقیقہ ہو تو وقت ذبح دونوں دعائیں پڑھے۔

ایک بھینس کی قربانی میں چند افراد کے شریک ہونے کی صورت میں جیسے گوشت تقسیم کیا جاتا ہے ویسے ہی ایک جانور میں قربانی وعقیقہ کی شرکت کی صورت میں بھی تقسیم کیا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ / شوال ۱۳۹۴ھ

مسئلہ: از محمد حنیف مقام بیلا ایکڈارا ضلع مہوتری (نیپال)

(۱) ایک گائے یا ایک بھینس مکمل بچہ کے نام سے عقیقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر دے سکتے ہیں تو سات حصہ کرکے تقسیم کرنا پڑے گا یا تین حصہ کرکے؟

(۲) جس طرح قربانی کے دنوں میں گائے بھینس میں سات افراد کی شرکت ہے اسی طرح قربانی کے علاوہ دنوں میں عقیقہ میں سات اشخاص کی شرکت درست ہے یا نہیں۔ اگر درست ہو تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ کیونکہ عقیقہ میں ایک کے نام سے دو حصے ہیں اور ایک حصہ بھی درست ہے جواب مرحمت ہو؟

الجواب: (۱) پوری بھینس کو بچے کے نام عقیقہ کرسکتے ہیں کہ اس کا حکم مثل قربانی کے ہے اور قربانی کے بڑے جانور کو ایک شخص کے نام کرنا جائز ہے کما فی الکتب الفقھیۃ۔ اور گوشت کے سات حصے کرکے نہیں تقسیم کرنا پڑے گا بلکہ اس کا

گوشت فقراء عزیز واقارب اور دوست واحباب کو کچا تقسیم کریں یا ان کو بطور دعوت وضیافت کھلائیں یہ سب صورتیں جائز ہیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ سری پائے حجام کو اور ایک ران دائی کو دیں باقی گوشت کے تین حصے کریں اور ایک حصہ فقراء کا ایک احباب کا اور ایک حصہ گھر والے کھائیں۔ (بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۵۵)

(۲) بڑے جانور میں قربانی کی طرح عقیقہ بھی سات نام سے کرنا جائز ہے۔ جن بچوں کے نام عقیقہ کرنا ہے ان کا حصہ ایک ہو یا دو یا اس سے زیادہ دعائے عقیقہ میں ان سب کا نام لیں ہر ایک حصے کا بالتفصیل ذکر ضروری نہیں بلکہ عقیقہ کی دعا کا بھی پڑھنا ضروری نہیں اس لئے کہ خداتعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عقیقہ کس کا ہے اور کس کی طرف سے کتنا حصہ ہے۔ بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۵۵ میں ہے کہ عقیقہ میں جانور ذبح کرتے وقت ایک دعا پڑھی جاتی ہے اسے پڑھ سکتے ہیں اور یاد نہ ہو تو بغیر دعا پڑھے بھی ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ولی اللہ برکاتی قصبہ مگہر محلّہ شیر پور۔ ضلع بستی

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پہ جو دنبہ قربانی کے لئے جنت سے حضرت جبریل علیہ السلام لائے تھے وہ دنبہ جنت میں کہاں سے آیا اور جب اس کی قربانی ہوئی تو قربانی ہونے کے بعد اس کا گوشت اور کھال کیا ہوا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو مینڈھا حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذبح فرمایا تھا وہ کہاں سے آیا تھا اس کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ مینڈھا جنت سے آیا تھا اور یہ وہی مینڈھا تھا کہ جس کو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے صاحبزادے ہابیل نے قربانی میں پیش کیا تھا اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ پہاڑی بکرا تھا جو حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے فدیہ میں ذبح ہونے کے لئے ثبیر پہاڑ سے منجانب اللہ اتارا گیا تھا۔ جیسا کہ پارہ ۲۳ رکوع ۷ کی آیت کریمہ: وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ط کے تحت تفسیر جلالین میں ہے: من الجنة وھو الذی قربہ ھابیل جاء بہ جبریل علیہ السلام فذبحہ السید ابراھیم۔ اسی کے تحت صاوی میں ہے: وقیل انہ تیساً جبلیاً اھبط علیہ من ثبیر اھ۔ اور بحوالۂ بیضاوی جمل میں ہے: الذبح کبشار عی فی الجنة اربعین خریفا وقال ابن عباس الذی ذبحہ ابراھیم ھو الذی قربہ ابن آدم وقال الحسن مافدی اسماعیل الاتیس من الروی اھبط علیہ من ثبیر اھ۔ اب رہا یہ سوال کہ اس مینڈھے کا گوشت وغیرہ کیا ہوا تو صاحب روح البیان کی تفسیر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سر کے علاوہ باقی اجزاء کو آگ آ کر جلا گئی جیسا کہ امم سابقہ کے لئے مقبول قربانیوں کے بارے میں عادت الہیہ تھی۔ لیکن صاوی اور جمل میں ہے کہ ماتقی اجزاء کو درندوں اور پرندوں نے کھایا اس لئے کہ جنتی چیزوں میں آگ موثر نہیں ہوتی صاوی کی عبارت یہ ہے: مابقی من الکبش اکلتہ السباع والطیور لان النار لاتؤثر فیما ھو من الجنة

اور جمل کی عبارت یہ ہے: ومن المعلوم المتصور ان کل ما ھو من الجنة لاتؤثر فیہ النار فلم یطبخ ... الکبش بل اکلتہ السباع والطیور تامل اھ۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵؍ جمادی الاولی ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از قاری صغیر احمد قادری خطیب مسجد کھمن شاہ بابا ریلوے اسٹیشن چار باغ لکھنؤ

قربانی کا گوشت کھانا جائز نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قربانی کا گوشت کھایا نہ کھانے کا حکم فرمایا۔ زید کا یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟ واضح جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: زید کا قول بالکل غلط ہے۔ قربانی کا گوشت بلاشبہ کھانا جائز ہے۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کی اجازت فرمائی ہے ارشاد خداوندی ہے: وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ۔ اس آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مخصوص دنوں یعنی ایام قربانی میں اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی کر کے ان میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ (پ ۱۷ ع ۱۱) اور ارشاد خداوندی ہے: وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ط۔ اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے جانور اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں، بندوں کے لئے ان میں بھلائی ہے تو اللہ کا نام لے کر ان کو ذبح کر کے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ (پ ۱۷ ع ۱۲) اور بخاری شریف جلد اول ص ۲۲۳ میں ہے: عن جابر بن عبداللہ یقول کنالا ناکل من لحوم بدننا فوق ثلاث منیٰ فرخص لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کلوا وتزودوا فاکلنا وتزودنا۔ یعنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ قربانی کے تین دن جب تک منی میں رہتے تھے کھاتے تھے اس کے بعد نہیں کھاتے تھے تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ہم لوگوں کو اجازت دی کہ قربانی کا گوشت کھاؤ اور راستے کے لئے بھی رکھ لو تو ہم نے کھایا اور راستے کے لئے بھی رکھا۔ اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلث فامسکوا ما بدألکم۔ یعنی میں نے تم لوگوں کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا تھا تو اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ جتنے دن کے لئے چاہو رکھ لو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴) ان حوالہ جات سے بالکل واضح ہو گیا کہ اللہ و رسول نے قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اب تک سب مسلمان اس کو برابر کھاتے رہے ہیں۔ لہٰذا جو قربانی کا گوشت کھانے کی مخالفت کرتا ہے اور اسے ناجائز کہتا ہے وہ گمراہ ہے۔ خدا تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از منشی امام علی مقام کوئلہ بازار پوسٹ راج محل ضلع دمکا (بہار)

(۱) ایک موضع میں قربانی کا یہ دستور ہے کہ گائے قربانی کر کے گوشت کے تین حصہ کرتے ہیں ایک حصہ فقیر و مسکین والے گوشت کو پوری بستی والے ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور دو حصوں کو اپنے حصہ داروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ فقیر و مسکین والا حصہ جمع کرتے ہیں اس کو پورے بستی میں اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ جس نے قربانی کی تھی اس کو بھی دیتے ہیں اور جو قربانی نہیں کرتا اس کو بھی برابر حصہ دیتے ہیں بلکہ بستی کے جو سردار ہیں اس کو دو حصہ دیتے ہیں۔ تو قربانی کا گوشت اس طرح تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ حصہ فقیر مسکین کا تھا خلاصہ تحریر فرمائیں؟

(۲) قربانی کے لئے ایک چھوٹے خصی کو خریدا اور سال بھر اس کو پرورش کیا اور قربانی کے موقع پر اس کو فروخت کر کے اس روپیہ سے گائے خریدی اور گائے کی قربانی کی اس طرح سے دیا کہ مثلاً ساٹھ روپئے میں فروخت کیا جس میں سے گائے کے دو حصے ہیں تیس روپے دیے اور باقی تیس روپے اپنے گھر رکھ لیے ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) قربانی مذکور کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ کل گوشت کے وزن سے سات حصہ کر کے ہر شریک کو اس کا حصہ سپرد کر دیا جائے پھر ہر شریک گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقیروں کے لئے، ایک حصہ دوست واحباب کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے کرے۔ لیکن اس طرح تین حصے کرنا بہتر ہے ضروری نہیں بلکہ اگر کسی شخص کے اہل وعیال بہت ہوں اور صاحب دوست نہ ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں کے لئے رکھ چھوڑے (بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۴۴) اور جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۴ میں ہے: التصدق بها افضل الا ان يكون الرجل ذاعيال وغير موسع الحال فان الافضل له حينئذ ان يدعه لعياله ويوسع عليهم كذا في البدائع.

قربانی کے شرکاء میں گوشت کی تقسیم کا وہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے صحیح نہیں۔ اوّل اس لئے کہ گوشت کو حصہ داروں میں تقسیم کرنے سے پہلے اس میں فقیر و مسکین والا حصہ الگ کر دیتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ جو حصہ صرف فقیر و مسکین کے لئے الگ کرتے ہیں وہ امیر وغریب سب میں تقسیم کرتے ہیں یہ ناجائز ہے ہاں اگر وہ حصہ اس نیت سے الگ کر دیتے ہیں کہ امیر وغریب سب میں تقسیم کیا جائے گا پھر اسی طرح تقسیم کرتے ہیں تو یہ جائز ہے مگر بہتر نہیں اس لئے کہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ پورا غریب و مسکین میں تقسیم کیا جائے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(۲) قربانی کے لئے خصی خریدنے والا اگر مالک نصاب نہیں تھا تو اس پر خصی کی قربانی واجب تھی اسے بیچ کر تیس روپے گائے کی قربانی کے دو حصے میں صرف کرنا اور تیس روپے بچا کر اپنی ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں، اور اگر خصی خریدنے والا مالک نصاب تھا تو اس کو تیس روپے کے صدقہ کا حکم ہے۔ بہار شریعت جلد پانزدہم ص ۱۳۲ میں ہے کہ فقیر نے قربانی کے لئے

جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد احسان الاعظمی مدرسہ اسلامیہ شری ڈونگر گڑھ ضلع چورو راجستھان
قربانی کا گوشت کافر کو دینا کیسا ہے؟ معتبر و مستند کتابوں کی عبارت کے ساتھ مع نام و صفحہ کے جواب مرحمت فرمائیں؟ فقط والسلام۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ کافر کی تین قسمیں ہیں حربی، مستامن اور ذمی اس میں صرف ذمی کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۴ میں غیاثیہ سے ہے: یھب منھا ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی۔ اور ہمارا ملک ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے اس کو دارالحرب کہنا صحیح نہیں لیکن یہاں کے کفار یقیناً ذمی نہیں کیونکہ ذمی کے لئے بادشاہ اسلام کا ذمہ ضروری ہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ رمحرم الحرام ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از نور محمد مستری و بندھو شاہ وارثی۔ ہریا چندرسی ضلع گونڈہ
زید قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم نہیں کرتا ۱۰/۱ حصے میں اپنے دوست احباب فقیر وغیرہم کو کھانا کھلا کر باقی گوشت بھون کر رکھ لیتا ہے اور ایک ماہ تک خود کھاتا رہتا ہے مذکورہ زید پر شرعی حکم بیان کیا جاوے؟

الجواب: تین حصوں میں گوشت تقسیم کرنے کا حکم استحبابی ہے یعنی اگر کسی نے قربانی کا گوشت تین حصے میں تقسیم نہ کیا تو قربانی ہو جائے گی مگر ثواب کم ملے گا۔ بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۴۴ میں عالمگیری کے حوالہ سے ہے: بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقراء کے لئے اور ایک حصہ دوست و احباب کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے۔ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے اور کل کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے اور کل گھر ہی کے لئے رکھ لے یہ بھی جائز ہے۔ تین دن سے زائد اپنے گھر والوں کے کھانے کے لئے رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں اس کی جو ممانعت آئی وہ منسوخ ہے۔ اگر اس شخص کے اہل و عیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں کے لئے رکھ چھوڑے۔ انتھیٰ بالفاظہ۔ وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از ابوالکلام احمد غفرانی قسم کھور ضلع فرخ آباد (یو۔ پی)

جس بکرے کو خصی نہیں کیا گیا ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ قربانی یا عقیقہ کا کچا گوشت تو کافروں کو دینا جائز نہیں۔ اگر سر یا پائے کسی غیر مسلم کو دے دیا جائے تو کیسا ہے؟ یا گوشت پکا کرا پنے یہاں کھلانا کیسا ہے؟

الجواب: جس بکرے کو خصی نہیں کیا گیا ہے اس کی قربانی بھی جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۲ میں ہے: یدخل فی کل جنس نوعه والذکر والانثی منه والخصی والفحل لاطلاق اسم الجنس علی ذلک ..... دونوں باتیں منع ہیں۔ وهو تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹؍ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد ذکی تھنواں ضلع بستی۔

قربانی کی اوجھڑی کا کھانا کیسا ہے مکروہ ہے یا مطلق حرام یا کوئی بھی اوجھڑی ہو اس کو کھا سکتے ہیں یا اس کو دفن کر دیں؟ بینوا توجروا۔

الجــواب: اللهم هداية الحق والصواب. قربانی کی اوجھڑی کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے اور ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے مثل ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: کل مکروه ای کراهة تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبة بالنار۔ لہٰذا قربانی کی اوجھڑی بھی نہ کھائیں بلکہ اسے دفن کر دیں۔ وهو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از ابرار احمد متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں کیا کی جائیں؟

الجواب: اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے رسالہ ''اوجھڑی کا مسئلہ'' دیکھیں۔ لہٰذا قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں دفن کر دی جائیں۔ البتہ اگر بھنگی کھانا چاہے تو اسے منع نہ کریں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کر دی جائیں اور اگر بھنگی اٹھالے تو منع کی حاجت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۶۷) وهو تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از احسان اللہ شاہ قادری بیل گھاٹ۔ گورکھپور

قربانی کا جانور ذبح کرنے والے کو سری پائے قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ سری پائے خود کھائے یا کسی دوسرے کو بطور ہدیہ دے دے شرعاً اس کا کوئی حقدار نہیں' اور یہ جو ذبح کرنے والوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ہمارا حق ہے غلط ہے ہاں قربانی کرنے والوں کو چاہئے کہ ذبح کرنے والے کو ذبح کرنے کے اجرت دے دے۔ پھر سری گاوڑی خواہ ذبح کرنے والے کو دیں یا کسی اور کو دے دیں۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ ؍ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از نور الحق قادری پرسونی بازار ضلع گورکھپور

اگر ایک مسلمان ذبح کرے اور دوسرا مسلمان قربانی کی دعا پڑھے تو قربانی ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: قربانی کرنے والے کو بسم اللہ۔ اللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے قربانی کی دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر کسی دوسرے نے اس کی دعا پڑھی تو بھی قربانی ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسلمان نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا پھر اس نے اجازت نہیں دی مگر دوسرے نے اسے قربانی کی نیت کے بغیر صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو مالک نے گوشت لے لیا اور ذبح کرنے والے سے تاوان نہیں لیا تو اس صورت میں بھی قربانی ہو جائے گی الاشباہ والنظائر ص ۲۲ میں ہے: اشتراھا بنیۃ الاضحیۃ فذبحھا غیرہ بلا اذن فان اخذھا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزأتہ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: چرم قربانی فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی تعمیر میں براہ راست لگانا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب: مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے چرم قربانی فروخت کر کے اس کی قیمت براہ راست مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے: لو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین وھٰکذا فی الھدایۃ والکافی اھ۔ ہاں اگر اپنی ذات پر یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو براہ راست مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں کہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے' اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے۔ کفایہ میں ہے: اذا تمولھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ؍ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبد الرشید جام محلہ بھساول۔ ضلع جلگاؤں (مہاراشٹر)

چرم قربانی مسجد کے کاموں میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: چرم قربانی مسجد کے کاموں میں لگا سکتے ہیں جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں " قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دے دے۔ مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے۔ (بہار شریعت ج ۱۵ ص ۱۵۱) البتہ اگر چمڑے کو اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز نہیں۔ کفایہ علیٰ فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۳۷ میں ہے: اذاتمو لها بالبيع واجب التصدق كذا في الايضاح وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد عمران انصاری نرساچی ضلع دھنباد (بہار)

السلام علیکم۔ چرم قربانی کی رقم مسجد، مدرسہ، قبرستان یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں اس لئے کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اس کا مصلیٰ بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: يتصدق بجلدها اويعمل منها نحو غربال وجراب۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چھلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔ بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے کتاب وغیرہ۔ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے لاباس بان يشترى به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحسانا ولايشترى به مالا ينتفع به الابعد الاستهلاك نحو اللحم والطعام۔ ثابت ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکاۃ، عشر اور صدقہ وفطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں لہٰذا اسے مسجد، قبرستان یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے۔ خواہ ان کے منتظمین کو چمڑا دے کہ وہ بیچ کر ان کی تعمیر پر صرف کریں یا ان چیزوں کی تعمیر میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ کر اس کی قیمت دیں یہ بھی جائز ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: "له ان يبيعها بالدر اهم ليتصدق بها" لیکن اگر اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال پر صرف کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی تعمیر پر صرف کرنا جائز نہیں کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے کفایہ میں ہے: اذا تمولها بالبيع وجب التصدق كذا في الايضاح وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئولہ: از محمد اسلام۔ موضع سر سیا پوسٹ ڈبرا بستی

(۱) قربانی کے لئے خصی پالا گیا ایام قربانی سے پہلے ہی مر گیا بعدہ اس کا گوشت غیر مسلموں نے خرید لیا اب عندالشرع وہ پیسہ کہاں صرف کیا جاوے؟

(۲) ایسے داغے ہوئے سانڈ کا گوشت کھانا عندالشرع کیسا ہے جو کسی بت کے نام سے چھوڑا ہوا ہو اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہو؟

الجواب: (۱) وہ روپیہ حلال وطیب ہے کسی بھی جائز کام میں اسے صرف کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس ملک کے کافروں کے ہاتھ مردار کا گوشت بیچنا جائز ہے۔ ھٰکذا فی ردالمحتار وبھار شریعت۔ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

(۲) جائز ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ / رجب المرجب ۹۷ ۱۳ ھ

مسئلہ: از قاضی صالح محمد رتن نگر ضلع چورو (راجستھان)

عقیقہ اور قربانی کی کھال قبرستان کی حفاظت کے لئے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً مصلیٰ بنائے یا چھلنی یا مشکیزہ وغیرہ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے: یتصدق بجلدھا اویعمل منھا نحو غربال وجراب۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کر دے یا چھلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔ معلوم ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکاۃ اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک نہیں شرط ہے اور زکوٰۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے اسی لئے زکوٰۃ کو تعمیر مسجد یا حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز نہیں کما صرح فی کتب الفقہ۔ اور چرم قربانی کو حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز ہے اور یہی حکم عقیقہ کی کھال کا بھی ہے۔ البتہ اگر چرم قربانی کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اب اس پیسہ کو حفاظت قبرستان میں خرچ کرنا جائز نہیں کہ اس صورت میں اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے۔ کفایہ میں ہے: اذا تمولھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ ھ

مسئلہ: از عبدالحمید ساکن بشن پور ٹنٹواں پچپڑوا ضلع گونڈہ

چرم قربانی کی قیمت سے مسجد کا کوئی حصہ تعمیر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ زید کا قول ہے کہ چرم قربانی کی قیمت سے مسجد کو تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ زید دلیل میں بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۴۴ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے ''قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے'' اس عبارت میں کسی قسم کی تشریح قیمت وغیرہ کا نہیں ہے تو مسجد میں چرم کس صورت میں صرف ہوسکتا ہے۔ مفصل و مدلل مع حوالہ کتب جواب تحریر فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب. قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔ اسی لئے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اس کا مصلّی بنائے یا چھلنی اور مشکیزہ وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں وغیرہ میں لگائے یہ سب جائز ہے۔ فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۳۷ میں ہے: الانتفاع بنفس جلد الاضحیة غیر محرم اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے کام میں لانا حرام نہیں ہے اور درمختار مع شامی جلد خامس ص ۲۰۹ میں ہے: یتصدق بجلدها اویعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو. اھ۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کردے یا چھلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے' اور فتاوٰی عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے: یتصدق بجلدها اویعمل منها نحو غربال وجراب اھ۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چھلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے اور فتاوٰی قاضی خاں جلد ثالث مع ہندیہ ص ۳۸۷ میں ہے: لاباس بان یتخذ من جلد الاضحیة فروا اوبساطا اومتکاء یجلس علیه اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کا لباس، بستر یا بیٹھنے کے لئے تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں' اور فتاوٰی بزازیہ جلد سوم مع ہندیہ ص ۲۷۹ میں ہے: یجوز الانتفاع بجلدها بان یتخذ فراشا اوفروا اوجرابا اوغربالا اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو اپنے کام میں لانا جائز ہے کہ بستر بنائے یا پوستین، تھیلی اور چھلنی بنائے...... بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے چھلنی، مشکیزہ اور کتاب وغیرہ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے: لاباس بان یشتری به مالاینتفع به الابعد الاستهلاك نحوا للحم والطعام اھ۔ اور فتاوٰی قاضی خاں میں ہے: لاباس بان ینتفع باهاب الاضحیة اویشتری بها الغربال والمنخل اھ۔ اور فتاوٰی بزازیہ میں ہے: له ان یشتری متاع البیت کالجراب والغربال والخف لاالخل والزیت واللحم اھ۔ ان حوالہ جات سے خوب ظاہر ہوگیا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں ہے جو زکاۃ، عشر اور صدقہ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں' اور زکاۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے۔ اسی لئے زکاۃ کا مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں۔ کما صرح فی الکتب الفقهة اور چرم قربانی کو مسجد یا اس کے مینارے وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے خواہ متولی مسجد کو چمڑا دے کہ وہ بیچ کر مسجد کی تعمیر پر صرف کرے یا مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ کر

اس کی قیمت دے ہر طرح جائز ہے اور بہار شریعت کی عبارت کا یہی مطلب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۶۵ میں ہے: لو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق كذا في التبيين وهكذا في الهداية والكافي اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے: له ان يبيعها بالدراهم ليتصدق بها اھ۔ اور فتاویٰ خانیہ میں ہے: ان باعه بدراهم اوفلوس يتصدق بثمنه في قول اصحابنا رحمهم الله تعالیٰ اھ۔ اور جوہرہ نیرہ جلد ثانی ص ۲۵۵ میں ہے: فان باع الجلد اوللحم بالفلوس اوالدراهم اوالحنطة تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الى بدله اھ۔ اور حدیث شریف میں جو بیچنے کی ممانعت ہے اس سے مراد اپنے لئے بیچنا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لايبيعه بالدراهم لينفق الدراهم علی نفسه وعياله اھ۔ یعنی اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لئے چمڑے کو بیچنا جائز نہیں اور خانیہ میں ہے: ليس له ان يبيع الجلد لينفق الثمن علی نفسه اوعياله اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو اس لئے بیچنا کہ اس کی قیمت اپنی ذات پر یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے گا جائز نہیں' اور اگر اپنی ذات پر صرف کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو مسجد یا مدرسہ کی تعمیر پر صرف کرنا جائز نہیں کہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے کفایہ میں ہے: اذا تمولها بالبيع واجب التصدق كذافي الايضاح اھ. هٰذا ماظهرلي والعلم عند المولیٰ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل جلاله وصلی المولیٰ عليه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبدالرسول قادری متعلم جامعہ برکاتیہ سیّد العلوم کاسگنج ضلع ایٹہ

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی کھالیں چھوٹے چھوٹے مکاتب والے جمع کر لیتے ہیں اس رقم کو مدرسین کی تنخواہوں میں دیگر ضروریات میں صرف کرتے ہیں۔ ایک عالم کا کہنا ہے کہ ان کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اسکول کی عمارت وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس رقم کو طلبہ علم دین جو نادار ہوں ان پر خرچ کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا.

الجواب: قربانی کی کھالیں چھوٹے چھوٹے مکاتب والے بھی جمع کرنے کے بعد جہاں چاہیں خرچ کریں جائز ہے چاہے مدرسین کی تنخواہ میں دیں یا مدرسہ بنائیں کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا افضل ہے واجب نہیں' اور جس چیز کا صدقہ کرنا واجب نہیں اس میں تملیک ضروری نہیں۔ اسی لئے اگر صدقہ نہیں کیا اور مصلیٰ یا مشکیزہ وغیرہ بنا کر اپنے کام میں لایا تو یہ بھی جائز ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۹ میں ہے: يتصدق بجلدها اويعمل منها نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اھ. وهو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷؍ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از جوکھو موضع دھوبہی۔ ضلع بستی

قربانی کا چمڑا کن لوگوں کو دینا جائز ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: قربانی کا چمڑا ہر مسلمان کو دینا جائز ہے خواہ وہ غریب ہو یا امیر اور چھلنی وغیرہ بنا کر یا مصلیٰ کے طور پر اپنے کام میں لانا بھی جائز ہے۔ لیکن چمڑا بیچ کر پیسے اپنے کام میں نہیں لاسکتا اور چمڑا یا اس کا پیسہ کسی کام کی اجرت میں دینا جائز نہیں۔ بہار شریعت جلد پانزدہم ص ۱۵۱ میں ہے: ''قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دے دے۔ مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی غریب کو دے دے۔ بعض جگہ یہ چمڑا مسجد کے امام کو دیا جاتا ہے۔ اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں'' انتھٰی بالفاظہ۔ بعض لوگ چرم قربانی تکیہ دار کو دیتے ہیں اگر امداد و اعانت کے طور پر دیتے ہوں تو حرج نہیں اور اگر کام کے بدلے میں دیتے ہوں تو جائز نہیں۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لعلی رضی اللہ عنہ لاتعط اجر الجزار منھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ر محرم الحرام ۹۰ھ۱۳

الجواب صحیح، غلام جیلانی قادری چشتی

مسئلہ: از غلام غوث بستوی

دیہات میں جہاں کے لوگ نماز عیدین پڑھتے ہوں اور وہاں نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دیہات میں نماز سے پہلے قربانی جائز ہے۔ ہاں شہر میں جب تک نماز عید الاضحیٰ نہ ہو جائے قربانی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ خاں عزیزی

یکم محرم الحرام ۹۲ھ۱۳

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ غفرلہٗ

مسئلہ: سلمان احمد جاہدی ناظم مدرسہ فیض الاسلام باسنی ناگور (راجستھان)

جانور میں چرم کے علاوہ کوئی عضو صدقہ نہیں نیز مسجد کے اماموں کو چرم دینی کس طرح جائز ہے جب کہ زمانۂ حاضرہ کی مہنگائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی تنخواہ معمولی ہو؟

الجواب: قربانی کے جانور کا نہ چرم صدقہ کرنا واجب ہے نہ گوشت۔ اگر چاہے تو سب صدقہ کردے ثواب پا۔

اور اگر کچھ نہ صدقہ کرے بلکہ چمڑے کو مصلی یا مشک وغیرہ بنا کر اپنے گھر رکھے اور کل گوشت اپنے بچوں کے لئے رکھ چھوڑے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے: یتصدق بجلدھا اویعمل منه نحو غربال وجراب اور اسی کتاب اسی جلد کے ص ۲۶۴ میں ہے: لوتصدق بالکل جازولو حبس الکل لنفسه جاز وله ان یدخر الکل لنفسه فوق ثلثة ایام الا ان اطعامها والتصدق بها افضل الا ان یکون الرجل ذاعیال وغیر موسع الحال فان الافضل له حینئذ ان یدعه لعیاله ویوسع علیهم به کذا فی البدائع۔ اور مسجد کے اماموں کو بطور نذر چرم قربانی دینا جائز ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب۔ وهو تعالٰی اعلم۔

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی
یکم صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئله: از جمیل احمد نوری دوکان نمبر ۲۷ روڈ ڈویز بس اسٹیشن۔ فیض آباد
قربانی کی کھال مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ قربانی کی کھال فروخت کرکے اس کا پیسہ تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں اگر کھال کا پیسہ لگ سکتا ہے تو کس طرح سے؟ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: قربانی کی کھال مسجد میں دے کر اس کا منتظم بیچ کر اسے مسجد میں لگائے۔ یا مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے خود فروخت کرکے اس کا پیسہ تعمیر مسجد میں لگائے دونوں صورتیں جائز ہیں کہ قربانی کی کھال کا صدقہ کرنا افضل ہے واجب نہیں۔ اسی لئے کھال کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لانا بھی جائز ہے مثلاً نماز کے لئے مصلی بنائے یا مشکیزہ وغیرہ۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۹ میں ہے: یتصدق بجلدھا او یعمل منها نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اھ۔ ہاں اگر اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے چرم بیچا تو اس صورت میں بغیر حیلۂ شرعی اس کی قیمت مسجد میں لگانا جائز نہیں کہ اب اس کا پیسہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ کفایہ مع فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۳۷ پر ہے: اذا تمولها بالبیع وجب التصدق کذافی الایضاح۔ وهو سبحانه اعلم بالصواب

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئله: از چاند علی رضوی سنی نورانی مسجد سوریہ نگر وکرولی بمبئی نمبر ۸۳
کسی شخص نے قربانی کی کھال مسجد میں دی تو وہ کھال مسجد کے اندر لگ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں اسی لئے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں لاسکتا ہے مثلاً اس کا مصلی بنائے یا چھلنی اور مشکیزہ وغیرہ جیسا کہ فتح القدیر درمختار، فتاوی عالمگیری اور فتاوی قاضی خاں وغیرہ میں ہے بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں

لائے جیسے چھلنی مشکیزہ اور کتاب وغیرہ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ۔ ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے جس سے ظاہر ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکوٰۃ، عشر اور صدقہ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں اور زکوٰۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے اسی لئے زکوٰۃ کو مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں کما صرح فی الکتب الفقهية۔ اور چرم قربانی کو مسجد کی تعمیر یا اس کی دیگر ضروریات میں صرف کرنے کے لئے دینا جائز ہے کہ قربانی کی کھال مسجد کے ہر کام میں لگ سکتی ہے ہاں اگر چمڑے کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اب اس قیمت کو مسجد میں دینا جائز نہیں اس لئے کہ اب اس قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا صدقہ کرنا واجب ہو وہ مسجد میں نہیں لگ سکتی کفایہ میں ہے: اذا تمولها بالبيع وجب التصدق كذا فی الايضاح اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲؍ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از ابرار احمد شمسی معین الاسلام دار العلوم اہلسنت، پرانی بستی

زکوٰۃ یا چرم قربانی کا پیسہ مسلمانوں کی عام قبرستانوں کی چہار دیواری یا دوسری ضروریات میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز چک بندی میں گورنمنٹ کی طرف سے قبرستان کے لئے عطا کی ہوئی زمین جو بالکل خالی پڑی ہے اس کی چہار دیواری کے لئے چرم قربانی کے پیسے تصرف میں لائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ قرآن وحدیث تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: زکوٰۃ کی رقم قبرستان کی دیوار یا مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ زکاۃ میں تملیک شرط ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لايجوز ان يبنى بالزكاة المسجد وكذا الحج وكل مالاتمليك فيه كذا فی التبيين ملخصاً۔ اگر زکاۃ کی رقم ان چیزوں کی تعمیر میں صرف کرنا چاہیں تو کسی غریب آدمی کو دے دیں پھر وہ اپنی طرف سے ان چیزوں کی تعمیر پر صرف کرے تو ثواب دونوں کو ملے گا هكذا قال صدر الشريعة رحمة الله عليه فی بهار شريعت ناقلا عن ردالمحتار۔ اور چرم قربانی کو قدیم وجدید قبرستان کی دیوار یا مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں کہ اس کی تملیک اور صدقہ واجب نہیں بلکہ چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اس کی جانماز، چھلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کر سکتا ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱۵ ص ۱۴۴) اور درمختار میں ہے: يتصدق بجلدها اويعمل منها نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

کتاب الحظر والاباحۃ

حظر واباحت اور متفرق مسائل

مسئلہ: از اللہ بخش پنچیڈ ضلع رتلام (ایم۔ پی)

پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھنے کے بعد مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مصافحہ کرنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے اور نماز باجماعت کے بعد بلاشبہ جائز ہے۔ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء میں ہے: تجوز المصافحة ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره ملخصاً بقدر الضرورة یعنی بعد نماز عصر بھی مصافحہ کرنا جائز ہے اور فقہاء نے جو اسے بدعت فرمایا وہ بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ امام نووی نے اپنے اذکار میں فرمایا۔ اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: قال اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لاباس به۔ قال الشیخ ابوالحسن البکری وتقییده بما بعد الصبح والعصر علی عادة کانت فی زمنه والافعقب الصلاة کلها کذالك۔ ملخصاً بقدر الضرورة۔ (شامی جلد پنجم ص ۲۵۲)۔ یعنی امام نووی نے فرمایا کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اور فجر وعصر کی نماز کے بعد مصافحہ کا رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبح اور عصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بناء پر ہے جو امام نووی کے زمانہ میں تھی ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہی حکم ہے یعنی جائز ہے۔

هذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالٰی ورسوله الاعلی جل جلاله وصلی اللہ علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵ ربیع النور ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از حافظ لئیق احمد انصاری۔ رائے بریلی

(۱) وسیلہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

(۲) بزرگان دین کے وصال کے بعد ان کے مزارات یا ان کے ذوات سے توسل کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا طریقہ بتایا ہے؟ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے بعد صحابۂ کرام آپ کے روضۂ اقدس سے کس طرح توسل کرتے رہے؟

(۳) زید جو عالم دین ہے نے دوران تقریر کہا کہ غیر اللہ سے استمداد جائز ہے تو کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل

۴؎نیز اللہ ورسول نے اس کا حکم فرمایا ہے یا نہیں؟

الجواب: وسیلہ بالاعمال فرض ہے یعنی ایسے اعمال کو اختیار کرنا جس سے خدا تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہو بندوں پر فرض ہے اور وسیلہ بالذوات جائز و مستحسن ہے اس لئے کہ وسیلہ اس عمل یا ذات کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے جیسا کہ پ۶ع۱۰ کی آیت کریمہ: وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کے تحت تفسیر کشاف میں ہے: وهي شاملة للذوات والاعمال لان الوسيلة كل ما يتوسل به اي يتقرب به الى الله تعالىٰ من قرابة اوصنيعة اوغير ذلك اھ۔

(۲) بزرگان دین کے مزارات اور ان کی ذوات سے وسیلہ جائز ہے اور جائز کام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتانا ضروری نہیں۔ مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ جائز طریقہ پر جس طرح بھی چاہیں ان کو وسیلہ بنائیں۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اداروں کے جشن منانے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا تو ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیوبند کے بڑے بڑے مولویوں نے اپنے دار العلوم کا جس طرح چاہا جشن منایا بلکہ اس کا آغاز ایک کافرہ عورت سے کرایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور کے روضۂ اقدس سے مختلف طریقے پر توسل کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوالجوزاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال قحط اهل مدينة قحطا شديد افشكوا الى عائشة فقالت انظر واقبر النبي صلى الله عليه وسلم واجعلوا منه كوى الى السماء حتى لايكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا مطر وامطرا حتى نبت الشعب و سمنت الابل حتى لفتقت من الشحم مسى عام الفتق۔ یعنی حضرت ابوجوزا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑ گیا تو لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی جانب چھت میں سوراخ کر دو یہاں تک کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا تو اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ اگا اور اونٹ فربہ ہو گئے یہاں تک کہ ان کی چربی پھٹی پڑی تھی تو اس سال کو خوشحالی کا سال کہا جانے لگا۔ (دارمی، مشکوٰۃ ص۵۴۵) حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: کہ آج کل قحط کے وقت اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے کہ حجرہ شریف کے رد جو مقصورہ ہے اس کا وہ دروازہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہے کھول دیتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں (وفاء الوفاء جلد اول ص ۲۹۸) اور امام بیہقی و ابن ابی شیبہ نے مالک الدار سے روایت کی ہے۔ اصاب الناس قحط في زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل (بلال بن حارث مزنی صحابی) الى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله استسق الله لامتك فانهم قدهلكوا فاتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فقال ائت عمر فاقرأه السلام واخبرهم انهم سيسقون۔ یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ قحط پڑا تو ایک صحابی یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئی جاتی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر

کو جا کر سلام کہو اور لوگوں کو خبر دو کہ جلد پانی برسنے والا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرۃ العینین میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا کہ رواہ عمر فی الاستیعاب اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) زید نے صحیح کہا: بے شک غیر اللہ سے استمداد جائز ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ و سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم فقہا و علماء و مشائخ دیار مغرب ست گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی ست یا امداد میت من بگفتم قومے می گویند کہ امداد حی قوی ترست و من گویم کہ امداد میت قوی ترست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق ست و در حضرت اوست و نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر و احصا کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح کہ منافی و مخالف ایں باشد و رد کند ایں را۔ یعنی حجۃ الاسلام حضرت محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ مشائخ میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے بزرگوں سے چار مخصوص کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں ویسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں یا کچھ زیادہ۔ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو دوسرے حضرات کو۔ اور مقصود حصر نہیں ہے جو خود دیکھا اور پایا کہا۔ اور سیدی احمد بن مرزوق جو عظماء فقہاء و علماء و مشائخ مغرب میں سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا فوت شدہ کی۔ میں نے کہا ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ فوت شدہ کی امداد زیادہ قوی ہے تو شیخ ابو العباس نے فرمایا: ہاں۔ اس لئے کہ وہ بارگاہ حق میں ہے اور اس کے حضور میں اور اس گروہ سے اس معنی کی نقل حصر و احصار کی حد سے باہر ہے اور کتاب و سنت نیز اقوال سلف میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جو اس کے منافی ہو (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۶) اور جب کتاب و سنت میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو غیر اللہ سے استمداد کے منافی ہو تو یہی قرآن و حدیث سے اس کے جواب کی اصل ہے۔ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ یعنی حلال وہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس کا کچھ نہیں ذکر فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہے یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔ یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ

اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لابدلھما من دلیل بل فی الاباحۃ التی ھی اصل۔ یعنی یہ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالیٰ پر افتراء کیا جائے کہ حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے اس لئے کہ اصل وہی ہے اور جائز ہونے کے لئے اللہ ورسول کا حکم فرمانا ضروری نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا۔ اسی لئے مسلمانوں میں بیشار چیزیں ایسی رائج ہیں کہ جن کا اللہ ورسول نے حکم نہیں فرمایا۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رشوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد خاطر رضوی ٹیلی فون ایکسچینج آفس سوریندر نگر (سوراشٹر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام "محمد" کے پہلے "یا" لگا کر پکارنا یعنی "یا محمد" کہنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام محمد سے پہلے "یا" لگا کر پکارنا حرام وناجائز ہے قرآن مجید پارہ ۱۸ رکوع ۱۵ میں ہے: لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ یعنی رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ اے زید! اے عمر! بلکہ یوں عرض کرو یارسول اللہ! یا نبی اللہ! ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھھم اللہ عن ذالک اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یانبی اللہ یارسول اللہ! یعنی پہلے حضور کو یا محمد، یا ابا القاسم کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کے لئے اس سے منع فرمایا اس وقت سے صحابۂ کرام یارسول اللہ یا نبی اللہ کہا کرتے، اور بیہقی امام علقمہ سے، امام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری اور امام سعید بن جبیر سے آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ: لاتقولوا یا محمد ولکن قولوا یارسول اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یارسول اللہ کہو۔ اسی لئے علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور بے شک یہی ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ جب اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے تو امتی کی کیا مجال کہ وہ راہ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا کہ اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بک الی ربی تاہم اس کی جگہ یارسول اللہ یا نبی اللہ کہنا چاہئے ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ فی تجلی الیقین بان نبیا سیّد المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ رصفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد عبدالوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ گورکھپور۔

جولوگ کہ وعظ کہنے یا نعت شریف پڑھنے کے لئے جلسوں میں جاتے ہیں اور روپے پاتے ہیں تو یہ آمدنی ان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ اس میں تین صورتیں ہیں۔ اگر وعظ کہنے اور حمد ونعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بیشک اس آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم لَاتَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (پ ا ع ۵) کے مخالف۔ وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر وحرام مثل غصب ہے عالمگیریہ میں ہے: ما جمع السائل بالتکدی فھو خبیث۔ دوسرے یہ کہ وعظ اور حمد ونعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔ تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجتمند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے تو اگر چہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورت اولیٰ کی طرح مذموم بھی نہیں جیسے درمختار میں فرمایا: الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود والنصاریٰ۔ یعنی مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود ونصاری کی گمراہیوں سے ہے۔ یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اوّل کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جیسے (پ ۲ ع ۹ میں) لَاجُنَاحَ عَلَیْکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ فرمایا...... لہٰذا فتویٰ اس کے جواز پر ہے افتی بہ الفقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ کما فی الخانیہ والھندیہ وغیرھما والذی ذکرتہ توفیق بین القولین وباللّٰہ التوفیق۔ (فتاویٰ رضویہ ج دہم ص ۳۹۰) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از حبیب

قبلہ جناب مولانا نعمانی صاحب مدظلہ۔ سلام مسنون!

مزاج گرامی۔ میں آپ کی علمی وادبی صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ لہٰذا ازراہ کرم بروئے شریعت آگاہ فرمائیں کہ مومنات خواص وعوام دونوں تکمیل مسرت کے لئے شادی کی تقریبات میں نغمہ سرائی کرتی ہیں مسلمانوں کے بعض حلقے اس فعل کو معصیت کفروشرک اور بدعت قرار دیتے ہیں جبکہ اس کا جواز موجود ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی مداخلت کے باوجود شادی (عید) کے موقع پر لڑکیوں کو دف بجا کر گانے کی اجازت دی ہے۔ صرف اس قدر نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھ کر سماعت فرمایا۔ اس حدیث کو اور اس کے راوی کو آپ صحیح اور مستند تسلیم فرماتے ہیں یا نہیں؟ خواتین زیادہ تر امیر خسرو کے نغمے گاتی ہیں اور یہی نغمے عرس کے موقع پر قوال ساز پر گاتے ہیں، اجمیر شریف، پھلواری اور متعدد مقامات پر بھا

نے خود سنا ہے۔ ایسی حالت میں خواتین پر کس حد تک پابندی لگائی جاسکتی ہے اور شریعت انہیں کس حد تک اجازت دیتی ہے۔
آپ ازراہ کرم واضح اور شافی جواب دیں تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں؟ محتاج کرم حبیب۔
حضرت مفتی دارالعلوم فیض الرسول سے گزارش ہے کہ اس استفساء کا جواب باصواب تحریر فرما کر کرم فرمائیں۔ محمد عبدالمبین نعمانی قادری خادم دارالعلوم غوثیہ نظامیہ جمشید پور

الجواب: بیشک عورتوں کو شادی وغیرہ کسی بھی تقریب میں گانا معصیت ہے ہرگز جائز نہیں کہ ان کا گانا آواز کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ فتنہ ہے۔ یہاں تک کہ اسی فتنہ کے سبب ان کو اذان بھی کہنا جائز نہیں۔ بحرالرائق جلد اوّل ص ۲۶۳ میں ہے: اما اذان المرأة فلا نها منهية عن رفع صوتها لانه يؤدى الى الفتنة۔ اور گانے میں عموماً وصال وہجرت کے اشعار ہوتے ہیں اور ایسا گانا بہر حال برا ہے کہ وہ زنا کا منتر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: الغناء رقية الزنا وهو مروى عن ابن مسعود رضى الله عنه (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی ص ۲۴۹) لیکن جو لوگ کہ عورتوں کے گانے کو کفر وشرکت کہتے ہیں وہ کھلی ہوئی غلطی پر ہیں اور جو لوگ کہ اس کا جواز حدیث شریف سے ثابت مانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اس لئے کہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱ باب اعلان النکاح کی وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ لڑکیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دف بجا کر گایا اس کی شرح میں امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة یعنی دف بجا کر گانے والی لڑکیاں حد شہوت کو پہنچی ہوئی نہیں تھیں (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد سوم ص ۴۱۹) اور مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۶ پر باب صلوٰۃ العیدین کی وہ حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دف کے ساتھ لڑکیوں کا گانا سن رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ اقدس پر کپڑا ڈالے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے لڑکیوں کو گانے سے منع کیا تو حضور نے فرمایا: دعهما يا ابا بكر فانها ايام عيد۔ یعنی اے ابوبکر! لڑکیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ یہ عید کا دن ہے۔ اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عندھا جاریتان کے تحت فرماتے ہیں: اى بنتان صغيرتان یعنی دف بجا کر گانے والی دو چھوٹی بچیاں تھیں (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی ص ۲۴۹) اور حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں، دو دختر ک بود نداز دختر کان انصارے۔ یعنی دف بجانے اور گانے والی انصار کی لڑکیوں میں سے دو چھوٹی لڑکیاں تھیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۵۹۹) اور چھوٹی لڑکیاں غیر مکلف ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کے گانے سے عورتوں کے گانے کا جواز کرنا کھلی ہوئی غلطی ہے اور جب کہ فتنہ کے سبب عورتوں کو اذان کہنا جائز نہیں تو انہیں امیر خسرو وغیرہ کے نغمے گانا کیوں کر جائز ہوگا۔ اور قوال وغیرہ کا اچھے سے اچھے اشعار کے ساتھ بھی ساز کا ملانا حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت محبوب الٰہی سیّدنا نظام الدین سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ فوائد الفوائد شریف میں فرماتے ہیں۔ مزامیر حرام است۔ اور مزامیر جبکہ حرام و ناجائز ہے تو وہ ہر جگہ حرام و ناجائز رہے گا۔ چاہے اجمیر شریف ہو یا مکہ معظمہ میں۔ خواتین کو گانا گانے کے لئے پورے طور پر پابندی ہے۔ ان کو کسی بھی درجہ میں گانے کی اجازت دینا فتنہ کا دروازہ

کھولنا ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹؍رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد انیس الرحمٰن مدرسہ جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم اترسوئیا الہ آباد یو۔ پی

ردالمحتار ص ۷۱ و ۷۲ جلد اوّل مصری میں فقہائے کرام کے طبقہ ثالثہ میں خصاف ابو جعفر طحاوی و ابوالحسن کرخی وشمس الائمہ سرخسی وفخر الاسلام بزدوی وفخر الدین قاضی خان رضی اللہ عنہم کو شمار فرما کر فرمایا **وامثالھم** تو ان کے امثال میں کون حضرات آئیں گے۔ طبقہ رابعہ میں یعنی اصحاب تخریج میں کالرازی علیہ رحمۃ الباری کا صرف ایک ہی نام رقم فرمایا البتہ قول ہدایہ کی نقل میں فرمایا: **کذا فی تخریج الکرخی** اس طرح ایک نام کا اور اضافہ ہوا۔ تو دو حضرات کے سوا باقی ائمہ تخریج کون کون ہیں طبقہ خامسہ یعنی اہل ترجیح کے بیان میں صرف دو نام یوں تحریر فرمائے: **کابی الحسن القدوری وصاحب الھدایہ** آگے **وامثالھم** فرمایا تو باقی اصحاب ترجیح کون حضرات ہیں۔ طبقہ سادسہ **ممیز بین الاقوی والقوی والضعیف** میں فرمایا **کاصحاب المتون المعتبرۃ من المتاخرین مثل صاحب الکنز وصاحب المختار و صاحب الوقایہ وصاحب الجمع۔** تو ان کے علاوہ اہل تمیز بین الاقوی والقوی وضعیف کون کون حضرات ہیں اور تفصیل شافی وکامل ان حضرات کی کس کتاب میں ملے گی؟

حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف جلد سوم تحقیق جمعہ فی القریٰ وتعریف مصر میں جو اقوال فقہائے کرام نقل فرمائے۔ وہ فقہائے کرام (علاوہ مذکورین بالا) اہل ترجیح میں ہیں یا صرف برائے تائید وتصدیق وتقویت میں ان حضرات کے نام تحریر فرمائے۔ علامہ ابو محمد امین الدین عبدالوہاب بن احمد بن وہبان الدمشقی صاحب منظومہ وہبانیہ اور علامہ عبدالبر بن محمد بن محمد الحلبی الشہیر بابن شحنہ تلمیذ محقق علی الاطلاق اور علامہ طحطاوی علیہم الرحمہ ان تین حضرات میں کوئی صاحب یا تینوں اہل ترجیح سے ہیں یا ان تینوں حضرات میں کوئی بھی اہل ترجیح سے نہیں ہیں؟ اگر اہل ترجیح سے نہیں ہیں تو ان کو محققین میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرات طبقہ ثالثہ واربعہ وخامسہ وسادسہ کے بیان شافی میں کوئی کتاب نظر سے گزری ہو تو نام مصنف وکتاب تحریر فرمائیں یا کسی کتاب میں مقدار قناعت بیان ہو تو نام کتاب وجلد وصفحہ تحریر فرمائیں؟

الجواب: بعون الملک الوھاب. طبقہ ثالثہ میں جن فقہائے کرام کو صاحب ردالمحتار نے شمار کرنے کے بعد **وامثالھم** فرمایا تو ان کے امثال میں سے حضرت برہان الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ صاحب ذخیرہ ومحیط برہانی اور حضرت شیخ طاہر بن احمد علیہ الرحمہ صاحب نصاب وخلاصۃ الفتاویٰ ہیں جیسا کہ حدائق الحنفیہ ص ۱۶ اور مقدمۂ عمدۃ الرعایہ فی شرح الوقایہ مطبوعہ مجیدی ص ۷ میں ہے: اور طبقۂ اربعہ میں اصحاب تخریج سے صاحب ہدایہ نے ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار فرمایا ہے جیسا کہ مقدمۂ عمدۃ الرعایہ کے حاشیہ ص ۸ پر مولوی عبدالحیٔ فرنگی محل نے لکھا ہے اور طبقہ خامسہ میں باقی اصحاب ترجیح

ے ابن ہمام بھی ہیں فتاویٰ رضویہ جلد خامس ص ۳۰۹ میں ردالمحتار سے ہے: قدمنا غیر مرة ان الکمال من اهل الترجیح اور حدائق الحنفیہ ص ۱۶۲ میں ہے کہ مولیٰ شمس الدین احمد بن کمال پاشا بلکہ مولیٰ افاضل ابوالسعود عمادی بھی اصحاب ترجیح سے ہیں اور عمدة الرعایہ ص ۸ کے حاشیہ پر ہے کہ کفوی نے علی رازی تلمیذ حسن بن زیاد اور ابن کمال پاشا رومی کو بھی اصحاب ترجیح سے شمار کیا ہے' اور طبقہ سادسہ میں باقی ممیزین بین الاقویٰ والقوی سے شمس الائمہ محمد کردری، جمال الدین حصیری اور حافظ الدین النسفی بھی ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۷) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان نے تحقیق جمعہ الخ میں جن فقہائے کرام کا ذکر فرمایا ہے ظاہر یہ ہے کہ جن اصحاب ترجیح سے ہونا پہلے گزرا ان کے علاوہ باقی لوگ اصحاب ترجیح سے نہیں۔ ان کے نام صرف تائید وتصدیق کے لئے تحریر فرمائے گئے ہیں' اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کو کچھ لوگوں نے اصحاب ترجیح سے شمار کیا ہو۔ اور علامہ عبدالوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی صاحب منظومۂ وہبانیہ کو حدائق الحنفیہ میں نہ صاحب ترجیح لکھا ہے نہ محقق۔ اور محمد بن شحنہ الشہیر بابن شحنہ جن کا لقب محی الدین اور کنیت ابوالولید تھی جو حلب اور شام کی قضا پر مقرر ہوئے تھے۔ ان کے تذکرہ میں ہے کہ ابن ہمام ان کے تلمیذ تھے نہ کہ استاد۔ اور ابن ہمام کے تذکرہ میں ہے کہ آپ نے قاضی محب الدین بن شحنہ سے استفادہ کیا۔ البتہ محمد بن محمد بن شحنہ کے بارے میں ہے کہ وہ ابن ہمام کے تلمیذ تھے۔ لیکن علامہ عبدالبر بن محمد بن محب الدین محمد بن محمد بن محمود ابوالبرکات بن ابوالفضل بن المحب ابوالولید الحلبی ثم القاہری الشہیر کسلفہ بابن شحنہ جن کو سوال میں تلمیذ محقق علی الاطلاق لکھا گیا ہے وہ ۸۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور امام ہمام نے ۸۶۱ھ میں وفات پائی یعنی ابن ہمام کی وفات کے وقت علامہ عبدالبر الشہیر بابن شحنہ کی عمر صرف دس سال کی تھی اور اس عمر میں محقق علی الاطلاق سے شرف تلمذ حاصل کرنا قرین قیاس نہیں۔ بہر حال کسی بھی ابن شحنہ کو ان کے تذکرے میں نہ اصحاب ترجیح سے لکھا ہے اور نہ محقق۔ البتہ علامہ طحاوی کو محقق لکھا ہے۔ اصحاب ترجیح سے ان کو بھی نہ لکھا۔ کوئی ایسی کتاب ہماری نگاہ سے نہیں گزری جس میں طبقات فقہائے حنفیہ کا مفصل ذکر ہو تھوڑا ذکر عمدة الرعایہ اور حدائق الحنفیہ میں ملا جس کی روشنی میں جواب تحریر کیا گیا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از عبدالقیوم بہاری امام مسجد کھڑیل ضلع اندور (ایم پی)

ایک پیر صاحب اپنے شجرۂ نامہ میں نصائح تعلیم مریداں تحریر فرماتے ہیں: بشرطیکہ سجود صنم یعنی بت نہ ہو۔ سجدۂ تحیہ (تعظیمی سجدہ) بمنزلہ سلام جائز ہے۔ اس بات سے واقف رہنا چاہئے کہ خانقاہ کے اندر شیخ کو جس طرح سلام کرنا جائز ہے اسی طرح سلام کی نیت سے سجدہ کرنا جائز ہے۔ کیا یہ درست و جائز ہے اور ان کا بیعت کرنا کیسا ہے؟ جواب سے مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

الجواب: خداتعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے وہ صنم ہو یا غیر صنم۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۱) اس حدیث شریف کے تحت حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان السجدۃ لاتحل لغیر اللہ یعنی غیر اللہ کے لئے سجدہ حلال نہیں ہے۔ (مرقاۃ جلد سوم ص ۲۶۷) اور شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰ میں تحریر فرمایا: السجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ یعنی خداتعالیٰ کے علاوہ دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۳۱ میں ہے کہ جس نے بطور سلام بادشاہ کو سجدہ کیا یا اس کے سامنے زمین چومی تو کافر نہ ہوا مگر ارتکاب کبیرہ کے سبب گنہگار ہوا۔ معلوم ہوا کہ سلام کی نیت سے بھی سجدہ کرنا جائز نہیں۔ چاہے وہ بادشاہ ہو یا شیخ۔ لہٰذا جو شخص غیر خدا کو سجدہ جائز بتائے وہ گمراہ ہے اس سے مرید ہونا جائز نہیں۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالۂ مبارکہ "الزبدۃ الزکیۃ لحرمۃ سجود التحیۃ" کا مطالعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ر شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد حنیف رضوی خطیب سنی رضوی مسجد کھاڑی کرلا بمبئی نمبر ۷۰

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ رضی اللہ عنہ کا لفظ غیر صحابہ کے لئے استعمال کرنا کیا ہے؟ بکر کہتا ہے کہ رضی اللہ عنہ کا لفظ بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے کہ یہ لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اور زید کہتا ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ عنہ کہنا جائز نہیں کہ یہ لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ ہے اسی لئے حضرت اویس قرنی کو جو عاشق رسول اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول تھے مگر اتنے بڑے بزرگ کو بھی رضی اللہ عنہ نہیں لکھا جاتا تو کسی دوسرے بزرگ کو جو صحابی نہ ہوں رضی اللہ عنہ لکھنا غلط ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں کس کا قول صحیح ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب: بعون الملک العزیز الوھاب۔ غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۴۷۰ میں ہے: یستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسہ وھو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح اھ۔ ملخصًا۔ یعنی صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ مستحب ہے، اور اس کا الٹا یعنی صحابہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ اور تابعین وغیرہ علماء ومشائخ کے لئے راجح مذہب پر رضی اللہ عنہ بھی جائز ہے'' حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم ۵۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں: . . . کر من سو اھم ای من سوی الانبیاء من الائمۃ وغیرھم بالغفران والرضی فیقال غفر اللہ

رضی عنهم اھ۔ملخصًا۔ یعنی اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ ائمہ وغیرہ علماء ومشائخ کو غفران تعالیٰ لہم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا جائے۔لہٰذا بکر کا قول صحیح ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے اور زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ عنہ کہنا جائز نہیں' اور یہ بھی غلط ہے کہ حضرت اویس قرنی کو اسی لئے رضی اللہ عنہ نہیں لکھا جاتا کہ وہ صحابی نہیں تھے۔اس لئے کہ محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ الہ علیہ جن کو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند نے اخبار الاخیار شریف کے ٹائٹل پیج پر سید المحققین اور برگزیدۂ جناب باری لکھا ہے انہوں نے اپنی مشہور کتاب اشعۃ اللمعات میں جلد چہارم ص ۴۳۷ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے' اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایسے تابعی ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے ان کو خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے شامی جلد اوّل مطبوعہ دیوبندی صفحات ۳۵، ۳۶، ۳۷ اور صفحہ ۴۲ پر کل چھ جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے' اور انہی حضرت علامہ شامی نے اپنی کتاب کی اسی جلد مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵، ۳۷، ۴۱ اور صفحہ ۴۲ پر کل سات جگہ حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور صفحہ ۳۷ پر حضرت سہل بن عبداللہ تستری کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا۔اور حضرت تستری کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔اور حضرت علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب درمختار مع ردالمحتار جلد اوّل مطبوعہ دیوبند ص ۴۵ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور صفحہ ۴۳ پر حضرت عبداللہ بن مبارک کو رضی اللہ عنہ لکھا اور یہ بھی تابعی نہ تھے کہ ان کی پیدائش ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۸۲ پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے' اور امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل مطبوعہ بمبئی ص ۳ پر حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے' اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۱ پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

اور حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم جلد دوم ص ۷ پر حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہما لکھا ہے۔

اور شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری ص ۱۸ پر امام بخاری کو رضی اللہ عنہ لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی' اور انہی علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسی کتاب کے مقدمہ ص ۲۱ پر حضرت امام شافعی کو بھی رضی اللہ عنہ لکھا۔

اور شارح مسلم حضرت ابوزکریا امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ شرح مسلم شریف ص ۱۱ پر حضرت امام مسلم کو رضی اللہ عنہ لکھا جن کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

اور محدث کبیر حضرت شیخ عبد الحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۶ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور اسی کتاب کی اسی جلد کے ص ۹ پر حضرت شیخ نے امام بخاری کو بھی رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ شریف کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تمریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوۃ شریف کے مقدمہ ص ۱۱ پر صاحب مصابیح حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور انہی علامہ بغوی کی تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ مصر کے ص ۲ پر بھی رضی اللہ عنہ لکھا گیا ہے جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ ان کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا ہے۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف نسیم الریاض جلد اول مطبوعہ مصر ص ۵ پر حضرت علامہ قاضی عیاض کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور یہ بھی تبع تابعی نہ تھے چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ ان کا انتقال ۵۵۴ھ میں ہوا۔

اور سید المحققین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۷ پر اور اخبار الاخیار مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کے صفحات ۱۵/۱۶/۱۸/۲۱/۲۲/۲۳/۲۴/۲۰۹/۲۱۰/۲۱۱/۲۱۲/۲۱۳/۲۱۴ پر کل پندرہ مقامات پر حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو رضی اللہ عنہم اجمعین لکھا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر صاوی جلد اول ص ۳ پر حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد دودیر، علامہ شیخ امیر، علامہ شاس الدین محمد بن سالم حفناوی امام ابو الحسن شیخ علی صعیدی عدوی، علامہ محمد بن بدیری دمیاطی، علامہ نور الدین علی شبراملسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ، علامہ علی اجہوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شاس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام علامہ زکریا انصاری، علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی ان تمام علماء کو رضی اللہ عنہم لکھا ہے جن میں سے کوئی صحابی نہیں۔

اور حضرت علامہ ابو الحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ عنہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف بہجۃ الاسرار میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور ہدایہ میں صاحب ہدایہ کو ان کے شاگرد نے کئی مقام پر رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

ان تمام شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رضی اللہ عنہ کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر یہ لفظ ان کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہم لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہم ہرگز نہیں لکھتے۔ یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہم کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی رضی اللہ عنہما لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۲۸ پر ہے۔ ''مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب رضی

کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا'' قرآن کریم سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ عنہما چند روز رضی اللہ عنہ کا لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ پارہ تیس سورۂ البینہ میں ہے: رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ٥ یعنی رضی الله عنهم ورضوا عنه ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈریں۔ جیسا کہ تفسیر مدارک جلد چہارم مصری ص ۳۷۱ میں ہے: (ذلك) ای الرضا لمن خشی ربه اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں رب کی خشیت ہو۔

اور رب کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ: ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ کے تحت تحریر فرماتے ہیں: هذه الاية اذا ضم اليها اية اخرى صارا المجموع دليلا على فضل العلم والعلماء وذلك لانه تعالىٰ قال: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا فدلت هذه الاية على ان العالم يكون صاحب الخشية۔ یعنی اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے' تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہشتم ص ۴۶۰)

اور تفسیر روح البیان جلد دہم ص ۴۹۱ میں اس آیت کریمہ: ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ کے تحت ہے۔ ذلك الخشية التي من خصائص العلماء بشؤن الله تعالىٰ مناط الجميع الكمالات العلمية والعملية المستحبة للسعادات الدينية والدنيوية قال الله تعالىٰ: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی خشیت الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کا خاصہ ہے۔ اسی پر تمام کمالات علمیہ وعملیہ کا دارومدار ہے کہ جن سے دینی اور دنیوی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اس کے لئے ہے جسے خشیت الٰہی ہو۔ اور خشیت الٰہی خدا تعالیٰ کے امور واحوال جاننے والوں کے لئے ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ خدا تعالیٰ کے امور واحوال جاننے والوں کے لئے ہے۔ یعنی جلیل القدر علماء ومشائخ کے لئے نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیت الٰہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیت الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

اور تفسیر خازن وتفسیر معالم التنزیل جلد پنجم ص ۳۰۲ میں ہے: قال الشعبی انما العالم من خشی الله عزوجل۔ امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدا عزوجل کی خشیت حاصل ہو۔

اور تفسیر خازن کے اسی صفحہ ۳۰۲ پر ہے: قال الربيع بن انس من لم يخش الله فليس بعالم۔ یعنی امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیت الٰہی حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں۔ ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہ صرف باعمل علماء ومشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عرف میں بڑا موقر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اسے صحابۂ کرام کے لئے خاص سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اسے ہر ایک کے

لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء ومشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے۔ جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔

ھٰذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ جل شانہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱؍صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

فتویٰ متعلق سجدۂ تعظیم

مسئلہ: از منیجر محی الدین احمد محلہ باغیچہ۔ التفات گنج ضلع فیض آباد

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے پیر کو سجدہ کرتا تھا پھر جب پیر کا انتقال ہو گیا تو قبر کو سجدہ کرتا ہے بکر کہتا ہے کہ پیر کو یا کسی قبر کو سجدہ کرنا حرام وناجائز ہے اور زید کہتا ہے کہ یہ سجدہ تعظیمی ہے اور سجدۂ تعظیمی کا جائز ہونا قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہے تو اس میں کس کا قول درست ہے؟ جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

لك الحمد یا اللّٰہ والصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ

الجواب: بعون الملك الوھاب۔ بکر کا قول صحیح ودرست ہے۔ بے شک سجدۂ تعظیمی سخت ناجائز وحرام ہے۔ زید کا قول باطل ومردود ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کے اقوال سے سجدۂ تعظیمی کا جواز ثابت نہیں ہے بلکہ ناجائز اور حرام ہونا ثابت ہے۔

قرآن کریم سے سجدۂ تعظیمی کی حرمت:

قرآن کریم پارۂ سوم رکوع ۱۶ میں ہے: اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ یعنی کیا نبی تمہیں کفر کا حکم دے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ عبد بن حمید اپنی مسند میں سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: بلغنی ان رجلا قال یارسول اللّٰہ نسلم علیك کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجد لك قال لاولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد دون اللّٰہ فانزل اللّٰہ تعالیٰ ماکان بشر الی قولہ: بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی مجھے حدیث پہنچی کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم حضور کو بھی ایسا ہی سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں؟ فرمایا نہیں۔ بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص حق خدا ہے اسی کے لئے رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اگر چہ بعض مفسرین نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ نجران کے نصاریٰ نے جب کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں حکم دیا

ے کہ وہ انہیں رب ٹھہرائیں تو اس آیت کا نزول ہوا۔ لیکن تفسیر مدارک تفسیر ابوالسعود، تفسیر کبیر اور جمل وغیرہم عامہ مفسرین نے
جب اول ہی کو ترجیح دی ہے کہ مسلمانوں نے حضور کو سجدہ کرنے کی درخواست کی تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ آخر آیت
میں فرمایا: اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ یعنی کیا تمہیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو تو واضح طور پر
معلوم ہو گیا کہ مخاطب نصاریٰ نہیں ہیں بلکہ مسلمان ہیں جنہوں نے سجدہ کی درخواست کی تھی تفسیر مدارک میں ہے: قوله تعالیٰ:
بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ يدل على ان المخاطبين كانوا مسلمين وهم الذين استأذنوه ان يسجدوا له تفسیر
ابوالسعود میں اللہ تعالیٰ کے قول: بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ کے بعد ہے يدل على ان الخطاب للمسلمين وهم المستأذ
نون للسجود له عليه السلام۔ اور تفسیر کبیر میں صاحب کشاف کے قول کو نقل کر کے مقرر رکھا چنانچہ فرمایا: قال صاحب
الكشاف قوله بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ دليل على ان المخاطبين كانوا مسلمين وهم الذين استأذنوا
الرسول صلى الله عليه وسلم في ان يسجدوا له۔ اور جمل میں تفسیر جلالین کے قول اولما طلب بعض المسلمين
السجود له صلى الله عليه وسلم کے تحت فرمایا: يقرب هذا الاحتمال قوله في اخر الاية بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ
مُسْلِمُوْنَ

مذکور بالا تفاسیر کے عبارتوں سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ صحابہ نے حضور کو سجدہ کی درخواست کی کہ اس پر یہ
آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور صحابہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے سجدۂ عبادت کی درخواست کی تھی دو وجہ سے باطل ہے اول اس لئے کہ مخالف
و موافق ہر شخص اچھی طرح جانتا تھا کہ حضور ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور شرک کے برابر کسی دوسری چیز کو دشمن نہیں
رکھتے تھے تو صحابۂ کرام عبادت نبی کی درخواست وہ بھی خود نبی سے کیوں کر متصور ہو سکتی ہے؟ دوسرے اس لئے کہ حضور سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے تم کافر ہو گئے دوبارہ اسلام لاؤ بلکہ جواب
میں یہ فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یہیں سے یہ بات بھی روشن ہو گئی کہ آیت کریمہ میں لفظ کفر سے حقیقی کفر نہیں مراد ہے۔ اس لئے کہ
حقیقی کفر کی درخواست کر کے بھی آدمی مسلمان نہیں رہ جاتا پھر کیوں کر فرمایا جاتا: أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ رہا یہ سوال کہ پھر اللہ تعالیٰ
نے ان کی درخواست کو کفر سے کیوں تعبیر فرمایا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدۂ تحیت کی صورت بعینہا صورت کفر ہے تو وہ کفر صوری
ضرور ہے اس لئے اسے کفر سے تعبیر کیا گیا۔ تو قرآن کریم کے اس انداز بیان نے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تعظیمی ایسا سخت حرام ہے
کہ مشابہ کفر ہے اس سے بچنا واجب ولازم ہے چنانچہ اکلیل فی استنباط التنزیل میں اسی آیت کریمہ کے تحت فرمایا:
ففيه تحريم السجود لغير الله تعالىٰ: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے۔

احادیث کریمہ سے سجدۂ تعظیمی کی حرمت:

حدیث اول: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كنت امر احدا ان يسجد

لاحد لامرت امرأة ان تسجد لزوجها۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص۲۸۱)

اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: ان السجدة لاتحل لغير الله۔ یعنی غیر اللہ کے لئے سجدہ حلال نہیں ہے۔ (مرقاۃ جلد سوم ص۴۶۷)

حدیث دوم: عن قيس بن سعد قال اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم احق ان يسجد له فاتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت انی اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فانت احق بان يسجد لك فقال لی ارائيت لومررت بقبری اكنت سجد له فقلت لافقال لاتفعلوا لوكنت امرا احدا ان يسجد لاحد لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن۔ یعنی حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں شہر حیرہ گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ حضور نے فرمایا اگر تم ہمارے مزار پر گزرو تو کیا مزار کو سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ حضور نے فرمایا: ایسا نہ کرنا اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو ضرور میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۲۸۲)

حدیث سوم: عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فی نفرمن المهاجرين والانصار فجاء بعير فسجد له فقال اصحابه يارسول الله تسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم لوكنت امرا احدا ان يسجد لا حد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور کو سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! چوپائے اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم کرو اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (احمد، مشکوٰۃ ص۲۸۳)

حدیث پنجم: عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فی مرضه الذی لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى اتخذ واقبور انبيائهم مساجد۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے مرض میں فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محل سجدہ بنالیا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۶۹)

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں: قال القاضی كانت اليهود والنصارى

یسجدون لقبور انبیائھم ویجعلون قبلۃ ویتوجھون فی الصلاۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلک لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلک۔ یعنی علامہ قاضی بیضاوی نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کے مزاروں کو سجدہ کرنے اور انہیں قبلہ بنا کر ان کی طرف نماز میں منہ کرتے تو انہوں نے ان کو بت بنالیا اس لئے حضور نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۴۵۶)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: یہود و نصاری کہ قبور انبیاء را ساجد گرفتند ایں بردو طریق تصور ست یکے آنکہ سجدہ بقبور برند و مقصود عبادت آں دارند چنانکہ بت پرستاں بت می پرستند۔ دوم: آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ تعالیٰ دارند ولیکن اعتقاد برند کہ توجہ بقبور ایشاں در نماز و عبادت حق موجب قرب و رضائے وے تعالیٰ ست وایں بردو طریق نامرضی ونامشروع ست اول خود شرک جلی کفرست وثانی نیز حرام ست از جہت آں کہ در وے نیز اشراک بخداست اگرچہ خفی ست و بہر دو طریق لعن متوجہ است و نماز گزاردن بجانب قبر نبی یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم حرام ست ہیچ کس را دراں خلاف نیست۔

یعنی یہود و نصاریٰ نے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کو سجدہ گاہ بنایا تھا وہ دو طرح پر تصور ہے۔ ایک تو یہ کہ مزار کو سجدہ کرتے تھے اور اسی کو مقصود عبادت سمجھتے تھے جیسے کہ بت پرست لوگ بت کی پرستش کرتے ہیں' اور دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت مقصود اور منظور تھی لیکن وہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اور نماز میں انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا سامنے ہونا خدا تعالیٰ کی نزدیکی اور اس کی خوشی کا سبب ہے اور یہ دونوں صورتیں ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں اوّل تو شرک جلی اور کفر ہے اور دوسری صورت بھی حرام ہے اس لئے کہ اس صورت میں بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اگرچہ یہ شرک خفی ہے اور لعنت دونوں صورتوں میں ہے اور برکت و تعظیم کے قصد سے کسی نبی یا ولی کے مزار کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا حرام ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۳۰)

حدیث اور شارحین حدیث کے ان اقوال سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قبر سامنے ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ حرام و ناجائز ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے جس سے ثابت ہوا کہ خود قبر کو سجدہ کرنا بدرجۂ اولیٰ حرام و ناجائز ہے۔

فقہائے کرام کے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام ہے:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں: السجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ۔ یعنی غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۳۱ میں جواہر الاخلاطی سے ہے: من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ اوقبل الارض بین یدیہ لایکفر ولکن یاثم لارتکاب الکبیرۃ وھو المختار وقال الفقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ ان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ اولم تحضرہ والنیۃ فقد کفر۔ یعنی جس نے بطور تحیت بادشاہ کو سجدہ کیا یا اس

کے سامنے زمین چومی تو کافر نہ ہوا' مگر ارتکاب کبیرہ کے سبب گنہگار ہوا۔ مذہب مختار یہی ہے اور فقیہ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر عبادت کی نیت سے بادشاہ کو سجدہ کیا یا عبادت وتحیت کی کوئی نیت اس وقت نہ تھی تو بے شک کافر ہوگیا۔

پھر فتاویٰ عالم گیری کے اسی صفحہ پر فتاویٰ غرائب سے ہے: لایجوز السجود الا اللّٰہ تعالٰی غیر خدا کے لئے سجدہ جائز نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اجماع قطعی است برتحریم سجدہ۔ یعنی (تعظیمی) سجدہ حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ رحیمیہ جلد اوّل ص ۱۰۱)

سجدہ تو سجدہ زمین بوسی بھی حرام ہے:

فتاویٰ عالم گیری جلد پنجم مصری ص ۳۲۱ میں جامع صغیر و تتارخانیہ سے ہے: تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام و ان الفاعل والراضی اثمان۔ یعنی بزرگوں کے سامنے زمین بوسی حرام ہے اور چومنے والے اور اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں۔

اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں: اما تقبیل الارض فھو قریب من السجود الا ان وضع الجبین اوالخد علی الارض افحش واقبح من تقبیل الارض۔ یعنی زمین چومنا سجدہ کے قریب ہے اور پیشانی یا رخسار زمین پر رکھنا اس سے بھی زیادہ فحش اور قبیح ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۸)

اور فتاویٰ عالم گیری جلد پنجم مصری ص ۳۲۱ میں فتاویٰ غرائب سے ہے: تقبیل الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی آثمان۔ یعنی عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا جاہلوں کا کام ہے زمین چومنے والے اور اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں۔

اور کتاب الحظر والاباحۃ درمختار جلد پنجم و کفایہ کرلانی شرح ہدایہ قبیل فصل فی البیع میں ہے: مایفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ اثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن۔ یعنی عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے چومنے والے اور اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ یہ فعل بت پرستی کے مشابہ ہے۔

درمختار میں اتنی عبارت زیادہ ہے: ھل یکفر ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر و ان علی وجہ التحیۃ لاوصار اثما مرتکبا للکبیرۃ (سوال) کیا زمین چومنے والا کافر ہو جائے گا (جواب) اگر زمین بوسی بطریق عبادت یا تعظیم (مثل تعظیم الٰہی) کرے تو کافر ہے اور اگر بطریق تحیت ہو تو کافر نہیں گنہگار مرتکب کبیرہ ہے۔

فقہائے کرام کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ زمین چومنا بت پرستی کی مشابہت کے سبب حرام ہے حالانکہ وہ حقیقتاً سجدہ نہیں اس لئے کہ سجدہ میں پیشانی زمین پر رکھنی ضروری ہے تو جب زمین بوسی کا یہ حال ہے تو خود سجدہ بت پرستی کی مشابہت کے سبب کس درجہ سخت ناجائز و حرام ہوگا۔ العیاذ باللہ ماخوذ از زبدۃ الزکیہ فی حرمت سجود التحیہ۔ رسالہ مبارکہ اعلیٰ حضرت پیشوائے

اہلسنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

بقدر رکوع جھکنا بھی منع ہے:

فتاویٰ عالم گیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص ۳۲۱ میں جواہر الاخلاطی سے ہے: الانحناء للسلطان اولغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس۔ بادشاہ ہو یا کوئی دوسرا ہو اس کے لئے بقدر رکوع جھکنا منع ہے کہ یہ مجوس کے فعل سے مشابہ ہے۔

اور شامی جلد پنجم ص ۲۴۶ میں محیط سے ہے: یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ۔ بادشاہ ہو خواہ کوئی اور ہو اس کے لئے بقدر رکوع جھکنا منع ہے۔

اور پھر فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص ۳۲۱ میں تمرتاشی سے ہے: یکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النھی۔ یعنی سلام کرتے وقت بقدر رکوع جھکنا منع ہے۔ حدیث شریف میں اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

انتباہ:

سجدہ تعظیمی کے جواز کے ثبوت میں حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے واقعہ کو پیش کرنا جاہلیت ہے اس لئے کہ سجدہ کی نوعیت میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ وہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام بحیثیت قبلہ کے تھے جیسا کہ تفسیر خازن اور معالم التنزیل وغیرہما میں ہے: قیل معنی قولہ اسجدوا لآدم ای الی آدم فکان آدم قبلۃ والسجود للہ تعالیٰ کما جعلت الکعبۃ قبلۃ والصلوٰۃ للہ تعالیٰ۔ یعنی بعض لوگوں نے کہا کہ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا جیسے کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اور سورۂ یوسف میں ہے: روی عن ابن عباس انہ قال معناہ خروا للہ عزوجل سجدا بین یدیہ یوسف۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے۔

اور اگر حضرت آدم وحضرت یوسف علیہما السلام ہی کے لئے سجدہ مان لیا جائے تو وہ سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کے ساتھ نہیں تھا بلکہ صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا جیسا کہ تفسیر جلالین میں علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجود تحیۃ بالانحناء اور سجدۂ یوسف کے بارے میں فرمایا خروالہ سجدا سجود انحناء لاوضع جبھۃ وکان تحیتھم فی ذلک الزمان۔

اور حضرت علامہ جلال الدین محلی سورۂ کہف میں فرماتے ہیں: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجود انحناء لاوضع جبھۃ تحیۃ لہ۔

اور تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں ہے: لم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض انما کان انحناء فلما جاء السلام ابطلل ذلک بالسلام۔ یعنی سجدہ میں زمین پر منہ رکھنا نہیں تھا صرف جھکنا تھا جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر

کرکے باطل فرمادیا۔

اور سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں: لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض وانما ھو الانحناء۔ یعنی سجدے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں ہے تو وہ صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا۔

اور اگر حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے لئے سجدہ زمین پیشانی رکھنے کے ساتھ مان بھی لیا جائے تو وہ ہماری شریعت میں منسوخ ہے جیسا کہ معالم التنزیل سورۂ یوسف میں ہے: قیل وضعوا الجباہ علی الارض فکان ذلک علی طریق التحیۃ والتعظیم لاعلی طریق العبادۃ وکان ذلک جائزا فی الامم السابقۃ فنسخ فی ھذہ الشریعۃ۔ یعنی بعض نے کہا تحیت وتعظیم کے طور پر پیشانی زمین پر رکھی نہ کہ بطریق عبادت اور یہ اگلی امتوں میں جائز تھا اس شریعت میں منسوخ ہوگیا۔

اور شامی جلد پنجم ص ۲۴۶ میں ہے: اختلفوا فی سجود الملئکۃ قیل کان للّٰہ تعالٰی والتوجہ الی ادم للتشریف کاستقبال القبلۃ وقیل بل لادم علی وجہ التحیۃ والاکرام ثم نسخ بقولہ علیہ السلام لوامرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔ تاترخانیہ۔ قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ لہ بل تحیۃ واکراما ولذا امتنع ابلیس وکان جائزا فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابومنصور الماتریدی وفیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ۔ یعنی سجدۂ ملائکہ کے بارے میں علماء کو اختلاف ہے بعض نے کہا کہ سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا اور آدم علیہ السلام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کہ کعبہ کی طرف منہ کیا جاتا ہے اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ آدم علیہ السلام کو تحیت وتکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہوگیا کہ اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (تتارخانیہ) اور تبیین المحارم میں فرمایا صحیح قول دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھی بلکہ تحیت وتکریم تھی اسی لئے ابلیس اس سے باز رہا اور سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے امام اہلسنّت ابومنصور ماتریدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن مجید کا حکم حدیث شریف سے منسوخ ہوجاتا ہے۔ واللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

(۱) صح الجواب بعون الملک الوھاب۔ والمجیب العلام مصیب و مثاب عبدالعزیز مصطفٰی عفی عنہ (شیخ الحدیث جامع اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ)

(۲) اصاب من اجاف لانہ منیر القشر ان اللباب۔ غلام جیلانی اعظمی (شیخ الحدیث دار العلوم برائے...)

(ضلع بستی)

مسئلہ: از عبدالحمید شاہ مقام و پوسٹ دھنگو ہوا تحصیل ڈمریا گنج ضلع بستی

زید کی لڑکی ہندہ کو ناجائز حمل تھا جب وہ بچہ پیدا ہوا تو گاؤں کے لوگوں نے زید کے یہاں کھانا پینا چھوڑ دیا اور لوگوں میں بات ہونے لگی کہ زید کے یہاں کھانا پینا حرام و ناجائز ہے۔ ساری بات سلجھانے کے لئے گاؤں کی اور دوسرے گاؤں کی پنچایت بیٹھی اور مندرجہ بالا معاملہ کو سمجھتے ہوئے یہ فیصلہ پنچایت نے کیا کہ (۱) ہندہ اپنی توبہ کا اعلان کرے (۲) اور فقیر کو کھانا کھلائے (۳) میلاد شریف پڑھوائے۔ زید نے ہندہ کی طرف سے توبہ کا اعلان کیا۔ میلاد شریف پڑھوایا اور فقیر کو کھانا کھلایا۔ اب گاؤں کے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ زید ہندہ کو اپنے گھر سے نکال دے تب ہم اس کے ساتھ شریک ہوں گے۔ مندرجہ بالا ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سوالوں کا جواب عطا فرمائیں۔

○ زید کے یہاں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

○ جس مولوی نے زید کی منعقد کردہ میلاد شریف پڑھی پنچایت کے فیصلہ کے مطابق اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

○ جس نے زید کے یہاں کھانا کھایا اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

○ ہندہ کو لاوارث بنا کر گھر سے نکالنا کیسا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر توبہ کے بعد ہندہ کی طرف سے توبہ کا اعلان کیا گیا تو اس کے بعد زید کے یہاں کھانے پینے اور میلاد شریف پڑھنے میں شرعاً گناہ نہیں لیکن اگر ہندہ کو توبہ نہیں کرائی گئی ہے تو اسے علانیہ توبہ و استغفار کرائی جائے اور اس کے والدین نے اگر اپنی لڑکی کو آزاد رکھا اور اسے بے پردہ نکلنے سے منع نہ کیا تو وہ لوگ بھی گنہگار ہوئے انہیں بھی علانیہ توبہ کرائی جائے اور ان سب کو پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے' اور میلاد شریف کرنے اور فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے کے ساتھ ساتھ قرآن خوانی کرنے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی بھی تلقین کی جائے' اور ہندہ کو لاوارث بنا کر گھر سے نکالنا جائز نہیں کہ اس صورت میں مزید گناہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از مرزا اجمل بیگ رموا نپور خرد ڈاکخانہ کپتان گنج ضلع بستی۔

کیا ہر چیز کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب: کسی چیز کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی سات صورتیں ہیں۔ اوّل فرض: جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا فرض ہے اگرچہ پوری پڑھنا فرض نہیں۔ دوسرے سنت: بیرون نماز کسی سورت کے شروع سے تلاوت کی ابتداء کے وقت۔ وضو کے شروع میں' نماز کی ہر رکعت کے اوّل میں' اور ہر اہم کام جیسے کھانے پینے اور ہمبستری وغیرہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

سنت ہے۔ تیسرے مستحب: خارج نماز درمیان سورت سے تلاوت کی ابتداء کے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اور سورۂ توبہ کے درمیان سے پڑھتے وقت بھی یہی حکم ہے۔ چوتھے جائز و مستحسن: نماز میں سورۂ فاتحہ و سورت کے درمیان اور اٹھنے بیٹھنے کے وقت بسم اللہ پڑھنا جائز و مستحسن ہے۔ پانچویں کفر: حرام قطعی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ چھٹے حرام: شراب پینے چوری کرنے اور چوری وغیرہ کا حرام مال استعمال کرنے کے وقت بسم اللہ پڑھنا حرام ہے۔ اسی طرح زنا کرنے اور حائضہ عورت سے ہمبستری کرتے وقت بھی حرام ہے اور وہ شخص کہ جس پر غسل فرض ہوا سے تلاوت کی نیت سے بسم اللہ پڑھنا حرام ہے۔ البتہ اسے ذکر و دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ ساتویں مکروہ: سورۂ برات کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے جبکہ سورۂ انفال سے ملا کر پڑھے اسی طرح حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے اور لہسن پیاز جیسی چیز کھانے کے وقت اور نجاست کی جگہوں میں بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اور اسی طرح شرمگاہ کھولتے وقت بھی مکروہ ہے۔ طحطاوی علی مراقی ص ۱ میں ہے: اما الاتیان بالبسملة فتارة یکون فرضا کما عند الذبح وان کان لایشترط ھٰذا اللفظ بتمامه بل لایسن وتارة یکون سنة کما فی الوضوء واول کل امر ذی بال ومنه الاکل والجماع ونحو، وتارة یکون مباحا کما ھی بین الفاتحة والسورة علی الراجح وفی ابتداء المشی والعقود مثلا، وتارة یکون الاتیان بها حراما کما عند الزنا ووطی الحائض وشرب الخمر واکل مغصوب اومسروق قبل الاستحلال واداء الضمان والصحیح انه ان استحل ذلك عند فعل المعصیة کفر والا لاوتارة یکون الاتیان بها مکروها کما فی اوّل سورة برأة دون اثنائها فیستحب ومنه شرب الدخان وفی محل النجاسات اھ۔ تلخیصًا۔ اور شامی جلد اوّل ص ۷ میں ہے: تکرہ عند کشف العورة اومحل النجاسات وفی اوّل سورة برأة اذا وصل قرائتها بالانفال کما قیدہ بعض المشائخ قیل وعند شراب الدخان ای ونحوہ من کل ذی رائحة کریهة کاکل ثوم وبصل وتحرم عند استعمال محرم بل فی البزازیة وغیرھا یکفر من بسمل عند مباشرة کل حرام قطعی الحرمة وکذا تحرم علی الجنب ان لم یقصدبها الذکر اھ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالجبار انصاری خادم جامعہ عربیہ اظہار العلوم نیا بازار جہانگیر فیض آباد

زید اپنے آپ کو عالم (نائب رسول) بتاتا ہے بکر کے گھر اس کی لڑکی کی شادی میں باہر سے آئے ہوئے باراتیوں میں اکثر دیوبندی اور وہابی عقائد باطلہ کے پیرو تھے۔ بکر نے قیام و طعام کا انتظام مدرسے میں کر دیا اس پر زید کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ زید نے طعام و قیام نیز دیگر ضروریات کے لئے علم دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ کی بساط ناز کی پرواز پر آرام فرمانے والے طالبان علوم دینیہ کو خدمت کے لئے متعین کیا اور اس پر یہ کہ سخت حکم صادر کرتا ہے کہ اگر کسی لڑکے کی خدمت میں سستی کرنے سے متعلق شکایت سننے میں آئی تو خیریت نہیں اور خود بھی دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح کی خدمت کرنے میں ذرہ برابر

ہی شکایت کا موقع نہیں دیا تو ایسے عالم (زید) اور ان طالب علموں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ جبکہ زید نے دیدہ و دانستہ خود کیا اور طالب علموں کو بدمذہب و گمراہ (جیسا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے اور علماء اہلسنت کا بالا جماع فتویٰ ہے) لوگوں کی تعظیم و توقیر نیز خدمت کے لئے مقرر کرنا کیسا ہے؟ حکم شرعی صادر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

(نوٹ) عوام میں اس کا بڑا شہرہ ہے کہ سنی عالم اختلافی مسائل بیان کر کے اپنا الو سیدھا کرتا ہے خود تو ہر ایک سے ہر طرح کی رسم و راہ شادی بیاہ نیز دعوت وغیرہ میں بلاتا ہے اور جاہل اور ناخواندہ عوام کو الگ رہنے کے لئے تاکید کرتا رہتا ہے خود زید نے اس قسم کی بہت سی تقریریں کی ہیں اور عوام کو روکا ہے مگر اس کے برعکس خود ہی ثبوت بھی دیا کہ عوام کا کہنا بالکلیہ درست ہے۔

الجواب: باراتیوں میں اکثر دیوبندی اور وہابی ہیں زید نے اگر یہ جانتے ہوئے طلبائے اہلسنت کو ان کی خدمت کے لئے مقرر کیا تو اس پر علانیہ توبہ و استغفار کرنا لازم ہے' اور جو طلبہ کہ استاد کے اس حکم سے راضی رہے وہ بھی علانیہ توبہ کریں۔

وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ رر رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از کریم اللہ موضع امونہ پوسٹ قادری پور ضلع فیض آباد

(۱) نویں محرم الحرام کو شب میں تعزیہ گھماتے پھراتے ہوئے آبادی کے اکثر و بیشتر مسلمان مرد و عورت مخلط ہو کر رقص و گشت و لہو و لعب کرتے ہوئے مع تعزیہ کے جا رہے تھے ان تمام لوگوں کو دیکھ کر زید نے بے ساختہ کہا کہ یہ یزیدی لشکر جا رہا ہے اس وقت اور اس سے قبل زید نے تعزیہ داری، ڈھول تاشے و باجے کی سخت مخالفت اور معاندت کا اظہار کیا تھا اس جماعت کو عین حالت مذکور میں پا کر زید نے ان تمام حضرات کو یزیدی لشکر سے تعبیر کیا اپنے امر کی تائید میں عقائد اہلسنت کی کتاب کا حوالہ بھی پیش کیا۔ حزب مخالف نے معاذ اللہ زید کو دیوبندی وہابی سے متہم کیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا جماعت مذکورہ کو یزیدی لشکر سے تعبیر کرنا اور اس کی سخت مخالفت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

بحمدہ و تعالیٰ و بطفیل سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء زید عقائد اہلسنت و جماعت پر قائم و دائم ہے۔ افعال و اعمال میں نیک اور صالح ہے۔ نیز علی الاعلان عقائد باطلہ مثلاً وہابی، دیوبندی، رافضی وغیرہ کی تکفیر و تشہیر کرتا ہے۔

(۲) تعزیہ داری باجہ و گشت وغیرہ کے متعلق حکم شرع کیا ہیں؟ بالتفصیل وضاحت فرما کر حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یزیدیوں نے جلوس کی شکل میں ان کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا تھا اور انہیں لوگوں نے کوفہ اور دمشق وغیرہ میں خوشی ظاہر کی تھی اور انہی لوگوں نے باجے بھی بجائے تھے۔ لہٰذا سرکار امام کی شہادت کے موقع پر ناچنا، کودنا، ڈھول تاشے بجانا اور طرح طرح کی خرافات کرنا غالباً یزیدیوں ہی کی یادگار ہے اسی لئے اگر زید نے ایسا کرنے والوں کو یزیدی لشکر سے تعبیر کیا تو اسے غلط

نہیں کہا جائے گا۔ اس لئے کہ اس عظیم واقعہ کی تاریخ پر خوشی ظاہر کرنا اور باجے بجانا حضرت امام حسین کے ماننے والوں کی یادگار نہیں ہوسکتی کہ وہ لوگ تو حضرت امام حسین، ان کے جوان بیٹوں، بھتیجوں وغیرہ دیگر رفقاء کی شہادت پر غم والم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ البتہ زید کو اس قسم کے جملے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے جن سے نصیحت قبول کرنے کے بجائے لوگ اور فتنہ میں مبتلا ہوں۔ وهو تعالىٰ اعلم۔

(۲) ہندوستان میں جس طرح کی تعزیہ داری، باجہ اور گشت وغیرہ رائج ہے ناجائز حرام اور بدعت سیئہ ہے۔ جیسا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''اعالي الافادة في تعزية الهند وبيان الشهادة'' میں تصریح فرمائی ہے' اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ جلد اوّل ص ۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ داری ہم چومبتدعاں می کنند بدعت ست وہم چنیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت ست وظاہر ست کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ نباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است'' اور اسی جلد کے ص ۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں: کہ ''ایں چو بہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ چنانکہ درحدیث آمدہ: من رای منکم منکر افليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان (مسلم شریف) ہاں اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کی صحیح نقل بطور تبرک اپنے مکانوں میں رکھیں' اور اشاعت غم وتصنع والم ونوحہ زنی ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ وبدعات قطعیہ سے بچتے ہوئے اس کی زیارت کریں تو جائز ہے۔ مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ ہے اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے تعزیہ داری کی بدعت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور حدیث شریف میں ہے: اتقوا مواضع التهم اور حضور نے فرمایا: من كان يومن بالله واليوم الاخر فلا يقفن مواضع التهم۔ لہٰذا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی تعزیہ کے مثل تصویر بھی نہ بنائے۔ بلکہ صرف کاغذ کے فصیح نقشے پر قناعت کرے جیسا کہ کعبہ معظمہ اور گنبد خضریٰ کے نقشے بطور تبرک رکھے جاتے ہیں۔ والله تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از سیّد نصر اللہ قادری مدرسہ اشاعت الاسلام محمد ڈیہہ پوسٹ رہرا بازار ضلع گونڈہ

زید کہتا ہے کہ ہندوستان میں جس طرح تعزیہ داری کا عام رواج ہے کہ حضرت امام حسین کے روضے کے نام پر مندر کی شکل بناتے ہیں اور اس کو رکھ کر ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں یہ ناجائز ہے' اور بکر کہتا ہے کہ ڈھول تاشہ وغیرہ بجانا ناجائز ہے۔ تعزیہ داری کو ناجائز اور مندر کی شکل بتانے والا سنی نہیں ہے بددین ہے تو ان میں حق پر کون ہے؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. زید حق پر ہے بیشک ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام ہے اور بے شک عام طور پر تعزیہ دار حضرت امام حسین کے روضہ کا نقشہ نہیں بناتے بلکہ مندر کی شکل کا ڈھانچہ بنا کر اس کو اپنی
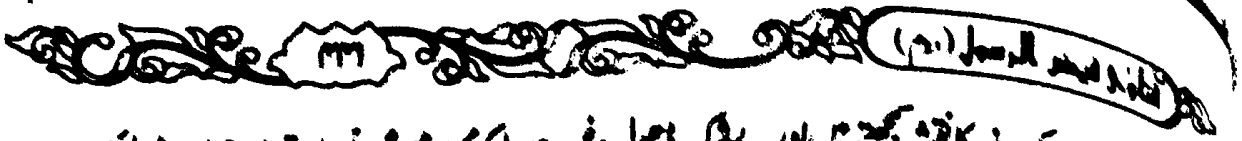
حسین کے روضہ کا نقشہ سمجھتے ہیں اور بے شک ڈھول وغیرہ جیسا کہ محرم میں عموماً بجاتے ہیں حرام و ناجائز ہے۔ بقول علامہ (؟) یہ کہ جاہل گنوار ہے جو ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری اور ڈھول تاشہ وغیرہ بجانے کو جائز سمجھتا ہے اور اگر اس نے واقعی مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز بتانے والے کو غیر سنی اور بددین کہا تو اس پر توبہ لازم ہے کہ علمائے اہلسنت نے مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز قرار دیا ہے یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ تعزیہ داری میں ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز و حرام اور بدعت سیئہ لکھا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں: "تعزیہ داری ہم چو مبتدعان می کنند بدعت ست و ہم چنیں ساختن ضرائح و صورت قبور و علم وغیرہ ایں ہمہ بدعت ست و ظاہر ست کہ بدعت حسنہ کو دراں ماخوذ نہ باشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است: "اور صدر الملت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ مروجہ تعزیہ داری ڈھول تاشا باجا وغیرہ یہودیوں کی نقل اور رافضیوں کا طریقہ ہے بیجا ناجائز و حرام ہے (تحریر ۳ ر رجب ۸۸ھ) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد شوکت علی صدر بزم قادری موضع کھمریاوا رانسی

علماء اور مشائخ کی دست بوسی کرنا کیسا ہے؟ کچھ لوگ اس کو ناجائز و حرام کہتے ہیں۔

الجواب: علماء اور مشائخ کی دست بوسی کرنا جائز ہے اسے ناجائز و حرام کہنا جہالت ہے۔ در مختار باب الاستبراء میں ہے: لاباس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک۔ یعنی برکت کے لئے عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے اور اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۱ پر ہے: بوسہ دادن دست عالم متورع را جائز است۔ بعضے گفتہ اند مستحب است۔ یعنی پرہیزگار عالم کا ہاتھ چومنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مستحب ہے۔ یہاں تک کہ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل کتاب الحظر والاباحۃ ۵۴ میں لکھتے ہیں: تعظیم دین دار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اس مسئلہ پر مزید حوالہ جاننے کے لئے رسالہ "محققانہ فیصلہ" کا مطالعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد حنیف مدرسہ اسلامیہ جلالپور سکندرہ پوسٹ مدیا پور ضلع کانپور

گناہ صغیرہ کون کون ہیں اور گناہ کبیرہ کون کون ہیں؟

الجواب: کسی واجب کا ایک بار ترک کرنا گناہ صغیرہ ہے بشرطیکہ بلا عذر شرعی ہو۔ جیسے ایک بار ترک جماعت کرنا یا

ایک بار داڑھی منڈانا وغیرہ اور گناہ صغیرہ اصرار سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ شرک اور کفر اور ہر حرام قطعی کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور کسی فرض قطعی جیسے نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ کا نہ ادا کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد ہاشم اشرفی باری مسجد سلی گوڑی ٹاؤن دارجلنگ (مغربی بنگال)

آج کل جو تعزیہ نکلتا ہے اس میں دو قبریں بھی بنائی جاتی ہیں ایک کو سیدنا امام حسین اور ایک کو امام حسن رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آگے پیچھے باجہ گاجا، ڈھول تاشا وغیرہ ہوتا ہے۔ فلمی گیت وغیرہ گایا جاتا ہے، کبھی کبھی مرثیہ بھی پڑھا جاتا ہے اکھاڑا بھی ساتھ رہتا ہے لاٹھی بھالا وغیرہ کا کھیل جگہ جگہ سڑک پر تعزیہ روک کر کھیلا جاتا ہے ہاتھی، گھوڑے بھی ساتھ رہتے ہیں، لمبا لمبا جھنڈا رنگ برنگ کا تعزیہ کے ساتھ رہتا ہے کسی کسی تعزیہ میں قبر میں اندر کو ایک ایسی تصویر (مجسمہ) بنا رہتا ہے لکڑی یا مٹی وغیرہ کا جس کا سر عورت کا اور دھڑ سارا گھوڑے کا پھولوں کا ہار، اگربتی وغیرہ بھی رہتی ہے۔ خوب ہنگامہ شور شرابا کرتے ہوئے یہ تعزیہ مع ان اسباب کے ایک میدان میں جاتا ہے جس کو کربلا کہتے ہیں یہ بھی وہاں جا کر تعزیہ کی سجی سنوری چیزیں پھول اگربتی اتار کر وہاں ایک اونچی جگہ پر یا جہاں کنواں بنا ہوتا ہے ڈال کر یہ قافلہ تعزیہ پر کپڑا لپیٹ کر پھر اپنے ساتھ جگہوں پر لے جا کر رکھ دیا جاتا ہے جسے امام باڑہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں راستے بھر تعزیہ کے ساتھ یہ آوازیں اٹھائی جاتی ہیں۔ حسین، حسین، یا حسین واہ، واہ، واہ، واہ کیا اکھاڑا ہے، ارے کیا شاندار تعزیہ ہے کوئی مقابلہ نہیں اس کا، ہر سال نکلتا ہے ہر سال نکلے گا وغیرہا جیسے الفاظ، گھوڑے، ہاتھی پر عربی طرز کے لباس پہنا کر تلوار وغیرہ یا دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے ہیں، لڑکے جوان بیٹھے رہتے ہیں، اسی طرح ایک اور چیز جسے سپر کہا جاتا ہے وہ بھی نکلتا ہے جس کی شکل یہ ہوتی ہے۔
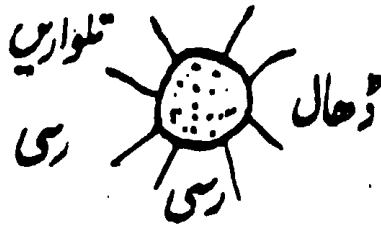
دوسری طرف رسی دو اناڑی آدمیوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ سپر کو ایک آدمی اٹھائے سڑک کے ایک سرے سے دوسرے تک دوڑاتا ہے دونوں طرف کی رسی ڈھیلی ہوتی ہے اور گھیرنی کی طرح بیچ والا آدمی اسے گھماتا ہے اور وہی الفاظ جو اوپر تعزیہ کے لئے مذکور ہیں دہرائے جاتے ہیں یہ دونوں محرم اور چہلم میں نکلتے ہیں' شام سے لے کر دوسرے دن دوپہر، کبھی کبھی شام تک سڑک کے دونوں جانب ساری قوم کی عورتوں کی کثیر تعداد ہوتی ہے۔ عزت و آبرو بھی نیلام ہو جاتی ہے میرے خیال میں یہ

سراسر حرام ہے۔ شہادت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑانا ہوا اور قوم کی عزت و آبرو بھی گئی، کیا یہ چیزیں (دونوں) جائز ہیں کیا سنی بریلوی مسلک سے ان کا کوئی تعلق ہے، میرے خیال میں تو نہیں ہونی چاہئے۔ جو لوگ یہ دونوں چیزیں نکالتے ہیں اور اس کے نکالنے کی تائید کرتے ہیں شریعت اسلامیہ ان پر کیا فتویٰ دیتی ہے اور کیا یہ دونوں چیزیں نکالنا اور دیکھنا جائز ہے کچھ سنی حضرات تائید کرتے ہیں حقیقت حال سے واقف کر کے احسان کریں۔ ممنون و مشکور ہوں گا۔

الجواب: تعزیہ کا جلوس آگے پیچھے ڈھول تاشہ، باجہ گاجا، فلمی گیت، جاندار کی تصویر، عورتوں کا ہجوم اور اسی طرح کے دیگر خرافات جو آج کل تعزیہ داری میں کئے جاتے ہیں ناجائز و حرام ہیں۔ جو لوگ ان بیہودہ باتوں کا انتظام کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ اس کی تائید میں ہیں سب گنہگار ہیں۔ مذہب اہلسنت و جماعت سے ان خرافات کا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ امام اہل سنت، پیشوائے دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان "اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند و بیان الشہادۃ" میں تعزیہ داری کا حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ "تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پرنور حضور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا جہاں بے خرد نے اس کی اصل جائز کو نیست و نابود کر کے صدہا خرافات اور تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں، اوّل تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل میں سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ، دشت بدشت اشاعت غم کے لئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم کی شور افگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے کوئی مشغول طواف، کوئی سجدے میں گرا ہے۔ کوئی ان مایۂ بدعات کو (معاذ اللہ) جلوہ گاہ حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا ہے منتیں مانگتا ہے۔ حاجت روا جانتا ہے پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں میں میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔

غرض عشرۂ محرم الحرام کی اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ و فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم شہوانی میلوں کی پوری رسوم کا جشن، یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہٖ حضرات شہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں۔ کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ انتھی کلامہ ملخصًا. مروجہ تعزیہ داری کے بارے میں یہ ہے فتویٰ امام اہلسنت کا کہ وہ بدعت ناجائز اور حرام ہے۔ لہٰذا مسلمانان اہلسنت پر لازم ہے کہ اس قسم کی

تعزیہ داری میں کسی طرح ہرگز شریک نہ ہوں اور نہ اپنے اہل وعیال کو شرکت کی اجازت دیں ورنہ گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸؍ ذی القعدہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از جمیل احمد متعلم مدرسہ حنفیہ غوثیہ کان پور۔

نس بندی کیا ہوا شخص اذان دے سکتا ہے کہ نہیں؟ امام کے پیچھے کھڑا ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں اگر امام نے لقمہ لیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ چاند یا دیگر شرعی گواہیاں دے سکتا ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا سوالات کا جواب قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: نس بندی کیا ہوا شخص بعد توبہ اذان دے سکتا ہے۔ امام کے پیچھے اگلی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے۔ امام کو لقمہ بھی دے سکتا ہے اور چاند وغیرہ کی شرعی گواہیاں بھی دے سکتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اور شرعی خرابی نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب کمن لاذنب لہ اور شراب پینے والے، چوری کرنے والے، زنا کرنے والے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے اور اسی قسم کے دوسرے گناہ کبیرہ کے مرتکب جن کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اگر بعد توبہ اذان وغیرہ دے سکتے ہیں تو نس بندی کے گناہ کا مرتکب بدرجۂ اولیٰ ان کاموں کو انجام دے سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۱؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از عبد القاسم نوری دار العلوم مسکینیہ دھواجی (گجرات)

(۱) پاجامہ اور بنیان پہن کر سونا کیسا ہے؟

(۲) بٹن دار پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: (۱) پاجامہ اور بنیان پہن کر سونے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ بہتر ہے کہ لنگی پہن کر سونے میں بعض اوقات بے ستری ہوجاتی ہے اور پاجامہ میں اس کا امکان نہیں مگر ناف سے لے کر گھٹنے تک پاجامہ کے اوپر چادر یا رومال ڈال لینا انسب ہے کہ اس طرح ستر زیادہ پایا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اگر بٹن دار پاجامہ پہن کر نماز پڑھنے سے رکوع اور سجود کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور نہ وہ کافروں کا خاص لباس ہو تو اسے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۸؍ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از متعلم انور علی رضوی قصبہ دلاسی گنج فیض آباد

(۱) جو لوگ تیجہ کے دن گاؤں والوں کو اکٹھا کر کے چنا پر درود شریف یا کلمہ وغیرہ پڑھواتے ہیں اور اس کے بعد تیل اور پان اور شربت و میٹھا چاول اور چنا پر فاتحہ دلا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں کیا وہ تیل لگانا اور پان و میٹھا وغیرہ کھانا سب لوگوں کو بحکم شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو لوگ بال کو کنارے کنارے باریک کرواتے ہیں اور اوپر گچھے کی طرح رکھتے ہیں اور مانگ کو بغل میں رکھتے ہیں اور بہار شریعت میں اس طرح بنوانے کو تقلید نصاریٰ بتایا گیا ہے تو ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا بحکم شرع کیسا ہے؟

(۳) جو لوگ ہندوؤں کے رچھا بندھن کے دن اپنے ہاتھ میں بھی دھاگا باندھ کر گھومتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب کا تیوہار ہے ان کے بارے میں شرع کے اعتبار سے کیا حکم ہے؟

(۴) جن لوگوں نے نس بندی کے فتنے کے موقع پر نس بندی کروالی تھی کیا امامت کر سکتے ہیں؟ ان کے پیچھے بحکم شرع نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: (۱) عام لوگوں کے تیجہ میں تیل، پان، شربت اور چنا وغیرہ جو تقسیم کیا جاتا ہے سب مسلمانوں کو اگرچہ جائز ہے مگر غرباء و مساکین اسے لیں اور اغنیا کو نہ لینا چاہئے اور اولیائے کرام و بزرگان دین علیہم الرحمۃ والرضوان کو جو چیزیں بطور نذر پیش کی جاتی ہیں ان کا کھانا سب لوگوں کو بے تکلف جائز ہے، خواہ تیجہ و چالیسواں میں ہو یا عرس میں۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا البریلوی رضی اللّٰہ تعالٰی المولٰی عنہ فی جزء الرابع من الفتاوٰی الرضویہ۔ وھو تعالٰی اعلم۔

(۲) بے شک اس طرح بال رکھنا نصاریٰ کی تقلید ہے اور ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ وھو اعلم

(۳) وہ لوگ گنہگار ہیں۔ وھو تعالٰی اعلم

(۴) نس بندی کرنے والے اگر توبہ کر لیتے ہیں تو وہ امامت کر سکتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جیسے کہ دوسرے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے پیچھے بعد توبہ نماز جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ مانع امامت نہ ہو۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از اشرف علی انصاری پوسٹ و مقام دولتؔ پور بلیلا۔ یو۔ پی

ایک امام صاحب اپنی تقریر میں بارہا کہتے رہتے ہیں کہ لمبی لمبی داڑھی رکھنے والے، ماتھے پر سجدہ کا نشان والے، قرآن و حدیث کو لے کر دوڑنے والے یعنی مسجدوں میں تبلیغ کرنے والے تبلیغی جماعت والے حضرات سے دور رہو ورنہ یہ لوگ گمراہ کر دیتے ہیں اگر تمہارے اندر طاقت ہے تو ان کو مسجد میں مت آنے دو اگر آ جائیں تو مسجد کو دھو ڈالو، ان لوگوں سے دور رہو، سلام و کلام بند کر دو، کیا یہ کہنا جائز ہے؟

(۲) قوم مسلمان میں دینی تبلیغ کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۳) تبلیغی جماعت والوں کو مسجد میں ٹھہرنے دینا چاہئے کہ نہیں؟

الجواب: امام صاحب صحیح کہتے ہیں بے شک تبلیغی جماعت والوں سے مسلمانوں کو دور رہنا لازم ہے کہ یہ لوگ پہلے کلمہ اور نماز کا نام لیتے ہیں پھر جب لوگ ان سے قریب ہوجاتے ہیں تو یہ ان کو گمراہ بدمذہب وہابی بنالیتے ہیں۔
(۲) مسلمانوں میں تبلیغ کرنا جائز ہے مگر تبلیغی جماعت کے ساتھ اس کام کے لئے جانا جائز نہیں۔
(۳) تبلیغی جماعت چونکہ گمراہ و بدمذہب جماعت ہے اس لئے ان کو مسجد میں ٹھہرنے دینا نہیں چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ رشوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: محمد حیات دکن ٹریڈنگ کمپنی منڈیا (کرناٹک)
(۱) وہابی تبلیغی جماعتوں کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) وہابی تبلیغی جماعت عندالشرع مسلمان ہیں یا نہیں؟
(۳) وہابی تبلیغی جماعتوں کا ذبح کیا ہوا جانور یعنی اس کے ہاتھ کا ذبیحہ اور اس گوشت کا کھانا اور اس ذبیحہ کو حلال جاننا عندالشرع کیسا ہے؟

الجواب: (۱) وہابی تبلیغی جماعت کا ہر فرد اگر مرتد نہیں تو کم از کم گمراہ ضرور ہے اور گمراہ اور مرتد کو سلام کرنا جائز نہیں۔ وھو اعلم بالصواب۔
(۲) پیشوایان وہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان ص ۸، تحذیر الناس ص ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص ۵۱ پر یقینی اطلاع کے باوجود وہابی تبلیغی جماعت کا جو فرد مولویان مذکور کو کافر نہیں سمجھتا تو بمطابق فتویٰ حسام الحرمین وہ کافر ہے اور جسے مولویان مذکور کے کفریات قطعیہ کی خبر نہیں، مگر اس کا طریقہ کار وہابیوں جیسا ہے تو وہ گمراہ و بدمذہب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم
(۳) وہابی تبلیغی جماعت کا آدمی اگر مرتد ہے تو اس کا ذبیحہ حرام ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۵۱ میں ہے: لاتوکل ذبیحۃ اھل الشرك والمرتد اور اگر مرتد نہیں بلکہ گمراہ ہے تو ایسے شخص کا ذبیحہ اگرچہ حلال ہے مگر مسلمانوں کے اس کے کھانے سے احتراز کرنا چاہئے اور مرتد کے ذبیحہ کو حلال سمجھنا گمراہی نہیں تو جہالت ہے اور جہالت نہیں تو گمراہی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ رذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: ازعلی جرار گجو ر گرنٹ اتر دلہ گونڈہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد اور نام کیا کیا ہیں؟ اور کون سی ماں سے پیدا ہوئے کتنی کتنی عمر میں وصال ہوا؟

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد کل چھ ہے۔ دو صاحبزادے حضرت قاسم و حضرت ابراہیم، اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مگر بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے عبداللہ بھی ہیں جن کا لقب طیب و طاہر تھا۔ ان میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے باقی سب اولاد کرام حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں (زرقانی جلد سوم ص ۱۹۳ و مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۵۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے بارے میں جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ وہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے تب ان کی وفات ہوئی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کی عمر دو برس کی ہوئی مگر علامہ خطابی کہتے ہیں کہ وہ فقط سترہ ماہ زندہ رہے (زرقانی جلد سوم ص ۱۹۴) اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر شریف بوقت وفات سترہ یا اٹھارہ ماہ کی تھی (سیرۃ المصطفیٰ ص ۷۰۷) اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اعلان نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں جن کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلان نبوت سے سات برس پہلے ہوئی اور وفات ۲ھ میں ہوئی، اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اعلان نبوت سے پہلے پیدا ہوئیں، جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سال پیدائش میں اختلاف ہے ابوعمر کا قول ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے سال جب کہ حضور کی عمر شریف ۴۱ برس کی تھی یہ پیدا ہوئیں اور بعض نے لکھا ہے کہ ان کی ولادت اعلان نبوت سے ایک سال قبل ہوئی اور علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ پانچ سال قبل ہوئی (زرقانی جلد سوم ص ۲۰۲) اور ان کی وفات ۳ رمضان ۱۱ھ میں ہوئی (مدارج النبوت جلد دوم ص ۴۶۱) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: ازمحبوب حسن موضع محمد پور روایا دلدار نگر ضلع غازی پور

(۱) اہل بیت میں کون کون حضرات شامل ہیں؟

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے اپنی امت سے کہا تھا کہ جو چیزیں گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے اہل بیت اس کی پیروی کرو گے تو گمراہ نہ ہوگے؟

الجواب: (۱) اہل بیت کون کون لوگ ہیں اس میں اختلاف ہے بعض لوگوں کے نزدیک اہل بیت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس سے حضرت سعید بن جبیر کی روایت ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ اور یہی قول حضرت عکرمہ و مقاتل رضی اللہ عنہما کا بھی ہے اور حضرت ابوسعید خدری و تابعین کی ایک جماعت حضرت مجاہد و قتادہ رضی

اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین ہیں، رضی اللہ عنہم اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یعنی آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ایسا ہی تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم ص ۲۵۹ میں ہے: اور حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تفسیر خزائن العرفان میں پ ۲۲ ع ۱ کی آیت کریمہ: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سب داخل ہیں، آیات واحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(۲) ہاں ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا: یایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله وعترتی اهل بیتی۔ یعنی اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹) وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از محبوب حسن موضع محمد پور وایا دلدار نگر ضلع غازی پور

مالکی فرقہ کے حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں یا باندھ کر؟

الجواب: مالکی حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، اس لئے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک فرض نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے اور نفل میں جائز ہے۔ جیسا کہ بدایۃ المجتہد جلد اوّل ص ۱۳۷ میں ہے: اختلف العلماء فی وضع الیدین احداهما علی الاخریٰ فی الصلاۃ فکره ذلك مالك فی الفرض واجازه فی النفل۔ وهو تعالیٰ وسبحانه اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از غلام رب موضع ڈھلھو پور پوسٹ سلیم پور ضلع بستی

تعزیہ داری کرنا اور باجا بجانا کیا ہے؟ اور تعزیہ دار بدعتی ہے یا نہیں؟

الجواب: تعزیہ داری کرنا جیسا کہ آج کل عام طور پر ہندوستان میں رائج ہے اور باجا بجانا حرام، ناجائز، بدعت سیئہ ہے اور تعزیہ دار بدعتی ہے۔ جیسا کہ پیشوائے اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی اپنے رسالہ مبارکہ

تعالیٰ الافادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ" صفحہ ۴ و ۱۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں: اب کہ تعزیہ داری طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹/ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: محمد کبیر نصیر، پوسٹ ومقا کیسر پور ضلع سابر کانٹھا (گجرات)

کچھ لوگوں نے کہا لفظ ہوس کا استعمال اچھی جگہ پر نہیں ہوتا تو زید نے کہا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا "ہوس تھی دید کی معراج کا بہانہ تھا" اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ مجھے حج کی ہوس ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور زید کے بارے میں کیا کہنا چاہئے؟

الجواب: ہوس کے معنی ہیں خبط، جھوٹا عشق، لالچ اور خواہش نفس اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں کو دولت کی ہوس ہے، فلاں کو بڑھاپے میں شادی کی ہوس ہے' اور نماز کی ہوس ہے' یا حج کی ہوس ہے نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کو ہوس ہے اور زید کو شاعر کے جس مصرعے سے دھوکہ ہوا وہ غلط ہے اس لئے کہ اس میں ہوس کی نسبت خدائے ذوالجلال کی طرف ہے اسی لئے مشہور ہے کہ شاعر نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے' اور ہوس کی جگہ طلب یا اسی قسم کا دوسرا کوئی لفظ رکھ دیا ہے' تو زید پر بھی اپنے خیال سے رجوع لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷/ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از ڈاکٹر الیس حسن، پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دے کر مطلع فرمائیں۔

(۱) رنڈی بازی اور شراب نوشی کرنا کیسا ہے اور جو شخص اس فعل کا عادی ہو اسلام میں اس کا کیا مقام ہے؟

(۲) قصداً شراب پی کر بیوی سے صحبت کرنے والے کی اولاد حرام ہوئی یا حلال؟

(۳) علی الاعلان شرابی اور رنڈی بازی کی حمایت کرنے والا' اس سے صلہ رحمی کرنے والا' شادی بیاہ کرنے والا شخص کیسا ہے؟ کیا اس سے عام مسلمانوں کا قطع تعلق جائز ہے؟

الجواب: رنڈی بازی اور شراب خوری کرنا حرام قطعی ہے جو شخص ان افعال کا عادی ہے وہ سخت گنہگار ہے اور ظالم و جفاکار ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے کو ان حرام افعال سے دور رہنے پر مجبور کریں اگر وہ ان برائیوں سے باز نہ آئے تو اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ (پ ۷ ع ۱۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس طرح اولاد حرام نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) کسی غلط بات میں شرابی رنڈی باز کی حمایت کرنے والا اور اس سے شادی بیاہ کرنے والا گنہ گار ہے اس لئے کہ اس سے بائیکاٹ کا حکم ہے اور جو شخص ایسے ظالم و جفا کار کا بائیکاٹ نہ کرے مسلمان اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ رمحرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از بابا رضوان احمد ساکن بسڈیلہ ہلور بستی

زید کہتا ہے کہ غیر محرم پیر ہو یا کوئی غیر ہو اس کا جھوٹا غیر محرم خواتین کے لئے حرام ہے۔ کیا زید کا یہ کہنا بجا ہے؟

الجواب: اگر عورت کو معلوم ہو کہ جھوٹا فلاں غیر مرد کا ہے تو اسے لذت کے طور پر کھانا پینا مکروہ ہے اور اگر معلوم نہ کہ جھوٹا کس مرد کا ہے یا لذت کے طور پر نہ استعمال کرے تو کوئی حرج نہیں اور عالم باشرع و دیندار پیر کا جھوٹا تبرک کے طور پر کھانا پینا جائز بلکہ بہتر ہے۔ زید کا قول صحیح نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول ص ۱۴۸ میں ہے: یکرہ سورھا للرجل کعکسہ للاستلذاذ اور ردالمحتار میں ہے: والذی یظھر ان العلۃ الاستلذاذ فقط ویفھم منہ انہ حیث لااستلذاذ لاکراھۃ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ رمحرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد فاروق نور القادری مدرسہ اسلامیہ یعقوبیہ جامع مسجد لائن بازار گوپال گنج بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ہمارے ایک امام صاحب روزانہ بعد نماز فجر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں اور جائز بتلاتے ہیں؟

(۲) جمعہ کے روز کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے قریب ایک دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہوتی ہے اس کو وہ باہر دلواتے ہیں؟

(۳) مائیک پر نماز پڑھانے سے انکار کرتے ہیں کہ نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے؟

(۴) قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟ امام صاحب قبر پر اذان دلواتے ہیں اور جائز بتلاتے ہیں؟

(۵) قربانی کا گوشت، عقیقہ کا گوشت، فطرہ کا گوشت اور فاتحہ کی شیرینی کیا کافروں کو دے سکتے ہیں امام صاحب دینے سے منع کرتے ہیں۔ زید اپنے کو سنی عالم کہتا ہے اور بہشتی زیور کو مانتا ہے۔ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ قربانی کا گوشت کافروں کو دے سکتے ہیں جائز ہے زید کہتا ہے کہ بہشتی زیور کے مصنف بھی عالم دین ہیں میں اس کو مانتا ہوں چونکہ مسائل میں فرق نہیں ہے۔ عقیدہ میں فرق ہے۔ کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے وہابی کو عالم دین کہنا کیسا ہے؟ امام صاحب قربانی کا گوشت کافروں کو دینے سے منع کرتے ہیں۔

(۶) زید کہتا ہے کہ لنگی یا پاجامے سے ٹخنے کے چھپ جانے پر نماز فاسد ہو جاتی ہے اعادہ لازم ہے کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے؟

(۷) ریڈیو، اخبار کی خبر پر نماز عید پڑھنا کیسا ہے؟ اگر قریب کے شہر والے جس کی دوری چودہ میل کی ہے۔ ریڈیو، اخبار کے اعلان پر نماز پڑھنے کا اعلان کر دیں تو چودہ میل کی دوری پر جو بازار یا قصبہ واقع ہیں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ امام صاحب کا کہنا ٹھیک ہے کہ ریڈیو کی خبروں کو نہیں مانتا جبکہ معتبر شہادت نہ ملے۔ کیا امام صاحب کا کہنا ٹھیک ہے؟ کتنے دور کی شہادت قابل قبول ہے؟

(۸) یہاں پر کچھ لوگ اپنے کو سنی کہتے ہیں لیکن جب وہابی کا نام لیا جاتا ہے تو ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے کیا دراصل یہ سنی ہیں۔ ان لوگوں نے امام صاحب کے ان فعلوں کے اوپر امارت شرعیہ پٹنہ سے فتویٰ منگوایا۔ امارت شرعیہ والوں نے یہ تحریر کیا کہ اذان ثانی منبر کے سامنے جائز ہے باہر کے لئے کہیں سے ثبوت نہیں ملتا، چاند کے بارے میں لکھا ہے کہ جب امارت شرعیہ سے کسی بھی ذریعہ اعلان ہو جائے تو آپ لوگ نماز پڑھ لیجئے ہم نمازی لوگ کس کی باتوں پر عمل کریں؟ برائے کرام از روئے شرع حکم صادر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب.

(۱) بعد نماز فجر صلاۃ وسلام پڑھنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے پارہ ۲۲ میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ یعنی اے ایمان والو! اپنے نبی پر درود بھیجو اور سلام پڑھو، جیسا کہ سلام پڑھنے کا حق ہے' اور وقت کی تعیین کے سبب اگر صلاۃ وسلام ناجائز ہو جائے تو قرآن پاک کی تلاوت جو وقت کی تعیین کے ساتھ بعد نماز فجر لوگ کرتے ہیں وہ بھی ناجائز ہو جائے گا البتہ اگر لوگ نمازیں ادا کر رہے ہوں تو بلند آواز سے نہ پڑھا جائے کہ اس سے نمازوں میں خلل پیدا ہوگا اور نمازوں میں خلل پیدا کرنا جائز نہیں!

(۲) خطبہ کی اذان مسجد کے باہر دلوانا سنت ہے اور مسجد کے اندر دلوانا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ حدیث میں ہے: عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر و عمر۔ یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں (ابوداؤد شریف جلد اوّل ص ۱۶۲) اسی لئے فقہائے کرام مسجد کے اندر اذان پڑھنے کو منع فرماتے ہیں، فتاویٰ قاضی خان جلد اوّل مصری ص ۵۵ اور بحر الرائق جلد اوّل ص ۲۶۸ میں ہے: لایؤذن فی المسجد۔ یعنی فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے اور طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۲۱۷ میں ہے: یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القهستانی عن النظم۔ یعنی مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے ہے۔ وھو

تعالٰی اعلم

(۳) بے شک مائیک پر نماز پڑھنے سے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یعنی جو اس کی آواز پر اقتدا کرتے ہیں۔

(۴) قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا رسالہ "ایذان الاجر" کا مطالعہ کریں۔

(۵) قربانی کا گوشت وغیرہ کافر کو دینے سے جو امام صاحب منع کرتے ہیں وہ حق پر ہیں اور زید جو اپنے آپ کو عالم کہتا ہے اور بہشتی زیور مانتا ہے اور وہابی مولوی کو عالم دین کہتا ہے وہ اگر جاہل نہیں تو گمراہ ہے' اور اگر گمراہ نہیں تو جاہل ہے۔ بہشتی زیور میں بے شمار مسائل غلط ہیں جن کا رد اصلاح بہشتی زیور میں کیا گیا ہے۔

(۶) لنگی پاجامہ سے ٹخنے چھپ جانے پر نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ زید کا یہ قول غلط ہے۔ زید پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس قول سے رجوع کرے ورنہ معتبر کتابوں کے حوالے سے اپنے اس قول کو ثابت کرے۔

(۷) ریڈیو اور اخبار کی خبروں پر نماز عید پڑھنا جائز نہیں۔ چودہ میل پر جو قصبات واقع ہیں وہ لوگ شرعی طور پر رویت ہلال ثابت ہوئے بغیر عید الفطر اور عید الاضحٰے وغیرہ نہیں کر سکتے' اور ریڈیو وغیرہ اخباروں کی خبروں سے شرعاً چاند ہونا ثابت نہیں ہوتا اور شہادت سے رویت ہلال ثابت ہونے کے لئے کوئی مسافت متعین نہیں۔ یعنی اگر مغرب میں چاند ہو اور مشرق میں شہادت شرعیہ گزرے تو اہل مغرب کا دیکھنا اہل مشرق کے لئے لازم ہوگا فتاویٰ الامام العزی ص ۵ میں ہے: **یلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب علی ماهو ظاهر الروایة علیه الفتویٰ کما فی فتح القدیر والخلاصة۔ وهو تعالٰی اعلم۔**

(۸) ضروریات اہلسنت کے تسلیم کرنے والے کو سنی کہتے ہیں۔ جن لوگوں کو وہابیوں کا نام لینے سے تکلیف ہوتی ہے ان لوگوں سے اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس اور ان کے مصنفین کے بارے میں دریافت کیا جائے اگر ہر ایک کے جواب میں وہ لوگ وہی نہ کہیں جو کچھ علمائے حرمین شریفین ان کتابوں اور ان کے مصنفین کی نسبت ضلالت اور کفر وارتداد کا حکم لگا چکے ہیں تو وہ سنی نہیں ضرور منہم (انہی میں سے) ہیں' اور امارت شرعیہ والوں کا یہ لکھنا غلط ہے کہ "اذان ثانی منبر کے سامنے ہی جائز ہے باہر کے لئے کہیں سے ثبوت نہیں ملتا" انہیں چاہیئے کہ جواب نمبر ۲ کے تحت حوالہ میں لکھی ہوئی تمام کتابوں کا مطالعہ کریں' اور امارت شرعیہ والوں کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں کہ جب امارت شرعیہ سے کسی بھی ذریعہ اعلان ہو جائے تو آپ لوگ نماز پڑھ لیجئے کہ یہ شریعت کو کھیل بنانا ہے علماء متقدمین و متاخرین معتمدین میں سے کسی نے دوسرے شہر والوں کے لئے ایسا نہیں لکھا یہ صرف امارت شرعیہ کی ایجاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از محمد ہاشم، سیا بازار ضلع فیض آباد

زید نے خالد کے متعلق یہ عام چرچا کیا اور افواہیں مچائیں کہ خالد سور کا گوشت کھاتا ہے (معاذ اللہ) جس پر برادری اور غیر برادری حتیٰ کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی شریک ہوئے اور پنچایت کی گئی اور زید سے ثبوت مانگا گیا۔ زید نے پہلے اپنے لڑکے اور ایک بنیا کے ۱۵/۱۶ سال کے لڑکے کو گواہی میں پیش کیا۔ بنیا کے لڑکے نے تو صاف انکار کر دیا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں اور زید کے لڑکے نے پنچایت کے روبرو بیان دیا کہ میں پتی توڑنے گیا تھا میں نے دیکھا کہ ایک غیر مسلم کے ساتھ خالد گوشت باندھ کر لے جا رہا تھا۔ اور خون ٹپک رہا تھا۔ زید کے لڑکے کے اس بیان سے جب کوئی شرعی ثبوت نہ مل سکا اور پھر پنچان نے ثبوت مانگا تو زید نے اس پر ہریجن کو اس گواہی میں بلایا جو خنزیر کا گوشت فروخت کرتا ہے اس پر ہریجن نے آکر کہا کہ ایک دن زید نے ہم کو بلایا اور پوچھا کہ تمہارے یہاں سے کون کون گوشت خریدتا ہے۔ اس ہریجن سے علاوہ اس کے اور بھی باتیں ہوئیں۔ جس کا خلاصہ محض اتنا تھا کہ میں خالد کو بھی کہوں مگر جب میں نے خالد کو نہ کہا تو زید نے ہم کو لالچ دیا کہ اگر تم خالد کو بھی کہو تو میں تم کو ایک قمیص اور پچاس روپیہ نقد دوں گا ایسی صورت میں جبکہ زید کا الزام سراسر جھوٹ، بہتان اور فریب ثابت ہوئے تو شریعت مطہرہ کا ایسے شخص (زید) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جس نے ایک مسلمان پر محض اپنی چودھراہٹ جتانے کے لئے اس طرح سے سنگین الزام لگایا کہ اس نے قلب اور دین و ایمان کو تکلیف پہنچائی اور عام مسلمانوں میں نفاق اور جھوٹ کی آگ لگا کر غیر مسلموں کی نظر میں عام مسلمانوں کی عزت کو برباد کیا۔ برائے کرم جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید ظالم، جفا کار، حق العبد میں گرفتار، سخت گنہ گار، لائق عذاب قہار اور مستحق نار ہے۔ زید پر لازم ہے کہ گاؤں والوں کے سامنے علانیہ توبہ و استغفار کرے اور خالد سے معافی مانگے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب لوگ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار رہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از عبد الحمید انصاری موضع للوا پوسٹ کھجریہ ضلع گونڈہ

ایک موضع میں تقریباً ڈیڑھ سو گھر سنی مسلمانوں کا ہے اور صرف چار گھر وہابی بھی آباد ہیں ابھی تک سنی وہابیوں کے یہاں سے کھانے پینے میں اجتناب کرتے ہیں لیکن ایک پیر صاحب قبلہ نے تشریف لا کر ایک سو پینسٹھ سنی مسلمانوں کو حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک سلسلہ میں بیعت فرمایا اور فرما گئے کہ وہابیوں کا صرف ذبیحہ نہ کھاؤ بقیہ ان کے یہاں ہر کھانا کھا سکتے ہو۔ کیونکہ وہابی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک گاڑھے رنگ کا اور دوسرا ہلکے رنگ کا گاڑھے رنگ کا وہابی کافر و مرتد ہے مگر ہلکے رنگ کا وہابی مسلمان ہے۔ ہلکے رنگ کا ہالی قریب کفر ہے مطلق کافر نہیں ہے اب کچھ سنی خاص کر ان کے مریدین وہابیوں کے یہاں قربانی کا بکرا خود ذبح کر کے کھاتے ہیں صورت مذکورہ میں یہ مسئلہ پیر صاحب کا بتایا ہوا اہلسنت کے موافق ہے یا مخالف اس طرح سے سب سنی وہابی سے سلام و کلام کھانا و پینا جائز سمجھیں یا ناجائز؟ تفصیلی حکم فرمایا جائے۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

مولوی اشرف علی تھانوی، اپنی کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں: ''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے''۔ اور مولوی قاسم نانوتوی تحذیر الناس ص ۳ پر لکھتے ہیں ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم اور تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''۔ اور ص ۱۴ پر لکھتے ہیں: ''اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔ اور براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی صفحہ ۵۱ پر ہے: ''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر دو عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔ ان مذکورہ بالا عبارات کفریہ کے سبب، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان، بنگال اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام مولویان مذکور پر کفر و ارتداد کا حکم لگا چکے ہیں تو ان عبارتوں کو وہاں کے وہابیوں کے سامنے پیش کیا جائے اور دریافت کیا جائے کہ وہ ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں کیا کہتے ہیں اگر وہ لوگ وہی کہیں جو علمائے حرمین طیبین وغیرہ نے کہا ہے تو بے شک وہ سنی ہیں ورنہ وہ لوگ بھی پکے وہابی ہیں سنی ہرگز نہیں اور وہابی خواہ کسی قسم کا ہو اس سے میل جول رکھنا اس کے ساتھ کھانا پینا اور اس سے سلام و کلام کرنا ہرگز جائز نہیں کہ وہ اگر مرتد نہیں تو کم سے کم گمراہ و بدمذہب ضرور ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولاتصلوا معھم اھ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھو، اس حدیث شریف کو ابوداؤد نے حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے اور عقیلی و ابن حبان نے حضرت انس سے بھی روایت کیا ہے رضی اللہ عنہم۔ لہٰذا پیر جی کا وہابیوں کے یہاں کھانا کھانے کو جائز کہنا اور ان سے میل جول رکھنے کو ممنوع نہ سمجھنا شریعت کے خلاف اور غلط ہے۔ پیر مذکور اگر جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ نہیں تو جاہل ہے۔ مسلمانوں کو ایسے پیروں سے دور رہنا لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ر صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد حنیف قادری للوی، پوسٹ کھجریا ضلع گونڈہ

ایک گاؤں میں کثرت سے سنی اور قلت سے وہابی آباد ہیں ایسی جگہ پر وہابیوں کے یہاں مجبوری پر گوشت کے علاوہ اور کھانا کھا سکتے ہیں کہ نہیں؟ اور ان کے یہاں خرید و فروخت اور سلام و کلام جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے پیر مولانا اختصاص الدین صاحب نے یہ مسئلہ بتایا ہے کہ وہابیوں کے یہاں کا ذبیحہ نہ کھاؤ بقیہ ان کے یہاں مجبوری پر ہر کھانا کھا سکتے ہو۔ پیر صاحب کا یہ مسئلہ برتنے کے لائق ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: وہابیوں کے یہاں گوشت کے علاوہ اور چیزوں کے کھانے پر کیا مجبوری ہے؟ کیا نہ کھانے کے سبب ہلاک ہو جائے گا، یا نہ کھانے کی صورت میں وہابی قتل کر دیں گے؟ مجبوری کی کیا صورت ہے؟ اور مولانا اختصاص الدین صاحب جو خود بھی عالم دین ہیں اور جلیل القدر عالم دین کے صاحبزادے ہیں ان کے بارے میں یہ کیسے یقین کیا جائے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ذبیحہ کے علاوہ وہابیوں کے یہاں مجبوری پر ہر کھانا کھا سکتے ہو یہ کسی متدین سنی عالم دین کی بولی ہرگز نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس طرح امان اٹھ جائے گا اور عوام مجبوری کا بہانہ بنا کر عام طور پر کھانا شروع کر دیں گے اور اگر مولانا اختصاص الدین نے یقیناً ایسا فرمایا ہے تو مجبوری سے شرعی مجبوری مراد ہے۔ مگر شرعی مجبوری میں وہابیوں کے یہاں کھانے کی کوئی تخصیص نہیں کہ شرعی مجبوری میں مردار کھانا اور شراب بھی جائز ہے...... اور وہابیوں سے سلام کرنا جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **لاتسلموا علیھم** اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے کلام کرنا بھی جائز نہیں کہ وہ دشمن دین و ایمان ہیں ہاں بضرورت ترش روئی سے کلام کر سکتا ہے اور وہابی سے خرید فروخت کرے تو عقد منعقد ہو جائے گا لیکن حتی الامکان بچنا چاہئے۔ **وھو تعالٰی اعلم**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رر رجب المرجب ۹۸ھ

مسئلہ: از نور محمد، دھولپور ضلع بھرت پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حسب ذیل مسئلے میں۔

(۱) قاضی باعتبار شرح کس کو کہتے ہیں؟

(۲) قاضی کس شخص کو بنانا چاہئے اور اس میں شرطیں کیا ہیں؟

(۳) زید نے ایک شخص سے کہا کہ تم قاضی بن جاؤ تو زید کو اس شخص نے جواب دیا یہاں کی جیسی قضاۃ پر تو میں استنجا بھی نہیں کروں گا۔ لہٰذا ایسے شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) بادشاہ اسلام کی طرف سے لوگوں کے جھگڑوں اور ان منازعات کے فیصلہ کرنے کے لئے جو شخص

مقرر کیا گیا اسے شریعت کی بولی میں قاضی کہتے ہیں لہٰذا کسی شہر کے تمام لوگوں نے متفق ہو کر ایک شخص کو قاضی مقرر کر دیا کہ وہ ان کے معاملات فیصل کیا کرے تو ان کے قاضی بنانے سے وہ قاضی نہ ہوگا۔ کہ قاضی بنانا بادشاہ اسلام کا کام ہے۔

(بہار شریعت حصہ دوازدہم ص ۵۸ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری)

(۲) قاضی ایسے شخص کو بنانا چاہئے کہ جس میں شہادت کے شرائط پائے جائیں اور وہ یہ ہیں۔ مسلمان، عاقل، بالغ ہو، اندھا نہ ہو، گونگا نہ ہو، بالکل بہرہ نہ ہو کہ کچھ کا کچھ سنے، محدود فی القذف نہ ہو۔ (درمختار، ردالمختار) اور معاملہ فہم ہو، فیصلہ نافذ کرنے پر قادر ہو، وجیہ ہو، بارعب ہو، لوگوں کی باتوں پر صبر کرتا ہو، صاحب ثروت ہو تا کہ طمع میں مبتلا نہ ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری) اور قاضی ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو عفت اور پارسائی اور عقل وصلاح وفہم وعلم میں معتمد علیہ ہو۔ اس کے مزاج میں شدت ہو مگر زیادہ شدت نہ ہو اور نرمی ہو تو اتنی نہ ہو کہ لوگوں سے دب جائے اور ایسا ہونا چاہئے کہ لوگوں کی طرف سے اس پر جو مصائب آئیں تو ان پر صبر کرے (بہار شریعت)

(۳) عہدۂ قضا قبول کر لینا اگرچہ جائز ہے مگر علماء اور ائمہ کی اس کے متعلق مختلف رائے ہیں بعض نے اس میں حرج نہیں سمجھا اور بعض نے بچنے ہی کو ترجیح دی ہے اور حدیث شریف سے بھی اسی رائے کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری ذبح کر دیا گیا خود ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نے یہ عہدہ دینا چاہا مگر حضرت امام نے انکار کیا یہاں تک کہ نوے درے آپ کو لگائے گئے پھر بھی آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا اور یہ فرمایا کہ اگر سمندر تیر کر پار کرنے کا مجھے حکم دیا جائے تو یہ کر سکتا ہوں مگر اس عہدہ کو قبول نہیں کر سکتا' اور عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ عہدہ دیا گیا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا اور پاگل بن گئے جو کوئی ان کے پاس آتا منہ نوچتے اور کپڑے پھاڑتے ان کے ایک شاگرد نے سوراخ سے جھانک کر کہا کہ اگر آپ اس عہدہ کو قبول فرما لیتے اور عدل کرتے تو بہتر ہوتا جواب دیا کہ اے شخص تیری عقل یہ ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ قاضیوں کا حشر سلاطین کے ساتھ ہوگا اور علماء کا حشر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوگا۔ امام محمد رضی اللہ عنہ سے کہا گیا انہوں نے اس سے انکار کیا جب قید کر دیئے گئے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں تو مجبوراً انہوں نے قبول کیا۔ (ھٰکذا فی بہار شریعت) جب عہدۂ قضاء کے بارے میں بزرگوں کا یہ حال ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے تو اگر کوئی شخص سختی کے ساتھ انکار کرے تو وہ شرعاً گنہ گار نہیں خصوصاً یہاں کا عہدۂ قضاء کہ جس کا شریعت کے نزدیک کوئی مقام نہیں۔ جیسا کہ جواب نمبر ا کے تحت گزرا کہ قاضی بنانا بادشاہ اسلام ہی کا کام ہے۔ ہاں بعض جگہ جو نکاح پڑھنے کے لئے قاضی مقرر ہوتا ہے تو شریعت کو اس سے انکار نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ رذی القعدہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از فرید بھائی داناوالا، مانڈل، ضلع احمد آباد گجرات

(۱)ایک عورت بیوہ یہاں گنج شہداء کے مزار پر خدمت کرتی ہے اور مجاور کی طرح سارا کام عورت ہی کے ذمہ ہے جس کی وجہ سے اس کی جوان لڑکی بھی مزار شریف پر آتی جاتی ہے۔ پانی بھرنا جھاڑو لگانا سب کام عورت ہی کرتی ہے۔ یا اس کی لڑکی۔ آیا از روئے شرع یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲)مذکورہ عورت زائرین حضرات سے جبراً پیسہ وصول کرتی ہے۔ کسی سے سوا روپیہ، کسی سے سوا پانچ روپیہ، کسی سے سوا گیارہ روپیہ، کسی سے سوا پندرہ روپیہ کیا یہ جائز ہے' اور عورتیں یہاں کی ہر عرس میں مزارات پر حاضر ہوتی ہیں۔ مردوں میں خلط ملط ہر عرس میں ہوتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا نا جائز ہے؟

الجواب: (۱)عورت کو کسی مزار کی خدمت کرنا جائز ہے لیکن گھر سے باہر نکل کر مزار کی خدمت کرنے میں اگر اگر ان کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہیں مثلاً اتنے باریک کہ بدن چمکے یا اتنے چھوٹے کے ستر عورت نہ کریں یا اونچی قمیص کہ پیٹ کھلا ہوا یا غلط طریقے سے اوڑھیں پہنیں، جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکے یا کچھ حصہ بالوں سے کھلے یا زرق برق پوشاک کہ جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا ان کی چال ڈھال اور بول چال میں آثار بد وضعی پائے جائیں تو ان کو مزار کی خدمت کرنے یا کسی دوسرے کام کے لئے گھر سے باہر نکلنا حرام ہے۔ **وھو تعالٰی اعلم۔**

(۲)زائرین سے جبراً پیسہ وصول کرنا جائز نہیں ہاں اگر لوگ اپنی خوشی سے دیں تو حرج نہیں' اور جماعت سے نماز واجب ہے مگر مردوں کے اختلاط اور فساد زمانہ کے سبب عورتوں کو کسی جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ جوان ہو یا بڑھیا۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: **یکرہ حضور ھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان** اھ۔ اور مراقی الفلاح میں ہے: **ولا یحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنۃ** اھ۔ یعنی عورتیں جماعتوں میں حاضر نہ ہوں کہ اس میں فتنہ ہے' تو جب عورتوں کو جماعت کی حاضری جائز نہیں تو ان کو عرس کی حاضری کیوں کر جائز ہوگی۔ ہاں بوڑھی عورتیں اگر بزرگوں کے مزار پر اس طرح حاضر ہوں کہ مردوں سے اختلاط وغیرہ کسی قسم کا فتنہ نہ ہو تو جائز ہے اور بہار شریعت جلد چہارم میں ہے کہ: ''اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً (یعنی جوان ہوں یا بوڑھی) سب منع کی جائیں''۔ **وھو تعالٰی اعلم۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد غلام غوث مدرسہ رضویہ اشرفیہ معین العلوم گورڈیہہ بازار بستی

(۱)مردوں کے لئے اجنبی عورتوں کو ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانا اور ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانے کا پیشہ اختیار کرنا کیسا ہے؟ نیز اس شخص پر شریعت مطہرہ کی طرف سے کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۲)زید پیری مریدی کا پیشہ کرتا ہے اس نے مسئلہ بتایا کہ اجنبی عورتوں کو ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانا بہن سمجھ کر جائز ہے۔

ایسے پیر کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ نیز اس کی امامت نماز اور اس سے بیعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب: مردوں کے لئے اجنبی عورتوں کو ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانا جائز نہیں جو شخص ایسا کرے وہ سخت گنہگار ہے۔

وھو تعالٰی اعلم

(۲) ایسا پیر جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ نہیں تو جاہل ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس سے مرید ہونا جائز نہیں۔

وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از حافظ محمد اشفاق حسین اشرفی کالاہانڈی (اڑیسہ)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں فجر کے بعد سلام ہوتا ہے اور عشاء کے بعد بھی ہوتا ہے اگر قران خوانی بھی ہوتی ہے اور درود خوانی بھی ہوتی ہے امام صاحب واوّل صف کے لوگ قبلہ کی طرف پیٹھ کے بل کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اسی طرح درود خوانی میں بھی اکثر ہو جاتا ہے اور اسی طرح قرآن خوانی دعا وغیرہ میں لوگوں سے ہوہی جاتا ہے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے پڑھتے ہیں کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ ادباً احتراماً قبلہ کی طرف پیٹھ نہیں کرنی چاہئے آپ مطلع فرمائیں کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے جو لوگ سلام یا درود خوانی یا قرآن کی تلاوت دعا وغیرہ کرتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا کیسا ہے؟ مطلع فرمائیں تاکہ سکون ہو۔

الجواب: مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو کر درود وسلام پڑھنا اور قبلہ رخ ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور دعا مانگنا بہتر ہے اور اگر اس کے خلاف کرے تو بھی جائز ہے۔ شرعاً کوئی مضائقہ نہیں البتہ امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو بقبلہ بیٹھا رہنا امام کے بالا جماع مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۰۶) وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از ملک شوکت علی اے ڈیومہوا خرد پوسٹ دھوبہا ضلع بستی یو۔پی

زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد بیوی کو شوہر نہ ہاتھ لگا سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے نہ جنازہ اٹھا سکتا ہے اور نہ قبر میں اتار سکتا ہے اس لئے کہ وہ مرنے کے بعد نکاح سے خارج ہو جاتی ہے' تو زید کی باتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

الجواب: مرنے کے بعد عورت نکاح سے ضرور خارج ہو جاتی ہے لیکن شوہر اسے دیکھ سکتا ہے جنازہ اٹھا سکتا ہے اور قبر میں اتار سکتا ہے۔ البتہ بلا حائل اس کے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے۔ لہٰذا زید کی سب باتیں صحیح نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اوّل ص ۵۷۵ میں ہے: یمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لامن النظر الیھا علی الاصح۔ اور حضرت صدر الشریعہ

علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۳۵)۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از مسلم قادری گنیش پوری ہنومان گنج بازار بستی

بکر کو عرصہ دراز ہو گیا حج کئے ہوئے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کر کے واپس آیا یہاں تک کہ ضعیف العمر بلکہ نحیف ولاغر ہو کر اس دنیائے فانی سے عدم کو سدھارا اب موصوف حاجی کے قبر کو ان کے وارث زید پکی قبر بنوانے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں اور زید سے یہ بھی پتہ چلا کہ حج سے واپسی میں نماز پڑھتے تھے لیکن جب ناتواں کمزور ہو گئے تو بیماریوں نے آ کر گھیر لیا تو نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ بہر حال کیا زید حاجی صاحب کی قبر کو پکی بنوا سکتا ہے؟

الجواب: علمائے متقدمین نے علماء ومشائخ کی قبروں کو صرف باہر سے پختہ بنانا جائز لکھا ہے اور عامۂ مومنین کی قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے لیکن اب ہندوستان میں جبکہ کفار اور بعض دنیادار مسلمان ان قبرستانوں پر قبضہ کر رہے ہیں کہ جن میں سب قبریں خام ہو جاتی ہیں اس لئے ہر قبرستان میں کچھ قبروں کے پختہ بنوانے کی اجازت ہے اور حاجی صاحب کے وارثین کو چاہئے کہ حاجی صاحب کے ذمہ اگر زکوٰۃ، فطرہ اور قربانی کا صدقہ وغیرہ باقی ہو تو ان کے ادا کرنے کی فکر کریں اور آخر وقت میں جو نمازیں قضا ہوئیں بلکہ بالغ ہونے کے بعد سے موت تک جتنی نمازیں اور روزے قضا ہوئے ان سب کا فدیہ ادا کریں یہ چیزیں ان شاء اللہ تعالٰی ان کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوں گی۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ صفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از سیّد محب الحق چھوٹی مسجد گوال ٹولی کان پور

زید ایک عالم دین ہے اور ایک دینی درسگاہ کا صدر مدرس بھی۔ جو دینی اجلاس میں لڑکوں کے علاوہ نابالغہ لڑکیوں کی نعت خوانی کرتا ہے اور جواز میں: نحن جوار من بني النجار. يا حبذا محمد من جار. پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا مقصد ان بچیوں کی زبانوں کو سن بلوغ سے قبل نعت ومنقبت نیز حمد خوانی سے لذت آشنا کر کے فلمی حیا سوز گانوں سے بچانے کی کوشش ہے اور بکر جو مستند عالم تو نہیں مگر دینی کتب کا مطالعہ ضرور کرتا ہے اور اچھی معلومات رکھتا ہے حاجی بھی ہے اور مسجد کا امام بھی نیز چرب زبان مقرر اور اچھا خطیب بھی جس نے زید کے عمل کو ایک جلسہ میں ہزاروں کے مجمع میں نہ صرف ناجائز کہا بلکہ ڈرامہ جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جبکہ زید وبکر اور وہ بچیاں جن کو نعت خوانی کے مقابلہ میں شریک ہونا تھا اسٹیج پر موجود تھے اور اعلان

بھی کیا گیا اس وقت بکر نے نہ تو زید سے تبادلہ خیال کیا نہ اپنے خیالات کا اظہار کیا بلکہ سنتا رہا اور جب تقریر کے لئے بیٹھا تو دوران تقریر اہانت آمیز انداز سے تردید کی جس سے زید کو ہزاروں مسلمانوں کے سامنے ذلیل ہونا پڑا اور کتنے مسلمانوں کو رنج و قلق ہوا اور اغیار کو ہنسنے کا موقع ملا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید و بکر میں کون حق پر ہے اور کس کے لئے کیا حکم شرع ہے؟ بحوالہ کتب مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: نابالغہ بچیوں کو حمد و نعت اور منقبت خوانی سے لذت آشنا کر کے فلمی گانوں سے بچانے کی کوشش گھر کی چہار دیواری کے اندر کی جائے گی نہ کہ عام اسٹیجوں پر اور زید کا نحن جواد الخ کو پیش کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ وہ خیر القرون تھا اور یہ زمانہ پرفتن ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں عورتیں مسجد میں نماز کے لئے آتی تھیں پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کا مسجد میں آنا پسند نہیں فرمایا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث شریف مروی ہے: لو ادرك رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن السجد۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں آنے سے انہیں ضرور منع فرما دیتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع فرما دیا۔ جیسا کہ عنایہ امام اکمل الدین بربانی میں ہے: لقد نهی عمر رضی الله عنه النساء عن الخروج الی المساجد اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ جیسا کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے: کان ابن عمر رضی الله عنه یقوم یحصب النساء یوم الجمعة یخرجهن من المساجد لہٰذا اس زمانہ میں جبکہ عورتوں کی بے حیائی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے نابالغہ بچیوں کو جری بنانے کے لئے عام مردوں کے سامنے اسٹیج پر آنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی بکر مخالفت میں حق بجانب ہے۔ ہاں اگر منع کرنے میں دل آزار طریقہ اختیار کیا ہو تو ضرور غلطی ہے۔ وھو تعالٰی ورسوله الاعلی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از محمد مستقیم نظامی رضوی چترویدی آنند نگر گورکھ پور

محترم المکرم جناب حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زید کہتا ہے کہ تعزیہ داری کرنا جائز ہے جو تعزیہ داری نہیں کرتا اور نہ تعزیہ داری میں چندہ دیتا ہے اور نہ تعزیہ داری مناتا ہے اور چندہ دینے سے انکار کرتا ہے وہ سنی صحیح العقیدہ نہیں ہے اور تعزیہ داری ہی سے ہر سال اسلام کی شان ظاہر ہوتی ہے اور تعزیہ داری سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی یاد اور محبت تازہ ہوتی ہے اس کے علاوہ زید کا کہنا ہے کہ میں تعزیہ داری کو جائز قرار دے سکتا ہوں میرے پاس احادیث کریمہ کے کافی ثبوت ہے اکثر وہ اپنی تقریروں میں للکارتا ہے اور اس کی تقریر سے

ہمارے یہاں سنی العقیدہ مسلک میں دو گروہ ہونے کا امکان ہے۔ چنانچہ حضور سے گزارش ہے کہ تعزیہ داری کے مسئلہ پر مدلل ثبوت مرحمت فرمائیں کہ تعزیہ داری جائز ہے کہ ناجائز تاکہ یہ فتنہ دور ہو جائے۔

الجواب: مولانا المحترم! وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ

ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری ناجائز حرام اور بدعت سیئہ ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزیہ میں اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے رسالہ تعزیہ داری میں تحریر فرمایا ہے' اور مولانا حشمت علی خاں بریلوی، مفتی عبدالرشید خاں ناگپوری، سیّد العلماء حضرت مولانا سیّد آل مصطفےٰ صاحب مارہروی، حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مبارک پوری، برہان الملت مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی یعنی حضور مفتی اعظم ہند قبلہ وغیرہ جلیل القدر جمہور علمائے اہلسنت تعزیہ داری کے حرام و ناجائز اور بدعت سیئہ ہونے پر متفق ہیں۔ لہٰذا تعزیہ داری سے انکار کرنے والے کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سنی العقیدہ نہیں ہے۔ ان علمائے کرام و مفتیان عظام کے سنی ہونے سے انکار کرتا ہے اور زید کا یہ کہنا " کہ تعزیہ داری کے بارے میں میرے پاس احادیث کریمہ کے کافی ثبوت ہیں"، جھوٹ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے اور ناجائز کلام سے اسلام کی شان نہیں ظاہر ہوتی۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی یاد اور محبت تازہ کرنے کے لئے جائز طریقے اختیار کریں۔ لہٰذا فعل حرام کو جائز کہنے، منکرین تعزیہ داری کو سنی ہونے سے انکار کرنے تعزیہ داری کے بارے میں احادیث کے ہونے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر افتراء کرنے اور آیت کریمہ: وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے خلاف تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کرنے کے سبب زید سخت گنہ گار ظالم جفا کار ہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اگر وہ توبہ و استغفار نہ کرے تو مسلمان اس کی تقریر نہ سنیں اور اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد دین سراجی ٹولہ بشن پور بازار دیوریا۔

(۱) ایک شخص بلا سند عالم دین کہلاتا ہے اور قرب و جوار حتی کہ دور دراز علاقوں میں گھوم گھوم کر تقریریں بھی کرتا ہے کہ لوگوں پر کچھ حد تک بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور جب سکہ جمالیتا ہے تو لوگوں کی اتفاقیہ غلطی پر کفارہ لاگو کرتا ہے اور کفارہ کا پیسہ وصول کر کے خود کھا جاتا ہے۔ لہٰذا دریافت عرض یہ ہے کہ بلا سند عالم دین کا تقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کیوں اور ناجائز ہے تو کیوں؟ از روئے شرع جواب دیا جائے۔

(۲) اور کفارہ کا پیسہ اس عالم کو کھانا جائز یا ناجائز؟

(۳) اور کبھی جھک میں آکر قوم انصاری کو اچھوت کہتا ہے کیا قوم انصاری شرعاً اچھوت ہے یہ اگر کسی حدیث سے ثابت

ہے تو اس حدیث کو تحریر کر دیا جائے اور اگر قوم انصاری اچھوت نہیں ہے تو کہنے والا کیسا شخص ہے؟

(۴) اور مسجد کی زمین کے پاس ایک شخص کا کچا مکان تھا جب وہ پختہ بنانے لگا تو مسجد کی کچھ زمین رکھ کر بنانے لگا جس سے محلے کے بہت سے لوگوں میں نااتفاقی پھیل گئی اور یہ معاملہ سنگین ہو گیا تو اس کا فیصلہ ایک عالم صاحب پر رکھا گیا عالم صاحب نے فیصلہ یہ کیا کہ مسجد کی زمین سب کا حق ہے۔ مسجد کی زمین وہ آباد کر لے ٹھیک ہے لیکن کسی کا دل توڑنا ٹھیک نہیں ہے اس فیصلہ پر گھر بن گیا اور بعد میں جب مسجد بنی تو مسجد تنگ ہو گئی لہٰذا دریافت عرض یہ ہے کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط اور فیصلہ کرنے والا کیسا شخص ہے؟ از روئے شرع جواب دیا جائے۔

الجواب: (۱) اگر مستند عالم نہ ہو مگر دینی معلومات اور احکام شرعیہ سے واقفیت رکھتا ہو تو اس کو تقریر کرنا جائز ہے اور اگر نام کا مستند عالم ہو مگر دینی معلومات اور احکام شرعیہ سے واقفیت نہ رکھتا ہو تو اسے تقریر کرنا جائز نہیں اور جن چیزوں میں شریعت نے کفارہ مقرر کیا ہے۔ مثلاً قسم کا کفارہ، روزہ کا کفارہ اور ظہار وغیرہ کا کفارہ ان کے علاوہ دوسری غلطیوں پر کفارہ کے نام پر روپیہ پیسہ وصول کرنا حرام و ناجائز ہے: لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

(۲) کفارہ کے مستحق صرف غرباء و مساکین ہیں مگر بنی ہاشم یعنی حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولاد کو کفارہ لینا جائز نہیں اگر چہ وہ غریب ہوں لہٰذا جن میں شریعت نے کفارہ مقرر کیا ہے اگر عالم دین مسکین ہے تو اس قسم کے کفاروں کو لے سکتا ہے اور اگر عالم مسکین نہیں ہے یا بنی ہاشم سے ہے یا شریعت نے ان میں کفارہ مقرر نہیں کیا ہے تو کفارہ لینا حرام و ناجائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) قوم انصاری کو اچھوت کہنا اس قوم کے بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ کی توہین کرنا اور پوری قوم کو گالی دینا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورۂ حجرات پارہ ۲۶) اور حدیث شریف میں ہے: سباب المسلم فسوق۔ لہٰذا قوم انصاری کو اچھوت کہنے والے پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۴) مسجد کی زمین دوسرے کو دینا اور مسجد کو تنگ کر دینا جائز نہیں، مسجد کی ملکیت دوسرے شخص کو دے دینے کا فیصلہ غلط ہے اور غلط فیصلہ کرنے والا ظالم جفا کار ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد علی رضوی کوہ نور سائیکل محلہ نخاس روڈ شہر فیض آباد

زید سنیوں کا امام مسجد ہے اور کچھ عرصہ سے گھڑیوں کی مرمت بھی کرنے لگا ہے لوگ زید سے گھڑیوں کی مرمت کراتے ہیں اور زید غلط بیانی کر کے خوب اجرت لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا پیشہ نہیں ہے از راہ شوق یہ کام کرتا ہوں زید اپنے کو خاص سنی

کہتا ہے ابھی عرصہ قبل مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۶۶ء بروز چہارشنبہ شہر فیض آباد کے صلح کلیوں اور دیوبندیوں نے ایک جلسہ کیا تھا جس میں دیوبندی مولوی کو تقریر کے لئے بلایا تھا اور یہ مشہور کیا کہ یہ جلسہ شیعوں کے رد میں کیا جا رہا ہے زید نے تمام سنیوں سے گزارش کی کو وہ جلسہ میں ضرور شرکت کریں لوگوں نے اعتراض کیا زید نے کہا کہ اس جلسہ میں شرکت کرنا بلاشک وشبہ جائز ہے کیونکہ سنی علماء میں کوئی ردشیعہ کرنے والا نہیں ہے اور میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ مبارک پور سے بریلی تک کوئی مولوی ایسا نہیں ہے جس کے پاس شیعہ کی کوئی کتاب ہو یا وہ ردشیعہ کر سکے۔

جب جلسہ شروع ہوا تو زید دیوبندی کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھا واہ واہ اور سبحان اللہ کہتا تھا اور چند شعر بھی جلسہ کے دوران پڑھے اور آخر میں دعا بھی مانگی۔ جلسہ میں تقریر کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔ مولوی عبدالسلام قادری صدیقی دیوبندی لکھنوی مرزا عابد حسین دیوبندی محمود آبادی جس نے اپنی تقریر میں ردشیعہ کرتے ہوئے تنقیص مولیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع کر دی جیسا کہ ان دیوبندیوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے اور شہر میں صلح کلیوں کو دیوبندیوں نے خوب مبارکباد دیں کہ فیض آباد کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ دیوبندی اور سنی سب مل کر اسٹیج پر بیٹھے اور سب متفق رہے کچھ ایسے بھی سنی حضرات تھے جنہوں نے اس جلسے میں شرکت نہیں کی اور انکار کر دیا تو انہیں زید نے اور صلح کلیوں نے مورود الزام وہدف بنایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید سنیوں کی مسجد کا امام ہو سکتا ہے؟ اس کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے جنہوں نے جلسہ میں شرکت نہیں کی اور انکار کر دیا ہے۔ ازراہ کرم شریعت مطہرہ کے رو سے فیصلہ وحکم سے سرفراز فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب ؟ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ یعنی اور (اے مسلمانو) بددینوں کی طرف نہ جھکو۔ نہیں تو تم کو (جہنم کی) آگ پکڑے گی۔ یہی قرآن عظیم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی یاد آ جانے کے بعد تو بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ عرب وعجم، ہندوسندھ، بہار وبنگال کے علمائے اسلام وپیشوایان دین نے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں فتویٰ دیا ہے کہ وہابی دیوبندی ضروریات دین کے منکر اور بارگاہ احدیت وسرکار رسالت کے اشد ترین گستاخ ہیں اور بحکم شریعت اسلامیہ بددین ظالم اور کافر ومرتد ہیں قرآن وحدیث کے ارشادات کے مطابق بددینوں کے ساتھ نشست وبرخاست ودیگر اسلامی تعلقات قائم رکھنا سخت حرام ہے۔ اگر زید واقعی ان امور کا مرتکب ہوا جن کا استفتاء میں ذکر ہے تو وہ فاسق معلن ہو گیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا سخت ناجائز اور واجب الاعادہ ہے۔ اس کے فاسق معلن ہونے کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے دانستگی یا نادانستگی میں پڑھی گئیں ان سب کو دوبارہ ادا کرنا واجب اور لازم ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ زید کے بارے میں تحقیق کر لیں اگر ثابت ہو جائے کہ زید واقعی دیوبندیوں کے اسٹیج پر گیا اور ان کے جلسے میں شریک رہا تو فوراً زید کو عہدۂ امامت سے برطرف کر دیں کیونکہ زید بحکم شریعت اسلامیہ امامت کے قابل نہ رہ گیا۔ داڑھی منڈانے والوں شراب خوروں اور فساق وفجار سے ہزاروں درجہ بدتر ہو گیا۔ جن مخلص ومتصلب سنیوں نے اس جلسہ کی شرکت سے اعراض کیا وہ لائق مدح ومستحق ثواب ہیں

اور جن لوگوں نے ان متصلب سنیوں کو ہدف ملامت بنایا وہ موذی اور گنہ گار ہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی

لاحد من جمادی الاخریٰ ثمانین وثلث مائۃ والف من الجھریہ ۱۳۸۸ھ

الانتباہ: درود شریف کے بدلے "ؐ" "ؐ" صلعم لکھنا حرام ہے۔ بلکہ ان الم غلم اشاروں کے بجائے پورا درود شریف، صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا علیہ الصلاۃ والسلام لکھنا چاہئے۔

مسئلہ: از عبدالوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ گورکھ پور

ہندی اور انگریزی تعلیم مسلمانوں کو حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دینی تعلیم کے علاوہ دوسری ایسی تعلیم کہ جو دین کی ضروری تعلیم کے لئے رکاوٹ بنے مطلقاً حرام ہے چاہے وہ ہندی انگریزی تعلیم ہو یا کوئی دوسری۔ اوران باتوں کی تعلیم جو اسلامی عقیدے کے خلاف ہیں جیسے آسمان کے وجود کا انکار، شیطان و جن کے ہونے کا انکار، زمین کے چکر کاٹنے سے رات ودن کا انکار، آسمان کا خرق والتیام محال ہونا یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا وغیرہ تمام باطل عقیدے جو قدیم وجدید فلسفے میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے چاہے وہ کسی بھی زبان میں ہوں۔ اور ایسی تعلیم بھی جائز نہیں کہ جس میں نیچریوں، دہریوں کی صحبت رہے ان کا اثر پڑے دین کی گرہ کھل جائے یا سست ہو، اور اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنے کے بعد ریاضی و ہندسہ اور حساب وجغرافیہ وغیرہ سیکھنے کی ممانعت نہیں خواہ وہ کسی زبان میں ہوں اور ہندی انگریزی نفس زبان سیکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ ھٰکذا فی الجزء العاشر من الفتاویٰ الرضویۃ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از ظہیر الدین صدیقی بے بس گونہیاں تاج ڈاکخانہ بھانپور بستی

(۱) آج کل کالجوں میں جو سائنس پڑھائی جاتی ہے اس میں ایک مضمون ایسا ہوتا ہے کہ جس میں مینڈک وغیرہ کی چیر پھاڑ اوران کی تصویریں بنائی جاتی ہیں تو ایسا مضمون شرعاً پڑھنا چاہئے کہ نہیں؟

(۲) علی گڑھ نام کا مشہور پاجامہ جو علی گڑھ یونیورسٹی میں رائج ہے اس کا پہننا کیسا ہے؟

(۳) تبلیغی جماعت اور اسلامی جماعت کے عقائد کیسے ہیں ان میں اہل سنت و جماعت کا شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ (۱) ایذائے حیوان شرعاً ممنوع ہے اور ذی روح کی تصویر سازی ناجائز وحرام ہے اس لئے ایسا مضمون ہرگز نہیں پڑھنا چاہئے۔

(۱) علی گڑھی پاجامہ پہننا بلاشبہ جائز ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ ٹخنے سے اوپر ہو۔

(۲) نام نہاد جماعت اسلامی اور جماعت تبلیغی کے سربراہوں کا وہی کفری عقیدہ ہے جو وہابیوں اور دیوبندیوں کا کفری عقیدہ ہے بلکہ جماعت اسلامی نے کچھ اور نئے عقائد گھڑ لیے ہیں جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کے عقائد کے بالکل خلاف ہیں اس لئے ان میں اہلسنت و جماعت کا شامل ہونا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

مسئلہ: از محمد خالد محلہ سکراول پچھم، ٹانڈہ ضلع فیض آباد

زید نے اپنی تقریر کے دوران وہابیوں کا رد کرتے ہوئے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی سورۂ قلم میں گالی دی ہے اور حرامی کہا ہے تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دو گے۔ زید کا یہ کہنا کیسا ہے اور اس کی تقریر کو سننا اور اس کو کسی مدرسہ اہلسنت کا کوئی کام سپرد کرنا مثلاً محصل یا سفیر یا مدرس بنانا یا مدرسہ کی کمیٹی کا رکن بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ چونکہ زید نے وہابیوں پر الزام قائم کرنے کے لئے ان کے طور پر خط کشیدہ مضمون کو ادا کیا ہے جیسا کہ عبارت کے استفسار سے یہی ظاہر ہے اس لئے زید پر کوئی اعتراض نہیں۔ سائل نے زید کا مکمل جملہ ادا نہیں کیا۔ خط کشیدہ عبارت میں لفظ ''بھی'' اپنے ماقبل ایک مستقبل جملہ چاہتا ہے یا تو سائل ''بھی'' کا لفظ نقل نہ کئے ہوتا یا اس کو چاہئے تھا کہ ماقبل والا بھی جملہ نقل کر دیتا۔ مذکورہ بالا استفتاء کے ان فقروں ''وہابیوں کا رد کرتے ہوئے'' ''خدا نے بھی'' ''تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دو گے'' کو سامنے رکھ کر زید کی خط کشیدہ عبارت کا معنی یہ ہے کہ اے وہابیو! خدا تعالیٰ نے باعتبار خصوصیت شان نزول بارگاہ رسالت کے گستاخ کی سورۂ قلم شریف میں مذمت بیان فرمائی ہے اور زنیم کا کلمہ جس کا ترجمہ ولد الزنا ہے استعمال فرمایا ہے تو جب تمھارے نزدیک گستاخان بارگاہ رسالت کی مذمت بیان کرنا گالی دینا ہے جیسا کہ تم لوگ وہابیوں کی مذمت بیان کرنے والے عالم کو گالی دینے والا قرار دیتے ہو تو تمہارے طور پر قرآن کریم میں خدائے تعالیٰ نے بھی گالی دی ہے تو اب بولو کیا معاذ اللہ تعالیٰ! پروردگار عالم کو بھی گالی دینے والا مانو گے اور چونکہ تمہارے طور پر قرآن شریف میں گالی دی گئی ہے تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دو گے۔ ظاہر بات ہے کہ تم کلمہ گو کہلا کر اس امر کی جرأت نہیں کر سکتے تو پھر تسلیم کرو کہ علمائے اہلسنت نے جو وہابیوں دیوبندیوں کی مذمت بیان کی ہے اور بیان کرتے ہیں وہ ہرگز گالی نہیں ہے۔ ہاں اگر زید نے معنی مذکور کو ادا کرنے کے لئے محض اتنی ہی عبارت بولی ہے جس پر خط کھینچا گیا ہے تو زید کا یہ انداز کلام ناپسند قرار پائے گا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ابوالبرکات العبد محمد نعیم الدین احمد عفی عنہ

الجواب صحیح۔ محمد حسن یار علوی۔ الجواب صحیح۔ محمد قدرت اللہ الرضوی

مسئلہ: از احسان علی قصبہ بھیرہوا (نیپال)

(۱) ایک بچہ تقریباً دس سال کا ہے اس کا شمار نابالغ میں ہے اس بچے نے غیر قوم کے بچے کے ساتھ خنزیر کا گوشت کھالیا اب اس کے گھر جو لوگ مہمان آتے ہیں ان کے مقامی لوگ بھی گاؤں کے اس چیز کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ گاؤں کے لوگوں نے بھی اس کے پورے گھر کو الگ کر دیا اب ایسی صورت میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین جبکہ وہ بچہ نابالغ ہے؟ کیا صورت اختیار کی جائے؟ حکم صادر فرمائیں۔

(۲) ایک لڑکی ہے جس کی شادی ہوگئی کچھ دنوں کے بعد آپس میں کشیدگی پیدا ہوئی لڑکی تنگ آ کر اپنے میکہ میں چلی گئی وہاں تین سال مسلسل گزارے۔ اس تین سال کے عرصہ میں اس کے شوہر نے کوئی نان ونفقہ کی خبر گیری نہیں کی اس کے بعد لڑکی اپنی مرضی سے ایک دوسرے شخص کے ساتھ دوسری جگہ چلی گئی وہاں اس شخص نے بغیر نکاح کے اسے رکھا اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے جس میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ شوہر ثانی کا کہنا ہے کہ شوہر اوّل طلاق دے دے تو میں عقد کر لوں مگر وہ ضد پر ہے کہتا ہے کہ میں طلاق نہیں دوں گا ایسی صورت میں کیا ہونا چاہئے۔ حکم صادر فرمائیں علمائے متین تاکہ اس حکم کے بموجب عمل کیا جائے۔

(۳) ایک شخص کے دو لڑکے ہیں دونوں کی شادی ہوگئی ہے۔ بڑے لڑکے کی بیوی نے دوسرے شخص سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا اور گھر چھوڑ کر غائب ہوگئی کچھ روز کے بعد آئی اور اس کو پھر ان لوگوں نے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ دوسرا لڑکا جو چھوٹا ہے اس کے دو بچوں میں ایک گزر گیا اور ایک زندہ ہے گھر میں بیوی موجود ہے پھر بھی ایک دوسری عورت سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا اور دو دفعہ فعل کرتے ہوئے پکڑا بھی گیا۔ چونکہ مجرم گاؤں میں سب سے مضبوط ہے اس لئے کچھ لوگ تو ڈرتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو شرعی حکم کے منتظر ہیں اور ان لوگوں نے کھانے پینے کا تعلق بند کر رکھا ہے کہ جب تک حکم شرعی معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک کھانا پینا مناسب نہیں۔ اس لئے فوری حکم صادر فرمائیں کہ کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ شرعی حکم جو ہو صادر فرمائیں۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ (۱) لڑکا جس نے خنزیر کا گوشت کھایا اسے توبہ کرائی جائے اور گھر والے اگر خنزیر کھانے والی قوم سے اپنے لڑکے کی ایسی گہری دوستی سے واقف تھے تو انہیں بھی توبہ کرائی جائے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

(۲) لڑکی مذکور کو چاہئے کہ جس طرح بھی ہو سکے اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرے بعدہ طلاق کی عدت گزار کر جس کے ساتھ وہ رہتی ہے اس سے یا جس سے بھی چاہے نکاح کر سکتی ہے طلاق حاصل کئے بغیر کسی دوسرے سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اگر لڑکی مذکور کا شوہر نہ طلاق دیتا ہے نہ حقوق زوجیت ادا کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ شوہر پر واجب ہے کہ یا تو حقوق زوجیت ادا کرے یا طلاق دے دے اور اگر ان دونوں میں سے ایک بھی نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا

بائیکاٹ کریں۔ لڑکی مذکور اور جس کے ساتھ وہ رہتی ہے دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں اور اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سلام وکلام اور ہر قسم کے اسلامی تعلقات بند کر دیں۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں تو وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ۔

(۳) جو عورت بھاگ گئی تھی پھر واپس آئی اسے علانیہ توبہ و استغفار کرائی جائے اور قرآن خوانی اور میلاد شریف اور دیگر کارِ خیر کرنے کی تلقین کی جائے اور اس کا شوہر اگر عورت کی بدچلنی سے واقف تھا یا اس کو ادھر ادھر آنے جانے کے لئے آزاد کر رکھا تھا تو اسے بھی توبہ کرائی جائے......دوسرا لڑکا جو غیر عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ حسب طاقت اسے حرام کاری سے باز رکھنے کی کوشش کریں اور علانیہ توبہ و استغفار کرائیں اگر وہ حرام کاری سے باز نہ آئے اور توبہ و استغفار نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵/ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از محمد مصطفیٰ خاں رنوڈیہہ بنکھسری پچپڑوا ضلع گونڈہ

(۱) ہمارے قرب و جوار میں کھڑے مرغ پر فاتحہ ہوتی ہے بعد میں کسی موقع پر یا خصوصاً گیارہویں شریف کو جس کی تفصیل یوں ہے کہ مرغ کے منہ اور پیر دھو کر کسی صاف جگہ پر مرغ کو کھڑا کرتے ہیں وہاں کچھ لوبان وغیرہ سلگاتے ہیں اور کچھ پیسہ وغیرہ رکھ دیتے ہیں جو کسی غریب کو دے دیتے ہیں اور مرغ کو کھڑا کرنے کے بعد یعنی زندہ مرغ رہتا ہے اور فاتحہ پڑھنے والا مرغ کے سامنے قبلہ رو کھڑا ہو کر اوّل و آخر چند مرتبہ درود شریف اور کچھ آیتیں قرآن شریف کی پڑھ کر یہ کہتا ہے کہ یااللہ تعالیٰ میں نے جو اوّل و آخر درود شریف اور قرآن شریف پڑھی ہے اور یہ مرغ جو ذبح کر کے غریبوں کو کھلایا جائے گا اس کا ثواب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزر کر کے بزرگان دین کو مل کر کے خصوصاً غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو پہنچے اور مرغ ذبح کرنے سے پہلے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ اسے حرام بتاتے ہیں اس لئے کہ مرغ کے اندر غلاظت ہے لہٰذا اس پر فاتحہ نہیں ہوسکتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے ذبح کرو اور جب گوشت بن جائے تب کھانے پر فاتحہ پڑھئے۔ اگر جس کی تفصیل لکھی ہے یعنی زندہ مرغ پر فاتحہ اگر نہیں ہوسکتی ہے یا یہ فعل اگر حرام ہے تو ہم لوگ اسے چھوڑ دیں، اور اگر جائز ہے تو کرتے رہیں؟ آپ کا فیصلہ فرمادیں۔

(۲) یہ ہے کہ ہمارے قرب و جوار میں بلکہ ہر گاؤں میں ایک جگہ ملنگ کی ہوتی ہے جہاں لوگ روٹ اور لنگوٹ پر فاتحہ پڑھتے ہیں جس کی تفصیل یوں ہے۔ لوگ اپنے ہاتھوں سے ایک قبر بناتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہاں ملنگ بابا رہتے تھے لیکن کسی نے پشت در پشت سے ملنگ بابا کو نہیں دیکھا ہے صرف لوگ سنی ہوئی باتوں پر یقین کر کے وہاں روٹ لنگوٹ پر فاتحہ

دلاتے ہیں اور نذریں اور منتیں مانتے ہیں تو کیا اس گمنام ملنگ کے نام فاتحہ جائز ہو سکتی ہے جبکہ کسی سے یہ بات پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچ سکی ہے۔ یہ کوئی نہیں بتلا سکتا ہے کہ ہاں یہ واقعی ملنگ کی قبر ہے' تو کیا ایسی صورت میں مصنوعی قبر پر نذر و نیاز جائز ہو سکتی ہے؟ اس کا آپ فیصلہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

الجواب: (۱) مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقہ ص ۱۹۶ میں ہے: عن سعد بن عبادۃ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد رواہ ابوداؤد والنسائی۔ یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے تو ان کی ماں کے لئے کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ تو حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانی۔ تو انہوں نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ ام سعد کے لئے ہے یعنی جو لوگ اس کا پانی استعمال کریں گے اور اس پر جو ثواب مرتب ہوگا وہ ام سعد کو ملتا رہے گا۔ تو اسی طرح جو لوگ زندہ بکرا یا مرغ فاتحہ کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے کھانے سے جو ثواب مرتب ہوگا ہم اسے غوث پاک رضی اللہ عنہ یا فلاں بزرگ کی خدمت میں نذر کرتے ہیں لہٰذا ایسا کرنا جائز ہے لیکن پکنے کے بعد فاتحہ کرنا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مصنوعی قبر کی زیارت حرام ہے اور حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے۔ فتاویٰ عزیزیہ میں ہے: لعن اللہ من زار بلامزار۔ لہٰذا ملنگ کی مصنوعی قبر کی زیارت کرنا اور وہاں روٹ و لنگوٹ چڑھانا سخت ناجائز اور حرام ہے مسلمانوں کو ایسی خرافات باتوں سے بچنا لازم ہے اگر نہیں بچیں گے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از احسان علی برکاتی خادم مدرسہ اشرافیہ امیر العلوم موضع ناتھ نگر پرانی بازار ضلع بستی

تاڑ کی تاڑی اور کھجور کی تاڑی پینا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ کھجور کی تاڑی میں نشہ نہیں ہوتا اس لئے جائز ہے۔ بکر کہتا ہے کہ کھجور کی تاڑی میں نشہ ہے اس لئے حرام ہے لہٰذا کتب کے حوالوں کے ساتھ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: تاڑ کی تاڑی اور کھجور کی تاڑی دونوں کا پینا حرام ہے اس لئے کہ ان کا کثیر یقیناً مسکر ہے اور ہر وہ چیز کہ جس کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے: حرمھا محمد مطلقا وبہ یفتی ردالمحتار میں ہے: "قولہ وبہ یفتی ای بقول محمد وھو قول الائمۃ الثلاثۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام کل مسکر خمر و کل مسکر حرام رواہ مسلم و قولہ علیہ الصلاۃ والسلام ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد و ابن ماجہ الدارقطنی و صححہ اھ۔ اور درمختار میں ہے: قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ اور فتاویٰ عالمگیری
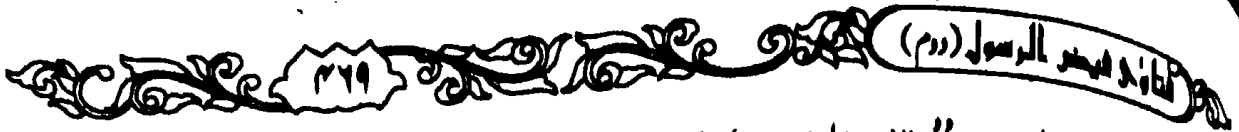
جلد دہم مصری ص ۳۵۳ میں ہے: "والفتوىٰ فى زماننا بقول محمد رحمه الله تعالىٰ حتى يحد من سكر من الاشربة المتخذة من الحبوب والعسل واللبن والتين لان الفساق يجتمعون علىٰ هذه الاشربة فى زماننا ويقصدون السكر واللهو بشربها كذا فى التبيين اھ. وهو تعالىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از فقیر محمد قادری موضع پیری نئی بستی۔ اترولہ ضلع گونڈہ

پردہ سے غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عورتوں کا چوڑی پہننا کیسا ہے؟

الجواب: بلا پردہ ہو یا پردہ سے بہر صورت غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عورتوں کو چوڑی پہننا حرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ حرام، حرام، حرام ہے۔ ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اسے جائز رکھتے ہیں دیوث ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۲۰۸) وهو سبحانه وتعالىٰ اعلم وعلمه اتم واحكم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سیّد ضیاء الدین چونروی کالپی ضلع جالون

ایک پیر صاحب کے مرید کافی ہیں اور کسی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی نہیں۔ اپنے ایک نوجوان مرید سے قوم لوط علیہ السلام کا فعل کراتے ہیں اور مرید کو منع کر دیتے ہیں کہ کسی سے نہ کہنا مرید مذکور نے کچھ دنوں کے بعد لوگوں سے کہہ دیا بات بہت بڑھ گئی تو پیر صاحب کے روبرو اس کی صفائی ہونے لگی وہاں کافی مجمع ہو گیا اس مجمع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے جب نوجوان مرید سے پوچھا گیا تو اس نے بحلف کہہ دیا کہ ہاں انہوں نے مجھ سے یہ فعل کرایا ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس کا بیان ابھی ہم صحیح نہیں مانتے اگر پیر صاحب بحلف اس کی تردید کر دیں تو پیر صاحب کا بیان صحیح مان لیں گے اور پیر صاحب نے کہا کہ ہم قسم نہیں کھائیں گے کوئی ہمارا مرید رہے یا نہ رہے۔ چنانچہ ایسی صورت میں نوجوان مرید کا بیان درست مانا گیا اور انہیں پیر صاحب کے کئی مرید یہاں امامت بھی کرتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے پیر صاحب کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ اور ان کے مریدوں کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ایسے پیر کے مرید کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان مریدوں کو ایسی مریدی سے توبہ کرنی چاہئے یا نہیں؟

(۲) انہیں پیر صاحب نے ایک تقریر میں فرمایا کہ مزامیر کے ساتھ گانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا ہے کون کہتا ہے کہ گانا ناجائز ہے؟ اس کا بھی مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو تم لوط علیہ السلام کی قوم کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا کام کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو جلا دیا' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں پر دیوار گرادی' اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: کہ پیچھے کے مقام میں وطی کی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرادیں یا اونچی جگہ سے اوندھا کر کے گرائیں اور اس پر پتھر برسائیں یا اسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہ اسلام اسے قتل کر ڈالے۔ الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے۔ (بہار شریعت) لیکن ایک شخص کے بحلف بیان سے کسی کا لوطی ہونا عندالشرع ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ ورنہ جو شخص جس کو رسوا کرنا چاہے گا اسے آسانی کے ساتھ لوطی ہونا ثابت کر دے گا اور اس قسم کے معاملہ میں جس پر الزام ہو اس سے قسم کھلانا بھی غلط ہے۔ لہٰذا پیر صاحب کے انکار حلف سے بھی ان کا لوطی ہونا ثابت نہ ہوگا۔ حاشیہ ہدایہ جلد ثالث ص ۲۹ پر زیلعی سے ہے: لایکون النکول فی الحدود حجۃ ولھٰذا لم یحلف فیھا۔ وھو تعالٰی اعلم۔

(۲) مزمار کے معنی لغت میں بانسری کے ہیں اس کی جمع مزامیر ہے لیکن عرف میں آج کل مزامیر بول کر طبلہ، ڈھولک، ہارمونیم، ستار اور سارنگی وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ لہٰذا شخص مذکور کا یہ کہنا کہ حضور اور صحابہ کرام نے مزامیر کے ساتھ گانا سنا ہے سراسر جھوٹ اور ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلا ہوا بہتان ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو مزامیر کا سننا جائز بلکہ سنت ہوتا حالانکہ وہ حرام ہے جیسا کہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفواد شریف میں ہے: مزامیر حرام است۔ اور صحیح بخاری شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف۔ یعنی میری امت میں کچھ لوگ ایسے (بدبخت) ہوں گے جو آزاد عورت، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو حلال ٹھہرائیں گے۔ البتہ ایسا دف کہ جس میں جھانجھ نہ ہوں محض ڈھب ڈھب بغیر قواعد موسیقی کے بجانا جائز ہے۔ (بہار شریعت ج۱۶ ص۱۳۰ بحوالۂ ردالمحتار و عالمگیری) اور اسی قسم کا دف حضور کا سننا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ذات پر جس نے مزامیر کا بہتان باندھا اس پر علانیہ توبہ و استغفار واجب ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حیدر علی اوجھا گنج ضلع بستی

زید کی لڑکی ہندہ شام کو دن ڈوبنے سے پہلے باہر گئی ایک نامحرم نے ہندہ سے چھیڑ خوانی کی اور مارنے لگا لڑکی نے بہت زوروں سے شور مچایا گاؤں کے نزدیک والے دوڑے اور نامحرم مرد بھاگ گیا جس کی وجہ سے ہندہ کے باپ زید کا گاؤں کی برادری نے بائیکاٹ کر دیا چند دن کے بعد زید نے ساری برادری کو اکٹھا کیا اور اپنی غلطی کی معافی چاہی۔ لہٰذا پنچایت نے فیصلہ کیا کہ شریعت جو قانون کہتی ہے وہ مانا جائے گا۔ اس کا جواب شریعت کے مطابق دیا جائے عین نوازش ہوگی۔

الجواب: اگر ہندہ کا پہلے سے اس نامحرم کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یکا یک اس نے شام کو دن ڈوبنے سے پہلے ہندہ کو چھیڑا اور مارا جیسا کہ سوال میں پہلے سے تعلق کا کوئی ذکر نہیں ہے تو اس صورت میں نہ لڑکی گنہگار ہے اور نہ اس کا باپ۔ لیکن اگر ہندہ کا شخص مذکور کے ساتھ پہلے سے ناجائز تعلق تھا اس بنیاد پر اس نے ہندہ کو چھیڑا اور مارا تو ہندہ، اس کا باپ اور گھر کا ہر فرد جو ہندہ کی غلط روش اور اس کے بے پردہ ادھر ادھر گھومنے پھرنے سے راضی تھا ہر ایک گنہگار ہوا۔ سب کو علانیہ توبہ و استغفار کرائی جائے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے نیز قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون و مددگار ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ: مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ۱۹ رکوع۴) پھر توبہ وغیرہ کے بعد بائیکاٹ ختم کیا جائے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از فرزند علی راعی سرا حسین بخش تتری بازار بستی

حضرت مفتی قبلہ صاحب! السلام علیکم۔ زید کی والدہ ہندہ نے زید کے والد کے انتقال کے چھ سال بعد ایک مسلمان نداف کے ساتھ ناجائز تعلق کے بعد نکاح کر لیا۔ زید کی برادری نے ہندہ کو برادری سے الگ کر دیا اور زید پر سختی کی کہ تم قطع تعلق ہو جاؤ ورنہ تم کو بھی برادری سے الگ کر دیا جائے گا۔ برادری کے خوف سے زید نے ماں سے قطع تعلق رکھا۔ تقریباً دو سال بعد نداف نے بھی طلاق دے دی اس کے بعد ہندہ قریب ہی بازار میں اپنا سبزی وغیرہ خرید و فروخت کر کے گزارا کرتی تھی تقریباً نو سال اسی طرح گزارا کیا۔ ابھی ایک ماہ ہوئے کہ زید کی بیوی چار بچوں کو چھوڑ کر انتقال کر گئی۔ انتقال کے موقع پر ہندہ زید کے یہاں موجود تھی کفن دفن ہو جانے کے بعد زید نے برادری سے اپیل کی کہ بھائیو میرے پاس چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ان کا دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے اگر برادری اجازت دے تو میں اپنی ماں ہندہ کو رکھ لوں اور ماں کی عمر ستر کے قریب ہے اور ہر طرح سے مجبور بھی ہے۔ برادری نے غور کر کے کہا کہ خدا سے توبہ کرے تو ہندہ نے توبہ کر لی اور آپس میں برادریوں کا کھانا پینا بھی ہوا۔ پندرہ یوم کے بعد پھر زید کی برادری نے کہا کہ تم اپنی ماں ہندہ کو الگ کر دو۔ تب تمہارے یہاں کھانا وغیرہ کھایا جائے گا ورنہ نہیں۔ اب زید کیا کرے جبکہ ہر طرح سے پریشانی ہے ادھر چھوٹے چھوٹے بچے اور ادھر ماں کی ضعیفی۔ جیسا حکم شرعی ہو جواب سے نوازیں۔ والسلام مع الاحترام۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: ان العبد اذا اعترف ثم تاب اللہ علیہ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ

قبول فرمالیتا ہے۔ (مشکوۃ شریف ص۲۰۳) اور ترمذی شریف کی حدیث ہے یا ابن آدم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لك یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا۔ (مشکوۃ شریف ص۲۰۴) اور ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے: التائب من الذنب کمن لاذنب له یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا۔ (مشکوۃ شریف ص۲۰۶) ان حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جب بندہ دل سے توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیتا ہے۔ لہٰذا جبکہ زید کی والدہ ہندہ نے توبہ کر لی تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے برادری میں شامل کر لیں۔ اگر توبہ کے بعد بھی برادری میں شامل نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ البتہ اسے مسجد میں چٹائی لوٹا رکھنے، غربا ومساکین کو کھانا کھلانے، میلاد شریف، قرآن خوانی کرنے کی تلقین کی جائے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ومددگار ہوں گی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ۱۹ ع۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ / ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از جیش محمد پری بزرگ پوسٹ بھدوکھرا بازار ضلع بستی

ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ کچھ مسلم ملک آپس میں اتحاد کرنے سے دور رہتے ہیں ایک صاحب نے کہا کہ (۱) ابلیس اور آدم علیہ السلام میں اتفاق نہیں ہوا۔ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود میں اتفاق نہیں ہوا۔ (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں اتفاق نہیں۔ (۴) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابولہب۔ ابوسفیان وغیرہ سے اتفاق نہیں ہوا تو آج مسلم ملک کیسے ایک ہوں۔ میرے خیال میں یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ مہربانی کر کے جلد جواب دیں تو عین مہربانی ہوگی؟

الجواب: حضرت آدم علیہ السلام وابلیس، حضرت ابراہیم علیہ السلام ونمرود حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون اور حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وابولہب کے مابین اتفاق نہ ہونے کی مثال میں آج کے مسلم ممالک کو پیش کرنا صحیح نہیں اور کافر ابولہب کے ساتھ صحابی رسول حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پیش کرنا کہ حضور سے ان کا اتفاق نہیں ہوا غلط ہے۔ کہنے والا اگر گمراہ نہیں تو جاہل ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔ اس پر اپنے اس قول سے توبہ ورجوع لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از لقمان علی خاں، پوسٹ ومقام بدیا دھرپور ضلع بالاسور (اڑیسہ)

زرینہ بی بی کی ایک مسلمان لڑکی کے گھر میں غیرقوم مثلاً ہندو وغیرہ آیا کرتے تھے اہل محلہ نے اس کی شکایت لڑکی کے والد سے کی تو اس نے صاف انکار کردیا اور جب محلہ کی پنچایت کمیٹی نے اسے پنچایت میں بلایا تو اس نے اس واقعہ کو غلط افواہ کہہ کر کمیٹی کو بے خاطر کر کے چلا گیا کچھ دنوں بعد ہندؤں میں جب یہ بات پھیلی تو ان لوگوں نے ایک کمیٹی میں زرینہ اور اس کے والد کو بلا کر اس واقعہ کی تفتیش کرنی چاہی۔ بتوں کے منڈپ میں اس کمیٹی میں زرینہ نے صاف اقرار کیا کہ ایک ہندو لڑکے بدھیا دھر جینا نامی سے میرے تعلقات ہیں اور اس نے میری عزت تک لوٹی ہے اس ہندو لڑکے سے پوچھا گیا تو اس نے بھی اقرار کیا اور ذات پات کا معاملہ لے کر بات بہت شدت اختیار کرگئی کچھ مسلمانوں نے صلح صفائی کر کے لڑکی کو کسی طرح وہاں سے لا کر اس کے رشتہ دار کے گھر نظر بندی سے رکھا اور لڑکی کو سمجھایا کہ تو کسی مسلمان لڑکا کو چاہتی ہے ہمیں بتا ہم لوگ بغیر خرچ کے تیری شادی کردیں گے مگر لڑکی شادی پر رضامند نہ ہوئی اور ایک ہفتہ کے اندر ایک رات بہانے سے اپنے گھر چلی آئی۔ پھر ایک سال بعد ایک ہندو لڑکے کانہو پاتر نامی کے ساتھ رات کو ایک بس اسٹیشن میں پکڑی گئی قریب بستی کے مسلمانوں نے ان دونوں کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا پھر وہاں سے کسی طرح لڑکی کو اس کے والد کے گھر میں پہنچا دیا گیا اس کے والد نے اس لڑکی کو شہر کلکتہ کی نوکری کے لئے روانہ کردیا اس اثنا میں وہی ہندو لڑکا کانہو پاتر نامی کلکتہ تنخواہ وغیرہ لینے کے بہانے اسے ملتا رہا دو سال بعد جب زرینہ کلکتہ سے گاؤں واپس ہوئی تو اس کی گود میں قریب دس بارہ دن کا ایک بچہ تھا لوگوں نے جب بچے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ اسٹیشن پر پڑا ہوا ملا ہے لیکن محلہ والوں نے اس بات پر یقین نہ کیا اور اس لڑکی کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کردیا کچھ دن بعد لڑکی اور اس کے والد نے بستی کی پنچایت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور لڑکی نے اقرار کیا کہ یہ بچہ میرا ہی ہے جو ناجائز حمل سے ہوا ہے اور اہل محلہ سے مل کر رہنے کی درخواست کی ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ لوگ کس طرح مل کر رہیں گے۔ ان کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر ممنون ہوں۔ فقط بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ خداتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ"۔ یعنی جو عورت زنا کرے اور جو مرد تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ (پ۱۸ ع۷) اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "البکر بالبکر جلد مائۃ" یعنی کنواری عورت کے کنوارے مرد سے زنا کرنے کی سزا سو درے ہیں (مسلم مشکوٰۃ ص۳۰۹) مگر قرآن و حدیث کا یہ حکم بادشاہ اسلام کے ساتھ خاص ہے اگر بادشاہ اسلام نہ ہو تو دوسرے لوگوں کو شرعی حد قائم کرنے کا اختیار نہیں حضرت امام فخر الدین رازی قدس سرہ تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں: "اذا فقد الامام فلیس لاحد من الناس اقامۃ ھذہ الحدود بل الاولی ان یعینوا واحدًا من الصالحین لیقوم بہ"۔ یعنی جب بادشاہ اسلام نہ ہو تو حدود شرعیہ قائم کرنا لوگوں کو جائز نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ کسی نیک آدمی کو مقرر کریں جو حدود شرعیہ کو قائم

کرے لہٰذا اگر ممکن ہو تو اس طرح اس لڑکی پر حد قائم کی جائے لیکن اگر اس طرح حد قائم کرنے کی حکومت کی طرف سے روک ہو تو لڑکی اور اس کے باپ کو علانیہ توبہ و استغفار کرائیں اور جتنی سزا ممکن ہو دیں۔ مثلاً دونوں کا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھ کر مسلمانوں کے سامنے کھڑا کریں۔ وہ اپنی غلطیوں کا اقرار کریں کہ بے شک ہم نے اسلام اور مسلمانوں کی توہین کی ہم توبہ کرتے ہیں اور آپ لوگوں سے غلطی کی معافی چاہتے ہیں مگر لڑکی کو مسلمانوں کی پنچایت میں پردہ کے ساتھ کھڑی کریں یا پانچ کا جوتا اس کے سر پر رکھیں یا دس بیس کوڑے ان دونوں کو ماریں غرضیکہ جتنی سزا ممکن ہو دونوں کو دیں مگر مالی سزا دینا کہ ان سے کچھ پیسہ وصول کرنا جائز نہیں۔ لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام۔ البتہ ان دونوں کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور مسجد میں چٹائی رکھنے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور میلاد شریف و قرآن خوانی کرنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ ھٰذا ماظھرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از عبدالکبیر اڑیسوی متعلم دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف

(۱) کدام بر سماط خوردن سنت است بکری گوید بر سماط سیاہ خوردن سنت است۔ زیدی گوید بر سماط احمر خوردن سنت است۔ بکر بہم برآمد و بگفت گر قول تو درست است دلیل بیار۔ زید دلیل بیان کرد پیش حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بر سماط سفید طعام آمدہ بود۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرمودند سماط اندو مہمان را بر سماط احمر طعام می دہند۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نیز بر سماط احمر طعام دائم تناول فرمودہ اند و ہمان را بر حماط احمر طعام می دہند۔ زید باز گفت نشنیدی چہ فرمود سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سماط احمر نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام را بود آں سماط احمر از آسمان نازل شدہ بود۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرمود ہر کرا بر سماط احمر طعام می خورد آنکس را پاداش ہر لقمہ صد نیکیاں می آمیزند و در بہشت صد جاہ بلندی می شود واو ہمنشیں مع حضرت عیسٰی علیہ السلام در بہشت باشد قول زید راست است یا قول بکر؟

(۲) تعویذ نوشتن از خون خروس رواست یا نیست در شرع چہ کم است بیان کنید؟

(۳) ریش کردبیان ہست یا نیست۔ خالد گوید ریش کردبیاں ہست گفتن خالد درست است یا کاذب؟

الجواب: (۱) بعون الملک العزیز الوھاب۔ بر سماط احمر خوردن سنت ست از انکہ سماط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرخ بودے چنانکہ شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمودہ اند کہ سفرۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرخ بودے (شرح سفر السعادہ ص ۴۲۶) و بیشک حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام را سماط احمر از آسماں نازل شدہ چنانچہ امام فخر الدین

رازی نوشتہ اند: روی ان عیسیٰ علیہ السلام لما اراد الدعاء لبس صوفا ثم قال اللھم انزل علینا الخ فنزلت سفرۃ حمراء (تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۴۸۵) و در تفسیر ابوالسعود ست: روی انہ علیہ السلام لما دعا بما دعا واجیب بما اجیب اذا بسفرۃ حمراء نزلت ودر تفسیر خازن و معالم التنزیل فرمودہ اند: قال سلمان الفارسی لما سال الحواریون المائدۃ لبس عیسیٰ صوفا وبکی وقال اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء الآیۃ فنزلت سفرۃ حمراء اھ۔ لہٰذا قول زید راست ست مگر ہر کہ بر بساط احمری خورد الخ ایں فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کتب حدیث ندیدم۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) تعویذ نوشتن از خون سیال روا نیست چہ از خروس باشد چہ از غیر آں زیرا کہ خون سیال نجس است ۔وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم.

(۳) کروبیاں ریش ندارند زیرا کہ ریش را گوشت و پوست باید و کروبیاں نوری مستند۔ گوشت و پوست ندارند۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از پیر طریقت بابا ہلال الدین چشتی خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ ہلالیہ پرول نگروا گلے اسٹیٹ تھانہ

حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی! السلام علیکم

گزارش ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے بزرگ کی چوکھٹ کو عطر کے ساتھ رومال سے صاف کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب: محترم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے بزرگ کی چوکھٹ کو عطر کے ساتھ رومال سے صاف کرنا جائز ہے کہ اس میں اس بزرگ کی تعظیم ہے اور ہر بزرگ کی تعظیم جائز و مستحسن ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ رصفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد صادق موضع کوری ضلع بھر جپور (بہار)

تصویر یعنی فوٹو کھینچنے والے کو جہنمی بتایا گیا ہے لیکن کھنچوانے والے کا کیا حشر ہوگا؟ اس لئے کہ اکثر لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں خواہ پاسپورٹ کے لئے یا گھر کی رونق کے لئے یا گھر کے لوگوں کے دیکھنے کے لئے۔ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت دی ہے اگر نہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: انسان کا فوٹو کھنچنا اور کھنچانا دونوں حرام و ناجائز ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی ہے۔ ایسا فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے والے دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از ڈاکٹر عثمانی

عورت کا حمل ساقط کرنا کیسا ہے؟

الجواب: چار مہینہ میں جان پڑ جاتی ہے اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے اور جان پڑنے سے پہلے اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد حنیف رضوی خطیب سنی رضوی مسجد کھاڑی کرلا۔ بمبئی نمبر ۷۰

بکر اور زید دونوں بھائی ہیں۔ بکر وطن میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتا ہے جس کا گزارہ وہاں کی مشترکہ جائیداد سے ہوتا ہے اور زید بمبئی میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا ہے اس نے یہاں دوکان بنالی ہے جس کی آمدنی سے بمبئی میں گزارہ ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بمبئی کی دوکان میں بکر کا حصہ ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید نے اگر دونوں بھائیوں کی مشترکہ جائیداد سے دوکان لی ہے تو اس صورت میں بکر کا بھی دوکان میں حصہ ہے اور اگر زید نے اپنی کمائی سے دوکان لی ہے تو بکر کا دوکان میں کوئی حصہ نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۳۲۴ پر فتاویٰ خیریہ اور عقود الدریہ سے ہے: سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ وعیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالا ھی لو الدہ اجاب ھی لابن حیث لہ کسب مستقل اھ۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از حافظ امام بخش مظفر پور (بہار)

(۱) زید عالم اور ایک خانقاہ کا متولی ہے اپنی ذاتی اور نفسانی غرض سے ایک سنی صحیح العقیدہ نمازی کو خانقاہ میں جا کر فاتحہ درود اور میلاد شریف میں شرکت کرنے سے جبراً روکتا ہے ایسے متولی کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) بکر سنی عالم ہے اور خالد سے بکر کا تعلق اچھا ہے پھر خالد کی برادری والے کسی شخص سے زید کا جھگڑا ہو گیا تو بکر خالد کو مجبور کر رہا ہے کہ تم شخص مذکور سے اپنا تعلق توڑ دو ورنہ ہم تمہارے کسی کام میں شرکت نہیں کریں گے اس طرح پر بکر نے بہت

سنی مسلمانوں کی برادری میں پھوٹ ڈال دیا ہے بکر کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) عمرو سنی عالم ہے اور اپنے آپ کو بڑا عامل کہلاتا ہے اس نے اپنی نفسانی غرض سے ایک سنی مسلمان کو بار بار دھمکی دی کہ میں نے کچھ لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور تم کو بھی تباہ و برباد کر دوں گا۔ عمرو کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) اپنے ذاتی جھگڑے کی وجہ سے کسی سنی مسلمان کی اولاد کے لئے بددعا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. (۱) زید اگر واقعی ذاتی اور نفسانی غرض سے سنی صحیح العقیدہ کو خانقاہ میں جا کر درود اور میلاد شریف سے روکتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر کسی وجہ شرعی سے روکتا ہے تو گنہگار نہیں۔ وھو اعلم وعلمہ اتم۔

(۲) اگر واقعی سنی مسلمانوں کی برادری میں بکر پھوٹ ڈالتا ہے تو سخت گنہگار ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی اس حرکت سے باز آئے اور مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی پیدا کرے۔ قال اللہ تعالیٰ: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ. وھو اعلم بالصواب.

(۳) اگر واقعی عمرو نے بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو برباد کرنے کی کوشش کی ہے اور صرف نفسانی غرض سے کسی سنی مسلمان کو برباد کرنے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ ظالم جفاکار ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ وھو سبحانہ اعلم۔

(۴) ذاتی جھگڑے کی وجہ سے کسی مسلمان کے لئے بددعا کرنا جائز نہیں۔ وھو عز اسمہ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سردار محمود حبیبی۔ بخشی بازار کٹک (اڑیسہ)

عرض یہ ہے کہ چودھویں صدی جاری ہے یا پندرھویں صدی شروع ہو چکی ہے۔ زید کہتا ہے کہ چودھویں صدی ذی الحجہ تک جاری رہے گی اس کے بعد محرم سے پندرھویں صدی شروع ہوگی۔ مگر اقبال کہتا ہے کہ گزشتہ محرم سے پندرھویں صدی شروع ہو چکی ہے تو اس بارے میں اطمینان بخش جواب تحریر فرمادیں؟

الجواب: ابھی چودھویں صدی جاری ہے پندرھویں صدی آنے والے محرم الحرام سے شروع ہوگی کہ سال گزشتہ ۱۳۹۹ھ تھی تو امسال چودہ سو ہجری ہے جب چودہ سو پورا ہو جائے گا تو پندرھواں سیکڑہ شروع ہوگا جیسے کسی درخت کی عمر گزشتہ ۱۳۹۹ برس رہی ہو تو امسال اس کی عمر کا ایک سیکڑہ اور پورا ہو کر چودہ سو ہوگا۔ اور سال آئندہ اس کی عمر کا پندرھواں سیکڑہ شروع ہوگا۔ بالکل اسی طرح چودھواں سیکڑہ امسال ذی الحجہ کی آخری تاریخ کو پورا ہوگا۔ اور یکم محرم الحرام سے ہجری سال کا پندرھواں سیکڑہ شروع ہوگا۔ مزید اطمینان کے لئے سال رواں کی جنتریوں کو دیکھیں۔ مسئلہ بالکل واضح ہے مگر ہٹ دھرم کو کوئی نہیں سمجھا سکتا۔ فقط۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مصطفےٰ خاں بھیلائی نگر ضلع درگ ایم پی

زید کے ایک غیر مسلم عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اس سے قبل بھی زید کے ایک دوسری غیر مسلم عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے جب وہ عورت جل کر مرگئی تو اس کی تجہیز و تکفین ہندو مذہب کے رسم ورواج کے مطابق ہوئی۔ زید ہندو رسم و رواج کے مطابق اس عورت کی گھر سے آرہا تھا (جنازہ) اٹھنے سے لے کر شان تک جہاں ہندو لوگ مردے کو جلاتے ہیں۔ شریک رہا۔ زید کے متعلق شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟ بینوا۔

الجواب: زید پر لازم ہے کہ مذکورہ عورت سے ناجائز تعلقات ختم کرے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ قرآن خوانی و میلاد شریف کرے، غربا و مساکین کو کھانا کھلائے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھے۔ اگر وہ علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے یا ناجائز تعلقات ختم نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ ۷، رکوع ۱۴) حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلھم ممتنع. (تفسیرات احمدیہ ص ۲۵۵)

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد غوث محی الدین قادری ربانی میمن مسجد نمبر ۴۷ انڈرسن اسٹریٹ مدارس

درود شریف: صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاما علیک یارسول اللہ۔ یا اور کوئی درود شریف کا ورد راستہ میں یا بازاروں میں چلتے پھرتے پڑھنا جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے درود شریف جس طرح نماز میں قعدہ میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں ایسا ہی پڑھنا چاہئے تو یہ بات کہاں تک درست ہے؟ معلوم کرائیں تو عین نوازش ہوگی۔

الجواب: گندی جگہ میں درود شریف پڑھنا منع ہے اس کے علاوہ بازاروں اور راستوں میں چلتے پھرتے درود شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ ریا کاری نہ ہو۔ اور زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ "درود شریف جس طرح نماز کے قعدہ میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں ویسا ہی پڑھنا چاہئے" اس لئے کہ خارج نماز کے افعال کو داخل نماز پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ ورنہ پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس طرح نماز میں کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھتے ہیں ویسے ہی خارج نماز بھی پڑھنا چاہئے بیٹھ کر نہیں پڑھنا چاہئے۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از قدرت اللہ خاں معرفت مولانا محمد فاروق خاں چھوٹی مسجد مکان نمبر ۱۱۶ گلی نمبر ۱ جونا رسالہ۔ اندور (ایم پی)

کافر حربی کی ترقی کے لئے آیت کریمہ پڑھنا اور اس کے لئے دعا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کافر حربی کی ترقی کے لئے آیت کریمہ پڑھنا اور اس کے لئے دعا کرنا حرام ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے قال اللہ: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا. (پ ۶ ع آخر) ھذا

ماظهرلی والعلم عند المولیٰ ورسوله الاعلیٰ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از قدرت اللہ خاں معرفت مولانا محمد فاروق احمد خاں چھوٹی مسجد مکان نمبر ۱۱۶ گلی نمبر ۱ جونا رسالہ۔ اندور (ایم پی)

انگریزی بال رکھنا کیسا ہے اور ہپی کٹ بال رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: انگریزی اور ہپی کٹ بال رکھنا مکروہ وناجائز ہے کہ کافروں اور فاسقوں کا طریقہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از جواد علی خاں بھیمڑی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

موجودہ سکریٹری مدرسہ چشم رحمت نے مدرسہ کا پرانا حساب جو کہ ہو چکا تھا۔ چیک کیا حساب میں غلطیاں نکلیں۔ سابق حساب میں جو غلطیاں تھیں اس سے مدرسہ کا قرضہ نکلا تھا اس قرضہ کو خزانچی نے اپنے پاس سے پورا کیا۔ سکریٹری نے خزانچی کی بیوی سے کہا کہ دیکھئے محنت کروں گا پیسہ نکلے گا آپ کا۔ لہٰذا محنت کے بارے میں آپ مجھ کو کچھ دیں گی تو انہوں نے کہا کہ میرا پیسہ پورا نکل آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کو اپنے پاس سے دوسو روپئے دے دوں گی۔ حساب پنچوں کے درمیان ہوا۔ خزانچی صاحب کا پورا پیسہ نکل آیا۔ خزانچی کی بیوی نے سکریٹری کو دوسو روپیہ دیا اب بتائیے کہ کیا یہ دوسو روپیہ سود ہوگیا؟ شریعت کی روشنی میں سکریٹری کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں سکریٹری کے اس جملے سے کہ "محنت کروں گا آپ کا پیسہ نکلے گا" ظاہر یہ ہے کہ سکریٹری نے اپنی آمدنی کے لئے ازراہ فریب حساب میں غلطیاں نکالیں۔ اگر صورت حال یہی ہے تو خزانچی کی بیوی سے روپیہ لینے کے سبب سکریٹری گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ خزانچی کی بیوی کو روپیہ واپس کردے اور آئندہ اس قسم کی مکاری کرنے سے توبہ کرے۔ قال اللہ تعالیٰ: لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (پارہ ۲ رکوع ۷) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد حسین علی موضع گوبند پور پوسٹ پوکھر بھنڈا۔ ضلع گورکھپور یو۔ پی

ایک شخص محمد حسین شادی شدہ ہے اس کے چار بچے ہیں اس کی بیوی کا نام اسمہ ہے ایک بار غائب ہوگئی ایک رات ایک

دن غائب تھی اس کے بعد آئی اس کے ایک ماہ کے بعد پھر غائب ہوئی ایک دن بعد ملی تھی۔ محمد حسین نے دریافت کیا تم کہاں بھاگتی ہو تمہیں کیا تکلیف ہے۔ آسمہ نے جواب دیا کہ میرا سر چکر کرتا ہے اور دل الجھن میں رہتا ہے اس کے بعد پھر غائب ہوئی دو دفعہ غائب رہی تلاش کرنے کے بعد ملی اور یہ پتہ چلا کہ ایک شخص اصغر علی نام کا ہے اس کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ چونکہ کچھ نقدی رقم اور ایک زیور چاندی کا تقریباً ڈیڑھ پاؤ کا غائب تھا نقدی رقم سات سو روپے کا تھا اس لئے محمد حسین کسی صورت سے ایک روز آسمہ کو لایا اور ایک دن ایک رات رکھا۔ اس نے رقم اور زیور کے متعلق دریافت کیا مگر اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جواب دیا کہ میں نہیں جانتی ہوں۔ جب محمد حسین کو بالکل یقین ہو گیا کہ اب یہ رکھنے کے قابل نہیں ہے تو محمد حسین نے دوسرے روز اس کو اس کے میکے لے جا کر پہنچا دیا اور یہ بھی پتہ چلا کہ آسمہ اصغر علی کے ساتھ قانونی طریقے سے ''سول میرج'' کورٹ میں دعویٰ کر چکی ہے۔ لہٰذا محمد حسین نے ایک طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ اب سوالیہ ہے کہ پنچ نے محمد حسین کا بائیکاٹ کر دیا۔ کھانا، پینا، لین دین بند کر دیا ہے۔ پنچ یہ کہتی ہے کہ تم اس عورت کو کیوں لائے اور ایک رات کیوں رکھا جبکہ اس کا چال چلن خراب ہو گیا تھا۔ لہٰذا ایسی صورت میں شرعی مسئلہ کے تحت کیا حکم صادر ہوتا ہے آگاہ کریں تاکہ پنچ محمد حسین کو شامل برادری کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ آسمہ کئی بار فرار ہونے کے باوجود محمد حسین کی زوجیت سے نکلی نہیں۔ تو اگر زیور اور نقدی حاصل کرنے کی غرض سے محمد حسین اپنی بیوی آسمہ کو ایک شب کے لئے اپنے گھر لایا پھر دوسرے روز آسمہ کو اس کے میکے پہنچا دیا تو اس صورت میں محمد حسین گنہگار نہ ہوا لہٰذا اس کا بائیکاٹ کرنا شرعاً صحیح نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ وهو تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد عبدالوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ گورکھپور

ساس اپنے داماد سے اور بہو اپنے خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟

الجواب: جوان ساس کو اپنے داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا بھی ہے هٰکذا فی الجزء العاشر من الفتاوٰی الرضویة۔ وهو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سید خوشتر ربانی متعلم دارالعلوم ربانیہ علی گنج باندا۔

بربنائے ضرورت تصویر کھنچوانا کیسا ہے؟ بینوا بالدلائل الفقهية الحنفية۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ ضرورت سے مراد اگر حاجت ہے تو بربنائے حاجت تصویر کھنچوانا

جائز نہیں اور اگر ضرورت سے مراد ضرورت شرعیہ نہیں ایسی ضرورت جو مالا بدمنہ ہے اور شریعت کے نزدیک قابل قبول ہے تو اس صورت میں جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از ثناء اللہ بارہ بنکی (یو۔ پی)

زید کسی گاؤں میں بچوں کو تعلیم دے رہا تھا اور فرصت میں ایک کے گھر اس کا جانا آنا رہتا ہے صاحب مکان کے لڑکیاں ہیں جو کہ بالغہ ہیں اس پر کچھ لوگوں نے زنا کا الزام لگایا ہے حالانکہ زید نے اپنی برأت میں قرآن لے کر مسجد میں از روئے قسم بیان دیا کہ میرا دامن اس ناپاک حرکت سے صاف ہے اور لڑکی بھی منکر ہے غالباً اس صفائی پر لوگوں کو کچھ اطمینان ہو گیا کہ ہو سکتا ہے ایسا نہ کیا ہو لیکن جب زید نے کافی افواہ سنی اور لڑکی نے بھی تہمت والی بات سنی تو زید نے کہا کہ اگر میرا نکاح اس لڑکی سے کر دیں تو میں اس کا ذمہ لے لوں کیونکہ بدنامی کی صورت میں کوئی اس سے شادی نہ کرے تو زندگی اس کی میری وجہ سے تلخ ہو جائے۔ لہٰذا مزید برآں الزام لگانے والوں میں کوئی عینی شاہد بھی نہیں ہے کہ جو یہ کہہ دے کہ میں نے دیکھا ہے محض آمد و رفت سے الزام لگایا گیا ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں اس پر الزام زنا ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر ثابت ہوتا ہے تو اس کی کیا سزا ہے اور اگر ثابت نہیں ہوتا ہے تو الزام لگانے والوں پر شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اقرار یا چار گواہوں کی گواہیوں سے زنا ثابت ہوتا ہے لہٰذا صورت مستفسرہ میں شخص مذکور کے گھر صرف آنے جانے کی وجہ سے زنا ثابت نہیں ہوگا جن لوگوں نے زنا کا الزام لگایا ہے وہ سب توبہ کریں اور زید بھی علانیہ توبہ کرے کہ وہ تہمت کی جگہ سے کیوں نہیں بچا ایسی جگہ پر کیوں آمد و رفت رکھی کہ جس سے لوگوں کو تہمت لگانے کا موقع ملا حدیث شریف میں ہے: اتقوا بمواضع التھم۔ یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تہمتوں کی جگہوں سے بچو۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ مرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبد العلی تیغی مدرسہ تیغیہ فیض الرسول مہوا ضلع ویشالی (بہار)

عید و بقر عید اور شادی بیاہ کے موقع پر زینت کے لئے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگاتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زینت کے لئے عورتوں کو مہندی لگانا سنت ہے اور مردوں کو حرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبہ ہے

شرعۃ الاسلام ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: الحناء سنة للنساء ويكره لغير هن من الرجال الا ان يكون لعذر لانه تشبه بهن اھ۔ اقول والكراهة تحريمية لحديث لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء فصح التحريم ثم الاطلاق شمل الاظفار (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص۱۴۹) وهو سبحانه وتعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از غفور علی کٹری بازار ضلع بستی

کسی بزرگ کی تعظیم کے لئے اس کے مزار کا طواف کرنا کیسا ہے؟ بینوا۔

الجواب: ناجائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۸) وهو تعالىٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از ڈاکٹر محمد اسحٰق دھول پور راجستھان

زید کہتا ہے کہ اگر کسی غیر مسلم عورت سے مومن ہمبستری کرے تو زنا کا حکم نہیں دیا جائے گا تو کیا زید کا یہ قول درست ہے؟ بینوا۔

الجواب: غیر مسلم عورت سے کسی مومن مرد کا ہمبستری کرنا بھی شرعاً زنا ہے جو اسے زنا نہ مانے وہ گمراہ نہیں تو جاہل ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا لازم ہے۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از شہاب الدین مندر پل۔ پوکھرہ گنڈ کی انچل ضلع کاسکی (نیپال)

انسان چاند پر جا سکتا ہے کہ نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: قرآن مجید پ۱۷ ع۳ میں ہے: وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ یعنی اور سورج و چاند ہر ایک ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔ حضرت علامہ ابوالبرکات نسفی قدس سرہ تفسیر مدارک میں تحریر فرماتے ہیں: عن ابن عباس المراد بالفلك السماء والجمهور ان الفلك موج مكفوف تحت السماء تجري فيه الشمس والقمر والنجوم یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فلک سے مراد آسمان ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فلک سے مراد موج مکفوف ہے جو آسمان کے نیچے ہے جس میں سورج چاند اور ستارے چلتے ہیں لہٰذا جمہور مفسرین کے قول پر جبکہ چاند آسمان کے نیچے ہے تو انسان اس پر جا سکتا ہے۔ وهو تعالىٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍شوال ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از مصلیان کالیا مسجد محل بلوہا بلرام پور گونڈہ

ایسا شخص جو جوئے باز اور داڑھی منڈھی ہو اور ایسا شخص جو دینی ادارہ کی رقم میں خیانت کرتا ہو اسے مسجد کمیٹی کی صدارت و نظامت سے معزول کر دینا کیسا ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ جوا کھیلنا، داڑھی منڈانے کا عادی ہونا اور خیانت کرنا حرام ہے جو لوگ اس کے مرتکب ہوں ان کو مسجد کمیٹی کی صدارت ونظامت سے معزول کر دینا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از عبدالستار موضع پڑولی پوسٹ جھنگئی ضلع گورکھپور

خالد بلا طلاق عورت بھگا کر لایا اور اب تک تقریباً آٹھ مہینے ہو گئے ویسے ہی رکھے ہوئے ہے طلاق لینے کے چکر میں پڑا ہے مگر طلاق نہیں حاصل کر پا رہا ہے اب ایسی صورت میں خالد کے یہاں کا کھانا پانی از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ خالد دوسرے کی عورت بھگا کر رکھنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے سخت سزا دی جاتی موجودہ صورت حال میں یہ حکم ہے کہ مسلمان بطور سزا اس کا بائیکاٹ کریں جیسا کہ قرآن کریم (پارۂ ہفتم رکوع ۱۴) میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل مجدہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳؍ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از بدرالدین گاؤں بڑودہ پوسٹ آفس کردھنا ضلع وارانسی

تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو پھر علمائے دین کیوں نہیں اس کے بارے میں اپنی زبان کھولتے ہیں میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ بمبئی میں ہندوستان کے بڑے بڑے علماء محرم کے مہینے میں تقریر کرنے آتے ہیں اور وہ جہاں تقریر کرتے ہیں اسی کے سامنے تعزیہ رکھا رہتا ہے مگر ایک دن بھی اور ایک بار بھی تعزیہ کے بارے میں نہیں بولتے تو ان کے نہ بولنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تعزیہ داری جائز ہے مگر میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ تعزیہ داری نا جائز ہے۔ لہٰذا آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ لوگ شیرینی وغیرہ تعزیہ پر رکھ کر امام حسین کے نام کی فاتحہ پڑھتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ہندوستان میں جس طرح کہ عام طور پر تعزیہ داری رائج ہے وہ بیشک حرام و ناجائز و بدعت سیئہ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنّت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ مبارکہ "اعالی الافادہ فی تعزیۃ الهند و بیان الشھادۃ" میں تصریح فرمائی ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۷۵ میں تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ داری در عشرۂ محرم و ساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست'' اور پھر چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں: تعزیہ داری کہ ہمچو مبتدعاں می کنند بدعت است و ہمچنیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت است وظاہر است کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ بنا شد نیست بلکہ بدعت سیئہ است۔ اور جلد اول ہی کے ص ۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں: ایں چوبہا کہ ساختۂ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چناں کہ درحدیث آمدہ: من رائی منکرا نکبر فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فلبسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان رواہ مسلم اور حافظ ملت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: کہ مروجہ تعزیہ داری ڈھول، تاشہ، باجا وغیرہ یزیدیوں کی نقل اور رافضیوں کا طریقہ ہے یہ ناجائز وحرام ہے (۱) ہاں اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی صحیح نقل بطور تبرک اپنے مکانوں میں رکھیں اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ خوانی و ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ وبدعات قطعیہ سے بچتے ہوئے اس کی زیارت کریں تو جائز ہے مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کا خدشہ ہے اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے تعزیہ داری کی بدعت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور حدیث شریف میں ہے: اتقوا مواضع التھم اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاخر فلا یقفن مواضع التھم۔ لہٰذا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی تعزیہ کے مثل تصویر نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے جیسا کہ کعبہ معظمہ اور گنبد خضراء کے نقشے بطور تبرک رکھے جاتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ علمائے اہلسنّت ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری سے منع کیوں نہیں کرتے تو اگر کسی تعزیہ دار کے بارے میں غالب گمان ہو کہ نصیحت کو قبول کرے گا اور مروجہ تعزیہ داری سے باز رہے گا تو ایسی صورت میں عالم دین پر نصیحت کرنا واجب ہے خاموش رہنا جائز نہیں اگر خاموش رہے تو گنہگار ہوگا اور اگر غالب گمان ہو کہ تعزیہ داری سے باز نہیں آئے گا بلکہ مار پیٹ کرے گا یا کم از کم برا بھلا کہے گا جس سے دشمنی اور عداوت پیدا ہوگی تو ان صورتوں میں خاموش رہنا افضل ہے اور آج کل عام تعزیہ داروں کا یہی حال ہے کہ وہ منع کرنے سے باز نہیں آتے بلکہ گالی گلوچ وفتنہ وفساد اور مار پیٹ پر آمادہ ہو جاتے ہیں اس لئے اکثر علمائے اہلسنّت مروجہ تعزیہ داری کے منع سے خاموش رہتے ہیں، اور بہت سے علمائے اہلسنّت جو اپنی تقریر وتحریر میں مروجہ تعزیہ داری سے منع کرتے ہیں اور گالی گلوچ کی پروا نہیں کرتے وہ مجاہد ہیں، اور کسی تعزیہ دار کے بارے میں غالب گمان ہو کہ وہ نصیحت کو قبول نہیں کرے گا اور مار پیٹ گالی گلوچ کا اندیشہ نہیں تو عالم دین پر ایسے تعزیہ دار کو نصیحت کرنے کا اختیار ہے مگر بہتر ہے کہ اس صورت میں نصیحت کرے جیسا کہ فتاویٰ

عالمگیری جلد پنجم مصری ص۳۰۹ میں ہے: ذکر الفقیه فی کتاب البستان ان الامر بالمعروف علی وجوه ان کان یعلم باکبررایه انه لوامر بالمعروف ویقبلون ذالك منه ویمتنعون عن المنکر فالامر واجب علیه ولایسعه ترکه ولوعلم باکبررایه انه لوامرهم بذلك قذفوه وشتموه فترکه افضل وکذلك لوعلم انهم یضربونه ولویصبر علیٰ ذلك ویقع بینهم عداوة یهیج منه اقتال فترکه افضل ولوعلم انهم لوضربوه یصبر علیٰ ذلك ولایشکوالی احد فلاباس بان ینتهی عنه ذلك وهو مجاهد ولوعلم انهم لایقبلون منه ولایخاف منه ضربا ولاشتما فهو بالخیار والافضل کذا فی المحیط اھ۔ چوک پر یا تعزیہ کے سامنے شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ کرنا جائز نہیں۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا البریلوی علیه الرحمة والرضوان۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد یونس ایڈوکیٹ محلّہ گھوسی پوروہ شہر گورکھپور

(۱) جو شخص دو مسلمان میں جھگڑا کراتا اور آپس میں لڑاتا ہے اس کے بارے میں شرعی قانون کیا ہے؟

(۲) جو شخص دو مسلمان کے درمیان جھگڑا ختم کرتا ہے اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب: (۱) جو شخص دو مسلمانوں کو آپس میں لڑائے اور جھگڑا کرائے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔

(۲) جو شخص دو مسلمانوں کو آپس میں بلائے اور ان کے مابین مصالحت کرائے وہ مستحق اجر وثواب ہے۔ قال اللّٰه: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ (پ۲۶ حجرات ۱۴) وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از مولانا عبد المبین نعمانی ذاکر نگر جمشید پور

اگر لوہے تانبے پیتل وغیرہ دھاتوں کو سونے یا چاندی سے ملمع کر دیں تو بطور زیور اس کا استعمال عورتوں کو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب: لوہا تانبا اور پیتل وغیرہ دھاتوں کے زیورات کا ناجائز ہونا احادیث وفقہ میں صراحۃً مذکور ہے جیسا کہ ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی حدیث ہے: ان النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال لرجل علیه خاتم من شبه مالی اجد منك ریح الاصنام فطرحه ثم جاء علیه خاتم من حدید فقال مالی اریٰ علیك حلیة اهل

النار فطرحه فقال یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ای شیئی اتخذہ قال من ورق ولاتتمه مثقالا۔ یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ایک شخص سے فرمایا: جو پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا کہ کیابات ہے کہ تجھ سے بتوں کی بو آتی ہے؟ انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے حضور نے فرمایا: کیابات ہے کہ میں دیکھتا ہوں تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ اس شخص نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی پھر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا: چاندی کی بنواؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو یعنی وزن میں پورے ساڑھے چار ماشے نہ ہو بلکہ کچھ کم ہو۔ (مشکوۃ ص ۳۷۸) اور جوہرہ نیرہ جلد ثانی ص ۳۴۰ میں ہے: التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء لانه ذی اهل النار۔ یعنی لوہے، پیتل، تانبے اور سیسہ کی انگوٹھی پہننا مردوں اور عورتوں کو ناجائز ہے اس لئے کہ وہ جہنمیوں کا پہناوا ہے اھ۔ لہٰذا سونا یا چاندی کا ملمع کرنے سے بطور زیوران کا استعمال جائز نہ ہو جائے گا کہ حکم اصل شئی کا ہوتا ہے نہ کہ ملمع کا۔ اسی لئے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ سونا چاندی کا برتن استعمال کرنا جائز نہیں لیکن اگر تانبا پیتل وغیرہ دھاتوں کے برتنوں پر سونا چاندی کا ملمع کر دیا جائے تو ان برتنوں کا استعمال جائز ہے۔ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے: اما المطلی فلاباس به بالاجماع لان الطلاء مستهلك لایخلص فلا عبرة للونه عینی وغیرہ اور ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۱۹ میں ہے: اما التمویه الذی لایخلص فلا باس به بالاجماع لانه مستهلك فلا عبرة ببقائه لونا اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۹۵ میں ہے: لاباس بالانتفاع بالاوانی المعوهة بالذهب والفضة بالاجماع کذا فی الاختیار شرح المختار اھ۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ دھاتوں کے زیورات عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں اگرچہ وہ ملمع کئے ہوئے ہوں۔ ہاں ان دھاتوں کے زیوات پر اگر چاندی یا سونے کا خول اس طرح چڑھا دیا جائے کہ اندر کی دھات نظر نہ آئے تو ایسے زیوروں کے پہننے کی ممانعت نہیں جیسا کہ بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۶ انگوٹھی اور زیور کے بیان میں ہے کہ ”زیوروں میں جو بہت لوگ اندر تانبے یا لوہے کی سلاخ رکھتے ہیں اور اوپر سے سونے کا پتر چڑھا دیتے ہیں اس کا پہننا جائز ہے اھ۔ ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۳۰ میں تاتارخانیہ سے اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص ۲۹۵ میں محیط سے ہے: لاباس بان یتخذ خاتم حدید قد لوی علیه فضة والبس بفضة حتی لایریٰ اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از قدرت اللہ خاں نوری منزل بڑوالی چوکی اندور

والی بال و کرکٹ وغیرہ کھیل شریعت کے نزدیک کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ کھیل کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں صرف تین قسم کے کھیل کی حدیث

میں اجازت ہے۔ بیوی سے کھیل کرنا، گھوڑے کی سواری اور تیراندازی کرنا جیسا کہ درمختار میں ہے: کرہ کل لھوقولہ علیہ الصلاۃ والسلام کل لھوالمسلم حرام الاثلاثۃ ملا عبتہ اھلہ وتادیبہ لفرسہ ومنا ضلتہ بقوسہ اھ۔ اور دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ جوا کے ساتھ نہ ہو ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۵۳ میں ہے: فی الجوا ھرقد جاء الاثر فی رخصۃ المسارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التاھی فانہ مکروہ اھ۔ اسی طرح کشتی لڑنا اگرلہو ولعب کے طور پر نہ ہو بلکہ جسم میں قوت لانے اور کفار سے لڑنے کی نیت سے ہو جائز و مستحسن بلکہ کارثواب ہے بشرطیکہ ستر پوشی کے ساتھ ہو۔ (بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۱۳۲) وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از اوج محمد چھاؤنی بازار ضلع بستی (یو۔پی)

لڑکیوں سے لکھوانا شرع میں کیسا ہے اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا: لاتسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المفزل وسورۃ النور یعنی عورتوں کو کوٹھوں پر نہ رکھو اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ۔ انہیں چرخا کا تنا سکھاؤ اور سورۂ نور پڑھاؤ۔ (بیہقی شریف) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ: لاتسکنوا نساء کم الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ۔ یعنی اپنی عورتوں کو بالا خانہ پر نہ رکھو اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ (ترمذی شریف) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: لاتعلموا نساء کم الکتابتۃ ولا تسکنوھن العلالی۔ یعنی اپنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ اور نہ انہیں کوٹھوں پر ٹھہراؤ۔ (ابن عدی وابن حبان) لہٰذا لڑکیوں کو لکھنا سکھانے والے فعل ممنوع کے مرتکب ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے پرہیز کریں اور حدیث شریف کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سیّد محمد حسن علی الحسینی ہیڈ مولوی بی بی ہائی سکول بنسکورہ ضلع مدنپور (بنگال)

قوت تولید منقطع کرنے کی غرض سے آپریشن کروانا کیسا ہے بعض لوگ اسے عزل پر قیاس کرتے ہوئے جائز بتاتے ہیں؟

الجواب: قوت تولید منقطع کرنے کی غرض سے آپریشن کروانا جائز نہیں اسے عزل پر قیاس کرنا غلط ہے اس لئے کہ اس آپریشن کا اثر دائمی ہوتا ہے اور عزل وقتی۔ اور دائمی کو وقتی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از ابوالقمر غلام رضوی قادری موتی گنج گونڈہ

(الف) نسیم و شمیم دونوں ساتھی ہیں نسیم نے شمیم سے کچھ روپیہ قرض لیا۔ ابھی نسیم اپنا فرض ادا بھی نہ کر پایا تھا کہ شمیم کا انتقال ہو گیا۔ اب نسیم اس قرض سے کیسے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر نسیم نے شمیم کو گالی دی ہو اور شمیم سے شمیم کی حیات میں معافی نہ مانگ سکا ہو تو اب نسیم سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟

(ب) ہندہ و بکر زن و شوہر ہیں بکر نے ایک غیر عورت سے اپنا منہ کالا کیا تو کیا ہندہ اگر معاف کردے تو بکر گناہ سے بچ سکتا ہے؟

(ج) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کیا نام تھا؟

الجواب: (الف) صورت مسئولہ میں سبکدوش ہونے کی صورت یہ ہے کہ شمیم کے ورثہ کو قرض ادا کردے اور اگر شمیم کا کوئی وارث نہ ہو تو قرض کی رقم اس کی طرف سے خیرات کرے کسی غریب مسکین کو دے دے یا کتاب و چٹائی وغیرہ خرید کر مدرسہ اور مسجد میں دے دے اور گالی کی صورت میں حق العباد سے چھٹکارہ پانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کرے اور شمیم کے لئے ایصال ثواب اور خیرات وغیرہ کرے اور اس کے ورثہ ہوں تو ان سے معذرت واستغفار بھی کرے امید کہ اس طرح کرنے سے وہ چھٹکارہ پا جائے گا۔

(ب) ہندہ کے معاف کرنے سے زنا کا گناہ معاف نہ ہوگا۔

(ج) حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ کے چچا کا نام تھا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از غلام محمد امین ساکن برہ پورڈاکخانہ ہریابستی

گزارش خدمت اقدس یہ ہے کہ زید نے جملہ مسلمان حضرات کو بازار کے اندر علی الاعلان گالی دی اور عرصہ سے یہی اس کی روش ہے جس پر عام مسلمانوں نے اس پر اپنی ناراضگی ظاہر کی اور زید سے اپنا تعلق ختم کر لیا۔ اب زید کے یہاں اس کے لڑکے کی تقریب شادی پیش آئی۔ زید کا کہنا ہے کہ نہ میں مسلمانوں کو کھلاؤں گا اور نہ اپنی مٹی میں شریک کروں گا۔ ہمارا سب کام چمار، کھٹک ہندو کریں گے۔

زید نے ایک حافظ صاحب کو غیر جگہ سے لا کر شریک کیا جبکہ قصبہ میں دو حافظ اور ایک امام مسجد مستقل طور پر رہتے ہیں۔ آئے ہوئے حافظ صاحب کو بلا کر ساری کیفیت سے آگاہ کیا مگر اس پر انہوں نے کوئی دھیان نہ دے کر دو آدمیوں کو راستہ چلتے بلا کر ان کے سامنے توبہ کرالی اور کہا کہ میں نے اپنا دل صاف کر لیا ہے۔ حالانکہ سرگذشت بیان کرنے والوں نے تاکید کردی تھی

کیا اگر آپ کو عام مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہے تو شرکت نہ کریں مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور اس بارات میں شریک ہوئے
کر جس میں باجا کے ساتھ ناچ بھی۔ حافظ صاحب کے ایسا کرنے سے زید کے دل میں اتنی دلیری ہوگئی کہ اسی کے دوسرے دن
کر جس میں مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کر آوازیں کستا ہے اور گالیاں بکتا ہے جس سے سبھی مسلم باشندگان کو کافی اذیت پہنچ رہی ہے۔ لہٰذا
ایسا فعل کرنے والے زید اور حافظ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط۔ بینوا
توجروا۔

الجواب: زید اگر واقعی عامۃ المسلمین کو علانیہ گالی دیتا ہے تو وہ فاق معلن، موذی، ظالم، جفا کار حق العباد میں گرفتار
اور سخت گنہگار ہے۔ بخاری اور مسلم شریف کی حدیث ہے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سباب المسلم
فسوق یعنی مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے۔ لہٰذا زید پر علانیہ توبہ کرنے کے ساتھ عامہ مسلمین سے معافی مانگنا بھی واجب ہے اور
اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ رکھیں اور جس حافظ نے باجا اور ناچ کی بارات میں شرکت کی اور پوری واقفیت کے
باوجود صرف توبہ کے بعد ایسے ظالم جفا کار کا ساتھ دیا تو زید کو جری بنایا اور آیت کریمہ: وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
کے خلاف کیا اس پر بھی توبہ واستغفار واجب ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲۷/ ذی القعدہ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از مقبول احمد نیا کمالتی پور پوسٹ گوپال پور ضلع مالدہ (بنگال)

جس شخص پر شرعاً حد جاری کرنے کا حکم ہے حد قذف ہو یا حد زنا۔ اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے حد کا اجراء ناممکن
ہے۔ انسداد ادارہ کے لئے پنچایتی دباؤ ڈال کر حد پر جرمانہ عائد کرتے ہیں۔ جرمانہ لینا شرعاً جائز نہیں بحوالہ بہار شریعت تعزیر
بالمال یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں ہاں اگر دیکھے کہ بغیر لئے باز نہ آئے گا تو وصول کرے پھر جب اس کام سے توبہ کرے واپس
دے دے (بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸) مگر گاؤں کے دستور کے مطابق جرمانہ کی حاصل شدہ رقم کو واپس نہیں کرتے تو ان رقموں سے
میلاد شریف وغیرہ کے لئے شامیانہ وفرش وغیرہ بنواسکتے ہیں کہ نہیں؟ یا مسجد کی کسی ضرورت کے لئے باہر جانے میں زاد سفر خرچ
کرسکتے ہیں کہ نہیں؟ تاکہ مسجد زاد سفر کے مزید خرچے سے محفوظ رہے۔ بینوا بالدلائل الشرعیۃ۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ رقم مذکور سے شامیانہ وغیرہ بنوانا یا مسجد کی ضروریات میں اسے
صرف کرنا جائز نہیں بلکہ صاحب حد توبہ کرنے کے بعد توبہ پر قائم رہے تو اس کی رقم اسے واپس دے دی جائے ایسا ہی بحر الرائق
جلد پنجم ص 41 پر ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲۷/ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: از احمد علی، علی منزل ماری پور۔ مظفر پور

زید مدرسہ کی رسید لے کر بمبئی گیا وہاں اپنی مرضی سے ذاتی منفعت کے لئے سونا خریدا جو پیتل نکلا اب زید کا دعویٰ ہے کہ ہم مدرسہ کی وصول شدہ رقم کے امین تھے اس لئے ہم سے تاوان کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا تو کیا از روئے شرع زید واقعی بری الذمہ یا مدرسہ کی رقم زید کو دینی چاہیے کیا کسی امین کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے مال امانت سے اپنی منفعت کے لئے کچھ خریدے؟

بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب. زید پر رقم کی ادائیگی اور توبہ لازم ہے۔ وھو تعالٰی اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲ رذی القعدہ ۹۴ھ

مسئلہ: از ابوالکلام مقام و پوسٹ کسم کھور ضلع فرخ آباد

حضرت مولٰی علی رضی اللہ عنہ نے کتنی شادیاں کیں اور کب کیں، اور سب سے علیحدہ علیحدہ اولادیں ہوئیں۔ سب کے اسماء گرامی بھی تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب. حضرت مولٰی علی رضی اللہ عنہ کی حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے علاوہ آٹھ بیویاں اور تھیں اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اور حضرت خاتون جنت سمیت آپ کی نو بیویوں سے پندرہ صاحبزادگان اور اٹھارہ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ رضی اللہ عنہم آپ کے صاحبزادگان صاحبزادیوں اور بیویوں کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں۔

صاحبزادگان: حسن، حسین، محسن، محمد اکبر (المعروف محمد بن حنفیہ) عبداللہ اکبر، ابوبکر، عباس اکبر، عثمان، جعفر، عبداللہ اکبر، محمد اصغر، عون، عمر اکبر، محمد اوسط۔

صاحبزادیاں: ام کلثوم، زینب الکبریٰ، رقیہ، ام الحسن، رملۃ الکبریٰ، ام ہانی، میمونہ، رملۃ الصغری، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، تقیہ۔

بیویاں: سیدہ فاطمہ، خولہ، لیلیٰ، ام البنین، ام ولد، اسماء، ام حبیب، امامہ، ام سعد رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بحوالہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ پاکستان جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱۷، ۹ رذی القعدہ ۹۷ھ۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند المولیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل وعلیٰ و صلی المولیٰ تعالیٰ.

کتبہ: محمد الیاس خاں

مسئلہ: از کلام الدین مقام کسم کھور ضلع فرخ آباد

علمائے اہلسنت کے نزدیک شادی میں سہرا باندھنا کیسا ہے اگر جائز ہے تو کیسا؟ تشریح فرمائیں دیوبندیوں نے جو سہرا باندھنا شرک لکھا ہے وہ کیسے؟

الجواب: علمائے اہلسنت کے نزدیک شادی میں پھولوں کا سہرا باندھنا جائز ہے۔ دیوبندی مولویوں کا سہرا باندھنے کو شرک لکھنا ان کی جہالت قدیمہ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ: محمد الیاس خاں

مسئلہ: از ابوالکلام مقام کسم کھور ضلع فرخ آباد

سننے میں آیا ہے کہ ایک بار نبی کریم الصلاۃ والتسلیم نے مسجد نبوی سے منافقوں کو نام لے کر باہر نکلوا دیا تھا کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو یہ واقعہ کب کا ہے؟ اور نکالے جانے والوں کے نام کیا ہیں اور ان کی تعداد کتنی تھی؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ ہاں یہ واقعہ صحیح ہے کہ ایک مرتبہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے نام لے لے کر انہیں مسجد نبوی سے باہر نکلوا دیا تھا۔ نکالے جانے والے منافقوں کی تعداد ۳۶ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے ابناء الحی ص ۱۵۲ پر تحریر فرمایا ہے: واخرج ابن مردویہ عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ قال لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبۃ ماشھدت مثلھا قط فقال ایھا الناس ان منکم منافقین فمن سمیتہ فلیقم قم یا فلان حتی قام ستۃ وثلاثون رجلا۔ یعنی ابن مردویہ نے بروایت حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ وعظ فرمایا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاضرین کو) ایسا وعظ کہ ویسا وعظ میں نے کبھی نہیں سنا۔ تو فرمایا: اے لوگو! بیشک تم میں بعض لوگ منافق ہیں۔ تو میں جس کا نام لوں اس کو اٹھنا پڑے گا۔ اچھا اٹھ اے فلاں، اٹھ اے فلاں، (اس طرح بار بار حکم دیتے رہے) یہاں تک کہ چھتیس منافق مجمع سے اٹھ گئے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد الیاس خاں

مسئلہ: از عبداللطیف مقام کسم کھور ضلع فرخ آباد

ایک دیوبندی نے میلاد پاک کی مجلس میں سلام کے بارے میں یہ کہا ہے کہ پڑھنا ہی ہے تو بلند آواز سے نہ پڑھا جائے کیونکہ سورۂ حجرات میں یہ ہے کہ نبی کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنا بھی منع ہے کیا اس کا کہنا درست ہے؟ اگر غلط ہے تو بلند آواز سے درود وسلام پڑھنے کا صحیح مسئلہ کیا ہے؟ مدلل جواب عطا فرمائیں۔

الجواب: بیشک حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا منع ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت کرنا کہ بلند آواز

سے سلام پڑھنا منع ہے جہالت ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام علم کے لحاظ سے حاضر ہیں نہ کہ جسم کے لحاظ سے ورنہ ہر جگہ آواز بلند کرنا ناجائز ہوجائے گا اور یہ باطل ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی

عورت جیٹھ، دیور اور خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟

الجواب: جیٹھ اور دیور سے پردہ واجب ہے کہ وہ نامحرم ہیں اور خسر سے پردہ واجب نہیں جائز ہے۔ اس کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب ہے اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب ہے اگر کرے گی گنہگار ہوگی اور محارم غیر نسبی جیسے کہ مصاہرت اور رضاعت کا رشتہ تو ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے۔ مصلحت اور حالت کا لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا ہے اور جہاں فتنہ کا گمان ہو پردہ واجب ہوجائے گا ھٰکذا فی الجاء العاشر من الفتاوٰی الرضویہ۔ وھو سبحانہ و تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مخدوم زادہ سیّد محمد اشتیاق علی القادری

قرآن کریم کلنڈر پر چھپوا کر دوکانوں اور مکانوں کی دیواروں پر لگاتے ہیں۔ بنیت زیبائش جو کچھ دنوں کے بعد دیواروں سے گر کر زمین پر اور زمین سے نالوں کوڑے خانوں اور غلاظت کے ٹوکروں میں چلا جاتا ہے جس سے قرآن کریم کی سراسر بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اخبارات میں بھی قرآن کریم اکثر تحریر کیا جا رہا ہے ردّی اخبار عوام باشعور اور بے شعور کے ہاتھوں فروخت ہوتا ہے اور وہ اخبار مطالعہ کے بعد پنساریوں کی دوکانوں سے بشکل اشیاء کی پڑیوں خانہ عام اور خاص میں پہنچا ہے اور اکثر چولہا جلانے کے واسطے آگ میں یا غلیظ کو اخبار میں لپیٹ کر کوڑے خانوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قرآن کریم کی بے حرمتی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا حکم ہے شریعت مقدسہ کا؟ کہ اشاعت قرآن اخباروں اور کلنڈروں کی بند کی جائے حکم شریعت مطہرہ کا تحریری جواب عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں جبکہ قرآن کریم کے کلمات و آیات کوڑے خانوں اور غلاظت کے ٹوکروں میں پھینک دیئے جاتے ہیں تو بیشک اس میں قرآن کریم کی شدید ترین توہین ہے اخبار اور کلنڈر نکالنے والوں پر لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کے کلمات و آیات اخبار و کلنڈر میں چھاپنے سے پرہیز کریں اگر وہ باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کے خلاف متفقہ طور پر احتجاج کریں۔ وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍ جمادی الاخریٰ ۹۲ھ۱۳

مسئلہ: از عبدالستار موضع پڑولی پوسٹ جھنگھٹی ضلع گورکھپور

ہمارے گاؤں میں نعوذ باللہ کچھ بے نمازی ہیں اور کچھ سود خوار اور کچھ شراب خوار اور کچھ بلا طلاق عورت رکھے ہیں ان وجوہ کی بنا پر آپس میں پھوٹ ہے جس کی وجہ سے ایسے کاموں پر لوگ اور دلیر ہوتے جا رہے ہیں نیز اسلام اور ارکان اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک مولوی صاحب نے آپس کی پھوٹ کو توڑ کر سب کو ایک کر دیا اور سب کو سب کے یہاں کھلایا پلایا اس شرط سے کہ سب لوگ مل کر نماز با جماعت پنجوقتی ادا کریں جب اس اہم فریضہ پر پابند ہو جائیں تو دیگر حرام کام کرنے والوں کو دبایا جائے چنانچہ اس نظریے کے تحت قدرے سدھار ہوئی تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولوی صاحب کے اس نظریے سے سب کو سب کے یہاں کھانا پینا حلال ہوا یا حرام؟ بعض دوسرے پیر اور مولوی کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح آپس کا یہ کھانا پینا حلال نہیں۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب. سود خوری عظیم گناہ ہے ابن ماجہ اور بیہقی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے۔ جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور شراب پینا بھی بدترین گناہ ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شراب پئے اسے اسی درے مارو اور جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پئے اسے قتل کر دو۔ اور دوسرے کی عورت ناجائز طور پر رکھنا پھر اس سے زنا بھی کرنا بہت بڑا گناہ ہے کہ اگر سلطنت اسلامیہ ہوتی تو ایسے لوگوں کو کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا یعنی اس قدر پتھر مارا جاتا کہ وہ مر جاتے۔ اتنے بڑے بڑے مجرموں کے یہاں مولوی صاحب نے لوگوں کو کھلا پلا کر اس آیت کریمہ کے خلاف کیا: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ پھر مولوی صاحب کے اس طریقہ کار سے اچھائی کے بجائے ہمیشہ کے لئے خرابی کی بنیاد پڑ گئی کہ جو لوگ خود بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں وہ کسی دوسرے گناہ کرنے والے کو باز نہیں رکھ سکتے، اور جو لوگ کہ اتنے بڑے مجرمین کے یہاں کھانے پینے لگے وہ کسی دوسرے مجرم پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتے کہ کچھ مجرموں کے ساتھ گھل مل کر کھانا پینا اور کچھ مجرموں پر سختی کرنا کھلی ہوئی ناانصافی ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ خلاصہ یہ کہ مولوی صاحب کا طریقۂ مذکور پر لوگوں کو ملانا بہر صورت غلط ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سود خوروں، شراب خوروں اور دوسروں کی عورتوں کے رکھنے والوں کا شرعی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از قمر القادری مشاہدی اترولہ ضلع گونڈہ (یو۔ پی)

میں مسمّی زید نے غیر دانستہ طور پر ایک دیوبندی کے یہاں چالیسواں پڑھا تھا بعد میں مجھے جب علم ہوا تو میں نے توبہ کی

بوقت توبہ حضرت علامہ مولانا عنایت احمد صاحب قبلہ اور دیگر تقریباً پچیس آدمی مزید موجود تھے۔ زید کے توبہ کر لینے کے بعد بھی اگر کچھ لوگ کسی قسم کی تہمت لگائیں تو ان پر کیا حکم ہے اور زید کے اوپر کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث سے جو ثابت ہو آگاہ فرمادیں تاکہ میرے پاس سندر ہے اور وقت ضرورت پر کام آئے۔ فقط والسلام۔

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب۔ زید نے اگر واقعی توبہ کر لی ہے اور دل سے نادم ہے تو اس گناہ کے سبب زید پر طعن کرنا جائز نہیں حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب كمن لاذنب له۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵؍ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد حنیف مدرسہ اسلامیہ جلال پور سکندرہ پوسٹ مدیا پور ضلع کانپور

زید نے اپنی ماں ہندہ کے واسطے جو ابھی زندہ ہیں ستر ہزار کلمہ طیبہ اور دس مرتبہ سورۂ یٰسین شریف اور دس مرتبہ سورۂ ملک اور تین قرآن پاک ختم اور ایک سو مرتبہ سورۂ فاتحہ تین سو مرتبہ سورۂ اخلاص تین مرتبہ پنج سورہ اور پہلے پارہ سے لے کر سوا دس پارہ تک پانچ مرتبہ درود اکبر اور پانچ مرتبہ درود لکھی گیارہ مرتبہ درود ہزاری اور تیرہ عہد نامہ شریف پڑھ کر ماں کے لئے جمع کر دیا اور پروردگار عالم سے دعا ہے کہ اپنے حبیب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرما کر میری والدہ کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کا معاف فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین۔

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب۔ یہ صورت جائز ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷؍ ربیع الغوث ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از مولانا محمد نصر اللہ یار علوی صدر المدرسین دار العلوم امجدیہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی

عورت کو غیر محرم کے یہاں یا کسی نامحرم کے ساتھ گورنمنٹ کی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: غیر محرم کے یہاں یا نامحرم کے ساتھ عورت کو ملازمت کرنے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اوّل کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ جھلکے۔ دوم کپڑے تنگ وچست نہ ہوں جو بدن کی ہیات ظاہر کریں۔ سوم بالوں، گلے، پیٹ، کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ چہارم کبھی نامحرم کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو پنجم ملازمت کی جگہ پر رہنے یا باہر آنے جانے میں کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر یہ پانچویں شرطیں پائی جائیں تو عورت کو ملازمت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو عورت کو ملازمت کرنا حرام ہے۔ هكذا في الجزء العاشر من الفتاویٰ الرضوية۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد سعید خاں پوسٹ ومقام کپتان گنج ضلع بستی

ایک شخص مسلمان ہو گیا ہے جس کی عمر ستائیس سال ہے اسے ڈاکٹر سے ختنہ کروانا کیسا ہے؟

الجواب: شخص مذکور کو ڈاکٹر سے ختنہ کروانا جائز نہیں اس لئے کہ ختنہ سنت ہے اور بالغ آدمی کا ڈاکٹر یا نائی کے سامنے شرمگاہ کو کھولنا حرام ہے اور سنت کے لئے حرام کا ارتکاب جائز نہیں۔ ہاں اگر اپنا ختنہ خود کر سکتا ہے تو کر لے یا ایسی عورت سے نکاح کرے جو ختنہ کر سکے ورنہ ایسے شخص کے لئے ختنہ معاف ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ افریقہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''جو اپنا ختنہ کر سکے تو کرے ورنہ ممکن ہو تو ایسی عورت سے نکاح کرے یا ایسی کنیز شرعی خریدے جو ختنہ کر سکے یہ بھی نہ ہو سکے تو اسے معاف ہے'' اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: کہ ''بالغ شخص مشرف با اسلام ہوا اگر خود ہی اپنی مسلمانی کر سکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کرے ورنہ نہیں۔ ہاں اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو ختنہ جانتی ہو اس سے نکاح کر کے اس سے ختنہ کرائے۔ (بہار شریعت ص۲۰۱ ح۱۶) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از منشی عبد الرحمٰن مدرس مدرسہ اسلامیہ موضع ششئی بھیک پور ڈاکخانہ جگنا بازار گونڈہ

رحیم مرحوم کی بیوہ اپنے نابالغ بیمار پوتے کو سوکھا کے پاس لے گئی۔ ساتھ میں عبد الرؤف اور بچے کا باپ چھٹائی بھی تھا۔ سوکھا کے کہنے پر پچیس روپے کا سوئر خریدا اور ہوم واگیارکا سامان دے کر سوئر چڑھوایا تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: رحیم مرحوم کی بیوہ، عبد الرؤف اور بچے کے باپ پر علانیہ توبہ واستغفار واجب ہے۔ عبد الرؤف اور بچے کا باپ اگر دونوں بیوی والے ہوں تو ان دونوں کا نکاح پھر پڑھا جائے اور ان تینوں کو قرآن خوانی، میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد ابراہیم دیوکلی پوسٹ روپ گڑھ ضلع بستی

ایک حافظ نے سور کی چربی دوا میں استعمال کی۔ باز پرس پر توبہ واستغفار کی تو اب اس حافظ پر سور کی چربی استعمال کرنے سے شرع کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ برادری میں آنا چاہیں تو کیا صورت ہے اور جن مسلمانوں نے اس حافظ سے اب تک تعلقات برقرار رکھے ہیں ان کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ صورت مستفسرہ میں حافظ مذکور کو مسلمانوں کے مجمع میں توبہ واستغفار کرانے

کے بعد برادری میں شامل کر لیا جائے میلاد شریف اور قرآن خوانی کرنے نیز فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا (پارہ۱۹ ارکوع ۵) لیکن تاوقتیکہ پورا اطمینان نہ ہو جائے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور حافظ مذکور کے اس غلط کام کا علم ہونے کے باوجود جن لوگوں نے اس کی موافقت کی اور ساتھ دیا سب لوگ مسلمانوں کے مجمع عام میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ و استغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ر ذی القعدہ ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: از محمد علی عرف جنگلی صدر جامع مسجد نواب گنج ضلع گونڈہ (یو- پی)

(۱) میں یہاں کی جامع مسجد کا صدر ہوں میری مسجد کے امام صاحب بریلوی مسلک کے ادارے کے فارغ التحصیل ہیں اس قصبہ میں ایک عرصہ سے تبلیغی جماعت کے لوگ اکثر آتے رہتے ہیں اور یہاں کی ایک دوسری مسجد جو ان کے مسلک کی ہے اجتماع وغیرہ کرتے ہیں جو دیوبندی لوگوں کا مرکز ہے۔ یہاں کے مقامی دیوبندی مسلک اور تبلیغی جماعت سے انس رکھنے والے لوگ تبلیغی جماعت کو جامع مسجد میں بھی لے آتے ہیں جسے امام صاحب وارا کین مصلیان مسجد پسند نہیں کرتے ہیں اس لئے ابھی حال میں امام صاحب نے میری اجازت سے مسجد میں ایک نوٹس لگا دیا ہے کہ کوئی صاحب بغیر اجازت امام صاحب جامع مسجد میں قیام اور تقریر نہ کریں۔ امام صاحب کے اس اقدام سے دیوبندی مسلک کے لوگوں اور تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والوں میں بڑا ہیجان ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت جامع مسجد میں ضرور جائے گی اور اجتماع و تقریر وغیرہ بھی کرے گی۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ براہ کرم از روئے شرع شریف جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں کہ صدر و امام جامع مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہیں اپنی مسجد میں تقریر اور وعظ کی اجازت دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں یا شریعت ان کو ایسی پابندی لگانے سے روکتی ہے؟

(۲) نیز یہاں جامع مسجد میں امام و مقتدی بعد نماز فجر و عصر آپس میں مصافحہ کرتے ہیں؟

(۳) اور نماز پنجگانہ کے بعد الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ آخر تک پڑھتے ہیں؟

(۴) امام صاحب کبھی کبھی درس قرآن بھی دیتے ہیں اور آخر میں کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں۔

دیوبندی لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب بدعت ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ کیا دیوبندیوں کا مذکورہ بالا امور کو بدعت کہنا صحیح ہے یا یہ تمام امور از روئے شرع جائز و درست ہیں؟ جواب باصواب سے مشرف فرمائیں۔

الجواب: بیشک صدر اور امام مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کو مسجد میں وعظ سے روک دیں بلکہ لازم ہے کہ حسب استطاعت ایسے کو مسجد میں آنے بھی نہ دیں ورنہ گنہگار ہوں گے۔ درمختار میں ہے: یمنع منه كل

موذی لو بلسانہ یعنی ہر ایذا دینے والے شخص کو مسجد سے روکا جائے اگرچہ وہ زبان سے ہی ایذا دیتا ہو اور اللہ ورسول جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم کی شانہائے مقدسہ میں توہین کرنے والوں اور گالیاں بکنے والوں سے بڑھ کر کون ظالم اور موذی المسلمین ہو لہٰذا مسجد میں آنے اور وعظ وتقریر سے ضرور انہیں روکا جائے۔

(۲) فجر وعصر کے بعد ہی نہیں بلکہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے اور یہ بدعت ضرور ہے مگر بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء میں ہے: تجوز المصافحة ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة كما افاده النووي في اذكاره اھ ملخصًا۔ یعنی بعد نماز عصر بھی مصافحہ کرنا جائز ہے اور فقہائے کرام نے جواسے بدعت فرمایا تو وہ بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ امام نووی نے اپنے اذکار میں تحریر فرمایا ہے اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے ہماری کتاب انوار الحدیث کا مطالعہ کریں۔

(۳) نماز پنجگانہ کے بعد یا جب بھی چاہیں اور جس طرح چاہیں یعنی لیٹ کر بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کریں۔ یہ بلاشبہ جائز ہے اس لئے کہ قرآن کریم کا حکم يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا مطلق ہے اور کسی حکم مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں تو اس حکم مطلق کو بھی غیر قیام کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں اور پھر اللہ جل مجدہ نے قرآن مجید میں ایمان والوں کو درود وسلام پڑھنے کا حکم فرمایا ہے تو اگر کوئی بے ایمان اس حکم پر عمل کرنے کو بدعت قرار دے اور مخالفت کرے تو مسلمانوں کو اس کی پروانہ کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اسے درود وسلام پڑھنے کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا رسالہ مبارکہ "اقامۃ القیامہ" کا مطالعہ کریں۔

دیوبندیوں کا مذکورہ امور کو بدعت کہنا کھلی ہوئی گمراہی اور بدمذہبی ہے۔ هٰذا ما عندي والعلم عند الله تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلى المولیٰ عليه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ر رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از محی الدین مدرسہ غوثیہ نور العلوم کھوتیا بھیرہوا ضلع روپن دیہی (نیپال)

ہمارے یہاں جن کی اولادیں کچھ ہو چکی ہیں وہ پریوار نیوجن کے ڈاکٹر سے اولاد کی بندش کے لئے ٹیبلٹ اور بوقت جماع ربڑ کی تھیلی استعمال کرتے ہیں یہی حال عورتوں کا ہے کہ ٹیبلٹ استعمال کرتی ہیں اور لوپ لگواتی ہیں منع کرنے پر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ صحت خراب ہوتی جا رہی ہے اس لئے ہم لوگ ایسا کرتے ہیں تو کیا یہ فعل درست ہے؟ نیز کیا ان کا یہ عذر شریعت مطہرہ کے نزدیک قابل قبول ہے؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ کسی جائز مقصد کے پیش نظر وقتی طور پر ضبط تولید کے لئے کوئی دوا یا ربڑ کی تھیلی

استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن کسی عمل سے ہمیشہ کے لئے قوت تولید کو ختم کر دینا کسی طرح جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍رجب المرجب ۱۳۹۴ھ

مسئلہ: از سیّد محمود اشرف ومصلیان جامع مسجد وعیدگاہ بسکھاری کچھوچھہ شریف فیض آباد

ہمارے خاندان میں ایک معروف ومشہور بزرگ گزرے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت سیّد مخدوم اشرف سمنانی رضی اللہ عنہ ہے۔ دستور خاندان کے مطابق آپ کا ہمیشہ ایک جانشین اور خلیفہ ہوتا ہے جسے جانشین کہتے ہیں۔ رویت ہلال کی تصدیق نیز جمعہ وعیدین کی امامت سجادہ نشین ہی فرماتے ہیں ہمیشہ اس منصب اور مقام پر بلالحاظ وراثت خاندان کے عالم اور اہل علم ہی بطریق نامزدگی یا بذریعہ انتخاب ہوتے آئے ہیں۔ لیکن سجادہ نشین نے اپنے صاحبزادہ کے نام رجسٹری کردی ہے جو علوم دین واسلامی سے کورے اور زبان عربی سے نابلد جاہل ہیں۔ فقط معمولی اردو انگریزی کی تعلیم ہے اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) سجادہ نشین علیہ الرحمتہ کے صاحبزادے مذکور کی خلافت وامامت کا از روئے شرع مطہرہ کیا حکم ہے؟

(۲) صاحبزادے مذکور کے پیچھے سب کی نماز ہوگی یا نہیں جبکہ مسائل نماز اور طہارت ان سے کہیں زیادہ جاننے والے لوگ بلکہ علماء بھی جماعت میں شامل ہوتے ہیں؟

(۳) مذکورہ عالم دین جو کہ اسی خاندان سے ہیں اور کوشش سے اس منصب کو حاصل کر سکتے ہیں ان پر از روئے شرع اس منصب کے لئے جدوجہد لازم ہے یا نہیں؟

(۴) مذکورہ عالم دین اگر خاموشی اختیار کریں بلکہ خود سجادہ نشین سابق کے پیچھے نماز پڑھیں اور نماز پڑھنا جائز سمجھیں تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ (۱) سابق سجادہ نشین کے صاحبزادے مذکور اگر خلافت وامامت کے اہل نہیں ہیں تو انہیں سجادہ نشین بنانا شرعاً جائز نہیں۔ (۲) صاحبزادے مذکور اگر نماز وطہارت کے زیادہ مسائل نہیں جانتے لیکن ضروری مسائل سے آگاہ ہیں اور قرأت مایجوز بالصلاۃ کرتے ہیں تو اگرچہ عالم نہ ہوں ان کے پیچھے نماز وطہارت کے مسائل ان سے زیادہ جاننے والے عالم اور غیر عالم سب کی نماز ہو جائے گی۔ اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو اور اگر نماز وطہارت کے ضروری مسائل سے آگاہ نہیں ہیں اور مایجوز بہ الصلوۃ قرأت نہیں کرتے مثلاً ث، س، ش، ص، ت، ط، د، ز، ع، ا، ح، ہ، ق، ک، ذ، ض وغیرہ میں امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں امام بنانا جائز نہیں کہ معنی فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ (عامۂ کتب)

(۳) صاحبزادے مذکور اگر منصب سجادگی کے اہل نہیں ہیں تو دوسرا عالم جو اہل ہے اس پر اپنے حق میں اس منصب کے

لئے جد و جہد کرنا لازم ہے بشرطیکہ حصول دنیا وطلب زر مقصود نہ ہو اور دوسرا کوئی اہل نہ پایا جاتا ہو۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی پیشوائی اور امامت کا اصل حق حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور علمائے اہل سنت کثّرہم اللہ تعالیٰ ان کے نائب ہیں اور یہ ہر عاقل جانتا ہے کہ جہاں اصل تشریف فرما نہ ہوں اس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر۔

(۴) اگر صاحبزادے مذکور خلافت وامامت کے اہل نہیں ہیں تو وہ عالم جو کہ اس منصب کو حاصل کر سکتے ہیں ان کا سکوت اختیار کرنا اور نااہل کی امامت کو جائز سمجھنا گناہ ہے: کما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان۔ ھٰذا ماظھر لی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ وصلی المولٰی علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب الصحیح: غلام جیلانی اعظمی عفی عنہ

۱۸ر ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب الصحیح: بدرالدین احمد القادری الرضوی

مسئلہ: از محمد اخلاق حسین رضوی منیجر غریب نواز کالج امرڈوبھا پوسٹ بکھرہ ضلع بستی

اعلیٰ حضرت مجدد اعظم فاضل بریلوی قدس سرہ جابجا اپنے فتاویٰ میں بالخصوص احکام شریعت نیز فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۶۷ میں مسئلہ نسب کے متعلق جواب ارشاد فرماتے ہیں: وھو ھٰذا الجواب شرح مطہرہ میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی سیدانیاں ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے: من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنة اللّٰہ والملئکة والناس اجمعین لایقبل اللّٰہ منہ یوم القیامة صرفا ولا عدلا ھٰذا مختصر۔ جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خود اللہ تعالیٰ کی اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر ان کی جو خاص اولاد ہے ان میں بھی وہ قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سیّد ہیں نہ بنات حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم انتھٰی بالفاظہ۔
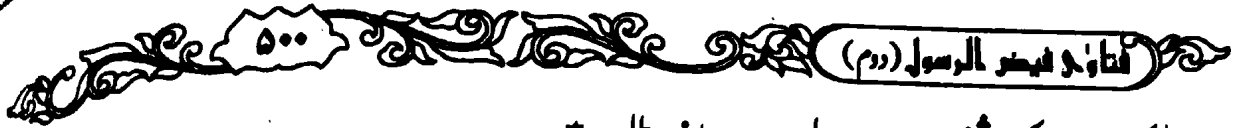
مذکورہ عبارت کی روشنی میں حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) لسان شرع میں سیّد النسب کسے کہا جاتا ہے؟

(ب) بنو ہاشم میں آل علی (از محمد بن حنفیہ) آل جعفر، آل عباس، آل عقیل کو سیّد کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔(ج) علوی حضرات پہ سیّد کا اطلاق اگر شرعاً درست ہے تو پھر جعفری، عباسی، عقیلی، حضرات کو سیّد کہنا لکھنا درست ہے یا نہیں؟

(د) اگر شیوخ عرب اور قریشی النسل ہونے کے تحت مذکورہ حضرات سیّد کہے جا سکتے ہیں تو پھر آل ابوبکر، آل عمر آل عثمان کو سیّد لکھنا درست ہے یا نہیں بالخصوص جبکہ: الاصح ان فضل ابنائهم على ترتيب فضل ابائهم الا اولاد فاطمه الخ فرمایا گیا ہے (شرح فقه اکبر للعلامة على القاری) اقول قال الشارح الاصح بناء على ان بعضهم قالو اولا نفضل بعد الصحابة احدا الابالعلم والتقوى كما نقله الشارح اولا من قبيل۔

(ہ) علوی (از محمد بن حنفیہ) حضرات کو سیّد لکھنا شیعی دستور ہے یا اہل سنت کا بھی طریقہ ہے؟

(۳) اہل لغت جو محاورات عرب کے راوی اور شارح ہوتے ہیں سیّد کے معنی جہاں وہ سیادت (سردار) بیان کرتے ہیں وہیں اس کے اسلامی معنی یوں لکھتے ہیں: السيد عند المسلمين من كان سلالة بنيهم (المنجد ومختار الصحاح بفرق لفظ) بعض میں یوں ہے السيد عند المسلمين حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد اور ان کی نسل سے جو لوگ ہوں۔(مصباح اللغات) دریافت طلب یہ ہے کہ لغت کا بیان کردہ یہ معنی عامۂ مسلمین عرب وعجم کے عرف کی صحیح ترجمانی ہے یا نہیں؟ نیز یہ ترجمانی شرعاً مقبول ہے یا نہیں؟ نیز لکھنے والے: من ادعى الى غير ابيه الخ کی ہولناک وعید کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟

(۴) سیّد سالار مسعود غازی رضی المولیٰ عنہ کے نام میں لفظ سیّد کا استعمال بترکیب توصیفی ہے یا اضافی؟ بکر کا کہنا ہے کہ سیّد سالار میں ترکیب اضافی ہے یہاں سیّد از روئے نسب نہیں ہے بلکہ بطور حسب ہے اس لئے کہ آپ سیّدنا محمد بن حنفیہ کی اولاد سے علوی ہیں چونکہ آپ کی فوج میں آپ کے مقرر کردہ بہت سے سالار تھے مثلاً سالار رجب (تھیلے پیر) سالار سیف الدین، سالار ابراہیم وغیرہم رحمہم اللہ اور آپ ان تمام سالاروں کے سالار تھے۔اس لئے سیّد سالار (سالار کے سردار) کے لقب سے مشہور ہوئے اور غالباً عوام مسلمین کی طرف سے یہ اطلاق شائع ہوا بہرکیف آپ کا کیا ارشاد ہے۔

عرض: بعض جگہ کسی وجہ سے سوال متکرر ہو گیا ہے اس لئے قدرے طویل ہو گیا معاف فرمائیں اور جواب باصواب سے نوازیں۔امید ہے کہ تاخیر نہ فرمائی جائے گی۔

الجواب: الف۔شریف کا لفظ جو عرب میں سیّد کے معنی میں بولا جاتا ہے پہلے زمانہ میں علوی، جعفری اور عباسی وغیرہ پر بھی اس کو بولا جاتا تھا مگر جب مصر پر فاطمی حکومت کا قبضہ ہوا تو یہ لفظ حضرات حسنین کریمین کی اولاد کے ساتھ خاص ہو گیا اور

یہی عرف اب تک چلا آرہا ہے اسی لئے ہندوستان میں بھی سیّد سے اولادِ حسنین ہی مراد لیتے ہیں فتاویٰ رضویہ جلد خامس ص ۲۹۹ میں ہے: "اگرچہ سیّد نہ ہو مثلاً شیخ، صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا عباسی" اور فتاویٰ حدیثیہ میں ہے: والعلم ان اسم الشریف کان یطلق علی من کان اهل البیت ولو عباسیا اوعقیلیا ومنه قول المؤرخین الشریف العباسی الشریف الزینبی فلما ولی الفاطمیون بمصر قصروا الشریف علی ذریة الحسن والحسین فقط واستمر ذلك الی الآن اھ۔ وهو سبحانهٗ وتعالٰی اعلم۔

۲۔(ج) جبکہ حسنین کریمین کی اولاد کے لئے لفظ سیّد خاص ہوگیا تو دوسرے لوگوں کے لئے اس لفظ کا استعمال کرنا درست نہیں۔

(د) بیشک اگر قرشی النسل ہونے کی بنیاد پر علوی وغیرہ کو سیّد کہنا درست ہو تو صدیقی، فاروقی اور عثمانی کو بھی اس بنیاد پر سیّد کہنا درست ہوگا۔

(ہ) عام اہلسنت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حضرات حسنین ہی کی اولاد کو سیّد کہتے ہیں مگر بعض لغات مثلاً لغات سعیدی وغیرہ میں ہے کہ علویان گروہ سادات سے ہیں اور پھر اکثر لوگ حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ جو محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ہیں ان کو سیّد کہتے ہیں' اور مرکزی دارالافتاء بریلی شریف کے مفتی علامہ اختر رضا خانصاحب ازہری نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سیّد سے اولادِ زہراء مراد لیتے ہیں مگر یہ تحقیق عرفی ہے جس کے سبب علوی وغیرہ سیّد ہونے سے نہ نکلیں گے اس لئے کہ کچھ علوی حضرات جو اہل سنت سے ہیں اپنے کو سیّد کہنے لگے ہیں۔ وهو اعلم۔

(۳) ظاہر یہی ہے کہ المنجد اور مصباح اللغات کا بیان کیا ہوا معنی عامہ مسلمین عرب وعجم کے عرف کی صحیح ترجمانی ہے اور یہ ترجمانی مقبول ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریروں سے ظاہر ہے۔ جو لوگ سیّد نہیں ہوں گے وہ اپنے آپ کو سیّد لکھیں گے تو وہ لوگ ضرور من ادعی الی غیر ابیه الخ کی وعید کے مستحق ہوں گے وهو تعالٰی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

(۴) حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے نام میں لفظ سیّد کا استعمال ہوسکتا ہے بترکیب اضافی ہو اور بکر کا قول صحیح ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس میں ترکیب توصیفی ہے جس کی بنیاد خوش عقیدگی یا غلط فہمی ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک ان کو بھی سیّد کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ جب یہ لفظ حضرات حسنین کی اولاد کے لئے عرف میں خاص ہوگیا تو لغت کا سہارا لے کر حضرت غازی پر سیّد کا اطلاق کرنا عرف سے جنگ کرنا ہے اور لوگوں کے لئے غلط فہمی پیدا کرنا ہے۔ وهو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: زید ایک سنی آدمی ہے لیکن اس کی کچھ ایسی حرکتیں ہوگئی ہیں آیا وہ اسلامی قانون کے اندر ہیں یا اس کی من

گھڑت چیزیں ہیں یہ عمل اس کا اللہ اور اللہ کے پیارے حبیب کے قانون سے درست ہیں یا نہیں؟

(۱) زید غیر نمازی شخص کا پکایا کھانا نہیں کھاتا ہے۔

(۲) بازار کی بنی ہوئی مٹھائی نہیں کھاتا ہے۔

(۳) اپنی چارپائی پر کسی بے نمازی آدمی کو نہیں بیٹھنے دیتا ہے۔

(۴) خود بازار یا دنیاوی غرض سے باہر نہیں نکلتا۔

(۵) زیادہ آدمیوں کی بھینٹ نہیں چاہتا۔

(۶) ایک بار وہ انگریزی اسکول گیا وہاں کسی کے کہنے سے کرسی پر بیٹھ گیا پھر جب وہ گھر آیا تو اپنے کپڑے دھو ڈالے بتایا کہ وہاں سب انگریزی داں رہتے ہیں جو بلا پانی کے پیشاب کرنے جاتے ہیں اور اسی کرسی پر آ کر روز بیٹھتے ہیں اس لئے میرے دل نے کراہ کی۔ کہا کہ جس جگہ ناپاک شخص روز بیٹھے اس جگہ ایک پاک غازی کو نہیں بیٹھنا چاہئے کیونکہ پینٹ والا لباس پہن کر کھڑے پیشاب کرتے ہیں جو کہ چھینٹیں پڑتی ہیں بھلا ایسی کرسی پر بیٹھ کر اور اسی لباس سے نماز کیسے پڑھ لوں۔ (۷) گھی دودھ وغیرہ ہندو کے یہاں کا نہیں کھاتا (۸) اپنے لوٹے کو غیر نمازی کو نہیں چھونے دیتا ہے۔ (۹) مسجد مصلی اور کچھ نمازی لوگوں سے تعلق رکھتا ہے (۱۰) کرایہ کی سائیکل لائی گئی اس پر چڑھنے سے انکار کر دیا۔ (۱۱) وہابی دیوبندی کے یہاں کا سودا تو لاتا ہی نہیں تھا اب کفار کے یہاں کا بھی لانے میں پرہیز کرتا ہے بس مسلمان پاک لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے (۱۲) جن عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے ان سے پردہ کرتا ہے یہاں تک کہ آواز سننا بھی ٹھیک نہیں سمجھتا ہے (۱۳) غیر نمازی لوگوں کے پیچھے یا ہندو کافر کا پیچھا بالکل نہیں چاہتا ہے یہ لوگ بدن اور کپڑوں سے ناپاک ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے پیچھے بیٹھ کر ان کے پاس بیٹھ کر بات چیت یا کوئی کام کرنے میں مجھے الجھن معلوم ہوتی ہے کیا یہ فعل اس کا درست ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روئے زمین پر میرے سنی نمازی بھائی اتنے ہیں کہ میرا دینی و دنیاوی کام حل ہو جائے گا۔ غیروں ناپاکوں سے کیوں ظاہری یا باطنی تعلق رکھوں (۱۴) علم کے بارے میں صرف قرآن پاک حدیث اور کچھ سچی کتابیں بیان کرتے ہیں کہتا ہے جو مولانا روم صاحب کا قول ہے وہی علم۔ اور یہ سب انٹر بی اے ایم اے ہائی سکول کی تعلیم بیکار اپنے بچوں کو مت پڑھاؤ ایسا علم جو خلاف ہو وہ کہتا ہے کہ دینی تعلیم سے کام سب حل ہو جائے گا (۱۵) تو ان کے قول سے جو لوگ ہندی، سنسکرت، انگریزی پڑھا کر روٹی کھاتے ہیں نوکری پر ہیں وہ گناہ گار ہوئے تعلیم کے بارے میں کہتا ہے (۱) پڑھانے والا استاذ ظاہر باطن سے پاک ہو (۲) لڑکا دس سال سے اوپر کا ظاہر و باطن میں پاک ہو (۳) کتابیں جو پڑھائی جائیں وہ ظاہر باطن سے پاک ہوں۔ کتاب کے مضمون صاف ہوں۔ فقط۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ باشرع مسلمان کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک وہ جو محض فتویٰ پر عمل کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو فتویٰ سے زائد تقویٰ پر بھی کاربند رہتا ہے جو ایمان کا اعلیٰ اور باکمال درجہ ہے۔ غیر مسلم ہنود وغیرہ کا پکایا ہوا کھانا یا ان کی بنائی ہوئی مٹھائی فتویٰ کے رو سے شرعاً جائز و مباح ہے لیکن تقویٰ کی رو سے نہ کھانا ہی بہتر ہے لہٰذا زید کا عمل

تربیت مطہرہ کے بالکل موافق اور مطابق ہے مولیٰ تعالیٰ ایسے مومن صالح کو اپنی خاص نعمتوں اور برکتوں سے نوازے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی ایسی توفیق عطا فرمائے جس سے اسلام وسنیت کی تابناکی افزوں ہو اور صحابہ کرام تابعین عظام کے عملی نقوش ابھر آئیں۔ آمین بحرمت سیّد المرسلین علیہ وعلیہم الصلاۃ والتسلیم الی یوم الدین۔ سوال میں زید کے قول کی تفسیر صحیح طور پر نہیں پیش کی گئی۔ انگریزی یا سنسکرت کی تعلیم کو ذریعہ معاش بنایا زید نے مطلق ناجائز وگناہ نہیں بتایا ہے گناہ بتانے کا جملہ خود سائل نے لکھ دیا ہے سائل کو اپنے پیش کردہ سوال پر نظر ثانی کرنا چاہئے ہاں اپنے اسلام وسنیت سے بے خبر رہنا اور غیر مذہبی تعلیم میں مشہور ہونا اور اسے ذریعہ معاش بنانا بے شک ناجائز وگناہ ہے۔ نص قرآنی: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کی بالکل خلاف ورزی ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں صاف کہا گیا: طلب العلم فریضة علی کل مسلم (رواہ اصحاب الصحاح) یعنی شریعت کے ضروری علوم سے باخبر ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے تاکہ وہ اپنے اعمال فرض وواجب کو صحیح طریقہ سے ادا کر سکے اور حلال وحرام کا امتیاز رکھتے ہوئے حلال میں مشغول ہو اور حرام سے بچے اور پرہیز رکھے۔ واللہ ورسولہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ: ابو البرکات محمد نعیم الدین عفی عنہ

۶/شعبان ۱۳۸۸ء

مسئلہ: مرسلہ محمد فاروق الحسن گورنڈوی از بمبئی

ایک مدرسہ عربیہ ہے جس میں اردو ہندی پرائمری تعلیم پرنسپل سے منظور شدہ نظام تعلیم کے علاوہ خصوصیت سے درس نظامی عربی، فارسی، حفظ قرأۃ وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے نیز بیرونی نادار طلباء کے خورد ونوش، قیام، علاج وملبوسات کا بھی مدرسہ خود کفیل ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسے مدرسہ میں غیر مسلم کی رقم جس کا ذریعہ معاش بظاہر حلال طریقے پر ہے اگر وہ اپنی خوشی سے بطور اعانت چندہ دیں تو اس کا لینا اور اس مدرسہ میں اس کا صرف کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے لیکن آئندہ کسی شرعی قباحت کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو احتراز لازم ہے۔ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰/ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از عبد الرحمٰن موضع مرسٹھوا۔ گنیش پور ضلع بستی

نظم میں نور نامہ نام کی ایک کتاب عوام میں بہت مقبول ہے خاص کر عورتیں اسے بہت پڑھتی ہیں تو اس کتاب میں جو روایت لکھی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نور نامہ مذکور میں جو آیت لکھی ہوئی ہے وہ بے اصل ہے اس کتاب کا پڑھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "رسالہ منظوم ہندیہ بنام نور نامہ مشہور ست روایتش بے اصل ست خواندنش روانیست چہ جائے ثواب۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۵۵) وھو تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از صوفی ثناء اللہ دوکان نمبر ۳۴ اندھیری کرلا روڈ جری مری بمبئی ص ۲۷

شوہر کو اپنی بیوی سے جدا ہو کر زیادہ سے زیادہ دوسرے شہر میں کتنے دن رہنا چاہئے؟

الجواب: زیادہ سے زیادہ چار مہینہ بیوی کو چھوڑ کر رہ سکتا ہے اس سے زیادہ شوہر کو دوسرے شہر میں نہیں رہنا چاہئے امام العادلین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اتنی ہی مدت کا فیصلہ فرمایا ہے۔ ھٰذا ماعندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: مقبول احمد سوئٹر والے کالپی شریف جالون

۱- سنی کس کو کہتے ہیں ہمارے محلہ میں ایک شخص رہتا ہے وہ سنی ہے اور اس کا بھائی حقیقی قادیانی ہے اور یہ قادیانی اس کا برسہابرس سے ہمارے شہر سے تقریباً سو یا دو سو میل دور رہتا ہے اور وہاں ریلوے میں نوکری کرتا ہے۔ کبھی اتفاق سے ایک دوسرے کے یہاں شادی ہوئی یا اور کوئی ضرورت درپیش ہوئی یا بھائی کے ناتے کبھی کبھی آتے جاتے ہیں اور رہتے بستے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں کیا یہ سنی بھائی جو کہ آتا جاتا ہے قادیانی بھائی کے یہاں کیا یہ سنی نہیں رہا؟ کیا جو لوگ اس سنی بھائی سے گریز پرہیز کریں تو ان کا پرہیز کرنا درست ہے؟ کیا ایسے سنی کے یہاں روزانہ یا شادی وغیرہ میں آنا جانا درست ہے؟

۲- ایک شخص سنی ہے اور دوسرا شخص دیوبندی وہابی ہے اور تیسرا شخص بھی سنی ہے جو تیسرا شخص ہے وہ اپنے لڑکے کی شادی کر رہا ہے بسلسلۂ شادی قرآن خوانی میلاد شریف کر رہا ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اور کھانا کھلانے کا انتظام بھی کر رہا ہے جس میں سیکڑوں سنیوں کو بھی دعوت دے رہا ہے اور پچاسوں دیوبندیوں وہابیوں کو بھی اور سیکڑوں سنیوں نے اس شخص کی دعوت قبول کر لی ہے اور وہابیوں نے بھی کی ایسے شخص کے یہاں جو دونوں حضرات کو مدعو کر رہا ہو تو کیا ایک ہی دسترخوان پر یہ دونوں حضرات کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا جو سنی حضرات نے دعوت قبول کی ہے ایسے جگہ کی دعوت قبول کرنے اور ایسی محفل میں شرکت کرنا کیا درست ہے اور اس میں سیکڑوں سنی اور وہابی کھا رہے ہیں اور صرف دس پانچ سنی ایسی محفل میں شرکت کرنے کے بعد قرآن خوانی اور میلاد شریف ہونے کے بعد چل دیئے اور کھانا نہیں کھایا تو فیصلہ فرمادیجئے کہ کون لوگ حق پر ہیں اور یہ سیکڑوں سنی سنی رہے کہ نہیں؟

۳- کیا کافر یا مشرک کے منہ کا جھوٹا یا ہاتھ سے پکا ہوا وہ اپنے ہاتھوں سے دے کہ کھا تو کیا وہ کھا سکتا ہے تو کیا مشرک کافر کا کھا سکتا ہے۔ مدلل فیصلہ فرمادیجئے کہ سنی حضرات کو مشرک کافر اور وہابی قادیانی کے منہ کا جھوٹا یا ہاتھوں کا پکا ہوا یا ہاتھوں کا دیا کھانا کھانا کیا درست ہے یا ناجائز حرام؟ جواب نمبر سے پیچھے لکھ دیجئے میں نے بہار شریعت میں لکھا دیکھا ہے کہ کافر کا جھوٹا
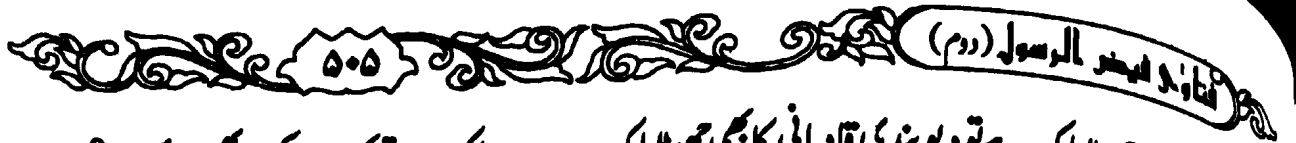
پاک ہے اگر کافر کا جھوٹا پاک ہے تو دیوبندی قادیانی کا بھی جھوٹا پاک ہے جب پاک ہے تو کیا اسے کھانا بھی جائز ہے؟

۴- دوسروں کی محفل میں لڑکیاں دس گیارہ سال کی دینی تقریر کرسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. ضروریات اہل سنت کے ماننے والے کو سنی کہتے ہیں جوان کی کتابوں میں مذکور ہے۔

۱- قادیانی اپنے کفریات قطعیہ کی بناء پر علماء اہلسنت کے نزدیک متفقہ طور پر کافر و مرتد ہیں قادیانی کے بھائی کا اعتقاد اگر مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق ہے تو وہ بہرحال سنی ہے لیکن اپنے قادیانی بھائی سے میل جول اور آمد و رفت رکھتا ہے تو سنی گنہگار ہے ایسے سنی کا بائیکاٹ کیا جائے لیکن بائیکاٹ کرنے میں اگر اس کے قادیانی ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عوام سنی بائیکاٹ نہ کریں لیکن خواص سنی ضرور اس سے ترک تعلق کریں۔

۲- جو سنی کہ وہابیوں کو بھی کھانے کی دعوت دے ایسی دعوت میں سنیوں کو شرکت نہیں کرنی چاہئے جو لوگ کھانا کھائے بغیر چلے گئے انہوں نے بہتر کیا اور جن سنیوں نے وہابیوں کے ساتھ کھایا وہ گنہگار ہوئے کھانے کے سبب وہابی نہیں ہوئے اس لئے کہ سنیت اعتقاد کا نام ہے۔ اعمال کا نام سنیت نہیں ہے۔

۳- کافر و مشرک کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے مگر نہ کھانا بہتر ہے۔ لیکن اس کے ہاتھ کا گوشت کھانا جائز نہیں اگر چہ وہ کہتا ہو کہ مسلمان کا ذبیحہ ہے۔ (عالمگیری) اور مشرک، کافر، وہابی اور قادیانی کا جھوٹا اس معنی میں پاک ہے کہ اگر کپڑے میں لگ جائے اور اسی کپڑے کو پہن کر نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی لیکن اس کا کھانا جائز نہیں بلکہ اس سے نفرت کی جائے گی جیسے تھوک، رینٹھ اور کھنکھار سے نفرت کی جاتی ہے اس لئے کہ پاک ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ پاک ہیں لیکن ان کا کھانا حرام ہے۔ بہار شریعت حصہ دوم ص ۱۰۱ میں ہے: جو گوشت سڑ گیا بدبو لے آیا اس کا کھانا حرام ہے اگر چہ نجس نہیں۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایاکم وایاهم لایضلونکم ولایفتنونکم یعنی گمراہ فرقوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ گمراہ فرقوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا اور ان کے یہاں کھانا پینا اس لئے ناجائز ہے کہ ایسا کرنے سے گمراہ ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے کیونکہ وہ قرآن و حدیث اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لیتے ہیں اور مشرک کافر کے یہاں اٹھنے بیٹھنے اور اس کے یہاں کھانے سے گمراہ ہونے کا اندیشہ ضعیف ہے اسی لئے مشرک کافر سے معاملہ کرنا اور اس کے یہاں کھانا جائز ہے مگر نہ کھانا بہتر ہے۔ علاوہ ازیں مشرک و کافر اللہ و رسول کو نہیں پہچانتا اور وہابی قادیانی وغیرہ نے اللہ و رسول کو جان پہچان کر ان کی توہین و گستاخی کی اسی لئے وہ کافروں کی بدترین قسم میں سے ہیں اور اسی لئے شریعت کا حکم ان کے بارے میں سخت ہے۔

۴- دس گیارہ سال کی لڑکیوں کو مردوں کی مجلس میں تقریر کرنے کے لئے پیش کرنا بہت بڑے فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے

مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از ولی اللہ برکاتی قصبہ محلہ شیر پور ضلع بستی

جو شاعر کہ فاسق معلن ہو تو اس کے نعتیہ کلام اور اس کے اشعار کو پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب. فاسق معلن کا جو نعتیہ کلام جو مزاج شریعت کے مطابق ہو اس کا پڑھنا جائز ہے مگر نہ پڑھنا بہتر ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل جلالہ وصلی المولٰی علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از ایس۔ ایم۔ محمد سلیم انار۔ بڑا روڈ راوڑکیلا (اڑیسہ)

نمبر ۱- ایک ایسے بزرگ کے بارے میں جو خود بھی صحیح العقیدہ سنی اور مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا پابند ہے اور اپنے مریدین کو بھی مسلک پر قائم رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ زید نے ان پر یہ بہتان لگایا ہے کہ وہ دیوبندیوں اور وہابیوں کے مسلک کی حمایت کرتا ہے اور دیوبندیوں سے رابطہ رکھتا ہے اور ان کے عقائد باطلہ و فاسدہ و جملہ کفریہ سے واقف ہے اور اپنے کو علم دین مفتی شرع کہتا اور جانتا ہے اور اعلان کرتا ہے اس کے بعد ان کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کا مؤید ہے لہٰذا حکم صادر فرمایا جائے کہ اس طرح کا غلط بہتان لگانے والے کے لئے شریعت میں کیا سزا ہے؟

نمبر ۲- زید نے صراط مستقیم نامی کتاب مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی کے متعلق ایک صوفی طریقت کی طرف یہ جھوٹا الزام منسوب کیا ہے اور اس کتاب کو مستند یا معتبر کہتا ہے اور اسے تصوف کی مایۂ ناز تصنیف قرار دیتا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے مفتری شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: آپ کا استفتاء دار العلوم فیض الرسول کو موصول ہوا جو ابا تحریر ہے کہ اس قسم کے سوال و جواب سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اختلاف کی آگ اور تیز ہو جاتی ہے جس سے سنیت کو شدید نقصان پہنچتا ہے اگر آپ اصلاح چاہتے ہیں (اور کون سنی ہوگا جو اصلاح نہیں چاہے گا خصوصاً فتنۂ وہابیت کے زمانہ میں) تو اس کی احسن صورت یہ ہے کہ با اثر علماء کے سامنے یہ معاملہ رکھا جائے پھر طرفین کا بیان سننے کے بعد جو فیصلہ فرمائیں اس پر عمل کیا جائے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت جلد دوازدہم ص ۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ نزاعی معاملات میں اس وقت فتویٰ دے جب فریقین کو طلب کرے اور ہر ایک کا بیان دوسرے کی موجودگی میں سنے اور جس کے ساتھ حق دیکھے اسے فتویٰ دے اور شامی جلد چہارم ص ۳۱۴

میں ہے: الاحسن ان یجمع بینه وبین خصمه فاذا اظهر له الحق مع احدهما کتب الفتوی لصاحب الحق اھ۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اہلسنّت و جماعت علماء و مشائخ کو اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از خورشید احمد موضع مجھولیا پوسٹ چندن پٹی ضلع مظفر پور (بہار)

بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو جلوس نکالنا اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا جائز ہے اس لئے کہ ان باتوں سے حضور کی تعظیم ہوتی ہے جس کا حکم مسلمانوں کو سورۂ فتح میں اس طرح دیا گیا ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ یعنی رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (پ۲۶ ع۹) اور تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی قول یا فعل اگر کسی کے عرف میں تعظیم کے لئے مانا جاتا ہے تو وہ قول یا فعل اس کے یہاں تعظیم ہی قرار دیا جائے گا اور وہی قول و فعل اگر کسی دوسرے ملک یا قوم میں توہین سمجھا جاتا ہے تو وہاں اس قول و فعل کو توہین ہی ٹھہرایا جائے گا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ یعنی ماں باپ کو اف نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا (پ۱۵ ع۳) حضرت امام قاضی ابوزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لو ان قوما یعدون التافیف کرامة لایحرم علیهم تافیف الابوین یعنی اگر کوئی قوم اف کہنے کو تعظیم سمجھتی ہے تو انہیں ماں باپ کو اف کہنا حرام نہیں ہے (اصول الشاشی بیان دلالۃ النص ص ۳۱) یعنی آیت کریمہ میں اگرچہ ماں باپ کو اف کہنے سے روکا گیا ہے لیکن چونکہ تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے اس لئے اگر کسی کے عرف میں ماں باپ کو اف کہنے سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی ہے بلکہ اس لفظ سے ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے تو اس شخص کے لئے ماں باپ کو اف کہنا حرام نہیں ہوگا بلکہ اس لفظ کو ان کے لئے بولنے سے بیٹے کو ثواب بھی ملے گا کہ جب یہ لفظ اس کے عرف میں تعظیم کے لئے ہے تو ماں باپ کو اس سے خوشی ہوگی اور ان کو خوش کرنے میں ثواب یقیناً ملے گا۔ جیسے کہ فارسی عرف میں کسی شخص کے لئے مہتر کا لفظ بولنا اس کی تعظیم ہے اس لئے کہ اس کا معنی ہے سردار اور بہت بزرگ و برتر۔ مگر فارسی عرف کا یہی عزت والا لفظ ہمارے عرف میں کسی شخص کو کہنا اس کی توہین و تذلیل ہے اور یہی عرف ہی بنیاد ہے کہ ہم اپنے ملک میں خداوند قدوس کے لئے مکر کا لفظ نہیں بول سکتے کہ اس کی توہین ہے لیکن عربی عرف میں توہین نہیں اسی لئے قرآن مجید میں ہے: وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (پ۳ ع۳، پ۹ ع۱۸) اور حدیث شریف میں ہے حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی حافیا ومنتعلا۔ یعنی میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۷۳) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان رأی فی نعلیه قذرا

فلیمسحه ولیصل فیهما۔ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آیا کرے تو دیکھ لیا کرے۔ اگر جوتوں میں گندگی دیکھے تو اسے پونچھ دے اور ان کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔ (ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص ۷۳) اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم خالفوا الیهود فانهم لایصلون فی نعالهم ولاخفافهم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں کی مخالفت کرو وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۷۳) ان احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ جوتا پہنے ہوئے مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ جوتے پہن کر نماز پڑھو مگر یہ عرب کا عرف ہے کہ مسجد میں جوتا پہن کر جانے سے اس کی توہین نہیں ہوتی۔ اس لئے مسجد حرام جو ساری دنیا کی مسجدوں میں سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ قابل تعظیم وتکریم ہے آج بھی عرب اس میں جوتا پہن کر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور اسے آداب مسجد کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں لیکن ہمارے عرف میں چونکہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس کی توہین ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی سرکشی سے جوتا پہن کر مسجد میں جائے تو فتنہ برپا ہوگا اس لئے جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے اور صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں۔ ائمہ دین نے اس کی بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی۔ امام برہان الدین والملۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید اور محقق بحر زین بن نجیم کی بحر الرائق اور فتاویٰ سراجیہ اور فتاویٰ عالمگیریہ جلد پنجم ص ۱۲۲ کتاب الکراهیة باب خامس میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ۔ آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جوتا پہنے ہوئے جائے بے ادب ٹھہرے نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے۔ مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور ان میں فتنہ وفساد پیدا کرنا اور انہیں نفرت دلانا قرآن عظیم واحادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ انتہی ملخصًا (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۷۵) اسی طرح عرب کے عرف میں ملاقات پر ایک دوسرے کا رخسار وگال چومنا اور مہمان کی سواری کے لئے خچر وگدھے کو پیش کرنا اس کی تعظیم ہے لیکن ہمارے عرف میں توہین ہے اور تالی پیٹنا ہمارے عرف میں ذلیل کرنا اور ہنسی اڑانا مگر انگریزی ماحول میں تعظیم وتحسین ہے اور عربی مدارس کے عرف میں طلبہ کا ایک درجہ میں بیٹھا رہنا اور اساتذہ کا تعلیم دینے کے لئے ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں جانا ان کی توہین ہے لیکن انگریزی اسکولوں میں توہین نہیں۔ تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے اس کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی ملک کے عرف میں کوئی پیشہ ذلیل مانا گیا ہے تو معزز گھرانے کی لڑکی کا اس پیشہ والے سے نکاح کرنا اس کے خاندان کی توہین ہے اور وہی پیشہ اگر کسی دوسرے ملک میں معزز سمجھا جاتا ہے تو توہین نہیں حضرت امام بن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فیدور معه وعلی هذا ینبغی ان یکون الحائك كفوًا للعطار بالاسكندرية لما هناك من حسن اعتبارها وعدم نقصها البتة (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۳) ان مثالوں سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے اور ہمارے عرف میں کسی کا نام

ولادت منانا اس کی تعظیم وتکریم ہے اسی لئے بڑے لیڈروں کی جینتی منائی جاتی ہے لہٰذا ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا اس تاریخ میں تعطیل کرنا' دکانیں بند رکھنا، غسل کرنا، خوشبو لگانا، نئے کپڑے پہننا، خوشی ظاہر کرنا، گھروں کو آراستہ کرنا، چراغاں کرنا، سڑکوں اور گلیوں کو قمقموں سے سجانا، سڑکوں پر گیٹ بنانا، نعروں کے ساتھ جلوس نکالنا' اور میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا سب جائز ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضور کی تعظیم کا جواز قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کے قول وفعل سے ثابت ہے اور جب دارالعلوم دیوبند' وندوۃ العلماء لکھنؤ کا جشن منانا جائز ہے تو حضور کی ولادت کا جشن منانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علی النبی الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالرشید خاں امام مسجد ہریا ڈاکخانہ راج گھاٹ ضلع بستی

نمبر ۱- زید کی لڑکی بدچلن تھی جس کی وجہ سے لڑکی کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی جس سے لڑکی کا ناجائز تعلق تھا اب بھی لڑکی اس کے ساتھ رہتی ہے اور نکاح بھی اس کے ساتھ ہوگا اس کے اوپر کفارہ (ناجائز تعلق کے بناء پر) جو عائد ہوں اس سے واقف کرا کر مشکور فرمائیں تاکہ فلاں دین ودنیا حاصل ہو۔

نمبر ۲- مندرجہ بالا واقعہ عمر کے مکان میں ہوتا رہا بلکہ مندرجہ بالا دونوں آدمیوں کا کھانا، پینا، رہنا، سہنا سب کچھ عمر کے ساتھ ہوتا رہا تو اس امر میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں عمر پر کفارہ کون سا عائد ہوتا ہے؟

الجواب: ناجائز تعلق یعنی زنا کے لئے شرع نے کوئی کفارہ مقرر نہیں کیا ہے ہاں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زنا ثابت ہونے پر دونوں کو سنگسار کیا جاتا کوڑا مارا جاتا اب ہمارے یہاں موجودہ زمانہ میں حکم یہی ہے کہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور دونوں کو نماز کی پابندی کرنے پر زور دیا جائے اور قرآن خوانی نیز میلاد شریف کرنے کی تلقین کی جائے......اور عمر کو اگر ان دونوں کے ناجائز تعلق کا علم تھا اور عمر ان دونوں کے ناجائز فعل سے راضی تھا تو وہ بھی علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اسے بھی میلاد شریف وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے ھٰذا ماظھرلی والعلم عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رشعبان المعظم ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از محمد طیب خاں مہنان کھنڈسری بستی

نمبر ۱- زید خود سنی صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ایک پیر بھی ہے اور بیعت بھی کرتا ہے اس سلسلے میں مریدین متعلقین کے یہاں آنا جانا ہے۔ البتہ ان کے مریدین کے تعلقات اور رشتہ داری وہابیوں دیوبندیوں سے ہیں۔ مریدین ان کے یہاں

آتے جاتے ہیں اور وہ لوگ ان کے یہاں آتے جاتے سلام وکلام کرتے ہیں خود کھاتے اوران لوگوں کو کھلاتے پلاتے ہیں اور زید ان تمام حالات کے جاننے کے باوجود اپنے ان مریدوں کے یہاں جاتا ہے اور سلسلہ میں داخل کرتا رہتا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ وہ پیر طریقت از روئے شریعت مطہرہ سنی رہ گئے یا نہیں؟ اگر ہیں تو کیسے اور اگر نہیں تو سلسلۂ بیعت باقی ہے یا نہیں؟ اگر باقی نہیں تو ان کے یہاں دوبارہ خود پیر طریقت جانے پر کیا ہوں گے؟

نمبر۲- موجودہ زمانہ میں جو عرس ہوتے ہیں جس کے اندر بے شمار مرد کے سوا عورتیں بے پردہ شریک ہوتی ہیں اور وہ بھی زیارت قبور کے طریقوں سے ناواقف ہوتی ہیں جن کے روک تھام کے لئے بانی عرس کوئی معقول انتظام نہیں رکھتے اس خلط ملط اور تمام خرافات کا ضامن کون ہوگا یہاں تک کہ مزارات پر اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہلاء عورتیں مرد اہل دین کے سامنے سربسجود ہوتے رہتے ہیں۔ مگر اہل علم توجہ نہیں فرماتے بلکہ اگر اشارۃً کوئی عرض کرے کہ حضرت یہ کہاں تک روا ہے تو فرماتے ہیں کہ عقیدتاً ایسا کرتے ہیں ایسا کہنے والے اہل علم کے بارے میں احکام شرعیہ کیا ہیں؟ پورے اجزاء کے جوابات مفصل تحریر فرمائیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ عرس منانے کا صحیح طریقہ عندالشرع کیا ہے؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. (۱) دیوبندی وہابی اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸ تحذیر الناس ص۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ وغیرہ کی بناء پر بحکم شریعت اسلامیہ کافر ومرتد ہیں اور مرتد سے میل جول رکھنا اس سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا اور رشتہ کی بناء پر اس کے یہاں آنا جانا اور اس کی اپنے گھر مہمان نوازی کرنا یہ سب امور بحکم شریعت اسلامیہ ناجائز وحرام ہیں۔ زید کے مریدین جو وہابیوں دیوبندیوں سے رشتہ ناتا قائم کئے ہوئے ہیں۔ وہ سب گناہ کبیرہ کے مرتکب اور شرعاً فاسق ہیں پھر اگر زید ان باتوں کو جانتے ہوئے حسب استطاعت اپنے مریدوں کو امور مذکور بالا کے ارتکاب سے منع نہیں کرتا بلکہ صرف دنیوی منفعت کے حصول کے لئے ان کے یہاں جاتا اور لوگوں کو سلسلۂ بیعت میں داخل کرتا ہے تو ایسی صورت میں خود زید بھی گنہگار ہے اور اگر وہ اپنے مریدوں کو وہابیوں سے تعلقات قائم کرنے سے منع کرتا رہتا ہو لیکن وہ لوگ عمل نہ کرتے ہوں تو اس پر مواخذہ نہیں اور زید جبکہ وہابیوں دیوبندیوں کو ان کے عقائد کفریہ کے باعث کافر ومرتد مانتا ہو اس کا اعتقاد مذہب اہلسنت کے مطابق ہو تو بہر حال سنی ہے خواہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ مستفتی زید کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے ایک طرف تو یہ پوچھ رہا ہے کہ زید سنی رہ گیا یا نہیں دوسری طرف اپنے ابتدائی سوال میں اس کو سنی صحیح العقیدہ تسلیم کر رہا ہے کہ زید خود سنی صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ایک پیر بھی ہے سائل کو اپنے مقصد کے مطابق یوں لکھنا چاہئے تھا کہ زید سنی کہلانے کے ساتھ ایک پیر بھی ہے۔

نمبر۲- بہ سلسلہ زیارت قبور عوام مردوں اور عورتوں کے اختلاط وغیرہ کو روکنے کی جتنی استطاعت بانی عرس کو ہے اگر وہ اس کو بروئے کار نہیں لاتا تو بیشک وہ ان خرابیوں کا ذمہ دار ہے۔ مزار کو بوسہ دینا حرام نہیں مگر پھر بھی عوام کو اس سے روکنے کا حکم ہے اس بوسہ کو وہابی سجدہ کہتے ہیں تو اس بوسہ کو سائل نے سربسجود ہونے سے تعبیر کیا ہے تو یہ اس کی سخت نادانی ہے۔ رہا مزار کو سجدہ کرنا تو اگر

سجدہ سجدۂ عبادت ہو تو سجدہ کرنے والا کافر و مرتد ہے اور اگر سجدۂ تعظیمی ہو تو سجدہ کرنے والا فعل حرام و گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے جس شخص نے سجدۂ فقہی کو قبر کے لئے جائز مانا ہے وہ گمراہ اور فاسق ہے۔ سائل کو چاہئے تھا کہ اس کے خیال کے جس صاحب علم نے قبر کے لئے سجدۂ عقیدت کو جائز مانا ہے پہلے اسی سے استفتاء کرتا اگر وہ صاحب علم واضح جواب نہ دیتا تو سائل اس سوال کو یہاں بھیجتا۔ اس لئے کہ سجدۂ عقیدت کو جائز ماننے والا بزعم سائل اہل علم سے ہے تو سائل کو اسی سے فتویٰ لکھ لینا چاہئے اور اگر لکھا چکا ہے تو اس کی نقل بھیج دے تاکہ اس کا رد لکھا جائے اس لئے کہ سجدۂ عقیدت بہر صورت ناجائز و حرام ہے۔ هٰذا ما عندی والعلم عند الله تعالٰی ورسوله جل جلاله وصلی الله علیه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از محمد سلیمان گورکھپوری

نمبر ۱- زید کی بیوی نے ایک ڈوم سے زنا کیا تو برادری نے زید کا بائیکاٹ کر دیا تو زید کی بیوی بہت نادم ہوئی اور معافی کی طلب گار ہوئی تو چودھری نے کہا کہ زید کی بیوی توبہ کرے، پانچ فقیروں کو کھانا کھلائے اور میلاد شریف سنے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ چودھری کا یہ فیصلہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور زید کی بیوی مذکورہ بالا باتوں کو کرنے کے بعد پاک ہو جائے گی یا نہیں؟

نمبر ۲- زنا کار کو جوتے مارنا یا اس سے کچھ روپیہ وصول کرنا اور میلاد شریف سننے کا حکم دینا ان چیزوں کو زنا کا کفارہ سمجھنا درست ہے یا نہیں اگر روپیہ لینا جائز ہے تو اسے کہاں خرچ کیا جائے؟

الجواب: اگر حکومت اسلامیہ قائم ہوئی تو زانی اور زانیہ کو سنگسار کیا جاتا یا حد لگائی جاتی لیکن جب حکومت اسلامیہ قائم نہیں تو زید کی بیوی کو علانیہ توبہ کرائی جائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور خیرات کرنے کی تلقین کی جائے زبردستی نہ کی جائے اور چودھری نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اگر بطور مشورہ کے ہو تو شرعاً درست ہے اور اگر بطور تاوان اور جرمانہ کے ہو تو جائز نہیں اور میلاد شریف سننے، فقیر کو کھانا کھلانے اور دیگر نیکیوں کے کرنے سے صرف قبول توبہ کی امید کی جائے گی اور کچھ نہیں، اور بعد توبہ جبکہ لوگ اس کی توبہ سے مطمئن ہو جائیں تو اس کے یہاں کھا پی سکتے ہیں۔ والله تعالٰی اعلم.

نمبر ۲- زنا کار کو پنچایت کے حکم سے جوتے مارنا جائز ہے اور میلاد شریف اور دیگر نیکیوں کے کرنے کا مشورہ دینا مستحسن ہے لیکن ان نیکیوں کو زنا کا کفارہ سمجھنا غلطی اور خطا ہے اس لئے کہ شرع میں زنا کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ حد اور رجم ہے اور زنا کار سے کچھ روپیہ بطور تاوان اور جرمانہ لینا جائز نہیں۔ لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام. وهو تعالٰی اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ذی القعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: از رحمت اللہ بہرائچ

زاہد علی ایک عورت منی بیگم کو ناجائز طور پر اس کے میکے میں رکھے ہوئے ہے اور منی بیگم کے والدین اس کے اس فعل سے راضی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زاہد علی، منی بیگم اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر زاہد علی اور منی بیگم آپس میں میاں بیوی کے تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں تو یہ سخت ناجائز اور حرام ہے دونوں ایک دوسرے سے ناجائز تعلقات ختم کر کے علانیہ توبہ کریں ورنہ دونوں سخت حرام کار، نہایت بدکار، لائق عذاب قہار اور دین و دنیا میں روسیاہ، شرمسار ہوں گے اور منی بیگم کے والدین جو اس کے فعل سے راضی تھے وہ بھی علانیہ توبہ کریں اور اگر یہ لوگ توبہ واستغفار نہ کریں تو مسلمان ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، اور ہر طرح کے اسلامی تعلقات ہرگز نہ رکھیں۔ وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از نور الدین سیور الال ضلع بستی

زید کے بیٹے خالد نے ایک چمارن سے زنا کیا تو محلہ والوں نے زید سے قطع تعلق کر لیا لیکن بکر کا کھانا زید کے گھر اور زید کا کھانا بکر کے گھر ہوتا رہا ویسے نادم دونوں ہیں۔ مطلع فرمائیں کہ ان دونوں کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے؟

الجواب: زید کے بیٹے خالد نے اگر چمارن سے زنا کیا اور زید اس سے راضی رہا پھر بکر نے اس گھر کا کھانا لیا یا کسی قسم کا اسلامی تعلق رکھا تو زید و بکر دونوں بالاعلان توبہ کریں اور لڑکے خالد پر علانیہ توبہ کرنا فرض ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو زید پر واجب ہے کہ ایسے لڑکے کو گھر سے نکال باہر کرے اور ہرگز ہرگز کوئی تعلق و رواداری اس سے نہ رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ ر ذی القعدہ ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: از محمد حسین ساکن منجھوڑا پوسٹ ہر پور بدھٹ گورکھپور

زید چند باتیں پیش کرتا ہے (الف) عورتوں کو سینڈل پہننا جائز ہے اس لئے کہ انگریز کی عورتوں سے مشابہت ہے۔

(ب) کلی دار پاجامہ یا پانچ چھ گز کپڑے کا شلوار پہننا بھی ناجائز ہے اس لئے کہ یہ فضول خرچی میں سے ہے اور اس پر قرآن کریم کی آیت کریمہ پڑھتا ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔

(ج) ساڑھی بھی پہننا ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں بے پردگی ہے آیا زید کا کہنا بحکم شریعت مطہرہ غلط ہے یا صحیح؟

الجواب: (الف) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: من تشبہ بقوم فھو منھم (رواہ احمد ابوداؤد) یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم میں سے ہے۔ (احمد وابوداؤد) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کی ہر وہ چیز جو ان کے لئے اس طرح خاص ہو کہ اگر مسلم اسے استعمال کرے تو غیر مسلم ہونے کا اس پر دھوکا ہو تو اس کا

استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے اور کم اونچی والی سینڈل جو عام طور سے مسلمانوں میں رائج ہے اس کے پہننے والے پر چونکہ غیر مسلم ہونے کا دھوکا نہ ہوگا لہٰذا اس کا پہننا جائز ہے ہاں اگر کوئی سینڈل ان کے لئے اس طرح خاص ہو کہ جسے دیکھ کر غیر مسلم ہونے کا دھوکا ہو تو اس کا پہننا جائز نہیں۔

(ب) عورتوں کو ایسا کپڑا پہننا ضروری ہے کہ جس سے اعضائے جسم کے اتار اور چڑھاؤ ظاہر نہ رہیں اور یہ چیز کلی دار پائجامہ یا پانچ چھ گز کپڑے کے شلوار میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اور کپڑے کی زیادتی کے سبب پائداری اور زینت میں بھی اضافہ ہوتا ہے لہٰذا اس کا پہننا جائز ہے زید کا اس کو اسراف اور فضول خرچی کہنا اور ثبوت میں آیت کریمہ: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ پیش کرنا تعجب اور سخت تعجب ہے اس لئے کہ اگر زید کا استدلال صحیح مان لیا جائے تو مٹی کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتنوں کے استعمال کرنے پختہ مکانات بنانے اور قیمتی کپڑوں کے پہننے کا ناجائز ہونا لازم آجائے گا اور اس کا غلط اور باطل ہونا سورج سے زیادہ روشن ہے زید کو آیت کریمہ کا صحیح موقف معلوم کرنے کے لئے علمائے اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔

(ج) ساڑھی اگر اس طرح پہنی جائے کہ بے پردگی نہ ہو تو جائز ہے اور بے پردگی ہو تو ناجائز ہے اور نیچے کی جانب کھلے رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ شریعت مطہرہ نے ساڑھی اور تہبند پہن کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تہبند ہی استعمال فرماتے رہے۔ وهو سبحانهٗ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲/ربیع الآخر ۹۷ھ۱۳

مسئلہ: از ابراہیم اسمٰعیل مرچنٹ بائیکلہ ہاؤس چوتھی منزلہ فلیٹ سی بمبئی نمبر ۸

آئندہ جمعہ کو بمبئی کے سینما گھروں میں جہاں بے حیاء مناظر کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں اسی پردۂ سینما پر خانہ خدا نامی ایک فلم دکھائی جانے والی ہے جس میں طواف کعبہ معظمہ، سعی صفا و مروہ اور وقوف عرفات سے لے کر زیارت اندرون مسجد نبوی شریف تک کے مناظر کو بذریعۂ اسکرین فلم تیار کیا ہے جسمیں مردوں اور عورتوں کو تمام ارکان حج ادا کرتے ہوئے ان کی تصویریں لی گئی ہیں ایسی فلم دیکھنا اور دکھانا اور اس فلم کی نمائش کرنا از روئے شرع مطہرہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. اے سائل یہ نہ پوچھ کہ نام نہاد فلم "خانہ خدا" کا دیکھنا اور دکھانا جائز ہے یا ناجائز بلکہ یہ پوچھ کہ اس فلم کے دیکھنے والوں اور دکھانے والوں پر کتنا سخت شدید گناہ اور عظیم وبال ہے عام فلموں کا دیکھنا اور دکھانا حرام سخت حرام شدید حرام ہے۔ مقامات مقدسہ کے مناظر کو پردۂ سینما پر لا کر دکھانا ان کی حرمت اور عظمت پر ضرب کاری ہے مسلمانوں کا جذبۂ عقیدت و احترام بالکل سرد ہو چکا ہے ورنہ فلمی کمپنیاں مقامات مقدسہ کے مناظر فلمانے کی جرأت

ہی نہ کر سکی تھیں لیکن پانی سر سے اونچا گزر جانے کے باوجود اب بھی موقعہ ہے کہ ہر طبقہ کے مسلمان اس نام نہاد فلم خانۂ خدا کی نمائش کا قولاً اور عملاً بائیکاٹ کریں اور مقامات مقدسہ کی عزت و آبرو کی حفاظت کا فرض انجام دیں۔ مسلمانو! ہوش میں آؤ فلمی کمپنیاں تمہیں سے پیسہ لے کر تمہارے دین و مذہب سے کھیل رہی ہیں اور شعائر الٰہیہ کی آبرو لوٹ رہی ہیں اگر تم نے ابھی اس فتنۂ عظیم کی بیخ کنی نہ کر دی تو فلمی کمپنیوں کا حوصلہ بڑھ جائے گا اور کل وہ نام نہاد فلم خانۂ خدا کے بعد معاذ اللہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے نام کی بھی فلم نکالنے کی کوشش کر سکتی ہیں پھر اس طرح تمہارا دین و مذہب ایک تماشا بن کر رہ جائے گا لہٰذا ابھی چونک جاؤ ہوشیار ہو جاؤ ہو سکتا ہے کہ کرائے کے کچھ مولوی اور لیڈر اس نام نہاد فلم کے دیکھنے کو جائز کہیں مگر خبردار تم ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا ورنہ تمہارا دینی جذبہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور تم قیامت کے میدان میں ان مجرموں کی صف میں کھڑے کئے جاؤ گے جنہوں نے دین و مذہب کے شعائر کی بے حرمتی کی ہے لہٰذا اس سنگین فتنے میں گھسنے سے خود بچو اور اپنے بال بچوں نیز دوست و احباب اور اپنے عزیز و اقارب سب کو بچاؤ۔ انما التوفیق والهدایة من الله تعالٰی والله تعالٰی ورسوله اعلم جل جلاله وصلی المولٰی علیه وسلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد القادری الرضوی غفرلہ
ربہ القوی، ثمانیہ عشر من ذی الحجۃ الحرام ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از سید معین الدین دلاور پور پوسٹ پندرا پارہ ضلع کٹک

ایک شخص جس کا نام زید ہے وہ کہتا ہے کہ درود پڑھنا جائز ہے اور سلام پڑھنا بدعت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هدایة الحق والصواب۔ زید کا سلام پڑھنے کو بدعت قرار دینا سخت گناہ ہے قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو درود بھیجنے کا حکم دیا ہے وہیں سلام پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یعنی اے مسلمانو! تم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب سلام پڑھو اور جب خود اللہ تعالیٰ نے درود شریف کے ساتھ سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے تو سلام پڑھنا بدعت کیوں کر ہو سکتا ہے زید پر فرض ہے کہ وہ اپنے اس بیہودہ باطل قول سے علی الاعلان توبہ کرے۔ هٰذا ماعندی والعلم بالحق عند الله تعالٰی ورسوله جل جلاله وصلی المولٰی علیه وسلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد القادری الرضوی
المدرس بدر العلوم فیض الرسول فی براؤں الشریفۃ من اعمال
بستی، ۲ر من محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

الحمد لولیه والصلاة والسلام علی نبیه واله وصحبه۔ حضرات رسل و انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر درود بھیجنا اور

سلام بھیجنا سنت الٰہیہ ہے چنانچہ فرمان ربانی اور ارشاد ربانی ہے: وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ تمام رسولوں پیغمبروں پر سلام ہو سلامٌ علٰی مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ، سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ ط یعنی موسیٰ و ہارون پر سلام ہو۔ ابراہیم و الیاس کو سلام ہو۔ (سورہ الصفت پارہ ۲۳) علیٰ نبینا علیہم السلام اور سرکار اعظم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود وسلام پڑھنے کا تو خصوصیت سے حکم دیا گیا ہے کہ حضرت مجیب نے آیت کریمہ پیش فرمائی اس لئے زید پر بکر کا حکم قرآنی اور ارشاد ربانی کے خلاف ایک اعلیٰ درجہ کے مستحب اور مقدس عمل کو بدعت کہنا کھلی جہالت اور نری بدعت ہے جس کی بناء پر زید بے قید خود مبتدع اور گمراہ ہو گیا لہٰذا بحکم شرع حضرت مجیب زید مجدہ کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا جائے۔ فالجواب حق وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔

العبد محمد نعیم الدین عفا عنہ العلی المتین

الصدیقی القادری الرضوی المصطفوی الکورکھنوری،

۲ رمن محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از عبدالمنان متعلم مدرسہ عربیہ نور العلوم اینٹئی رام پور ضلع گونڈہ

بکر عالم سنی صحیح العقیدہ ہے اور حلق رأس کرواتا ہے زید بکر کو حلق رأس سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حلق رأس وہابیوں کا طریقہ ہے لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ حلق رأس کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ حلق رأس سے منع کرنا مسائل شرعیہ سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ حلق رأس بلاشبہ جائز و مستحسن ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک سنت۔ بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۱۹۸ پر بحوالۂ ردالمحتار ہے کہ "مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال مونڈائے یا بڑھائے اور مانگ نکالے" پھر ص ۱۹۹ پر ہے کہ "ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نہ پورے بال رکھتے ہیں نہ مونڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یہ ناجائز نہیں مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ مونڈائے یا بال رکھے" انتہیٰ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۳۱۲ میں ہے کہ فی الروضۃ الزند ویستی ان السنۃ فی شعر الرأس اما الفرق واما الحلق و ذکر الطحطاوی الحق سنۃ ونسب ذلک الی العلماء الثلثۃ (ای الامام الاعظم والامام ابویوسف ولامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنھم کذا فی التتارخانیۃ۔ اور دنیائے اسلام کے فقیہ شہیر حضرات ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ مطبوعہ رحیمیہ ص ۶۱ پر فرماتے ہیں کہ حلق الرأس و قصرہ مسنون للرجال علی سبیل التخییر۔ حلق رأس اگر وہابیوں کی علامت اور طریقہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو جائے تو چاہئے کہ زیادہ عبادت کرنا بھی منع ہو جائے اس لئے کہ اس کو بھی وہابیوں کی علامت بتایا گیا ہے۔ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللہ تعالٰی ورسولہ جل جلالہ و صلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از حاجی عین اللہ خاں ورحمت اللہ خاں بھگوت پور بستی

کسی لڑکے کا اچھا نام رکھ کر اس کو سور یا برے الفاظ سے پکارنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: پارہ ۲۶ رکوع ۱۴ میں ہے: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ یعنی ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کتا یا گدھا یا سور کہنا بھی اس (نہی) میں داخل ہے لہٰذا اچھا نام رکھ کر برے لفظ سے پکارنا گناہ ہے۔ ہاں اگر کبھی بطور تادیب گدھا وغیرہ کہا جائے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: زوجۂ رشید سکندر پور ضلع بستی۔ ۳۰ صفر ۱۳۸۶ھ

زید سوتی رات میں ہندہ کی چارپائی پر آیا اور ہندہ سے زنا کا سوال کیا اور دست درازی کی ہندہ نے اسے ہٹا دیا زید پھر آیا دوبارہ ہندہ سے زبردستی کرنا چاہی ہندہ نے لات سے زید کو مارا۔ جب زید بھاگا ہندہ نے شور مچایا اپنے خسر سے شکایت کی زید کے والد برادری کے چودھری ہیں پنچوں کو جمع کیا ہندہ نے جو واقعہ گزرا تھا بحلف بیان کیا لوگوں نے تسلیم کیا مگر چودھری نے ہندہ کو گالی دی اور رنڈی بنایا اور پنچایت سے بھگا دیا زید مولوی ہے اور ابھی پڑھ رہا ہے۔

(۱) زید پر کیا جرم عائد ہوتا ہے اور اس کی سزا کیا ہے قابل امامت ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے والد چودھری پر کیا جرم عائد ہوتا ہے ہندہ کو گالی دی اور رنڈی بنایا آیا وہ چودھراہٹ کے قابل ہے کہ نہیں؟

(۳) ہندہ مجرم ہے کہ نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ اگر واقعی زید نے ہندہ سے زنا کا سوال کیا اور دست درازی کی ہندہ کو پکڑا ہندہ نے ہٹا دیا پھر اس نے دوبارہ ہندہ سے زبردستی کرنی چاہی پھر اس نے لات کھائی اور بھاگ گیا تو ضرور وہ گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے اگر وہ اپنے ان افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرے گا تو عذاب اخروی میں گرفتار ہوگا لیکن محض ہندہ کے کہہ دینے سے یہ کیسے مان لیا جائے کہ واقعی زید ان امور بالا کا مرتکب ہوا ہے حدیث شریف کا حکم یہ ہے کہ...... البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ یعنی مدعی کے ذمہ ثبوت دینا ہے اگر وہ ثبوت نہ دے سکے تو مدعی علیہ کو قسم کھانی پڑے گی اور یہاں اس کا برعکس ہے یعنی ہندہ مدعی ہے اس نے بجائے ثبوت دینے کے قسم کھائی ہندہ کو یہ چاہئے تھا کہ جب زید سوتی رات میں اس کی چارپائی پر آیا اسی وقت وہ شور مچاتی لوگوں کو آواز دیتی مگر ہندہ نے ایسا نہیں کیا پھر جب زید دوبارہ آیا اور ہندہ سے زبردستی

کرنی چاہی تو تعجب ہے کہ ہندہ نے اس وقت بھی شور نہیں مچایا صرف لات مارنے پر اکتفا کیا جب زید بھاگا تب شور مچایا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک من گھڑت قصہ ہے۔ بہر کیف صورت مسئولہ میں جن امور کو ہندہ نے زید کی طرف منسوب کیا ہے اگر وہ شرعاً ثابت ہو جائیں تو زید قابل امامت نہیں رہے گا اور اس پر فرض ہوگا کہ کھلے عام توبہ کرے۔

(۲) فحش بکنا شرعاً حرام ہے اگر چودھری نے فحش بکا ہے اور ہندہ کو رنڈی بنایا ہے تو اس پر اپنے فحش کلمات سے توبہ کرنا فرض ہے اور ہندہ سے معافی مانگنا بھی لازم ہے۔

(۳) اگر ہندہ ثبوت نہ دے سکے تو الزام لگانے کی وجہ سے وہ مجرم ہے توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے۔ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللّٰہ تعالیٰ ثم عند رسولہ جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی
من اساتذہ دار العلوم فیض الرسول براؤں الشریفۃ اربع
وعشرین من جمادی الاولیٰ ۸۶ھ

مسئلہ: از دلجان مستری بنگلہ گوری سری رام ضلع دیوریا

ہم لوگ میلاد شریف کی محفل میں قیام کرتے ہیں اور یا نبی سلام علیک پڑھتے ہیں لیکن ادھر چند دنوں سے ہمارے گاؤں کے مکتب میں ایک شخص دینی تعلیم پڑھانے کے لئے آیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ میلاد کے اندر سلام پڑھنا ناجائز ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنا اور میلاد شریف میں قیام تعظیمی کرنا اور سلام پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص میلاد شریف کی مجلس میں سلام پڑھنے کو ناجائز بتائے وہ سنی ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مکتب میں پڑھانے کے لئے مقرر کرنا اور اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ تمام سنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنا اور اس میں قیام تعظیمی کرنا یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب و باعث اجر و ثواب ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط یعنی اے ایمان والو! تم میرے نبی پر درود و سلام پڑھو۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جو شخص کہتا ہے کہ میلاد میں سلام پڑھنا ناجائز ہے وہ جھوٹا ہے گمراہ اور بددین ہے اور رہا میلاد شریف میں حضور کے تذکرۂ آمد کے وقت قیام کرنا تو یہ بھی قطعاً درست اور جائز ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اور (اے مسلمانو) تم لوگ میرے نبی کی تعظیم اور توقیر کرو۔ تو چونکہ میلاد شریف میں حضور کے ذکر آمد کے وقت قیام کرنا اس میں حضور کی تعظیم ہے اور تعظیم کرنے کا خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس لئے یہ قیام تعظیمی بحکم قرآن مجید

ثابت ہے خاتم المحدثین حضرت مولانا سیّد احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الدرالسنیہ میں لکھتے ہیں: الفرح بليلة ولادته وقراءة المولود والقيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم واطعام الطعام وغير ذلك مما يعتاد الناس فعله من انواع البر فان ذلك كله من تعظيمه صلى الله عليه وسلم. یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور میلاد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑے ہونا اور کھانا کھلانا اور ان کے سوا اور نیک کام جو مسلمانوں میں رائج ہیں یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی علیہ الرحمتہ والرضوان اپنے رسالہ اثبات قیام میں لکھتے ہیں: قد اجتمعت الامة المحمدية من اهل السنة والجماعة على استحسان القيام المذكور وقد قال صلى الله عليه وسلم لاتجتمع امتي على الضلالة. یعنی بیشک امت محمد یہ اہل سنت و جماعت کا اجتماع واتفاق ہے کہ (میلاد شریف میں) قیام تعلیمی کرنا مستحب و باعث ثواب ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میری امت گمراہی کی بات پر اتفاق نہیں کرسکتی۔ جس کا معنی یہ ہوا کہ قیام تعظیمی گمراہی کی بات نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ سنی مسلمانوں کے نزدیک میلاد شریف کی محفل کرنا' قیام تعظیمی کرنا اور اس میں سلام پڑھنا قطعاً جائز ہے وہاں وہابی مذہب والے چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک اور حضور کی تعظیم وتوقیر سے جلتے ہیں اس لئے وہ مجلس میلاد شریف کے منعقد کرنے اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو اپنی کتابوں میں ناجائز بتاتے ہیں۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر وہابی مولویوں نے محفل میلاد شریف اور کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنے کو اپنی کتابوں مثلاً براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں ناجائز لکھا ہے گاؤں کے مکتب کے جس معلم نے میلاد شریف میں سلام پڑھنے کو ناجائز بتایا ہے وہ گمراہ اور وہابی ہے ایسے شخص کو مکتب میں مقرر کرنا اور بچوں کو اس سے تعلیم دلوانا شرعاً ناجائز وحرام ہے اور دین کے حق میں زہر قاتل ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے بچوں کو اس وہابی معلم سے پڑھوانا فوراً بند کردیں اور کسی سنی صحیح العقیدہ آدمی سے تعلیم دلوائیں اور جب تک سنی آدمی کا انتظام نہ ہو اس وقت تک بچوں کی پڑھائی کو ملتوی رکھیں اور اس وہابی معلم سے ہرگز ہرگز تعلیم نہ دلوائیں۔
هٰذا ماعندى والعلم عند الله تعالىٰ وعند رسوله الاعلىٰ صلى الله عليه وسلم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی

۲۸ر من جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از شمیم احمد فاروقی مقام و پوسٹ سعدی مدنپور ضلع باندہ (یو۔ پی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حضور کی تعظیم کرنا جائز نہیں اور بکر کہتا ہے کہ ہمیں حضور کی تعظیم کا جائز ہونا تسلیم ہے لیکن چونکہ وہ ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں اور ہم انہیں دیکھتے نہیں اس لئے ہم ان کی تعظیم نہیں کرتے تو زید وبکر کی باتوں کا مدلل جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب: حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہی نہیں بلکہ واجب ولازم ہے خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے؟

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ یعنی رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (پ ۲۶ ع ۹) حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: فاوجب اللہ تعالیٰ تعزیرہ وتوقیرہ والزم اکرامہ وتعظیمہ یعنی خدا عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و توقیر کو واجب قرار دیا اور ان کی تعظیم وتکریم کو لازم فرمایا (شفا شریف جلد ۲ ص ۲۸) لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضور کی تعظیم جائز نہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہی لائیں اور ہر جائز طریقے سے ان کی تعظیم کریں اس لئے کہ قرآن مجید میں حکم مطلق ہے یعنی حضور کی تعظیم کے لئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے لہٰذا ہر طرح سے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے البتہ انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنا یا خدا تعالیٰ کی طرف ان کے لئے کسی صفت کا ثابت کرنا شرک وکفر ہے اور ان کو سجدہ کرنا حرام وناجائز ہے۔

اور بکر کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ دیکھتے نہیں اس لئے ہم ان کی تعظیم نہیں کرتے اس کا بھی یہ قول غلط ہے اس لئے کہ تعظیم کیل ئے معظم (جس کی تعظیم کی جائے) اس کا سامنے ہونا ضروری نہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولاتستدبروھا۔ یعنی جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: ای جھۃ الکعبۃ تعظیما لھا یعنی کعبہ شریف کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرنے کا حکم اس کی تعظیم کے لئے ہے (مرقاۃ جلد اوّل ص ۲۸۳) اور بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا قام احدکم الی الصلاۃ فلا یبصق امامہ یعنی جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے (مشکوٰۃ شریف ص ۹۶) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: تخصیص القبلۃ لتعظیما یعنی قبلہ کی طرف تھوکنے سے اس کی تعظیم کے لئے منع کیا گیا ہے (مرقاۃ جلد اوّل ص ۴۵۵) اور ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنظر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقومہ حین فرغ لایصلی لکم فاراد بعد ذلک ان یصلی لھم فمنعوہ فاخبروہ بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم وحسبت انہ قال انک قد اذیت اللہ ورسولہ۔ یعنی ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو حضور نے اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے حضور کی ممانعت کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی تو لوگوں نے روک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو آگاہ کیا شخص مذکور نے یہ بات حضور سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے۔ راوی حدیث حضرت سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے خیال میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ ورسول کو اذیت دی اور ان کو ستایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۱) تو جس طرح کعبۂ

معظمہ ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے مگر اس کی تعظیم کرنا ہم پر ضروری ہے اسی طرح اگر چہ ہم حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ پاتے مگر ان کی تعظیم کرنا ہم پر واجب ولازم ہے۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی وسلم علی النبی الکریم الامین وعلٰی الٰہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از فتح محمد شاہ دوبولیا بازار بستی

طوائف خاندان کے جو افراد فعل حرام سے توبہ وتجدید ایمان کر چکے ہیں ان کے یہاں فاتحہ کے لئے جانا ان سے اسلامی تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں طوائف خاندان کے جو افراد پیشہ حرام سے توبہ کر چکے ہیں اور توبہ پر فائز ہیں صوم و صلاۃ کے پابند ہیں اور حرام پیشہ والوں سے قطع تعلق بھی کئے ہوئے ہیں تو ان کے یہاں ایصال ثواب کے لئے جانا، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا۔ سلام کلام کرنا حتیٰ کہ ہر قسم کے اسلامی تعلقات رکھنا جائز ہیں۔ وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از اکرام علی گورکھپوری متعلم فیض الرسول براؤں شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر صاحب نے ایک بزرگ کے مزار کے کچھ تبرکات لاکر انہیں دفن کر کے ایک مزار بنوایا اور ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو وہاں قوالی بڑے اہتمام سے کراتے ہیں تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ فرضی قبر بنانا اس کی زیارت کرنا اور قوالی کرنا شرعاً کیسا ہے؟ کیا پیر صاحب پر بھی ان افعال وکردار میں حکم شرع نافذ ہوگا۔

الجواب: فرضی قبر بنانا جائز نہیں اور اس کی زیارت کرنے والوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے فتاویٰ عزیزیہ جلد اوّل ص ۱۴۴ پر ہے: در کتاب السراج بروایت خطیب آوردہ: لعن اللّٰہ من زار بلا مزار اھ۔ اور خالی قوالی جائز ہے مزامیر حرام ہیں حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام است۔ اور حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ (احکام شریعت) پیر ہو یا غیر پیر ہر عاقل بالغ مسلمان کو حکم شرع پر عمل کرنا واجب ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از ابوالکلام احمد کسم کھور ضلع فرخ آباد (یو۔ پی)

نعرۂ تکبیر کا دستور تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانۂ مقدسہ میں تھا مگر نعرۂ رسالت اور نعرۂ حیدری اور نعرۂ غوثیہ وغیرہ کا رواج کب سے اور کیسے پڑا؟ آپ تفصیلی طور پر تحریر فرمائیں۔

الجواب: کسی فعل کے جائز ہونے کے لئے یہ جاننا ضروری نہیں کہ اس کا رواج کب اور کیسے پڑا۔ نعرۂ رسالت' نعرۂ حیدری اور نعرۂ غوثیہ وغیرہ لوگوں نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد ایجاد کیا کہ اس میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم' مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم وتکریم ہے اور قرآن مجید میں ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کرو اور حضرت علی وغوث پاک رضی اللہ عنہما کی تعظیم بھی حقیقت میں حضور ہی کی تعظیم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از خلیل الرحمٰن مظفر پوری متعلم مدرسہ مصباح العلوم اشرفیہ مبارکپور

کیا ایک سنی مدرسہ انتظامیہ کا سکریٹری کوئی شیعہ ہوسکتا ہے اور اگر کسی ادارے کا سکریٹری شیعہ ہے تو کیا ایک سنی عالم شیعہ کی سکریٹریٹ کو تسلیم کرکے اس کے تحت کام کرسکتا ہے اور اگر کوئی سنی عالم ایسا کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ نشست وبرخاست اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے اور اس کے اشارے سے کام کرتا ہے تو کیا از روئے شرع جائز ہے؟ اعلیٰ حضرت کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اھ۔ تَمَسَّكُمُ النَّارُ (پارہ۱۲ر رکوع۱۰) یعنی ظالموں کی طرف مائل نہ ہو نہیں تو تمہیں آگ پکڑے گی۔ دوسری جگہ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (پارہ۷ر رکوع۱۴) یعنی (اور اے سننے والے) اگر (کبھی) تجھے شیطان بھلادے تو یاد پڑنے پر تو ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے: دخل فیه الكافر والمبتدع والفاسق والعقود مع كلهم ممتنع یعنی اس آیت کریمہ کے حکم میں کافر بدمذہب اور فاسق سب داخل ہیں ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: من وقر صاحب بدعة فقد اعان علىٰ هدم الاسلام (مشکوٰۃ شریف ص۳۱) یعنی جو شخص بدمذہب کی تعظیم کرے تو ضرور اس نے اسلام ڈھانے کے لئے مدد دی۔ قرآن وحدیث سے واضح ہو گیا کہ مرتدوں بدمذہبوں اور گمراہوں سے میل جول اور ان کے ساتھ نشست وبرخاست رکھنا اور ان کو عزت واکرام کے منصب پر بٹھانا حرام ہے اب رہا یہ کہ روافض زمانہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے کیا ہیں تو اس کی وضاحت کے لئے ہم ذیل میں شیخ

الاسلام سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کا اقتباس نقل کرتے ہیں اعلیٰ حضرت ردالرفضہ میں وراثت کے متعلق ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین سیّدنا ابوبکر صدیق وسیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما خواہ ان میں سے کسی ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگر چہ صرف اسی قدر کہ امام وخلیفۂ برحق نہ مانے کتب معتمدہ فقہ حنفی تصریحات وعامۂ ائمہ ترجیح وفتویٰ کی تصریحات پر مطلقاً کافر ہے فتح القدیر ہدایہ مطبع مصر جلد اوّل ص ۲۴۸ میں ہے: فی الروافض من فضل علیا علی الثلثه فمبتدع وان انکر خلافة الصدیق اوعمر رضی اللہ عنهما فهو کافر (یعنی) رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفائے ثلاثہ (سیّدنا ابوبکر صدیق وسیّدنا عمر فاروق سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے) افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے (ردالرفضہ ص ۲۷۲) پھر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ رافضیوں کے متعلق کتب معتبرہ معتمدہ سے احکام شرعی نقل کرنے کے بعد اپنے فتویٰ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے (الی ان قال) ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام وکلام سخت کبیرہ اور اشد حرام ہے۔ (ردالرفضہ ص ۲۳) ان جوابات کی روشنی میں صاف طور پر واضح ہوگیا کہ روافض زمانہ حسب فتاویٰ اکابر علمائے کرام کافر ومرتد ہیں لہٰذا بحکم قرآن وحدیث سنی ادارہ کی مجلس انتظامیہ کا کسی رافضی کو سکریٹری بنانا حرام ہے اور جو سنی مولوی کسی رافضی کی نظامت کے تحت کام کرے اس کے ساتھ نشست وبرخاست رکھے اس کی ہاں میں ہاں ملائے اس کے ایماء اور اشارے پر کام کرے وہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از حاجی اقبال احمد عیسیٰ نگر ضلع لکھیم پور کھیری

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: عورتوں کو اپنے عزیزوں کی قبروں پر جانا ممنوع ہے اس لئے کہ جزع فزع کریں گی اور اولیائے کرام کے مزارات مقدسہ پر بوڑھی عورتیں چادر وغیرہ اوڑھ کر برکت کے لئے حاضری دے سکتی ہیں اور جوانوں کے لئے ناجائز ہے جیسا کہ شامی جلد اوّل ص ۲۳۱ میں ہے: التبرك بزیارۃ قبور الصالحین فلا باس اذا کن عجائز و یکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المساجد اھ۔ اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ شامی کے مثل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: حاصله ان محل الرخصة لهن اذا کانت الزیارۃ علی وجه لیس فیه فتنة یعنی حاصل یہ ہے کہ عورتوں کے لئے اجازت صرف اس صورت میں ہے جبکہ زیارت ایسے طریقہ پر ہو کہ اس میں فتنہ نہ ہو۔ (طحطاوی ص ۳۷۶) اور حضرت صدر الشریعہ
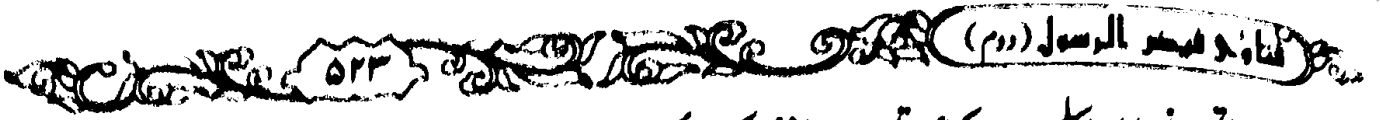
رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔ اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں۔ (بہار شریعت جلد چہارم ص ۵۴۹)

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ ؍ شوال ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از محمد عبد الشکور او جا گر پوری ضلع گونڈہ

(۱) زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنے کو نا جائز اور حرام قرار دیتا ہے۔ (۲) اور درود فاتحہ میلاد و قیام کو نا جائز کہتا ہے اور یا رسول اللہ، یا غوث اعظم کہنے سے روکتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے مذکورہ بالا اقوال از روئے شرع درست ہیں یا نہیں؟

الجواب: (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھا چومنا جائز اور مستحسن ہے اس کو نا جائز کہنا جہالت ہے تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے رسالے ''نہج السلامہ'' اور ''منیر العین'' کا مطالعہ کریں۔ (۲) یا رسول اللہ، یا غوث اعظم کہنا اور درود و فاتحہ میلاد و قیام جو عام مسلمانوں میں رائج ہے شرعاً جائز ہے اس کو نا جائز کہنے والا موجودہ زمانے کے گمراہ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ سے ہے لہٰذا مسلمان اس سے دور رہیں اور اس قسم کے مختلف فیہ مسائل کے لئے جاء الحق حصہ اوّل کو مطالعہ میں رکھیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ ؍ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از موضع پکھر بھنڈا ضلع بٹول ریاست نیپال مرسلہ عظیم اللہ

زید ایک کافرہ عورت کو بھگا لایا کچھ دنوں کے بعد بازار گیا تو آریہ سماج کے لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو عورت کو واپس کر دو یا ہندو مذہب قبول کرو زید نے کفر اختیار کر لیا کچھ دنوں تک اسی کفر و ارتداد کی حالت میں رہا پھر چند ہی دنوں کے بعد خود از سر نو اسلام لایا اور کافرہ عورت کو بھی توبہ کرا کے داخل اسلام کیا اب دونوں کا نکاح بھی ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں عام مسلمانوں کو زید سے میل جول رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کے گھر کا کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر زید اور اس کی بیوی نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور اب بھی اسلام پر قائم ہیں اور نکاح بھی کر دیا ہے تو اب عام مسلمانوں کو زید سے میل جول رکھنا اس کے گھر کھانا پینا شرعاً جائز ہے بلکہ اگر بائیکاٹ کے سبب پھر کفر و ارتداد کے اختیار کر لینے کا خوف ہو تو اس صورت میں اس سے میل جول رکھنا ضروری ہے۔ وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳ ؍ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: ازمحمد عباس علی ساکن ڈھنکھر پور تحصیل ڈومریا گنج بستی

انجمن تعلیمات ضلع بستی کے زیر اہتمام ۳۰/۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ھ کو شہر بستی میں جلسہ ہونے جارہا ہے جس کے کرتا دھرتا دیوبندی، وہابی، مودودی غیر مقلدین مولوی ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی مسلمانوں کو ایسے جلسے میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ یعنی اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تم کو آگ چھوئے گی۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ یعنی اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ جتنے بدمذہب، بدعقیدہ، گمراہ اور مرتد ہیں وہ سب شریعت طاہرہ کے نزدیک ظالم ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولا تواکلوھم ولاتناکحوھم (رواہ البیھقی عن انس رضی اللّٰہ عنہ) ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم (زاد بن حبان رضی اللہ عنہ) یعنی مسلمان کہلانے والوں میں کلمہ پڑھنے والوں پر جو بدمذہب گمراہ بددین پیدا ہوں ان کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ پانی نہ پیو اور ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو اور ان کے جنازہ پر نماز نہ پڑھو اور صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم (رواہ مسلم) یعنی تم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ مبتلا کردیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے استاذ معظم حضرت سیدنا امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان ھٰذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔ (رواہ مسلم ص ۳۷) یعنی یہ علم تو دین ہے تو دیکھ بھال کرلو کہ کس طرح سے اپنا دین حاصل کررہے ہو کہیں کسی بے دین سے تو دین نہیں حاصل کررہے ہو۔ وہابی، دیوبندی، مودودی، تبلیغی جماعت مرتدوں کے بے دینیوں گمراہوں اور بدمذہبوں کی جماعت میں دیکھو حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، تجانب اہلسنّت اور دیگر رسائل اہلسنّت۔ ان کے جلسوں میں سنیوں کو شریک ہونا قطعاً حرام اور ایمان وسنت کے خلاف اور زہر قاتل ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم ورسولہ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی

۲۷ ؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ

مسئلہ: ازعبدالرحمٰن این۔ ای ریلوے گورکھپور

ایک حاجی صاحب ہیں ان کی بہو کا کوئی لڑکا نہیں ہے۔ ایک دن حاجی صاحب کے بھائی محمود نے حاجی صاحب کو گالی دیتے ہوئے کہا کہ جب تک تمہاری داڑھی نہیں اکھاڑوں گا تمہارا حج نہیں پورا ہوگا اور جب تک تمہاری بہو سے زنا نہیں کروں گا لڑکا نہیں پیدا ہوگا، تو محمود کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی محمود سخت گنہگار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: سباب المسلم فسوق یعنی مسلمان کو گالی دینا سخت جرم ہے لہٰذا محمود توبہ و استغفار کرے اور اپنے بھائی حاجی صاحب سے معافی مانگے۔ واللہ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸؍شوال ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: محمد حفیظ اللہ نعیمی خادم دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر پوسٹ دھوائی ضلع گونڈہ

ایلوپیتھک (ڈاکٹری) دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے۔ ان دواؤں سے علاج کرنے کروانے کے سلسلہ میں فقہاء کا ارشاد کیا ہے؟ کیا اس مسئلہ میں کسی صورت میں عموم بلویٰ کی رعایت ہوگی؟

الجواب: جن دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے ان دواؤں سے علاج کرنا کرانا جائز نہیں اس لئے کہ وہ ایک قسم کی شراب ہے اور شراب سے علاج ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لاتداو وابحرام رواہ ابوداؤد وفی صحیح مسلم ان طارق بن سوید سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنہاہ فقال انما اصنعہا للدواء فقال انہا لیست بدواء ولکنہا داء ہدایہ جلد رابع ص ۴۶۰ میں ہے: الاستشفاء بالمحرم حرام اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری میں ہے: لایجوز ان یداوی بالخمر۔ اور بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۲۷ میں ہے: انگریزی دوائیں بکثرت ایسی ہیں جن میں اسپرٹ اور شراب کی آمیزش ہوتی ہے ایسی دوائیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں اور چونکہ یونانی اور ایورویدک دواؤں سے علاج ممکن ہے لہٰذا اس مسئلہ میں کسی طرح عموم بلویٰ کی رعایت نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵؍جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: عزیز احمد بیگ رضوی مسجد بنگالی اسٹریٹ ویرا جپیٹ کورگ کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے حق و ربانیین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر اللہ کے نام کا پالا ہوا یا غیر اللہ کے نام سے خریدے ہوئے جانور کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ صاحب درمختار نے درمختار ص ۱۷۹ کتاب الذبائح میں لکھتے ہیں: یہ جو ہندوستان میں جاہلوں میں رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرا مردار ہے اس واسطے ذبح سے تعظیم غیر خدا مراد ہے اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیتِ عوام کی خرابی ہو سو ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ مذکور ہو چکا ہے درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ خالص اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

جبکہ جاء الحق میں ہے کہ بتوں کے نام کا چھوڑا ہوا جانور اگر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے تو حلال ہے اور نام پکارنا بوقت

ذبح معتبر ہے۔ دونوں قولوں میں فرق ہے اور ان دونوں کے فرق میں غوث پاک کے مرغا سالار کے بکرا وغیرہ کی غیر خدا سے نسبت ہے دریں صورت غیر خدا کے نام کا چھوڑا ہوا جانور کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب. کتاب جاء الحق کا مسئلہ حق ہے بیشک نام پکارنا بوقت ذبح معتبر ہے اگر عند الذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا تو ذبیحہ حرام ہے اور اگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا تو ذبیحہ حلال ہے اگرچہ جانور غیر اللہ کے نام کا ہو جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: البقرة المنذورة للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر اللّٰه علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذر ونهاله۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۴۲) اور صاحب درمختار نے اپنی اصل عربی کتاب الذبائح میں نہ کہیں ہندوستان کا ذکر کیا ہے اور نہ کہیں سیّد احمد کبیر کی گائے وغیرہ کا اگر واقعی درمختار کے اردو ترجمہ میں مذکورہ بالا مضمون موجود ہے تو وہ الحاقی ہے۔ بدمذہب مترجم نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے وہ عبارت بڑھا دی ہے اسی لئے عام مسلمانوں کو بدمذہبوں کے ترجمہ کا مطالعہ کرنا جائز نہیں۔ احادیث و مسائل کی جانکاری کے لئے ہماری کتاب انوار الحدیث، اور بہار شریعت کا مطالعہ کریں اور بدمذہبوں کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھیں کہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از مصلیان مسجد منکاپور بازار ضلع گونڈہ

مسمی زید اور مسماۃ ہندہ غیر منکوحہ آپس میں کچھ دنوں سے ناجائز تعلقات رکھتے ہیں یہ باتیں محض قرینے اور قیاس کے ذریعہ معلوم ہوئیں کوئی عینی شہادت موجود نہیں ہے علاوہ اس کے زید اور ہندہ مذکور گھر سے فرار ہو گئے چند دن کے بعد دونوں یکے بعد دیگرے لوٹ کر اپنے اپنے گھر واپس آئے تو یہ معلوم ہوا کہ دونوں فرار ہونے کے بعد ایک قصبہ میں ایک ہی جگہ تھے یہ باتیں سب قرینہ اور قیاس سے معلوم ہوئیں ان سب باتوں کی بھی کوئی عینی شہادت موجود نہیں ہے ایسی صورت میں زید مذکور اور ہندہ پر از روئے شرع کون سا جرم عائد ہوتا ہے اور اس کی کیا سزا ہے یا اس جرم سے سبکدوش ہونے کا کون سا طریقہ ہے؟
مذکورہ بالا معاملات کو جانتے ہوئے اگر کسی شخص نے زید مذکور یا ہندہ کو بغیر کسی حکم شرعی کے ان کی حمایت میں اپنے گھر رکھا تو شرعاً اس رکھنے والے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب مدلل و مفصل بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ناجائز تعلق یعنی زنا ثابت ہونے پر زانی اور زانیہ کو سنگسار کیا جاتا یا کوڑا مارا جاتا۔ صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید و ہندہ سے ناجائز فعل سرزد ہوا تو دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے دونوں کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور دونوں کو نماز کی پابندی پر زور دیا جائے اور میلاد شریف نیز قرآن خوانی وغیرہ کرنے کی تلقین کی

جائے اور گناہ کرنے والوں کی جس نے حمایت کی وہ بھی توبہ واستغفار کرے قرآن مجید میں ہے: لَاتَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پارہ۶۔رکوع۵) هٰذا ما عندی والعلم عند الله تعالیٰ ورسوله جل جلاله و صلی الله علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶رشعبان المعظم ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از حاجی میر فقیر الدین بڑاہاٹ کینداپاڑہ ضلع کٹک (اڑیسہ)

میدان محشر میں لوگ اپنی ماں کے نام کے ساتھ پکارے جائیں گے یا باپ کے نام سے؟

الجواب: میدان حشر میں لوگ اپنی ماں کی طرف منسوب کرکے بلائے جائیں گے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ "روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف منسوب کرکے بلائے جائیں گے۔ (احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۱۹۸) وهو سبحانه و تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از غلام حسنین قادری رضوی نوری مدرسہ اسلامیہ سعدی مدنپور باندہ

اللہ اور اس کا رسول چاہے تو فلاں کام ہوجائے گا اس طرح کہنا کیسا ہے؟

الجواب: اللہ اور اس کا رسول چاہے تو فلاں کام ہوجائے گا اس طرح کہنے کو حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے لہٰذا اس کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ اللہ پھر اس کا رسول چاہے تو فلاں کام ہوجائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: عن حذيفة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لاتقولوا ماشاء الله وشاء فلان ولٰكن قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان (رواہ احمد وابوداؤد) یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ اور پھر چاہے فلاں (احمد ابوداؤد۔ مشکوٰۃ ص ۴۰۸) وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶رذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حبیب اللہ سعی بزرگ پوسٹ بکھرہ ضلع بستی

زید نے ایک مرتبہ ہندہ کے ساتھ زنا کیا تو ہندہ کو حمل ٹھہر گیا۔ چھ ماہ کے قریب گزر جانے کے بعد ہندہ کے حمل کو دوا کے ذریعہ ساقط کردیا گیا۔ زید اور ہندہ دونوں شادی شدہ ہیں۔ زید اپنے اس فعل پر بہت شرمندہ ہے اور بار بار استغفار کررہا ہے تو اب زید کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زنا اور چھ مہینے کے حمل کا اسقاط دونوں گناہ عظیم ہیں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو عورت مرد دونوں کو سنگسار کیا جاتا یعنی اس قدر پتھر مارا جاتا کہ وہ مرجائے مگر موجودہ صورت حال میں ان کے لئے یہاں یہ حکم ہے کہ اگر یہ گناہ لوگوں پر ظاہر ہوگیا ہو تو علانیہ توبہ واستغفار کریں اور اگر ظاہر نہ ہوا ہو تو ظاہر نہ کریں کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے ردالمحتار میں ہے: اظہار المعصیۃ معصیۃ مگر اس صورت میں پوشیدہ طور پر اپنے گناہ پر نادم ہوں۔ دونوں توبہ واستغفار کریں اور بہرحال خداتعالیٰ سے روئیں گڑگڑائیں، پابندی کے ساتھ نماز پڑھیں اور اگر قرآن خوانی ومیلاد شریف کریں، غربا ومساکین کو کھانا کھلائیں اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھیں تو بہتر ہے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از غلام جیلانی بحرالعلوم خلیل آباد بستی

طوائف نے کنواں کھدوایا اس کنویں کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس کنویں کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سود، شراب اور رشوت وغیرہ کا ناجائز پیسہ مسجد، اور مدرسہ وغیرہ میں لگانے کے متعلق جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ وغیرہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدی جاتی ہیں خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اس نے دی اس نے قیمت میں زر حرام دیا تو جو چیز خریدی وہ چیز خبیث نہیں ہوتی۔ (احکام شریعت حصہ اول مطبوعہ لاہور ص ۱۰۷) بلکہ خاص طوائف کی حرام آمدنی سے لائی ہوئی شیرینی کے بارے میں جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: کہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد ونقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کرو ہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی (احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۱۴۷)۔

وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ / صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از بھاؤپور ضلع بستی مرسلہ ارکان مدرسہ عربیہ قادریہ اہلسنّت مخزن العلوم

(۱) جہاد فقہی ہم مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں اور اس کے لزوم کی شرطیں کیا ہیں؟

(۲) کسی وہم کے سبب یقینی خطرے کو نظرانداز کردینا: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ کے مخالف نہیں ہے؟

(۳) اگر کسی جگہ اطراف وجوانب کے مسلمانوں کا اجتماع شرعاً لازم وواجب یا اولیٰ ومستحسن ہو تو مقامی لوگوں اور بالخصوص

کسی امر مخص کا اس وقت خاص میں ایسی جگہ سے چلا جانا شرعاً کیسا ہے؟ (۴) اگر کوئی بدمذہب وہابی دیوبندی یا ہندو مشرک مسلمانوں کی طرف سے دشمنان اسلام سے لڑتے ہوئے مارا جائے تو اسے جنتی یا شہید کہنا صحیح ہے اور کوئی شخص اسے شہید کہے اور بتانے پر بھی نہ مانے تو وہ قائل خود از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: (۱) ہم مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں۔ اس کی فرضیت بلکہ اباحت کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اوّل: یہ کہ کفار دین اسلام قبول نہ کریں اور نہ ان کو امن دیا گیا ہو اور نہ ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو۔ دوم: یہ کہ سامان جنگ اور لڑنے کی قدرت ہو اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی شوکت بڑھنے کا غالب گمان ہو۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اما شرط اباحته فشيئان احدهما امتناع العدو عن قبول مادعي اليه من دين الحق وعدم الايمان والعهد بيننا وبينهم. والثاني ان يرجوا لشوكة والقوة لاهل الاسلام باجتهاده اوباجتهاد من يعتقد في اجتهاد ورايه وان كان لايرجوا القوة والشوكة للمسلمين في القتال فانه لايحل له القتال لما فيه من القاء نفسه في التهلكة.

(۲) کسی امر متوہم کے سبب یقینی خطرہ کو نظر انداز کر دینا ضرور خلاف حکم آیت کریمہ ہے (۳) اجتماع اگر واجب عین ہو تو چلا جانا گناہ ہوگا اور اگر واجب کفایہ ہو اور اس امر کو بعض لوگوں نے پورا کر لیا یا کر لیں گے تو اس صورت میں چلا جانا گناہ نہیں ہاں اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے اولیٰ و مستحسن کو ترک کرنے سے کوئی الزام نہیں۔

(۴) اسے شہید کہنا غلط ہے۔ اگر اس کا وہابی، دیوبندی، کافر مرتد ہونا یا ہندو مشرک ہونا معلوم ہے اس کے باوجود شہید کہتا ہے تو کہنے والے پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح بہ مہر جدید لازم ہے۔ واللّٰہ ورسوله اعلم.

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی

۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از قاضی اطیعوا الحق عثمانی رضوی۔ علاء الدین پور سعد اللہ نگر گونڈہ

سونے یا چاندی کے دانت بنوانا یا ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے چاندی کے تار سے بندھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: چاندی کا دانت بنوانا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور سونے کا بنوانا جائز نہیں۔ شامی جلد پنجم مصری ص ۲۳۹ میں تاتارخانیہ سے ہے کہ اذا سقط سنة فاراد ان يتخذ سنا اخرفعند الامام يتخذ ذلك من الفضة فقط وعند محمد من الذهب ايضاً اھ۔ اور ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے چاندی سے بندھوانا جائز ہے۔ (بہار شریعت) اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۹۵ میں ہے: ذكر الحاكم في المنتقى لوتحركت سن رجل وخاف سقوطها فشدها بالذهب اوبالفضة لم يكن به باس عند ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله

تعالیٰ۔ وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر شوال ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از شان اللہ ٹیلر ڈہرہ ضلع سلطانپور

ظہور ڈہرہ اپنی لڑکی شبراتن کا نکاح تقدیر احمد کے ساتھ کیا شبراتن تین چار سال تقدیر احمد کے ساتھ رہی ظہور خوشی کے ساتھ شبراتن کو اپنے گھر لایا تو دو ماہ کے بعد تقدیر احمد نے طلاق لکھ کر بھیج دی تو شبراتن نے عدت گزار کر نصیر احمد گوری گنج کے ساتھ نکاح کیا ۳ سال رہی ایک دن شبراتن دعوت میں گئی تو وہاں تقدیر احمد بھی آئے تھے رات میں شبراتن کو دھوکہ دے کر اپنے گھر لے کر چلا گیا ایک ماہ شبراتن تقدیر احمد کے ساتھ رہی تقدیر احمد نے شبراتن کو نکال دیا گھر سے تو شبراتن ظہور کے گھر آئی رات میں ظہور کے یہاں موجود رہی تو ظہور کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب: جبکہ شبراتن نصیر احمد کے نکاح میں ہوتے ہوئے تقدیر احمد غیر محرم کے ساتھ ایک ماہ رہی تو وہ تو سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہوئی' اور ظہور اگر اس کے اس فعل سے راضی رہا تو وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ دونوں کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ قرآن خوانی اور میلاد شریف وغیرہ کار خیر کرنے کی تلقین کی جائے اور نماز کی پابندی کی تاکید کی جائے' اور اگر ظہور راضی نہ رہا تو صرف لڑکی گنہگار ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲۳ر رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از عبد الغنی مقام بیروا بنکٹوا پوسٹ کھریا بازار ضلع گورکھپور

زید کی شادی نہیں ہوئی ہے اور بغیر نکاح کے زید نے عورت کو رکھ لیا ہے اور اس کے ساتھ ہمبستری کرتا ہے اور اس کے گھر والے اس کے ہاتھ سے پکا ہوا کھانا بھی کھاتے ہیں اور زید کا باپ اسی حالت میں مر گیا اب اس صورت میں سبھی لوگ گنہگار ہوں گے کہ صرف زید اور اس کے بھائی مل کر باپ کا کھانا کرنا چاہتے ہیں اب اس حالت میں فقراء اور اس کی برادری اس کے یہاں کھا سکتے ہیں کہ نہیں یا پھر زید کہتا ہے کہ چاول اور کھانے کا پورے سامان کسی کے یہاں دے دیا جائے اور وہ پکا کر سب کو کھلا دیں اب اس صورت میں اس کے یہاں کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب جلد روانہ کریں عین مہربانی ہوگی۔

الجواب: زید سخت گنہگار ظالم جفا کار اور مستحق عذاب نار اور اس کے گھر والے جو اس کے ساتھ رہتے سہتے اور کھاتے پیتے ہیں سب گنہگار ہیں زید پر لازم ہے کہ فوراً بے نکاحی عورت اپنے گھر سے نکال دے پھر علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اس کے بھائی وغیرہ جو اس کے ساتھ رہے وہ بھی توبہ کریں اس کے بعد لوگ اس کے یہاں کھا پی سکتے ہیں اور اگر زید ایسا نہ کرے تو اس کے یہاں اس کا چاول وغیرہ دوسرے کے یہاں پکوا کر ہرگز نہ کھائیں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا

تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○ وھو تعالٰی اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از خالد علی رضوی دار العلوم غوثیہ نظامیہ ذاکر نگر پوسٹ آزاد نگر جمشید پور

آج کل بعض تسبیح کے دانوں پر اللہ اللہ لکھا ہوا ہوتا ہے یوں ہی بعض ٹوپیاں اور رومال بھی اس طرح کے پائے جاتے ہیں جن پر اسم جلالت چھپا یا کڑھا ہوتا ہے تو ان کا استعمال شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: تسبیح کے جن دانوں پر اللہ اللہ لکھا ہوتا ہے ان کا استعمال منع ہے کہ خلاف ادب ہے اور ایسی ٹوپی و رومال کہ جن پر اسم جلالت چھپا یا کڑھا ہوا نہیں استعمال کرنا اور شدت کے ساتھ منع ہے کہ غفلت میں اس کے ساتھ بیت الخلاء وغیرہ میں بھی چلا جائے گا جس سے اسم جلالت کی سخت بے ادبی ہے۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رجب علی موضع گرانس بزرگ ضلع گونڈہ

(۱) زید سنی اپنے لڑکے کی شادی ایک مشہور و معروف وہابی کے یہاں کر رہا ہے وہابی کے یہاں شادی کرنا اور وہابی کے یہاں بارات پر جانا اور کھانا پینا کیسا ہے ایسے لوگوں کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(۲) زید کہتا ہے کہ میں وہابی کی لڑکی لا رہا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں کیا زید کا یہ قول درست ہے؟

(۳) ادارہ اہل سنت کا اگر کوئی ممبر وہابی کے یہاں بارات پر جائے اور اس کے یہاں کھائے پئے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ وہ شخص ادارہ اہل سنت کا ممبر رہنے کے لائق ہے کہ نہیں؟

الجواب: بعون الملک العزیز الوھاب۔ (۱) وہابیہ کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں پھر اگر وہابیہ بمعنی مرتد ہے تو نکاح باطل ہے اور اگر لڑکی صرف گمراہ ہے تو اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا مگر گمراہ لڑکی سے رشتہ ازدواج قائم کرنا جائز نہیں اور وہابی کے یہاں شادی کرنا اس کے یہاں بارات پر جانا اور کھانا پینا بھی جائز نہیں جن لوگوں نے ایسا کیا وہ گنہگار ہوئے توبہ کریں صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولاتجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولاتصلوا معھم۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت مت کرو اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور عقیل ابن حبان

نے بھی روایت کیا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) وہابی کی لڑکی بھی اگر وہابیہ بمعنی مرتدہ ہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۲۶۳ میں ہے: لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولامسلمة ولا کافرة اصلیة وکذالك لایجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط۔ یعنی مرتد کے لئے مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے شادی کرنا جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ کے لئے کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے اور اگر وہابی لڑکی کا طریقہ کار وہابیوں جیسا ہے مگر وہابیوں کے کفریات قطعیہ کی اسے خبر نہیں یا باپ وہابی اور لڑکی سنیہ ہے تو ان صورتوں میں نکاح ہو جائے گا مگر وہابیوں سے کسی قسم کا رشتہ جائز نہیں کہ سنیوں کے لئے زہر قاتل ہے بہت سے رشتہ داریوں کے سبب وہابی ہو گئے۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ "میں وہابی کی لڑکی لا رہا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر ادارہ اہل سنت کا کوئی وہابی کے یہاں بارات پر جائے اور اس کے یہاں کھائے پئے تو وہ ادارہ کا ممبر رہنے کے بھی لائق نہیں اسی طرح فاسق وفاجر' داڑھی منڈانے والا' اور نماز وغیرہ فرائض الٰہی کو قصداً ترک کرنے والا بھی ادارۂ اہل سنت کا ممبر رہنے کے لائق نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲۱ / رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبداللطیف بلداری ٹولہ مہراج گنج ضلع سیوان

ایک کافر کو ملعون کہنے کے سبب کچھ لوگ زید کو کافر کہتے ہیں دریافت طلب یہ امر ہے کہ کسی شخص خاص کو ملعون کہنا کیسا ہے؟ اور جو لوگ کہ زید کو کافر کہتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: کسی شخص خاص کو ملعون کہنا کفر نہیں البتہ منع ضروری ہے شرح فقہ اکبر میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: فی لعن الاشخاص خطر فلیجتنب اھ۔ لہٰذا کسی شخص معین کو ملعون کہنے کے سبب زید کو کافر کہنے والوں پر توبہ، تجدید ایمان اور زید سے معذرت کرنی لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲۹ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبدالرؤف اختر اشرفی موضع گنیش پور ضلع گورکھپور

زید کی عمر تقریباً چالیس سال کی ہے سن بلوغت سے لے کر آج تک پانچ شادیاں کیں ہر عورت کو بلا قصور طلاق دیتا گیا دوسری شادی کی تفصیل زیر تحریر ہے زید کی دوسری بیوی ہندہ مطلقہ ہونے کے بعد اپنے میکے رہنے لگی۔ زید نے تیسری شادی کی چند ہی دنوں کے بعد اس کو بلا قصور چھوڑ دیا۔ دوسری مطلقہ بیوی کو اپنے گھر لے آیا اور اس سے شریک صحبت رہا بلا نکاح ثانی کے

کچھ لوگوں کے دباؤ سے حلالہ کرنے پر تیار ہوا تین آدمیوں نے نکاح پڑھایا یکے بعد دیگرے اور ہر آدمی سے یہ شرط کرتا تھا کہ اس کے قریب مت جانا مجبور کر کے طلاق لے لیتا تھا' اور تین مذکور آدمیوں سے حلالہ کرایا مگر حلالہ کی شرائط کو پورا نہیں کیا۔اب اس کو یعنی ہندہ کو بلا پرہیز شرعی کے دوران عدت اپنے پاس رکھے رہا بعد عدت پوری ہونے کے ایسے عالم سے نکاح پڑھوایا جو زید کی پوری حالت سے بھرپور واقف تھا۔ پانچویں بیوی زینب کو طرح طرح کی سزائیں دے کر بھگاتا رہتا ہے اس کے نان نفقے کا قطعی اس کو خیال نہیں ہے زینب نے مجبور ہو کر نان ونفقے سے تین یکے بعد دیگرے ناجائز شوہروں کا انتخاب کر لیا تھا بلکہ ہر ناجائز شوہر کے پاس کچھ دنوں تک ازدواجی زندگی بھی گزارتی رہی ہے پھر اس کو اسی زید مذکور نے لانے کی کوشش کی اور تین آدمیوں کو دلال بنا کر زینب کو اپنے یہاں لانے کے لئے میکے بھیجا تینوں دلال نے زینب مذکور کو لانے میں کامیاب ہو گئے کچھ دن رکھنے کے بعد اس کو بھگا دیا تو حاصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ شریعت کے نزدیک مجرم نہیں ہے؟ کیا اس معنی میں زید کے ہاں مسلمانوں کا کھانا پینا جائز ہے کیا اس مولوی مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ کیا وہ تینوں دلال مرتکب گناہ نہیں ہیں؟

الجواب: زید کے بارے میں جو باتیں سوال میں مذکور ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو زید بہت بڑا ظالم جفا کار اور سخت گنہگار ہے مسلمانوں کو اس کے یہاں کھانا پینا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (پ ۷ ع ۱۴) اور مولوی مذکور اگر جانتا تھا کہ حلالہ صحیح نہیں ہوا ہے اس کے باوجود اس نے شوہر اوّل سے نکاح پڑھ دیا تو وہ نکاح جائز نہیں نکاح پڑھنے والے مولوی پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور زید نے اگر زینب کو بغیر طلاق دیئے گھر سے بھگا دیا تھا اس صورت میں تین آدمی زینب کو سمجھا کر لے آئے تو ان پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ انہوں نے بیوی کو اس کے شوہر کے پاس پہنچایا البتہ بغیر طلاق زینب نے یکے بعد دیگرے جو تین شوہر کیے تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئی اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۴؍ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از نظام الدین چودھری سبزی فروش رہرا بازار پوسٹ اس کا بازار بستی

زید کی عمر ۲۰ سال کی ہے اور اس کی شریک حیات انتقال کر چکی ہے زید نے انتقال کے چند ماہ بعد شادی کر لی جب دولہن لے کر گھر پہنچا تو زید کی ہمشیرہ نے زید کی بیوی کو الگ لے جا کر یہ معلوم کیا کہ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے پیٹ میں بچہ ہے۔ پہلے تو زید کی بیوی نے آنا کانی کی پھر بتایا کہ یہ بات صحیح ہے اور حمل تین ماہ کا ہے اب زید کی ہمشیرہ نے جتنا جلدی ہو سکا اسی رات لڑکی اس کے میکے روانہ کر دی۔ دوسرے دن یہ بات مشہور ہو چکی کہ زید کے گھر کھانا پینا بالکل ترک کر دیا جائے یہ مشورہ برادریوں کی طرف سے ہوا۔ اب برادریوں نے اتنا زید کو تنگ کر دیا کہ زید کا شرم وحیا سے گھر سے نکلنا دشوار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عقد کے پہلے یہ سارا واقعہ بالکل ہی نہیں معلوم تھا اور زید دولہن کو گھر لایا لیکن دنیاوی رسم ورواج سے بالکل پاک ہے ایسی صورت میں زید کی بحالی کے لئے شرعی فیصلہ جو ہو وہ ارسال فرمائیں؟

الجواب: صورت مذکورہ میں زید کی کوئی خطا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ: لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. لٰہذا زید کے گھر کھانے پینے کو ترک کرنا یعنی اس کا بائیکاٹ کرنا ایذاء مسلم ہے اور ایذاء مسلم سخت گناہ ہے۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از سیّد اعجاز احمد تاڑپتری۔ ضلع اننت پور اندھرا پردیش

عورت کو کسی سلسلہ کا خلیفہ بنانا کیسا ہے؟

الجواب: عورت کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں کہ ائمہ باطن کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہو سکتی۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۷۶ میں ہے کہ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں: قد اجمع اھل الکشف علیٰ اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابد النقص النساء فی الدرجۃ وان وردالکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران واسیۃ امرأۃ فرعون فذلک کمال بالنسبۃ لحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔ وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از محمد قاسم موضع محبوب نگر پوسٹ لوٹن ضلع بستی

زید وعمرو دونوں بکر کی بیوی ہندہ اور بکر کی بہن زینب کو لے کر رات کے گیارہ بجے لے کر بھاگ رہے تھے۔ اچانک رات کے چار بجے یہ چاروں آدمی پکڑے گئے جب ان کو پکڑ کر لایا گیا تو بکر نے اس کو ایک الگ کمرہ رہنے کے لئے دیا گھر والوں نے اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا وہ اسی طرح بکر کے یہاں چھ دن رہی۔ اس کے بعد ہندہ کا بھائی آکر اپنی بہن کو لے گیا اور ہندہ ابھی تک اپنے بھائی کے یہاں ہے اور بکر کی غیر مدخولہ بہن کا شوہر خالد کہتا ہے کہ میں اب اپنی عورت کو نہیں لے جاؤں گا کیونکہ اس میں ہماری بدنامی ہے تو خالد نہ اپنی عورت کو لے جانے کو کہتا ہے اور نہ طلاق ہی دینے کو تیار ہے اور خالد کا کہنا ہے کہ میں اس وقت طلاق دوں گا جب میری عورت کا بھائی طلاق دے گا اسی کے متعلق ایک دوسری جگہ آکر پنچایت ہوئی اور جس جگہ پنچایت تھی اس گاؤں میں زینب کے بہنوئی کا گھر تھا وہ اپنی بہنوں کے یہاں ایک ہفتہ رہی۔ زینب کو اپنے بہنوئی کے

یہاں ایک ہفتہ رہنے کی وجہ سے اس کے بہنوئی کو پنچ سے الگ کر دیا گیا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کو اپنے یہاں کئی دن رکھا اس پر شریعت کے رو سے کیا حکم ہے اور خالد کے اوپر کیا حکم ہے؟ اور اگر خالد طلاق دے تو اس پر کتنا مہر ہے؟ اور زینب کے بہنوئی کو پنچ سے نکالنا درست ہے یا نہیں اور جن لوگوں نے نکالے ہیں وہ حق پر ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب. ہندہ فرار ہونے کے سبب بکر کی زوجیت سے نکل گئی لہٰذا بکر نے اگر اپنی بیوی کو الگ کمرہ میں رکھا اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کی اور قطع تعلق کیا تو اس پر مواخذہ نہیں قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (پارہ ۲۲ رکوع ۱۵) لیکن اگر فرار ہونے سے پہلے بکر نے اپنی بیوی کو غیر مردوں سے میل جول رکھتے ہوئے دیکھا اور حتی الامکان اسے منع نہ کیا تو وہ بھی مجرم ہے اور خالد کو چاہئے تھا کہ اپنی بہن کو طلاق دیتا یا اس کے بعد اپنے گھر لے جاتا کہ اس کی بہن کا نان و نفقہ اس پر واجب نہیں لہٰذا بکر اپنی بہن کی اعانت کرنے کے سبب خالد گنہگار ہوا توبہ کرے اور خالد نے اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دی تو اس پر نصف مہر ادا کرنا واجب ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (پ ۲ ع ۱۵) اور زینب کا نان و نفقہ اس کے بہنوئی پر واجب نہیں ایسی مجرمہ کو اسے اپنے یہاں سے فوراً بھگا دینا چاہئے تھا یا زیادہ سے زیادہ ایک دن اسے بطور مہمانی رکھتا مگر اسے ایک ہفتہ اپنے یہاں رکھا تو ضرور گنہگار ہوا کہ ایسی مجرمہ کا ہر مسلمان پر بائیکاٹ کرنا لازم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (پ ۷ ع ۱۴) لہٰذا زینب کے بہنوئی کو پنچ سے نکالنا درست ہے اور نکالنے والے حق پر ہیں اس لئے کہ اگر مجرمین اور ان کے ہمدردوں کے ساتھ سختی نہیں کی جائے گی تو لوگ گناہوں پر اور جری ہوں گے ہاں زینب کا بہنوئی اگر علانیہ توبہ کرے تو اسے پنچ میں ضرور شامل کر لیا جائے۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از کمال الدین ظہوری دار العلوم ظہور الاسلام گوبند پور پوکھر بھنڈا گورکھپور

زید کی بیوی ہندہ بکر کے ساتھ فرار ہوگئی تو زید نے اسے طلاق مغلظہ دے دی۔ بعد عدت بکر نے اس سے نکاح کر لیا مگر ہندہ پھر زید کے یہاں آئی تو زید نے اسے اپنی بیوی کی طرح رکھا کچھ دنوں بعد وہ پھر بکر کے یہاں گئی۔ وہاں کچھ دن رہ کر پھر زید کے یہاں آئی غرضیکہ وہ اسی طرح دونوں کے یہاں رہتی تو زید کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ آخر اس نے توبہ کی اور ہندہ کو پھر نہ رکھنے کا عہد کیا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد ہندہ پھر زید کے یہاں آئی جس کو اس نے بیوی کی طرح علانیہ رکھا تو مسلمانوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا اب وہ دوبارہ توبہ کر کے برادری میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے اوپر کوئی کفارہ ہے یا نہیں؟

الجواب: زید اگر دوبارہ توبہ کر کے برادری میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اسے علانیہ توبہ و استغفار کرا کے برادری میں

شامل کرلیا جائے کہ حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب کمن لاذنب له (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۶) اور اس گناہ کے لئے شریعت نے کوئی کفارہ نہیں مقرر کیا ہاں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی اور زید کا ہندہ کے ساتھ زنا کرنا ثابت ہوتا تو وہ سنگسار کیا جاتا۔ اب توبہ کے ساتھ اسے پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ قال اللّٰہ تعالٰی: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَابًا (پ۱۹ع۴) وھو تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از عبدالعزیز ناگ بھیڑ ضلع چادہ (مہاراشٹر)

ایک شخص نے ایک مرتبہ شراب پی لی تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حدیث شریف میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شراب پئے گا اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا پھر اگر پئے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی اس سے توبہ کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمائے گا پھر اگر چوتھی مرتبہ پئے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔ اب اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ ص۳۱۷) شخص مذکور کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے یعنی اس کو اسی کوڑے مارے جائیں۔ مگر یہ کام حکومت اسلامیہ کا ہے لہٰذا موجودہ صورت میں وہ صرف دل سے توبہ واستغفار کرے۔ اگر اس کا شراب پینا لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا ہے تو پوشیدہ طور پر توبہ کرے اور خدا تعالٰی کی بارگاہ میں روئے گڑگڑائے کسی پر ظاہر نہ کرے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور اگر کھلم کھلا شراب پی ہے تو علانیہ توبہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا عملت سیئة فاحدث عند ھا توبة السر بالسر والعلانیة بالعلانیة یعنی جب تو گناہ کرے تو فوراً توبہ کر۔ خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔ ھٰذا ماعندی وھو تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم جل جلاله و صلی اللّٰہ علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از کریم بخش موضع ٹنڈوا پوسٹ بھنگا ضلع بہرائچ

(۱) عورتوں کو نقاب لگا کر سڑکوں پر گھومنا پھرنا، بزرگوں کے مزار پر جانا، اور نقاب ہٹا کر مجاور کے سامنے مزار پر حاضری دینا کیسا ہے؟

(۲) کیا تیمور لنگ کی باتوں پر ہم سنیوں کو عمل کرنا چاہئے؟

الجواب: (۱) عورتوں کو نقاب لگا کر سڑکوں پر گھومنا پھرنا جائز نہیں کہ اگر چہ غیر محرم انہیں نہیں دیکھتے مگر وہ تو غیر محرم کو

سمجھتی ہیں البتہ کسی ضرورت سے اپنی نگاہوں کو غیر محرم سے بچاتے ہوئے ڈھیلا ڈھالا نقاب لگا کر کہ جس سے ان کی زینت ظاہر نہ ہو باہر نکل سکتی ہیں اور عورتوں کو بزرگوں کے مزاروں پر جانا منع ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۶۰ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے اور بہار شریعت حصہ چہارم ص ۵۴۹ میں ہے اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً (یعنی جوان ہوں یا بوڑھی سب مزارات کی حاضری سے) منع کی جائیں اور مجاور کے سامنے عورتوں کا نقاب ہٹانا ناجائز و گناہ ہے۔

(۲) تیمور لنگ بادشاہ کی ان باتوں پر جو شریعت کے اصول و قواعد کے مخالف ہوں عمل کرنا جائز نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از غلام مصطفیٰ محمود محلہ مومن پورہ خلیل آباد ضلع بستی

عورتوں سے زنا کا ارتکاب کرنے والا کس سزا کا مستحق ہے احکام شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب: زنا کا ارتکاب کرنے والا شخص اگر محصن نہیں ہے تو خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں جیسا کہ پارہ ۱۸ سورۂ نور کے رکوع اوّل میں ہے: اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ اور اگر محصن ہے تو حکم ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے یعنی اس قدر پتھر مارا جائے کہ مر جائے اور اگر کسی وجہ سے زانی کو یہ سزا نہ دے سکیں تو سب مسلمان اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا بند کر دیں یعنی مکمل طور پر اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ ۷، رکوع ۱۴) رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلھم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص ۲۵۵) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد نواز خاں بھاؤ پور بستی

ہندہ کا عقد زید کے ساتھ ہوا۔ زید کو جذام کا مرض ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید جذامی کے یہاں ہندہ کا رخصت ہو کر جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے کوئی گناہ نہیں۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸/ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: ازمحمد یوسف عازم القادری قطر نیشنل سیمنٹ کمپنی دوحہ۔ قطر عربین گلف پوسٹ بکس نمبر ۱۳۳۳

جو عورتیں ننگے سر و سینہ کھلا' وگلا کھلا و سرعام اسلامی شعائر کا مذاق اڑا رہی ہیں برقعہ تو درکنار دوپٹہ اور چادر بھی ترک کر دی ہے ایسی عورتوں کے خاوند' باپ' بیٹے اور بھائیوں کے لئے شرع مطہر نے کیا حکم لگایا ہے کیا یہ لوگ دیوث کہلانے کے مستحق نہیں نہیں؟ جن کو جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی جب کہ جنت کی خوشبو ستر ہزار میل تک محسوس ہو گی۔ اس سوال کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دقیق اور طویل عطا فرمائیں تا کہ علماء حق اور سچ بات عوام تک پہنچا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔ فقیر ہندو پاک اور عرب ممالک سے فتاویٰ حاصل کر کے عربی، انگریزی اور اردو میں کتابی شکل میں شائع کر کے دنیا بھر کے اسلامی ممالک کے سربراہوں اور عدالت شرعیہ کے مفتیوں کو روانہ کر کے ان کو ان کے فرض اور منصب سے آگاہ کرانا چاہتا ہے کہ وہ اپنی طاقت اور رسوخ سے ان افعال قبیح کی روک تھام کریں اور خدا کے غضب نے اگر لپیٹ میں لے لیا تو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا۔ ان اعمال بد ہی کی سزا فلسطینی مسلمان بھگت رہے ہیں۔

الجواب: جو عورتیں کہ ننگے سر اور گلا و سینہ کھول کر سرعام گھومتی پھرتی ہیں اور ان کے ذمہ دار یعنی باپ' بھائی یا شوہر وغیرہ ان کو ایسا کرنے سے حتی الامکان نہیں روکتے تو بیشک وہ ضرور دیوث ہیں۔ فان الديوث من لايغار علی امرأته اومحرمه هكذا في الجزء الثالث من الفتاوىٰ الرضوية۔ لہٰذا ان کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کو پردہ کے بارے میں قرآن و حدیث اور ائمہ کرام کے فرمان پر عمل کرنے کے لئے مجبور کریں اگر وہ بے پردگی سے باز نہ آئیں اور شریعت کے حکم پر عمل نہ کریں تو ان کی سرزنش کریں۔ پ ۱۸ سورۂ نور میں ارشاد خداوندی ہے: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ یعنی عورتیں اپنے جسم کے محل زینت کو ظاہر نہ کریں جیسا کہ تفسیر جمل میں ہے: المراد بها هنا البدن الذی هو محل الزينة پھر اسی آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ یعنی عورتیں اپنے سروں گردنوں اور سینوں کو چادر سے چھپائے رہیں جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے: ان يسترن الرؤس والاعناق والصدور بالمقانع پھر اسی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا: وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ یعنی عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر نہ ماریں کہ جن سے ان کی چھپی ہوئی زینت کو لوگ جان جائیں اس لئے کہ اس سے لوگوں کا ان کی جانب میلان ہوگا جو فتنہ کا سبب بنے گا اور جب پیروں کے زیور کی آواز اجنبی مردوں کو سنانا حرام ہوا تو عورت کا بذات خود زرق برق پوشاک پہن کر سرعام گھومنا۔ اپنی آواز نامحرموں کے کانوں تک پہنچانا اور ان سے بات چیت کرنا اشد حرام ہوگا کہ ان چیزوں سے میلاد اور زیادہ ہوگا جو بڑے بڑے فتنوں کا باعث ہوگا۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے عورتوں کو اذان تک کہنا جائز نہیں ٹھہرایا۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کریمہ کے تحت ہے: ای لايضربن بارجلهن الارض ليقعقع خلخالهن فيعلم انه ذوات خلخال فان ذلك مما يورث الرجال ميلا اليهن ويوهم ان لهن ميلا اليهم۔ واذا كان اسماع صوت خلخالها للاجانب حراما كان رفع صوتها بحيث يسمع الاجانب كلامها حرامًا بطريق الاولىٰ لان

صوت نفسها اقرب الی الفتنة من صوت خلخالها ولذالك كرهوا اذان النساء لانه يحتاج فيه الی رفع الصوت۔ اور حدیث شریف میں ہے: ان الله لایستجیب دعاء قوم یلبسون الخلال نساء هم یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس قوم کی دعا قبول نہیں فرماتا جو اپنی عورتوں کو بجنے والا پازیب پہناتے ہیں۔ (تفسیرات احمدیہ ملاجیون) اور جب زیور کی آواز دعاء کے قبول نہ ہونے کا سبب بنتی ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کا ننگے سر بے حیائی کے ساتھ گھومنا پھرنا بدرجۂ اولیٰ غضب الٰہی کا سبب ہوگا اور عورت کو عورت کہتے ہی اسی لئے ہیں کہ وہ پردہ میں رہنے کی چیز ہے نہ کہ پارکوں اور سڑکوں پر پھرنے کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترمذی میں حدیث شریف مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المرأة عورة جس کے ترجمہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: زن عورت ست حق وے آنست کہ مستور و محجوب باشد۔ اور جس طرح مرد کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا جائز نہیں ایسے ہی عورت کا اجنبی مردوں کو بھی دیکھنا جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: عن ام سلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة اذا قبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يارسول الله اليس هو اعمى لايبصرنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا وان انتما الستما تبصرانه یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور حضرت میمونہ حضور کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سامنے سے حضور کی خدمت میں آرہے تھے تو سرکار نے ہم دونوں سے فرمایا کہ پردہ کرلو (حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ حضور نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم انہیں نہیں دیکھوگی؟ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کے تحت اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں: کہ ازینجا معلوم می شود کہ ہمچناں کہ نظر مرد بیگانہ برزن بیگانہ حرام است عکس نیز ہمیں حال دارد۔ اور اب تو عورتوں کی عریانیت اور ان کی آزادی بہت بڑھ چکی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے زمانہ کی عورتوں کا بھی مسجد میں آنا پسند نہیں فرمایا جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ان کا ارشاد مروی ہے: لوادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد یعنی جو باتیں کہ عورتوں نے اب پیدا کی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں آنے سے انہیں ضرور منع فرمادیتے یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کا حال دیکھ کر انہیں مسجد میں آنے سے منع فرمادیا حالانکہ اس زمانہ میں اگر ایک عورت نیک ہے تو ان کے زمانۂ مبارک میں ہزاروں عورتیں نیک تھیں اور ان کے زمانہ میں اگر ایک عورت فاسقہ تھی تو اب ہزاروں عورتیں فاسقہ ہیں عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے: لقد نهى عمر رضي الله عنه النساء عن الخروج الى المساجد اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے باہر نکالتے اور حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی رضی اللہ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ اور جماعت میں نہیں جانے دیتے تھے جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: قال ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ المرأۃ عورۃ واقرب ماتکون الی اللّٰہ فی قصر بیتھا فاذا خرجت استشرفھا الشیطن وکان ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجھن من المسجد وکان ابراھیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ و دیگر متقدمین نے اگرچہ بوڑھی عورتوں کو فجر، مغرب اور عشاء کی جماعتوں میں شرکت کو جائز ٹھہرایا تھا لیکن متاخرین نے بوڑھی ہو یا جوان ہر عمر کی عورتوں کو سب نمازوں کی جماعت میں دن کی ہو یا رات کی شرکت سے منع فرما دیا عنایہ اکمل الدین بابرتی میں ہے: الفتویٰ الیوم علی کراھۃ حضور ھن فی الصلوٰت اور امام ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوٰت کلھا اور ممانعت کی وجہ فتنہ کا خوف ہے جو حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہوتی ہے وہ بھی حرام ہوتی ہے عینی میں ہے: قال اصحابنا لان فی خروجھن خوف الفتنۃ وھو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام حرام. ظاہر ہے کہ جب فساد زمانہ کے سبب اب سے سیکڑوں برس پہلے مسجدوں میں حاضر ہونے اور جماعتوں میں شرکت کرنے سے عورتیں روک دی گئیں حالانکہ ان دونوں باتوں کی شریعت میں بہت سخت تاکید ہے تو اس زمانہ میں جب کہ فتنہ و فساد بہت بڑھ چکا ہے بھلا عورتوں کا بے پردگی کے ساتھ سڑکوں، پارکوں اور بازاروں میں گھومنا پھرنا اور نامحرموں کو اپنا بناؤ سنگار دکھانا کیوں کر جائز و درست ہو سکتا ہے جبکہ ان جگہوں میں برقعوں اور نقابوں کے ساتھ بھی عورتوں کا جانا فتنوں سے خالی نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عورتوں کا باہر نکلنا بہت بڑا فتنہ ہے اور ننگے سر بے پردگی کے ساتھ گھومنا پھرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث اور خدا تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے تو عورتوں پر لازم ہے کہ وہ اس طرح ہرگز نہ نکلیں۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو مردوں پر واجب ہے کہ انہیں حتی الامکان روکیں اور سختی کریں ورنہ وہ بھی سخت گنہگار، لائق عذاب قہار اور مستحق نار ہوں گے۔ دعا ہے کہ خدا عزوجل مسلمان مردوں اور عورتوں کو شریعت حقہ پر عمل کرنے کی توفیق رفیق بخشے آمین۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از واجد علی رحمانی موضع پپری نئی بستی اترولہ ضلع گونڈہ

مرغی کا انڈا بیچنے والے سے انڈا خریدا گیا اور توڑنے پر خراب نکلا تو انڈا بیچنے والے پر اس کی قیمت واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: انڈا خراب نکلا تو بیچنے والے پر اس کی قیمت واپس کرنا فرض ہے اگر نہیں واپس کرے گا تو حق العبد میں

گرفتار ہوگا۔ بہار شریعت حصہ ۱۲ صفحہ ۸۷ میں ہے کہ انڈا خریدا توڑا تو گندہ نکلا کل دام واپس ہوں گے وہ بیکار چیز ہے بیع کے قابل نہیں اور در مختار مع شامی جلد چہارم ص ۸۵ میں ہے: شری نحو بیض وبطیخ فکسرہ فوجدہ فاسد اینتفع بہ فلہ نقصانہ وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اھ۔ملخصًا۔ اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جلد سوم ص ۷۶ میں بھی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از شیر محمد قادری راوڑکیلا (اڑیسہ)

غیر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: رضی اللہ عنہ کا دعائیہ جملہ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں غیر صحابہ کے نام کے ساتھ بھی اس کا استعمال جائز ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے بڑے بڑے علماء و مشائخ کے لئے بھی اس کو استعمال فرمایا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۴۳۷ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار جلد اوّل مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵، ۳۶، ۳۷ اور صفحہ ۴۲ پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ لکھا اور مشکوٰۃ کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ ص ۱۱ پر صاحب مصابیح علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فرار بغوی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور علامہ شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض جلد اوّل ص ۵ پر علامہ قاضی عیاض کو رضی اللہ عنہ لکھا۔ اور حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمہ والرضوان نے اخبار الاخیار میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ کئی جگہ یہ دعائیہ جملہ لکھا ہے جبکہ ان میں سے کوئی صحابی نہیں تو معلوم ہوا کہ صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا اور کہنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ کہنے پر لڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی رضی اللہ عنہما لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اوّل صفحہ ۲۸ پر ہے مولانا قاسم صاحب مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ غیر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از حاجی محمد حدیث پوسٹ و مقام ٹنڈوا ضلع بستی

مدرسہ اہلسنت بقر عیدیہ مظہر العلوم ڈومریا گنج کے ذمہ داروں نے مدرسہ کی کچھ رقم ہمارے پاس بطور امانت رکھی ہے جس کو ہم نے حفاظت کی غرض سے بینک میں جمع کر دیا ہے ایک صاحب اس رقم میں سے چار ہزار روپیہ ہم سے بطور قرض مانگتے ہیں تو

اس رقم سے ہم کسی کو قرض دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: رقم مذکور میں سے آپ کا کسی کو قرض دینا جائز نہیں اس لئے کہ آپ اس رقم کو صدقہ نہیں کر سکتے کہ امانت ہے اور جس رقم کو آپ صدقہ نہیں کر سکتے اسے آپ قرض بھی نہیں دے سکتے جیسا کہ ہدایہ اخیرین ص ۶۰ میں ہے: لایملك القرض من لایملك التبرع کالوصي والصبي۔ یہاں تک کہ مدرسہ کے ذمہ داران کو بھی مدرسہ کی رقم قرض دینا جائز نہیں کہ وہ مدرسہ کی رقم کو اس کی ضروریات پر خرچ کرنے کے مالک ہوتے ہیں صدقہ کرنے کے مالک وہ بھی نہیں ہوتے: هٰذا ماظهرلي والعلم بالحق عند اللّٰه تعالٰی ورسوله جل جلاله وصلی اللّٰه علیه وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبد الحمید حبیبی بھارت نگر اسوائیل سونا پور چال نمبر ۹ ڈی۔ سی۔ روڈ بمبئی نمبر ۱۸

(۱) ایک مسجد کے منتظمین چند حضرات ہیں سب اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتے ہیں لیکن ایک شخص جو دیوبندی یا وہابی ہے اس کو اپنی جماعت میں رکھا ہے اور خزانچی کا عہدہ دیا ہے لیکن مرتبہ بادشاہ جیسا دیا ہے کہ خزانچی صاحب جو کہہ دیں سب عہدہ داران مسجد لبیک کہتے ہیں حالانکہ مسجد گورنمنٹ کے گھر میں سنی حنفی مدینہ مسجد کے نام سے رجسٹرڈ ہے مگر امام صاحب پر ہر طرح کی پابندی مذکور خزانچی صاحب عاید کرتے ہیں کہ اس مسجد میں کسی بھی جماعت کے خلاف امام بیان نہیں کر سکتا ہے ایسا بیان کرے کہ کسی بھی جماعت کو برا نہ لگے کیا شریعت کہتی ہے کہ علمائے اہلسنت حق کو چھپائیں اور باطل کو ظاہر نہ کریں جیسا کہ جملہ متولیان مسجد اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ مسلمان ظاہر کرتے ہیں لیکن سب متولیان اس دیوبندی خزانچی صاحب سے سلام و کلام اور ان کے گھر یا دوکان پر جا کر کھانا پانی چائے ناشتہ کھاتے پیتے ہیں کیا شریعت کی طرف سے کھانے پینے کی اجازت ہے؟ مسجد کا جملہ خرچ تمام اہلسنت و جماعت چندہ کر کے اٹھاتے ہیں یعنی جمعہ جمعہ کو مسجد کے نام کا چندہ ہوتا ہے۔

(۲) کیا مذکور خزانچی کو شریعت بدلنے کی اجازت دیتی ہے اگر دیتی ہے اور اہل محلہ نہ بدلیں اور خاموش رہیں تو ان لوگوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) کیا اہلسنت کے لوگ اس دیوبندی سے میل جول سلام ودعا کر سکتے ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا عقیدہ اس کے ساتھ ہمارا عقیدہ ہمارے ساتھ ہے؟

الجواب: (۱) دیوبندی وہابی کو مسجد کا خزانچی بنانا ہرگز جائز نہیں جن لوگوں نے ایسے شخص کو خزانچی بنا کر مسجد کا انتظام اس کے سپرد کر دیا وہ لوگ سخت گنہگار ہیں۔

(۲) مذکورہ خزانچی کو بدلنے کی شریعت صرف اجازت ہی نہیں دیتی ہے بلکہ ضروری قرار دیتی ہے اگر اہل محلہ خاموش رہیں گے اور اس بدمذہب کو خزانچی کے عہدہ سے ہٹا کر مسجد کی انتظامیہ کمیٹی سے الگ نہیں کر دیں گے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔

(۳) دیوبندی وہابی اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص ۸ تحذیر الناس ص ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص ۵۱ کی بناء پر بمطابق فتوی حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں ان سے میل جول رکھنا اور ان سے سلام و کلام کرنا ہرگز جائز نہیں حدیث شریف میں ہے: ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم. اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہ وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ جو لوگ کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی و فدائی ہیں اور انبیائے کرام و اولیائے عظام سے محبت رکھنے والے ہیں وہ کبھی ان کے دشمنوں سے میل و محبت نہیں رکھیں گے جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ان کے ساتھ اور ہمارا عقیدہ ہمارے ساتھ وہ گمراہ نہیں تو جاہل ہیں اور جاہل نہیں تو گمراہ ہیں خدا تعالیٰ ہدایت دے۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولوی عبد الحکیم بھاؤپور ضلع بستی

(۱) زید عالم دین جو با عمل ہے وہ اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟

(۲) زید سنی عالم دین کو برا کہتا ہے اس لئے کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) عالم باعمل بیشک اللہ کا ولی ہے۔ تفسیر صاوی جلد دوم ص ۱۸۲ میں ہے کہ حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہما فرمایا: اذا لم تکن العلماء اولیاء اللّٰہ فلیس للّٰہ ولی. وذلك فی العالم العامل بعلمہ یعنی جبکہ علماء اولیاء اللہ نہیں تو پھر (کوئی) اللہ کا ولی نہیں، اور یہ اس عالم کے بارے میں ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو۔ وھو تعالٰی اعلم.

(۲) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ اگر عالم دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کفر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا ہے تو سخت فاسق و فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۴۰ ج ۱۰) وھو اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: محمد یعقوب ساکن جمنی، پوسٹ تلولی ضلع بستی

(۱) کیا ختنہ کے موقع پر دعوت کھلائی جا سکتی ہے اگر ہاں تو کس دلیل سے اگر نہیں تو کیوں؟ (۲) شریعت نے کن کن مواقعات پر دعوت کھلانے کی اجازت دی ہے اور کون کون سی دعوتیں حدیث سے ثابت ہیں؟

الجواب: (۱) ختنہ شعائر اسلام میں سے ہے کہ مسلم اور کافر میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اس لئے عرف عام میں اسے مسلمانی بھی کہتے ہیں تو اس شعائر اسلام کے حصول کی خوشی میں مسلمانوں کی دعوت کرنا جائز و مباح ہے، اور مباح شریعت کی

جانب سے مطلوب نہیں ہوتا بلکہ بندہ کو کرنے نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے اگر کرے تو کوئی گناہ نہیں اور نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان احب الاعمال الی اللہ تعالٰی بعد الفرائض ادخال السرور علی اخیك المسلم۔ یعنی بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے' اور دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ان من موجبات المغفرة ادخال السرور علی اخیك المسلم۔ یعنی تمہارا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا مغفرت کے موجبات سے ہے۔ رواهما الطبرانی فی المعجم الکبیر والاوسط الاول عن عبداللہ بن عباس والثانی عن الحسن المجتبی بن علی المرتضٰی رضی اللہ عنهم۔ لہٰذا اگر مسلمان بھائیوں کو خوش کرنے کی نیت سے انہیں ختنہ کے موقع پر کھلائے تو ثواب کا بھی مستحق ہوگا۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات۔ اور ردالمحتار جلد پنجم مطبوعہ دیوبند ص۲۳۱ میں بنایہ سے ہے: اجابة الدعوة سنة ولیمة اوغیرها۔ یعنی ولیمہ ہو یا غیر ولیمہ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ معلوم ہوا کہ ولیمہ کے علاوہ دوسری دعوتوں کا کرنا جائز ہے کہ اگر جائز نہ ہوتا تو اس کا قبول کرنا سنت نہ ہوتا۔ اور فتاوٰی عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص۳۰۱ میں ہے: لاینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة کدعوة العرس والختان ونحوهما کذا فی الخلاصة۔ یعنی شادی، ختنہ کی دعوت اور ان کے علاوہ دوسری تمام دعوتوں کے قبول کرنے سے انکار کرنا مناسب نہیں ایسا ہی خلاصہ میں ہے: ثابت ہوا کہ ختنہ وغیرہ کے موقع پر عام دعوتیں کرنا جائز ہے کہ اگر اس قسم کی دعوتیں جائز نہ ہوتیں تو ان سے انکار مناسب نہ ہوتا' اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شریعت سے ثابت ہو اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق ہو صرف وہی ممنوع و مذموم ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح ہیں۔ خواہ ان کے جواز کا ذکر قرآن و حدیث سے منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر ہی نہ آیا ہو جیسے کہ مسجد میں محراب و مینار بنانا اور حدیث وفقہ کی تدوین وغیرہ۔ لہٰذا جو شخص کسی فعل کو ناجائز، حرام یا مکروہ کہے اس پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے دعوٰی پر دلیل قائم کرے اور جو شخص جائز و مباح کہے اسے دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں کہ ممانعت پر دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کے لئے کافی ہے۔ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحلال ما احل اللہ فی کتابه والحرام ماحرم اللہ فی کتابه وماسکت عنه فهومما عفاعنه۔ یعنی حلال وہ ہے جو خدا تعالٰی نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔ امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: فیه ان الاصل فی الاشیاء الاباحة۔ یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: ''ایں دلیل ست برآنکہ اصل دراشیاء اباحت است'' اور امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: لیس الاحتیاط فی الافتراء

علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ اوالکراھۃ الذین لابدلھا من دلیل بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل۔ ترجمہ: یہ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالٰی پر افترا کیا جائے کہ حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے اس لئے کہ اصل وہی ہے۔

(۲) میت کے تیجہ وغیرہ میں شادی بیاہ کی دعوت ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۱۵۷ میں ہے: لایباح اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل البیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ اور جن دعوتوں سے منع نہیں کیا گیا ہے ان دعوتوں کو شریعت کی طرف سے کھلانے کی اجازت ہے کما عرف فی الجواب الاول۔ دعوت ولیمہ حدیث شریف سے ثابت ہے جو سنت ہے وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸/ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد نصر اللہ گورکھپوری صدر المدرسین دار العلوم امجدیہ قصبہ سنڈیلہ ہردوئی

زید کہتا ہے کہ بدمذہبوں اور مرتدوں کا مذہبی بائیکاٹ کرنے کا جو حکم دیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے جو منع کیا جاتا ہے یہ بداخلاقی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زید یا تو خود بدمذہب ہے اور یا تو جاہل۔ اس لئے کہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں بدمذہبوں اور مرتدوں کا مذہبی بائیکاٹ کرنا، ان سے دور رہنا، ان کے یہاں شادی بیاہ نہ کرنا اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا بداخلاقی نہیں ہے بلکہ خلق عظیم سے ہے کہ خداوند قدوس اور اس کے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہی حکم فرمایا ہے اور ہمارے بزرگوں نے ہم کو یہی سبق دیا ہے کہ بدمذہبوں اور مرتدوں سے دور ہوں۔ ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا تو بڑی بات ہے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی گوارا نہ کرو جیسا کہ خدا تعالٰی کا ارشاد ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ یعنی اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوموں کے پاس نہ بیٹھو (پ ۷ ع ۱۴) اور خدا عزوجل ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو کہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھوئے گی (پ ۱۲ ع ۱۰) اور بدمذہبوں کے بارے میں نبی کریم صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔ یعنی ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم شریف) اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اذا رأیتم صاحب بدعۃ فاکفھروا فی جھہ فان اللہ یبغض کل مبتدع۔ یعنی جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترشروئی سے پیش آؤ۔ اس لئے کہ خدا تعالٰی ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے (ابن عساکر) اور امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: حق سبحانہٗ وتعالٰی حبیب خود را علیہ الصلوٰۃ والتحیہ می فرماید واغلظ علیھم پس پیغمبر خود را کہ

موصوف بخلق عظیم ست در غلظت برایشاں امر فرمود، معلوم شد کہ غلظت بایشاں داخل خلق عظیم ست، در رنگ سگاں ایشاں را دور باید داشت، دوستی والفت با دشمنانِ خدا منجر بدشمنی خدا عزوجل ودشمنی پیغمبر او علیہ الصلاۃ والسلام می شود۔ شخصے گمان می کند کہ او از اہل اسلام ست وتصدیق وایمان باللہ ورسولہ دارد، امانمی داند کہ ایں قسم اعمال شنیعہ دولت اسلام اورا پاک وصاف می برد نعوذ باللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کفر والوں پر سختی کرو۔ تو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ خلق عظیم سے موصوف ہیں ان کو سختی کرنے کا حکم فرمانے سے معلوم ہوا کہ کفر والوں کے ساتھ شدت سے پیش آنا خلق عظیم میں داخل ہے، خدا کے دشمنوں کو کتے کی طرح دور رکھا جائے۔ ان کے ساتھ دوستی ومحبت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی تک پہنچا دیتی ہے (کلمہ ونماز کے سبب) آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے (اس لئے کہ ان سے دوستی اور رشتہ کرتا ہے) لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اس طرح کی بیہودہ حرکتیں اس کے اسلام کو برباد کر دیتی ہیں (مکتوب نمبر ۱۶۳) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا۔ اپنے ساتھ کاشانۂ اقدس خلافت میں لے آئے، اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانا کھانے بیٹھا کوئی بات بدمذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی۔ فوراً حکم ہوا کھانا اٹھا لیا جائے اور اسے باہر نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوا دیا۔ (الملفوظ جلد اول ص ۹۴) بدمذہبوں اور مرتدوں سے دور رہنے اور ان کو اپنے سے دور رکھنے کا حکم اس لئے ہے کہ ان سے میل جول رکھنے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے پر کفر کا قوی اندیشہ ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح الصدور میں تحریر فرماتے ہیں: کہ ایک شخص رافضیوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا اس کے مرتے وقت لوگوں نے اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ اس نے کہا نہیں کہا جاتا، پوچھا کیوں؟ کہا یہ دوسرے شخص کھڑے ہیں۔ یہ کہتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا کہتے تھے اب چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے نہ پڑھنے دیں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: کہ جب صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے برا کہنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ حالت ہے تو جو لوگ اللہ جل وعلیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتے ہیں، ان کی تنقیص شان کرتے ہیں اور انہیں طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے والوں کو کلمہ نصیب ہونا اور بھی دشوار ہے (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۳۱۱) وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سید المرسلین صلوٰۃ اللّٰہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: ابو الکلام احمد کسم کھور ضلع فرخ آباد

شرعی باندی کس کو کہتے ہیں؟ اور عرب میں ابھی بھی اس قسم کی باندی پائی جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: شرعی باندی اس مملوکہ عورت کو کہتے ہیں جس سے مالک کا نکاح کرنا جائز نہیں اور ہمبستری کرنا جائز ہے۔

اس قسم کی باندی ہر دارالاسلام میں پائی جاسکتی ہے اس لئے کہ ملک عرب خاص نہیں درمختار میں ہے: دخل دارھم مسلم بامان ثم اشتریٰ من احدھم ابنه ثم اخرجه الیٰ دارنا قهرا ملکه وھل یملکه فی دارھم خلاف والصحیح لا۔ یعنی مسلمان دارالحرب میں پناہ لے کر گیا پھر وہاں کسی کافر کا بچہ اس سے خرید کر زبردستی دارالاسلام میں لے آ۔ اس کا مالک ہو جائے گا' اور دارالحرب میں بھی اس کا مالک ہو گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ نہ ہو گا۔ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد نور اللہ قادری مقام پر یوا ناڑ، پوسٹ اہرولی بازار ضلع دیوریا

زید تعزیہ کی جگہ پر مسجد کا نقشہ اور اس پر براق کا نقشہ بنا رہا ہے اور اس کا اعلان ہے کہ میرا یہ مسجد کا نقشہ اور اس پر براق کا نقشہ بنانا قطعاً جائز اور ثواب ہے' اور زید یہ کہہ کر ادھر بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ لہٰذا حضور مفتی صاحب قبلہ فوا اور مفصل حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں' اور نیز شریعت کے اعتبار سے زید پر کیا سزا عائد ہوتی ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: براق کہ جس کا چہرہ عورت جیسا ہوتا ہے اس تصویر کا بنانا حرام اور ناجائز ہے اور زید کا یہ کہنا قطعاً جائز ہے شریعت پر افترا و بہتان ہے اسے اپنے اس کام سے باز آ جانا اور توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔ وھو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از سید اعجاز احمد قادری تاڑپتری۔ اننت پور (آندھرا پردیش)

یہاں استاذ لوگ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو چند مصرعے بچوں سے پڑھوا کر عیدی وصول کرتے ہیں وہ مصرعے یہ ہیں۔ آخر چہار شنبہ ماہ صفر میں آیا ÷ ہر مومنوں کے دل میں فرحت کا گل کھلایا۔ استاذ کی محنت ہم کو علم دیں سکھایا ÷ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا واقعی ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ عید اور خوشی کا دن ہے؟

الجواب: ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ عید اور خوشی کا دن نہیں ہے' اور عوام میں جو مشہور ہے وہ بے اصل ہے جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں خلاف واقع ہیں۔ (بہار

شریعت حصہ ۱۶ ص ۲۸۵) وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از شکیل احمد قادری نوری دواخانہ باری مسجد جگتدل ضلع چوبیس (۲۴) پرگنہ
موجودہ وقت میں نوکرانی کا درجہ پہلے کی لونڈی کے برابر ہے یا نہیں؟ لونڈی و نوکرانی میں کیا فرق ہے؟

الجواب: نوکرانی کا درجہ لونڈی کی طرح نہیں ہے دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ لونڈی کی خرید و فروخت جائز ہے اور نوکرانی کا خریدنا بیچنا جائز نہیں اس لئے کہ لونڈی مال ہے اور نوکرانی مال نہیں اور لونڈی سے مالک کا نکاح کرنا جائز نہیں نوکرانی سے جائز ہے، اور لونڈی سے ہمبستری جائز ہے مگر نوکرانی سے بلا نکاح ہمبستری جائز نہیں۔ کما صرح فی الکتب الفقھیۃ. وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد اشرفی نوادہ مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ
امام زین العابدین جن کو عابد بیمار اور سید سجاد بھی کہتے ہیں۔ ان کا اصلی نام مبارک کیا ہے؟

الجواب: حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصلی نام مبارک علی ہے ان کی کنیت ابوالحسن ہے اسی طرح صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے: اکمال فی اسماء الرجال میں تحریر فرماتا ہے، اور حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے سوانح کربلا میں ان کو علی اوسط تحریر فرمایا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: محمد محبوب حسن ساکن محمد پور ضلع غازی پور
تعزیہ داری شعائر اللہ میں سے ہے یا نہیں؟ جب کہ کوہ مروہ شعائر اللہ میں سے ہے۔

الجواب: ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری کہ جس میں طرح طرح کے بیہودہ کھیل تماشے ہوتے ہیں اور مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور باجے تاشے ہوتے ہیں۔ مایۂ بدعات اور ناجائز و حرام ہے۔ ھکذا قال الشاہ عبدالعزیز المحدث الدھلوی والامام احمد رضا البریلوی رضی عنھما ربہ القوی البتہ اس قدر جائز ہے کہ شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی صحیح نقل تبرک اور زیارت کے لئے رکھیں مگر آج کل اس نقل میں بھی اولاد کے

مبتلائے بدعات ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کریں جس طرح کہ کعبۂ مکہ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے رکھے جاتے ہیں اور شعائر اللہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کیا جائے جیسے صفا مروہ، نماز و دعا اور ذبیحہ وغیرہ جیسا کہ تفسیر جمل میں ہے: المراد بالشعائر المواضع التی یقام فیھا الدین اور تفسیر خازن و معالم التنزیل میں آیت کریمہ: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں ہے: کل ما کان معلما لقربان یتقرب به الی الله تعالیٰ من صلاة ودعاء وذبیحة فهو شعیرة من شعائر الله. اور تعزیہ پر یہ تعریف صادق نہیں آتی اس لئے کہ وہ شعائر اللہ سے نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از ملا جی محمد حسین اوجھا گنج ضلع بستی

آج کل مسلمانوں میں بہت سی برائیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً کوئی شراب پیتا ہے، کوئی جوا کھیلتا ہے، کوئی دوسرے کی عورت بھگا کر لاتا ہے اور حرام کاری کرتا ہے، کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر بغیر حلالہ رکھ لیتا ہے، کوئی بد مذہبوں اور مرتدوں کے یہاں شادی بیاہ کرتا ہے، کوئی مسلمانوں سے سود لیتا ہے، کوئی دوسرے کو ستاتا ہے اور کوئی کسی کی جائیداد ہڑپ کر لیتا ہے اور مسلمان ماہ رمضان کے دنوں میں بلا عذر علانیہ کھاتے پیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور محلہ یا گاؤں میں جو کہ با اثر ہیں وہ یہ سوچ کر خاموش رہتے ہیں کہ جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہیں وہ خدا تعالیٰ کے یہاں جواب دیں گے، ہم کو اس سے کیا غرض؟ بلکہ بعض لوگ تو برائی روکنے والے کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو اس سے کیا مطلب؟ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے روکنا کیسا ہے؟ اور قدرت کے باوجود اگر نہ روکیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب: مسلمانوں پر واجب ہے کہ سب متحد ہو کر لوگوں کو ہر قسم کی برائیوں اور گناہوں سے روکیں۔ اگر قدرت کے باوجود نہیں روکیں گے تو سب گنہگار ہوں گے اور ان پر عذاب نازل ہوگا جیسا کہ حضرت ابن عدی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله لایعذب العامة بعمل الخاصة حتی یروا المنکر بین ظهرانیهم وهم قادرون ان ینکروه فلا ینکروا فاذا فعلوا ذلك عذب الله العامة والخاصة۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو بعض لوگوں کے عمل کے سبب عذاب نہیں دیتا مگر جب کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے نہ روکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ عام اور خاص سب کو عذاب دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ۴۳۸) یعنی اگر کچھ لوگ کوئی گناہ کریں تو اس کے سبب خدا تعالیٰ دوسروں پر عذاب نہیں فرماتا لیکن برائی دیکھ کر چپ رہنا اور اسے نہ مٹانا ایسا گناہ ہے کہ اس کے سبب برائی کرنے والے اور چپ رہنے والے دونوں پر عذاب نازل فرماتا ہے۔ برائی

کرنے والے پر برائی کے سبب اور چپ رہنے والوں پر چپ رہنے کے سبب۔ اور ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدعنہ ولایستجاب لکم۔ یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا۔ ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا۔ پھر تم اس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: یعنی عذابھا و بلاہائے دیگر بدعا احتمال دفع دارند، اما عذابے کہ بر ترک امر معروف و نہی منکر نازل می گردد احتمال رفع نہ دارد و دعا در آں مستجاب نہ بود۔ یعنی دوسرے عذاب اور مصیبتیں دعا سے دور ہو سکتی ہیں لیکن اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا چھوڑ دینے کے سبب جو عذاب نازل ہوگا وہ دور نہیں ہوگا اور دعا اس کے بارے میں قبول نہ ہوگی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۵) اور ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ان الناس اذارأو امنکرًا فلم یغیروہ یوشك ان یعتمھم اللہ بعقابة۔ یعنی لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عنقریب خدا تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶) اور ابوداؤد و ابن ماجہ کی حدیث ہے: مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیتروا علیہ ولا یغیرون الااصابھم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا۔ یعنی کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی حالت رکھتے ہوں مگر نہ روکیں تو خدا تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا اس سے پہلے کہ وہ مریں (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۷) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں: از ایں جا معلوم می شود کہ بہ ترک دادن امر معروف و نہی منکر عذاب در دنیا ہم برسد و عذاب آخرت باقی ست بخلاف گناہان دیگر کہ عقاب برآں در دنیا لازم نیست۔ یعنی اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اچھی بات کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو چھوڑ دینے کے سبب دنیا میں بھی عذاب ہوگا اور آخرت میں بھی۔ بخلاف دوسرے گناہوں کے کہ دنیا میں ان پر عذاب لازم نہیں (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۷) اور بیہقی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینة کذا وکذا باھلھا فقال یارب ان فیھم عبدك فلاناً لم یعصك طرفة عین قال فقال قلبھا علیہ وعلیھم فان وجھہ لم یتمعر فی ساعة قط۔ یعنی خدا تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا میں پھر حکم دیتا ہوں کہ اس پر اور کل باشندوں پر شہر کو الٹ دو اس لئے کہ اس کا چہرہ گناہوں کو دیکھ کر میری خوشنودی کے لئے ایک لمحہ بھی متغیر نہیں ہوا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۹) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: ایں گناہ عظیم ست ولہٰذا تقدیم کرد علیہ بر علیھم۔ یعنی گناہوں کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے چہرہ کا رنگ نہ بدلنا بہت بڑا

گناہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علیہ کو علیھم پر مقدم کیا یعنی اس نیک بندے پر عذاب دینے کا حکم پہلے فرمایا اور گناہ کرنے والوں پر عذاب دینے کا حکم بعد میں۔ (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۱۸۳) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از غلام جیلانی بحر العلوم خلیل آباد بستی

کیا عزرائیل معلم الملکوت تھا؟

الجواب: بیشک عزرائیل معلم الملکوت تھا کہ بیس (۲۰) ہزار برس تک وہ فرشتوں کا واعظ رہا جیسا کہ تفسیر جمل جلد اوّل ص۴۱ میں ہے: قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان ابلیس اللعین کان خازن الجنۃ اربعین الف سنۃ ومع الملئکۃ ثمانین الف سنۃ وواعظ ملئکۃ عشرین الف سنۃ۔ وھو تعالیٰ سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد ضامن علی قادری مقام و پوسٹ پچھی پور بازار ضلع گورکھپور

زید کہتا ہے کہ استنجے کے پانی سے وضو جائز ہے لیکن اس کا پینا جائز نہیں اور بکر کہتا ہے کہ جب اس سے وضو جائز ہے تو اس کا پینا بھی جائز ہے اس لئے کہ استنجے کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے تو اس کا پینا بلاشبہ جائز ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کون حق ہے اور کون ناحق؟

الجواب: استنجاء کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے۔ بکر کا قول صحیح ہے اور زید کا قول غلط ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبد الحمید خاں معرفت محمد مشتاق احمد صدیقی ۹۷/۲۵۴ مسجد محمد حسین ٹھکیدار طلاق محل کانپور

زید کا کہنا ہے کہ سر منڈانا گناہ نہیں مگر حضور نے وہابیوں کی نشانی بتائی ہے۔ کیا زید کا قول صحیح ہے؟ اور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث شریف ہے کہ سر منڈانے والے کو وہابی سمجھا جائے؟ اور حج میں جانے والے سنی صحیح العقیدہ کو سر منڈانے سے منع کیا جائے تاکہ وہابیوں کی مشابہت نہ ہو؟

الجواب: بیشک حضور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گمراہ فرقے کی بہت سی علامتیں اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ جو وہابیوں میں پائی جاتی ہیں اور ان میں ایک علامت بال کا منڈانا بھی ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابوسعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون فی امتی

اختلاف وفرقة قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة لایرجعون حتی یرتد السھم علٰی فوقه ھم شر الخلق والخلیقة طوبٰی لمن قتلھم وقتلوہ یدعون الٰی کتاب اللّٰه ولیسوا منافی شیء من قاتلھم کان اولٰی باللّٰه منھم قالوا یارسول اللّٰه ماسیماھم قال التحلیق۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں اختلاف وافتراق مقدر ہو چکا ہے' ان میں ایک گروہ ایسا ہوگا جس کی باتیں بظاہر اچھی ہوں گی لیکن اس کا عمل گمراہ کن اور خراب ہوگا وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین کی طرف واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔ وہ اپنی طبیعت کے لحاظ سے بدترین مخلوق ہوں گے وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہوگا۔ جو ان سے لڑائی کرے گا وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا ان کی خاص پہچان کیا ہوگی یارسول اللہ! فرمایا سر منڈانا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۸) اسی طرح نسائی شریف میں حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیة سیماھم التحلیق۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے ان کی خاص پہچان سر منڈانا ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۹) لیکن سر منڈانے والے کو وہابی سمجھنا اور حج بیت اللہ کے لئے جانے والوں کو سر منڈانے سے منع کرنا سخت ترین جہالت ہے اس لئے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۲) اور مسلم شریف میں حضرت یحیٰی بن حصین رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ دعا کرتے ہوئے سنا اور بال ترشوانے والوں کے لئے صرف ایک مرتبہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۲) معلوم ہوا کہ گمراہ فرقے کی علامت ہونے کے سبب سر منڈانا برا نہیں ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث شریف میں بہت نماز اور روزہ بھی ان کی علامت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ مگر نماز روزہ برا نہیں۔ اس لئے کہ بہت سے خبیث اور گمراہ اپنی خباثت اور گمراہی کو پھیلانے کے لئے صالحین اور بزرگان دین کی خصلتوں کو اختیار کر لیتے ہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص ۵۳ میں ہے: علامتھم التحلیق وھو استیصال الشعر والمبالغة فی الحلق۔ وھو لایدل علٰی ان الحلق مذموم فان الشیم والحلی المحمودۃ قدیتزیابھا الخبیث ترویجا لخبثه وافسادہ علی الناس وھو کوصفھم بالصلوٰۃ والقیام اھ۔ ملتقطاً۔
واللّٰه تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ملک جیش محمد موضع تتری پوسٹ بیر پور بستی

زید نے ایک چمار کی لڑکی سے ناجائز تعلق کر لیا بعدہ گاؤں سے بھگا کر بھگنی گاؤں میں لے گیا وہاں سے نیپال کے کسی مولوی نے مسلمان بنا کر نکاح کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ سال بعد پھر اپنے گاؤں واپس آیا۔ دو مہینہ اس کے ساتھ رہ کر پھر اپنے بھائی کے گھر چلی گئی۔ بعدہ دوسرے چمار کے یہاں چلی گئی۔ اب زید ایک مسلم عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے عندالشرع کیا حکم ہے؟

الجواب: زید سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اس کو بہت کڑی سزا دی جاتی موجودہ صورت میں علانیہ توبہ واستغفار کرانے کے بعد اس کا نکاح مسلم عورت سے کر دیا جائے اور اس کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی، میلاد شریف کرنے غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وغیرہ رکھنے کی تلقین کی جائے کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (پ۱۹ع۱۴) وهو سبحانه اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از فیض اللہ یار علوی۔ گورا کلاں بستی

(۱) اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کون کون داخل ہیں؟ (۲) سادات اور اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کون سی نسبت ہے؟ (۳) آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کس قسم میں داخل ہیں؟ (۴) اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جوانان جنت کے سردار ہیں۔ تو کیا اس دنیا کی طرح جنت میں بھی سرداری وسروری اور ماتحتی جاری رہے گی؟ بالفرض اگر مان لیا جائے تو کیا مشترکہ سرداری میں جوانان جنت رہیں گے یا الگ الگ؟

الجواب: (۱) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم پر اہل بیت کا اطلاق عام طور پر مشہور ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: کہ طلاق اہل بیت بریں چہار تن پاک شائع ومشہور ست (اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۸۱) لیکن اہل بیت کے معنی کی تعیین میں علمائے کرام کے اقوال مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں۔ جیسا کہ حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں آیت کریمہ: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: کہ اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سب داخل ہیں۔ آیات اور احادیث کے جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اھ۔ بالفاظہ۔ (۲) سادات اور اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے اہل بیت عام اور

سادات خاص ہے۔ یعنی ہر سیّد اہل بیت سے ہے، مگر اہل بیت کا ہر فرد سیّد نہیں۔ (۳) آل کے تین معنی ہیں۔ اوّل: فرزند دوم: اہل خانہ، سوم: متبعین۔ جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے کہ آل در عربی بمعنی فرزنداں واہل خانہ و پیرواں آمدہ است از منتخب۔ لہٰذا اس طرح آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تین قسمیں ہوئی ہیں، اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما قسم اوّل سے ہیں۔ اس لئے کہ ترمذی شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کے بارے میں ارشاد فرمایا ھٰذان ابنای۔ یعنی یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۰) (۴) قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے معانی سمجھنے کی لئے مفسرین وشارحین کی طرف رجوع ضروری ہے ورنہ آدمی گمراہ ہو جائے گا۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حسنین کریمین جنت کے جوانوں میں سب سے افضل ہوں گے نہ کہ دنیا کی طرح وہاں بھی سرداری و ماتحتی جاری رہے گی۔ پھر بعض نے کہا کہ جو جوان کہ راہ خدا میں مرے ہیں حضرات حسنین کریمین صرف انہیں جوانوں سے افضل ہوں گے، اور بعض لوگوں نے کہا کہ اہل جنت سب جوان ہوں گے، اور حسنین کریمین انبیائے کرام وخلفائے راشدین کے علاوہ جنت کے سب جوانوں سے افضل ہوں گے، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ثانی کو اولیٰ فرمایا۔ جیسا کہ اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۶۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں: طیبی گفتہ کہ مراد آنست کہ ایشاں افضل اند از کسے کہ جوان مرد در راہ خدا۔ ودریں سخن نظر است زیرا کہ نیست وجہ تخصیص مرفضل ایشاں را بر کسے کہ جواں مرد بلکہ ایشاں افضل اند از بسیارے کساں کہ پیر مردند۔ پس اولیٰ آنست کہ بعضے گفتہ اند کہ مراد آنست کہ ایشاں سید اہل الجنۃ اند زیرا کہ اہل جنت ہمہ جوان اند لیکن تخصیص کنند بغیر انبیاء وخلفائے راشدین اھ۔ **وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از دار محمد مدرسہ تعلیم القرآن حیات نگر فارسی باڑی گھاٹ کوپر بمبئی نمبر ۸۶

قبرستان میں جہاں کہ مردے دفن کئے جاتے ہیں وہاں صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کارڈ پر فتویٰ دریافت کرنا خلاف قاعدہ ہے، اور پھر ثبوت کے لئے اس پر قرآن وحدیث نہیں لکھ سکتے کہ توہین ہوگی۔ لہٰذا آئندہ فتویٰ کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔ قبرستان میں جہاں کے مردے دفن کئے جاتے ہیں وہاں بھی صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ومستحسن ہے کہ پڑھنے والوں کو ثواب ملے گا اور مردوں کو فائدہ پہنچے گا۔ **وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ملا حسین اوجھا گنج۔ ضلع بستی

کافر کے کھانا وغیرہ پر حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی دوسرے بزرگ کی نیاز کرنا کیسا ہے؟

الجواب: کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن ہے جسے بھی پہنچایا جائے قال اللہ تعالیٰ: وَقَدِمْنَا اِلٰی مَاعَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (پ۱۹ع۱) اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کے ثواب پہنچنے کا اعتقاد کرنا ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ جو شخص ایسا کرے اس پر توبہ فرض ہے بلکہ تجدید اسلام و نکاح بھی چاہئے (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص۳۲۹) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سیف الحق مکان نمبر بی پوسٹ آفس دھرواراپچی نمبر۴ (بہار)

اسٹیل کا برتن استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: سونے چاندی کے سوا ہر قسم کے برتن کا استعمال جائز ہے۔ (بہار شریعت ج۱۶ص۳۵) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از حاجی محمود عالم گیاوی صابر ہوٹل چاندنی چوک کلکتہ نمبر ۲۷

زید حاجی ہے اور بہت دیندار ہے جس کے سبب مسلمان اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔ مگر ایک دولت مند مسلمان اس سے بہت جلتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ حاجی نہیں بلکہ پاجی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی وہ بہت سے توہین آمیز جملے بولتا رہتا ہے جس سے زید کو سخت اذیت پہنچتی ہے تو اس دولت مند کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: زید اگر واقعی دیندار ہے جس سے دولت مند مسلمان جلتا ہے اور اس کے بارے میں توہین آمیز جملے بول کر اسے اذیت پہنچاتا ہے تو وہ سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنے اس غلط رویہ سے باز آجائے توبہ و استغفار کرے اور زید سے معافی مانگے۔ اگر وہ زید سے معافی مانگ کر اسے راضی نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اسے اپنے ستانے کا معاوضہ دینا پڑے گا۔ مگر دولت مند کا روپیہ وہاں کام نہیں دے گا بلکہ زید کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اگر ادا ہو گیا تو غنیمت ورنہ اس کے گناہ ستانے والے پر لاد دیئے جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں مفلس وہ شخص ہے کہ جس کے پاس نہ پیسے ہوں نہ سامان۔ حضور نے فرمایا میری امت میں دراصل مفلس وہ شخص ہے کہ جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اس حال میں کہ اس نے کسی کو برا بھلا کہا ہو، گالی دی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو کسی کا مال کھا لیا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اب انہیں راضی کرنے کے لئے اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں کے درمیان تقسیم کی جائیں گی۔ پس اس کی

نیکیاں ختم ہونے کے بعد بھی اگر لوگوں کے حقوق اس پر باقی رہ جائیں گے تو اب حق داروں کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۵) وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از غلام محی الدین سبحانی مدرسہ مخدومیہ علاؤ الدین پور گلر ہوا پوسٹ دولت پور گرنٹ ضلع گونڈہ

سرکار اعلیٰ حضرت الملفوظ حصہ اوّل میں فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار روز میں آسمان از یکشنبہ تا چہار شنبہ پیدا کیا جب کہ قرآن شریف میں (پ ۲۴ ع ۱۶) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ پورا کر دیا ساتوں آسمان کو دو دنوں میں اس صورت میں الملفوظ کی عبارت کس طرح صحیح ہے؟ سرکار والا مدلل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: الملفوظ حصہ اوّل کی عبارت مذکورہ اصل میں یوں ہے۔ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چار دن میں زمین، اور آسمان دو دن میں، زمین یکشنبہ تا چہار شنبہ، آسمان پنجشنبہ تا جمعہ، نیز اس جمعہ میں بین العصر والمغرب آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا۔ لہٰذا اس کے خلاف جس نسخہ میں چھپا ہو وہ طباعت کی غلطی ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳؍ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ریاض احمد قادری۔ بہادر پور بازار ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی محبت صحابۂ کرام کو تھی اتنی محبت آج ہم میں نہیں ہے لیکن میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی یا تابعی یا امام نے قیام نہیں کیا تو آج کیوں کیا جاتا ہے؟ اور اگر کسی نے کیا ہے تو حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب: زید کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جتنی محبت صحابۂ کرام کو حضور سے تھی اتنی محبت آج ہم میں نہیں ہے۔ لیکن جب انہوں نے قیام نہیں کیا تو آج کیوں کیا جاتا ہے اس کا یہ قول غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو بعینہٖ یہی اعتراض صحابۂ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی وارد ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع نہیں فرمایا تو صحابۂ کرام نے ایسا کیوں کیا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین کی بھلائیوں سے جتنے واقف تھے صحابۂ کرام نہ تھے اور جتنی محبت قرآن سے حضور کو تھی صحابہ کو نہ تھی۔ پھر ایسا ہی اعتراض تابعین وتبع تابعین پر بھی وارد ہوگا کہ جتنی محبت صحابۂ کرام کو حضور کی ذات گرامی سے اور ان کے اقوال واحوال سے تھی اتنی محبت تابعین وتبع تابعین کو نہ تھی۔ تو جب صحابۂ کرام نے حضور کی

حدیث کو کتابی شکل میں جمع نہیں کیا تو ان لوگوں نے کیوں کیا اسی طرح دین سے زیادہ محبت ہونے کے باوجود جب صحابۂ کرام نے فقہ کی تدوین نہیں کی تو تابعین و تبع تابعین نے کیوں کی؟ اور جس طرح آج کل دینی تعلیم کے لئے مدرسے قائم کئے جاتے ہیں اور جلسے منعقد کئے جاتے ہیں جب کہ صحابۂ کرام تابعین عظام اور ائمہ اسلام کو دینی تعلیم سے زیادہ محبت تھی مگر انہوں نے نہ ایسے مدرسے قائم کئے نہ جلسے۔ تو پھر آج کیوں قائم کئے جاتے ہیں؟ اور شفاء شریف میں حضرت علامہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ والرضوان مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں میں اسے جانور کے پیروں سے روندوں۔ تو کیا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس ادب کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ صحابۂ کرام کو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت تھی اور انہوں نے ایسا نہیں کیا اس لئے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ غلط ہے' اور حضرت علامہ ابن حاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ جو مخالفین کے نزدیک بھی مستند ہیں اپنی کتاب مدخل میں تحریر فرماتے ہیں: کہ کچھ لوگ چالیس سال تک مکہ معظمہ کے مجاور رہے مگر کبھی مکہ معظمہ میں نہ پیشاب کیا اور نہ لیٹے۔ تو کیا ان لوگوں کے ادب کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام و تابعین عظام کو مکہ معظمہ سے زیادہ محبت تھی مگر جب ان لوگوں نے مکہ معظمہ کا ایسا ادب نہیں کیا تو ان لوگوں کا یہ ادب غلط ہے۔ نہیں ہرگز رد نہیں کیا جائے گا بلکہ ان لوگوں کا یہ طریقہ بنظر استحسان دیکھا جائے گا' اور جو اس پر عمل کرے اسے نیک و صالح قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ زید کا اعتراض باطل ہے۔ اگر اس کے اعتراض کو صحیح مان لیا جائے تو اس قسم کی بہت سی باتیں جو بعد کے مسلمانوں نے دین میں، مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے [illegible] میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں ایجاد کی ہیں سب ناجائز ہو جائیں گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جائز اور ناجائز ہونے کا معیار [illegible]ابہ و تابعین کے زمانے کا عمل نہیں ہے بلکہ جائز و ناجائز کا معیار اچھائی اور برائی ہے۔ اچھی بات کسی بھی زمانے میں ہو اچھی ہے بری بات کسی زمانے میں ہو بری ہے۔ صحابہ و تابعین کے زمانے میں آل رسول کو میدان کربلا میں بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور کعبہ شریف پر پتھر برسا کر اس کی دیواروں کو توڑ دیا گیا تو کیا آج بھی ایسا کرنا جائز ہے؟ اور صحابہ و تابعین کے زمانے میں چونکہ آج کی طرح مدرسے اور جلسے قائم نہیں کئے گئے اس لئے وہ ناجائز ہو جائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے زمانے کا ہر کام جائز نہیں اور بعد کے مسلمانوں نے جتنی باتیں ایجاد کی ہیں وہ سب ناجائز نہیں۔ جو بری بات ایجاد کی ہے وہ ناجائز ہے اور جو اچھی بات رائج کی ہے وہ جائز ہے۔ بلکہ اچھی بات کے رائج کرنے پر ثواب ملے گا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے: عن جریر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئی۔ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شئی۔ یعنی حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں کسی اچھے طریقے کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج

کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور جو مذہب اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ جو اس کے طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳)۔ اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ بری بات کا ایجاد کرنا برا ہے چاہے وہ کسی زمانہ میں ہو اور اچھی بات کا رائج کرنا اچھا ہے خواہ وہ کسی زمانے میں ہو۔ لہٰذا اچھی بات کا ایجاد کرنا صحابہ و تابعین کے زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے اور قیام اچھی ایجاد ہے جو سیکڑوں برس سے مسلمانوں میں رائج ہے اور مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، جدہ، روم، شام، مصر، دمیاط، یمن، زبید، بصرہ، حضرموت، حلب، حبش، برزنج، برتلے، کرد، اندلس، داغستان اور پاکستان ہندوستان وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے اس کے جائز و مستحسن ہونے کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان لوگوں کے فتاویٰ کو اپنے رسالہ مبارکہ ''اقامۃ القیامہ'' میں جمع فرمایا ہے ان میں سے بعض کے اقوال یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ حضرت علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرت حلبیہ میں قیام کے اچھی ایجاد ہونے کی تصریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دیناً وورعاً تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ وتابعہ علیٰ ذلک مشایخ الاسلام فی عصرہ۔ یعنی بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ذکر کے وقت قیام کرنا امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پایا گیا جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین و تقویٰ میں اماموں کے امام ہیں اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ کرام مشائخ الاسلام نے ان کی اتباع کی۔ اور عارف باللہ حضرت علامہ سید جعفر برزنجی رحمۃ اللہ علیہ عقد الجوہر فی مورد النبی الازہر میں تحریر فرماتے ہیں: قد استحسن القیام عند ذکر الولادۃ الشریفۃ درایۃ وروایۃ فطوبیٰ لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامۃ ومرماہ۔ یعنی بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحب درایت و روایت تھے تو شادمانی ہے اس کے لئے جس کی نہایت مراد مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضرت علامہ عثمان بن حسین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اثبات قیام'' میں تحریر فرماتے ہیں: القیام عند ذکر ولادۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم امر لاشک فی استحباب بہ واستحسانہ وندبہ یحصل لفاعلہ من الثواب الاوفر الخیر الاکبر۔ یعنی ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا مستحب و مستحسن ہے جس کے کرنے والے کو ثواب کبیر و فضل کثیر حاصل ہوگا۔ پھر یہی حضرت علامہ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علیٰ استحسان القیام المذکور وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لاتجتمع امتی علی الضلالۃ۔ یعنی بیشک امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ اور علامہ

جمال بن عبداللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں: القیام عند ذکر مولدہ اعطر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استحسنہ جمع من السلف فھو بدعۃ حسنۃ۔ یعنی ذکر مولد اعطر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام کو ایک جماعت سلف نے مستحسن قرار دیا ہے تو وہ اچھی ایجاد ہے' اور حضرت علامہ ابوذر رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میلاد میں لکھتے ہیں: استحسن القیام عند ذکر الولادۃ۔ یعنی ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا مستحسن ہے' اور سراج الفقہا حضرت علامہ سراج مکی مفتی حنفیہ تحریر فرماتے ہیں: تورائہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ والحکام من غیر نکیر منکر ورد رادولھٰذا کان حسنا ومن یستحق التعظیم غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم ویکفی اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما ماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن۔ یعنی یہ قیام مشہور اماموں میں متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے برقرار رکھا اور کسی نے رد و انکار نہ کیا لہٰذا یہ مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ قیام کے مخالف ہیں ان کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ بذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸) یہ عجیب بات ہے کہ پیر و مرشد تو مولود شریف میں شریک ہوتے ہوں بلکہ مولود شریف کو برکتوں کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال کرتے ہیں یہاں تک کہ قیام میں لطف و لذت پاتے ہیں۔ مگر مریدین و معتقدین اپنے پیر و مقتداء کی اتباع کرنے کے بجائے میلاد و قیام کی مخالفت کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق بخشے۔ (آمین) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔(۱)

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از رسول مجاور کلب روڈ بلگام (کرناٹک)

ہمارے شہر میں ہلال کمیٹی اور انجمن اسلام کے نام سے موسوم کئے جانے والے دو ادارے ہیں۔ مذکورہ ادارے بذریعہ چندہ جاری ہیں۔ ان اداروں کے ممبران میں اکثریت سنیوں کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ چندہ دہندگان حضرات میں بھی اکثریت سنیوں کی ہے۔ ان اداروں میں بالخصوص انجمن اسلام ضلع بلگام میں سنیوں کے نادار و یتیم بچے زیر تعلیم ہیں۔ مگر یہاں کے چند مسجدوں کے امام صاحبان اور یہاں کے قائم مقام مفتی صاحب نے مل کر ان اداروں کے صدر، مہتمم کے لئے ایک اسماعیلی کھوجہ جو کہ شیعہ کا تقرر کیا ہوا ہے اس کو دین سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ سوال درپیش یہ ہے کہ آیا ایسے شخص کو مذکورہ ہلال کمیٹی اور انجمن اسلام وغیرہ اداروں کا صدر بنا سکتے ہیں؟ اگر بنا سکتے ہیں تو شریعت کے مطابق مع شرائط و ضوابط مدلل جواب سے نوازنے

(۱) اس مسئلہ پر مکمل بحث ہمارے رسالہ "تعظیم نبی" صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھیں۔ ۱۲ الامجدی

کی زحمت فرمائیں؟

الجواب: اسماعیلی کھوجہ شیعہ کو ہلال کمیٹی اور انجمن اسلام وغیرہ کسی ادارے کا صدر، مہتمم یا رکن بنانا جائز نہیں کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہونے کے ساتھ اس کی تعظیم وتوقیر بھی ہے اور بدمذہب کی تعظیم وتوقیر کرنا مذہب اسلام کے ڈھانے پر مدد کرنا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: عن ابراهيم بن ميسرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من وقر صاحب بدعة فقد اعان علىٰ هدم الاسلام۔ یعنی حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم وتوقیر کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی (مشکوٰۃ شریف) آپ نے اپنا نام رسول مجاور لکھا ہے۔ رسول نام رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح محمد رسول، رسول محمد، احمد نبی، رسول اللہ، نبی اللہ اور نبی الزماں نام رکھنا بھی جائز نہیں کہ ان میں حقیقتاً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلّم ورنہ خالص کفر ہوتا مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ یقیناً حرام ہے۔ لہٰذا آپ اپنا نام عبدالرسول، غلام رسول اور رسول بخش رکھیں۔ وهو تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ رشوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد محبوب فیضی موضع لال پور پوسٹ پچھی پور ضلع گورکھپور

استاذ کے حقوق کس قدر ہیں؟ جس استاذ سے علم دین حاصل کیا ہو اس کے کچھ حقوق تحریر فرمائیں؟

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ عالمگیری میں وجیز حافظ امام الدین کردری سے ہے: قال الزند ويستي حق العالم على الجاهل وحق الاستاذ على التلميذ واحد على السواء وهوان لاتفتح بالكلام قبله و لا يجلس مكانه وان غاب ولايرد علىٰ كلامه ولايتقدم عليه في مشيه۔ یعنی فرمایا امام زندویستی نے عالم حق کا جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کے غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔ اسی میں غرائب سے ہے: ينبغي للرجل ان يراعي حقوق استاذه وادابه لايبخل بشئي من ماله۔ آدمی کو چاہئے کہ استاذ کے حقوق وآداب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ اسی میں تاتارخانیہ سے ہے: يقدم حق معلمه على حق ابويه وسائر المسلمين و يتواضع لمن علمه خيرا ولوحرفا ولا ينبغي ان يخذله ولا يستاثر عليه احد افان فعل ذلك فقد فصم عروة من عرى الاسلام۔ یعنی استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور

اسے لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں میں سے ایک رسی کھول دی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰، ص ۶۷) اور تحریر فرماتے ہیں: استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰، ص ۹۷) وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از بے بس صدیقی بھانپور ضلع بستی

آج کل کالجوں میں جو سائنس پڑھائی جاتی ہے اس میں ایک مضمون ایسا ہوتا ہے کہ جس میں مینڈک وغیرہ کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے اور ان کی تصویر بنائی جاتی ہے تو ایسا مضمون شرعاً پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: ایذائے حیوان شرعاً ممنوع ہے اور ذی روح کی تصویر سازی حرام و ناجائز ہے اس لئے ایسا مضمون نہیں پڑھنا چاہئے۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از شکیل احمد جگتدل ۲۴ ر پرگنہ (مغربی بنگال)

(۱) گھڑی میں اسٹیل کا چین لگا کر استعمال کرنا نماز کے علاوہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ٹیلی ویژن خریدنا اور اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: گھڑی میں اسٹیل کا چین لگا کر استعمال کرنا نماز کے باہر بھی ناجائز ہے اس لئے کہ ہاتھ پر گھڑی باندھنے میں چین متبوع ہوتا ہے جو از قسم زیور ہے' اور نیلون وغیرہ کے پٹہ کے ساتھ گھڑی کا استعمال اس لئے جائز ہے کہ گھڑی تابع ہے۔ جیسے کہ سونے کا بٹن اسٹیل کی زنجیر کے ساتھ ناجائز ہے اور نیلون وغیرہ کے دھاگے کے ساتھ جائز ہے۔ (۲) ٹیلی ویژن ایک قسم کا چھوٹا سینما ہے اسے خریدنا اور استعمال میں لانا جائز نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد عارف رضوی ۱۰۷ کامبیکر اسٹریٹ ای، ای دادانی ہاؤس بمبئی

تعویذ والی انگوٹھی جس کا تعویذ پوشیدہ ہو مثلاً بریلی شریف کی انگوٹھی یا جس کا تعویذ ظاہر ہو جو چاندی کی دھات پر کندہ کیا گیا ہو۔ اور گلے یا بازو پر باندھے ہوئے تعویذ ظاہر یا پوشیدہ ہوں انہیں پہن کر بیت الخلاء میں یا کسی ناپاک جگہ پر جانا' بیوی سے صحبت کرنا اور کسی بھی نجاست کی حالت میں پہننا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب عنایت کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: جس تعویذ کے حروف ظاہر ہوں اسے پہن کر بیت الخلاء وغیرہ نجاست کی جگہوں میں جانا منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب

بیت الخلاء میں جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے (اس لئے کہ اس پر محمد رسول اللہ نقش تھا)۔ (ابوداؤد، ترمذی) اور اگر حروف نظر نہ آتے ہوں تو انہیں پہن کر جانے میں کوئی حرج نہیں' اور تعویذ پہنے ہوئے بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے چاہے حروف ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۰ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از صوفی حسن علی مقام و پوسٹ کپتان گنج۔ ضلع بستی

ایک عالم دین جو متقی پرہیز گار ہیں۔ ان کی ذات سے مذہب حق اہل سنت و جماعت کو بڑی تقویت ملی۔ دورونزدیک کے بے شمار مسلمان ان کے علمی فیضان سے اپنے ایمان و عمل کو سنوار رہے ہیں۔ خاص کر انہوں نے اپنی آبادی میں وہابیوں دیوبندیوں اور دیگر بدمذہبوں و مرتدوں کے یہاں مسلمانوں کا رشتہ ناتہ بند کروادیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مذہبی وسماجی خرابیوں کو دور فرمادیا اور شادی بیاہ کی بہت سی بری رسموں کو مٹادیا۔ آبادی کی زیر تعمیر مسجد میں سب سے زیادہ حصہ لیا اور اپنے اثر و رسوخ کے سبب بمبئی وغیرہ کے کئی بڑے سیٹھوں سے چندہ لے کر مسجد کو تکمیل کے قریب تک پہنچادیا ایک دینی مدرسہ کو دارالعلوم میں تبدیل کرنے کے لئے ڈیڑھ بیگھہ سے زیادہ زمین اپنے جیب خاص سے سڑک کے کنارے خرید کر مدرسہ کو دے دی۔ ان تمام باتوں سے آبادی اور قرب و جوار میں ان کی بہت عزت ہوگئی تو کچھ لوگ ازراہِ حسد بلاوجہ ان سے دشمنی کرنے لگے، ان کی باتوں پر اعتراض کر کے عوام کو ان کے خلاف بھڑکانے لگے اور ہر طرح سے ان کی عزت بگاڑنے کے درپے ہوگئے۔ اصل میں آبادی کے کچھ لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ جب کوئی شخص دینی کام کرتا ہے اور اس کے سبب عوام و خواص میں اس کی عزت ہوجاتی ہے تو وہ لوگ اس کی عزت بگاڑنے کے درپے ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے مسجد کو دوڑ دھوپ کر بنوایا اور بغیر کسی معاوضہ کے فی سبیل اللہ بڑی محنت سے کام کیا یہاں تک کہ مسجد کی چھت لگوادی۔ عرصۂ دراز تک مدرسہ کا انتظام سنبھالتا رہا اور بلاتنخواہ آبادی میں اس کا چندہ کرتا رہا مگر حساب لکھنے میں اس سے کوئی چوک ہوگئی تو اس نے کہہ دیا کہ اب میرے پاس مسجد اور مدرسہ کی رقم نہیں ہے لیکن جب حساب کی جانچ کی گئی تو کچھ رقم اس کے ذمہ باقی نکلی۔ بس کیا تھا پورے علاقہ میں مشہور کردیا گیا کہ مسجد مدرسہ کی رقم کھا گیا۔ اس طرح اس کو ذلیل و رسوا کردیا گیا۔ حالانکہ اس نے دس پندرہ دن میں پوری رقم ادا کردی اور جس نے دوڑ دھوپ کر مسجد کی صفائی کروائی' فرش اور اس کا ایک مینارہ بنوایا۔ اس کی بھی عزت بگاڑنے کی ان لوگوں نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے جب کہ ایک تیسرے شخص نے مسجد کی پانچ ہزار رقم جوا کھیل ڈالا اور کئی برس گزر گئے اب تک نہیں دیا اس کے خلاف وہ لوگ ایک لفظ نہیں بولتے۔ لہٰذا قرآن و حدیث سے عالم دین کی فضیلت اور ان کا درجہ بیان فرمائیں' اور جو لوگ کہ عالم دین کی بلاوجہ صرف ازراہِ حسد مخالفت کرتے ہیں ان سے بغض و عناد رکھتے ہیں، ان کو برا بھلا کہتے ہیں' اور ان کی توہین کرتے ہیں، پبلک کو ان کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور دینی کام کرنے والے کی عزت بگاڑنے کے درپے ہوجاتے ہیں۔ ان کے

لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب. اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عالم دین کا بہت بڑا مرتبہ ہے قرآن مجید کی کئی آیتوں سے اس کی فضیلت ثابت ہے۔ آیت نمبر ۱ یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پ۵ ع۵) یعنی اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اطاعت کرو۔ اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں اولوالامر ہیں یعنی اپنے عالموں کی اطاعت کرو۔ جیسا کہ حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: المراد من اولی الامر العلماء فی اصح الاقوال لان الملوك يجب عليهم طاعة العلماء ولاينعكس (تفسیر کبیر جلد اوّل) آیت نمبر ۲: فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو علم والوں سے پوچھو (پ۱۴ ع۱۲) حضرت علامہ اسمٰعیل حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: فی الاية اشارة الى وجوب المراجعة الى العلماء فيما لايعلم۔ یعنی آیت مبارکہ میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ جو مسئلہ نہیں جانتے اس کے بارے میں علمائے دین کی طرف رجوع کرنا واجب ہے (تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۳۸) آیت نمبر ۳ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (پ۲۲ ع۱۶) یعنی علمائے دین خدا تعالیٰ کے صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں جتنا زیادہ علم اتنا زیادہ خوف حضرت صدر الافاضل علامہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت و شان سے باخبر ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب چیز سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں اھ۔ اور حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمایت ہیں دلالتها على انهم من اهل الجنة وذلك لان العلماء من اهل الخشية و كل من كان من اهل الخشية كان من اهل الجنة فالعلماء من اهل الجنة. وبيان ان اهل الخشية من اهل الجنة قوله تعالىٰ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ۝ یعنی آیت کریمہ میں اس بات پر دلالت ہے کہ علماء جنتی ہیں اور وہ اس لئے کہ علماء خشیت والے ہیں اور ہر وہ شخص جو خشیت والا ہے وہ جنتی ہے تو علماء جنتی ہیں، اور اس بات کا ثبوت کہ خشیت والے جنتی ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ان کا صلہ ان کے رب کے پاس رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (پ۳۰ سورۃ لم یکن۔ تفسیر کبیر جلد اوّل ص ۲۷۹) آیت نمبر ۴ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ یعنی کیا علم والے اور بے علم برابر ہو جائیں گے؟ (پ۲۳ ع۱۵) اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔ غیر عالم خواہ عابد ہو یا غیر عابد۔ بہر حال عالم اس سے افضل ہے جیسا کہ ترمذی اور ابوداؤد کی

حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر (مشکوٰۃ شریف ص ۳۴) آیت نمبر۵: یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ. یعنی اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا خاص کر ان کے درجے کو بلند فرمائے گا (پ ۲۸ ع ۲) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ سب مومن بڑے درجے والے ہیں اور ان میں خاص کر علمائے دین بہت بلند مرتبے والے ہیں۔ دنیا و آخرت میں ان کی عزت ہے خدا تعالیٰ نے ان کے لئے بلندی درجات کا وعدہ فرمایا ہے اور عالم دین کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں حدیث نمبر۱: العلماء ورثة الانبیاء۔ یعنی علمائے دین انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث اور جانشین ہیں (ترمذی، ابوداؤد، عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ ص ۳۴) حدیث نمبر۲: فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادناکم۔ یعنی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے کہ جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر (ترمذی، عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ ص ۳۴) اور جب عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے تو پھر تمام مسلمانوں پر عالم دین کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اندازہ سے باہر ہے۔ حدیث نمبر۳: العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء وورثتی وورثة الانبیاء۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علمائے دین زمین کے چراغ ہیں، انبیائے کرام کے خلفیہ ہیں اور میرے و دیگر انبیاء کے وارث ہیں (ابن عدی فی الکامل، عن علی رضی اللہ عنہ، کنز العمال جلد ۱۰ ص ۷۷) حدیث نمبر۴: وزن حبر العلماء بدم الشهداء فرجح علیه۔ یعنی عالموں کے قلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی تو روشنائی خون پر غالب آ جائے گی (خطیب، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، کنز العمال جلد ۱۰ ص ۸۰) حدیث نمبر۵: مجالسة العلماء عبادة۔ یعنی علماء کی مجلس میں بیٹھنا عبادت ہے (دیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، کنز العمال جلد ۱۰ ص ۸۰) حدیث نمبر۶: لاتفارقوا مجالس العلماء فان اللہ لم یخلق تربة علیٰ وجه الارض اکرم من مجالس العلماء۔ یعنی علمائے دین کی مجلسوں سے الگ نہ رہو اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی ایسی مٹی نہیں پیدا کی جو عالموں کی مجلس سے افضل ہو (امام رازی، عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۸۲) حدیث نمبر۷: اوّل من یشفع یوم القیامة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء۔ یعنی قیامت کے دن جو لوگ کہ سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں پھر علمائے کرام اس کے بعد شہدائے اسلام (خطیب عن عثمان رضی اللہ عنہ۔ کنز العمال جلد ۱۰ ص ۸۶) حدیث نمبر۸: اکرموا العلماء فانهم ورثة الانبیاء فمن اکرمهم فقد اکرم اللہ ورسوله۔ یعنی عالموں کی عزت کرو اس لئے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ تو جس نے عالموں کی عزت کی تحقیق اس نے اللہ ورسول کی عزت کی۔ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم (خطیب، عن جابر رضی اللہ عنہ، کنز العمال جلد ۱۰ ص ۸۵) حدیث نمبر۹: من استقبل العلماء فقد استقبلنی ومن زار العلماء فقد زارنی ومن جالس العلماء فقد جالسنی ومن جالسنی فکانما جالس ربی۔ یعنی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عالموں کا استقبال کیا تحقیق اس

نے میرا استقبال کیا' اور جس نے عالموں کی زیارت کی تحقیق اس نے میری زیارت کی اور جو عالموں کی مجلس میں بیٹھا تحقیق وہ میری مجلس میں بیٹھا' اور جو میری مجلس میں بیٹھا وہ گویا کہ میرے رب کی مجلس میں بیٹھا (الرافعی عن بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ، کنز العمال جلد ۱۰ ص ۹۷) حدیث نمبر ۱۰: قال علیه الصلوٰة والسلام قلت یا جبریل ای الاعمال افضل لامتی قال العلم قلت ثم ای قال النظر الی العالم قلت ثم ای قال زیارة العالم۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریل سے پوچھا کہ میری امت کے لئے کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ انہوں نے کہا: علم۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد کیا افضل ہے؟ انہوں نے کہا: عالم دین کو دیکھنا۔ میں نے دریافت کیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ انہوں نے کہا: عالم دین کی زیارت کرنا (امام رازی، تفسیر کبیر جلد اوّل ص ۲۸۲) حدیث نمبر ۱۱: حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: خمس من العبادة قلة الطعام والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبة والنظر الی المصحف والنظر الیٰ وجه العالم۔ یعنی پانچ چیزیں عبادت میں سے ہیں۔ کم کھانا، مسجد میں بیٹھنا، کعبہ کو دیکھنا، مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ رواه فی مسند الفردوس عن ابی هریرة رضی الله عنه۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۶۱۶) حدیث نمبر ۱۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لایستخف بحقهم الامنافق بین النفاق۔ یعنی علماء کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا ہوا منافق۔ رواہ ابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۱۴۰) حدیث نمبر ۱۳: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقه۔ یعنی جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ رواہ احمد والحاکم والطبرانی فی الکبیر عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۱۴۰) حدیث نمبر ۱۴: حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: نوم العالم عبادة ومذاکراته تسبیح ونفسه صدقة وکل قطرة نزلت من عینه تفطئ بحرا من جهنم فمن اهان العالم فقد اهان العلم ومن اهان العلم فقد اهان النبی ومن اهان النبی فقد اهان جبریل ومن اهان جبریل فقد اهان الله ومن اهان الله اهانه الله یوم القیامة۔ یعنی عالم کا سونا عبادت ہے، اس کا مذہبی مذاکرہ تسبیح ہے، اس کی سانس صدقہ ہے اور آنسو کا ہر قطرہ جو اس کی آنکھ سے ٹپکتا ہے جہنم کے ایک سمندر کو بجھا دیتا ہے تو جس نے عالم کی توہین کی تحقیق اس نے عالم کی توہین کی۔ اور جس نے علم کی توہین کی تحقیق اس نے نبی کی توہین کی۔ اور جس نے نبی کی توہین کی تحقیق اس نے جبریل کی توہین کی۔ اور جس نے جبریل کی توہین کی تو اس نے اللہ کی توہین کی۔ اور جس نے اللہ کی توہین کی اللہ اسے قیامت کے دن ذلیل و رسوا کرے گا۔ (امام رازی، تفسیر کبیر جلد اوّل ص ۲۸۱)

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیتوں، تفسیروں اور حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عالم دین بڑی عزت و عظمت والا اور فضیلت و منزلت والا ہے' اور جب کہ قرآن کریم نے اللہ و رسول کی اطاعت کے ساتھ عالم دین کی اطاعت کو بھی لازم قرار دیا اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا وارث و جانشین فرمایا تو مسلمانوں پر ایسے عالم دین کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے جس کے عقائد و اعمال درست ہوں گے کہ وہ حاکم شرعی اور

نائب رسول ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ عالم دین سنی المذہب جو اپنے اہل شہر میں اعلم ہو (یعنی سب سے زیادہ علم والا ہو) ضرور ان کا حکم شرعی ہے (فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۱۸۰) اور تحریر فرماتے ہیں: کہ عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور علم دین کا استاذ اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۹۷) لہٰذا جو لوگ صحیح العقیدہ اور صحیح الاعمال عالم دین کی مخالفت کرتے ہیں وہ حقیقت میں حاکم شرعی اور نائب رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب بنے گا حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كن عالما اومتعلما اومستمعا اومحبا ولاتكن الخامس فتهلك۔ یعنی عالم بنو یا اس سے علم حاصل کرنے والا بنو یا اس سے بنت سننے والا بنو یا اس سے محبت کرنے والا بنو، اور پانچواں مت بنو کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (تفسیر کبیر جلد اوّل ص۴۸۲)

اور اگر ازراہِ حسد بلا وجہ عالم دین سے بغض وعنار رکھتے اور اس کی تحقیر وتوہین کرتے ہیں تو ان لوگوں کے کفر کا اندیشہ ہے حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: من استخف بالعالم اهلك دينه۔ یعنی جس نے عالم دین کو حقیر سمجھا اس نے اپنے دین کو ہلاک کر دیا۔ (تفسیر کبیر جلد اوّل ص۴۸۳) اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: کہ عالم دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں بھی خوف کفر ہے اگرچہ اہانت نہ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۱۷۱) اور تحریر فرماتے ہیں: کہ اگر عالم دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے، اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے، تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے، اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے: من البغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر۔ منح الروض الازہر میں ہے: الظاهر انه يكفر (فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۱۴۰) اور تنویر الابصار ودر مختار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: قال اللہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ فالرافع هو الله فمن يضعه يضعه الله في جهنم یعنی خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عالموں کے درجے کو بلند فرمائے گا۔ تو عالم کو بلند کرنے والا اللہ ہے، لہٰذا جو شخص اس کو گرائے گا اللہ اس کو جہنم میں گرائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۹ص۵۹) اور تحریر فرماتے ہیں: کہ مجمع الانہر میں ہے: من قال العالم عويلم استخفا فافقد كفر۔ یعنی جو کسی عالم کو مولویا اس کی تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۳۹۵) اور اگر مسلمانوں کو عالم دین کے خلاف بھڑکاتے ہیں تو وہ مسلمان کے دشمن ہیں اس لئے کہ جب عوام عالم دین سے بدظن ہو جائیں گے تو اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے حلال وحرام پوچھنا چھوڑ دیں گے جو ان کے دین وایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ عالم کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادۂ مسائل چھوڑ دینا اس کے حق میں زہر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۵۲۹) اور جو لوگ کہ دینی کام کرنے والوں کی عزت بگاڑنے کے درپے ہو جاتے ہیں وہ شیطان کے مددگار، ظالم وجفا کار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا ساتھ نہ دیں بلکہ ان کا بائیکاٹ کریں، ورنہ وہ بھی گنہ گار رہوں گے حدیث شریف میں

ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ یعنی جو شخص ظالم کو تقویت دینے کے لئے اس کا ساتھ دے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ ص ۴۳٦) اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ یعنی اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔ (پ ۷ ع ۱۴) وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از اصغر علی نعیمی۔ مقام و پوسٹ بڑ ڈپور ضلع بستی

ایک آبادی میں بہت سے مسلمان ہیں۔ الیکشن کے موقع پر عمرو کے سامنے زید نے کہا کہ بکر اور خالد کے سوا میری نظر میں کوئی مسلمان نہیں۔ جب یہ بات آبادی میں پھیل گئی تو زید نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ عمرو مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے لہٰذا اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر زید نے حقیقت میں یہ بات کہی ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر نہیں کہی ہے بلکہ عمرو نے جھوٹا الزام لگایا تو کیا اس صورت میں عمرو پر تجدید ایمان لازم ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: بکر اور خالد کے علاوہ میری نظر میں کوئی مسلمان نہیں۔ اگر واقعی زید نے یہ جملہ کہا تو وہ گنہگار ہوا توبہ کرے اور اس آبادی کے مسلمانوں سے معذرت کرے اور اگر عمرو نے جھوٹا الزام لگایا ہے تو وہ سخت گنہگار ہوا توبہ کرنے کے ساتھ زید سے معافی طلب کرے اور اگر الزام نہیں لگایا ہے بلکہ واقعی زید نے مذکورہ جملہ کہا تھا جس کو عمرو نے لوگوں سے بیان کیا تو وہ چغلی کرنے کے سبب گنہگار ہوا۔ مگر یہ فعل حرام ہے کفر نہیں۔ لہٰذا نہ اس پر تجدید ایمان لازم ہے اور نہ اس کا نکاح ٹوٹا صرف توبہ و استغفار کرے اور جس کی چغلی کھائی ہے اس سے معذرت کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے بدترین بندے وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔ (احمد، بیہقی) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد صابر نوری گونڈوی رہرا بازار ضلع گونڈہ

ایک شخص ہے جو شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت سیدی وسندی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت حاصل کر چکا ہے اور ہر نذر و نیاز کا بھی قائل ہے اور کرتا بھی ہے مگر اس کا میل جول زیادہ بدعقیدوں یعنی دیوبندیوں، وہابیوں سے ہے ان کی محفلوں میں شرکت کرتا ہے مثلاً اجتماع وغیرہ میں جاتا ہے اور ان کے یہاں خود بھی کھاتا ہے اور ان کو

اپنے یہاں کھلاتا ہے اور ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتا ہے' اور اس کے باوجود اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتا ہے۔ ایسی صورت میں مسلک اعلیٰ حضرت پر چلنے والے سنی صحیح العقیدہ حضرات اس شخص سے تعلقات قائم رکھیں اس کے یہاں کھائیں پئیں یا گریز کریں؟ از روئے شریعت مطلع فرمائیں۔

الجواب: مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے مرید ہونا، نذر و نیاز کرنا اور اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتانا سنی ہونے کے لئے کافی نہیں کہ بہت سے گمراہ و بدمذہب اپنی گمراہی پھیلانے کے لئے اس طرح کے مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا شخص مذکور سے دیوبندی مولوی اور ان کے کفریات قطعیہ کے بارے میں دریافت کیا جائے اور یہ بھی پوچھا جائے کہ جو کفریات قطعیہ لکھنے والوں کے کفر میں شک کرے ان کے بارے میں اس کا کیا خیال ہے؟ اگر ان سوالوں کے جوابات سے اس کا دیوبندی ہونا ثابت ہو تو اس کا بائیکاٹ کریں' اور اگر سنی ہونا ثابت ہو مگر اس کے غلط رویہ سے دوسرے سنی عالم کے بے راہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی بائیکاٹ کریں ورنہ صرف نظر کریں خواص بہر صورت اس کے کسی کام میں شریک نہ ہوں۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ / رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از ریاست علی منصوری' ناتھ نگر' بستی (یو۔ پی)

ایک آدمی نسباً ہیلا (مہتر) ہے چمڑا کا کاروبار کرتا ہے۔ عوام اس کے یہاں کھانے پینے یا اپنے برتن میں کھلانے پلانے کو سخت معیوب سمجھتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عوام کا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے گھر کھانے پینے میں حرج شرعی ہے کہ نہیں؟ دوسرا آدمی نسباً نٹوا (خلیفہ) ہے اس کی بھی پوزیشن بعینہٖ یہی ہے۔ اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔ تیسرا آدمی جو شرابی، جواڑی ہے' ہندو سوکھاؤں سے سکھیتی کراتا ہے نشہ کی حالت میں لوگوں کو گالی گلوچ بکتا ہے منع کرنے پر سخت گالیاں دیتا ہے۔ ایسے کے گھر کھانے پینے میں حرج ہے کہ نہیں؟ اس کے حکم سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب: مہتر اور نٹوا کے یہاں کھانے پینے کو معیوب سمجھنا صحیح ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: بھنگی کی روٹی کھانا ضرور شرعاً ممنوع ہے اور آدمی کی سخت بے قدری پر دلیل ہے۔ جو بات عام مسلمانوں کی نفرت کی موجب ہو شرعاً منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا۔ جس بات میں آدمی مہتم ہو، مطعون ہو، انگشت نما ہو شرعاً منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے: من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلایقف مواقف التھم۔ جو بات مسلمانوں پر فتح باب عیب کرے انہیں فتنہ میں ڈالے گی اور انہیں فتنہ میں ڈالنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَھُمْ عَذَابُ جَھَنَّمَ وَلَھُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ۔ مسلمان کہ بھنگیوں سے احتراز کرتے ہیں شرعاً منع نہیں نہ شرعاً بے اصل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص

۲۲۶) اور جو شخص کہ شرابی، جواری ہے ہندو سوکھاؤں سے سکھیتی کراتا ہے اور نشہ کی حالت میں لوگوں کو گالیاں دیتا ہے وہ سخت گنہگار مستحق سزا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ (پ۷ع۱۴) وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱/ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از پیر ساکن بھروی پوسٹ جیتا پور ضلع بستی

مصیبت اور جھنو دونوں سگے بھائی ہیں۔ ایک عرصہ تقریباً چودہ سال سے جھنو کی بیوی سے مصیبت کا ناجائز تعلق ہے۔ گاؤں والوں کے کہنے سے کئی بار توبہ بھی کی لیکن اپنی عادت سے باز نہیں آتا۔ جھنو جو کہ مصیبت کا چھوٹا بھائی ہے اس کے جانکاری میں سب ہوتا ہے مگر اس کو کوئی اعتراض نہیں۔ ایسی صورت میں مسائل شرعیہ سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب: اگر واقعی جھنو کی بیوی کا مصیبت سے ناجائز تعلق ہے جس کو جھنو بھی جانتا ہے، تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سب کا مکمل بائیکاٹ کریں، ان سب سے سلام وکلام اور ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں یہاں تک کہ مسلمانوں کے کنویں سے ان کو پانی بھی نہ بھرنے دیں۔ اگر مسلمان حتی الامکان ان پر سختی نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ (پ۷ع۱۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵/رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مولوی قیام الدین احمد خاں موضع پڑرہا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

حدیث شریف میں ہے: ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ یعنی جس چیز کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے تو حدیث شریف کے اس قاعدہ کلیہ کے مطابق پان کے ساتھ جو تمبا کو کھایا جاتا ہے اس کو بھی حرام ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کا بھی کثیر نشہ آور ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حدیث شریف: ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ میں صرف وہ نشہ آور چیزیں مراد ہیں جو مائع و سیال یعنی پانی کی طرح بہنے والی ہیں جیسے تاڑی اور سیندھی وغیرہ نہ کہ تمبا کو اور مشک و زعفران وامثالہا کہ ان کا قلیل حلال ہے اور نشہ لانے کی مقدار میں حرام۔ ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۹۳ میں ہے: الحاصل انہ لایلزم من حرمۃ الکثیر المسکر حرمۃ قلیلہ ولانجاستہ مطلقا الافی المائعات لمعنی خاص بھا اما الجامدات فلا یحرم منھا الاالسکر المکر ولایلزم من حرمتہ نجاستہ کالسم القاتل فانہ حرام مع انہ طاھر اھ۔ اور اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں جن کا نشہ لانا ان کے سیال کرنے سے ہوتا ہے ورنہ مشک وعنبر اور زعفران بھی مطلقاً حرام ونجس ہو جائیں کہ مدت زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد یازدہم ص ۸۷) ھٰذا ماعندی وھو تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: انوار احمد قادری، فاضل فیض الرسول
براؤں شریف

مسئلہ: از سیّد ظفر احمد فیض آبادی
زید کہتا ہے اولیائے کرام کا عرس وصال کے موقع پر ایک ضروری کام سمجھ کر منایا جاتا ہے؟ قرآن حدیث کی روشنی میں مدلل اور مفصل تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی؟

الجواب: اولیائے کرام کا عرس جائز ہے ضروری نہیں، اور کوئی مسلمان اسے ضروری نہیں کہتا بلکہ جائز ہی کہتا ہے۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ عرس ضروری سمجھ کر کیا جاتا ہے مسلمانوں پر بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام ہے قال اللّٰہ تعالٰی: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (پ ۲۶ سورۂ حجرات) وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ ر ذوقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از سیّد اللہ بخش ۱۸/۹۳ راجہ جی اسٹریٹ اننت پور (آندھرا پردیش)
بعض لوگ فرض نماز ہونے کے بعد فوراً اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر لگا دیتے ہیں، اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: دین ودنیا کے فائدے کے لئے بعض لوگ یاقوی اور بعض لوگ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ اور ان کے علاوہ مختلف دعائیں پڑھتے ہیں۔ یہ جائز ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ ر ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از نصیر خاں مستر فراش واڑہ۔ ڈونگر پور (راجستھان)
حرام مغز اگر گوشت یا پلاؤ وغیرہ میں ڈال کر پکا دے تو اس گوشت کا کھانا، پلاؤ وغیرہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حرام مغز گوشت وغیرہ میں قصداً ڈال کر نہیں پکانا چاہئے کہ غفلت میں لوگ اسے کھا جائیں گے۔ ہاں اگر غلطی سے گوشت کے ساتھ پک جائے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہے۔ اس لئے کہ حرام مغز کا کھانا ناجائز ہے مگر وہ نجس نہیں

جیسے کہ غیر ماکول اللحم کا گوشت بعد ذبحہ شرعی پاک ہے مگر اس کا کھانا حرام ہے۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷/ ذوقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد عاشق علی قادری مدرسہ صدیقیہ بھیمان بازار ضلع بستی

پردھانی کے الیکشن میں ایک ہندو اور ایک مسلمان کھڑے ہوئے زید ہندو کا سپوٹر ہے اور بکر مسلمان کا سپوٹر ہے نیز بکر نے زید سے کہا کہ بھائی جب رمضان شریف کا مبارک مہینہ ہے آپ بھی نماز کے لئے مسجد آیا کرو کیونکہ سبھی مسلمان اس مہینہ میں نماز پڑھتے ہیں اس کے جواب میں زید نے کہا کہ اگر ہمارا امیدوار (یعنی ہندو) الیکشن میں جیت جائے گا تو نماز پڑھوں گا اور اگر ہار گیا تو نہیں پڑھوں گا الیکشن ہونے کے بعد زید کا امیدوار ہار گیا تو اس صورت میں انکار صلوٰۃ لازم آیا کہ نہیں؟ اور اگر انکار صلوٰۃ لازم آیا تو زید کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: نماز کی فرضیت کا انکار نہیں لازم آیا۔ البتہ نماز پڑھنے کا واضح الفاظ میں انکار ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔ زید پر علانیہ توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالٰی: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (پ۷ ع۱۴) وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶/ ذوقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: رحیم الدین قادری مدرس جامعہ اسلامیہ غوثیہ راجن (جموں کشمیر)

ایک مشت سے زائد داڑھی رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: ایک مشت سے زائد داڑھی رکھنا جائز ہے لیکن ہمارے ائمہ اور جمہور علماء کے نزدیک اتنا طول فاحش کہ جو حد تناسب سے خارج اور باعث انگشت نمائی ہو مکروہ ہونا پسندیدہ ہے۔ ھٰکذا فی لمعۃ الضحیٰ۔ وھو تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹/ رجب المرجب ۹۷ھ

مسئلہ: از عبد اللہ مدنپورہ۔ بمبئی نمبر ۸

کیا ہمبستری سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے؟

الجواب: ہاں ہمبستری سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ جو بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے حدیث میں ایسوں کو مغربین

فرمایا جو انسان وشیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔ (الملفوظ ج۲ص۹۲) وھو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از قاضی محمد اطیعوا الحق عثمانی علاؤالدین پور ڈاکخانہ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کو دینا یہ مورخین کی زیادتی ہے اس سلسلہ میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہی آپ کے نزدیک صحیح ہے جیسا کہ آپ نے فتاویٰ نمبر ۸/ ۱۰۶ محررہ ۱۴؍ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ میں تحریر فرمایا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آئینہ قیامت استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف ہے۔ جس کی صحت روایت کی تصدیق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ جس میں زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کو دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف صحیح ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصدیق کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ ذیل میں آئینہ قیامت کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا میاں علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: اس خبیث (یزید پلید) کا پہلا حملہ سیدنا امام حسن پر چلا جعدہ زوجہ امام کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کردے گی تو میں تجھ سے نکاح کرلوں گا۔ وہ شقیہ بادشاہ کی بیگم بننے کی لالچ میں شاہان جنت کا ساتھ چھوڑ کر سلطنت عقبیٰ سے منہ موڑ کر جہنم کی راہ پر ہوئی کئی بار زہر دیا کچھ اثر نہ ہوا پھر تو جی کھول کر اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرے اور امام جنت مقام کو سخت تیز زہر دیا یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کے اعضاء باطنی پارہ پارہ ہو کر نکلنے لگے۔ (انتخاب شہادت مع آئینہ قیامت ص۱۱ مطبوعہ انتظامی پریس کانپور) آئینہ قیامت کے بارے میں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مصدقہ عبارت یہ ہے۔ عرض: محرم کی مجالس میں جو مرثیہ خوانی وغیرہ ہوتی ہے سننا چاہئے یا نہیں؟ ارشاد: مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب جو عربی میں ہے وہ یا حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب آئینہ قیامت میں صحیح روایات ہیں۔ باقی غلط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور نہ سننا بہت بہتر ہے۔ (الملفوظات شریعت جلد دوم ص۹۱ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں) تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن روایتوں میں زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کو دی گئی ہے کیوں صحیح نہیں؟ اور اس روایت میں کیا سقم ہے؟ ظاہر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف جو کی گئی ہے اس کے قابل اعتماد نہ ہونے کے وجوہات وہی ہیں جن کو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان نے تفصیل کے ساتھ سوانح کربلا میں تحریر فرمایا ہے یعنی اس روایات کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں' اور واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانے میں جیسی ہو سکتی ہے بعد کو ویسی تحقیق مشکل ہے' اور حال یہ ہے کہ حضرات حسنین کے صاحبزادوں میں سے کسی کو جعدہ کی زہر خورانی کا ثبوت نہیں پہنچا اسی لئے کسی نے اس سے مواخذہ نہ کیا۔ پھر اس میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک بدترین تبرا بھی ہے کہ ان کی بیوی نے غیر سے سازباز کی۔ لیکن چونکہ عام طور مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ہی کی طرف کی ہے اور یہی مشہور بھی ہے اس لئے حضرت حسن

خاں صاحب علیہ الرحمہ نے جعدہ ہی کی طرف اس واقعہ کو منسوب کر دیا۔ رہا ملفوظ میں آئینہ قیامت کی تصحیح کا سوال تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ملفوظ ان کے وصال فرما جانے کے بعد اپنی یادداشت اور دوسرے لوگوں کے بیان پر مرتب کیا گیا ہے' اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۰۷ میں ہے کہ بحال احتمال کبیرہ گناہ کی نسبت کسی مسلمان کی طرف جائز نہیں' اور جب کہ جعدہ کے زہر کھلانے پر یقین نہیں تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ جیسے محتاط بغیر صحیح روایت کے اس واقعہ کی نسبت جعدہ کی طرف مان لیں کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ انہوں نے اس نسبت کی تصحیح نہیں فرمائی ہے زیادہ سے زیادہ آئینہ قیامت کی تصحیح فرمائی ہے اور کسی ایک بات کے قابل اعتماد نہ ہونے سے پوری کتاب کا اعتماد نہیں ختم ہو جائے گا ورنہ ہدایہ وغیرہ جو محققین کے نزدیک معتمد ہیں وہ بھی قابل اعتماد نہیں رہ جائیں گی۔ **وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از تابش قصوری نائب ناظم انجمن حزب الرحمٰن بھیر پور ضلع منٹگمری (پاکستان)

ٹرانسسٹر آلہ (جس کے ذریعہ شدید بہرہ انسان عام و خاص آوازیں سن سکتا ہے) کا لگانا اور کاروبار میں اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے ذریعہ کئے ہوئے وعدوں کی پابندی ضروری ہوگی یا نہیں؟ نیز اس سے خبر رویت ہلال سن کر روزہ رکھنا اور عید کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے اس سے استفادہ ناجائز اور کئے ہوئے تمام کام بے معنی ہیں شرعی حکم کیا ہے تحریر فرمائیں؟

الجواب: ٹرانسسٹر آلہ کا استعمال کرنا اور کاروبار میں اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے اس کے ذریعہ کئے ہوئے وعدوں کی پابندی بھی ضروری ہوگی نیز اس کی مدد سے رویت حلال کی شہادت کے الفاظ سن کر روزہ رکھنا اور عید کرنا واجب ہوگا جیسا کہ عینک اور دوربین کے ذریعہ ہلال دیکھنے سے روزہ وغیرہ واجب ہو جاتا ہے صرف ایجاد نو کے سبب آلہ مذکور کو بدعت قرار دے کر اس سے استفادہ ناجائز بتانا صحیح نہیں اس لئے کہ بہت سی اشیاء ایجاد نو ہیں اور کاروبار میں ان سے استفادہ جائز ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از مٹھنا پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی مرسلہ محمد طیب

(۱) زید عالم ہے غیر محرم عورت کے پاس تنہائی میں گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھا کرتا ہے رات میں بھی اور دن میں بھی تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ (۲) زید عالم کو ایک جاہل آدمی نے سمجھایا تو زید نے کہا کہ ہم عالم دین ہیں ہماری کسی بات پر آپ اعتراض نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) غیر محرم عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھنا جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا سخت ناجائز و حرام ہے اس لئے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے (ترمذی، مشکوٰۃ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید عالم ہو یا محدث جب فعل ناجائز کا ارتکاب کرے گا تو اسے ضرور روکا جائے گا۔ عالم ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ خود برائی سے بچے اور دوسروں کو روکے نہ یہ کہ اسے کوئی برائی سے نہ روکے جیسا کہ زید نے سمجھا۔ مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خصوصاً علماء اہلسنّت کو احکام شرع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبك سیّد المرسلین علیه وعلیٰ اٰله افضل الصلوٰۃ واکرام التسلیم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از محمد محبوب علی فیضی موضع لال پور۔ پچھی پور ضلع گورکھپور

ایک سیّد صاحب ہیں جو عالم نہیں ہیں اور ایک عالم دین ہیں جو سیّد نہیں ہیں تو ان میں سے افضل کون ہے؟ حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب: اللہ و رسول کے نزدیک عالم دین اگرچہ سیّد نہ ہو ایسے سیّد سے افضل ہے جو عالم نہ ہو قال اللہ تعالیٰ: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ یعنی کیا عالم اور بے علم برابر ہو جائیں گے۔ (پ۲۳ ع۱۵) اور فرماتا ہے: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ یعنی اللہ بلند فرمائے گا تم میں کے مومنوں اور بالخصوص عالموں کے درجے کو۔ (پ۲۸ ع۲) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: کہ فضل علم فضل نسب سے اشرف و اعظم ہے۔ میر صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں عالم سنی صحیح العقیدہ کے مرتبہ کو شرعاً نہیں پہنچے (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص۵۹) وھو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبد الحکیم مقام و پوسٹ ٹنڈوا ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پختہ مکان بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: پختہ مکان اگر نیک کاموں کے لئے ہو جیسے مسجد و مدرسہ و خانقاہ و سرائے تو ثواب ہے اور اپنی ضرورت و حاجت کے لئے ہو تو مباح اور تفاخر و تکبر کی نیت سے ہو تو حرام۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص۱۸۰) وھو سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: ازعبیدالرضا مرادرضا گجراتی متعلم دارالعلوم نوری اندور

(۱) کسی سنی صحیح العقیدہ کے گھر اس کے دیوبندی بھائی کی تعزیت کے سلسلے میں آنا اور سنی کا اس دیوبندی کو اپنے گھر میں ٹھہرنے کی اجازت دینا نیز دیوبندیت کا علم ہوتے ہوئے اس کے ساتھ بات چیت کرنا، کھانا پینا، سونا بیٹھنا اور اس دیوبندی کو اپنے سنی عزیز واقارب کے یہاں دعوتوں میں لے جانا۔ ایسی صورتوں میں اس سنی صحیح العقیدہ کے لئے حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے مسلک کے مطابق شرعی کیا حکم ہوگا؟ سنی کا یہ عمل جائز ہے یا ممنوع، حق ہے یا باطل؟ مدلل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (۲) اگر وہ سنی مسلمان بالفرض عالم دین ہو یا بالفرض مفتی وقت ہو یا شیخ الحدیث ہو اور بالفرض اس کا ایک بھائی کٹر دیوبندی عالم ہو تو سوال نمبرا کی مذکورہ صورت میں کیا حکم نافذ ہوگا؟ (۳) کسی دیوبندی کے رہنما کو ایک دن یا تین دن یا تین مہینے تک (اس کی دیوبندیت کا علم ہوتے ہوئے) سنی عالم کا اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دینا کیا یہ افعال اسلام میں شرعی اخلاق میں شمار کئے جائیں گے؟ یا اس دیوبندی کو دھتکار دینا اس سے بیزاری کا اظہار کرنا اور اس کو اپنے یہاں آنے سے قطعاً منع کر دینا یا کسی وہابی کے ساتھ اس طرح پیش آنے کو شریعت میں بداخلاقی سے پیش آنا کہا جائے گا؟

الجواب: (۱) شخص مذکور گنہگار ہے۔ دیوبندی کے ساتھ اس کا اس طرح پیش آنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشهدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیهم ولاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولا تواکلوھم ولاتناکحوھم ولا تصلوا علیهم ولا تصلوا معهم۔ یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ (مسلم شریف) اس حدیث کو ابوداؤد نے حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے اور عقیل وابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا۔ رضی اللہ عنہم (۲) دیوبندی اللہ ورسول جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ لہٰذا مفتی ہو یا شیخ الحدیث کو ان سے مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنا جائز نہیں۔ (۳) افعال مذکورہ اسلام میں شرعی اخلاق نہیں۔ بدمذہبوں سے دور رہنا اور ان سے بیزاری ظاہر کرنا یہی شرعی اخلاق ہیں۔ ان کو بدخلقی سے تعبیر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی توہین ہے۔

وھو سبحانه وتعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از اختر علی خاں براؤنی تاج سائیکل شاپ ٹاٹا نگر گوونڈی بمبئی نمبر ۴۳

کیا اپنے اعمال نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ وغیرہ کا ثواب مردہ اور زندہ دونوں کو بخشنا جائز ہے؟

الجواب: ہاں اپنے تمام اعمال نماز وروزہ اور حج وزکاۃ وغیرہ ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب زندہ اور مردہ دونوں کو بخشا جائز ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۴۰ میں ہے: ان الانسان ان یجعل ثواب عمله بغیره صلاة کان اوصوما اوصدقة اوغیرها کالحج وقراء ة القرآن والا ذکار وزیارة قبور الانبیاء علیهم الصلوة والسلام والشهداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البر۔ یعنی اپنے عمل نماز، روزہ، زکوٰۃ، قرأۃ قرآن و اذکار کا ثواب اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شہدائے اسلام، اولیائے کرام و بزرگان دین کی قبروں کی زیارت کا ثواب مردوں کی تجہیز کو تکفین وغیرہ ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب دوسرے کو بخشا جائز ہے' اور بحر الرائق جلد سوم ص ۵۹ میں ہے: لافرق بین ان یکون المجعول له میتا اوحیا۔ یعنی مردہ اور زندہ کو ثواب بخشنے میں کوئی فرق نہیں۔ هٰذا ماعندی وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم جل مجده وصلی الله علیه وسلم۔

کتبه: انوار احمد قادری، فاضل فیض الرسول

براؤں شریف

مسئله: از محمد صابر حسین رضوی۔ حاسی مارہ ضلع جلپائی گوڑی (بنگال)

حلال جانوروں کو ذبح کر کے ان کے گوشت بیچنے کو ذریعہ معاش بنانا کیسا ہے؟

الجواب: حلال جانوروں کو ذبح کرنا اور ان کا گوشت بیچنا یعنی پیشۂ قصاب کو ذریعہ معاش بنانا بلا کراہت جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: شکار کو پیشہ بنالینا اور کسب کا ذریعہ کرلینا جائز ہے۔ بعض فقہاء نے اس کو ناجائز یا مکروہ کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ کراہت جب ہی ہوسکتی ہے کہ اس کے لئے دلیل شرعی ہو اور دلیل میں یہ کہنا کہ جان مارنے کا پیشہ کرلینا قساوت قلب کا سبب ہوتا ہے اس سے بھی کراہت ثابت نہیں۔ صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ دوسرے جائز پیشے اس سے بہتر ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قصاب کا پیشہ بھی مکروہ ہو حالانکہ اس کی کراہت کا قول کسی سے منقول نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ہفدہم ص ۱۸، بحوالہ ردالمحتار) وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی

۲ر شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

مسئله: از عبد العلی فریدی مدرسہ تیغیہ فیض الرسول مقام و پوسٹ مہوا ضلع ویشالی (بہار)

زید کہتا ہے کہ حدیث شریف میں کسی کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کو منع کیا گیا ہے' اور ثبوت میں مندرجہ ذیل حدیثوں کو پیش کرتا ہے (۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضها بعضًا۔ یعنی تم لوگ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کھڑے ہو کر تعظیم کرتے ہیں (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من سره ان یتمثل له

الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ یعنی جس کو پسند ہو کہ لوگ تعظیم کے لئے اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈھے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳) (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: کانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ ذلک۔ یعنی جب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ حضور کو یہ ناپسند ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳)

الجواب: (۱) احادیث کریمہ میں کھڑے ہونے کو ہر صورت میں نہیں منع کیا گیا ہے بلکہ صرف اس حالت میں منع کیا گیا ہے جبکہ کوئی شخص چاہے کہ لوگ اس کے لئے قیام کریں۔ یا وہ بیٹھا رہے اور پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے آنے پر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم سے فرمایا: قوموا الی سیدکم۔ یعنی اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: قیام مکروہ بعینہٖ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام ست از کسیکہ قیام کردہ شدہ است برائے وے۔ واگر وے محبت قیام ندارد' قیام برائے وے مکروہ نہ بود' قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی عنہ درحق کسے ست کہ نشستہ باشد وایستادہ باشند بہ پیش وے مردم تا نشستن وے۔ یعنی کھڑا ہونا مکروہ نہیں' بلکہ کھڑا ہونے کو چاہنا مکروہ ہے' اگر کوئی شخص کھڑا ہونے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں' حضرت قاضی عیاض نے فرمایا کہ کھڑا ہونا اس شخص کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۲۸) اور محی السنۃ حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث شریف: قوموا الی سیدکم کے تحت تحریر فرماتے ہیں: فیہ اکرام اھل الفضل وتلقیھم بالقیام لھم اذا اقبلوا ھٰکذا احتج بہ جماھیر العلماء لا استحباب القیام قال القاضی ولیس ھٰذا من القیام المنھی عنہ وانما ذاك فیمن یقومون علیہ وھو جالس ویمثلون قیاماً طول جلوسہ قلت القیام للقادم من اھل الفضل مستحب وقد جاء فیہ احادیث ولم یصح فی النھی عنہ شئی صریح۔ یعنی اس حدیث شریف سے بزرگوں کی تعظیم اور ان کے آنے پر کھڑے ہو کر ان سے ملنا ثابت ہے اور قیام تعظیمی کے مستحب ہونے پر جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے۔ حضرت قاضی عیاض نے فرمایا: یہ قیام منع قیاموں میں سے نہیں ہے۔ منع اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس لوگ کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔ حضرت امام نووی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کے بارے میں حدیثیں ہیں لیکن ممانعت میں صراحۃً کوئی حدیث نہیں آئی۔ (مسلم شریف مع نووی ج۲ ص۹۵) اور حدیث شریف میں ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ قبول ہونے کے بعد جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فقام طلحۃ بن عبید اللہ یھرول حتی صافحنی وھنانی۔ یعنی حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی (مسلم شریف ج۲ ص۳۶۲) اس حدیث کے تحت حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: فیہ استحباب مصافحۃ القادم

والقیام له اکراماً والهرولة الی القائه۔ یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا، اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور دوڑ کر اس سے ملنا مستحب ہے۔ (مسلم شریف مع نووی ج ۲ ص ۲۶۲) اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث جو مخالف نے پیش کی ہے اس کے تحت محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ازیں معلوم می شود کہ مکروہ ومنہی عنہ دوست داشتن بر پا ایستادن مردم بخدمت بطریق تعظیم وتکبر وآنچہ بریں وجہ نبود مکروہ نہ باشد۔ یعنی اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تعظیم وتکبر کے طریقے پر خدمت میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو چاہنا مکروہ ومنع ہے اور جو اس طریقے پر نہ ہو مکروہ نہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۹) اسی لئے فقہائے کرام نے قیام تعظیمی کے جواز کی تصریح فرمائی۔ شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم۔ یعنی آنے والے کی تعظیم کو کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہونا جائز ہے۔ (درمختار مع شامی ج ۵ ص ۲۴۶) اور اسی کے تحت حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قیام قاریٔ القرآن لمن یجئی تعظیماً لایکرہ اذا کان ممن یستحق التعظیم۔ یعنی قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں جب کہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۶) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: در مطالب المؤمنین از قنیہ نقل کردہ کہ مکروہ نیست قیام جالس از برائے کسے کہ درآمدہ است بروئے بجہت تعظیم۔ یعنی مطالب المؤمنین میں قنیہ سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸) وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از کلو موضع جگجو پوسٹ چتیا بستی

نیل گاؤ کے شکار کے سبب کچھ ہندوؤں نے چند مسلمانوں کو پکڑ کر زدوکوب کیا اور ان کو رسی سے باندھوایا بعدہ خنزیر کا گوشت زبردستی ان کے دانتوں پر رگڑ دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مسلمان شرعاً مجرم وگنہگار ہوئے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں غیر مسلموں کا مسلمانوں کے دانتوں میں خنزیر کا گوشت رگڑنا ظلم ہے ایسی صورت میں مسلمان گنہگار ہونے کے بجائے ثواب کے مستحق ہوئے البتہ اب ایسا آئندہ کوئی فعل مباح نہ کریں جو غیر مسلموں کو اس قسم کی سختی پر آمادہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر جمادی الاولی ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از حاجی عبدالقیوم پھریندا خرد پوسٹ بھمن جوت ضلع گونڈہ

ہمارے یہاں ایک مدرسہ چل رہا تھا جس میں قرآن پاک کی تعلیم ہوتی تھی اخراجات کے لئے کچھ رقم جمع تھی مدرسہ بند ہو

گیا رقم مذکور کو دوسرے مدرسہ میں نہ دے کر مسجد کے دروازے پر ایک کنواں ہے جو گر گیا ہے پانی کی تکلیف ہے اس کنواں سے پانی موضع میں بھی خرچ ہوتا ہے اس کی کنویں کی مرمت کرانا چاہتے ہیں شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب: جب رقم لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیم کے لئے دی تھی تو اس رقم کو کنواں کی مرمت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ رزی الحجہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از مشتاق احمد موضع کمہر یا پوسٹ برگدوا ضلع بستی

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں؟

الجواب: بیشک حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سارے جہان کی تمام عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یا بنیۃ الا ترضین انك سیدۃ نساء العالمین۔ قالت یا ابت فاین مریم۔ قال تلك سیدۃ نساء عالمها ۔یعنی اے بیٹی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تم سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ ابا جان! پھر حضرت مریم کا کیا مقام ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: صرح بافضلیتها علیٰ سائر النساء حتی السیدۃ مریم کثیر من العلماء المحققین منهم التقی السبکی والجلال السیوطی' والبدر الزرکشی' والتقی المقریزی۔ یعنی تمام عورتوں یہاں تک کہ حضرت مریم پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے افضل ہونے کی بہت سے علماء محققین نے تصریح فرمائی ہے جن میں علامہ تقی الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ بدرالدین زرکشی اور علامہ تقی الدین مقریزی شامل ہیں۔ (الشرف المؤبد ص ۵۴) ھٰذا ماعندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: انوار احمد قادری

فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ: از مولوی مقبول احمد سیٹھ ڈائی میکر کیر آف اقبال میٹروکس اکبر لالہ کمپاونڈ آزاد نگر گھاٹ کوپر بمبئی

آج کل عام طور پر یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لڑکی کی شادی کسی کے یہاں کرنا چاہتا ہے تو لڑکے کا باپ یا اس کے گھر والے بلکہ کبھی خود لڑکا کہتا ہے کہ اتنے ہزار روپے نقد اور اتنے روپے کا سامان جہیز میں لے لیں گے تب شادی کریں گے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ موٹر سائیکل لیں گے اور کچھ لوگ جیپ یا کار کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس کے بارے میں

شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: لڑکا یا اس کے گھر والوں کا شادی کرنے کے لئے نقد روپیہ اور سامان جہیز مانگنا یا موٹر سائکل اور جیپ و کار وغیرہ کا مطالبہ کرنا حرام و ناجائز ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۳۰۶ میں ہے: لو اخذ اهل المرأة عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة كذا في البحر الرائق۔ یعنی عورت کے گھر والوں نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تھا تو شوہر کو اس کے واپس لینے کا شرعاً حق ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے، اور جب لڑکے سے لینا رشوت ہے تو لڑکی سے نکاح پر لینا بدرجۂ اولیٰ رشوت ہے۔ اس لئے کہ آیت کریمہ: اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ کے مطابق نکاح کے عوض مہر کی صورت میں شوہر پر مال دینا واجب بھی ہوتا ہے اور بیوی پر کسی حال میں نکاح کے بدلے کوئی مال واجب نہیں ہوتا لہٰذا نکاح پر لڑکی یا اس کے گھر والوں سے مال وصول کرنا رشوت ہی ہے، اور حدیث شریف میں ہے: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي۔ یعنی رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ یہ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے، اور احمد و بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان واسطہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۶) لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے بچیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ یعنی لڑکی والوں سے نکاح کے عوض کسی چیز کا مطالبہ نہ کریں اور مانگنے کی صورت میں لڑکی والے ان کو کچھ نہ دیں۔ اگر وہ لوگ نہ مانیں تو ان کے درمیان واسطہ نہ بنیں بلکہ ان کو ذلیل قرار دیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ صراحتاً یا اشارتاً مطالبہ کیا جائے اور اگر اپنی خوشی سے دیا جائے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ هذا ما عندي وهو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ: از عبد الرحمٰن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور ضلع بستی۔ (یو۔ پی)

شراب کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس کا پینا کیسا ہے؟ اور جو لوگ پیتے ہیں ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

الجواب: شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک ہے۔ اور اس کا پینا سخت گناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق و فاجر ناپاک، بیباک، مردود و ملعون مستحق عذاب شدید و عقاب الیم ہے۔ والعياذ بالله رب العلمين۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہولناک تہدیدیں فرمائیں ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں۔ حدیث نمبر ۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا يشرب الخمر حين يشربها وهو مومن۔ یعنی شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا رواه الشيخان وغيرهما عن ابي هريرة رضي الله عنه، حدیث نمبر ۲: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة اليه وساقيها

وبائعھا وآکل ثمنھا والمشتری لھا والمشتراہ۔ یعنی جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پئے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کی قیمت کھائے اور جو خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنھما ورجالہ ثقات۔ حدیث نمبر ۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من زنی اوشرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص من راسہ۔ یعنی جو زنا کرے یا شراب پئے اللہ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا کھینچ لے۔ (رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) حدیث نمبر ۴: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلاثۃ لایدخلون الجنۃ مدمن الخمر وقاطع الرحم ومصدق بالسحر ومن مات مدمن الخمر سقاہ اللہ جل و علا من نھر الغوطۃ قیل وما نھر الغوطۃ قال نھر یجری من فروج المومسات توذی اھل النار فروجھن۔ یعنی تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔ شراب اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا اور جو شرابی بے توبہ مر جائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی شرمگاہوں سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا۔ دوزخیوں کو ان کی شرمگاہ کی بدبو عذاب پر عذاب ہوگی۔ وہ سخت بدبو گندگی پیپ دو بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے بہے گا۔ اس شرابی کو پینی پڑے گی۔ (رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ الحاکم وصححہ ابو یعلیٰ عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ)۔ مسلمان ذرا آنکھیں بند کر کے غور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ نگلنا۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔ حدیث نمبر ۵: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مدمن الخمر ان مات لقی اللہ کعابدوثن۔ یعنی شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح حاضر ہوگا جیسے کوئی بت کا پوجنے والا۔ (رواہ احمد بسند صحیح عندنا وابن حبان فی صحیحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما)۔ حدیث نمبر ۶: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مامن احد یشربھا فتقبل لہ صلوٰۃ اربعین لیلۃ ولایموت وفی مشاھتہ منہ شئی الاحرمت بھا علیہ الجنۃ فان مات فی اربعین لیلۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنی جو شخص شراب کی ایک بوند پئے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی اور جو شراب شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا وہ زمانۂ کفر کی موت مرے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ حدیث نمبر ۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اقسم ربی بعزتہ لایشرب عبد من عبیدی جرعۃ من الخمر الاسقیتہ مکانھا من حمیم جھنم معذبا اومغفورا لہ ولایسقیھا صبیا صغیرا الاسقیتہ مکانھا من حمیم جھنم معذ با اومغفورا ولایدعھا عبد من عبیدی من مخافتی الاسقیتھا ایاہ من حظیرۃ القدس۔ یعنی میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرمائی ہے کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب پئے گا میں اسے اس کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا اگر چہ وہ بخشا ہی گیا ہو اور جو کسی چھوٹے بچہ کو شراب پلائے گا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی پلاؤں گا اگر چہ وہ مغفور ہی ہو اور جو میرا بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑے گا۔ میں اسے اپنے

پاک دربار میں بلاؤں گا۔ (رواہ احمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم ص ۴۸) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: انوار احمد قادری
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ: از حقیق اللہ کٹھیلا بازار شرقی دیپا پور بستی

زید و بکر صوم و صلاۃ کے پابند نہیں ان کی ظاہری صورت صوفیوں جیسی ہے انہوں نے اپنے کو صوفی قرار دیتے ہوئے چند مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تمہارے موضع میں ایک بزرگ فلاں جگہ مدفون ہیں یہ ان بزرگ کو حضرت سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا قریبی بتاتے ہیں اور لوگوں کو عرس کرانے پر اکسایا لوگ آمادہ ہو گئے اور وہاں مصنوعی قبر بھی تیار کرا دی ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس قبر کی زیارت کرنا و عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں چونکہ زید و عمر نماز و روزہ کے تارک ہونے کے باعث فاسق معلن ہیں لہٰذا ان فاسقوں کی خبر کی بنیاد پر اس قبر پر عرس کرانا اور اس کی زیارت کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔

کتبہ: بدر الدین احمد رضوی
یکم ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

جواب نمبر ۲: مصنوعی قبر کی زیارت حرام ہے اور حدیث شریف میں لعنت آئی ہے فتاویٰ عزیزیہ میں ہے: لعن اللہ من زار بلا مزار۔ جو بزرگ کی قبر ہونے کا مدعی ہو وہ دلیل شرعی سے ثابت کرے بلا دلیل شرعی قبر بتانا بھی ناجائز و گناہ ہے۔

کتبہ: قاضی عبد الرحیم، بریلی شریف

جواب نمبر ۳: صح الجواب بیشک جب تک ثبوت صحیح شرعی سے کسی بزرگ کا مزار ہونا ثابت نہ ہو جائے وہاں محض خیال قائم کرنے اور غیر معتمد لوگوں کے کہنے سے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہاں بزرگ کا مزار مان لیں خصوصاً فساق کا بیان حال۔ قال اللہ تعالیٰ: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا۔ بزرگ کا مزار ہونا تو بزرگ کا مزار ہے وہاں عرس کرنا اور چڑھاوا چڑھانا کہ وہاں مسلم کی قبر ہے جب تک ثابت نہ ہو جائے وہاں جانا نیز سمجھنا اور وہاں پڑھنا اس کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ

فقیر مصطفےٰ رضا خاں غفرلہ

الجواب صحیح: محمد شریف الحق امجدی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از اکبر علی موضع مجھیا گرام کٹاس پوسٹ رام پور رام متی ضلع فیض آباد (یو۔پی)

زینب اور ہندہ کے درمیان جھگڑا ہوا ہندہ نے کہا کہ جتنے داڑھی والے ہیں وہ سب کے سب خنزیر کا بال رکھے ہوئے ہیں (العیاذ باللہ) ایسی صورت میں ہندہ پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ہندہ پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے اور شوہر والی عورت ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ٥ (پ۷ع۱۴) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۹ ر ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از امام علی سکندر پوری ضلع بستی

(۱) حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟ (۲) کیچوے سے شکار کرنا کیسا ہے؟

الجواب: (۱) حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتیں کھانا مکروہ تحریمی، ناجائز اور گناہ ہے۔ ھٰذا خلاصۃ مافی الفتاویٰ الرضویۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) زندہ کیچوے کا شکار کرنا منع ہے۔ بہار شریعت جلد ہفدہم ص ۳۰ میں ہے: "بعض لوگ مچھلیوں کے شکار میں زندہ مچھلی یا زندہ مینڈک کانٹے پر پرو دیتے ہیں اور اس سے بڑی مچھلی پھنساتے ہیں ایسا کرنا منع ہے کہ اس جانور کو ایذا دینا ہے اسی طرح زندہ گھنیسا (کیچوا) آنکڑے میں پرو کر شکار کرتے ہیں یہ بھی منع ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از ابوالکلام احمد غفرانی کسم کھور ضلع فرخ آباد (یو۔پی)

(۱) زید اپنے مرنے سے قبل تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں کرنا چاہتا ہے کیا یہ صورت جائز ہے؟ اور اس کھانے کو امیر غریب فقیر سبھی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز مردہ کو نہلانے اور کفنانے کے بعد دیکھنا کیسا ہے؟

(۲) کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں باندی سے بلا نکاح کرکے مجامعت کی جاتی تھی۔ اگر ایسی بات تھی تو پھر آج بھی کوئی شخص کسی عورت کو خرید کر بلا نکاح کئے ہمبستری کرے تو کیسا ہے؟

الجواب: (۱) مرنے کے بعد تیسرے دن تیجہ ہوتا ہے تو زندگی میں تیجہ ہونے کی کیا صورت ہے؟ البتہ ثواب پانے کے لئے قرآن خوانی میلاد شریف کرنا جائز ہے اور لوگوں کو کھانا کھلانا پلانا بھی جائز ہے جسے امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں کہ یہ میت کا کھانا نہیں ہے اور نہلانے اور کفنانے کے بعد مردہ کا چہرہ دیکھنا جائز ہے لیکن عورتیں نامحرم مرد کو اور مرد نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں شرعی باندی ہوتی تھی مالک اپنی باندی سے نکاح نہیں کر سکتا تھا البتہ اس سے مجامعت کر سکتا تھا۔ لیکن ہمارے ملک میں شرعی باندی نہیں اس لئے کہ سب آزاد ہیں اور آزاد کی خرید وفروخت شرعاً باطل ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے عورت کو خریدا تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا' اور بغیر نکاح اس سے مجامعت کرنا حرام ہوگا۔ ہدایہ اخیرین ص ۳۳ میں ہے: بیع المیتة والدم والحر باطل لانہا لیست اموالا فلاتکون محلا للبیع۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے: والباطل لایفید ملک التصرف. وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از: محمد عبدالہادی خان بھوپال

(۱) دینی مدارس کے مدرسین کو اپنے جائز یا ناجائز مطالبات منوانے کے لئے اسٹرائک کرنا یعنی اوقات مدرسہ میں بیکار بیٹھنا، آپس میں میٹنگ کرنا اور طلبہ کو بجائے پڑھانے کے ڈانٹ کر بھگا دینا، جو مدرسین یا ملازمین اسٹرائک میں حصہ نہ لیں انہیں اسٹرائک کرنے پر مجبور کرنا کیسا ہے؟ (۲) اسٹرائک کرنے یا اس کے اندر حصہ لینے میں کس قوم کی پیروی ہے؟ (۳) دینی درسگاہوں میں اسٹرائک کرنے والوں پر شرعی کیا حکم ہے؟ (۴) اسٹرائک کرنے والے مدرسین کو ایام اسٹرائک کی تنخواہ دینا یا لینا کیسا ہے؟

الجواب: (۱) جائز مطالبہ ہو یا ناجائز بہر حال بمعانی مذکورہ اسٹرائک کرنا یا اسٹرائک کرنے پر دوسرے کو مجبور کرنا دونوں باتیں ناجائز ہیں۔ وھو تعالٰی اعلم (۲) اسٹرائک کرنے یا اس کے اندر حصہ لینے میں قوم کفار کی پیروی ہے۔ واللہ اعلم۔ (۳) اسٹرائک کرنے والوں پر توبہ کرنا اور ایام اسٹرائک کے مالی نقصانات کا تاوان دینا نیز اس سلسلے میں جن لوگوں کی حق تلفی ہوئی ان سے معذرت کرنا واجب اور لازم ہے۔ وھو سبحانہ و تعالٰی اعلم۔ (۴) ایام اسٹرائک کی تنخواہ دینا اور لینا جائز نہیں۔ ہاں اگر مدرسہ شخصی ہو تو مالک مدرسہ ان ایام کی تنخواہ اپنی خوشی سے دے سکتا ہے۔ دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ وہ تنخواہ نہیں بلکہ عطیہ ہے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از شاہ محمد عرف جھینگر ساکن پورینہ ضلع بستی

ہندہ سے اگر کسی نیچی قوم مثلاً چمار وغیرہ کے ساتھ فعل زنا ہو جائے اور برادری کے لوگ اسے اس حرکت کی بناء پر برادری سے الگ کر دیں تو ہندہ کو دوبارہ برادری میں داخل ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب: ہندہ اگر صدق دل سے توبہ واستغفار کرلے اور آئندہ اس کے قریب نہ جانے کا عہد صمیم قلب سے کرلے تو

برادری میں داخل ہوسکتی ہے قال اللہ تبارك و تعالٰی: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرو خالص اور سچی توبہ کر لینے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ برادری کے لوگ اسے الگ رکھیں۔ رب غفور ورحیم ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ اور جو کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو کوئی صورت نہیں کہ اس ربّ تبارک وتعالیٰ کے بندے توبہ واستغفار کے بعد بھی برادری سے الگ رکھ کر سختی اختیار کریں۔ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: التائب من الذنب کما لاذنب له۔ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ واللّٰہ ورسوله اعلم۔

کتبہ: محمد یونس نعیمی بستوی

۲ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از محمد سلیمان چیف انجینئر آفس این ای ریلوے گورکھپور

ہمارے یہاں یہ اصول بن چکا ہے کو جب کوئی زنا میں پکڑا جائے تو اس سے پہلے توبہ کرائی جائے بعدہ پانچ جوتے لگائیں جائیں تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور ایسے عظیم گناہ سے بچیں۔ لیکن حال ہی میں زید نامی ایک شخص نے ایک چمار کی لڑکی سے زنا کیا تو برادری نے زید کا بائیکاٹ کر دیا کچھ دن بعد زید نے اس لڑکی کو مسلمان کر لیا اور بمطابق شرع نکاح بھی کر لیا پھر برادری کے سامنے آیا اور کہا کہ ہمیں آپ حضرات اپنے ساتھ کر لیجئے تو برادری کے لوگوں نے کہا کہ نکاح کر لیا ٹھیک ہے لیکن اصول کے مطابق پانچ جوتے لگائے بغیر اپنے ساتھ نہیں ملا سکتے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب زید نے اس لڑکی کو مسلمان کر کے نکاح پڑھالیا ہے تو جوتہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: زید نے قبل نکاح جو ناجائز تعلقات چمارن کی لڑکی سے قائم کئے تھے وہ مسلمان ہو جانے اور زید کی منکوحہ بن جانے سے معاف نہ ہوں گے۔ لہٰذا زید علانیہ توبہ کرے اور پنچایتی اصول کے مطابق اسے جوتے بھی مار سکتے ہیں کہ حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے سو کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ر ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از عبدالرب موضع بچھیا پوسٹ میاں بازار ضلع گورکھپور

زنا کار سے روپیہ کا جرمانہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ احمد چودھری نے ایک زنا کے ملزم سے پچپن روپے وصول کیے ہیں عندالشرع ان پر کیا حکم ہے؟

الجواب: زنا کے ملزم سے روپیہ کا جرمانہ وصول کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے اس لئے کہ مالی جرمانہ منسوخ ہو گیا ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: التعزیر بالمال منسوخ۔ لہٰذا احمد چودھری حرام کے مرتکب ہوئے

ان پر پیسہ کا لوٹانا اور توبہ واستغفار کرنا واجب ہے اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زنا کرنے والے کو کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا اس زمانہ میں حکم یہ ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں ہاں زنا کے مجرم کو پنچایتی رو سے جسمانی سزا دے سکتے ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴/ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از مولوی عبد العلیم قادری ساکن پورینا ضلع بستی

داڑھی کا رکھنا شریعت اسلامیہ میں ضروری ہے یا نہیں؟ نیز داڑھی شعار اسلام میں سے ہے یا نہیں؟ کسی کی داڑھی کی بے حرمتی کرنا اور اکھاڑنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بیشک ہماری اسلامی شریعت میں داڑھی رکھنا ضروری ہے چنانچہ پیغمبر اسلام سرکار مصطفٰے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جزوا الشوارب وارخوا اللحٰی خالفوا المجوس۔ یعنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو، آتش پرستوں کا خلاف کرو۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولاتشبھوا بالیھود یعنی مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور (شکل وصورت میں) یہودیوں جیسے نہ بنو۔ نیز امام مسلم اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں: ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحٰی۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں خوب پست کرنے اور داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔ درمختار، ردالمحتار مطبوعہ مصر جلد پنجم کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ص ۲۶۹ میں ہے: یحرم علی الرجل قطع لحیتہ۔ یعنی مرد کو اپنی داڑھی منڈوانا حرام اور ناجائز ہے۔ بیشک داڑھی شعار اسلام میں سے ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب: "لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی" ص ۲۰ میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ لہٰذا داڑھی کی بے حرمتی کرنا، اکھاڑنا دین اسلام کی بے حرمتی کرنا ہے اور جو شخص دین اسلام کی بے حرمتی کرے وہ بہت سخت مجرم ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵/ ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از جھپیا کیمپ گورکھپور

زید کے بارے میں چودھری نبی بخش صاحب نے کہا کہ زید پر زنا کا الزام ہے لہٰذا زید کو برادری سے خارج کیا جائے اور زید پر پچاس روپیہ جرمانہ لگایا جائے اور پانچ فقیروں کو کھانا کھلائے اور مسجد میں پانچ چٹائی اور پانچ لوٹے دے۔ جب دوسرے چودھریوں نے ثبوت مانگا کہ بتاؤ زید پر زنا کا الزام کہاں ہے تو ثبوت نہ دے سکے اور خاموش ہوگئے لہٰذا فرمایا جائے کہ زید پر جرمانہ لگانا صحیح ہے یا غلط؟ چودھری نبی بخش کا کہنا اور جرمانہ لگانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں بلاثبوت شرعی زنا کی تہمت لگانا بحکم شرع ناجائز و گناہ ہے شرح فقہ اکبر ص ۸۷ میں حضرت علامہ ملاعلی قاری سیدنا امام محمد غزالی سے ناقل ہیں (رحمۃ اللہ علیہما)۔ لایجوز نسبة مسلم الیٰ کبیرة من غیر تحقیق یعنی کسی مومن کی طرف بغیر تحقیق شرعی کسی کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں اور وہ بھی زنا جیسے سخت گناہ کی تہمت لگانا کہ جس کے ثبوت کے لئے چار عاقل گواہ درکار ہیں اور وہ بھی اس طرح دیکھا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی۔ لہٰذا ایسی صورت میں کہ چودھری نبی بخش صاحب زید پر زنا کا الزام ثابت نہ کر سکے تو وہ بحکم شرع بالاعلان توبہ کریں اور زید سے حق العبد میں معافی مانگیں ورنہ سخت ماخوذ ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔ (۲) قول مفتیٰ بہ پر شرعاً جرمانہ لگانا جائز نہیں بلکہ ایسے موقعہ پر شریعت نے سزا اور تعزیر مقرر فرمائی ہے اور جب کہ جرمانہ بلاوجہ لگایا جائے تو یہ اور زیادتی ہے اور سخت ظلم ہے جو شرعاً ناجائز و حرام ہے اور ظالم کے لئے قرآن و حدیث میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں (والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ) لہٰذا زید پر بلاوجہ شرعی جرمانہ لگانا گناہ در گناہ ہے اس لئے چودھری نبی بخش اس فعل سے باز رہتے ہوئے توبہ کریں۔ نیز زید کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی دینے پر مجبور نہیں کر سکتے یہ اور بات ہے کہ زید از خود راہ خدا میں غریبوں، مسکینوں کو کھانا کھلائے اور مسجد کی خدمت کرے تو لائق ثواب و اجر ہے لیکن زید کو اس کام پر مکلف کرنا شرعاً صحیح نہیں۔ اگر واقعی زید سے شرعاً کوئی غلطی اور گناہ کا کام ہو جائے تو اس سے توبہ کر لی جائے اور اسے مناسب سزا دی جائے لیکن یہ سب لینا دینا اور اس پر مجبور کرنا شرعاً درست نہیں' اور صورت مسئولہ میں تو زید کی کوئی شرعی پکڑ ثابت نہ ہو سکی لہٰذا زید پر بحکم شرع کوئی مواخذہ نہیں۔ واللّٰہ اعلم۔ ہاں نبی بخش پر شرعاً توبہ اور زید سے معافی مانگنی لازم ہے اور جب تک توبہ اور رجوع سے اپنا معاملہ صاف نہ کر لیں تو انہیں مسلمانوں کا پنچ اور چودھری بننا شرعاً جائز نہیں اور نہ مسلمانوں کو روا ہے کہ اسے اپنا چودھری تسلیم کریں ھٰکذا یستفاد من الکتب والسنة والفقه۔ واللّٰہ ورسوله اعلم۔

کتبہ: محمد نعیم الدین احمد صدیقی رضوی

۱۸ / جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از خانقاہ دادا میاں علیہ الرحمۃ کانپور

(۱) مسلمانوں کی شادی اسلام کے نظریہ میں کیا ہے؟ (۲) مسلمان شادی میں عموماً کثرت سے باجا بجاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) دلہن (لڑکی) کے گھر کثرت سے ریکارڈنگ ہوتی ہے بوقت نکاح بند ہو جاتی ہے بعد میں پھر ریکارڈنگ شروع ہو جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (۴) عقیقہ مسنونہ، ختنہ مسنونہ، ولیمہ مسنونہ، جب کہ یہ سنت ہے اس میں بھی کثرت سے لاؤڈ اسپیکر ریکارڈنگ کے ساتھ بجتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(نوٹ) حسب بالا مسئلوں میں جو شرعی حکم ہو اس کو بحوالۂ قرآن و حدیث یا دیگر کسی بھی کتاب سے ہو کتاب کا نام تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: سوال نمبرایک مجمل ہے واضح نہیں ہے اور شادی بیاہ، ختنہ، عقیقہ اور ولیمہ وغیرہ کی تقریبات میں مروجہ باجا، بجانا اور وہ ریکارڈنگ جو عام طور پر کی جاتی ہے سب کے نزدیک متفقہ طور پر ناجائز وحرام ہے اور ان چیزوں کا ناجائز وحرام ہونا اس قدر مشہور ومعروف ہے کہ جس کے لئے دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ دیہات کے عوام بھی اس سے واقف ہیں مگر حیرت ہے کہ آپ کو ان باتوں کے ناجائز وحرام ہونے کا علم نہیں کہ جس کے لئے آپ کو فتویٰ منگانے کی ضرورت پیش آئی اور اگر آپ نے اس لئے فتویٰ منگایا کہ جو لوگ ان ناجائز امور کو کرتے ہیں انہیں فتویٰ دکھا کر ان کاموں سے باز رکھا جائے تو وہ ان کاموں کو جائز سمجھ کر نہیں کرتے کہ آپ کے فتویٰ دکھانے سے باز آجائیں گے بلکہ وہ ناجائز سمجھتے ہوئے بھی ان کاموں کو کرتے ہیں اس لئے کہ شیطان ان لوگوں پر غالب ہے۔ بس دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ انہیں شیطان کے پھندے سے نجات بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از مظفر احمد پوسٹ ومقام کھورئی ضلع ساگر (ایم، پی)

ماہ صفر میں آخر چہار شنبہ کو بہت سے لوگ بستی چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جاتے ہیں، وہیں کھاتے پکاتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں لوگوں کا کہنا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس روز بیماری سے صحت یاب ہوئے تھے اور جنگل میں جا کر نفل نمازیں ادا کی تھیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: بالکل بے اصل ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ خلاف واقعہ ہے جیسا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب بہار شریعت حصہ شانزدہم کے ص ۲۵۷ پر تحریر فرماتے ہیں: کہ "ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر وتفریح وشکار کو جاتے ہیں پوریاں (وغیرہ) پکتی ہیں اور نہاتے، دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں (غسل اور سیر وتفریح) خلاف واقعہ ہیں اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از محمد بشیر دولت پور گرنٹ گونڈہ

(۱) جب محرم شریف کی ۹ر تاریخ کو چوک پر تعزیہ رکھتے ہیں اس وقت سے ۱۰ر تاریخ کو تعزیہ ٹھنڈا ہونے تک پائخ کھڑے رہتے ہیں تو اس درمیان میں فرض اور دیگر ضروریات کا ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور پائخ کا کھڑا ہونا کیسا ہے؟

(۲) محرم شریف کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک مجلسیں قائم ہوتی ہیں جس میں واقعہ کربلا کے ساتھ ساتھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام وخلفائے راشدین کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ختم مجلس کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: پیک بننا جسے عام لوگ پائک، پائخ کھڑا ہونا کہتے ہیں یہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں شریعت مطہرہ کے نزدیک سب لغو، خرافات اور بدعات ہیں۔ فرض نیز دیگر ضروریات کا ادا کرنا لازم ہے اور پھر اس کا کھڑے ہو کر پیشاب، پاخانہ کرنا اور نماز پڑھنا گناہ سخت گناہ ہے ان لوگوں سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز خوش نہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے کہ یہ سب خرافات شیوہ روافض ہیں ان سے تشبہ کرنا من تشبہ بقوم فھو منھم کے قبیل سے ہے (۲) محرم شریف کی مجالس کے ختم ہونے پر مجالس ذکر میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز اور مستحسن ہے۔ کما قال العلماء لاھل السنۃ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶؍ رجب ۱۳۷۹ھ

مسئلہ: از محمد مصلح الدین گھوسی اعظم گڑھ

زید نے زگاٹ کے پتے میں انسان کی صورت کاٹی اور بکر نے زگاٹ سے کپڑا چھاپا تو اس میں انسان کی صورت ظاہر ہوئی تو گنہگار کون ہوگا زید یا بکر؟

الجواب: جاندار کی تصویر بنانا شرعاً ناجائز وگناہ ہے اور صورت مسئولہ میں جاندار تصویر کا ظہور چوں کہ زید وبکر دونوں کی صنعت سے ہوا لہٰذا گنہگار دونوں ہوئے مسلمانوں کو اس سے بچنا واجب اور لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: از سیورالالہ ضلع بستی مرسلہ نور الدین

محلہ کی جو چنگی نکلتی تھی زید اس میں سے کچھ چوری سے ہضم کرتا رہا جب کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا تو زید کی برادری نے اس کا بائیکاٹ کر دیا تو زید نے محلہ کی پنچایت میں توبہ کی اور میلاد شریف کی اور فقیر کو کھلایا تو زید صاف پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب: جب زید نے چنگی کی رقم کھائی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو صرف توبہ ومیلاد کرنے اور فقیر کو کھانا کھلانے سے وہ بری الذمہ نہ ہوگا بلکہ زید پر ان رقوم کی ادائیگی اب بھی واجب ہے اگر نہیں ادا کرے گا تو دین ودنیا میں روسیاہ وشرمسار اور لائق عذاب قہار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۹ / من ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از عابد علی منہاج پور بازار ضلع اعظم گڑھ
زید پیر ہے اور مرید بھی کرتا ہے اور مسجد کے اندر منبر پر کھڑے ہو کر فوٹو کھنچواتا ہے؟

الجواب: جاندار کی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا حرام و ناجائز ہے اور مسجد کے منبر پر کھنچوانا اشد حرام ہے اس کی حرمت پر احادیث کریمہ اور فقہائے کرام کے اقوال شاہد ہیں جو پیر اتنا جری ہے کہ فعل حرام کا علانیہ مسجد میں ارتکاب کرتا ہے مسلمانوں کو ایسے پیر سے دور رہنا لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳۰ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از احسان اللہ قادری بیگل گھاٹ۔ گورکھپور
ایک شخص نے تاڑ لگایا اور مر گیا۔ تاڑ سے تاڑی نکلی پینے والوں نے اسے پیا۔ سوال یہ ہے کہ درخت لگانے والا گنہگار ہوگا یا تاڑی کا پینے والا؟ اگر کوئی اس تاڑ کو کاٹ کر کام میں لائے تو کیسا ہے؟

الجواب: تاڑ کا درخت لگانے والا گنہگار نہیں ہوا بلکہ پینے والا گنہگار رہا' اور وہ تاڑ اب جس کی ملکیت میں ہو وہ اسے کاٹ کر اپنے کام میں لاسکتا ہے دوسرے کو حق نہیں۔ وھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ / محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از عبد القیوم اشرف القادری خطیب جامع مسجد ٹاٹ شاہ فیض آباد
زید سنی صحیح العقیدہ حافظ قرآن اور مقرر ہے خاندان قادریہ رضویہ سے بیعت بھی ہے اس نے دوران تقریر میں یہ بیان کیا کہ اگر میں حضرت ابراہیم کی تعریف کروں تو اسماعیلی خفا ہوں گے اگر جناب اسمٰعیل کی تعریف کرتا ہوں تو ابراہیمی نالاں ہوتے ہیں اگر موسیٰ کا تذکرہ کرتا ہوں تو عیسائی خلاف ہوتے ہیں اور اگر جناب عیسیٰ کے ذکر کو عنوان بناتا ہوں تو موسوی شاکی ہوتے ہیں...... سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کا ذکر کروں۔ لہٰذا چلو ایسی ذات گرامی کی تعریف کی جائے جس سے سب خوش ہو جائیں اور وہ ذات گرامی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی...... دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کا یہ بیان از روئے شرع درست ہے؟

الجواب: زید کا بیان صریح کذب و افتراء پر مشتمل ہے اس لئے شرعاً ناجائز ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے بقول زید موسوی خلاف ہوتے ہیں تو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے موسوی و عیسائی دونوں بدرجہ اولیٰ

خلاف ہوں گے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ادیان کو منسوخ فرمایا جسے وہ لوگ دین مؤبد سمجھتے تھے زید اپنے بیان مذکور سے رجوع کرے اور آئندہ ایسے بازاری مضامین سے احتراز کرے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸/صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از عبداللہ عرف گھورے موضع گورڈیہہ پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی

گھوڑی پر کابلی گدھا چڑھ کر خچر پیدا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرانا شرعاً جائز ہے بہار شریعت حصہ شانزدہم مطبوعہ لاہور ص ۲۶۲۸ میں ہے: گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرانا جس سے خچر پیدا ہوتا ہے اس میں حرج نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: بدر الدین احمد الرضوی

۹/ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از محمد حسن و عبدالستار خاں پوسٹ و مقام بکرم جوت بستی

مسجد کے اندر محراب میں لکھا گیا ہے "یارسول اللہ" اور نیچے لکھا گیا ہے "یاغوث المدد" ایک جماعت کہتی ہے یہ صحیح ہے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ اس میں انسان کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہہ کر مٹا دیا تو یہ مٹانا درست ہے یا لکھنا راست؟ ہم دونوں فریق ماننے کے لئے دستخط کر رہے ہیں۔

(۱) دستخط: محمد حسن بقلم خود

(۲) عبدالستار خاں۔ نقشہ درج ذیل ہے:
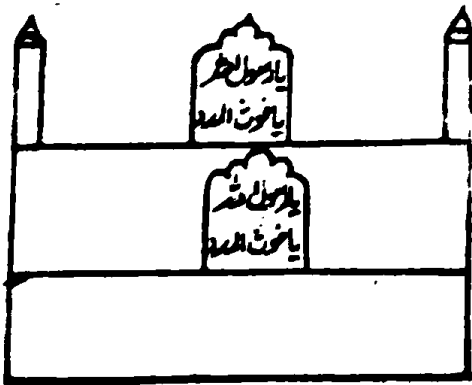
الجواب: حاکم، امام بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لما اقترف ادم الخطیئة قال رب اسئلك بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اغفرلی قال کیف عرفت محمدًا قال لانك لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت راسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبالا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعلمت انك لم تضف ابی اسمك الا

احب الخلق الیک قال صدقت یا ادم ولولا محمد ما خلقتک (وفی روایۃ عند الحاکم) اما اذا سئلتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما غفرت لک وما خلقتک۔ یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب لغزش ہوئی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب! صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما یعنی میری لغزش کو معاف فرما۔ رب العلمین جل جلالہ نے فرمایا: اے آدم! تم نے اپنے پیارے محبوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں کر جانا عرض کیا: اس طرح سے کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا (حاکم کی ایک روایت میں یوں ہے) اب کہ تم نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تمہاری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہاری مغفرت نہ کرتا اور نہ تمہیں بناتا۔ اس عظمت والی حدیث نے صاف صاف بے پھیر پھار ظاہر کر دیا کہ یہاں کی مسجدوں سے افضل واعلیٰ، برتر وبالا عرش اعظم کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے تو جب وہاں اللہ کے محبوب اور پیارے رسول کا نام لکھا ہوا ہے تو یہاں لکھنا کیوں باعث اعتراض ہے؟ ہمارے آقا حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیارے نبی اور حبیب ہیں اور حضور پرنور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا اللہ تعالیٰ کے پیارے ولی اور محبوب ہیں۔ محبوبان بارگاہ الٰہی کا نام مسجدوں کے اندر لکھنا باعث خیر وبرکت ہے اور اس زمانہ میں جب کہ دیوبندی مرتدین اور وہابی کفار یارسول اللہ، یاغوث المدد سے جلتے، کڑھتے اور چڑھتے ہیں تو مسجدوں میں ان مبارک کلموں کا لکھ دینا بہت ہی ضروری ہے تاکہ آنے والی نسل کے لئے ثبوت رہے کہ یہ مسجد اہلسنّت کی ہے ہاں اتنا خیال رہے کہ یارسول اللہ، یاغوث المدد روشنائی سے لکھنے کے بجائے کھود کر لکھا جائے تاکہ حروف مٹنے اور ضائع ہونے سے محفوظ رہیں جس فریق نے یارسول اللہ، یا غوث المدد مٹا دیا ہے وہ اپنی اس بیجا جرأت پر نادم ہو اور توبہ کرے۔ فریق ثانی کا یارسول اللہ، یاغوث المدد لکھے جانے کے بارے میں یہ کہنا کہ مسجد میں انسان کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے نبی اور ولی کی شان میں بے ادبی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو انسان محض کا لقب دے دیا۔ پھر اس زمانے میں مسجدوں کے اندر نبی اور ولی کے نام لکھنے کی واقعی ضرورت ہے تاکہ نبی اور ولی سے جلنے والوں کا تعلق نہ رہے علاوہ بریں مسجد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام مبارک مٹانے کی ضرورت کس آیت وحدیث سے ثابت ہے کہ یہ مبارک نام مٹا دیئے گئے۔ فریق ثانی کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جائز بات کو حرام مان لینا اسلام میں سخت حرام ہے لہٰذا فریق ثانی اپنے اس خیال سے بھی توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد الرضوی

۱۴ر رجب ۹ے۱۳ھ

مذکورہ بالا استفتاء کا جواب از جناب حضرت مولانا نعیم الدین احمد رضوی صاحب قبلہ مندرجہ ذیل ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں مسجد کے محراب یا دیوار و در پر انبیاء کرام و اولیاء عظام کے نام اور ہر کلمہ خیر کا لکھنا شرعاً جائز ہے ہاں بجائے سادہ لکھائی کے حروف کی کھدائی کر دینی چاہئے تاکہ مٹی، چونا کے گرنے پر حروف بھی نہ گریں کہ بے ادبی ہو چنانچہ قرآن مجید کی آیات لکھنے کی بابت فتاویٰ کی مستند کتاب عالمگیری جو سلطان اسلام اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام سے پانچ سو علمائے کرام کی تصدیق شدہ دنیا کے سامنے پیش ہوئی ہے۔ آداب مسجد کے تحت یہ مسئلہ آیا ہے: ولو کتب القران علیٰ الحیطان والجدران بعضھم قالوا یرجی ان یجوز وبعضھم کرھوا ذلك مخافة السقوط تحت الاقدام کذا فی فتاویٰ قاضی خاں (عالمگیری جلد چہارم ص ۹۴ مطبع مجیدی) یعنی مسجد یا عام مکان کی دیوار و در پر قرآن شریف لکھنا علماء فقہاء جائز سمجھتے ہیں اور بعض علماء اس کو مکروہ جانتے ہیں کہ مٹی، چونا کے ساتھ حروف کے گر کر پیر کے نیچے آنے کا اندیشہ ہے ایسے ہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: اور اگر اہتمام سے حروف کی کھدائی کر دی جائے کہ حروف کے گرنے اور پیر کے تلے آنے کا احتمال نہ رہے تو اس صورت کو مکروہ سمجھنے والے علماء بھی جائز قرار دیتے ہیں' اور واضح رہے قرآن مجید میں وہ آیتیں بھی ہیں جو سرکار اقدس اور دیگر انبیاء کے نام و رسالت پر مشتمل ہیں مثلاً: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ. مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط. یَا یَحْیٰی خُذِالْكِتَابَ بِقُوَّةٍ. یَازَكَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامِ نِ اسْمُهٗ یَحْیٰی. وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔ اور اولیاء حق کے نام کی بھی آیتیں ہیں مثلاً حضرت سکندر ذوالقرنین حضرت لقمان کی بابت جو صحیح مذہب پر فقط ولی ہیں نبی نہیں تو قانوناً ان اسماء مبارکہ کی کتاب جائز رہی حالانکہ ان میں انبیاء اور اولیاء کے نام اور فریق ثانی کے خیال پر اختلاط کی بناء پر انسان کا نام نہیں ہونا چاہئے اور جب انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلاۃ والسلام رضی اللہ عنہم کے نام لکھنے کی صحت معلوم ہوئی تو یا غوث یا خواجہ کے نام لکھنے کی ممانعت کہاں سے نکل آئی پھر یہ کہ مبارک ناموں کو مسجد جیسی پاکیزہ طاہر جگہ میں نہ لکھا جائے تو کیا معاذ اللہ نجس و گندی جگہ لکھا جائے گا۔

اصل مسئلہ کے صاف کر دینے کے بعد مناسب ہے کہ فریق ثانی کے لئے سبق آموز صلح حدیبیہ کا واقعہ بخاری مسلم کی روایت مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے آئینہ دار پیش کر کے مزید بصیرت پیدا کی جائے۔ مقام حدیبیہ میں یہ واقعہ ہوا کہ صلح نامہ کے مضمون پر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے تحریر فرمایا: ھٰذا ماقاضی علیه محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم قالوا لانقرھا فلو فعلم انك رسول الله مامنعناك ولٰكن انت محمد بن عبد الله فقال انا رسول الله وانا محمد بن عبدالله ثم قال لعلی بن طالب امح رسول الله قال لا والله لاامحوك ابدا فاخذ رسول الله ولیس یکتب فکتب ھٰذا ماقاضی محمد بن عبدالله (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۵ مطبع مجیدی) یعنی رسول اللہ کے لفظ پر کفار مکہ بولے کہ ہمیں آپ کی رسالت تسلیم نہیں (لہٰذا رسول اللہ لفظ مضمون میں نہ رہے) اس لئے کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو بیت الحرم میں آنے سے کیوں روکتے ہاں آپ محمد بن عبد اللہ ہیں تو سرکار نے

فرمایا: میں رسول اللہ، محمد بن عبداللہ دونوں ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ تحریر سے مٹا دو۔ حضرت مولیٰ علی نے عرض کیا "نہیں" خدا کی قسم! میں آپ کو کبھی نہیں مٹا سکتا پھر سرکار نے لکھنے کا ملکہ نہ ہونے کے باوجود صلح نامہ لے کر اس پر خود ہی لکھ دیا: ھٰذا ما قاضی علیہ محمد بن عبداللہ۔ یعنی اس مضمون پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی اور بعد میں صلح نامہ کے الفاظ تحریر تھے۔ حدیث مذکور میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عمل کتنا سبق آموز ہے اور اہل حق کا آئینہ ہے کہ رسول اللہ کا لفظ سرکار اقدس باقتضائے مصلحت صلح محو کرنے کو فرماتے ہیں مگر مولیٰ علی کا ایمان ہرگز گوارہ نہیں کرتا کہ اس لفظ کو مٹائیں بلکہ اس کو مٹانے کو انہوں نے خود حضور کے مٹانے سے تعبیر کی۔ حالات وضرورت صلح اس کو چاہتی تھی ورنہ کفار صلح پر تیار نہ ہوتے جس سے مسلمانوں کو سخت دشواریاں پیش آجاتیں۔ اللہ اکبر' سخت جرأت کا مقام ہے کہ وہاں مولائے کائنات کہ رسول اللہ کا لفظ لکھ کر مٹانے پر کسی طرح تیار نہیں اور یہاں وہ بھی ایک کلمہ گو مسلمان ہیں جو مبارک لفظ کو جرأت و بیباکی کے ساتھ من گھڑت دلیل صد علیل وذلیل پیش کرکے مٹاتا ہے۔ فریق ثانی کا یہ کہنا کہ مسجد میں انسان کے نام کی ضرورت نہیں۔ اس پر دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا توحید کا سبق صرف مسجد ہی میں ہے یہ اسمٰعیلی بخار کہاں سے آگیا' کیا نماز انتہائی عظمت کی جگہ ہوتے ہوئے انسان کے نام کی گنجائش رکھتی ہے تو پھر درود وتشہد سے سرکار کا نام نامی اسم گرامی نکال دو اور کیا کلام الٰہی انتہائی محترم ہونے کے باوجود انسان کے نام لکھنے کی ضرورت سمجھتا ہے تو پھر انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام محو کردو بلکہ وہ آیات جن میں کافروں کے نام ہیں ان کی تلاوت منسوخ کردو اس لئے کہ ان کی تلاوت مسجدوں نمازوں پاکیزہ جگہوں میں ہوکر نام لینے کا باعث بنتی ہے یہ فریق ثانی کی کتنی بڑی جہالت اور سخت شناعت ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو عام انسان کہہ کر مقام اہانت پیدا کرتا ہے دینی امور میں ایسی جرأت و بیباکی سے کام لینا اور شریعت مطہرہ کی حدود سے باہر نکلنا نئی شریعت گڑھنا ہے۔ مسجد کا احترام جس میں ہے اسے کرتا نہیں اور محرم شے کی ہتک کرتا ہے۔ الحاصل! فریق ثانی کا یہ عمل اور رویہ کہ جس میں مقام اہانت پیدا ہوتا ہے اس پر شرعاً توبہ لازم ہے ہر وہ لوگ جو فریق ثانی کے قول وعمل میں شریک ہوں توبہ کریں' اور توبہ کھلے عام ہونی چاہئے نیز اپنی مذہبی پوزیشن صاف کریں اس لئے کہ اس عمل میں کسی اور چیز کی مہک آرہی ہے' اور دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ فریق ثانی کو نرمی کے ساتھ سمجھائیں ہر شخص کو لازم ہے کہ امور شرع میں اپنی عقل کو دخل نہ دے پہلے اپنے علماء سے سوال کرکے سمجھ بوجھ لے پھر اپنا عمل پیش کرے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ: العبد نعیم الدین احمد رضوی

۱۶؍رجب ۱۳۷۹ھ

مسئلہ: از ملک محمد یونس موضع مہوا خرد پوسٹ دھوبہا ضلع بستی

زید نے اپنی منکوحہ بیوی ہندہ کو تحریری وتقریری طلاق مغلظہ دی لیکن اس کے باوجود ہندہ کو اپنے مکان پر رکھ کر میاں بیوی کا تعلق رکھے ہوئے ہے حتیٰ کہ طلاق مغلظہ دینے کے ڈھائی سال بعد ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے

شخص کے ساتھ مسلمانوں کو کس طرح کا سلوک کرنا چاہئے اس کے یہاں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کا اپنی مطلقہ مغلظہ بیوی کو اپنے گھر لا کر رکھنا اور اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کرنا حرام سخت حرام ہے زید و ہندہ دونوں علانیہ توبہ کریں اور فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ رکھیں اور توبہ کریں ورنہ دونوں سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ زید تاوقتیکہ اپنے اس فعل حرام سے باز آ کر علانیہ توبہ نہ کرے مسلمانوں کا اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام کرنا اور کسی قسم کے اسلامی تعلقات قائم رکھنا ناجائز و گناہ ہے۔ لہٰذا مسلمان شخص مذکور کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از محمد سلیم شاہ پوسٹ و مقام بگھاری ضلع مظفر پور (بہار)

زید نے اپنی سوتیلی ماں سے قصداً بہ ہوش و حواس زنا کیا جس سے حمل ٹھہر گیا زید نے اپنی بدنامی سے بچنے کے لئے حمل ساقط بھی کروایا۔ اہل محلہ دونوں سے سخت بیزار ہیں حتی کہ سلام کلام، قیام، طعام، نشست و برخاست سب کچھ ان سے ترک کئے ہوئے ہیں۔ عند الشرع دونوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بیان فرمائیں؟

الجواب: برتقدیر صدق مستفتی شخص مذکور اشد گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے شریعت اسلامیہ کے حکم کے مطابق بادشاہ اسلام پر واجب ہے کہ اسے سنگسار کرائے لیکن یہاں چونکہ اسلامی سلطنت نہیں اس لئے مسلمان پر فرض ہے کہ شخص مذکور سے تمام اسلامی تعلقات منقطع کر لیں اور عورت مذکورہ جس نے اپنے سوتیلے لڑکے سے زنا کرایا وہ بھی اشد گناہ کبیرہ کی مرتکب ہے اور اس سوتیلے لڑکے کا باپ اگر عورت مذکورہ کا شوہر ہے تو وہ عورت اپنے اس شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس عورت سے بھی اسلامی تعلقات منقطع کر لیں...... دونوں زانی اور زانیہ پر توبہ کرنی فرض ہے اور بہتر یہ ہے کہ تجدید ایمان بھی کر لیں۔ پھر جب یہ دونوں توبہ کر لیں اور پرہیزگاری سے رہتے ہوئے ایسا چال چلن اختیار کریں جس سے مسلمانوں کو اطمینان ہو جائے تو اس وقت ان دونوں سے اسلامی تعلقات دوبارہ قائم کئے جائیں۔ پھر اگر اس سوتیلے لڑکے کا باپ عورت مذکور کا شوہر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اپنی اس بیوی کو فوراً طلاق دے دے کیونکہ عورت مذکورہ اس کے لئے حلال نہ رہ گئی اور اگر وہ طلاق نہ دے اور بدستور سابق عورت مذکورہ کو اپنی زوجیت میں رکھے تو اس شوہر سے بھی اسلامی تعلقات منقطع کر لینا مسلمانوں پر فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: قدرت اللہ الرضوی

۲۴؍صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از والدۂ مولوی شبیر احمد ملہ گنگھا سرائے ٹانڈہ ضلع فیض آباد

آج کل عورتیں میلاد میں نعت شریف بلند آواز سے پڑھتی ہیں اور پھر آخر میں صلاۃ وسلام تو اتنی زور سے پڑھتی ہیں کہ ان کی آواز گھر کے باہر دور تک پہنچ جاتی ہے تو اس طرح عورتوں کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عورتوں کو اس طرح پڑھنا حرام، حرام، حرام ہے سورۂ نور رکوع ۴ کی آیت کریمہ: وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ الخ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے: رفع صوتها بحيث يسمع الاجانب كلامها حرام یعنی عورت کا اپنی آواز کو اس طرح بلند کرنا کہ اجنبی مرد سنیں حرام ہے اور ردالمحتار جلد اوّل ص ۲۵۷ میں ہے: رفع صوتهن حرام. یعنی عورتوں کو اپنی آواز اونچی کرنا حرام ہے لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ نعت شریف اور صلاۃ وسلام اتنی آہستہ پڑھیں کہ گھر کے باہر آواز نہ جائے ورنہ ایسا میلاد شریف حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی بجائے ان کی ناراضگی اور آخرت کی بربادی کا سبب ہوگا۔ هٰذا ما عندي وهو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سیّد اشرف حسین ۲۲ نیا نگر پکی گلی دہرہ دون

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں۔

الجواب: بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے۔ اسے ناجائز کہنا جہالت و نادانی ہے کہ صحابۂ کرام نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے اقدس کے بوسے لئے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: عن زارع وكان في وفد عبد القيس قال لما قدمنا المدينة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فتقبل يد رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجله. یعنی حضرت زارع رضی اللہ عنہ جو وفد عبد القیس میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۰۲) اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ازیں جا تجویز پائے بوس معلوم شد۔ یعنی اس حدیث شریف سے پاؤں چومنے کا جائز ہونا ثابت ہوا۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۵) اور علامہ ابن علی حصکفی رحمۃ اللہ علیہ (درمختار مع ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۴۵) میں تحریر فرماتے ہیں: لاباس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك۔ یعنی برکت کے لئے عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۳۲۱ میں ہے: ان قبل يد عالم اوسلطان عادل لعلمه اوعدله لاباس به۔ یعنی اگر علم اور عدل کی وجہ سے عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے تو جائز ہے اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں: بوسہ دادن دست عالم متورع را جائز ست و بعضے گفتہ اند مستحب ست و آنکہ بعد از مصافحہ دست خود را بوسند چیزے نیست و فعل جاہلان ست و مکروہ ست۔ یعنی پرہیزگار عالم کے ہاتھ کو چومنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مستحب ہے اور جو لوگ کہ مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومتے ہیں کوئی چیز نہیں جاہلوں کا فعل ہے اور مکروہ ہے۔ پھر چند سطر بعد فرمایا: اگر بر دست عالم یا سلطان بوسہ

دہد از جہت علم و عدالت و اعزاز دین لا باس بہ ست و اگر بجہت غرض دنیاوی کند مکروہ است اشد کراہت۔ یعنی دین کی عزت اور علم و عدالت کی وجہ سے پرہیزگار عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے تو جائز ہے اور اگر دنیاوی غرض کے لئے ایسا کرے تو سخت مکروہ ہے۔ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل کتاب الحظر والاباحۃ ص ۵۴ میں لکھتے ہیں: تعظیم دیندار کے لئے کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ جل مجدہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ: از عبد الرحمٰن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور ضلع بستی

ایصال ثواب کرنا اور بزرگوں کے مزاروں پر اور عام مسلمانوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور دسواں بیسواں وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ دیوبندی اسے ناجائز بتاتے ہیں۔

الجواب: ایصال ثواب کرنا اور فاتحہ پڑھنا جیسا کہ مسلمانوں میں رائج ہے بلاشبہ جائز و مستحسن ہے حدیث شریف میں ہے: عن سعد بن عبادۃ قال یارسول اللّٰہ ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ ام سعد یعنی (میری ماں) کا انتقال ہوگیا ہے ان کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ سرکار اقدس نے فرمایا: پانی۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے۔ (ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ ص ۱۶۹) اس حدیث شریف سے چند باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں (۱) میت کو کسی کار خیر کا ثواب بخشنا بہتر ہے کہ صحابی رسول نے کنواں کھودنے کا ثواب اپنی ماں کو بخشا۔ (۲) ثواب بخشنے کے الفاظ زبان سے کہنا صحابی کی سنت ہے کہ کنواں کھودنے کے بعد انہوں نے فرمایا: ھذہ لام سعد یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے۔ (۳) کھانا یا شیرینی وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اشارۂ قریب کا لفظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا ھذہ لام سعد۔ یعنی یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ کنواں ان کے سامنے تھا۔ (۴) غریب و مسکین کو کھانا وغیرہ دینے سے پہلے بھی ایصال ثواب کرنا جائز ہے جیسا کہ صحابی رسول نے کیا کہ کنواں تیار ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے ایصال ثواب کیا۔ حالانکہ لوگوں کے پانی استعمال کرنے پر ثواب ملے گا اسی طرح اگرچہ غریب و مسکین کو کھانا دینے پر ثواب مرتب ہوگا لیکن اس ثواب کو پہلے ہی بخش دینا بھی جائز ہے۔

اور بزرگان دین کے مزارات اور عامۂ مومنین کی قبروں پر فاتحہ کا جو طریقہ رائج ہے کہ مختلف جگہ سے قرآن مجید کی چند سورتیں اور آیتیں پڑھی جاتی ہیں پھر ایصال ثواب کیا جاتا ہے بلاشبہ جائز و مستحسن ہے اسی طرح پانچوں وقت نمازوں سے

فارغ ہوکر دعاؤں میں الفاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا جیسا کہ بعض جگہوں میں رائج ہے بہتر ہے اس لئے کہ ایصال ثواب کرنے والے اور جن کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے دونوں اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ حضرت علامہ ابن علی حصکفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: فی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرة ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ یعنی حدیث شریف میں ہے جو شخص گیارہ بار سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (درمختار مع شامی جلد اول ص ۵۰۶) اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے تحت شرح اللباب سے تحریر فرماتے ہیں: یقرأ من القرآن ماتیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون واية الكرسي وامن الرسول وسورة یٰسین وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثنی عشر مرة او احدیٰ عشر اوسبعا اوثلاثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناه الی فلان او الیھم۔ یعنی جو ممکن ہو قرآن پڑھے یعنی سورۂ فاتحہ سورۂ بقرہ کی پہلی آیتیں مفلحون تک، آیۃ الکرسی، آمن الرسول، سورۂ یٰسین، سورۂ ملک، سورۂ تکاثر پڑھے اور سورۂ اخلاص بارہ گیارہ، سات یا تین بار پڑھے پھر کہے کہ یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں کو یا لوگوں کو پہنچا دے۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۵۰۶) اور جو کھانا مالیدہ وغیرہ بنا کر امامین کریمین حضرات حسنین رضی اللہ عنہما یا کسی دوسرے بزرگ کی نیاز کرتے ہیں وہ بھی جائز اور باعث برکت ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۷۸) میں تحریر فرماتے ہیں: طعامے کہ ثواب آں نیاز حضرات امامین نمازیند برآں فاتحہ وقل و درود خواند تبرک می شود وخوردن بسیار خوب ست۔ یعنی جو کھانا کہ حضرات حسنین کو نیاز کریں اس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے' اور اسی فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۵۰ میں ہے: اگر مالیدہ وشیر برنج بنابر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخوراند مضایقہ نیست جائز ست۔ یعنی اگر مالیدہ اور چاولوں کی کھیر کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں جائز ہے۔ پھر چند سطر بعد فرمایا: اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن ازاں جائز ست۔ یعنی اگر فاتحہ کسی بزرگ کے نام کیا گیا تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے' اور آج کل فاتحہ و نیاز کی جو صورت عام طور پر رائج ہے وہ بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جنہیں دیوبندی لوگ اپنا پیر، دادا پیر، اور پردادا پیر مانتے ہیں وہ لکھتے ہیں: بلکہ اگر کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی متاخرین نے یہ خیال کیا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ! اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو تو کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا یہ ایک دعا ہے اس

کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے کہ اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے کہ جمع بین العبادتین ہے۔ چہ خوش بود برآید بیک کرشمہ دو کار۔ قرآن کی بعض صورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لئے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے' کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے کہ پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا پس ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۶) پھر حاجی صاحب آگے لکھتے ہیں: اور گیارہویں شریف حضرت غوث پاک قدس سرہ اور دسواں، بیسواں، چہلم وششماہی وسالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبد الحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ وحوائے شب برأت ودیگر ثواب کے کام اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷) حاجی صاحب نے فیصلہ کر دیا کہ فاتحہ ونیاز کی مروجہ صورت اور دسواں، بیسواں، وغیرہ جائز ہے۔ اب بھی ان باتوں کو ناجائز کہنا دیوبندیوں کی کھلی ہوئی ہٹ دھرمی ہے اور حاجی صاحب کو گنہگار ٹھہرانا ہے۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

مسئلہ: از عبد الرحمٰن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور۔ ضلع بستی

اولیائے کرام کی نذر ماننا کیسا ہے؟ کچھ لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں۔

الجواب: نذر کی دو قسمیں ہیں۔ فقہی اور عرفی۔ نذر فقہی کے معنی ہیں غیر ضروری عبادات کو اپنے لئے ضروری کر لینا۔ اور نذر عرفی کے معنی ہیں: نذرانہ، ہدیہ اور نیاز۔ نذر فقہی: خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی ماننا جائز نہیں' اور نذر عرفی: جو بزرگان دین کے لئے ان کی حیات ظاہری یا حیات باطنی میں پیش کی جاتی ہے جائز ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب ''رسالہ نذر ونیاز'' میں تحریر فرماتے ہیں: نذر یکہ ایں جا مستعمل معنی شود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند نذر ونیاز می گویند۔ یعنی لفظ نذر جو کہ یہاں مستعمل ہوتا ہے شرعی معنی پر نہیں اس لئے کہ عرف میں جو کچھ بزرگوں کے یہاں لے جاتے ہیں اسے نذر ونیاز کہتے ہیں' اور حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ حدیقۂ ندیہ میں تحریر فرماتے ہیں: من ھٰذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علیٰ حصول شفاء اوقدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین بقبورھم۔ یعنی اس قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا اور اولیائے کرام وبزرگان دین کے مزارات سے برکت حاصل کرنا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے گزشتہ کے لئے نذر ماننا کہ وہ ان کی قبروں کی خدمت کرنے والوں پر صدقہ کرنے سے مجاز ہے' اور امام اجل حضرت ابو الحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف شطنوفی قدس سرہ العزیز کو شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء میں اور امام اجل جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں ''الامام الاوحد'' یعنی بے نظیر امام کہا ہے وہ اپنی کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید

صحیحہ معتبرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوالعفاف موسیٰ بن عثمان نے ۶۶۳ھ میں ہم سے شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ میرے والد ماجد ابوالمعانی عثمانی نے ہمیں ۶۱۴ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو بزرگ حضرت ابوعمرو عثمان صریفینی اور حضرت ابومحمد عبدالحق حریمی نے ۵۵۹ھ میں بغداد شریف میں خبر دی کہ ہم ۳؍صفر روز یکشنبہ ۵۵۵ھ میں حضرت سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں تھے۔ حضرت نے وضو کر کے کھڑاؤں پہنی اور دو رکعت نماز پڑھی سلام کے بعد ایک عظیم نعرہ مارا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی۔ پھر دوسرا نعرہ مارا دوسری کھڑاؤں پھینکی۔ وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئیں پھر حضرت نے تشریف رکھی مگر ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ۲۳؍دن بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا: ان معنا للشیخ نذرا۔ یعنی ہمارے پاس حضرت کی ایک نذر ہے فاستأذناہ فقال خذوہ منھم۔ یعنی ہم نے حضرت سے اس نذر کے لینے میں اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا لے لو۔ انہوں نے ایک من ریشم، خز کے تھان، سونا اور حضرت کے کھڑاؤں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھیں پیش کیں۔ ہم نے ان سے پوچھا یہ کھڑاؤں تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ انہوں نے کہا ہم ۳؍صفر یکشنبہ کو سفر میں تھے کہ بہت سے ڈاکو دو سرداروں کے ساتھ ہم پر ٹوٹ پڑے۔ ہمارے مال لوٹ لئے اور کچھ آدمیوں کو قتل کر دیا پھر ایک نالے میں مال تقسیم کرنے کے لئے اترے نالے کے کنارے ہم تھے۔ فقلنا لو ذکرنا الشیخ عبدالقادر فی ھٰذا الوقت ونذر نالہ شیئا من اموالنا ان سلمنا۔ یعنی ہم نے کہا کہ بہتر ہے کہ اس وقت ہم حضرت غوث اعظم کو یاد کریں اور نجات پانے پر کچھ مال حضرت کے لئے نذر مانیں۔ ہم نے حضرت کو یاد ہی کیا تھا کہ دو عظیم نعرے سنے گئے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے ڈاکوؤں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا۔ ہم سمجھے کہ ان پر کوئی اور ڈاکو آپڑے۔ وہ بھاگ کر ہمارے پاس آئے اور بولے اپنا سامان لے لو اور دیکھو ہم پر کیسی مصیبت آپڑی۔ ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے۔ ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی ہوئی رکھی ہے۔ ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال ہمیں واپس کر دیئے اور کہا کہ اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے' اور بہجۃ الاسرار شریف میں ہے: حدثنا ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف الازجی قال اخبرنا الشیخ ابوالعباس احمد بن اسمٰعیل قال اخبرنا الشیخ ابومحمد عبداللہ بن حسین بن ابی الفضل قال شیخنا الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ یقبل النذر ویا کل منھا۔ یعنی حدیث بیان کی ہم سے ابوالفتوح نصر اللہ بن یوسف ازجی نے انہوں نے کہا کہ ہمیں شیخ ابوالعباس احمد بن اسمٰعیل نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں شیخ ابومحمد عبداللہ حسین بن ابوالفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نذریں قبول فرماتے اور بذات خود اس میں تناول فرماتے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ نذر فقہی ہوئی تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو سادات کرام سے ہیں ان میں سے ہرگز تناول نہ فرماتے کہ سیدوں کے لئے نذر فقہی میں سے کھانا جائز نہیں اس لئے کہ اسے وہی کھا سکتا ہے جو زکوٰۃ لے سکتا ہے' اور عارف باللہ حضرت عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ طبقات کبریٰ میں حضرت ابوالمواہب محمد شاذلی رضی اللہ عنہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں: وکان رضی اللہ عنہ یقول رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اذا

كان لك حاجة واردت قضاء هن فانذر نفيسة الطاهرة ولوفلسافان حاجتك تقضى۔ یعنی حضرت ابوالمواہب محمد شاذلی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے اور چاہو کہ وہ پوری ہو جائے تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگر چہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہوگی۔ ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کی نذر فقہی نہیں ہے بلکہ نذر عرفی ہے اسے سادات کرام اور امیر وغریب سب لوگ لے سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں۔ وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور دادا استاذ اور پردادا پیر یعنی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ قصبہ ڈاسنہ حضرت مخدوم الہ دیا قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوئے رات کا وقت تھا والد گرامی نے فرمایا کہ حضرت مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کے جانا۔ تھوڑی دیر ٹھہر گئے جب لوگوں کی آمد ورفت بند ہوگئی تو ایک عورت تھالی میں چاول اور شیرینی لئے حاضر ہوئے اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر آجائے گا تو میں اسی وقت یہ کھانے پکا کر حضرت مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں حاضرین کے لئے پہنچاؤں گی تو میرا شوہر اس وقت آ گیا تو میں نذر پوری کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں: حضرت ایشاں در قصبۂ ڈانسہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود در آں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آں گاہ زنانے بیامد طبقی برنج وشیرینی برسر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشیند درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔ (انفاس العارفین ص ۴۴) اور شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد شاہ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فرہاد بیگ نے مشکل کے وقت میری نذر مانی مگر وہ بھول گئے نذر پوری نہ کی تو ان کا گھوڑا بیمار ہو گیا یہاں تک کہ مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ فرہاد بیگ پر یہ مصیبت میری نذر پوری نہ کرنے کے سبب ہے میں نے کہلا بھیجا کہ گھوڑا اچھا نا چاہتے ہو تو ہماری نذر پوری کرو۔ فرہاد بیگ نے نذر پوری کی تو گھوڑا فوراً اچھا ہو گیا شاہ صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں: حضرت ایشاں می فرمودند کہ فرہاد بیگ را مشکل افتاد نذر کرد کہ بار خدایا اگر ایں مشکل برآید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ہدیہ دہم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت، بعد چند اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاک رسید، بر سبب ایں مشرف شدم بدست یکے از خادماں گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذر ست، اگر اسپ خود را می خواہی نذر را کہ فلاں محل التزام نمودہ بغرست وے نادم شد وآں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔ (انفاس العارفین) مذکورہ بالا بزرگوں کے اقوال واحوال سے خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ نذر عرفی جو بزرگوں کے لئے مانی جاتی ہے بلاشبہ جائز ہے اسے ناجائز اور شرک کہنا بزرگوں کو مشرک اور گنہگار ٹھہرانا ہے۔

وهو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

مسئله: از حاجی نظام الدین احمد یار علوی۔ رضوی باغ اے پہلا مالا روم نمبر ۳ مسجد کے بازو میں۔ ممبر ضلع تھانہ

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو شحمہ نے شراب پی اور پھر اسی نشہ کی حالت میں زنا کیا۔ ان باتوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑے لگوائے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت ابو شحمہ کی طرف زنا کرنے اور شراب پینے کی نسبت صحیح ہے یا غلط؟ معتمد کتاب کے حوالے سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب: حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جن کا نام عبد الرحمٰن اوسط اور کنیت ابو شحمہ ہے رضی اللہ عنہ۔ ان کی جانب شراب پینے اور زنا کرنے کی نسبت غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے نبیذ پی تھی جس کے سبب نشہ ہو گیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر حد قائم فرمائی۔ پھر وہ بیمار ہو کر انتقال فرما گئے۔ مجمع البحار میں ہے: وح أبی شحمة ولد عمر زناه واقامة عمر علیه الحد وموته بطوله لایصح بل وضعه القصاص والذی وردفیه ماروی ان عبدالرحمن الاوسط من اولاد عمرو یکنی ابا شحمة وکان غازیا بمصر فشرب نبیذًا فجاء الٰی ابن العاص فقال اقم علی الحد فامتنع فقال اخبر ابی اذا قدمت فضربه الحد فی داره فلامه عمر قائلا الا فعلت به ماتفعل بالمسلمین فلما قدم علی عمر ضربه واتفق أن مرض فمات اھ۔ واللّٰه تعالٰی ورسوله الاعلٰی اعلم جل مجده وصلی اللّٰه علیه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئله: از رضی الدین احمد موضع سرسیا کرامت چودھری۔ ضلع سدھارتھ نگر

وہابی دیوبندی عام طور پر کہتے ہیں کہ یزید نے اگرچہ حضرت امام حسین کو شہید کروایا مگر وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ بخاری شریف میں حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے' اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے لہٰذا وہ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی ہے' تو وہابیوں دیوبندیوں کی اس بکواس کا جواب کیا ہے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب: یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی کی جس نے ہزاروں صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا بے گناہ قتل کیا' جس نے مدینہ طیبہ کی پاک دامن خواتین کو تین شبانہ روز اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے فرزند رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا ایسے بد بخت اور مردود یزید کو جو لوگ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی کہتے ہیں اور ثبوت میں بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں وہ اہل بیت رسالت کے دشمن خارجی اور یزیدی ہیں۔ ان باطل پرست یزیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب یزید کی بخشش اور اس کا جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے فتنہ و فساد کی ذمہ داری انہیں پر ہے۔ نعوذ باللّٰه من ذلك

وہابی دیوبندی یزید پلید کے جنتی ہونے کے متعلق جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوّل جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۴۱۰) تو اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حق ہے۔ لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے وہابی دیوبندیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اس لئے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۲ھ اور ۵۵ھ جیسا کہ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۱۳۱، بدایہ نہایہ جلد ہشتم ص ۳۲، عینی شرح بخاری جلد چہار دہم اور اصابہ جلد اول ص ۴۰۵ میں ہے: ثابت ہوا کہ یزید ۴۹ھ سے ۵۵ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا چاہے سپہ سالار رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف۔ اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو۔ مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے' اور ان کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ جیسا کہ ابوداؤد شریف کتاب الجہاد ص ۳۴۰ کی حدیث: عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدینۃ نرید القسطنطنیۃ وعلی الجامعۃ عبدالرحمن بن خالد بن الولید الخ سے ظاہر ہے' اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کا انتقال ۴۶ھ یا ۴۷ھ میں ہوا جیسا کہ بدایہ نہایہ جلد ہشتم ص ۳۱، کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۲۲۹ اور اسد الغابہ جلد سوم ۴۴۰ میں ہے:

معلوم ہوا کہ آپ کا حملہ قسطنطنیہ پر ۴۶ھ یا ۴۷ھ سے پہلے ہوا۔ اور تاریخ کی معتبر کتابیں شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی میں شریک نہیں ہوا۔ تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا تھا یزید اس میں شریک نہیں تھا تو پھر حدیث: اوّل جیش من امتی الخ میں یزید داخل نہیں' اور جب وہ داخل نہیں تو اس حدیث شریف کی بشارت کا بھی وہ مستحق نہیں' اور چونکہ ابوداؤد شریف صحاح ستہ میں سے ہے اس لئے عام کتب تاریخ کے مقابلہ میں اسی کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ رہی یہ بات کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال اس جنگ میں ہوا کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی خلجان نہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ہوا آپ اس میں شریک رہے اور پھر بعد میں جب اس لشکر میں شریک ہوئے کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو قسطنطنیہ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ پر متعدد بار اسلامی لشکر حملہ آور ہوا ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا جو لشکر تھا اس میں یزید موجود تھا پھر بھی یہ ہرگز نہیں ثابت ہوگا کہ اس کے سارے کرتوت معاف ہوں گے اور وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے: مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الاغفر لھما قبل ان یتفرقا۔ یعنی جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (ترمذی شریف جلد دوم ص ۹۷) اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ۔ یعنی جو ماہ رمضان میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لئے مغفرت

ہے۔(مشکوۃ شریف ص۱۷۴) اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ بھی ہے: يغفر لامته فى اخر ليلة فى رمضان۔ یعنی روزہ وغیرہ کے سبب ماہ رمضان کی آخری رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے۔(مشکوۃ شریف ص۱۷۳) لہٰذا اگر وہابیوں دیوبندیوں کی بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا مطلب ہوگا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کرانے والے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طیبین کی بے حرمتی کریں معاف، کعبہ شریف کو(معاذ اللہ) کھود کر پھینک دیں معاف، مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف، ہزاروں بے گناہوں کو قتل کر ڈالیں معاف، یہاں تک کہ اگر سیدالانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پاروں کو تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ بھی معاف اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ خدا عزوجل یزید نواز وہابیوں دیوبندیوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گمراہی و بدمذہبی سے بچنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمين بحرمة النبي الكريم الامين عليه وعلىٰ اله افضل الصلوات واكمل التسليم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی
۱۷/ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ: از محمد علی اشرفی، مدن پورہ بمبئی نمبر ۸

سنا گیا ہے بلکہ ایک کتاب میں لکھا ہوا بھی دیکھا گیا ہے کہ دارالعلوم فیض الرسول کے بانی شاہ یار علی صاحب نے اپنی مسجد کی تعمیر میں کسی فاسق و فاجر کو کام نہیں کرنے دیا۔ اس کے سارے کاریگر اور مزدور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے پابند تھے۔ پھر حاجی محمد یوسف سیٹھ نانپاروی نے اسی اہتمام کے ساتھ آپ کا روضہ بھی بنوایا۔ تو کیا شرع کی رو سے مسجد اور بزرگوں کا روضہ بنانے والوں کا غیر فاسق اور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کا پابند ہونا ضروری ہے؟ بينوا توجروا۔

الجواب: آستانہ فیض الرسول کے ذمہ داران بلکہ خود حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ سنا گیا ہے کہ مسجد فیض الرسول کی تعمیر میں کسی فاسق و فاجر کو کام نہیں کرنے دیا گیا۔ اس کے کاریگر اور مزدور وغیرہ سب زمانۂ تعمیر میں نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے پابند تھے۔ لیکن سیٹھ محمد یوسف نانپاروی (جن کو سوال میں حاجی لکھا گیا حالانکہ ابھی وہ اس نعمت سے مشرف نہ ہوئے) ان کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں کہ انہوں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا روضہ بھی اسی اہتمام سے بنوایا۔ اس لئے کہ اس کی تعمیر میں فاسق و فاجر بلکہ کافروں نے بھی کام کیا ہے۔ رہا آپ کے سوال کا جواب تو عندالشرع مسجد اور بزرگوں کا روضہ بنانے والوں کا غیر فاسق اور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کا پابند ہونا بہتر ہے ضروری نہیں۔ هٰذا ما عندى وهو تعالىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

مسئلہ: ازعبداللہ کرنیل گنج کانپور

آج کل لوگ زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کررہے ہیں۔ تو بہت سے لوگ اپنے نسب میں بھی ترقی کرنے لگے ہیں۔ بعض لوگ جو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی اولاد سے نہیں ہیں مگر اپنے آپ کو صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی لکھنے لگے ہیں' اور بہت سے لوگ جو سیّد نہیں ہیں وہ اپنے آپ کو سیّد لکھنا چالو کردیئے ہیں' اور کچھ لوگ اپنے پیر اور استاذ کو جو سیّد نہیں ہیں عزت بڑھانے کے لئے ان کو سیّد بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں تو ان سب کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: نسب بدلنا، جو لوگ کہ خلفائے اربعہ کی اولاد سے نہ ہوں ان کا اپنے آپ کو صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی لکھنا۔ اور جو لوگ کہ سیّد نہ ہوں ان کا اپنے آپ کو سیّد کہنا و لکھنا سخت ناجائز اور خدا تعالیٰ و ملائکہ وغیرہ کی لعنت کا سبب ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے: من ادعٰی الٰی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللّٰہ منہ یوم القیٰمۃ صرفًا ولا عدلًا ھٰذا مختصر۔ یعنی جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کی نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی وغیرہم نے یہ حدیث حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۵ ص ۶۶۷) اور جو لوگ کہ اپنے پیر و استاذ کو سیّد بنانے کی کوشش کررہے ہیں وہ بھی اس وعید کے مستحق ہیں اس لئے کہ جب اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے والے پر یہ وعید ہے تو جو شخص کسی کو اس کے باپ کے سوا اور دوسرے کی طرف منسوب کرے وہ بدرجۂ اولیٰ اس وعید کا مستحق ہے۔ ھٰذا ماعندی وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ: ازایم۔ اے خان بلرام پور۔ ضلع گونڈہ

مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی کی سالانہ روداد ۱۴۰۵ھ میں چند قرآنی فتاوٰی شائع ہوئے جو مع سوال و جواب بعینہٖ درج ذیل ہیں۔

سوال: قرآن مجید کے محاورہ اور بولی میں کفری عقیدہ رکھنے والے لوگ ظالم ہیں یا نہیں؟

جواب: وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (تیسرا پارہ، دوسرا رکوع) یعنی کفری عقیدہ رکھنے والے لوگ خود ہی ظالم ہیں۔

سوال: کفری عقائد رکھنے والے جو شرعاً ظالم ہیں کیا مسلمان ان سے میل جول، دوستی اور محبت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ یعنی (کفری عقیدہ رکھنے والے) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ بھون ڈالے گی۔ (پارہ بارہواں دسواں رکوع)

سوال: کھلے کفار و مشرکین اور کلمہ گو منافقین اور مرتدین جو شرعاً ظالم ہیں مسلمانوں کا ان کے ساتھ میل جول، اٹھنا بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلاوے تو یاد آئے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔ (پارہ ساتواں رکوع چودھواں)

سوال: اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکین و مرتدین کفار کو دوست بنانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝ یعنی اے ایمان والو! جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا لیا جنھیں تم سے پہلے کتاب (آسمانی) دی گئی انہیں اور دیگر کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔

(پارہ ۶ رکوع ۱۳)

سوال: جو مسلمان عقائد اسلامیہ کو حق مانے، کسی عقیدۂ دینیہ کا انکار نہ کرے، نماز، روزہ، زکوٰۃ پر قائم رہے، مدرسہ اور مسجد کی تعمیر پر روپیہ خرچ کرے۔ یتیموں، بیواؤں، اندھوں کی خبر گیری کرے اور بہت سے دوسرے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے لیکن بایں ہمہ کسی یہودی، نصرانی سے محبت بھی کرے تو ایسا نیک صالح انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو یہ جائز ہے کہ وہ اہل کتاب یہودیوں اور نصرانیوں سے دوستی و محبت قائم کریں؟

جواب: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۝ (پارہ ۶ رکوع ۱۳) یعنی اے ایمان والو! تم یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور (اے مسلمانو!) تم میں جو شخص یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کرے گا تو (پھر) وہ (مسلمان نہیں) انہیں میں سے یہودی اور نصرانی ہے، بے شک اللہ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہ نہیں دیتا جو کافر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہونے کا دعویٰ کرے وہ قرآن مجید کی اصطلاح میں یہودی اور جو کافر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہونے کا مدعی ہو وہ نصرانی ہے۔ یہود و نصاریٰ مجوس و ہنود وغیرہ مشرکین یہ سب کھلے کفار اور دین اسلام کے علی الاعلان منکر ہیں اور رہے مرتدین و منافقین مثلاً قادیانی، رافضی، وہابی دیوبندی وغیرہ تو یہ لوگ یہود و نصاریٰ کھلے کفار سے بہت زیادہ بدتر ہیں اس لئے کہ کھلے کافروں سے صرف موالات یعنی محبت و دوستی کا برتاؤ حرام ہے دنیوی معاملات ممنوع نہیں یعنی ان سے خرید و فروخت، ان کے یہاں نوکری کرنا، ان کو اپنے یہاں نوکر رکھنا جائز ہے لیکن مرتدین و منافقین سے دنیوی معاملات بھی ممنوع ہے۔

تو جب قرآن حکیم نے صاف صاف فتویٰ دے دیا کہ یہود و نصاریٰ سے قلبی محبت رکھنا کفر ہے تو قرآن ہی کا بدلالۃ النص یہ بھی فتویٰ ہے کہ مرتدین و منافقین جو یہود و نصاریٰ سے بدرجہا بدتر ہیں ان سے دلی محبت کرنا شدید کفر و ارتداد ہے اب

قرآن کے اس اجمالی فتویٰ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) جو سنی مسلمان قادیانیوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا **منھم** ہوکر قادیانی ہوگیا۔

(۲) جو سنی مسلمان رافضیوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا **منھم** ہوکر رافضی ہوگیا۔

(۳) جو سنی مسلمان نیچریوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا **منھم** ہوکر نیچری ہوگیا۔

(۴) جو سنی مسلمان دہریوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا **منھم** ہوکر زندیق ہوگیا۔

(۵) جو سنی مسلمان محفل میلاد شریف قائم کرے نیاز و فاتحہ کرے، سرکار خواجہ غریب نواز، سرکار محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، سرکار مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، سرکار سالار مسعود غازی، سرکار مخدوم مہائمی، سرکار حاجی ملنگ، سرکار شرف الدین یحییٰ مخدوم بہار، سرکار مخدوم مینا، سرکار بدیع الدین شاہ مدار، سرکار حاجی شاہ وارث علی وغیرہ اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کی بارگاہوں میں حاضری کی خاطر اجمیر شریف، دلی، کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد، بہرائچ شریف، ماہم شریف شہر بمبئی، بھیونڈی باڑی کلیان (بمبئی) بہار شریف ضلع نالندہ (پٹنہ) لکھنؤ، مکن پور شریف ضلع کانپور، دیوہ ضلع بارہ بنکی جائے مگر بایں ہمہ دیوبندیوں وہابیوں سے محبت کرے میل جول رکھے تو وہ سنی نہیں رہ گیا **منھم** ہوکر وہابی ہو دیوبندی ہوگیا جیسا کہ وہ حلوہ جو پاک اور ستھرا ہو، خوب لذت دار ہو، اونچے دام کا ہو، مفرح قلب و دماغ ہو، خوشبودار ہو لیکن بایں ہمہ گوبر سے دوستی کرکے گوبر سے مل جائے تو وہ حلوہ نہیں رہ گیا گوبر ہوگیا۔

ہوسکتا ہے کہ اس مقام پر کوئی چرب زبان یہ کہہ کر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے کہ قرآن شریف میں تو صرف یہ بیان ہے کہ جو مسلمان یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کرے وہ **منھم** ہوکر یہودی یا نصرانی ہوجائے گا لیکن قرآن عظیم میں یہ کہاں ہے کہ سنی مسلمان اگر وہابی دیوبندی سے محبت کرے تو صرف محبت کی وجہ سے **منھم** ہوکر وہابی دیوبندی ہوجائے گا۔

حضرات ناظرین! مذکورہ بالا اعتراض کا جواب آسانی سے سمجھنے کے لئے ہم بطور تمہید قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (پ۱۵ع۳) یعنی اے مخاطب! اگر تیرے سامنے ماں باپ میں کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں، نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو مارنے پیٹنے، گالی دینے سے تو منع نہیں کیا صرف ''ہوں'' کہنے اور جھڑکنے سے روکا ہے لہٰذا ماں باپ کو گالی دینا اور انہیں مارنا پیٹنا ممنوع نہیں تو اسے یہی جواب دیا جائے گا کہ آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ ماں باپ سے ''ہوں'' بول کر یا انہیں ڈانٹ سنا کر ایذاء اور دکھ نہ پہنچاؤ تو چونکہ ماں باپ کو مارنے اور گالی دینے سے انہیں زیادہ رنج اور دکھ پہنچے گا اس لئے انہیں مارنا اور گالی دینا شدید ممنوع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب ماں باپ کو جھڑکنا جو کار بد ہے قرآن کے نزدیک حرام ہے تو ماں باپ کو گالی دینا، مارنا پیٹنا جو کار بد ہے وہ قرآن کے نزدیک بدرجۂ اولیٰ حرام ہے اگرچہ آیت

کریمہ میں اس کا بدتر کا تذکرہ نہیں۔ اب مذکورہ بالا اعتراض کا جواب ملاحظہ ہو۔ یہود و نصاریٰ کافران بد ہیں اور ان سے بدتر مشرکین ہیں اور ان سے بدتر کلمہ گو منافقین و مرتدین ہیں اور ان میں سب سے بدتر بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثناء کے گستاخ اور باغی، وہابی، دیوبندی ہیں تو جب قرآن حکیم نے بعبارۃ النص فتویٰ دیا کہ یہود و نصاریٰ سے قلبی محبت وودا گر کفر وارتداد ہے تو اسی قرآن مجید کا بدلالۃ النص یہ فتویٰ بھی ہے کہ وہابی دیوبندی سے دلی محبت اور قلبی موافقت شدید کفر وارتداد ہے۔ وللہ الحجۃ السامیۃ ط

سوال: اللہ تعالیٰ جو رب العٰلمین اور ارحم الراحمین ہے وہ کافروں کا دوست ہے یا دشمن؟ یا نہ دوست نہ دشمن؟

جواب: فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ ط (پارہ اوّل رکوع ۱۲) یعنی بیشک اللہ کافروں کا (ہرگز دوست نہیں بلکہ) دشمن ہے اور جب اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے تو دشمنان خدا سے قلبی محبت رکھنا ضرور کفر ہے۔ انتھیٰ بالفاظہ

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیت کریمہ: وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ کی روشنی میں کیا مذکورہ بالا فتویٰ صحیح ہے کہ جو سنی قادیانی اور رافضی یا وہابی دیوبندی سے محبت کرے گا وہ سنی نہیں رہ جائے گا بلکہ وہ منھم ہو کر قادیانی و رافضی یا وہابی و دیوبندی ہو جائے گا؟ زید کہتا ہے کہ فتویٰ مذکور غلط ہے اس لئے کہ کافروں اور مرتدوں سے دوستی کرنا کفر وارتداد نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے اور بکر کہتا ہے کہ فتویٰ مذکور صحیح ہے۔ لہٰذا آپ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ واضح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: جس سال روداد میں یہ فتویٰ چھپا تھا اسی سال بلرام پور کا ایک شخص اسے پوسٹر کی شکل میں شائع کرنا چاہتا تھا مگر جب مدرسہ غوثیہ بڑھیا کے ذمہ داران پر ظاہر کیا گیا کہ فتویٰ مذکور غلط ہے تو انہوں نے اس کی اشاعت روک دی لیکن کئی سال گزرنے کے باوجود آج تک اس کے غلط ہونے کا اعلان نہیں کیا گیا اور نہ اس سے رجوع کیا گیا یہاں تک کہ آپ کو اس کے متعلق استفتاء کرنا پڑا۔ تو واضح ہو کہ زید کا قول صحیح ہے۔ بیشک کافروں اور مرتدوں سے دوستی کرنا کفر وارتداد نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں: کہ موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے اور فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۳۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ فَھُوَ مِنْھُمْ اس کے لئے ہے جو کفار کہ دینی شعائر میں بالقصد معاذ اللہ اس کے پسند کے طور پر کی جائے۔ لہٰذا آیت کریمہ: وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ کا یہ مطلب سمجھنا غلط ہے کہ جو سنی کافر و مرتد سے دوستی کرے گا وہ کافر و مرتد ہو جائے گا۔ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکور کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: قال ابن عباس رضی اللہ عنہما یرید کانہ مثلھم وھٰذا تغلیظ من اللہ وتشدید فی وجوب مجانبۃ المخالف فی الدین ونظیرہ قولہ تعالیٰ: وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْہُ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ سے محبت کرنے والا گویا کہ ان کے مثل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے دین اسلام کے مخالف سے اجتناب کے وجوب میں تغلیظ وتشدید ہے' اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور جو اس نہر کا پانی نہ پیئے وہ میرا ہے۔ (پ ۲ ع ۱۷، تفسیر کبیر جلد سوم ص ۴۲۵)

اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: هٰذا علی سبیل المبالغة فی الزجر۔ یعنی یہ زجر میں مبالغہ کے قبیل سے ہے۔ (تفسیر جمل جلد اول ص ۵۰۰) اور حضرت علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: من جملتهم وحكمه حكمهم وهٰذا تغليظ من الله وتشديد في وجوب مجانبة المخالف في الدين۔ یعنی یہود و نصاریٰ سے محبت کرنے والا انہیں کے گروہ سے ہوگا۔ اور اس کا حکم وہی ہوگا جو ان کا حکم ہے' اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دین اسلام کے مخالف سے دور رہنے کے وجوب میں تغلیظ وتشدید ہے۔ (تفسیر مدارک جلد اول ص ۲۸۷) اور حضرت علامہ ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: فيه زجر شديد للمؤمنين عن اظهار صورة الموالاة وان لم يكن موالاة في الحقيقة۔ یعنی اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو زجر شدید ہے کافر سے موالات کی صورت پیدا کرنے سے۔ اگر چہ حقیقت میں موالات نہ ہو۔ (تفسیر ابوالسعود مع تفسیر کبیر جلد چہارم ص ۱۰۶) اور حضرت علامہ علاء الدین خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: هٰذا تعليم من الله تعالىٰ وتشديد عظيم في مجانبة اليهود والنصارىٰ وكل من خالفه دين الاسلام۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم اور شدت عظیم ہے یہود و نصاریٰ اور ہر اس شخص سے دور رہنے کے متعلق جو دین اسلام کی مخالفت کرے۔ (تفسیر خازن جلد دوم ص ۶۲)

معتبر تفسیروں سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت مذکورہ کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ جو مسلمان کافروں سے محبت کرے گا وہ درحقیقت انہیں میں سے ہو کر کافر ہو جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گویا ان کے مثل ہے اور یہ زجر وتہدید میں مبالغہ ہے اور سخت تاکید ہے کہ دین اسلام کے ہر مخالف سے مسلمانوں کو دور رہنا واجب ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی آیت کی تفسیر میں مدارک وخازن کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: کہ اس میں بہت شدت و تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود و نصاریٰ اور ہر مخالف دین اسلام سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے' اور پارۂ سوم سورۂ آل عمران آیت نمبر ۲۸: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کفار سے دوستی ومحبت ممنوع وحرام ہے انہیں رازدار بنانا ان سے موالات کرنا جائز نہیں' اور پ ۵ سورۂ نساء آیت نمبر ۸۹: فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: کہ اس آیت میں کفار کے ساتھ موالات ممنوع کی گئی' اور اسی سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۱۳۹: اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کفار کے ساتھ دوستی ممنوع۔ اور اسی سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۱۴۴ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: کہ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت ہے۔ تم اس سے بچو۔ اور پ ۶ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۵۱: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی وموالات یعنی ان کی مدد کرنا، ان سے

مد چاہنا اوران کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ اور پ ۱۰ سورۂ توبہ آیت نمبر ۲۳: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: کہ کفار سے موالات جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔ تفسیر خزائن العرفان کے ان حوالوں سے بھی واضح ہو گیا کہ کافر و مرتد سے دوستی کرنا ممنوع، ناجائز اور حرام ہے کفر وارتداد نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۱۷ر ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ: از محمد شاکر علی صدیقی مدن پورہ بمبئی نمبر ۸

وہ مدارس عربیہ جو الٰہ آباد بورڈ سے ملحق ہیں وہ مدرسین وطلبہ کی تعداد اوران کی حاضریاں بلکہ داخلہ وخارجہ کے کاغذات بھی عموماً فرضی بنا کر گورنمنٹ سے روپیہ حاصل کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ ان مدارس میں تدریس کی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ مولانا بدرالدین احمد رضوی نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی ہے، تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مدرسین وطلبہ کی تعداد، ان کی حاضریاں اور داخلہ وغیرہ کے متعلق جھوٹے کاغذات بنا کر یہاں کی گورنمنٹ سے بھی رقم حاصل کرنا جائز نہیں کہ یہ غدر ہے اور غدر و بدعہدی مطلقاً سب سے حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۱۰۵ پر تحریر فرماتے ہیں: کہ غدر اور بدعہدی مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے۔ ہدایہ وفتح القدیر وغیرہما میں ہے: ان مالهم غير معصوم فبای طريق اخذه المسلم اخذ مالامباحاً ما لم يكن غدر اھ۔ ملخصاً۔ مگر اس فعل حرام کے ذمہ داران مدارس کے کلرک وارا کین ہیں نہ کہ علماء ومدرسین۔ لہٰذا ایسے مدارس میں تدریس کی ملازمت کرنا جائز ہے بشرطیکہ کلرک وارا کین کے غلط کاموں سے راضی نہ ہو اور روکنے پر قادر ہو تو روکے ورنہ دل سے برا جانے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا عملت الخطيئة في الارض من شهدها فكرهها كان كمن غاب عنها۔ یعنی جب کسی جگہ کوئی گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو مگر اسے برا سمجھتا ہو تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو یہاں موجود نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶)

رہی مولانا بدرالدین احمد قدس سرہ کی بات کہ انہوں نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی تو یہ ان کے چند جھوٹے مریدین کا الحاق مدارس کے علماء کی تحقیر اور اپنے پیر کی تعظیم کے لئے جھوٹا پروپیگنڈہ ہے جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ ان کے براؤں شریف چھوڑنے کی وجہ کچھ اور ہے جو دارالعلوم فیض الرسول کے داخلی واندرونی حالات جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ اگر وہ الحاق کے سبب فیض الرسول سے مستعفی ہوتے تو وہ اس کی ممبر شپ سے بدرجۂ اولیٰ استعفاء دے کر الگ ہو جاتے۔ اس لئے کہ الحاق سے متعلق ساری مکاریوں وفریب کاریوں کے ذمہ دار الحاقی مدارس کے

اراکین وممبران ہی ہوتے ہیں۔لہٰذا تاوقتیکہ وہ مستعفی ہوکر الگ نہ ہوجائیں ان مدارس کی غلط کاریوں سے وہ بری نہیں ہوسکتے۔
البتہ مدرسین وملازمین اس صورت میں گنہگار ہوں گے جب کہ ان مکاریوں سے راضی ہوں یا ان میں شریک ہوں، یہی وجہ ہے کہ بت خانہ کا ممبر بننا حرام وناجائز ہےاور بعض صورتوں میں کفر بھی ہے لیکن اس کے جائز کاموں کی ملازمت ومزدوری جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: فی الخانیۃ لو اجر نفسہ یعمل فی الکنیسۃ ویعمرھا لاباس بہ لانہ لا معصیۃ فی عین العمل۔اورھدایہ میں ہے:من اجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار اوکنیسۃ اوبیعۃ اویباع فی الخمر بالسواد فلا باس بہ۔ وھٰذا عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص ۸۵)

لہٰذا مولانا بدرالدین احمد رضوی اگر الحاق کے سبب فیض الرسول براؤں شریف کی مدرسی سے مستعفی ہوئے ہوتے تو اس کی ممبری سے وہ ضرور استعفاء دے کر الگ ہوجاتے حالانکہ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک الحاق مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف کے ممبر رہے۔ ھٰذا ھو الحق المبین ولعنۃ اللّٰہ علی الکذبین۔ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم علی النبی الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

کتاب الفرائض

وراثت کا بیان

مسئلہ: از حکیم غلام محمد ٹیڑھی بازار۔ شہر غازی پور (یو۔ پی)

زید کا انتقال ہوا جس کی دو بیویاں ہیں مگر ان میں سے کوئی اولاد نہیں۔ متوفی زید کے ذمہ دونوں بیویوں کا مہر دین واجب الادا ہے۔ زید کا کوئی وارث نہیں البتہ اس کے علاتی سوتیلے بھائیوں کی اولاد ہے۔ زید نے کوئی وصیت نامہ بھی لکھا ہے جس کا مضمون مخفی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ زید کی وصیت پوری کی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کے ترکہ سے اس کی دونوں بیویوں اور سوتیلے بھائیوں کی اولاد کو کتنا کتنا ملے گا؟ حوالہ کے ساتھ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: میت کے ترکہ سے چار حقوق ترتیب وار متعلق ہوتے ہیں۔ اولاً اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی پھر باقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کیے جائیں گے پھر باقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: التركة متعلق بها حقوق اربعة جهاز الميت ودفنه والدين والوصية والميراث فيبدأ اولًا بجهازه وكفنه ثم بالدين ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما يبقى بعد الكفن والدين الا ان يجيز الورثة اكثر من الثلث ثم يقسم الباقي بين الورثة اه۔ ملخصاً۔ لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر متوفی کے ذمہ بیویوں کا مہر باقی ہے تو تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے اس کے ترکہ سے مہر ادا کیے جائیں گے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: امرأة ادعت على زوجها بعد موته ان لها عليه الف درهم من مهرها فالقول قولها الى اتمام مهر مثلها عند ابي حنيفة رحمة الله عليه كذا في محيط السرخسي۔ اھ۔ پھر اگر متوفی نے وصیت کی ہے اور وصیت کے جواز کی شرطیں پائی جاتی ہیں یعنی وصیت پوری کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے تو مہر دین کی ادائیگی کے بعد بقدر جواز اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔ پھر مذکورہ ورثہ کی صورت میں متوفی کے باقی مال کے آٹھ حصے کیے جائیں گے جس میں سے ایک ایک حصہ اس کی دونوں بیویوں کو ملے گا اور باقی چھ حصے اس کے سوتیلے بھائی کی اولاد کو ملیں گے۔ بشرطیکہ سوتیلے بھائی سے علاتی یعنی باپ کا شریکی بھائی مراد ہوں۔ قال الله تعالىٰ: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ (پارہ چہارم آیت میراث) اور درمختار میں ہے: فيفرض للزوجة فصاعدًا الثمن مع ولد او ولد ابن والربع لها عند عدمها اھ وهو تعالىٰ و سبحانه اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶؍شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از ماسٹر اقبال احمد خاں اشرفی معرفت چمن بھائی پانڈے احاطہ۔ گورکھپور

اگر ماں یا باپ اپنے کسی بیٹے یا بیٹی کے بارے میں کہہ دیں کہ میں نے اسے عاق کر دیا۔ میری جائیداد سے اس کو حصہ نہ دیا جائے میں نے اسے اپنی میراث سے محروم کر دیا تو اس صورت میں وہ لڑکا یا لڑکی اپنے ماں باپ کی وراثت سے محروم ہو جائیں گے یا نہیں؟

الجواب: توریث ورثہ بحکم شریعت ہے مورث اپنے کسی وارث کی وراثت کو باطل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وارث بھی اپنے حق ارث سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ماں باپ اپنے کسی بیٹے یا بیٹی کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتے۔ ان کا یہ کہنا کہ میں نے فلاں کو اپنی وراثت سے محروم کر دیا لغو ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: رہا باپ کا اولاد کو اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر یوں ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے محروم الارث کر دیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے اسے کچھ حصہ نہ دیا جائے یا خیال جہال کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا انہیں مضامین کی لاکھ تحریریں لکھے رجسٹریاں کرائے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محروم الارث ہو سکے کہ میراث حق مقرر فرمودہ رب العزت جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہو سکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے کہ مجھے اپنی وراثت منظور نہیں۔ میں حصہ کا مالک نہیں بنتا' میں نے اپنا حق ساقط کیا۔ پھر دوسرا کیوں کر ساقط کر سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ اشباہ میں ہے: لوقال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه غرض بالقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ ہاں! اگر حالت صحت میں اپنا مال اپنی ملک سے زائل کر دے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کاہے کی جاری ہو مگر اس قصد ناپاک سے جو فعل کرے گا عند اللہ گنہگار و ماخوذ رہے گا حدیث شریف میں ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة۔ جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچانے سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرما دے گا۔ رواه ابن ماجه عن انس بن مالك رضی الله عنه۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم ص۳۲۵) وھو سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولوی شیر محمد انصاری موضع لکھاہی ڈاکخانہ مرزاپور (بلرامپور) ضلع گونڈہ

زید نے مرض الموت سے قبل مکان وغیرہ کا ہبہ نامہ اپنے حقیقی چھوٹے بھائی کے نام لکھا اور مکان اسی بھائی کو سونپ کر حج کرنے گیا واپس آنے پر مرض الموت میں دوسرے وارثوں سے وصیت فرمائی کہ میں نے سفر حج سے قبل ہی مکان مذکور مخص

مذکور کو ہبہ کر دیا ہے تم لوگ بھی اسے قبول کرلو اور کسی قسم کا اس میں حقدار نہ ہونا۔ دوسرے بھائی نے بھی زبانی قبول کرلیا اور تحریر بھی قبولیت کی لکھ دی۔ چھوٹے بھائی کو مکان پر قبضہ کئے ہوئے پانچ سال ہو چکے۔ صورت مذکورہ میں یہ ہبہ درست ہے یا نہیں؟ اور چھوٹے بھائی کے علاوہ اور وارثوں کو بعد وفات زید مکان میں حقدار بننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر ہبہ کے سارے شرائط پائے گئے تو ہبہ صحیح ہو گیا۔ زید کی وفات کے بعد چھوٹے بھائی کے علاوہ دیگر ورثہ کا اشیاء موہوبہ میں حق نہیں ہے۔ بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۸۸ میں ہے: ان وهب ماله كله لواحد جاز. وهو تعالىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۸؍ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از محمد حنیف گوٹر گیٹ بھیونڈی ضلع تھانہ

زید کا انتقال ہو گیا اس نے اپنے بعد صرف دو لڑکوں اور تین لڑکیوں کو چھوڑا تو زید کا ترکہ ہر ایک کو کتنا ملے گا؟

الجواب: بعد تقدیم ما تقدیم زید کے ترکہ کے کل سات حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ كما قال الله تعالىٰ: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. وهو تعالىٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سیّد رضا علی رضوی وکیل جاورہ رضوی منزل۔ اجمیر شریف۔

الف مولوی پانچ بھائی اور چھ بہنیں ہیں یعنی کل گیارہ بھائی، بہن ہیں۔ باپ کا انتقال ہو گیا جس نے بڑی جائیداد چھوڑی۔ جائیداد پر الف مولوی قابض ہے باپ کے انتقال کے بعد الف مولوی کی بہن ح کا انتقال ہو گیا جس کے شوہر اور بچے موجود ہیں۔ الف مولوی کا کہنا ہے کہ ہماری بہن ح کا انتقال ہو گیا اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ تو اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟ اور الف مولوی کے پاس باپ کی ساری امانتیں موجود ہیں مگر وہ حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو ان پر کون سا جرم عائد ہوتا ہے؟

الجواب: اگر واقعی الف مولوی کل پانچ بھائی اور چھ بہنیں ہیں اور باپ کے انتقال کے وقت یہ سب باحیات تھے اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو باپ کی جائیداد کے کل سولہ حصہ کیے جائیں گے۔ جس میں سے دو دو حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو۔ قال الله تعالىٰ: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ اور اگر واقعی باپ کے انتقال کے بعد کوئی لڑکی فوت ہو گئی تو اس کا حصہ اس کے وارثین کو ملے گا۔ الف مولوی پر لازم ہے کہ اپنی بہن ح کا حصہ اس کے وارثین کے سپرد کر دے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو حقوق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔ اگر واقعی باپ کی کوئی امانت الف مولوی کے پاس نہیں ہے جیسا کہ وہ باحلف بیان کرتا ہے تو اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کے پاس ہے لیکن دوسرے بھائیوں اور

بہنوں کے حقوق غصب کرنے کے لئے وہ جھوٹی قسم کھاتا ہے تو توبہ لازم ہے اور باپ کی امانت میں بھائیوں اور بہنوں کا حصہ واجب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا الاية. هٰذا ما عندی والعلم عند الله تعالیٰ ورسوله جل مجده وصلى الله عليه وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد عمر ساکن سکندر پور ضلع بستی۔

متوفیہ کی دو سگی لڑکیاں اور تین سگے بھائی ہیں۔ متوفیہ کی بڑی لڑکی گاؤں میں رہتی ہے اور چھوٹی لڑکی کئی میل پر بیاہی ہے۔ زیادہ خدمت بڑی لڑکی نے کی۔ متوفیہ نے وصیت کی کہ بڑی لڑکی کے لڑکے کو جائیداد کا نصف حصہ دیا جائے اور نصف جائیداد میں دونوں لڑکیاں آدھا آدھا بانٹ لیں۔ آیا متوفیہ کی وصیت عند الشرع صحیح ہے؟

الجواب: متوفیہ نے اگر ہوش و حواس کی درستگی میں وصیت کی ہے تو برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین نواسے کے بارے میں اس کی وصیت صحیح ہے کہ نواسہ ذوی الارحام سے ہے۔ بھائیوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا لیکن صرف تہائی مال اس کو دیا جائے گا کہ ورثہ کی اجازت کے بغیر اس سے زیادہ میں وصیت جاری نہیں ہوتی پھر باقی جائیداد کے تین حصے کیے جائیں گے۔ ایک ایک حصہ دونوں لڑکیاں پائیں گی اور ایک حصہ میں تینوں بھائی برابر کے مستحق ہوں گے۔ جوہرہ نیرہ میں ہے: لایجوز بما زاد على الثلث الا ان يجيزه الورثة اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: للبنتين فصاعدا الثلثان كذا في الاختيار شرح المختار اھ. وهو سبحانه وتعالىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد ثناء الحق متعلم مدرسہ جامع العلوم مظفر پور۔

زید کے اکلوتے بیٹے کا اس کی زندگی میں انتقال ہوا تو زید نے اپنی پوری جائیداد مرض الموت سے پہلے یتیم پوتوں کو دے دی اور لکھ بھی دی۔ البتہ تھوڑی زمین لکھنے سے رہ گئی۔ پھر زید کا انتقال ہوا تو اس نے بیوی، یتیم پوتے اور بہن کو چھوڑا تو اس صورت میں زید کی جائیداد کے وارث کون لوگ ہیں؟ یتیم پوتے وارث ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ان کے مال میں ناجائز تصرف کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر زید کی موت کے وقت اس کے کوئی لڑکا اور لڑکی وغیرہ باحیات نہیں تھے صرف بیوی، بہن اور یتیم پوتے تھے تو اس صورت میں اگر زید نے اپنی پوری جائیداد یتیم پوتوں کو نہ دی ہوتی تو بعد تقديم ما تقدم على الارث اس کی کل جائیداد کے آٹھ حصے کئے جاتے جن میں سے سات حصے یتیم پوتوں کو ملتے اور ایک حصہ اس کی بیوی کو۔ اور بہن کو کچھ نہ ملتا۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد سادس مطبوعہ مصر ص ۲۲۸ میں ہے: يسقط الاخوة والاخوات بالابن وابن الابن وان سفل۔ لیکن جب زید نے اپنی زندگی میں مرض الموت سے پہلے پوری

جائیداد اپنے یتیم پوتوں کو دے دی تو اگر چہ اس طرح اس کی بیوی کا حق ختم ہو گیا جس کے سبب زید گنہگار ہوا مگر اس کے یتیم پوتے لکھی اور بغیر لکھی ہوئی ساری جائیداد کے مالک ہو گئے۔ بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۸۸ میں ہے: ان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم كذا في المحيط۔ اور جو لوگ کہ یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف کریں گے وہ سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوں گے۔ قال الله تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۠ یعنی جو لوگ کہ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں۔ عنقریب وہ (جہنم کی) بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ (پ ۴ ع ۱۲) اور حدیث شریف میں ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والے قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے ان کی قبروں سے کہ ان کے منہ سے اور ان کے کان وغیرہ سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ وهو تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از مولانا محمد نصر اللہ یار علوی صدر المدرسین دار العلوم امجدیہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی۔

زید انتقال کر گیا جس کی کوئی اولاد نہیں۔ البتہ ایک بیوی چھوڑی ہے اور اس کے خاندان و متعلقین میں سے کوئی نہیں ہے۔ سسرال میں اس کے خسر اور ننھیال میں اس کے ماموں زندہ ہیں۔ تو زید کی جائیداد میں سے اس کی بیوی، خسر اور ماموں کو کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثه في المذكورين بعد تقديم ما تقدم على الارث زید کی پوری جائیداد کے کل چار حصے کیے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو ملے گا اور باقی تین حصوں کا حق دار اس کا ماموں ہے کہ وہ ذوالارحام میں سے ہے اور جب کہ بیوی کے علاوہ دوسرا کوئی اصحاب فرائض میں سے نہیں ہے۔ عصبات اور ماموں سے اقرب کوئی ذوی الارحام میں سے بھی نہیں ہے تو بیوی کے ایک ربع پانے کے بعد باقی مال میت کے ماموں کا ہے اور داماد کی جائیداد میں خسر کا کوئی حصہ نہیں۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۳۵ میں ہے: انما يرث ذوالارحام اذا لم يكن احد من اصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة واجمعوا علىٰ ان ذوى الارحام لايحجبون بالزوج والزوجة اى يرثون معها فيعطى للزوج والزوجة نصيبهما ثم يقسم الباقي بين ذوى الارحام كما لوا نفردوا اھ۔ هٰذا ما عندى والعلم بالحق عند الله تعالىٰ ورسوله جل مجده وصلى الله عليه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبد النبی گورکھپور۔

ہندہ فوت ہوگئی اس نے شوہر، ایک عینی بھائی اور ایک عینی بہن کو چھوڑا۔ تو ہندہ کے مال میں اس کے بھائی اور بہن کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو تینوں آدمیوں کو اس کے مال میں سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی و بعد تقدیم ماتقدم ہندہ کے کل مال کے چھ حصے کیے جائیں گے، جن میں سے تین حصے اس کے شوہر کے دو حصے اس کے بھائی کے اور ایک حصہ اس کی بہن کا ہے۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم ص ۴۴۸ پر اخوات لاب وام کے بیان میں ہے: مع الاخ لاب وام لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ كذا في الكافي. وهو تعالىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سید سیف الحق مکان نمبر بی ۲/۲۴۵۲ پوسٹ آفس دھروا۔ رانچی نمبر ۴ (بہار)

ایک عورت کا خاوند انتقال کر گیا۔ اس خاوند سے عورت کو کوئی اولاد نہیں۔ اس عورت نے پھر دوسری شادی کر لی تو خاوند کی جائیداد میں اس کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ اگر خاوند کے ورثہ جائیداد کو آپس میں تقسیم کر لیں اور اس کی عورت کو نہ دیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اور عورت اپنے دین مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: دوسری شادی کرنے کے بعد بھی عورت اپنے متوفی شوہر کی جائیداد میں حصہ پانے کی مستحق ہے۔ اگر اس کے خاوند نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو اس صورت میں اس کی کل جائیداد میں سے ۱/۴ حصہ بیوی کا ہے اور اگر لڑکی یا لڑکا یا کوئی اولاد چھوڑ کر مرا ہے تو اس عورت کا ۱/۸ حصہ ہے۔ قال الله تعالىٰ: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ (پ۴ ع۱۳) اگر خاوند کے ورثہ اس کا پورا حصہ نہیں دیں گے تو سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوں گے اور اگر عورت کو اس کا مہر نہیں ملا ہے اور نہ اس نے معاف کیا ہے تو وہ خاوند کی جائیداد سے اپنا مہر وصول کر سکتی ہے اور اس کے ورثہ نہ دیں تو ان پر دعویٰ کر سکتی ہے۔ وهو تعالىٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از شکیل احمد۔ بڑی مسجد جکندل ۲۴ پرگنہ (مغربی بنگال)

زید کی اہلیہ انتقال کر گئی اور دین مہر باقی رہ گیا۔ ایسی صورت میں زید کیا کرے گا؟

الجواب: زید کی اہلیہ انتقال کر گئی اور اس کا دین مہر باقی رہ گیا تو ترکہ کے مثل اس کا مہر اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ لہٰذا اولاد کی صورت میں شوہر اپنا چوتھائی حصہ وضع کرنے کے بعد باقی حصے بیوی کے ورثہ کو دے اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں نصف حصہ وضع کرنے کے بعد باقی مہر اس کے ورثہ کو دے۔ قال الله تعالىٰ: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ (پ۴ آیت میراث) وهو سبحانه وتعالىٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ر صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از نسیم الدین محلہ نبی نگر۔ ڈاکٹر اے۔ ایم گھوش روڈ ڈاکخانہ رانی گنج ضلع بردوان (مغربی بنگال)

مرحوم تاجدار احمد بعمر ۲۷ سال نے وقت انتقال ذاتی جائیداد کے بطور نقد رقم ستر ہزار روپے اور پچیس ہزار روپے کی ایک زمین چھوڑی ہے جس کا رجسٹری نامہ مرحوم نے اپنی بیوی کے نام کرایا ہے اس زمین کی خریداری کے سلسلے میں مبلغ بیس ہزار روپے مرحوم تاجدار احمد نے دیئے ہیں۔ جب کہ باقی پانچ ہزار روپے ان کے بھائی نسیم الدین نے ادا کئے ہیں۔ لہٰذا صورت بالا کے مطابق مرحوم کی بیوہ کو ان کا حق مہر مبلغ نو ہزار روپے ادا کرنے بعد حسب ذیل ورثہ میں سے مرحوم کی جائیداد کا کس کو کتنا حصہ ملے گا۔ تفصیل وارثین مرحوم تاجدار احمد۔ ماں، بیوی (عمر ۲۲ سال) لڑکا (عمر چھ سال) دو لڑکیاں (ایک چار سالہ دوسری ایک سالہ) چار بہنیں اور تین بھائی۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ مرحوم کے بچوں اور بیوہ کی سرپرستی کا حق از روئے شرع کس کو حاصل ہے؟

الجواب: مرحوم تاجدار احمد کو اس کے بھائی نسیم الدین نے اگر پانچ ہزار روپے بطور قرض دیئے تھے اور تاجدار مرحوم نے مرض الموت سے پہلے زمین کی رجسٹری بیوی کے نام کرا کے اسے مالک بنا دیا تھا تو اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں، اور اگر زمین کا مالک بیوی کو نہیں بنایا تھا بلکہ صرف کسی مصلحت سے اس کے نام رجسٹری کرا دی تھی اور مالک خود ہی تھا تو اس صورت میں وہ زمین بھی جملہ ورثہ میں تقسیم ہوگی۔ لیکن اگر نسیم الدین نے پانچ ہزار روپے زمین میں حصہ دار ہونے کی حیثیت سے دیئے تھے تو اس کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد تقسیم ہوگی، اور اگر بطور قرض دیئے تھے تو بعد ادائیگی قرض تاجدار مرحوم کی کل متروکہ جائیداد کو تقسیم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کل جائیداد کے ۲۴ حصے کئے جائیں اور ان میں سے ۴ یعنی چھٹا حصہ مرحوم کی ماں کو دیا جائے اور ۳ یعنی آٹھواں حصہ اس کی بیوی کو۔ پھر باقی ۱۷ حصوں کے چار حصے بنائے جائیں جن میں سے دو حصوں کا مستحق اس کا لڑکا ہے اور ایک ایک حصہ کی حقدار اس کی دونوں لڑکیاں ہیں اور بیٹے کی موجودگی میں بھائیوں اور بہنوں کا کوئی حصہ نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ وقال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ وقال عزوجل: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (پ۴ ع۱۳) اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر ۴۲۸ میں ہے: بسقط الاخوت والا خوات بالا بن بالاتفاق اھ۔ تلخیصًا۔ اور بچوں کی سرپرستی کا حق مرحوم کے بھائیوں کو ہے کہ بچوں کے ولی اقرب وہی لوگ ہیں۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از بدر النساء زوجہ عبد الحمید شیخ موضع و پوسٹ ھانو بندر روڈ ضلع تھانہ پن نمبر ۴۰۱۶۰ مہاراشٹر۔

زید کے پاس تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ ان تینوں لڑکوں اور دو لڑکیوں کو باپ کی ملکیت سے کیا حصہ ملے گا اور کس

طرح تقسیم کیا جائے گا؟ زید کے لڑکے کا کہنا ہے کہ باپ کی ملکیت سے لڑکیوں کا اسلام کے اندر کوئی حصہ نہیں؟ اس لئے جواب طلب امر یہ ہے کہ از روئے فقہی وشرعی مسائل سے تشفی بخش جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: زید اگر اپنی موت کے بعد صرف تین لڑکے اور دو لڑکیوں کو چھوڑے گا اور ان کے علاوہ بیوی وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ ہوگا تو بعد تقدیم ما تقدم اس کی جائیداد کے کل آٹھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصوں کے حقدار لڑکے ہوں گے اور ایک ایک حصہ کی مستحق لڑکیاں ہوں گی جیسا کہ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے: یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ ق لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ لہٰذا باپ کی ملکیت سے لڑکیوں کا اسلام کے اندر کوئی حصہ نہیں یہ کہنا غلط ہے۔ وهو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از سیّد نیاز احمد قادری تار پٹری ضلع ائمت پور۔

بکر کے کل چار بھائی ہیں۔ بکر کے بڑے بھائی عمرو کا انتقال بکر کی والدہ کی موجودگی میں ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو مکان بکر کی والدہ کا تھا اس میں عمرو کے لڑکوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جو مکان بکر کی والدہ کا تھا اس میں عمرو کے لڑکوں کا حصہ نہیں کہ لڑکوں کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہوتے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ۲۳۰ میں ہے: الاقرب یحجب الابعد کالا بن یحجب اولادالابن۔ وهو سبحانه اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از عبد العزیز متولی مسجد پارکین گنج گندہ نالہ سلطان پور۔

زید و ہندہ کا نکاح ہوا عرصہ تک باہمی تعلقات رہے مگر کچھ کشیدگی کی بناء پر ہندہ کے میکے والوں نے زید کو کچھ نفع دے کر طلاق حاصل کر لی پھر زید کا انتقال ہو گیا چونکہ ہندہ زید کے ماموں کی لڑکی تھی اس وجہ سے زید کا مال متاع مع جہیز زید کے سسرال ہی میں رکھا تھا اور اب بھی ہے۔ ایسی صورت میں واضح فرمایا جائے کہ زید کی جائیداد کا مع جہیز کون مالک ہوگا؟

الجواب: از روئے شرع ہندہ اپنے جہیز کی مالک ہے اور زید کی بقیہ جائیداد کے مالک زید کے ورثہ ہیں۔ واللّٰه تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ رذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از غلام غوث علوی حاکم مدرسہ عرفان العلوم سنیہ پلیجہ (گجرات)

ہندہ متوفیہ کے ماں باپ' دو بہنیں اور چار بھائی ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی جائیداد کے مستحق کون ہیں؟ نیز ایک مستحق کو کتنا دیا جائے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث ہندہ متوفیہ کی کل جائیداد کے مستحق صرف اس کے ماں باپ ہیں۔ ایک سدس یعنی ۶/۱ ماں کو ملے گا اور باقی مال باپ کو ملے گا اور بھائیوں بہنوں کو باپ کی موجودگی میں کچھ نہیں ملے گا۔ قرآن مجید پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ اور فتاوٰی عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۲۸ میں ہے: ویسقط الاخوۃ الاخوات بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق کذا فی الکافی۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از صوفی اکبر علی۔ پوسٹ گورکھناتھ۔ ضلع گورکھپور

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک آم کا باغ اور دو مکان چھوڑ کر انتقال کر گیا جس کے پسماندگان میں صرف دو بچے ہیں ایک لڑکا ایک لڑکی۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی جائیداد سے کتنا لڑکے کو ملے گا کتنا لڑکی کو۔ زید کو انتقال کئے قریب سو سال ہوا ہو گا زید کے لڑکے کا نام بکر ہے اور لڑکی کا نام ہے ہندہ آج کل وکیل صاحبان کہتے ہیں کہ نئے قانون سے لڑکی کا باغ میں حق نہیں ہوتا ہے صرف مکان پائے گی باغ میں حق اس لئے نہیں ہوتا ہے کہ باغ لگانے کے لئے زمیندار کو کچھ نذرانہ دے کر زمین اس شرط پر حاصل کی جاتی رہی کہ ہم سال پورا ہونے پر زمین میں لگان دیں گے اور جو درخت اس میں تیار ہوں گے تو اگر ہم کبھی اسے فروخت کریں گے تو ۴/۱ زمیندار کا حصہ ہو گا جسے عرف عام میں چہارم کہتے ہیں اگر باغ کے کل درخت کاٹ لئے گئے اور زمین پرتی ہو گئی تو زمیندار پھر زمین کا مالک ہو جاتا ہے ایسی جائیداد میں لڑکی کا حق نہیں ہوتا تو کیا شریعت میں بھی ایسا ہے؟ ہندہ ابھی تک باحیات ہے تو باغ سے اس کو کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) بکر کے پاس کل جائیداد بحفاظت چلی آرہی ہے اب بکر کا بھی انتقال ہو گیا جس کے پسماندگان میں بکر کی بیوی زینب اور تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں تو بکر کو ترکہ میں جو جائیداد ملے گی اس میں اس کی بیوی زینب کو کتنا ملے گا اور تین لڑکے اور چار لڑکیوں کو کتنا کتنا ملے گا۔ باغ میں لڑکیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں جب کہ باغ کی نوعیت بدل گئی ہے پہلے بکر زمیندار کو لگان دے رہا تھا لیکن جب زمینداری ٹوٹی ہے لگان نہیں ادا کرنا پڑتا ہے زمیندار کا زمیندارانہ حصہ ختم ہو گیا بکر مکمل طور پر زمین کا مالک ہو گیا ہے۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ (۱) زید نے اپنے وارثین میں سے اگر صرف ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو چھوڑا تو اس کی ہر قسم کی جائیداد کے تین حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو حصے لڑکے کے ہیں اور ایک حصہ لڑکی کا۔ قال اللہ

تعالیٰ: یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ " (پارہ چہارم رکوع ۱۳) اور جس بنیاد پر وکلا کو باغ میں لڑکے کا حق تسلیم ہے اسی بنیاد پر لڑکی کا حق بھی اس میں تسلیم کرنا ضروری ہے یعنی جب کہ زید کا لڑکا ہونے کے سبب باغ مذکور میں بکر کا حصہ ہے تو زید کی لڑکی ہونے کے سبب اس میں ہندہ کا بھی حصہ ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم (۲) بکر کے انتقال کے وقت اس کے پسماندگان ورثہ میں اگر صرف ایک بیوی تین لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں تو چونکہ اس کی اولاد کے حصوں میں کسر واقع ہے اس لئے بکر کو ترکہ میں جو جائیداد ملی ہے بعد تقدیم ما تقدم اس کے اسی حصے کیے جائیں گے' جس میں سے دس حصے اس کی بیوی زینب کو ملیں گے چودہ چودہ حصوں کے حق دار اس کے لڑکے ہیں اور سات سات حصے اس کی لڑکیوں کو ملیں گے۔ باغ اور اس کی زمین میں جتنا بکر کو حصہ ملے گا ان میں جس طرح لڑکے حقدار ہیں لڑکیاں بھی اپنے اپنے حصے کے مطابق حق دار ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از محمد عمر لال پور کمدہ پوسٹ اٹوا بازار۔ ضلع بستی۔ (یو۔ پی)

زید کا انتقال ہوگیا اور وہ انتقال سے پہلے الگ تھا' اور اس کے دو بیٹیاں اور دو بھائی ہیں۔ تو زید مرحوم کے ترکہ میں مذکورہ بالا وارثین کا کتنا کتنا حق ہوتا ہے' اور دونوں بھائی تقریباً دو سال سے کھیت پر قبضہ کر کے اس کا غلہ کھاتے ہیں۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زید نے اگر اپنے وارثین میں سے صرف دو لڑکیاں اور دو بھائیوں کو چھوڑا تو بعد تقدیم ما تقدم علی الارث اس کی کل متروکہ جائیداد کے چھ حصے کیے جائیں گے۔ جن میں دو دو حصے اس کی دونوں لڑکیوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ کے حقدار اس کے دونوں بھائی ہیں۔ فتاویٰ عالم گیری جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۴۴۷ میں ہے: للبنتین فصاعدًا الثلثان کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور الگ ہونے کے سبب بھائی وراثت سے محروم نہیں ہوں گے' اور نہ بھائیوں کے قبضہ کے سبب لڑکیوں کا حق ختم ہوگا۔ لہٰذا بھائی لوگ شریعت کے مطابق لڑکیوں کا حق ادا کریں' اور جتنے زمانے تک اپنے متوفی بھائی کی زمین پر تنہا قابض رہے اس زمانے کی پیداوار سے بھی لڑکیوں کو حصہ دیں یا ان سے معاف کرائیں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو حقوق العباد میں گرفتار، سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ذوقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از شیر محمد مشاہدی لکھاہی پوسٹ مرزاپور بلرام پور۔ ضلع گونڈہ۔

زید نے قبل وفات یہ وصیت کی کہ میری جملہ جائیداد دونوں بھائی میری بیوی کی وفات کے بعد برابر تقسیم کر لینا، جو بھائی پرورش میں شریک نہ ہوگا وہ جائیداد سے محروم رہے گا۔ زید کی وفات کے کچھ دنوں بعد بھائیوں کے درمیان زید کے گھر کا سب

سامان تقسیم ہوگیا صرف پانچ بیگھہ اراضی جو کہ متوفی کی ملک تھی بعد وفات بیوہ کے نام درج ہوگئی جس کے بارے میں چھوٹے بھائی نے اپنا نام بیوہ سے معاہدہ بیع رجسٹری کرالیا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ زید کی وصیت صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید کے گھر کا سب سامان صرف دونوں بھائیوں کا لے لینا کیسا ہے؟ اور چھوٹے بھائی نے جو اپنے نام معاہدۂ بیع رجسٹری کرالیا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کے اور حاشیہ گواہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: زید کی وصیت صحیح نہیں اس لئے کہ توریث ورثہ بحکم شریعت ہے مورث کو وراثت کے باطل کرنے یا اسے کسی چیز پر معلق کرنے کا اختیار نہیں۔ یہاں تک کہ وارث کو بھی حق ارث سے دست بردار ہونے کا اختیار نہیں۔ هٰکذا قال الامام احمد رضا البریلوی رضی اللّٰہ عنہ ربہ القوی فی الجزء الحادی عشر من الفتاویٰ الرضویۃ۔ لہٰذا کوئی بھائی ان میں سے بیوہ کی پرورش کرے یا نہ کرے بہرحال زید کی پوری متروکہ جائیداد سے حصہ پائے گا۔ اگر دو بھائی اور ایک بیوی کے علاوہ زید کا دوسرا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی کل جائیداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے دو حصے بیوہ کے ہیں اور تین تین حصے دونوں بھائیوں کے۔ یعنی ایک چوتھائی کی حقدار بیوہ ہے اور باقی میں آدھے آدھے کے مستحق دونوں بھائی ہیں۔ قال اللّٰہ تعالٰی: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ (پ۴ سورۂ نساء ع۲) لہٰذا متوفی زید کے گھر کا سب سامان صرف دونوں بھائیوں کا لے لینا اور اس میں سے چوتھائی اس کی بیوہ کو نہ دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر بیوہ اپنا حصہ قبل از مرض موت دونوں بھائیوں کو ہبہ کر کے قبضہ دے دے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ دونوں بھائی پورے سامان کے مالک ہو جائیں گے اور پانچ بیگھہ اراضی جو متوفی کی ملک تھی بعد وفات پوری اراضی کا بیوہ کے نام درج ہونا اور پھر چھوٹے بھائی کا بیوہ سے پوری اراضی کا معاہدہ بیع رجسٹری کرانا غلط ہے۔ بیوہ پر لازم ہے کہ پوری اراضی کا ایک چوتھائی یعنی سوا بیگھہ کے علاوہ باقی پونے چار بیگھہ کی آدھی آدھی اراضی دونوں بھائیوں کو دے دے اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور حق العبد میں گرفتار ہوگی اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعالٰی: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ۷ ع۱۴) ہاں اراضی میں سوا بیگھہ جو اس کا اپنا حصہ ہے اگر اسے مرض الموت سے پہلے کسی کے ہاتھ بیع کر دے یا ہبہ کر کے قبضہ دے دے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ ورنہ بیوہ کی موت کے بعد اس کے ماں باپ یا بھائی وغیرہ اس اراضی کے عندالشرع وارث ہوں گے۔ ان کی موجودگی میں متوفی زید کے بھائیوں کا بیوہ کی سوا بیگھہ اراضی میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور چھوٹے بھائی پر لازم ہے کہ پوری پانچ بیگھہ اراضی کا جو اپنے نام معاہدۂ بیع رجسٹری کرالیا ہے اسے ختم کرے اور بیوہ کو حتی الامکان اس بات پر مجبور کرے کہ وہ دونوں بھائیوں کا حصہ اراضی مذکور سے دے دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور حاشیہ گواہ توبہ واستغفار کرے ورنہ اس کی اقتداء میں بھی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از نعیم اختر قریشی۔ قریشی لاج رامپور۔

زید کے دولڑکے خالد و محمود تھے خالد کا انتقال زید کی حیات میں ہوگیا اور خالد نے کچھ اولاد چھوڑی اب زید کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس طرح زید نے ایک لڑکے محمود اور خالد کی اولاد کو چھوڑا۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ خالد کی اولاد کو زید کی میراث اس صورت میں ملے گی یا نہیں؟ اگر خالد کی اولاد کو ترکہ نہیں ملے گا تو کیوں؟ جو بھی صورت وہ مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں خالد کی اولاد کو زید کی میراث سے حصہ نہیں ملے گا اس لئے کہ جس طرح باپ کی موجودگی میں دادا کو حصہ نہیں ملتا اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو نہیں ملے گا اگرچہ یتیم پوتوں کو مال کی زیادہ ضرورت ہے کہ وراثت کا دارومدار قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔ اسی لئے لنجے بھائی کو بیٹے کی موجودگی میں حصہ نہیں ملے گا اگرچہ اسے مال کی زیادہ ضرورت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۳۰ میں ہے: الاقرب یحجب الابعد کالا بن یحجب الاولاد بن۔ لیکن محمود کو چاہئے کہ وہ اپنے بھتیجوں کے ساتھ احسان کرے خدا تعالیٰ اس پر احسان فرمائے گا۔ کما تدین تد ان۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از سیّد اعجاز احمد قادری یمنی تار پٹری ضلع اننت پور۔

زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی تین بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑے تو زید کا ترکہ ان ورثہ میں کیسے تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی الذکورین زید کی کل جائیداد کے ۷۲ حصے کئے جائیں گے جن میں سے نو حصے اس کی بیوی کے ہیں۔ چودہ چودہ حصے اس کے بیٹیوں کے ہیں اور سات سات حصے اس کی بیٹیوں کے ہیں۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ۔ اور اسی آیت کریمہ میں ہے: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵/ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از نور مستری و بندھو شاہ وارثی۔ ہریا چندرسی ضلع گونڈہ۔

اکبر، اختر، اصغر تین بھائی تھے۔ موصوفین کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ سال سو روپیہ چاندی کا ترکہ چھوڑ گیا اور کچھ زمین کو۔ تینوں بھائیوں نے آپس کے مشورہ سے بانٹ لیا لیکن نقدی سکہ اصغر نے تنہا ہڑپ کرلیا۔ کیا شریعت میں باقی دو بھائیوں کا حصہ پرورش نہ کرنے میں ختم ہوجائے گا؟ مرحوم اصغر کے ساتھ رہتے تھے۔

الجواب: باپ نے اگر مرض الموت سے پہلے ہوش و حواس کی درستگی میں اصغر کو رقم مذکور کا مالک بنادیا تھا تو اس رقم کا

تنہا مالک اصغر ہے' اور اگر باپ نے رقم مذکور کا اس سے پہلے اصغر کو مالک نہیں بنایا تھا بلکہ اس کے پاس یوں ہی رکھ دیا تھا تو اس صورت میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث متوفی کے جملہ وارثین رقم مذکور کے حق دار ہیں۔ وھو تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از رضاء الدین لکھاہی ڈاک خانہ مرزا پور بلرام پور ضلع گونڈہ

متوفی نے قبل وفات مجھلے اور چھوٹے بھائی کے لیے وصیت نامہ تحریری لکھا اور زبانی بھی فرمایا کہ میری ساری جائیداد علاوہ اشیاء موہوبہ دونوں بھائی برابر تقسیم کر لینا' اور میری بیوہ کی پرورش دونوں آدمی برابر کرنا۔ جو پرورش میں شریک نہ رہے گا وہ میری جائیداد میں حصہ نہیں پائے گا۔ وفات کے بعد دونوں بھائی بیوہ کی پرورش کرتے رہے اور سارا اثاثہ دونوں نے تقسیم کر لیا صرف پانچ بیگھہ اراضی جو بیوہ کے نام تھی وہ تقسیم نہیں ہوئی کچھ دنوں کے بعد مجھلے بھائی نے بیوہ کو کھلانے سے اور خرچ دینے سے انکار کر دیا اور بیوہ نے بھی مجھلے بھائی کے یہاں کھانے سے انکار کر کے پانچ بیگھہ اراضی چھوٹے بھائی کے نام معاہدۂ بیع رجسٹری کر کے صرف انہیں کی پرورش میں رہنے لگی اور آج بھی ہے اب چھوٹے بھائی کا یہ فیصلہ ہے کہ بیوہ صرف میری پرورش میں بسر کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا آپ اس کی پرورش کا نصف (گزارہ) کی صورت میں ادا کرتے رہیں اور پانچ بیگھہ اراضی کا نصف غلہ لیتے رہیں بعد وفات بیوہ دونوں بھائیوں کے نام اراضی کرالی جائے گی۔ اگر اس طرح یا بیوہ کو رضامند کر کے کسی طرح بھی آپ پرورش میں شرکت نہیں کرو گے تو اراضی مذکورہ میں حصہ نہیں پاؤ گے۔ مجھلے بھائی کہتے ہیں میں گزارہ نہیں ادا کروں گا۔ صرف اپنے یہاں کھلاؤں گا۔ وہ بھی بغیر اراضی میں اپنا نام درج ہوئے پرورش میں حصہ نہیں لوں گا۔ چھوٹے بھائی اور بیوہ دونوں وفات بیوہ سے قبل اراضی مذکورہ میں مجھلے بھائی کا نام نہیں لانا چاہتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں۔

(۱) صورت مذکورہ میں اگر چھوٹے بھائی اکیلے پرورش کرتے رہیں اور مجھلے بھائی کسی طرح پرورش میں حصہ نہ لیں تو اراضی مذکور پانچ بیگھہ کل کا کل چھوٹے بھائی کو تنہا لینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) مجھلے بھائی کو بیوہ کی پرورش میں کسی طرح شریک نہ ہونے کی بناء پر پانچ بیگھہ اراضی مذکورہ اور بچی کچھی متوفی کی جائیداد میں حصہ پانے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب: پانچ بیگھہ اراضی جو بیوہ کے نام سے ہے اگر متوفی نے یہ اراضی اپنی بیوی کو مرض الموت سے پہلے مہر میں دی تھی یا مرض الموت سے پہلے ہبہ کے بعد قبضہ دے دیا تھا تو بیوہ اپنے مرض الموت سے پہلے اگر چھوٹے بھائی کے ہاتھ بیچ ڈالے یا ہبہ کے بعد قبضہ کرا دے تو اس صورت میں اسے پوری اراضی مذکورہ تنہا لینا جائز ہے۔ نمبر ا: اگر بیوہ کا مہر روپیہ تھا اور مرض الموت میں متوفی نے مہر میں اراضی مذکور دی یا مرض الموت میں اسے ہبہ کیا تو مجھلے بھائی کا حصہ ختم نہ ہوگا اس لئے کہ جب

مہر روپیہ ہوتو اس کے عوض اراضی دینا بیع ہے اور بیوی اس کی وارث اور مرض الموت میں وارث کے ہاتھ مریض کو کوئی چیز بیچنا دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر باطل ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثه عینا من اعیان ماله ان صح جاز بیعه وان مات من ذلك المرض ولم یجز الورثة بطل البیع ۔ھ اور ہبہ مرض میں وصیت ہے او وارث کے لئے وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں ہوسکتی۔ لقوله علیه السلام لاوصیة لوارث الا ان یجیزها الورثة۔ لہٰذا ان صورتوں میں منجھلا بھائی اس اراضی سے حصہ پائے گا چاہے وہ بیوہ کی پرورش کرے یا نہ کرے۔ اس لئے کہ متوفی کا یہ وصیت کرنا کہ جو میری بیوی کی پرورش میں شریک نہ ہوگا وہ میری جائیداد سے حصہ نہیں پائے گا محض لغو اور عبث ہے۔ اس لئے توریث ورثہ بحکم شرع ہے مورث کا اسے باطل کرنا یا کسی چیز پر معلق کرنا ممکن نہیں۔ ھٰذا خلاصة ما فی الجزء الحادی عشر من الفتاویٰ الرضویه وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵؍ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از حافظ سیّد جاوید حسین نوری معرفت حافظ عبد الحفیظ قادری رضوی مکان نمبر ۱۴۹؍۹۱ ہیرامن کا پوروہ کانپور

زید نے تین لڑکے اور چار لڑکیاں اور ایک پختہ و خام مکان چھوڑ کر انتقال کیا زید کی بیوی کا بھی انتقال ہوگیا اور تین لڑکوں میں ایک لڑکے کا بھی انتقال ہوگیا جس لڑکے کا انتقال ہوگیا اس کا ایک لڑکا ہے اب سوال خاص یہ ہے کہ پختہ و خام ایک مکان جو چھوڑا ہے اس کو ان سات لڑکے لڑکیوں کو کس طرح تقسیم کیا جائے تخمیناً مکان ایک ہزار روپے قیمت کا ہوگا چار لڑکیوں کا کتنا کتنا روپیہ حق ہوا تحریر کریں؟

الجواب: ایک ہزار میں سے آٹھواں حصہ یعنی ۱۲۵ روپیہ بیوی کا ہوا باقی ۸۷۵ آٹھ سو پچھتر روپیہ کے دس حصے کیے جائیں گے، جن میں سے دو دو حصے لڑکوں کے ہوئے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کا۔ قال اللّٰه تعالٰی: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ وقال اللّٰه تعالٰی: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ پھر بیوی کے انتقال پر اس کا ۱۲۵ روپیہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: از غلام جیلانی بحر العلوم خلیل آباد۔ بستی

زید کے تین لڑکے خالد، حامد اور شاہد تھے۔ زید کی موجودگی میں حامد کا انتقال ہوگیا۔ حامد نے ایک بیوی ہندہ اور تین لڑکیاں شاکرہ، زاہدہ اور خالدہ کو چھوڑا۔ اب زید کے انتقال کے بعد حامد متوفی کی لڑکیوں اور بیوی کو زید کی جائیداد میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں حامد کی بیوی اور لڑکیوں کو زید کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: رحیم الدین احمد القادری

۱۵/ربیع النور ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: از محمد سعید قصبہ بانسی۔ بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد عمر نے اپنا مکان اپنی بیوی آسیہ کو مرض الموت سے پہلے مہر دین میں لکھ دیا پھر محمد عمر کا انتقال ہوگیا تو ان کی بیوی آسیہ گھر کا سب سامان اور دوکان کا سارا اسباب اور کپڑا وغیرہ لے کر اپنی بڑی بہن کے لڑکوں کے پاس چلی گئی پھر وہیں آسیہ کا انتقال ہوگیا۔ آسیہ کے انتقال کے بعد روپیہ اور زیورات اور دوکان کا جو اثاثہ لے کر وہ گئی تھی ان سب سامانوں پہ ان کی بہن اور لڑکوں نے قبضہ کرلیا اور وہ مکان جو ان کی مہر دین میں تھا اس پر متوفیہ کے شوہر کے حقیقی بھائی محمد داؤد قابض ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ متوفیہ کی جائیداد کے جائز وارث از روئے شرع کون لوگ ہیں؟ متوفیہ نے اپنے وارثین میں صرف اپنی بہن ہاجرہ کے دولڑکے عبد العزیز اور مسعود کو اور سسرال میں اپنے شوہر کے بھائی محمد داؤد اور محمد سعید کو چھوڑا اب جائیداد وارثین میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین محمد عمر کے انتقال کے بعد اس کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے وارث اس کی بیوی اور اس کے دونوں بھائی محمد داؤد اور محمد سعید ہیں۔ ایک ربع یعنی ۱/۴ حصہ بیوی کا ہوتا ہے اور باقی دونوں بھائیوں کا۔ قال اللّٰہ تعالٰی: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ البتہ جو مکان مرض الموت سے پہلے محمد عمر نے مہر میں لکھا اس میں محمد داؤد اور محمد سعید کا حق نہیں، اور محمد عمر کے انتقال کے بعد اس کی ملکیت کے سب زیورات اور سارے اسباب وسامان اٹھالے جانے کے سبب اس کی بیوی سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار ہوئی کہ محمد عمر کے ترکہ میں اس کا ۱/۴ ہی حصہ تھا اور آسیہ کے انتقال کے بعد جب کہ ذوی الفروض وعصبات میں سے کوئی نہیں تو ذوی الارحام ہونے کی حیثیت سے اس کی ملکیت کے وارث اس کی بہن کے لڑکے ہیں۔ علامہ شیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی اپنی مشہور کتاب سراجی میں فرماتے ہیں: یبدأ باصحاب الفرائض ثم العصبات ثم الرد علی ذوالفروض النسبیۃ بقدر رحقوقھم ثم ذوی الارحام اھ۔ ملخصًا بقدرۃ الضرورۃ وفی شرح الشیخ ای یبدأ بذوی الارحام عند عدم اصحاب الفروض والنسبیۃ وجمیع العصبات فلاشی لھم عند ھؤلاء والا فالکل اوالباقی لھم لانھم لا یحجبون بالزوجین۔ اھ۔ ملخصًا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲/شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از گلاب خاں مقیم گوپال پور ضلع گورکھپور

چھوٹے خاں   حیات خاں   منا خاں   تین بھائی نے حسب ذیل وارثین چھوڑے۔
سبحان متوفی   حارث خاں   دوست محمد خاں متوفی   عبدالستار خاں   عبدالکریم خاں متوفی
جمعہ خاں   عبدالوہاب خاں   نور حسین خاں   گلاب خاں   امجد علی خاں   محمد حسین خاں

(۱) دریافت طلب یہ امر ہے کہ منا خاں کی موجودگی میں عبدالکریم خاں کا انتقال ہو چکا تو کیا امجد علی خاں اور محمد حسین خاں عبدالستار یا ان کی اولاد کے حصے میں حصہ پائیں گے یا نہیں؟

(۲) عبدالوہاب خاں نور حسین خاں نے جمعہ خاں کہ ابھی پاکستان میں زندہ اور صاحب اولاد ہیں ان کو مردہ قرار دے کر جمعہ خاں کے حصہ کو لے لینا چاہتے ہیں تو کیا اس طرح ان کا حصہ لے لینا جائز اور درست ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب ارشاد ہو اور شروع سے ابھی تک عبدالستار خاں اور جمعہ خاں ایک میں ہیں گویا عبدالستار خاں مالک اور پرورش کنندہ ہیں۔

الجواب: منا خاں کی موجودگی میں اگر عبدالکریم خاں کا انتقال ہو گیا اور اس وقت ان کے دوسرے بیٹے عبدالستار خاں زندہ تھے تو (ذوی الفروض ورثہ ہونے کی صورت میں بعد ادائیگی دین وغیرہ) ان کو اس میراث میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ملے گا۔ کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے محروم ہوتے ہیں۔ ایسے ہی عبدالستار کے انتقال کے بعد (ذوی الفروض ورثہ نہ ہونے کی صورت میں ادائیگی دین وغیرہ) ان کی کل میراث کے مالک ان کا لڑکے گلاب ہوگا۔ امجد علی خاں محمد حسین خاں اس میراث میں سے حصہ نہیں پائیں گے اس لئے کہ یہ دونوں ان کے بھتیجے ہیں اور اس مرحوم عبدالستار کے بیٹے گلاب موجود ہیں بیٹے کی موجودگی میں بھتیجے محروم ہوتے ہیں (یہ جواب ایک صورت خاص میں ہے اگر اس کے سوال کی کوئی اور صورت ہوگی تو جواب کی صورت میں کچھ تبدیلی ہوگی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) جمعہ خاں کی جتنی ملکیت یہاں موجود ہے بلا ان کی اجازت کے اس پر مالکانہ تصرف ناجائز ہے۔ ان سے دریافت کر لیا جائے وہ چاہیں تو خود آ کر لے لیں یا فروخت کر دیں یا جس کو چاہیں ہبہ کر دیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: غلام جیلانی قادری چشتی

۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از عبید الحشمت رضوی محلہ نوشہرہ بلرامپور گونڈہ

(۱) کیا مرتد اولاد اپنے سنی مسلمان باپ کے انتقال کے بعد جائیداد کا وارث قرار دیا جائے گا اور حصہ پائے گا؟

(۲) ایک شخص نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے بیٹوں میں اور متوفی بیٹے کے بیٹے (پوتے) میں اپنی جائیداد کا کچھ حصہ تقسیم کر دیتا ہے کچھ اپنے لئے رکھ چھوڑتا ہے اور وصیت کر دیتا ہے کہ میرے انتقال کے بعد میری اولاد اور میرے پوتے یعنی متوفی بیٹے کے بیٹے میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔ ایسی صورت میں اس شخص کے پوتے کو جائیداد کا حصہ حسب وصیت ملے گا یا نہیں؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔(۱) کوئی مرتد کسی سنی مسلمان (چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو) کی جائیداد کا وارث ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ سراجی ص ۶۵ پر ہے: واما مرتد فلا يرث من احد لامن مسلم ولا من مرتدة مثله۔

(۲) صورت مسئولہ میں اگر مرنے والے نے دو یا دو سے زیادہ بیٹے اور ایک پوتا چھوڑا تب تو بقیہ مال میں حسب وصیت سب برابر برابر حصہ پائیں گے، اور اگر ایک بیٹا اور ایک پوتا چھوڑا تو کل مال کا ایک تہائی پوتے کو ملے گا اور دو تہائی بیٹے کو۔ هٰذا ماظهرلي والعلم بالحق عند المولیٰ الكريم ورسوله العظيم۔

کتبہ: محمد الیاس خاں

۸ رصفر المظفر ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح: بدرالدین احمد القادری

مسئلہ: از سلامت اللہ مادھو پور۔ ضلع فیض آباد

زید نے انتقال کیا، اس نے ایک بیوی ایک لڑکی اور ایک بھائی چھوڑا پھر اس کی بیوی ہندہ کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹا چھوڑا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے وارثان کون کون ہیں اور ہر ایک کا حصہ کتنا ہے؟ اور ہندہ مسماۃ کا بیٹا کتنا حصہ پائے گا؟ ہندہ کا یہ بیٹا ہندہ کے پہلے شوہر سے ہے۔ زید ہندہ کا دوسرا شوہر تھا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی کل جائیداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے چار حصے اس کی لڑکی کو ایک حصہ اس کی بیوی کو اور جب بیوی بعد میں مرگئی تو وہ حصہ اس کے لڑکے کو ملے گا اور باقی تین حصے زید کے بھائی کو ملیں گے۔ هٰذا ماظهرلي والعلم عندالله ورسوله۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از لیاقت علی صدیقی مدرسہ اسلامیہ نونہواں پوسٹ برڈ پور۔ بستی

خالد کا انتقال ہوا، اس نے بیوی، بیٹی اور بکر، محمود، حامد تین بھائیوں کو چھوڑا تو اس کی متروکہ جائیداد میں سے ان سب کو کتنا ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ما تقدم علی الارث خالد کی کل متروکہ جائیداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو ملے گا چار حصے اس کی بیٹی کو اور ایک ایک حصہ اس کے بھائی کو۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ۔ اور لڑکی کے بارے میں ہے: اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اھ۔ وهو تعالىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵؍رجب المرجب ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از سید اعجاز احمد قادری۔ تاڑپتری (آندھرا پردیش)

زید ایک بیوی دو لڑکیاں اور ایک بہن چھوڑ کر مر گیا تو اس کی جائیداد سے ان لوگوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثہ فی المذکورین زید کی کل جائیداد کے چوبیس حصے کئے جائیں گے جن میں تین حصے اس کی بیوی کو ملیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ اور دونوں لڑکیاں آٹھ آٹھ حصے پائیں گی۔ لانہ للاختین بقولہ تعالیٰ: فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ فهما اولیٰ ولان البنت تستحق الثلث معالذكر فمع الانثیٰ اولیٰ۔ اور بہن کو باقی پانچ حصے ملیں گے۔ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: اجعلوا الا خات مع البنات عصبۃ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از دوست محمد پری چوکی ضلع گونڈہ۔

زینب کا انتقال ہوا۔ اس نے شوہر دو لڑکے، ایک لڑکی، ماں، تین بہنیں اور ایک بھائی کو چھوڑا تو اس کے مال میں سے ان لوگوں کو کتنا کتنا ملے گا؟

الجواب: زینب مسئلہ ۱۲×۵/۵۰ میں

ماں،	شوہر،	لڑکا،	لڑکی،	لڑکی،	بہن،	بہن،	بہن،	بھائی
۱۰،	۱۵،	۱۴،	۱۴،	۷،	+	+	+	+

صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث زینب کے مال کے کل ساٹھ حصے کیے جائیں گے اس میں سے دس حصے ماں کو، پندرہ حصے شوہر کو، چودہ چودہ حصے دونوں لڑکوں کو اور سات حصے لڑکی کو ملیں گے اور بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا جیسا کہ مذکورہ بالا نقشہ سے باہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍ من ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: غلام جیلانی الاعظمی

مسئلہ: از رفاقت خاں مؤذن جامع مسجد شاہ آباد۔ ہردوئی

(۱) خالد کی پہلی بیوی سے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے اور دوسری بیوی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے خالد کی پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے۔ خالد نے موجودہ بیوی کو مہر میں ایک مکان دیا ہے، خالد کا ترکہ اس کی اولاد میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ خالد اپنے چار لڑکوں میں سے ایک لڑکے سے ناراض ہے اس کو جائیداد میں حصہ دینا نہیں چاہتا تو کیا خالد کا اس طرح کرنا شرعاً درست ہے؟

(۲) بکر کے دو لڑکے ہیں دونوں لڑکوں کی اولاد موجود ہے اچانک بکر کے بڑے لڑکے کا انتقال ہو جاتا ہے تو کیا از روئے شرع بکر کی جائیداد میں اس کے بڑے لڑکے کی اولاد کو حصہ مل سکتا ہے جب کہ اس اولاد کا باپ فوت ہو چکا ہے اور دادا موجود ہے تو کیا باپ کے انتقال پر دادا کی جائیداد میں پوتے کا حق شرعاً ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔

(۱) اگر خالد کی موت کے وقت اس کے کل پانچوں لڑکے چاروں لڑکیاں اور بیوی زندہ ہے اور ان کے علاوہ ماں باپ وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو جو مکان کہ مہر میں دے چکا ہے اس کے بعد خالد کی کل جائیداد کے سولہ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے دو حصے اس کی بیوی کو ملیں گے اور دو دو حصوں کے حقدار اس کے پانچوں لڑکے ہیں اور ایک ایک حصہ کی مستحق اس کی چاروں لڑکیاں ہیں۔ قال اللّٰہ تعالٰی فی آیۃ المیراث. فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ. وقال تعالٰی: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ اور کسی لڑکے کو وراثت سے محروم کر دینا ناجائز و گناہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیمة۔ یعنی جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا تو قیامت کے دن خدا تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کاٹے گا یعنی اسے جنت میں نہ جانے دے گا (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ ص ۲۶۶) ہاں اگر لڑکا فاسق ہے اور گمان یہ ہے کہ مال کو بدکاری اور شراب نوشی وغیرہ برائیوں میں خرچ کر ڈالے گا تو اس صورت میں اسے میراث سے محروم کرنے میں گناہ نہیں کہ یہ حقیقت میں میراث سے محروم کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے مال اور اپنی کمائی کو حرام میں خرچ ہونے سے بچانا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم مصری ص ۳۷۳ میں ہے: لو كان ولده فاسقا واراد ان يصرف ماله الى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هٰذا خير من تركه كذا فى الخلاصة۔ اھ۔ پھر خالد اپنی جائیداد کا مالک ہے، حالت صحت میں اگر اپنا مال بعض لڑکوں کو دے دے اور بعض کو نہ دے تو اس کا یہ تصرف اس کی ملک میں نافذ ہو جائے گا جسے دے دیا وہ پا جائے گا اور جسے محروم کر دیا ہو وہ محروم ہو جائے گا لیکن بلا وجہ ایسا کرنا گناہ ہے درمختار کتاب الھبہ میں ہے: لو وهب فى صحته كل المال للولد جاز واثم اھ۔ اور بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۸۸ میں ہے: ان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم كذا فى المحيط اھ۔ اور اگر خالد اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کا کسی کو مالک نہ بنائے بلکہ بطور وصیت لکھ دے یا زبانی کہہ دے کہ فلاں کو میراث نہ ملے تو یہ لکھنا اور کہنا فضول و بیکار ہے وہ محروم نہ ہوگا۔ خالد کی موت کے بعد حصے کے مطابق اس کو میراث ملے گی۔ وهو تعالٰى اعلم۔

(۲) جب کہ بکر کا بڑا لڑکا فوت ہو چکا ہے تو بکر کی موت کے وقت اس کا چھوٹا لڑکا اگر باحیات رہے تو بکر کے بڑے لڑکے کی اولاد بکر کی جائیداد کے وارث نہ ہوں گے۔ اگر چہ چھوٹے بچوں کو مال کی زیادہ ضرورت ہے کہ وراثت کی بنیاد قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔ لہٰذا بیٹے کی موجودگی میں پوتا وارث نہ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۲۹ میں ہے: فاقرب العصبات الابن ثم ابن الابن۔ اور شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی تحریر فرماتے ہیں: الاقرب فالاقرب یحجبون بقرب الدرجة اعني اولهم بالميراث جزء الميت اى البنون ثم بنوهم (سراجی ص ۱۳) لیکن چچا اگر بطور صلہ رحمی یتیم بچوں کو اپنے باپ کی جائیداد سے کچھ دے تو بہت ثواب پائے گا۔ وهو تعالىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ر محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از سلیم الدین نقوی چندوریہ جاگیر پوسٹ بیگم گنج (بھوپال)

(۱) مسماۃ ذاکیہ بی بی کے انتقال کے بعد مندرجہ ذیل ورثاء شوہر نعیم اللہ اور چار لڑکے علیم اللہ، فصیح اللہ، اسلام اللہ، فہیم اللہ تھے تو شرعاً ہر ایک کا کیا حق ہوتا ہے؟

(۲) علیم اللہ، فصیح اللہ، اسلام اللہ کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا اب ورثاء میں والد نعیم اللہ اور سگا بھائی فہیم اللہ اور ایک سوتیلا بھائی کلیم اللہ رہے متوفیوں کی کچھ جائیداد فہیم اللہ کو منتقل ہوئی کیا کلیم اللہ کا شرعاً اپنے سوتیلے بھائیوں کی جائیداد میں کچھ حق ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ جب مسماۃ ذاکیہ بی بی نے انتقال کیا اس وقت اس کے شوہر اور چار بیٹوں کے علاوہ اگر باپ یا بیٹی وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ذاکیہ بی بی کی کل متروکہ جائیداد کے سولہ حصے کیے جائیں گے جس میں سے چار حصہ اس کے شوہر نعیم اللہ کے ہیں اور تین تین حصے اس کے چاروں لڑکوں کے۔ قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ الاية۔ وهو تعالىٰ اعلم۔

(۲) جب علیم اللہ، فصیح اللہ اور اسلام اللہ نے یکے بعد دیگرے انتقال کیا اس وقت ان کے ورثا میں باپ اور بھائیوں کے علاوہ اگر بیوی اور بیٹا بیٹی وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو ما تقدم علی الارث کے بعد کل جائیداد اس کے باپ کی ہے اور متوفیوں کی کچھ جائیداد کا فہیم اللہ کی طرف منتقل ہونا غلط ہے کہ باپ کی موجودگی میں فہیم اللہ اور کلیم اللہ یعنی حقیقی اور سوتیلے بھائی کا شرعاً کوئی حصہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد ششم ص ۴۲۸ میں ہے: يسقط الاخوة والاخوات بالاب بالاتفاق اھ۔ وهو تعالىٰ وسبحانه اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: ازعبدالمجید رضوی محلہ گلے منڈی خرادی واڑ سورت (گجرات)

قاسم بھائی کے تین لڑکے تھے (۱) چھوٹو میاں (۲) نور محمد (۳) کاظم میاں۔ چھوٹو میاں اور نور محمد کا قاسم میاں کی حیات میں انتقال ہو گیا صرف کاظم میاں ایک لڑکا رہا لیکن چھوٹو میاں اور نور محمد کے دو لڑکے رہے فیض محمد اور میاں محمد تو قاسم بھائی کے لڑکے کاظم میاں نے اپنے بھائی کے لڑکے فیض محمد اور میاں محمد کا نام اپنی ملکیت میں شامل کر لیا اب کاظم میاں کے لڑکے یہ کہتے ہیں کہ تمھارے والد دادا کی گود میں گزر گئے ہیں اس لئے تمھارا کوئی حق نہیں ہے تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ وہ تحریر فرمائیں۔
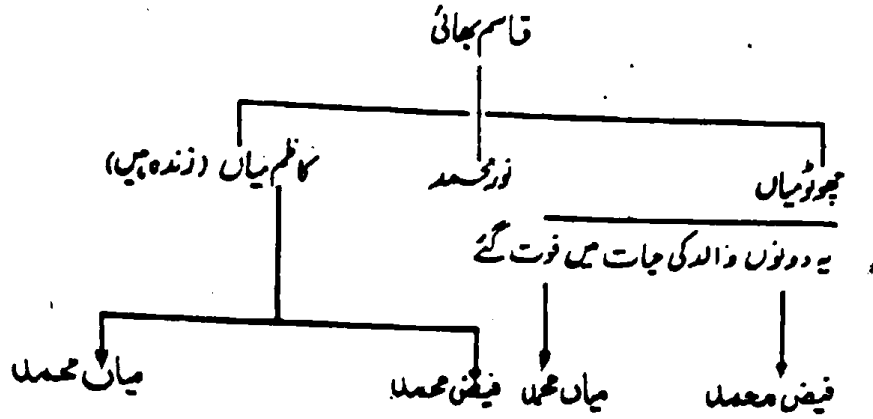
کاظم میاں اپنے بھائی کے دونوں لڑکوں فیض محمد، میاں محمد کو اپنی حاصل کی ہوئی ملکیت میں داخل کرنے کے بعد تیس سال زندہ رہے اور ان کی حیات میں تین حصے سے مکان کی مرمت اور منسپل ٹیکس وغیرہ دیا جاتا تھا اور کاظم میاں کے مرنے کے پندرہ سال بعد اس طرح مکان کی مرمت اور گورنمنٹ ٹیکس لے رہے ہیں اب سات سال سے اس کا انکار فرماتے ہیں تو اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا

الجواب: قاسم بھائی کی موت کے وقت اگر صرف اس کا ایک لڑکا کاظم میاں زندہ تھا اور چھوٹو میاں و نور محمد کا پہلے انتقال ہو چکا تھا تو قاسم میاں کی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا وارث کاظم میاں ہوا کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا کوئی حصہ دادا کی جائیداد میں نہیں ہوتا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۳۰ میں ہے: الابن یحجب اولاد الابن۔ لیکن جب کہ کاظم میاں نے اپنے بھائیوں کے لڑکے فیض محمد اور محمد میاں کا نام اپنی ملکیت میں شامل کر لیا تو یہ دونوں کاظم میاں کی جائیداد میں حصہ دار ہو گئے بلکہ کاظم میاں اگر کسی اجنبی شخص غیر متعلق کو اپنی کل جائیداد دے دیتا تو وہ اجنبی کاظم میاں کی کل جائیداد کا مالک ہو جاتا تو فیض محمد اور محمد میاں بدرجۂ اولیٰ کاظم میاں کی دی ہوئی جائیداد کے مالک ہوئے کاظم میاں کی اولاد کا اس حق سے انکار کرنا غلط ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: ازایس۔ ایم یوسف قادری درگاہ محلہ ارن ضلع قلابہ۔

زید کا انتقال ہوا اس نے اپنے ورثہ میں ایک بیوی ایک لڑکی ایک حقیقی بہن اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا۔ لہٰذا مرحوم کی

جائیداد اس کے ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث زید کی کل جائیداد کے آٹھ حصے کیے جائیں۔ اس میں سے ایک حصہ بیوی کو چار حصے لڑکی کو دو حصے حقیقی بھائی کو اور ایک حصہ حقیقی بہن کو دیا جائے۔ جیسا کہ بیوی کے متعلق پارۂ چہارم رکوع ۱۳ میں ہے: فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ اور لڑکی کے بارے میں ہے: اِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ۴۲۸ پر حقیقی بہن کے بارے میں فرمایا۔ مع الاخ لاب وام لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ولھن الباقی مع البنات اھ۔ واللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: از محمد شبیر خاں موضع پری پوسٹ بنکھسری ضلع گونڈہ

(۱) نصیب دار کا انتقال ہوا اس نے صرف دو بیٹیاں خاتون اور لیسن اور پانچ بھتیجے عین اللہ، نذیر احمد، بالے، محمد حنیف، چھیدی ایک بھتیجی بصیرہ چھوڑے اس صورت میں مذکورہ ورثہ کو نصیب دار کے مال سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

(۲) طیب کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹی بصیرہ اور پانچ بھتیجے عین اللہ، نذیر احمد، بالے، محمد حنیف، چھیدی اور دو بھتیجیاں لیسن اور خاتون چھوڑے اس صورت میں مذکورہ ورثہ کو طیب کے ترکہ سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ بینوا۔

الجواب: (۱) صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ما تقدم علی الارث نصیب دار کی کل متروکہ جائیداد کے پندرہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے پانچ پانچ حصے دونوں لڑکیوں کے ہیں لان الثلثین للاختین بقولہ تعالٰی: فَلَھُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ. فھما اولٰی ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولٰی۔ اور ایک ایک حصہ بھتیجوں کا ہے۔ لانھم من العصبات کما فی الکتب الفقھۃ۔ اور بھتیجی کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی تحریر فرماتے ہیں: من لا فرض لھا من الاناث واخوھا عصبۃ لاتصیر عصبۃ باخیھا (سراجی ص ۱۴) وھو تعالٰی اعلم۔

(۲) بعد تقدیم ما تقدم علی الارث طیب کی جائیداد کے کل دس حصے کئے جائیں گے جن میں سے پانچ حصے اس کی بیٹی بصیرہ کے ہیں جیسا کہ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے: اِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ اور ایک ایک حصہ کے حقدار اس کے بھتیجے ہیں اور بھتیجیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند المولٰی۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد حارث محلہ اتر پٹی قصبہ مہنداوّل ضلع بستی۔

قاسم اور مولیٰ دو بھائی تھے مولیٰ نے انتقال کیا اور اپنے تین لڑکوں رشود علی، عاشق علی اور محمد علی کو چھوڑا۔ قاسم نے انتقال سے پہلے اپنی مزروعہ زمین کو اپنے تینوں بھتیجوں کو بانٹ دیا اور یہ کہا کہ باقی چیزیں میری بیوی کے پاس رہیں گی اس کے انتقال کے بعد سب لوگ بانٹ لیں۔ واضح ہو کہ قاسم کے کوئی اولاد مذکر نہیں ہیں اور یہ کہ قاسم نے تین شادیاں کیں ان کے انتقال کے وقت صرف ان کی تیسری بیوی زندہ تھی۔ اور پہلی دونوں بیویاں اس کی موجودگی میں انتقال کر چکی تھیں البتہ اس کی فوت شدہ دوسری بیوی سے دولڑکیاں بصیر النساء اور شکور النساء زندہ ہیں۔ قاسم کی تیسری بیوی نے انتقال سے پہلے یک بیک کئی گواہوں سے ایکا ایکی بلا کر کہا کہ ہمارے پاس جو زیور ہے وہ ہم محمد علی کو دیتے ہیں البتہ کچھ زیور لڑکی کو بھی دے دینا اور کچھ کفن دفن میں لگا دینا یہ بات اپنی لڑکی کے بارے میں کہی جو قاسم کی دوسری بیوی سے تھی قاسم کی تیسری بیوی قاسم کے انتقال کے بعد کچھ روز رشود علی کے پاس تھی پھر محمد علی کے پاس رہنے لگی کچھ گواہ کہتے ہیں کہ اس نے زیور رشود علی کو دینے سے منع کیا اور کہا کہ اگر یہ زیور رشود علی لیں گے تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔ کچھ گواہ کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے حشر وغیرہ کا نام نہیں لیا اور نہ کوئی لکھی پڑھی ہوئی بات ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ قاسم نے جو زیورات وغیرہ چھوڑے تھے اس کے بعد اس کی بیوی نے چھوڑے وہ کس کس کو کتنا کتنا ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب. قاسم نے انتقال سے پہلے اپنی مزروعہ زمین جو اپنے بھتیجوں کو بھانٹ دی وہ ہبہ ہے لہٰذا حالت صحت میں زمین دی اور بھتیجوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو وہ لوگ اس زمین کے مالک ہو گئے اور اگر بھتیجوں نے زمین پر قبضہ نہ کیا اور قاسم انتقال کر گیا تو ہبہ صحیح نہ ہوا وہ زمین حسب قانون شریعت ورثہ میں تقسیم ہو گی۔ لانہ لابد من القبض فی الھبة لثبوت الملك ھٰکذا فی البحر الرائق۔ اور اگر حالت مرض میں ہبہ کیا اور وہ زمین قاسم کے کل ترکے کی تہائی یا تہائی سے کم ہے تو بھتیجے زمین کے مالک ہو گئے بشرطیکہ قاسم کی زندگی میں قبضہ کر لیا ہو ورنہ نہیں، اور اگر زمین مذکور کل تہائی ترکہ سے زیادہ ہو تو بشرط قبضہ صرف تہائی کے مالک ہوئے فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم ص ۳۸۲ میں ہے: لا تجوز ھبة المریض ولا صدقته الامقبوضة فاذا قبضت جازت من الثلث واذامات الواھب قبل التسلیم بطلت اھ۔ اور قاسم نے جو یہ کہا کہ باقی چیزیں میری بیوی کے پاس رہیں گی اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد زیورات وغیرہ میری بیوی کے پاس رہیں گے ان میں کسی کا حق نہ ہوگا لہٰذا یہ وصیت ہے کہ بیوی چونکہ ورثہ میں سے ہے اس سبب سے اس کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: لاوصیة لوارث (رواہ الترمذی) لہٰذا قاسم کی بیوی کا یہ کہنا کہ ہم زیور فلاں کو دیتے ہیں اور فلاں کو نہیں دیتے ہیں سب لغو ہے اس لئے کہ اس صورت میں وہ مال پورے ورثہ کا ہے اور قاسم کی موت کے وقت تین بھتیجے، دو بیٹی اور ایک بیوی اگر صرف یہی ورثہ تھے تو جتنے ترکہ میں قاسم کا ہبہ اور وصیت صحیح نہیں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث اس ترکہ کے ۲۴ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے آٹھ آٹھ حصے دونوں لڑکیوں کے ہیں تین

حصے اس کی بیوی کے ہیں اور باقی پانچ حصے تینوں بھتیجوں کے ہیں۔ لان الثلثین للاختین بقوله تعالٰی: فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ. فهما الاولٰی وکان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثٰی اولٰی۔ وقال اللّٰه تعالٰی: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ۔ (پ۴ آیت میراث) وبنو الاخ من العصبات کمافی الکتب الفقهیة۔ ہاں قاسم کے ترکہ میں جتنا حصہ اس کی بیوی کا تھا اتنے میں حالت مرض وصحت وغیرہ کی شرطوں کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوئیں اس کی وصیت یا ہبہ صحیح ہے اور اگر وصیت وہبہ صحیح نہ ہوئے یا صرف وصیت صحیح ہوئی تو باقی مال بیوی کے ورثہ باپ بھائی اور بھتیجا وغیرہ میں تقسیم ہوگا۔ وهو تعالٰی ورسوله الاعلٰی جل جلاله وصلے المولٰی علیه وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ر ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از محمد خاں مقام باز دپور پوسٹ ڈالی چورہ ضلع گونڈہ
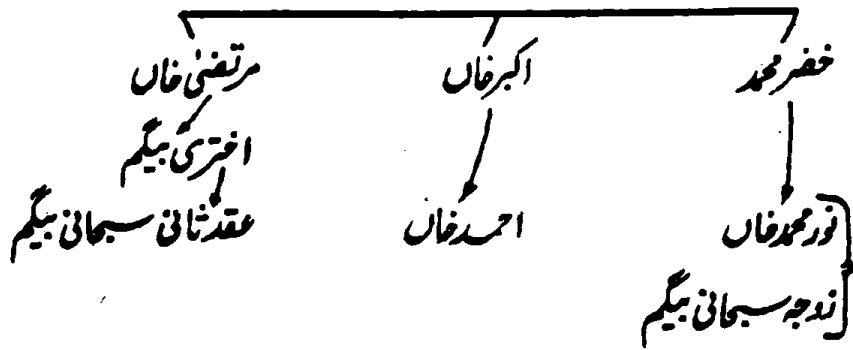
خضر محمد کے لڑکے نور محمد خاں کی والدہ سبحانی بیگم نے بعد وفات شوہر خود مرتضٰی خاں سے عقد کیا مرتضٰی خاں نے اپنی جائیداد دین مہر کے طور پر مع مکان سبحانی بیگم کو دے دیا اب سوال یہ ہے کہ نور محمد خاں ولد خضر محمد خاں اور اختری بیگم جو علاتی بہن ہے ان دونوں کے مابین مکان کی تقسیم کیوں کر ہوگی؟ احمد خاں ولد اکبر خاں جو چچا مرتضٰی خاں کی حیات میں لاولد مر گئے ان کے حصہ کے بارے میں بھی سوال ہے تفصیل سے آگاہ فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں؟

الجواب: سبحانی بیگم کے انتقال کے وقت اگر اس کے ماں باپ اور شوہر وغیرہ نہ تھے صرف اس کا لڑکا نور محمد خاں تھا اور اختری بیگم نور محمد کی علاتی بہن ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے یعنی وہ سبحانی بیگم کی لڑکی نہیں بلکہ اس کے سابق شوہر خضر محمد کی دوسری عورت سے ہے تو اس صورت میں سبحانی بیگم کی کل جائیداد کا وارث صرف نور محمد ہے اختری بیگم کا اس میں کوئی حصہ نہیں، اور اگر سبحانی بیگم کے بطن سے ہے یعنی نور محمد خاں کی اخیافی بہن ہے تو قرآن مجید کی آیت کریمہ: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے مطابق ۲/۳ حصہ نور محمد کا ہے اور ۱/۳ اختری بیگم کا ہے اور احمد خاں کے انتقال کے وقت اگر مرتضٰی خاں کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو بعد تقدیم ماتقدم علی الارث عصبہ احمد خاں کی کل جائیداد کا مالک مرتضٰی خاں ہوا۔ پھر اگر مرتضٰی خاں نے اپنی صحت میں احمد خاں کی جائیداد کسی کو نہیں دی تو اس کی موت کے بعد اس جائیداد کا نصف اس کی لڑکی اختری

بیگم کا ہے اور نصف حصہ بحیثیت عصبہ نور محمد کا ہے۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے: اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرتضٰی خاں سے پہلے اس کی بیوی سجانی بیگم فوت ہو چکی ہو۔ اگر مرتضٰی خاں کی موت کے وقت سجانی بیگم زندہ تھی تو احمد خاں کی جائیداد کے کل آٹھ حصے کیے جائیں گے، جس میں سے چار حصے مرتضٰی خاں کی لڑکی اختری بیگم کے ہیں اور ایک حصہ اس کی بیوی کا اور تین حصے نور محمد خاں کے۔ قال اللّٰہ تعالٰی: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ (پ۴ آیت میراث) وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷؍ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از سلیمان موضع مہندو پار پوسٹ نہریا خرد ضلع گورکھپور

زید کے تین لڑکے ہیں جن میں سے دو الگ رہتے ہیں اور زید کو تکلیف بھی دیتے ہیں اور زید کے خرچ وغیرہ کا بھی خیال نہیں رکھتے اور صرف منجھلا لڑکا باپ کے پاس رہ کر اس کی خدمت کرتا ہے اور زید کی ہر ضرورت پر کام آتا ہے اور زید نے کچھ زمین صحت میں فروخت کر کے روپیہ منجھلے لڑکے کے نام جمع کر دیا ہے تو زید کی وفات کے بعد وہ دونوں لڑکے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جمع شدہ رقم ہماری ہے اور ان کی ماں اس بات کی تصدیق بھی کرتی ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جمع شدہ رقم صرف منجھلے لڑکے کو ملنی چاہیے یا اور سب کا بھی حق ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زید کے چھوٹے اور بڑے لڑکے جب کہ زید سے الگ رہتے تھے اسے ایذا دیتے تھے اور اس کے خرچ وغیرہ کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اس صورت میں زید نے زمین بیچ کر روپیہ منجھلے لڑکے کے نام جمع کر دیا تو ظاہر یہی ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں وہ رقم منجھلے لڑکے کو دے دی اس میں بڑے اور چھوٹے لڑکے کا کوئی حصہ نہیں۔ ہاں اگر اس نے لوگوں کے سامنے کہا ہو کہ روپیہ اگرچہ ہم نے منجھلے لڑکے کے نام جمع کر دیا ہے مگر اس میں میرے ہر لڑکے کا حصہ ہے تو اس صورت میں ضرور رقم مذکور میں ہر لڑکے کا حصہ ہے۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍شوال ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از عبدالعزیز فردوسی بگان شاہی مسجد روڈ جمشید پور (بہار)

نمبر ۱: زید اور بکر دو بھائی تھے بکر کا انتقال ہو گیا ان کی اہلیہ ایک سال قبل انتقال کر گئی تھی بکر کی ایک لڑکی شادی شدہ ہے دونوں بھائیوں کا مکان ایک ہی آنگن میں ہے لڑکی باپ کا حصہ لینا چاہتی ہے از روئے شریعت لڑکی کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

نمبر ۲: یہ بات مشہور ہے کہ بیوی کے جنازہ کو کاندھا نہیں لگانا چاہیے اور نماز جنازہ کے لئے شوہر سے اجازت نہیں لی جائے گی کیا یہ صحیح ہے یا غلط۔

الجواب: اگر بکر کی صرف ایک ہی لڑکی ہے اور کوئی لڑکا وغیرہ نہیں ہے تو بعد تقدیم ماتقدم علی الارث بکر کی کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کا نصف حصہ لڑکی کو ملے گا اور باقی نصف بکر کے بھائی کا ہے بشرطیکہ کوئی دوسرا اس سے قریبی عصبہ نہ ہو۔ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے: اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. یعنی اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف ہے۔

نمبر۲: یہ بات جو عوام میں مشہور ہے کہ بیوی کے جنازہ کو شوہر کاندھا نہیں دے سکتا یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ (بہار شریعت۔ انوار الحدیث ص ۱۶۹) اور نماز جنازہ کے لئے میت کے ولی سے اجازت لے لی جائے گی ولی سے مراد میت کے عصبہ ہیں یعنی باپ، بیٹا، دادا، پردادا، بھائی چچا وغیرہ الاقرب فالاقرب۔ جیسے کہ نکاح میں مگر جنازہ کے بارے میں میت کے باپ کو بیٹے پر تقدم حاصل ہے اور جب کوئی ولی نہ ہو تو شوہر سے اجازت لی جائے۔ کسی ولی کی موجودگی میں شوہر سے اجازت لینا غلط ہے۔ درمختار میں ہے: الولی بترتیب عصوبة الانکاح الاالاب فیقدم علی الابن اتفاقا. اور فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل مصری ص ۱۵۳ میں ہے: الاولیاء علی ترتیب العصبات الاقرب فالاقرب الاالاب فانه یقدم علی الابن کذا فی خزانة المفتیین. اور درمختار میں ہے: ان لم یکن له ولی فالزوج. ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند اللّٰه تعالٰی.

کتبه: جلال الدین احمد الامجدی

۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

مسئله: از تصدق حسین بنگال پورہ بھیونڈی۔ تھانہ۔

زید نے اپنے پیچھے ماں، بیوی دو بہنیں اور ایک چچا اور ترکہ چھوڑ کر انتقال کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ترکہ سے مذکورین میں سے کن کن کو کس قدر حصہ پہنچے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب: میت کے ترکہ سے چار حقوق ترتیب وار متعلق ہوتے ہیں۔ اوّل: میت کے ترکہ سے بغیر افراط وتفریق کے اس کی تجہیز وتکفین کی جائے گی پھر اگر میت قرض دار ومدیون ہو تو مابقی جمیع مال سے اس کے قرض و دیوان ادا کئے جائیں گے۔ پھر دیوان ادا کرنے کے بعد اگر کچھ مال بچا ہے اور اس نے وصیت کی ہے تو مابقی کے ثلث سے اس کی وصیت نافذ کی جائے گی پھر مابقی مال کو اس کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عالم گیری جلد ششم مصری ص ۴۲۶ میں ہے: الترکة تتعلق بها حقوق اربعة جهاز المیت ودفنه والدین الوصیة والمیراث فیبدأ اولا بجهازة وکفنه ثم بالدین ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما یبقی بعد الکفن والدین ثم یقسم الباقی بین الورثة اھ۔ ملخصًا. لہٰذا صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث زید کے مال متروکہ کے تیرہ حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو حصے اس کی ماں کو ملیں گے۔ تین حصے کی مستحق اس کی بیوی ہے اور چار چار حصے اس کی دونوں بہنوں کو ملیں گے اور صورت مسئولہ میں چچا کو کچھ نہ ملے گا۔ پارۂ چہارم سورۂ نساء رکوع دوم میں ہے: فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ اور فتاویٰ عالمگیری

جلد ششم مصری ص ۴۲۸ میں ہے: للام السدس مع الولد وولد الابن اوثنین من الاخوة الاخوات من ای جهة کانوا۔ اور خدا تعالیٰ نے بیوی کے بارے میں ارشاد فرمایا: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ (پارۂ چہارم آیت میراث) اور دونوں بہنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ (پارۂ پنجم آخری آیت سورۂ نساء) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از حکیم اللہ بستوی پوسٹ ومقام بھیلواڑ ضلع سانبر کانٹھا۔ گجرات۔

ایک عورت ماں، باپ، دو بیٹے، ایک بیٹی اور ایک شوہر کو چھوڑ کر مرگئی جس کا مہر شوہر نے نہیں دیا اور نہ عورت نے معاف کیا تو اب اس مہر کا حق دار کوئی ہے یا نہیں؟ اور شوہر پر مہر ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب: شوہر پر مہر ادا کرنا لازم ہے جس کے حق دار عورت کے ورثہ ہیں لہٰذا بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین عورت کے کل مہر کے بارہ حصے کیے جائیں گے، جس میں سے تین حصوں کا حقدار خود شوہر ہے اور دو دو حصوں کے حق دار ماں باپ اور دونوں بیٹے ہیں اور ایک حصہ کی حقدار اس کی لڑکی ہے قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ وقال اللہ تعالیٰ: وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔ وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (پ۴ آیت میراث)

وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲؍ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد حنیف جامع مسجد بھیونڈی۔ ضلع تھانہ

زید کا انتقال ہوا اس نے اپنے دو لڑکے اور تین لڑکیاں وارث چھوڑے تو زید کا ترکہ ہر ایک کو کتنا ملے گا؟ برائے کرم جلد تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: مسئلہ ۷؍

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱	۱

صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث زید کے ترکہ کے کل سات حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے دو دو حصے دونوں لڑکے پائیں گے اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیاں پائیں گی کما قال اللہ تعالیٰ: لِلذَّكَرِ

مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. ھٰذا ماعندی والعلم بالحق عند اللّٰہ تعالٰی ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ و صلی المولیٰ علیہ وسلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶؍رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح، غلام جیلانی القادری

مسئلہ: از مقام حمید پور پوسٹ روضہ درگاہ ضلع گورکھپور مرسلہ: محمد عبد الحمید

محمد شفیع نے انتقال کیا اس نے دو لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں جس میں سے ایک لڑکا نظام الدین محمد شفیع مرحوم کی حیات میں انتقال کر گیا۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں کلب حسین، حشم الدین۔ لڑکیوں کے نام یہ ہیں۔ امیر النساء، شاکر النساء، طاہر النساء، جمیل النساء۔ پھر کلب حسین نے انتقال کیا تو اس نے ایک لڑکا تبارک حسین ایک لڑکی صغیر النساء اور ایک بیوی مدینہ خاتون کو چھوڑا مدینہ خاتون دوسرے کے نکاح میں ہے: دریافت طلب امر یہ ہے کہ بحکم شرع ورثہ مذکورین کے الگ الگ حصے ہوں گے جب کہ سب اپنا اپنا حق چاہ رہے ہیں؟

مسئلہ/۸ x ۱۲/۹۶

میت محمد شفیع

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت
کلب حسین	حشم الدین	امیر النساء	شاکر النساء	طاہر النساء	جمیل النساء
۲	۲/۲۴	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲

مسئلہ/۸ x ۳/۲۴ بینہما توافق بالنصف کلب حسین - مافی الید ۲

میت

زوجہ	ابن	بنت
مدینہ خاتون	تبارک حسین	صغیر النساء
۱/۴	۱۴	۷

۳/۲۱

الاحیاء المبلغ

حشم الدین	امیر النساء	شاکر النساء	طاہر النساء	جمیل النساء	مدینہ خاتون	تبارک حسین	صغیر النساء
۲۴	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۳	۱۴	۷

الجواب: (برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث وتقدیم ما یجب ان یقدم) محمد شفیع مرحوم

کے متروکہ کے کل چھیانوے حصے کیے جائیں گے جن میں چوبیس حصے حشم الدین کو ملیں گے اور ان کی چار لڑکیوں (امیر النساء، شاکر النساء، طاہر النساء، جمیل النساء) میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ حصے ملیں گے، اور مسماۃ مدینہ خاتون کو تین اور تارک حسین کو چودہ اور صغیر النساء کو سات حصے ملیں گے جیسا کہ مبلغ الاحیاء میں ہر ایک وارث کے نام کے نیچے درج ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ: اویس حسن عرف غلام جیلانی

۲۳؍ صفر المظفر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از عبد الصمد محلّہ پرانا گورکھپور۔ شہر گورکھپور

مورث اعلیٰ وزیرن بی بی زوجۂ علی بخش مرحوم نے ایک قطعہ مکان بوسیدہ شکستہ چھوڑا اور دو لڑکیاں موسومہ حمید و فہیم و اور ایک لڑکا عبد الشکور اور ایک ناجائز لڑکا عبد الغفور چھوڑا بعدہ مکان مذکور کی تعمیر از سر نو عبد الشکور مذکور کے لڑکے علی رضا، قاسم، صابر نے اپنی کمائی سے کرائی۔ اور عبد الغفور کو مکان سے نکال کر ترکہ میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد عبد الغفور نے اپنی کمائی سے زمین خرید کر اس پر مکان بنوانا شروع کیا ابھی تعمیر نامکمل ہی تھی کہ مرض الموت میں گرفتار ہو گیا دو تین ہفتہ ایک دوسرے صاحب مثلاً زید کے گھر رہ کر دوا علاج کیا لیکن جانبر نہ ہو سکا بالآخر رحلت کر گیا۔ عبد الغفور نے مرض الموت کے دوان اپنا مکمل مکان اور زمین کے لئے ہبہ وصیت کر دی حالانکہ اس کی لڑکی محمود النساء بقید حیات اپنے سسرال تھی وصیت نامہ کی نقل منسلک استفتاء ہے۔ محمود النساء کو اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع ہوئی تو وہ آئی اور حالات معلوم کر کے اپنے باپ کا لین دین اور امانت وغیرہ کچھ وصول بھی کیا اور کچھ رہ بھی گیا۔ محمود النساء اپنے باپ کے مکان متذکرہ بالا میں گئی جس کی ایک کوٹھری میں متوفی کا کچھ سامان تھا کوٹھری کھول کر سامان نکالا جس میں سے ایک درجن رکابی بطور عطیہ مدرسہ ضیاء العلوم محلّہ پرانا گورکھپور کو دیں۔ دو ایک روز بعد مکان مقفل کر کے چلی گئی۔ ہفتہ عشرہ بعد آئی تو دیکھا کہ زید موصی لہ تالا توڑ کر مکان پر قابض ہو گیا ہے اور ملک نام کا مدعی ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وزیرن بی بی مورث اعلیٰ کے ترکہ سے عبد الغفور کو کیا ملے گا، اور عبد الغفور کے ترکہ سے موصی لہ زید کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: الهداية الحق والصواب

مسئلہ؍۶ وزیری بی بی میں

عبد الشکور، عبد الغفور، حمید و فہیمو

برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث وتقدیم ما یجب ان یقدم صورت مستفسرہ میں وزیرن بی بی کی جائیداد کے کل چھ حصے کیے جائیں گے جن میں سے عبد الشکور اور عبد الغفور کو دو دو حصے ملیں گے حمید و فہیمو کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ کما قال اللّٰه تبارکَ وتعالٰی: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ هٰذَا مَا عِنْدِیْ والعلم عند اللّٰه تعالٰی ورسوله جل جلاله وصلى المولٰى عليه وسلم۔

عبدالغفور نے اپنے مکان اور زمین سے متعلق جو تحریر لکھی ہے اس کی عبارتیں آپس میں متعارض ہیں اس لئے کہ شروع تحریر میں ہبہ کرنے اور قبضہ دلانے کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں وصیت کے الفاظ ہیں اس لئے کہ ''بعدہ مقر انتقال محمد اسحٰق مکان کے مالک کامل ہوں گے'' لکھا گیا ہے تو عبدالغفور کی تحریر کو اگر وصیت پر محمول کیا جائے اور زمین و مکان مذکور متوفی کی کل جائیداد کے ثلث سے زائد ہے تو محمد اسحاق عبدالغفور کی زمین و مکان مذکور کل نہیں پائے گا بلکہ متوفی کی کل جائیداد کا صرف تہائی پائے گا اور اگر زمین و مکان مذکور متوفی کی کل جائیداد کا ثلث یا ثلث سے کم ہے تو اس صورت میں محمد اسحٰق پورے زمین و مکان کا مالک ہوگا لان الوصیۃ لاتجری فی اکثر من ثلث مال المتوفی۔ اور اگر ہبہ قبضہ کے ساتھ مان لیا جائے جیسا کہ تحریر میں قبضہ دلانے کا ذکر ہے تو چونکہ یہ ہبہ بقول مستفتی مرض الموت میں کیا گیا ہے اس لئے اس صورت میں بھی محمد اسحٰق، عبدالغفور کی زمین و مکان مذکور میں سے کل جائیداد کا صرف ثلث پائے گا۔ اگر وہ زمین و مکان کل جائیداد کے ثلث سے زائد ہو ورنہ کل پائے گا۔ بہار شریعت جلد چہاردہم ص ۷۹ پر ہے: ''مریض صرف ثلث مال سے ہبہ کر سکتا ہے اور یہ ہبہ اس وقت صحیح ہے کہ اس کی زندگی میں موہوب لہ قبضہ کر لے قبضہ سے پہلے مریض مر گیا تو ہبہ باطل ہو گیا۔ (انتھی بالفاظہ) اور فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم مصری ص ۳۸۲ میں ہے: لاتجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الامقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث واذامات الواھب قبل التسلیم بطلت۔ خلاصہ یہ ہے کہ وصیت والی صورت اور عبدالغفور کی موت سے پہلے قبضہ کے ساتھ ہبہ والی صورت۔ ان دونوں صورتوں میں متوفی کی زمین و مکان مذکور اگر اس کی کل جائیداد کا ثلث یا ثلث سے کم ہے تو محمد اسحاق پورے زمین و مکان کا مالک ہوگا اور اگر ثلث سے زائد ہے تو اس زمین و مکان میں سے کل جائیداد کا صرف ثلث پائے گا باقی متوفی کے ورثہ پائیں گے۔ ھذا ماعندی والعلم عنداللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ

اس ہبہ نامہ کی نقل جس کا ذکر استفتاء میں کیا ہے

ہم عبدالغفور ولد علی بخش ساکن محلہ پرانا گورکھپور کا ہوں۔ چوں کہ ہم ضعیف العمر و لاولد ہیں (جھوٹ لکھایا تھا) ہماری اس کسمپرسی میں ہماری خدمت و تیمارداری محمد اسحٰق ولد عبدالشکور میری اولاد کی طرح برابر کرتے آرہے ہیں اس لئے ہماری خواہش ہے کہ اس خدمت کے صلہ میں اپنی پرتی متصل مکان ہم مقر واقع دسہری باغ محلہ رسول پور شہر گورکھپور کو ان کے حق میں ہبہ کر دیں اس سے قبل روبرو گواہان زبانی بھی ہبہ کر چکے ہیں اس لئے آج زمین مذکور ان کے حق میں اس شرط تحریری پر ہبہ کر دیا کہ محمد اسحٰق ولد عبدالشکور میری پرورش تاحیات کرتے رہیں اور اس زمین موہوبہ پر ان کا قبضہ داخل بھی کرا دیا اور یہ بھی اختیار دے دیا کہ موہب اپنے مکان کی دیوار پر بنالیں اس میں مجھے ہرگز کوئی عذر و اعتراض نہ ہے اور نہ آئندہ ہوگا اگر کوئی عذر و اعتراض

کریں تو وہ باطل بیکار و ہوگا یا میرے ورثاء وقائمقاماں کسی وقت اپنا استحقاق ظاہر کریں تو وہ بھی بہرصورت ناقابل سماعت عدالت۔ بعد انتقال ہم مقر عبدالشکور کے لڑکے محمد اسحٰق موہوب لہ مکان ہم مقر کے بھی مالک ہوں گے۔ لہٰذا یہ ہبہ نامہ سمجھ بوجھ کر لکھ دیا کہ وقت پر کام آوے۔

نشانی: نشانی انگوٹھا عبدالغفور ولد علی بخش

انگوٹھا ساکن محلہ پرانا گورکھپور

گواہ: ابوالحسن ولد شہادت علی

گواہ: محمد بشیر ولد روزن

مسئلہ: از محمد ابراہیم موضع چتیوا ڈاک خانہ سکموئی۔ ضلع بستی

زید کا لڑکا بکر تھا جو انتقال کر گیا۔ زید کی ایک لڑکی زبیدہ ہے اور بکر کے ایک لڑکا خالد پیدا ہوا اس کے بعد وہ فوت ہوا۔ بکر کے بعد اس کے باپ زید کا انتقال ہوا جس کی بیوی پہلے فوت ہو چکی تھی یعنی زید نے اپنے بعد صرف اپنی بیٹی زبیدہ اور پوتے خالد کو چھوڑا تو زید کی جائیداد میں اس کی لڑکی زبیدہ کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟ خالد اپنی پھوپھی زبیدہ کو اپنے دادا زید کی جائیداد سے کچھ نہیں دینا چاہتا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ما تقدم علی الارث زید کی جائیداد میں اس کی لڑکی زبیدہ کا نصف حصہ ہے اور نصف اس کے پوتے خالد کا۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے: وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اور شرح وقایہ جلد دوم مجیدی ص ١٦٠ میں ہے: الارث نصفان بین البنت وابن الابن لہٰذا خالد پر لازم ہے کہ وہ دادا کی جائیداد سے اپنی پھوپھی زبیدہ کو آدھا حصہ دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار ہوگا اور حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن تین پیسے کے بدلے میں سات سو نماز با جماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (الملفوظ اعلیٰ حضرت) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مقام سوپا تحصیل خلیل آباد ضلع بستی۔ مرسلہ لال زادے

بنا چودھری نے انتقال کیا انہوں نے دو بیویاں مساۃ رسومن اور مساۃ مریم اور چار لڑکے لال زادے، وکیل، مختار، تحصیلدار کو چھوڑا لال زادے مساۃ رسومن کے بطن سے ہیں اور بقیہ تین لڑکے مساۃ مریم کے بطن سے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بنا چودھری کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

مسئلہ ٨×٤/٣٢ بنا چودھری میں

زوجہ، زوجہ، ابن۔ ابن، ابن، ابن

رسومن، مریم، لال زادے، وکیل، مختار، تحصیلدار

۲،۴/۱،۲،۷،۷،۲۸/۷،۷،۷

الجواب: برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی الذکورین، وعدم مانع ارث بنا چودھری مرحوم کے ترکہ کے (بعد ادائے دین وغیرہ اگر وہ مدیون ہو) کل بتیس حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے ان کی دونوں زوجات رسومن اور مریم کو ملیں گے اور باقی اٹھائیس حصوں میں سات سات حصے ان کے چاروں لڑکوں کو ملیں گے یعنی ایک روپیہ میں سے ایک ایک آنہ ان کی دونوں بیویوں کو ملیں گے اور بقیہ چودہ آنوں میں سے ساڑھے تین تین آنے ان کے چاروں لڑکوں میں سے ہر ایک کو ملیں گے جیسا کہ نقشہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔

تنبیہ: مسماۃ رسومن اور مریم نے اگر اپنا دین مہر معاف نہ کیا ہو تو ان کو ترکہ میں سے پہلے ان کا دین مہر ادا کیا جائے گا اس کے بعد بقیہ ترکہ کے بتیس حصے کر کے مذکورہ بالا طریقے پر تقسیم کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اویس حسن عرف غلام جیلانی

۹ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از لال زادے ولد بنا چودھری موضع سوپا پوسٹ پچپکھری نیو مہنی ضلع بستی

زید نے دو شادیاں کیں پہلی بیوی مسماۃ رسومن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور دوسری بیوی مسماۃ مریم سے ایک لڑکی اور تین لڑکے پیدا ہوئے زید نے اپنی وفات سے تقریباً دس سال پہلے اپنی اراضی کو اس طرح تقسیم کیا کہ نصف حصہ مسماۃ رسومن اور اس کے لڑکے کو اور دوسرا نصف حصہ مسماۃ مریم اور اس کے تینوں لڑکوں کو دیا۔ تقسیم کے بعد مسماۃ رسومن کا لڑکا نصف حصہ اراضی کو جوتتا بوتا رہا اور اسی طرح مسماۃ مریم کے لڑکے دوسرے نصف حصہ کو جوتتے بوتے رہے اور زید نے اپنے مکان مسکونہ کو چار حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ مکان مسماۃ رسومن اور اس کے لڑکے کو دیا اور تین حصہ مکان مریم اور اس کے لڑکوں کو دیا لیکن زید نے اپنی دونوں لڑکیوں میں سے کسی کو نہ اراضی سے کچھ دیا اور نہ مکان میں کچھ حصہ دیا پھر تقریباً دس سال بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس وقت جب کہ زید مر گیا اس کی پہلی تقسیم جاری رہے گی یا از سر نو اراضی اور مکان کی تقسیم ہوگی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی تقسیم جاری رہے گی رہا یہ کہ زید نے اپنی جائیداد کی تقسیم اس طرح پر نہیں کی جس طرح اس کے مرنے کے بعد ہوتی تو اس کی وجہ سے تقسیم نافذ رہنے میں کوئی فرق نہ پڑے گا کیونکہ وہ اپنے مال کا مالک ہے جس کو جتنا چاہے دے۔ مسائل شرعیہ کی متداول کتاب بہار شریعت حصہ چہار دہم مطبوعہ لاہور ۲۱۵۲ میں ہے: ''اور قضا کا حکم یہ ہے کہ وہ (یعنی باپ) اپنے مال کا مالک ہے حال صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسرے کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے کہ دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گنہ گار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد الرضوی

۱۵ من ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: مرسلہ (حاجی) عبدالمصطفیٰ بھوتھیا۔ ضلع بستی

(۱) منشی محمد رضا خاں مرحوم کا انتقال ہوا انہوں نے اپنے بعد ایک زوجہ مسماۃ سلیمانی اور تین بیٹے محمد نذیر خاں، محمد ادریس خاں، عبدالمصطفیٰ خاں اور دو بیٹیاں مسماۃ میمون النساء، نفس النساء کو وارث چھوڑا (۲) پھر ان کے بعد محمد نذیر خاں کا انتقال ہوا انہوں نے اپنے بعد اپنی ماں مسماۃ سلیمانی اور ایک زوجہ مسماۃ رب النساء اور تین بیٹیاں مسماۃ ذوالنور، ستارا اور گل صنوبر اور دو بھائی محمد ادریس خاں اور عبدالمصطفیٰ خاں اور دو بہنیں مسماۃ میمون النساء اور نفس النساء کو وارث چھوڑا۔ (۳) پھر ان کے بعد مسماۃ سلیمانی کا انتقال ہوا انہوں نے اپنے دو بیٹے عبدالمصطفیٰ خاں، محمد ادریس خاں اور دو بیٹیاں میمون النساء اور نفس النساء کو وارث چھوڑا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ منشی محمد رضا خاں مرحوم کے متروکہ میں سے مذکورہ بالا ورثاء کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

۷۸۶ / ۹۲

(۱) میت: منشی محمد رضا خاں — مسئلہ ۸ × ۸، ۷۲ × ۶۴، ۴۶۰۸

زوجہ سلیمانی	ابن محمد نذیر خاں	ابن محمد ادریس خاں	ابن عبدالمصطفیٰ خاں	بنت میمون النساء	بنت نفس النساء
۱/۸	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷
۵۷۶		۱۰۰۸	۱۰۰۸	۵۰۴	۵۰۴

(۲) میت: محمد نذیر خاں — مسئلہ ۶ × ۲۴ = ۱۴۴، وقف ۷۲ (بینهما توافق بالنصف) — ما فی الید ۱۴، وقف ۷

ماں سلیمانی	زوجہ رب النساء	بنت ذوالنور	بنت ستارا	بنت گل صنوبر	اخ محمد ادریس خاں	اخ عبدالمصطفیٰ خاں	اخت میمون النساء	اخت نفس النساء
۴/۲۴	۳/۱۸	۳۲	۳۲	۳۲	۲	۲	۱	۱
۱۶۸	۱۲۶	۲۲۴	۲۲۴	۲۲۴	۱۴	۱۴	۷	۷

(بنات: ۱۶/۹۶ — عصبات: ۱/۶)

(۳) میت: سلیمانی — مسئلہ ۶، وقف (بینهما توافق بالسدس) — ما فی الید ۱۴۴، وقف ۲۴

ابن عبدالمصطفیٰ	ابن محمد ادریس	بنت میمون النساء	بنت نفس النساء
۲	۲	۱	۱
۲۴۸	۲۲۴۸	۱۲۴	۱۲۴

الاحیاء — المبلغ ۴۶۰۸

محمد ادریس خاں	عبدالمصطفیٰ خاں	میمون النساء	نفس النساء	رب النساء	ذوالنور	ستارا	گل صنوبر
۱۲۷۰	۱۲۷۰	۶۳۵	۶۳۵	۱۲۶	۲۲۴	۲۲۴	۲۲۴

الجواب: (برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی الذکورین، عدم مانع ارث وتقدیم مایجب ان یقدم) منشی محمد رضا مرحوم کے متروکہ کے کل چار ہزار چھ سو آٹھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک ہزار دو سو ستر حصے محمد ادریس خاں کو ایسے ہی ایک ہزار دو سو ستر حصے عبدالمصطفیٰ خاں کو ملیں گے اور چھ سو پینتیس حصے میمون النساء کو اسی طرح چھ سو پینتیس حصے نفس النساء کو ملیں گے اور ایک سو چھبیس حصے رب النساء کو ملیں گے اور دو سو چوبیس حصے ذوالنور کو اسی طرح دو سو چوبیس حصے ستارا کو ایسے ہی دو سو چوبیس حصے گل صنوبر کو ملیں گے جیسا کہ مبلغ الاحیاء میں ہر وارث کے نام کے نیچے لکھا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اویس حسن غلام جیلانی جہانگیری

۲۸ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از مسماۃ رب النساء زوجہ محمد نذیر خاں مرحوم موضع بڑھیا پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی۔

(۱) محمد نذیر خاں کا انتقال ہوا انہوں نے اپنے بعد اپنی ماں مسماۃ سلیمان اور ایک زوجہ مسماۃ رب النساء اور تین بیٹیاں مساۃ ذوالنور، ستارا اور گل صنوبر اور دو بھائی محمد ادریس خاں اور عبدالمصطفیٰ خاں اور دو بہنیں مسماۃ میمون النساء اونفس النساء کو وارث چھوڑا (۲) پھر ان کے بعد مسماۃ سلیمانی کا انتقال ہوا انہوں نے اپنے بعد دو بیٹے عبدالمصطفیٰ محمد ادریس خاں اور دو بیٹیاں میمون النساء نفس النساء کو وارث چھوڑا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ منشی محمد نذیر خاں کے متروکہ میں سے مذکورہ بالا ورثا کو کتنا حصہ ملے گا جبکہ میمون النساء ونفس النساء دونوں وہابیہ دیوبندیہ مرتدہ ہیں۔

الجواب: (برتقدیر صدق مستفتی و انحصار ورثہ فی المذکورین، وعدم مانع ارث، وتقدیم مایجب ان یقدم وبرتقدیر ارتداد مذکورتین) ترکہ محمد نذیر خان مرحوم کے کل ایک سو چوالیس حصے کئے جائیں گے جن میں سے مسماۃ رب النساء کو اٹھارہ حصے اور ذوالنور، ستارا، گل صنوبر میں سے ہرایک کو بتیس بتیس حصے اور محمد ادریس خان اور عبدالمصطفیٰ خان میں سے ہرایک کو پندرہ پندرہ حصے ملیں گے جیسا کہ مبلغ الاحیاء کے نیچے ہر وارث کے لئے لکھا گیا ہے اور میمون النساء و نفس النساء بشرطیکہ وہ وہابیہ، دیوبندیہ مرتدہ ہوں محروم ہوں گی ورنہ اگر یہ دونوں سنیہ ہوں تو جواب کی صورت اور ہوگی یہ محروم نہ ہوں گی۔ سائلہ مسماۃ رب النساء نے دونوں عورتوں کے وہابیہ ہونے کے دلائل بہت کمزور بیان کئے ہیں مثلاً وہ وہابیوں کے یہاں کھانے پینے میں شریک ہوتی ہیں اور باوجود منع کرنے کے نہیں مانتیں۔ واضح ہو کہ اتنی بات سے کوئی سنی کافر نہ ہوگا بلا عذر شرعی ایسا کرنے والا گنہ گار ہے مگر کافر نہیں لہٰذا پہلے اس امر کی تحقیق کر لی جائے اگر ان کا کفر وارتداد ثابت ہو جائے تب اس جواب پر عمل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اویس حسن غلام جیلانی جہانگیری

۶ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از محمد سمیع نعیمی بانسوی۔ پیر محمد مدرسہ لہرن۔ قاسم علی۔

زید وبکر دونوں حقیقی بھائی ہیں بغیر جائیداد بٹوارہ ایک ساتھ رہتے تھے۔ زید اپنی منکوحہ بیوی اور حقیقی بھائی و بہن کو چھوڑ کر مر گیا اور پھر زید کی بیوی نے اپنا دوسرا نکاح نہیں کیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید کے بھائی بکر نے اس مشترکہ جائیداد میں سے اپنا حصہ ایک دوسرے شخص کو اپنی زندگی میں دے دیا اور بعد میں خود مر گیا۔ اس کے بعد زید کی بیوی نے اپنا حق وحصہ ایک دینی ادارہ میں دے دیا اور اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ ایسی صورت میں اس مشترکہ جائیداد کا بٹوارہ کس طرح ہوگا؟ واضح فرمائیں۔

الجواب: مسئلہ زید میں

زوجہ	اخ زید	اخت زید
۱	۲	۱

(برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی الذکورین وعدم مانع ارث وتقدیم مایجب ان یقدم) زید وبکر دونوں اگر اس جائیداد میں برابر کے حصہ دار تھے تو بٹوارہ کی صورت یہ ہوگی۔ اس مشترکہ منقولہ، غیر منقولہ مال میں سے پہلے بکر کا آدھا حصہ الگ کر دیجئے پھر زید کی ملکیت کا جو آدھا حصہ بچا ہے اس کے چار حصے کیجئے اس میں سے زوجہ زید کو ایک حصہ۔ اور بکر کو دو حصے اور زید کی بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) زید کے بھائی بکر نے جس شخص کو اپنا حصہ زندگی میں دے دیا تھا اس کو کل جائیداد کا آدھا حصہ اور زید کے متروکہ کا نصف حصہ یعنی کل مشترکہ مال میں سے روپیہ میں ۱۲ آنے ملیں گے (یہ جب ہے کہ اس شخص کو مرض الموت میں نہ دیا ہو بلکہ صحت

کے زمانہ میں دیا ہو)۔

(ب) زید کی بیوی نے اپنا حصہ جو کسی دینی ادارے میں دیا ہے اس ادارہ کو زید کے متروکہ میں سے چوتھائی اور زید و بکر کے مشترکہ مال میں سے آٹھواں حصہ یعنی روپیہ میں دو آنے ملیں گے۔

(ج) اور زید کی بہن کو زید کے متروکہ حصہ کا چوتھائی۔ اور زید و بکر کے مابین کل مشترکہ مال کا آٹھواں حصہ یعنی روپیہ میں دو آنے ملیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زید و بکر کا مشترکہ مال جتنا بھی ہے اس کے مجموعے میں سے روپیہ میں بارہ آنے اس شخص کے ہوئے جس کو بکر نے اپنا کل حصہ دیا ہے' اور دو آنے اس دینی ادارے کو ملیں گے جس کو زید کی بیوی نے دیا ہے' اور دو آنے زید کی بہن کو ملیں گے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

کتبہ: اویس حسن غلام جیلانی جہانگیری

۲۳ / ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از سوپا پوسٹ کچھری ضلع بستی مرسلہ لال زادہ، محمد وکیل، مختار احمد و تحصیلدار

غلام محمد نبی نے اپنی حیات میں اپنی پوری جائیداد کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک حصہ اپنے ایک لڑکا مسمی لال زادہ کو اور زوجۂ اولٰی سے ہے دیا اور ایک حصہ اپنے تین لڑکوں مسمیان محمد وکیل و مختار احمد اور تحصیلدار میں تقسیم کیا اور مکان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک لڑکے کا حصہ متعین کر دیا' اور خود اپنا گزر بسر اپنے چھوٹے لڑکے مسمی لال زادہ کے ہمراہ کرتا رہا اسی طرح تقریباً پندرہ سال کا عرصہ گزرا سال گزشتہ غلام نبی نے انتقال کیا اور اپنے ورثاء میں انہیں چار لڑکوں اور دو زوجات کو چھوڑا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جائیداد کی وہی تقسیم اب بھی باقی رہے گی یا کہ ہر ایک لڑکے کو کل جائیداد میں مساویانہ حصہ ملے گا؟

الجواب: ہندوستان و پاکستان کے حنفی مسلمانوں کی معتمد علیہ مشہور کتاب بہار شریعت جلد چہاردہم مطبوعہ لاہور ص ۲۱۴۱ میں ہے: ''کسی چیز کا دوسرے کو بلاعوض مالک کر دینا ہبہ ہے۔'' پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ: ''ہبہ کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں واہب کا عاقل ہونا، بالغ ہونا، مالک ہونا، پھر جلد مذکور ص ۲۱۴۳ میں فرماتے ہیں: اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ (یعنی باپ) اپنے مال کا مالک ہے حالت صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گنہگار ہے پھر جلد مذکور ص ۲۱۵۵ میں فرماتے ہیں: ''مریض صرف ثلث مال سے ہبہ کر سکتا ہے اور یہ ہبہ بھی اس وقت صحیح ہے کہ اس کی زندگی میں موہوب لہ قبضہ کر لے قبضہ سے پہلے مریض مر گیا تو ہبہ باطل ہو گیا۔'' ان حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ اگر کوئی باپ بحالت صحت و بحالت ہوش و حواس اپنی جائیداد مکان تقسیم کر کے اپنے لڑکوں کو دے دے اور اس کے لڑکے اپنے اپنے حصے پر قابض ہو جائیں تو جو لڑکا اپنے باپ کی تقسیم کے مطابق جتنا حصہ پائے گا اتنے کا وہ مالک ہو جائے گا اگر چہ باپ کی تقسیم مساویانہ طور پر نہ ہو پھر باپ کے انتقال کے بعد وہ جائیداد

مکان خود باپ کا مال نہیں رہ گیا کہ اس میں وراثت کے طور پر دوبارہ تقسیم کی جائے اور ہر لڑکا مساویانہ حصہ پائے۔

تو اگر غلام محمد نبی نے بحالت صحت و بحالت ہوش وحواس اپنی جائیداد و مکان کو تقسیم کر کے جائیداد کا نصف حصہ اور مکان کا چوتھائی حصہ اپنے لڑکے لال زادہ کو اور جائیداد کا دوسرا نصف حصہ اور مکان کا تین چوتھائی حصہ لال زادہ کے بھائیوں کو دیا اور لال زادہ اپنے حصہ پر اور اس کے بھائی اپنے حصہ پر قابض ہو گئے تو لال زادہ اپنے حصہ کا مالک ہو گیا' اور اس کے بھائی اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اب غلام محمد نبی کے انتقال کے بعد جائیداد مذکور و مکان مذکور میں وہی تقسیم باقی رہے گی جو غلام محمد نبی نے اپنی زندگی میں کر دی تھی۔ کیونکہ وہ تقسیم شدہ جائیداد و مکان غلام نبی کا ترکہ نہیں رہ گیا کہ اس میں وراثت کے طور پر دوبارہ تقسیم ہو اور اس کے لڑکے مساویانہ حصہ پائیں تو جس طرح لال زادہ اپنے باپ کی زندگی میں اس کی تقسیم کے مطابق نصف جائیداد کا مالک تھا اسی طرح اپنے باپ غلام محمد نبی کے انتقال کے بعد بھی وہ مالک رہے گا۔ اب رہا یہ امر کہ غلام محمد نبی کا تقسیم میں کمی وبیشی کرنا درست تھا یا نہیں تو اگر تقسیم مذکور بالا سے غلام نبی محمد کا یہ مقصد نہ تھا کہ لال زادہ کے بھائیوں کو ضرور نقصان پہنچے تو تقسیم میں کمی بیشی درست تھی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم الباب السادس فی الھبۃ للصغیر مطبوعہ مصر ص ۳۷۲ میں ہے: ورو ی المعلی عن ابی یوسف رحمة الله علیه انه لاباس به (بالتفصیل بین الاولاد) اذا لم یقصد به الاضرار۔ یعنی اپنی اولاد کے درمیان تقسیم میں کمی بیشی سے ضرر کا مقصد نہ ہو تو کمی بیشی میں حرج نہیں اور اگر تقسیم سے لال زادہ کے بھائیوں کو ضرر ونقصان پہنچانے کا قصد تھا تو وہ گنہ گار ہے جیسا کہ بہار شریعت جلد چہاردہم ص ۲۱۵۲ میں ہے: ''اور عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچا دے تو سب میں برابری کرے کم وبیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے''۔ اور اس صورت میں کہ باپ نے ضرر کا قصد کیا تھا اس کو گناہ سے بچانے کے لئے بہتر یہ ہے کہ یا تو باپ کی تقسیم مذکور پر لال زادہ کے تینوں بھائی راضی ہو جائیں یا پھر لال زادہ اور اس کے بھائی آپس میں رضامند ہو کر نئی تقسیم کریں۔ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی

یکم ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ

ایسی صورت میں پہلے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا یا اس کی وصیت پوری کی جائے گی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں قرض کی ادائیگی مقدم ہے۔ فقط والله ورسوله اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد قادری رضوی

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

مسئلہ: از منشی عابد علی محلہ بھتری قصبہ مہنداول بستی

زید کا انتقال ہو گیا اس نے ایک بہن کی لڑکی اور بیوی کو چھوڑا بیوی نے بعد عدت نکاح کر لیا تو عورت کو حصہ ملے گا کہ نہیں اگر ملے گا تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی کو زید کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا خواہ اس کی عورت نکاح کرے یا نہ کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی
۴؍اگست ۱۹۵۷ء

مسئلہ: از نوگڑھ تتری بازار ضلع بستی مرسلہ حاجی نفیس دار میاں

ایک عورت ہے اس کے حقیقی کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہے اس کے پاس دین مہر کی جائیداد ہے اس کی وفات کے بعد اس جائیداد میں کن کن لوگوں کا حصہ ہوگا؟ البتہ اس کا بھائی موجود ہے اور سوت کا لڑکا بھی بالغ ہے۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ما یجب ان یقدم علی الارث عورت کی جائیداد کا مالک صرف اس کا بھائی ہے سوت کے لڑکے کو عورت کی جائیداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: قدرۃ اللہ الرضوی
۳۰؍من ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از محمد حدیث ساکن ٹنڈوا ضلع بستی۔

زید نے محمد حدیث کو تین سو روپے قرض دیا تھا پھر اس کا انتقال ہوگیا۔ زید اپنی زندگی میں اپنے وارثوں سے ناراض تھا اس لئے اس نے انتقال سے پہلے ہی اپنی جائیداد منقولہ ایک غیر شخص کو دے دی تھی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ محمد حدیث وہ تین سو روپے کس کو سپرد کرے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں وہ روپیہ محمد حدیث زید کے وارثوں کے سپرد کردے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۹؍صفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از محمد آدم نوری موضع مٹیسر پوسٹ کرہی۔ ضلع بستی۔

زید نے انتقال کیا۔ اس نے ایک بیوی، دو عینی بھائی، ایک عینی بہن، تین علاتی بھائی اور دو علاتی بہنوں کو چھوڑا۔ تو اس کی متروکہ جائیداد ان لوگوں میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں بر صدق مستفتی و انحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ما یقدم کالمھر والدین والوصیۃ۔ اس کی جائیداد کے بیس حصے کئے جائیں گے جن میں سے پانچ حصے اس کی بیوی کے ہیں، چھ چھ حصے اس کے عینی بھائیوں کے ہیں اور تین حصے اس کی عینی بہن کے ہیں' اور آسان صورت یہ ہے کہ کل جائیداد کے چار حصے کر دیئے جائیں جن میں سے دو دو حصے دونوں عینی بھائیوں کو دے دیئے جائیں اور ایک حصہ عینی بہن کو' اور علاتی بھائیوں و بہنوں کا

کوئی حصہ نہیں۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۲۸ پر اخوات لاب وام کے بیان میں ہے: مع الاخ لاب وام لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ كذا في الكافي۔ پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے: یسقط اولاد الاب بالاخ لاب وام كذا في الكافي۔ هٰذا ماعندي وهو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مولوی عبد الرحیم اوجھا گنج ضلع بستی۔

زید کا انتقال ہو گیا اس کی دو حقیقی بہنیں زندہ ہیں، اور باپ شریکی ایک بھائی اور ایک بہن موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی زید کا وارث نہیں ہے تو ان لوگوں کو زید کے ترکہ سے کتنا کتنا دیا جائے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ لوگوں کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں ہے تو زید کی جائیداد کے نو حصے کئے جائیں۔ جن میں سے تین تین حصے اس کی حقیقی بہنوں کو دیئے جائیں۔ دو حصے اس کے باپ شریکی بھائی کو اور ایک حصہ اس کی باپ شریکی بہن کو دیا جائے۔ سورۂ نساء کی آخری آیت میں ہے: فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۲۸ پر بیان اخوات لاب میں ہے: لا یرثن مع الاختین لاب وام الا ان یکون معهن اخ لاب فیعصبهن فیکون للاختین لاب و ام الثلثان والباقی بین اولادا لاب لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ هٰذا ما عندي وهو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد ابراہیم نونہواں۔ ضلع سدھارتھ نگر

تیلام کی پہلی بیوی سے دو لڑکے محمد حنیف اور محمد شریف ہیں۔ اور دوسری بیوی سے تین لڑکے محمد ابراہیم، محمد سمیع اور غلام محمد رسول۔ تیلام کی پہلی بیوی کا ان کی زندگی میں انتقال ہوا پھر تیلام فوت ہو گئے۔ پھر محمد شریف کا انتقال ہوا جس نے حقیقی بھائی محمد حنیف اور تین باپ شریکی بھائیوں اور سوتیلی ماں کو چھوڑا۔ اس کے بعد محمد حنیف کا انتقال ہوا جن کے چار لڑکے ہیں مقبول احمد، عبد الرحمٰن، عبد الرزاق اور عیش محمد۔ دریافت طلب یہ ہے کہ تیلام کی جائیداد سے ان لوگوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث تیلام کی متروکہ جائیداد کی تقسیم کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی کل جائیداد کے آٹھ حصے کیے جائیں، جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو دیا جائے جیسا کہ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ۔ پھر باقی سات حصوں کے پانچ بنا دیئے جائیں جن میں سے ایک ایک حصہ اس کے پانچوں لڑکوں کو دیئے جائیں، اور محمد شریف کی جائیداد کا حق دار صرف اس کا حقیقی بھائی محمد حنیف ہوا۔ اس کی موجودگی میں باپ شریکی بھائیوں اور سوتیلی ماں کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۴۲۸ میں ہے: یسقط اولاد الاب بالاخ لاب وام اھ۔ ملخصاً۔ اور محمد حنیف کے فوت ہونے پر اس کی

جائیداد کے وارث اس کے چاروں لڑکے ہیں۔ ھٰذا ماظھرلی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد حنیف میاں سسہنیاں کلاں۔ ضلع گونڈہ۔

باپ نے اپنی زندگی میں ایک بیٹے کو کچھ جائیداد دے کر الگ کردیا اور بیٹے نے یہ منظور کرلیا کہ باپ کے انتقال پر اب ہم کو اس کے ترکہ میں کچھ حق نہ رہے گا۔ تو اس صورت میں باپ کے فوت ہونے پر اس کی جائیداد میں اس کے بیٹے کا حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں باپ کے انتقال پر اس کے بیٹے کا ترجہ میں کوئی حق نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: بزرگ موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کردیا اور وہ بھی راضی ہوگئیں کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میرا حق نہیں اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابوالعباس ناطفی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سیّد احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابوجعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابوعمر وطبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا (فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم ص ۹۵) ھٰذا ماعندی وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از خورشید احمد خاں رضوی رمواپور خرد پوسٹ گڑھا کپتان گنج۔ بستی

عبدالوحید کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنے بعد چار بھائی۔ عبدالعزیز، عبداللطیف، وعبدالرشید وعبدالحمید اور دو لڑکیاں بتول وزہرا کو چھوڑا۔ پھر ان کے بعد عبدالحمید کا انتقال ہوا جنہوں نے مذکورہ تین بھائیوں اور دو بھتیجیوں کو چھوڑا۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ عبدالوحید اور عبدالحمید کی متروکہ جائیداد میں سے ان سب کا کتنا کتنا حصہ ہے نیز بتول نے اپنے والد عبدالوحید کی ساری جائیداد پر قبضہ کرلیا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث بعد تقدیم ماتقدم عبدالوحید کی منقولہ وغیر منقولہ ساری جائیداد کے کل بارہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے چار چار حصے ان کی لڑکیوں کے ہیں۔ لان الثلثین للاختین بقولہ تعالٰی: فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ. فھما اولٰی۔ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثیٰ اولیٰ۔ اور بحیثیت عصبہ باقی چار حصوں میں سے ایک ایک حصہ ان چار بھائیوں کا ہے اور عبدالحمید کی متروکہ جائیداد کے حق دار صرف تینوں بھائی ہیں بھتیجیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور بتول کا اپنے باپ کی پوری جائیداد پر قبضہ کرلینا سخت ناجائز و حرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ شریعت کے مطابق ہر وارث کا جتنا حصہ ہے ان کو واپس کرے یا معاف کرائے۔ اگر وہ ایسا نہیں

کرے گی تو سخت گنہگار حق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز باجماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا پڑے گا اور دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہ ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ھٰذا ماعندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱؍رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

مسئلہ: از سیّد عبد القادر قادری نیر پوسٹ آفس تاڑپتری ضلع اننت پور۔ (آندھرا پردیش)

زید کے دو بیٹے خالد و بکر ہیں۔ خالد کے اولاد نرینہ نہیں صرف لڑکیاں ہیں۔ بکر کے بیٹے بھی ہیں۔ زید و بکر تو وفات پاچکے ہیں لیکن بکر کے بیٹے حامد وغیرہ کہتے ہیں کہ چچا خالد کو دادا زید کے مکان میں حصہ پانے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ ان کی لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں اور ان کے کوئی اولاد نرینہ نہیں لہٰذا دادا نے ترکہ میں جو مکان چھوڑا ہے اس میں ان کا کوئی حق نہیں۔ تو کیا اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے خالد کو شرعاً باپ کی جائیداد میں ترکہ پانے سے محروم قرار دیا جائے گا؟ یا خالد کو ترکہ والے مکان میں حصہ ملے گا اور ملے گا تو کتنا؟ اس باب میں جو بھی حکم شرعی ہو آپ صادر فرمائیں، اور ادلہ شرعیہ سے مزین و مبرہن فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین اگر زید کا انتقال بعد میں ہوا اور بکر پہلے فوت ہوا تو زید کی چھوڑی ہوئی کل جائیداد مکان وغیرہ کا مالک تنہا خالد ہے بکر کے ورثہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد ششم ص ۴۳۰ پر ہے: الاقرب یحجب الابعد کالا بن یحجب اولاد الابن۔ اور اگر زید پہلے فوت ہوا پھر بکر کا انتقال ہوا تو زید کی کل جائیداد کا آدھا حصہ بکر کا ہے اور اس کے فوت ہونے پر اس کے ورثہ حامد وغیرہ کا۔ اور آدھا حصہ خالد کا ہے بہرحال کسی صورت میں نرینہ اولاد نہ ہونے کے سبب وہ اپنے باپ کی جائیداد سے محروم نہ ہوگا۔ حامد وغیرہ کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ چچا خالد کو نرینہ اولاد نہ ہونے کے سبب دادا زید کے مکان میں حصہ پانے کا شرعاً کوئی حق نہیں۔ ھٰذا ماعندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ

مسئلہ: از مختار احمد دوبولیا بازار۔ ضلع بستی

(۱) زید کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا اس سے ایک لڑکا ایک لڑکی ہیں پھر اس نے دوسری شادی کی اس سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں جب زید کا انتقال ہوا تو اس نے دوسری بیوی اور مذکورہ بالا لڑکے اور لڑکیوں کو چھوڑا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی منقولہ اور غیر منقولہ کل جائیداد سے ان کے بیوی بچوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور چھوٹے لڑکے کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی

ہےتو شادی کے عوض اس کو کچھ زیادہ حصہ ملے گا یا نہیں؟ (۲) زید کی دوسری بیوی نے اپنا کل زیور اپنی زندگی میں اپنے چھوٹے لڑے کو دے دیا تھا زید کے دونوں بڑے لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے جن کی عورتوں کے پاس زیورات ہیں کیا اس میں سے چھوٹے لڑکے کو حصہ ملے گا یا نہیں۔

الجواب: (۱) صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں کل اٹھاسی حصے ہوں گے جن میں سے گیارہ حصے دوسری بیوی کو ملیں گے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۲) یعنی اگر (تمہارے مرنے کے بعد) تمہارا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو تمہارے ترکہ میں سے تمہاری بیویوں کا آٹھواں حصہ ہے اور چودہ چودہ تینوں لڑکوں کو اور سات سات حصے پانچویں لڑکیوں کو ملیں گے۔ کما قال تعالیٰ: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ (سورۂ نساء آیت ۱۱) یعنی حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں کہ ایک لڑکے کا حصہ برابر ہے دو لڑکیوں کے حصے کے۔ صورت مسئلہ یوں ہوگی

زید مسئلہ ۸×۱۱ تص ۸۸

بیوی، ۳/لڑکے، ۵/لڑکیاں

۱۱/۱، ۴۲، ۷۷/۸، ۳۵

اور چھوٹے لڑکے کو شادی کے عوض باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زید نے اپنے دونوں بڑے لڑکوں کی بیویوں کو شادی میں جو زیورات دیئے تھے اگر انہیں ان زیورات کا مالک بنا دیا تھا یا کم از کم علاقہ یا زید کی برادری میں مالک بنا دیئے جانے کا عرف ہے۔ تب تو اس میں سے چھوٹے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا ورنہ وہ زیورات بھی زید کے ترکہ میں شامل ہو کر سبھی وارثین پر ان کے حصوں کی مقدار تقسیم ہو جائیں گے۔ فقط ھٰذا ما عندی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ واتم واحکم

کتبہ، محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۱۷/ ربیع النور ۱۴۱۳ھ

الجواب الصحیح: تقسیم جائیداد کی ایک صورت بھی ہے جو آسان ہے کہ زید کے کل ترکے کے آٹھ حصے کیے جائیں۔ ان میں سے ایک حصہ دوسری بیوی کو دیا جائے (اور جب کہ بعد میں وہ بھی فوت ہو گئی تو اس کا حصہ اس کے ورثہ کو دیا جائے) اور باقی سات حصوں کے گیارہ حصے کر دیئے جائیں جن میں سے دو دو تینوں لڑکوں کو اور ایک ایک حصے پانچوں لڑکیوں کو دیئے جائیں۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶/ ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ

مسئلہ: از جملہ مسلمانان اہلسنت ومواپور کلاں۔ پوسٹ کوڑی کول کپتان گنج ضلع بستی۔

عبدالغنی ایک عورت لائے جو اپنے ساتھ پہلے شوہر کا ایک لڑکا لائی اس لڑکے کا نام محمد شفیع تھا جو عبدالغنی کی پرورش میں رہا۔ عبدالغنی کی اس بیوی سے چار لڑکے بخش اللہ، علی رضا، محمد صدیق۔ عنایت اللہ۔ اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جب عبدالغنی کا انتقال ہوا تو مذکورہ بالا سب لڑکے لڑکیاں زندہ تھے چک بندی کے موقع پر عبدالغنی کے حقیقی لڑکوں نے اپنے ماں شریکی بھائی کو برابر حصہ دیا پھر محمد صدیق کی بیوی کا انتقال ہو گیا اس کے بعد صدیق ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوئے ان کی جائیداد عبدالغنی کے تینوں حقیقی لڑکوں اور محمد شفیع نے بانٹ لی اس کے بعد محمد شفیع کا انتقال ہوا جنہوں نے ایک بیوی چار لڑکیاں تین ماں شریکی بھائی بخش اللہ، علی رضا، عنایت اللہ کو چھوڑا اور دو ماں شریکی بہنوں کو۔ محمد شفیع کی متروکہ جائیداد میں ان سب کا کتنا کتنا حصہ ہے؟ محمد شفیع کے انتقال کے بعد ان کی کل جائیداد عنایت اللہ نے ان کی بیوی کے نام وراثت کرادی۔ جب محمد شفیع کی بیوی نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم کل جائیداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کریں گے تو بخش اللہ، علی رضا، عنایت اللہ کی طرف سے کورٹ میں یہ درخواست دی گئی کہ محمد شفیع کی چھوڑی ہوئی جائیداد ہم لوگوں کی ہے اس پر ہم لوگوں کا نام درج ہونا چاہئے تو یہ درخواست کچھ لوگوں نے خارج کرادی اس کے بعد محمد شفیع کی بیوی نے کل جائیداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کردی۔ بخش اللہ کے لڑکے مولینا معین الدین اور علی رضا کے لڑکے جمال الدین نے محمد شفیع کی طرف سے ایک فرضی وصیت نامہ بنوا کر کورٹ میں داخل کیا کہ ہماری کل جائیداد ہمارے مرنے کے بعد بخش اللہ اور علی رضا کو ملے چونکہ عنایت اللہ محمد شفیع کے ساڑھو ہیں اس لئے وہ وصیت نامہ جو کورٹ میں داخل کیا گیا ہے اس کے جواب میں انہوں نے یہ درخواست دی ہے کہ محمد شفیع کی بیوی کے نام منتقلی وراثت برقرار رکھی جائے تو مذکورہ بالا معاملات میں جو غلطی پر ہوں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل طور پر تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں جب کہ محمد شفیع کے ورثہ میں دو لڑکیاں باحیات ہیں تو محمد شفیع کے ماں شریکی بھائی بخش اللہ، علی رضا اور عنایت اللہ نیز ماں شریکی بہنوں کا محمد شفیع کی جائیداد میں کوئی حق نہیں جیسا کہ سراجی پر اولاد ام کے بیان میں ہے: ویسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالا تفاق۔ اور تنویر الابصار و درمختار مع شامی جلد پنجم ص۴۹۹ میں ہے: ویسقط بنوا الاخیاف وھم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانھم من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید۔ اور ردالمحتار میں ہے: قولہ بالولد لام ای ولو انثی فیسقطن بستۃ بالابن والبنت وابن الابن وبنت الابن والاب والجد ویجمعھم قولک الفرع الوارث والاصول الذکور۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص۴۲۸ میں ہے: ویسقط اولاد الام بالولد وان کان بنتا وولد الابن والاب والجد بالاتفاق کذا فی الکافی۔ لہٰذا بخش اللہ، علی رضا کے لڑکے معین الدین اور جمال الدین یا عنایت اللہ کا محمد شفیع کی جائیداد سے حصہ کا مطالبہ کرنا ہرگز جائز نہیں کہ یہ مطالبہ حقیقت میں دوسرے کا مال غصب کرنے کی کوشش کرنا ہے جو بلاشبہ حرام وناجائز ہے۔

رہی یہ بات کہ پھر محمد شفیع کی متروکہ جائیداد اراضی وغیرہ کے وارث کون لوگ ہیں۔ تو سوال میں جن ورثہ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی بیوی اور چار لڑکیوں کے علاوہ اگر دوسرا کوئی وارث باپ، حقیقی بھائی یا حقیقی بہن وغیرہ نہیں ہیں تو تقسیم ترکہ کی آسان

صورت یہ ہے کہ پوری جائیداد کے آٹھ حصے کئے جائیں جن میں سے ایک حصہ بیوی کو دیا جائے اور باقی سات حصوں کے چار حصے بنا کر ہر لڑکی کو ایک ایک حصہ دیا جائے۔ لہٰذا محمد شفیع کی بیوی اگر کل جائیداد اپنے نام وراثت کرانے پر راضی رہی تو وہ لڑکیوں کا حق غصب کر لینے کے سبب اور عنایت اللہ وراثت اس کے نام کرانے کے سبب سخت گنہگار اور حق العباد میں گرفتار ہوئے۔ البتہ اگر لڑکیاں پوری جائیداد ماں کے نام وراثت ہو جانے پر راضی ہیں تو محمد شفیع کی بیوی اور عنایت اللہ پر کوئی مواخذہ نہیں۔ پھر اس صورت میں اگر محمد شفیع کی بیوی نے کل جائیداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کر دی تو درست ہے اور اگر لڑکیاں راضی نہ ہوں تو صرف بیوی کے حصہ کی رجسٹری درست ہے اور بقیہ حصے لڑکیوں کو وصول کر لینے کا اختیار ہے۔

اور معین الدین و جمال الدین نے جو وصیت نامہ کورٹ میں پیش کیا ہے جبکہ وہ فرضی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو ان دونوں پر لازم ہے کہ کورٹ سے وصیت نامہ واپس لے کر مقدمہ اٹھا لیں، اور جو ناحق دوسرے کا مال لینے کی کوشش کی اور بے جا پیسہ خرچ کیا اس سے توبہ کریں، اور جو دوسرے کو پریشان کیا اور اس کا پیسہ خرچ کروایا اس سے معذرت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ یعنی اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھا لو۔ (پ۲ ع۷) اور بخاری شریف کی حدیث ہے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من اخذ من الارض شیئا بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین۔ یعنی جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ بھی حصہ لے لیا وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔ (انوار الحدیث ص ۳۲۷) اور بخاری و مسلم دونوں میں حدیث شریف مروی ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اخذ شبرا من الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین۔ یعنی جس نے ایک بالشت زمین ظلم سے لے لی قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے اتنا حصہ طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا (انوار الحدیث ص ۳۲۷) اور طبرانی کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دوسرے کا مال لے لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔ (بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۶) لہٰذا معین الدین و جمال الدین اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں، اور دوسرے کا مال ناحق لے کر اپنی عاقبت برباد کرنے کی کوشش نہ کریں۔

سوال میں معین الدین کے نام کے ساتھ شاید غلطی سے مولانا لکھ دیا گیا ہے اس لئے کہ جو مولانا ہوگا اللہ سے ڈرے گا فرضی وصیت نامہ بنا کر وہ دوسرے کی جائیداد لینے کی کوشش نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ۲۲ ع۱۶) حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ دلت هٰذا الاٰیة علیٰ ان العالم یکون صاحب الخشیة۔ یعنی اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت اور خوف الٰہی عالموں کا خاصہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم ص ۴۶۰) اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: حاصله ان العلم یورث الخشیة وهی ینتج التقویٰ وهو موجب

الاکرامیة والافضلیة وفیه اشارة الیٰ ان من لم یکن علمه کذلك فهو کالجاهل بل هو الجاهل۔ یعنی آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ علم دین خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہی عالم کی کرامیت وافضلیت کا سبب ہے اور آیت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس شخص کا علم ایسا نہ ہو وہ جاہل کے مثل ہے بلکہ وہ جاہل ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج اص ۲۳۱)
اور حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: انما العالم من خشی الله عزوجل۔ یعنی عالم صرف وہ ہے جسے خدا تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل ہو (تفسیر خازن ومعالم التنزیل جلد پنجم ص ۳۰۲) اور امام ربیع بن انس علیہ الرحمتہ والرضوان نے فرمایا: من لم یخش الله فلیس بعالم۔ یعنی جسے اللہ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں۔ (تفسیر خازن جلد پنجم ص ۳۰۲)

خلاصہ یہ ہے کہ معین الدین و جمال الدین اگر کورٹ سے فرضی وصیت نامہ واپس لے کر مقدمہ نہ اٹھائیں تو وہ ظالم جفاکار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالموں کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ ۷ ع ۱۴) اور ارشاد فرمایا: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (پ ۱۲ ع ۱۰) هٰذا ما عندی وهو تعالیٰ اعلم بالصواب و الیه المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۲۶ ر رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

مسئلہ: از عبد مناف ساکن جمڑی۔ تحصیل دومریا گنج۔ ضلع سدھارتھ نگر

زید کا انتقال ہوا اس نے اپنے پیچھے بیوی دو لڑکیاں اور دو بھائی چھوڑے اور ایک بہن تھی زید کی اراضی مکان اور باغ وغیرہ کی تقسیم کی کیا صورت ہوگی؟ ہر ایک کا حصہ بمطابق شرع مطہرہ مع حوالہ درج فرمائیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث زید کی اراضی مکان اور باغ وغیرہ منقولہ اور غیر منقولہ کل جائیداد کے ۲۴ حصے کئے جائیں گے جن میں سے تین حصے اس کی بیوی کے ہیں جیسا کہ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ اور آٹھ آٹھ حصے اس کی دونوں لڑکیوں کے ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۴۲۷ میں ہے: وللبنتین فصاعداً الثلثان کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور باقی پانچ حصوں میں سے دو دو حصے اس کے بھائیوں کے ہیں اور ایک حصہ اس کی بہن کا ہے جیسا کہ پارۂ ششم سورۂ نساء کی آخری آیت میں ہے: وَإِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۱۷ ر ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

ہماری چند دیگر مطبوعات
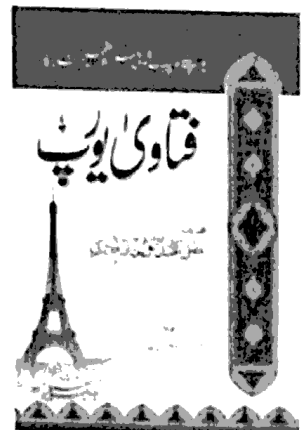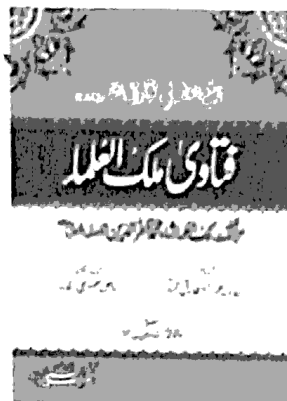
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 37352022